جلد اوّل

أبواب الطهارة ... أبواب الصوم

أحاديث: 1 - 808

تالیف: امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی

جامع ترمذی (اُردو)

ترجمہ و فوائد: شیخ الحدیث حافظ عبدالعزیز علوی

شعبہ تحقیق و تالیف دارُالسّلام

دارالسلام
DARUSSALAM

1

جامع ترمذی (اُردو)

دارُالسّلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
DARUSSALAM

سعودی عرب

(ہیڈآفس) **پرنس عبدالعزیز بن جلاوی سٹریٹ** پوسٹ بکس: 22743 الرياض: 11416 سعودی عرب
فون: 4033962-4043432 1 00966 فیکس: 4021659 www.darussalamksa.com
Email: darussalam@awalnet.net.sa info@darussalamksa.com

الرياض • العليا- فون: 4614483 1 00966 فیکس: 4644945 • الملز فون: 4735220 1 00966 فیکس: 4735221
• سویدی فون: 4286641 1 00966 • سویلم فون/فیکس: 2860422 1 00966
جدّہ فون: 6879254 2 00966 فیکس: 6336270 مدینہ منورہ فون: 8234446,8230038 4 00966 فیکس: 8151121 04
الخبر فون: 8692900 3 00966 فیکس: 8691551 3 00966 خمیس مشیط فون/فیکس: 2207055 7 00966
ینبع البحر فون: 0500887341 فیکس: 8691551 قصیم (بریدہ) فون: 0503417156 فیکس: 3696124 6 00966

دیگر ممالک

امریکہ • نیویارک فون: 5925 625 718 001 • ہوسٹن: 0419 722 713 001 کینیڈا • نصیرالدین الخطاب فون: 4186619 416 001
لندن • دارالسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ فون: 77252246 20 0044-85394885 20 0044 • دارمکہ انٹرنیشنل: 7739309 0121 0044
متحدہ عرب امارات • شارجہ فون: 5632623 6 00971 فیکس: 5632624 فرانس فون: 52928 480 01 0033 فیکس: 52997 480 01 0033
انڈیا • دارالسلام انڈیا فون: 45566249 44 0091 موبائل: 12041 98841 0091 • اسلامک بکس انٹرنیشنل فون: 4180 2373 22 0091
• نیدی بک ڈسٹری بیوٹرز فون: 4892 2451 40 0091 موبائل: 30850 98493 0091 • ایم ایس براک انٹرپرائزز فون: 42157847 44 0091
سری لنکا • دارالکتاب فون: 358712 115 0094 • دارالایمان ٹرسٹ فون: 2669197 114 0094

پاکستان

ہیڈآفس و مرکزی شوروم (مین برانچ ①) **36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور**
فون: 00 324 372 ,24 400 372 ,34 240 373 42 0092 فیکس: 72 540 373 042
www.darussalam.pk
برانچ ② اُردو بازار: غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون: 54 200 371 42 0092 فیکس: 03 207 373 042
برانچ ③ ڈیفنس: Y بلاک، گول کمرشل مارکیٹ، دکان: 2 (گراؤنڈ فلور) ڈیفنس، لاہور فون: 10 926 356 42 0092
برانچ ④ گلبرگ: دکان نمبر 2، گراؤنڈ فلور، بگ سٹی پلازہ لبرٹی گول چکر، گلبرگ III لاہور فون: 50 738 357 42 0092

کراچی برانچ ① مین طارق روڈ، ڈالمن مال سے (بہادر آباد کی طرف) دوسری گلی، کراچی فون: 36 939 343 21 0092 فیکس: 37 939 343 21 0092
برانچ ② شاپ 2 گلشن ٹریڈ سنٹر (متصل MCB) گلشن چورنگی مین راشد منہاس روڈ گلشن اقبال بلاک 5 کراچی فون: 38 39 99 34 021

اسلام آباد F-8 مرکز، ایوب مارکیٹ، شاہ ویز سنٹر فون: 13 15 228 51 0092 islamabad@darussalampk.com

ملتان نزد چونگی نمبر 9، ملحقہ ہاشمی سٹور بوسن روڈ ملتان فون: 24 00 622 61 0092

فیصل آباد بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ فیصل آباد فون: 944 11 26 41 0092

1

أبواب الطهارة ... أبواب الصوم
أحاديث: 1 - 808

جامع ترمذی (اُردو)

تالیف
امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ

ترجمہ و فوائد
شیخ الحدیث حافظ عبدالعزیز علوی حفظہ اللہ

نظر ثانی، تصحیح و تنقیح اور اضافات

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ
مولانا محمد عثمان منیب حفظہ اللہ
مولانا ابو عبداللہ محمد عبدالجبار حفظہ اللہ
قاری طارق جاوید عارفی حفظہ اللہ
مولانا مختار احمد ضیاء حفظہ اللہ
مولانا حافظ صداقت اکرام حفظہ اللہ

دار السلام
DARUSSALAM

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے۔

© مکتبة دار السلام، ١٤٤٢هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

الترمذي ، محمد بن عيسى ،

جامع الترمذي المجلد الأول أردو./ محمد بن عيسى الترمذي، عبدالعزيز العلوي.-الرياض، ١٤٤٢هـ

ص:٧٨٤، مقاس١٧ x ٢٤ سم

ردمك: ٣-٤٥٠-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨

١-الحديث-سنن أ.العلوي،عبدالعزيز(مترجم) ب. العنوان

ديوي ٢٣٥،٣ ١٤٤٢/٩٤٩

رقم الإيداع:٩٤٩/ ١٤٤٢

ردمك: ٣-٤٥٠-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨

فہرست مضامین (جلد اوّل)

٢ - أَبْوَابُ الصَّلَاةِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ | نماز کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے بیان کردہ مسائل | 214

....أَبْوَابُ الْعِيدَيْنِ [عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ]... عیدین کے احکام و مسائل 555

٥ - أَبْوَابُ الزَّكَاةِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ — زکاۃ کے احکام ومسائل 625

٦ - أَبْوَابُ الصَّوْمِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ | رسول اللہ ﷺ سے منقول روزے کے احکام و مسائل 686

عرض ناشر

انسانیت کی رشد و ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبی اور رسول مبعوث فرمائے جنھوں نے وحی الٰہی کی روشنی میں لوگوں کو توحید کا درس دیا، خیر وشر کی تمیز سکھائی اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کے طریقے سمجھائے۔ ایک نبی کے دنیا سے چلے جانے کے بعد دوسرا رسول بھیجا گیا۔ یوں یہ سلسلہ محمد رسول اللہ ﷺ پر آ کر رک گیا۔

رسول اکرم ﷺ کے ذریعے نبوت کے اس خوبصورت سلسلے کی تکمیل کر دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آخری نبی اور آپ کی امت کو آخری امت بنایا۔ ایک نبی کے دنیا سے جانے کے بعد اس کی تعلیمات میں تحریف اور رد و بدل سے جو خلا پیدا ہوتا تھا اسے دوسرے نبی کے ذریعے پورا کیا جاتا تھا، اب یہ سلسلہ بھی ختم کر دیا گیا مگر نبی آخر الزمان کی طرف آنے والی وحی اور تعلیمات کو رہتی دنیا تک اپنی اصلی حالت میں برقرار رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا۔

نبی اکرم ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کی ایک قسم قرآن مجید کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے جس میں دین اسلام کے مبادیات و اصول کہیں تفصیل اور کہیں اجمال کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ وحی الٰہی کی دوسری قسم جو ان مبادیات کی وضاحت اور قرآن میں ذکر کردہ احکام کی عملی اور تطبیقی شکل پر مشتمل ہے، اس کو حدیث اور سنت کا نام دیا جاتا ہے۔ وحی کی دونوں قسمیں لازم وملزوم ہیں، مثلاً: قرآن میں نماز پڑھنے کا حکم ہے تو حدیث میں اس کا طریقہ کار بتایا گیا ہے، اسی طرح دیگر احکام حج، زکاۃ اور روزہ وغیرہ ہیں۔

وحی کی دونوں قسمیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اکرم ﷺ سے حاصل کیں۔ علم اور عمل ایک ساتھ سیکھا اور اسے اپنے قلوب واذہان میں محفوظ اور یاد رکھنے کے علاوہ تحریری طور پر بھی اسے محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا۔ وحی کی دونوں قسمیں، یعنی قرآن و حدیث، اپنے شاگردوں کو سکھائیں۔ اس طریقۂ کار نے بعدازاں باقاعدہ کتابی شکل اختیار کی جو قرآن کے مصحف کے علاوہ حدیث کی کتابوں کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ اس خوبصورت سلسلے میں کتب ستہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ ان کو صحاح ستہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں وحی کی دوسری قسم کو بڑی تحقیق اور عرق ریزی سے پیش کیا گیا ہے۔ دارالسلام اس خوبصورت مجموعے کی پانچ کتابیں اردو ترجمے اور شروحات کے ساتھ شائع کرنے کی سعادت حاصل کر چکا ہے جنھیں اللہ کے فضل وکرم سے خوب پذیرائی ملی ہے۔

اب اس مجموعے کی آخری کتاب ''جامع الترمذی'' اردو ترجمے اور فوائد کے ساتھ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ جامع ترمذی، بخاری و مسلم کے بعد کتب ستہ میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔ اسے اگر حدیث اور فقہ کی مشترک کتاب کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس کی امتیازی خصوصیات تفصیلاً امام ترمذی رحمہ اللہ کے حالات کے تحت آئیں گی۔ جامع ترمذی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ امام صاحب نے ہر حدیث کے بعد اس سے ثابت ہونے والے مسئلے کے بارے میں ائمہ اور فقہا کے اقوال بھی ذکر دیے ہیں، نیز حدیث کے صحت وضعف اور راویوں کی جرح وتعدیل کا بھی اہتمام کیا ہے۔ یوں یہ کتاب حدیث، فقہ، اصول حدیث اور مسائل جرح وتعدیل کا بہترین مجموعہ ہے۔ جامع ترمذی کی اردو شرح کے حوالے سے چند باتیں قابل غور ہیں۔

❁ اردو ترجمے اور شرح کی سعادت نامور عالم دین شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالعزیز علوی حفظہ اللہ کو حاصل ہوئی۔ ان کا یہ ترجمہ اور شرح ان کے علمی رسوخ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ترجمہ نہایت رواں اور سلیس ہے جبکہ شرح وفوائد مختصر اور جامع ہیں۔

❁ احادیث کی تخریج وتحقیق کا کام دارالسلام ریسرچ سنٹر لاہور کے ساتھیوں نے کیا ہے۔ بنیادی طور پر سنن اربعہ کا کام فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے کیا تھا مگر شیخ رحمہ اللہ کے بعد تفردات کی وجہ سے سنن ابوداود، سنن ابن ماجہ اور سنن نسائی میں خاصے مسائل کا سامنا کرنا۔ اس لیے جامع الترمذی کے سلسلے میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ادارے کے سینئر ریسرچ حضرات احادیث کے صحت وضعف کی تحقیق کر کے جمہور محدثین کے اصولوں کے مطابق حکم لگائیں، چنانچہ اس بارے میں یہ طے پایا کہ جو احادیث مطلق طور پر صحیح یا حسن ہیں ان کے حکم کا ذکر کیے بغیر ان کی صرف تخریج ذکر کر دی جائے اور جو روایات شواہد ومتابعات کی بنا پر صحیح یا حسن بنتی ہیں یا ضعیف قرار پاتی ہیں، ان پر حکم لگایا جائے۔ یہ کام بڑا عمیق ہے، اس لیے مستند اور معروف محققین کی تحقیق سے استفادہ کرتے ہوئے اس سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کی گئی ہے۔

❁ امام ترمذی حدیث نقل کرنے کے بعد ان صحابہ یا تابعین کے نام ذکر کرتے ہیں جن سے یہ روایت یا اس موضوع کی دیگر روایات مروی ہوتی ہیں۔ ان کی تخریج بھی کر دی گئی ہے۔

❁ احادیث کے ذیل میں ذکر کردہ ائمہ اور فقہا کے اقوال اور مذاہب کی روشنی میں اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ حدیث میں مذکورہ مسئلے کے بارے میں راجح قول کی نشان دہی کر دی جائے۔ اس سلسلے میں بعض مقامات پر تفصیلی بحث کر کے اور بعض جگہوں پر تفصیل ذکر کیے بغیر راجح موقف ذکر کر دیا گیا ہے۔

❁ جامع ترمذی کے آخر میں امام ترمذی کی کتاب العلل بھی ترجمہ وفوائد کے ساتھ شامل کر دی گئی ہے۔

اس طرح کتب ستہ کے عام فہم ترجمے اور شرح وفوائد کا جو خواب میں نے کئی سال پہلے دیکھا تھا، اللہ کے فضل وکرم سے آج وہ خواب شرمندۂ تعبیر ہو گیا ہے۔ وللہ الحمد!

نامور عالم دین، مصنف کتبِ کثیرہ، مفسر قرآن فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف نے اس پر نظر ثانی فرمائی اور دارالسلام ریسرچ سنٹر کے سینئر رفقاء جناب مولانا ابوعبداللہ عبدالجبار، مولانا محمد عثمان منیب اور قاری طارق جاوید عارفی ﷾ نے اسے بغور پڑھا۔ اس کی نوک پلک سنواری اور اس میں کئی ایک علمی وتحقیقی فوائد ومسائل کا اضافہ کیا۔ تصحیح و تنقیح اور پروف ریڈنگ کے فرائض مولانا مختار احمد ضیاء اور حافظ صداقت اکرام نے بڑی دلجمعی اور ذمہ داری سے ادا کیے۔ اللہ تعالیٰ ان سب علمائے کرام کو جزائے خیر دے اور دارین کی سعادتوں سے فیضیاب فرمائے، آمین!

جہاں تک اس کتاب کے فنی مراحل کمپوزنگ، پیج میکنگ اور پیسٹنگ وغیرہ کا تعلق ہے تو اس حوالے سے بنیادی کام ادارے کے سینئر کارکن جناب محمد رمضان شاد نے انتھک محنت سے کیا ہے۔ جناب گل رحمٰن اور خرم شہزاد نے ان کی معاونت کی ہے۔ یوں ان احباب کی مشترکہ پرخلوص مساعی کے نتیجے میں یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں و کاوشوں کو قبول و منظور فرمائے اور انھیں اجرِ جزیل عطا فرمائے، آمین!

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ احادیث مبارکہ کی ترویج و اشاعت کی اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اسے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے اور قبولِ عام عطا فرما کر میرے لیے اور میرے تمام رفقائے کار کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے۔ آمین!

خادمِ کتاب وسنت
عبدالمالک مجاہد
مینجنگ ڈائریکٹر دارالسلام انٹرنیشنل

جنوری 2020ء

امام ترمذی رحمہ اللہ کے حالاتِ زندگی اور کمالاتِ فائقہ

نام: محمد اور کنیت ابو عیسیٰ ہے۔

نسب: بقول امام سمعانی (متوفی 562 ہجری) محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن شداد الترمذی ہے۔ امام ابن اثیر (متوفی 606 ہجری) نے نسب اس طرح بتایا ہے: محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک السلمی الترمذی۔ اس سلسلے میں تیسرا قول یہ ہے: محمد بن عیسیٰ بن یزید بن سورہ بن سکن۔ (تہذیب الکمال:17/133)

مقامِ ولادت: امام ترمذی رحمہ اللہ کے بقول آپ کے دادا، لیث بن سیار کے دور میں مرو سے ترمذ منتقل ہو گئے تھے۔ وہیں 209 ہجری میں آپ کی ولادت ہوئی۔

خاندان: آپ کا تعلق مشہور قبیلہ قیس بن عیلان کی شاخ بنو سُلیم سے ہے، اس لیے آپ کو سُلمی کہا جاتا ہے۔

ترمذ کا تلفظ: علامہ سمعانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: بعض حضرات کے نزدیک ''تا'' اور ''میم'' دونوں پر زبر ہے، یعنی تَرْمَذِي اور بقول بعض دونوں پر ضمہ (پیش) ہے، یعنی تُرْمُذِي اور بعض کے نزدیک دونوں پر زیر ہے، یعنی تِرْمِذِي۔ علامہ سمعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں وہاں بارہ دن مقیم رہا۔ وہاں کے لوگ ''تا'' پر زبر اور ''میم'' پر زیر پڑھتے تھے، یعنی تَرْمِذِي۔ میرے قدیم علم کے مطابق ''تا'' اور ''میم'' دونوں پر زیر تھا لیکن ماہرین فن اور اصحابِ علم کے بقول دونوں پر پیش ہے۔ (الأنساب:1/482)

حصولِ علم کی تفصیل: علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کائنات میں اللہ رب العزت کا طریقِ کار یہی ہے کہ شروع میں ہر چیز ادنیٰ، معمولی اور چھوٹی ہوتی ہے، پھر وہ آہستہ آہستہ ارتقا پا کر بڑھتی اور پھلتی پھولتی چلی جاتی ہے۔ علوم و فنون، صنعت و حرفت اور دولت و سلطنت غرض ہر کام میں یہی ضابطہ کار فرما ہے۔ چیزیں بتدریج، آہستہ آہستہ کمال اور عروج کو پہنچتی ہیں اور جب ترقی کی منازل طے کر کے اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہیں تو ان میں آثارِ زوال پیدا ہوتے ہیں، پھر انحطاط شروع ہو جاتا ہے اور ''ہر کمالے را زوالے'' کا مفہوم پوری معنویت کے ساتھ سامنے آ جاتا ہے۔ تیسری صدی ہجری کا دور علم حدیث اور فنون حدیث کے انتہائی عروج اور کمال کا دور تھا۔ صحاح ستہ یا اصول ستہ کے مصنفین، علوم حدیث کے اسی سنہری دور میں پیدا ہوئے اور علومِ عالیہ کی گہری معرفت کے بعد انھوں نے اپنی کتب تصنیف فرمائیں۔

فنِ حدیث کے امام، امام بخاری (متوفی 256 ہجری) اور امام مسلم (متوفی 261 ہجری) اسی سنہری عہد میں پیدا ہوئے۔ امام ترمذی کی طرح ان کا تعلق بھی ماوراء النہر کے عظیم خطے سے ہے جو علم و فن اور اربابِ کمال کا مرکز تھا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ کے بارے میں بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ وہ پیدائشی نابینا تھے، لیکن یہ بات دو وجوہ کی بنا پر ٹھیک نہیں ہے: ❀ حافظ عمر بن علک (متوفی 325 ہجری) کو امام ترمذی رحمہ اللہ سے شرف ملاقات حاصل ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ امام ترمذی رحمہ اللہ اپنی عمر کے آخری ایام میں نابینا ہو گئے تھے۔ ❀ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنے استاد کے بارے میں ایک واقعہ نقل کیا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ تحصیل علم کے زمانے میں بینا تھے۔

آپ کے اساتذہ کے زمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حصول علم کے لیے سفر کا آغاز بیس سال کی عمر (235 ہجری) کے بعد شروع کیا، کیونکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی 241 ہجری) علی بن عبداللہ المدینی (متوفی 234 ہجری) یحییٰ بن معین (متوفی 233 ہجری) وغیرہ سے امام صاحب بالواسطہ روایت بیان کرتے ہیں۔

امام صاحب کے شیوخ کو تین طبقات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: ① طبقۂ عاشرہ (دسواں طبقہ) کے کبار شیوخ جو امام بخاری رحمہ اللہ کے شیوخ کا درمیانی طبقہ ہے، جیسے قتیبہ بن سعید (متوفی 240 ہجری) علی بن حجر السواق (متوفی 236 ہجری) محمود بن غیلان (متوفی 239 ہجری) محمد بن عمرو السواق (متوفی 244 ہجری) ② عمر اور اسناد میں پہلے طبقے سے متصل شیوخ، جیسے نصر بن علی جهضمی (متوفی 250 ہجری) امام ترمذی رحمہ اللہ کی اکثر روایات انھی سے ہیں، اسی طرح احمد بن منیع (متوفی 244 ہجری) عمرو بن علی القلانسی (متوفی 243 ہجری) ہناد بن سری (متوفی 243 ہجری) ③ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی 256 ہجری) مسلم بن حجاج قشیری (متوفی 261 ہجری) محمد بن اسماعیل سلمی، ترمذی (متوفی 280 ہجری) ابوزرعہ رازی (متوفی 262 ہجری)۔ یہ راویوں کا گیارہواں طبقہ ہے۔

امام صاحب نے اس دور کے عام دستور کے مطابق ابتدا میں شہر کے علماء سے اور پھر خراسان کے علماء سے علم حاصل کیا۔ اس کے بعد دیگر علمی مراکز کا رخ کیا اور بہت سے اساتذہ سے احادیث سنیں۔ آپ نیشاپور، کوفہ، بصرہ، مکہ اور مدینہ کے شیوخ سے علم حاصل کرتے رہے، لیکن شام اور مصر نہیں گئے۔ (سیر أعلام النبلاء: 271/3) بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ بغداد بھی نہیں گئے۔ اگر بغداد جاتے تو امام احمد رحمہ اللہ سے لازماً حدیث سنتے اور بیان کرتے۔ اسی لیے امام خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں امام ترمذی رحمہ اللہ کا تذکرہ نہیں کیا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ علم حاصل کرنے کے لیے طویل عرصہ سفر میں رہے اور طلبِ حدیث کے لیے امکانی حد تک سرگرداں رہے۔ دور و نزدیک کے ثقات اہل علم سے روابط پیدا کرتے رہے۔ اس طرح شب و روز کی زبردست محنت سے علمی دنیا میں حصولِ کمال کے بعد امام کے درجہ پر فائز ہوئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب 250 ہجری میں اپنے علاقے خراسان واپس آ گئے اور امام بخاری رحمہ اللہ کی وفات تک

ان کے ساتھ رہے اور ان سے خوب علمی و دینی استفادہ کیا۔ صحاح ستہ کے مصنفین بہت سے شیوخ سے علمِ حدیث حاصل کرنے میں یکساں شریک ہیں اور ہر مصنف کے الگ الگ شیوخ بھی ہیں۔ 9 شیوخ ایسے ہیں جن کی علمی وسعتوں سے ان سب ائمۂ کرام نے خوشہ چینی کی ہے۔ ان شیوخ کے اسمائے گرامی یہ ہیں: ① محمد بن بشار بن بندار (ولادت 167 ہجری، وفات 252 ہجری) ② ابو موسیٰ محمد بن مثنیٰ (ولادت 167 ہجری، وفات 252 ہجری)۔ ③ زیاد بن یحییٰ الحسانی (المتوفی 254 ہجری)۔ ④ عباس بن عبدالعظیم العنبری (متوفی 246 ہجری)۔ ⑤ ابوسعید عبداللہ بن سعید الأشج کندی (متوفی 257 ہجری)۔ ⑥ ابوحفص عمرو بن علی الفلاس (ولادت و وفات 160-249 ہجری)۔ ⑦ یعقوب بن ابراہیم الدورقی (ولادت و وفات 166-252 ہجری)۔ ⑧ محمد بن معمر القیسی البحرانی (متوفی 256 ہجری)۔ ⑨ نصر بن علی جھضمی (متوفی 250 ہجری)۔ (مقدمة سنن الترمذي، لأحمد شاكر)

ان شیوخ سے پہلے کے قدیم شیوخ سے بھی امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں روایات بیان کی ہیں، مثلاً: ابورجاء قتیبہ بن سعید الثقفی المدنی (ولادت و وفات 150-240 ہجری) سوید بن نصر بن سوید المروزی (متوفی 240 ہجری) عبداللہ بن معاویہ جمحی (متوفی 243 ہجری) اسحاق بن راہویہ (متوفی 238 ہجری) اسماعیل بن موسیٰ فزاری (متوفی 245 ہجری) علی بن حجر المروزی (متوفی 242 ہجری) محمد بن عبدالعزیز بن ابی رزمہ المروزی (متوفی 241 ہجری) ابومصعب احمد بن ابی بکر الزہری المدنی (150-242 ہجری) محمد بن عبدالملک بن ابی الشوارب (متوفی 244 ہجری)۔

علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام ترمذی، امام بخاری کے شاگرد رشید ہیں۔ ان سے علم حدیث سیکھا، اُنھی کی فقہ حاصل کی۔ پھر ان کے سامنے اس کی مشق و تمرین بھی کی۔ ان سے سوال اور استفادہ کیا۔ علمی موضوعات پر بحث و تمحیص کی۔ بعدازاں ان کی موافقت کے ساتھ ساتھ بعض جگہ ان کی مخالفت بھی کی۔ **باب ماجاء في الاستنجاء بالحجرين** کے تحت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ان کے بیٹے ابوعبیدہ کے واسطے سے بیان کی ہے۔ اس کے آخر میں لکھتے ہیں: میں نے امام عبداللہ بن عبدالرحمن (الدارمی) سے پوچھا، اس حدیث کی روایات میں سے کون سی روایت صحیح تر ہے؟ انھوں نے کوئی فیصلہ نہ کیا، یعنی کسی روایت کو ترجیح نہ دی۔ پھر میں نے امام محمد، یعنی امام بخاری رحمہ اللہ سے پوچھا تو انھوں نے بھی اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کن بات نہ کہی۔ لیکن انھوں نے اپنی جامع میں زہیر کی روایت درج کی ہے جسے وہ ابواسحاق سے اور وہ عبدالرحمن بن اسود سے بیان کرتے ہیں، اور عبدالرحمن نے اپنے باپ اسود کے واسطے سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ گویا زہیر یہ روایت ابوعبیدہ کی بجائے اسود کے واسطے سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ ابواسحاق کا شاگرد اسرائیل دوسرے تلامذہ، یعنی زہیر وغیرہ سے

زیادہ ثقہ اور پختہ حافظے والا ہے۔ عبدالرحمن بن مہدی بھی اسرائیل پر اعتماد کرتے تھے۔ امام ابوعیسیٰ فرماتے ہیں: زہیر کی ابواسحاق سے روایت قابل اعتماد نہیں ہے، کیونکہ اس نے ابواسحاق سے آخری عمر میں سنا تھا، پھر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ زہیر کی ابواسحاق سے روایت قابل اعتماد نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ فریقین کے دلائل کا تجزیہ کیا جائے تو امام بخاری رحمہ اللہ کی بات ہی کو ترجیح حاصل ہے۔

باب ما ذكر في الشرب بنفسين کے تحت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: اسے صرف رشدین بن کریب ہی بیان کرتا ہے۔ میں نے امام عبداللہ بن عبدالرحمن، یعنی امام دارمی سے پوچھا کہ رشدین بن کریب زیادہ قوی ہے یا اس کا بھائی محمد بن کریب؟ انھوں نے جواب دیا: قریب قریب دونوں ایک جیسے ہیں، تاہم میرے نزدیک رشدین بن کریب راجح ہے۔ اور میں نے امام محمد بن اسماعیل سے اس بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: میرے نزدیک محمد بن کریب، رشدین بن کریب سے راجح ہے۔ لیکن میرے نزدیک ابومحمد بن عبدالرحمن کی بات درست ہے۔ ''صحاح ستہ اور اس کے مؤلفین'' کے مصنفین کے تتبع کے مطابق، جامع ترمذی میں ایک سو تیرہ مقامات ایسے ہیں جہاں امام ترمذی نے امام بخاری سے استفادہ کیا ہے لیکن مخالفت صرف دو مذکورہ بالا مقامات ہی پر کی ہے۔

ہر چند امام بخاری امام ترمذی کے جلیل القدر استاد ہیں اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے فقہ الحدیث، علل الحدیث اور جرح و تعدیل میں مہارت امام بخاری رحمہ اللہ ہی سے حاصل کی ہے لیکن دو احادیث ایسی ہیں جن کے بارے میں امام ترمذی نے تصریح کر دی ہے کہ یہ امام بخاری رحمہ اللہ نے مجھ ہی سے سنی ہیں۔

أبواب تفسير القرآن عن رسول الله ﷺ کے تحت باب و من سورة الحشر کی حدیث: 2 میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا﴾ کی تفسیر بیان کی ہے۔ اور آخر میں ہے: قَالَ أَبُوعِيسٰى سَمِعَ مِنِّي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ هٰذَا الْحَدِيثَ. (جامع الترمذي، حديث:3303)

أبواب المناقب عن رسول الله ﷺ کے تحت باب حديث غريب: لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يُّجْنِبَ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ غَيْرِي وَغَيْرُكَ کے زیر عنوان سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَا عَلِيُّ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يُّجْنِبَ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ غَيْرِي وَغَيْرُكَ] اس کے معنی ضرار بن صرد نے یہ کیے ہیں کہ میرے اور تیرے سوا کوئی شخص جنابت کی حالت میں اس مسجد سے نہیں گزر سکتا۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ آخر میں فرماتے ہیں: وَقَدْ سَمِعَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ مِنِّي هٰذَا الْحَدِيثَ وَاسْتَغْرَبَهُ امام محمد بن اسماعیل نے یہ روایت مجھ سے سنی اور

اسے غریب قرار دیا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ کو امام بخاری رحمہ اللہ کا خراجِ تحسین: خود امام بخاری رحمہ اللہ کو بھی اپنے اس شاگردِ عزیز پر ناز تھا جس کا اعتراف انھوں نے امام ترمذی کے سامنے ان الفاظ میں کیا: مَا انْتَفَعْتُ بِكَ أَكْثَرَ مِمَّا انْتَفَعْتَ بِي ''جتنا فائدہ آپ نے مجھ سے اٹھایا ہے، اس سے کہیں زیادہ فائدہ میں نے آپ سے اٹھایا ہے۔'' ...... درحقیقت امام بخاری رحمہ اللہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ آپ مجھ سے سوالات کرتے تھے جن سے میرا ذہن کھلتا تھا، مجھے روشنی ملتی تھی، اس طرح میرے ذہن میں بہت سی باتیں اُجاگر ہو جاتی تھیں۔

اسی طرح امام مسلم رحمہ اللہ سے بھی اپنی جامع میں ایک روایت بیان کی ہے: باب ما جاء في إحصاء هلال شعبان لرمضان کے عنوان کے تحت ایک ہی حدیث ہے کہ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ حَجَّاجٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ: أَحْصُوا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ. ''رمضان کی خاطر شعبان کے دنوں کا شمار کرو'' یہ حدیث امام مسلم نے اپنی صحیح میں درج نہیں کی ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے امام ابوداود رحمہ اللہ سے بھی علمی استفادہ کیا ہے۔ باب ما جاء في الرجل ينام عن الوتر أو ينسٰى کے تحت لکھتے ہیں: قال أبو عيسٰى سمعت أبا داود السجزي يعني سليمان بن الأشعث يقول: سألت أحمد بن حنبل عن عبد الرحمٰن بن زيد بن أسلم فقال: أخوه عبد الله لا بأس به.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے ابوداود سجزی، یعنی سلیمان بن اشعث سے سنا، وہ فرما رہے تھے کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے عبدالرحمن بن زید بن اسلم کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب دیا: اس کا بھائی عبداللہ قابلِ اعتراض نہیں ہے۔

آگے امام بخاری کے واسطے سے امام علی بن عبداللہ (المدینی) سے نقل کیا ہے کہ عبدالرحمن بن زید بن اسلم ضعیف ہے اور (اس کا بھائی) عبداللہ بن زید بن اسلم ثقہ، یعنی قابلِ اعتماد ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کی حیاتِ مبارک کا آخری دور تھا، وہ امامت کے مرتبہ عالیہ پر فائز تھے اور اپنی تصانیف مکمل کر چکے تھے، یہی مرحلہ تھا جب امام ترمذی امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے اکتسابِ فیض کیا۔ یہ 250-255 ہجری کا زمانہ تھا۔ لوگ حصولِ علم کے لیے امام بخاری رحمہ اللہ کی خدمت میں جوق در جوق آرہے تھے۔ امام بخاری نیشاپور میں مقیم تھے اور احادیثِ رسول ﷺ کے گوہر و الماس عام کر رہے تھے، اِدھر امام ترمذی بھی مختلف شیوخ اور اساتذہ سے

علوم وفنون حاصل کر کے اعلیٰ علمی کمالات اور مہارت تامہ پیدا کر چکے تھے اور ان میں اہل علم کے درمیان فرق و امتیاز کرنے کی استعداد پیدا ہوگئی تھی، اسی لیے انھوں نے امام بخاری کے مقام ومرتبہ اور امتیازی شان سے آگاہ ہو کر ان کی صحبت و رفاقت اختیار کی۔ ان سے حدیث کے مختلف علوم کی تحصیل اور تحقیق و تدقیق کی۔ علل الحدیث، فقہ الحدیث اور جرح وتعدیل رجال پر ان سے بحث وتمحیص کی اور ان علوم عالیہ میں مہارت تامہ کے حصول کے بعد عبقریت کے درجہ پر فائز ہوئے اور دینی علوم وفنون میں امام بخاری کے بہترین جانشین بن گئے۔ اس دور میں تقلید کا آغاز ہو چکا تھا اور لوگ مختلف فقہی مذاہب پر عمل پیرا ہو چکے تھے، اس لیے امام ترمذی نے امام بخاری سے احادیث سے دقیق معانی اور مسائل کا استنباط اور استخراج کا ملکہ بھی حاصل کر لیا، اسی لیے امام ذہبی نے لکھا ہے: تفقه في الحديث بالبخاري ''انھوں نے حدیث کی فقہ امام بخاری سے سیکھی۔'' امام ترمذی نے مختلف ائمہ کے مذاہب اور ان کی آراء سے بھی آگاہی حاصل کی اور اس سلسلے میں اہل الحدیث اور اہل الرائے میں کوئی امتیاز نہیں کیا۔ اُنھوں نے امام مالک، امام شافعی، امام احمد، سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ کے اقوال کے ساتھ ساتھ امام ابوحنیفہ، صاحبین اور ابن ابی لیلیٰ کے اقوال کو بھی نظر انداز نہیں کیا اور ہر حدیث کے بعد اہل علم حضرات کے اقوال پیش کیے اور بعض مواقع پر حیرت انگیز طریقہ سے ترجیح بھی دی۔ اس اعتبار سے جامع ترمذی فقہ اسلامی کا دائرۃ المعارف یا فقہی مجموعہ کی حیثیت اختیار کر گئی۔

قوتِ حافظہ: اللہ تعالیٰ جب کسی سے کوئی کام لینا چاہتا ہے تو اس کے اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے۔ امام ترمذی کو جس طرح جلیل القدر ائمہ ومحدثین سے استفادہ کا موقع ملا، اسی مناسبت سے اُنھیں بے مثال قوت حافظہ بھی نصیب ہوئی۔ ابوسعد عبدالرحمن بن محمد الادریسی (متوفی 405 ہجری) نے اپنی سند سے امام ترمذی سے یہ واقعہ نقل کیا ہے: میں مکہ کی طرف جا رہا تھا، میں نے ایک شیخ کی دو جز کے بقدر احادیث قلم بند کی تھیں، حسن اتفاق سے ان سے مکہ کے راستہ میں ملاقات ہوگئی۔ میں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور وہ احادیث بیان کرنے کی درخواست کی۔ شیخ نے منظور کر لی۔ میرا خیال تھا کہ وہ دونوں جز میرے پاس موجود ہیں۔ شیخ نے کہا: میں روایت بیان کرتا ہوں، تم اپنے اجزاء کا مقابلہ کرلو۔ میں نے جب وہ اجزاء نکالے تو وہ موجود نہ تھے، ان کی جگہ غلطی سے دو خالی جز رکھ لیے گئے تھے۔ چار ونا چار میں نے وہی خالی جز تھام لیے اور سننا شروع کر دیا۔ شیخ نے قراءت کرتے ہوئے اچانک میرے اجزاء پر نظر ڈالی تو انھیں خالی پایا۔ شیخ کو بہت غصہ آیا۔ انھوں نے کہا: کیا تجھے میرے ساتھ یہ حرکت کرتے ہوئے شرم نہیں آئی؟ میں نے اصل حقیقت سے آگاہ کیا اور عرض کیا: آپ نے جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ مجھے یاد ہوگیا ہے۔ شیخ نے فرمایا: سناؤ۔ تو میں نے وہ سب کچھ ترتیب سے سنا دیا جو انھوں نے سنایا تھا۔ انھیں یقین نہ آیا کہ میں نے صرف ایک دفعہ سن کر ہی یاد کر لیا ہے،

اس لیے فرمایا: تو نے یہ میرے پاس آنے سے پہلے ہی یاد کر رکھی ہیں۔ میں نے عرض کیا: آپ اور احادیث سنا دیں۔ انھوں نے مجھے اپنی انفرادیت کی حامل 40 احادیث سنائیں، پھر فرمایا: سناؤ۔ میں نے ساری احادیث پوری ترتیب کے ساتھ ایک حرف کی بھی کمی بیشی کے بغیر فوراً سنا دیں۔ تب انھوں نے بے ساختہ فرمایا: مَا رَأَيْتُ مِثْلَكَ. میں نے تم جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

زہد وتقویٰ: امام ابو احمد محمد بن محمد بن احمد بن اسحاق نیشاپوری (متوفی 378 ہجری) اپنے استاد عمر بن علک سے نقل کرتے ہیں: مات البخاري فلم يخلف بخراسان مثل أبي عيسى في العلم والحفظ والورع والزهد يبكي حتى عمي وبقي ضريرا سنين. ''امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی وفات کے بعد خراسان میں علم، فقہ، ورع اور زہد میں ابو عیسیٰ جیسا کوئی فرد نہیں چھوڑا۔ امام ترمذی، خشیت الٰہی سے اس قدر روتے تھے کہ روتے روتے آنکھوں کی بینائی جاتی رہی اور وہ زندگی کے آخری چند برس بحیثیت نابینا زندہ رہے۔''

امام ترمذی رحمہ اللہ کا مقام و مرتبہ: ابو سعد ادریسی (متوفی 504 ہجری) کا قول ہے: محمد بن عيسى بن سورة الترمذي الحافظ الضرير أحد الأئمة الذين يُقتدى بهم في علم الحديث، صنف كتاب الجامع و التواريخ والعلل تصنيف رجل عالم متقن كان يضرب به المثل في الحفظ. (شروط الأئمة الستة، ص: 25، ابن طاهر المقدسي) ''محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی حافظ تھے، نابینا تھے، وہ ان کبار ائمہ میں سے ایک ہیں جن کی علم حدیث میں پیروی کی جاتی ہے۔ انھوں نے اپنی بے مثل کتب الجامع، تواریخ اور علل بڑے ثقہ اور کہنہ مشق عالم کی حیثیت سے بڑے باوقار اسلوب میں تحریر کیں، ان کا حافظہ ضرب المثل تھا۔''

امام ابو سعد عبدالکریم سمعانی (متوفی 562 ہجری) نے بھی امام ترمذی رحمہ اللہ کی تعریف وتوصیف میں ایسے ہی کلمات کہے ہیں۔ اللباب میں ابن الاثیر الجزری (متوفی 606 ہجری) نے بھی ایسے ہی جملے لکھے ہیں۔

حافظ ابوبکر محمد بن موسیٰ الحازمی (متوفی 594 ہجری) لکھتے ہیں: أما بعد، فقد سألتني وفقك الله لاكتساب الخيرات، وجنبني و إياك موارد الهلكات أن أذكر لك شروط الأئمة الخمسة في كتبهم المعتمد على نقلهم و حكمهم. (شروط الأئمة الخمسة مع شروط الأئمة الأربعة، ص: 31،32) ''امابعد! اللہ آپ کو خیرات کمانے کی توفیق بخشے، مجھے بھی اور آپ کو بھی مقاماتِ ہلاکت سے بچائے، آپ نے مجھ سے مطالبہ کیا ہے کہ میں آپ کے لیے ان پانچ ائمہ کی اپنی اپنی کتابوں میں ملحوظ شرائط بیان کروں جن کی نقل اور حکم پر اعتماد کیا جاتا ہے۔''

کیا امام ترمذی رحمہ اللہ حدیث کی تصحیح اور تحسین میں متساہل تھے؟: امام ابو عبداللہ شمس الدین الذہبی رحمہ اللہ (متوفی 748

ہجری) نے کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف المزنی کے ترجمہ میں لکھا ہے: **لا يعتمد العلماء على تصحيح الترمذي.** (ميزان الاعتدال: 407/3) اور یحییٰ بن یمان کے ترجمہ میں لکھا ہے: **لا يغتر بتحسين الترمذي فعند المحاقة غالبها ضعاف.** (ميزان الاعتدال: 416/4)

اسی طرح امام ذہبی رحمہ اللہ نے امام ترمذی رحمہ اللہ کی تصحیح اور تحسین کو نا قابل اعتماد قرار دیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ علماء امام ترمذی کی تصحیح پر اعتماد نہیں کرتے۔ یہ لکھ کر انھوں نے کسی اور امام یا عالم کا قول نقل نہیں کیا، جبکہ واقعہ یہ ہے کہ امام ذہبی رحمہ اللہ سے پہلے کبار ائمہ امام ترمذی پر اعتماد کا اظہار کر چکے ہیں۔ امام ابوسعد ادریسی (متوفی 504 ہجری) کہتے ہیں: امام ترمذی ان ائمہ میں سے ایک ہیں جن کی علم حدیث کے سلسلہ میں اقتدا کی جاتی ہے۔ یہی بات امام سمعانی (متوفی 562 ہجری) نے (أنساب: 459/1) میں کہی ہے۔ اسی طرح کی بات علی بن محمد ابن الاثیر المدوخ نے بھی کہی ہے۔ (الإمام الترمذي والموازنة بين جامعه وبين الصحيحين، دكتور نور الدين عتر، ص: 21)

حافظ ابن صلاح (متوفی 643 ہجری) نے جامع ترمذی کو ان کتب میں شمار کیا ہے جو **المعتمدة المشهورة** ہیں۔ امام ابوبکر الحازمی (متوفی 594 ہجری) نے جامع ترمذی کو ان پانچ کتابوں میں سے ایک قرار دیا ہے جن کی نقل اور حکم پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

مزید برآں امام بخاری رحمہ اللہ کا علوم حدیث میں رسوخ و کمال مسلّم ہے اور امام ترمذی ان کے شاگرد رشید ہیں۔ شاہ عبدالعزیز لکھتے ہیں: ''ترمذی شاگرد رشید بخاری است و روش او را آموختہ۔'' (بستان المحدثین) اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ترمذی را تلمیذ بخاری گفتہ اند۔ گویا امام ترمذی امام بخاری کے ساختہ، پرداختہ، ان کی روش پر چلنے والے، ان کے شاگرد رشید اور جانشین ہیں۔

صحاح ستہ کے مؤلفین میں سے صرف امام ترمذی رحمہ اللہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان کی کتاب العلل کو شہرتِ دوام نصیب ہوئی ہے۔ جو امام عللِ حدیث جیسے دقیق اور باریک فن میں مہارت رکھتا ہے، کیا اس کی تصحیح اور تحسین پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا؟ اگر ان کی تصحیح و تحسین نا قابلِ اعتماد ہے تو پھر کون ہے جس کی بات قابل اعتماد ہوگی؟ کیا چند احادیث کی بنیاد پر یہ عام قاعدہ وضع کر لینا صحیح ہے کہ امام ترمذی کی تصحیح اور تحسین قابل اعتماد نہیں؟ کیا صحیحین کی احادیث پر نقد اور اعتراض نہیں کیا گیا؟ کیا اس بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ صحیحین کی روایات قابل اعتماد نہیں؟ اسی لیے علامہ عراقی نے جامع ترمذی کی شرح میں لکھا ہے: **وَمَا زَالَ النَّاسُ يَعْتَمِدُونَ تَصْحِيحَهُ.** (الإمام الترمذي والموازنة بين جامعه وبين الصحيحين، لنور الدين عتر، ص: 268) ''یعنی امام ذہبی نے علماء کی جو یہ بات نقل کی ہے کہ وہ ترمذی کی تصحیح اور تحسین پر

اعتماد نہیں کرتے، حق یہ ہے کہ یہ بات ٹھیک نہیں ہے، کیونکہ علمائے کرام ہمیشہ ان کی تصحیح پر اعتماد کرتے آئے ہیں۔''

امام ذہبی نے امام ترمذی کے بارے میں نقل کیا ہے: الحافظ العلم أبو عيسى ثقة مجمع عليه. (ميزان الاعتدال: 117/3) ''ابوعیسیٰ حافظ ہیں علم کا پہاڑ ہیں، بالاجماع ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔''

بڑے تعجب کی بات ہے کہ امام ذہبی نے کثیر بن عبداللہ کی روایت کی بنیاد پر یہ لکھا ہے کہ امام ترمذی کی تصحیح پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ کثیر کے کذاب ہونے کے باوجود امام ترمذی نے اس کی حدیث (1352) کو حسن صحیح کہا ہے جبکہ تکبیرات عیدین کے سلسلے میں اس کی حدیث کے بارے میں امام بیہقی امام ابوعیسیٰ الترمذی سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: سألت محمدًا، يعني البخاري عن هذا الحديث فقال: ليس في الباب شيء أصح من هذا وبه أقول. حديث عبدالله بن عبدالرحمن الطائفي عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده في هذا الباب هو صحيح أيضًا. (السنن الكبرى للبيهقي: 286/3) ''میں نے محمد، یعنی امام بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ اس مسئلے میں اس سے زیادہ صحیح کوئی روایت نہیں ہے۔ اور عبداللہ بن عبدالرحمن طائفی کی عمرو بن شعیب کی سند سے حدیث بھی صحیح ہے۔ امام ترمذی نے اپنی جامع میں اس کو حسن قرار دیا ہے اور أحسن شيء في هذا الباب کہا ہے۔ (جامع الترمذي: 536) انھوں نے یہاں امام بخاری رحمہ اللہ کا قول نقل نہیں کیا۔ اگر دوسرے شواہد اور قرائن کی بنیاد پر کثیر بن عبداللہ کی روایت بقول امام بخاری صحیح ہے (توضیح الأفکار: 176/1) تو یہی معاملہ امام ترمذی کا بھی ہے۔ اگر انھوں نے دوسرے شواہد اور دلائل کی بنا پر اس کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے تو یہ بات قابل اعتراض کیوں ہے؟ امام حاکم نے تکبیرات عیدین کی روایت جو سیدہ عائشہ، سیدنا ابن عمر، عبداللہ بن عمرو اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے، کے بارے میں کہا: إن طرقها كلها فاسدة. ''ان سب کی سندیں فاسد ہیں۔'' ابن رشد نے بداية المجتهد میں لکھا ہے: لم يرو عن النبي منها شيء. ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں کچھ منقول نہیں۔'' (توضیح الأفکار: 177/1، بدایة المجتهد: 218/1) تو کیا امام حاکم اور ابن رشد کے قول کی بنیاد پر امام بخاری کے بارے میں یہ کہنا ٹھیک ہوگا کہ ان کی تصحیح پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا؟ پھر یہ کتنی عجیب بات ہے کہ امیر یمانی صاحب سبل السلام نے لکھا ہے: میں نے ترمذی کا ایک نسخہ دیکھا ہے، اس میں اس حدیث کی تحسین اور تصحیح کے بارے میں ایک حرف بھی موجود نہیں۔ (توضیح الأفکار: 174/1)

اسی طرح یحییٰ بن یمان کی حدیث (1057) کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے اس کی بنیاد پر کہا ہے کہ امام ترمذی کی تحسین قابل اعتماد نہیں ہے، حالانکہ دوسرے شواہد کی بنیاد پر اس کو حسن قرار دینا صحیح

ہے۔(الإمام الترمذي، نورالدين عتر، ص: 272)

آخری بات یہ کہ امام ترمذی اس دور سے تعلق رکھتے ہیں جو علوم الحدیث کے عروج و کمال کا دور تھا اور ایک معلوم و معروف حقیقت یہ ہے کہ عروج و ترقی کے بعد انحطاط اور زوال کا دور ہوتا ہے، اس لیے عروج و کمال کے دور کے لوگوں کے مقابلہ میں زوال و انحطاط کے دور کے لوگوں کا قول معتبر نہیں۔ امام ذہبی رحمہ اللہ سے پہلے کسی نے امام ترمذی رحمہ اللہ کی تصحیح اور تحسین پر اعتراض نہیں کیا۔ اس لیے امام ذہبی کو امام ترمذی کے مدِ مقابل نہیں لایا جا سکتا۔

کیا امام ترمذی مجہول ہیں؟: حافظ ابو محمد علی بن احمد ابن حزم اندلسی (متوفی 453 ہجری) کا قول ہے: إنه مجهولٌ. (ميزان الاعتدال: 117/3) ''وہ مجہول ہے۔'' اور بقول حافظ ابن کثیر، امام ابن حزم نے اپنے محلّٰی میں کہا: ومن محمد بن عيسى بن سورة ؟ (البداية والنهاية: 64/11) ''محمد بن عیسیٰ بن سورہ کون ہیں؟'' اور بقول حافظ ابن کثیر (متوفی 774 ہجری): جهالة ابن حزم لأبي عيسى لا تضره... فإن جهالته لا تضع من قدره عند أهل العلم بل وضعت منزلة ابن حزم عند الحفاظ وكيف يصح في الأذهان شيئٌ... إذا احتاج النهار إلى دليل. (البداية والنهاية: 67/11) ''ابن حزم کا ابو عیسیٰ کو نہ جاننا ان کے لیے مضر نہیں کیونکہ اس جہالت سے اہل علم کے نزدیک امام ابو عیسیٰ کی قدر و منزلت میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ حفاظ کے نزدیک ابن حزم کے درجے میں تخفیف ہو گئی ہے۔ بھلا جب دن بھی دلیل کا محتاج ہو تو پھر قلوب و اذہان کی کون سی صحیح بات اپنی جگہ برقرار رہ سکتی ہے؟''

بقول حافظ ابن حجر، ابن حزم نے بہت سے مشہور ثقہ حفاظ کو مجہول قرار دیا ہے، مثلاً: ابو القاسم بغوی، اسماعیل بن محمد الصغار اور ابو العباس الاصم وغیرہ۔ (تهذيب التهذيب: 387/9) حافظ ابن حزم ہر اس شخص کو مجہول کہہ دیتے ہیں جس تک ان کی رسائی نہیں ہو پاتی۔ (لسان الميزان: 231/1)

ابو عیسیٰ کنیت رکھنا کیسا ہے؟: مصنف ابن ابی شیبہ میں ایک باب ہے: باب ما يكره للرجل أن يكنى بأبي عيسى. ''کسی انسان کے لیے ابو عیسیٰ کنیت رکھنا کوئی پسندیدہ بات نہیں ہے۔'' اس کی دلیل میں ایک حدیث لکھی ہے کہ ایک آدمی نے اپنی کنیت ابو عیسیٰ رکھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عیسیٰ کا تو باپ ہی نہیں تھا۔'' بظاہر یہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے بارے میں ایک امرِ واقعہ کا انکار ہے۔ اس سے ابو عیسیٰ کنیت رکھنے کا عدم جواز ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جب انبیاء کے نام پر نام رکھنا جائز ہے جیسا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لختِ جگر کا نام ابراہیم رکھا تھا اور آج بھی ہم محمد، احمد اور دیگر انبیائے کرام کے نام پر نام رکھتے ہیں تو جس کے بیٹے کا نام عیسیٰ ہو وہ لامحالہ ابو عیسیٰ ہی کہلائے گا۔

سنن ابی داود میں ہے، سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عیسیٰ تھی۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اعتراض پر انھوں نے

یہ جواب دیا تھا کہ میری یہ کنیت رسول اللہ ﷺ نے رکھی تھی اور اس واقعے کی بعض دوسرے صحابہ نے شہادت بھی دی تھی۔

(مقدمة تحفة الأحوذي، ص: 170)

امام ابوعیسیٰ کا مسلک: علماء کے طبقات کے بارے میں کتابیں لکھنے والوں کی عام روش یہ ہے کہ وہ ائمہ حدیث کو ان کے اساتذہ کی نسبت کے اعتبار سے کسی امام کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ طبقات الشافعیہ میں ان کو شافعی قرار دیا گیا ہے اور طبقات حنابلہ میں حنبلی ٹھہرایا گیا ہے، لیکن یہ بات صحیح نہیں۔ امام صاحب ایک جلیل القدر محدث تھے اور مسائل کا استنباط و استخراج کتاب وسنت سے کرتے تھے چاہے وہ ائمۂ اربعہ میں سے کسی کے موافق ہو یا مخالف۔ وہ کسی کے مقلد نہ تھے، اس لیے ان کی فقہی آراء، ائمہ کے موافق بھی ہیں اور مخالف بھی۔

ایک شبہے کا ازالہ: ہر چند علاقہ ترمذ میں بہت سے اہل علم اور ارباب کمال پیدا ہوئے لیکن خصوصیت کے ساتھ یہاں کے تین حضرات ہی ترمذی کہلائے۔ اس ضمن میں علامہ سمعانی نے کتاب (الأنساب: 461-459/1) میں الترمذی کے زیر عنوان مفصل تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے: **خرج منها جماعة كثيرة من العلماء والمشايخ والفضلاء** ”یہاں سے علماء و مشائخ اور فضلاء کی بہت بڑی جماعت نکلی ہے۔“ ترمذی کہلائے جانے والے حضرات کا تذکرہ درج ذیل ہے:

① ابوعبداللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی کی کتاب نوادرالاصول مشہور ہے، لیکن ان کی اکثر احادیث ضعیف ہیں۔ ناواقف حضرات حکیم ترمذی کو ابوعیسیٰ ترمذی سمجھ کر اس کی غیر معتبر احادیث امام ترمذی کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔

② ابوالحسن احمد بن حسن الترمذی، اکبر کے نام سے معروف ہیں۔ امام بخاری، امام ابوعیسیٰ الترمذی اور امام ابن ماجہ وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔

③ امام ابوعیسیٰ الترمذی جن کے سوانح و افکار پر مشتمل یہ تحریر آپ کے زیر مطالعہ ہے۔

امام ابوعیسیٰ کے شاگرد: امام صاحب کے بے شمار شاگرد ہیں، لیکن ہم صرف ان حضرات کے نام درج کر رہے ہیں جنھوں نے ان سے جامع الترمذی روایت کی ہے: ❊ ابوالعباس محمد بن احمد بن محبوب (متوفی 346 ہجری) اب انھی کا نسخہ متداول ہے۔ ❊ حافظ ابوسعید ہیثم بن کلیب الشاشی۔ ❊ ابوذر محمد بن ابراہیم۔ ❊ ابومحمد حسن بن ابراہیم قطان۔ ❊ ابوحامد بن عبداللہ تاجر۔ ❊ ابوالحسن الفزاری۔ (مقدمة قوت المغتذي، ص: 2)

امام ترمذی کی تصانیف: امام صاحب کی بہت سی تصانیف و تالیفات بیان کی گئی ہیں، ان میں سے فی زمانہ صرف تین کتابیں دستیاب ہیں: جامع ترمذی، کتاب العلل اور کتاب الشمائل۔ یہ کتابیں پاکستان اور ہندوستان دونوں جگہ چھپ چکی ہیں اور کتاب العلل جامع ترمذی کے آخر میں شامل ہے۔

کتاب کا عنوان: ڈاکٹر نور الدین عتر نے پانچ عنوان نقل کیے ہیں:

① صحیح الترمذی ② الجامع الصحیح ③ الجامع الکبیر ④ السنن ⑤ الجامع

عام طور پر اسے سنن ترمذی ہی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں احکام کی احادیث فقہی ترتیب سے جمع کی گئی ہیں اور حدیث کی جو کتب فقہی ترتیب پر احکام بیان کرتی ہیں ان کو سنن کا نام دیا جاتا ہے۔ مکتبہ دارالسلام نے اسے جامع ترمذی کے زیرِعنوان شائع کیا ہے اور یہ عنوان کتاب کے حال اور نفس الامر، یعنی اصل مدعا کے عین مطابق ہے کیونکہ محدثین کے نزدیک تمام احادیث کو فنونِ ثمانیہ کے تحت بیان کیا جاتا ہے۔ آداب وسیر، تفسیر وعقائد، فتن واشراط اور احکام ومناقب۔ چونکہ امام ترمذی نے اپنی کتاب میں انھی آٹھ فنون کو جمع کیا ہے، اس لیے اسے بھی جامع ہی کا عنوان دیا گیا ہے۔

امام ترمذی کا اسلوب بیان: ① امام صاحب جو مسئلہ بیان کرنا چاہتے ہیں اس کو ترجمۃ الباب کے طور پر بیان کرتے ہیں، پھر دلیل کے طور پر اس کے تحت ایک یا اس سے زائد احادیث بیان کرتے ہیں، مثلاً: مسافر اور مقیم کے لیے موزوں پر مسح کرنے کا مسئلہ بیان کرنا چاہتے ہیں تو باب قائم کرتے ہیں: باب المسح علی الخفین للمسافر والمقیم.

② مسئلہ کی دلیل کے لیے کسی صحابی کی حدیث بیان کرتے ہیں۔ اگر اس کی سندیں ایک سے زیادہ ہوں تو انھیں بھی بیان کر دیتے ہیں، پھر حدیث کا درجہ بیان کرتے ہیں کہ وہ صحیح ہے، حسن ہے یا ضعیف۔ مذکورہ بالا باب کے تحت سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موزوں پر مسح کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: للمسافر ثلاث و للمقیم یوم ”مسافر کے لیے تین دن اور مقیم کے لیے ایک دن۔“

③ اس حدیث کا درجہ بیان کرنے کے لیے پہلے یحییٰ بن معین کا قول نقل کیا کہ یہ صحیح ہے۔ پھر کہا: قال أبو عیسٰی: هذا حديث حسن صحيح.

④ کسی مسئلے میں دیگر صحابۂ کرام کی احادیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ في الباب، یعنی ”اس مسئلے میں“ کہہ کر دیگر صحابۂ کرام کے اسمائے گرامی درج کر دیتے ہیں، اس لیے مذکورہ بالا باب کے تحت لکھتے ہیں: وفي الباب عن علي وأبي بكرة وأبي هريرة و صفوان بن عسال وعوف بن مالك وابن عمر وجرير. لیکن ضروری نہیں کہ وہ حدیث اس کے موافق ہو، وہ اس کے مخالف بھی ہو سکتی ہے، تاہم اس کا اس مسئلے سے کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہوتا ہے۔

⑤ جس صحابی کی حدیث ترجمۃ الباب کے تحت لاتے ہیں ”في الباب“ میں اس کا نام درج نہیں کرتے، اگر اس سے اس مفہوم کی ایک اور روایت ہو تو پھر اس کا نام بھی درج کر دیتے ہیں۔ اس ترجمۃ الباب کے تحت دوسری حدیث سیدنا صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کی بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیتے تھے کہ اگر ہم مسافر ہوں تو: [أن لا ننزع

خفافنا ثلاثة أيام ولياليهن إلا من جنابة] ''ہم اپنے موزے تین دن رات نہ اتاریں الا یہ کہ جنبی ہو جائیں۔''
لیکن بصورتِ پیشاب، پاخانہ اور بحالتِ نیند اتارنے کی ضرورت نہیں۔

⑥ اگر ترجمۃ الباب کے تحت بیان کردہ ایک سے زائد روایتوں میں موازنہ کی ضرورت محسوس ہو تو موازنہ کرتے ہیں۔ سیدنا صفوان کی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: هذا حديث حسن صحيح پھر آخر میں لکھتے ہیں: قال محمد ابن إسماعيل أحسن شيء في هذا الباب حديث صفوان بن عسال ''امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلے کے بارے میں سب سے بہتر حدیث صفوان بن عسال کی ہے۔''

⑦ اگر حدیث کی کسی سند میں علت ہو تو اُسے بھی بیان کر دیتے ہیں جیسا کہ سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: وقد روى الحكم بن عتيبة وحماد عن إبراهيم النخعي عن أبي عبد الله الجدَلي عن خزيمة بن ثابت ولا يصح. پھر آگے امام علی بن مدینی کی سند سے شعبہ سے نقل کرتے ہیں: لم يسمع إبراهيم النخعي من أبي عبد الله الجدلي حديث المسح. ''ابراہیم نخعی نے ابوعبداللہ الجدلی سے مسح والی حدیث نہیں سنی۔'' اور منصور سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم ابراہیم تیمی کے کمرے میں تھے اور ابراہیم نخعی بھی ہمارے ساتھ تھے تو ابراہیم تیمی نے ہمیں عمرو بن میمون کے واسطے سے ابوعبداللہ الجدلی کی خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مسح على الخفين (موزوں پر مسح) کی مرفوع حدیث سنائی۔

⑧ راوی کا تذکرہ اگر کنیت سے ہو تو اس کا نام بتا دیتے ہیں جیسا کہ ابوعبداللہ الجدلی کے بارے میں لکھتے ہیں: اس کا نام عبد بن عبد ہے اور عبدالرحمن بن عبد بھی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح راوی کا تذکرہ اگر نام سے ہوا ہو تو اس کی کنیت بیان کر دیتے ہیں، مثلاً: ابوایوب کے بارے میں لکھتے ہیں: ان کا نام خالد بن زید ہے۔ ابوصالح کے بارے میں لکھتے ہیں: وہ سمان تھے، یعنی گھی بیچا کرتے تھے۔ ان کا نام ذکوان ہے۔ راوی کا تذکرہ اگر نسبت سے ہوا ہو تو اس کی بھی وضاحت کر دیتے ہیں۔ امام زہری کے بارے میں لکھتے ہیں: ان کا نام محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن شہاب الزہری ہے اور ان کی کنیت ابوبکر ہے۔

⑨ اگر راوی کے نام میں اختلاف ہو تو اس کا بھی تذکرہ کر دیتے ہیں۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں: ان کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض نے عبد شمس کہا ہے اور بعض عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں۔ امام محمد بن اسماعیل نے اسی طرح کہا ہے اور یہی صحیح تر ہے۔

⑩ اگر ایک وصف کے ساتھ دو راوی مشہور ہوں تو ان کے اسماء اور مراتب کا فرق بیان کر دیتے ہیں، مثلاً صنابحی وصف

والے دو راوی مشہور ہیں۔ ان کے بارے میں لکھتے ہیں: وہ صنابحی جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں، اُنھیں نبیٔ اکرم ﷺ سے سماع حاصل نہیں ہے۔ (اس طرح اس کی روایت مرسل ہوگئی۔) ان کا نام عبدالرحمن بن عسیلہ ہے اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔ انھوں نے نبیٔ اکرم ﷺ سے ملاقات کے لیے سفر کیا، لیکن ابھی وہ راستہ ہی میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے۔ اس نے آپ سے کئی روایات بیان کی ہیں۔ اور صنابح بن اعسر احمسی نبیٔ اکرم ﷺ کے صحابی ہیں، وہ بھی صنابحی کے وصف سے مشہور ہیں۔

⑪ اگر راوی پر کلام (جرح) ہو تو اس کا بھی تذکرہ کر دیتے ہیں، مثلاً حدیث: 3 میں ایک راوی عبداللہ بن محمد بن عقیل ہے۔ اس کے بارے میں لکھتے ہیں: وہ صدوق (سچا) ہے اور بعض اہل علم نے اس کے حافظے کے اعتبار سے جرح کی ہے۔ امام محمد بن اسماعیل کہتے ہیں: احمد بن حنبل، اسحاق بن ابراہیم اور حمیدی، عبداللہ بن محمد بن عقیل کی حدیث حجت مانتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ مقارب الحدیث ہے۔

⑫ اگر سند میں اضطراب (اختلاف) ہو تو اسے بیان کر دیتے ہیں۔ حدیث (5) کے تحت لکھتے ہیں: حديث زيد بن أرقم في إسناده اضطراب. پھر اس اختلاف کو بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث قتادہ سے ہشام دستوائی اور سعید بن ابی عروبہ بیان کرتے ہیں۔ سعید، قتادہ اور زید بن ارقم کے درمیان قاسم بن عوف شیبانی کا واسطہ لاتے ہیں۔ اور ہشام قتادہ اور زید بن ارقم کے درمیان کوئی واسطہ بیان نہیں کرتے۔ اسی طرح یہ روایت قتادہ سے شعبہ اور معمر بیان کرتے ہیں اور قتادہ نضر بن انس سے بیان کرتے ہیں اور شعبہ نضر بن انس کی روایت زید بن ارقم سے بیان کرتے ہیں جبکہ معمر نضر بن انس سے اور وہ اپنے والد سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔

⑬ حدیث میں اگر انقطاع ہو تو امام صاحب اس کی صراحت کر دیتے ہیں جیسا کہ مسجد میں داخل ہونے کی دعا فاطمہ بنت حسین رحمہا اللہ سے بیان کرتے ہیں اور وہ اپنی دادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتی ہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں: فاطمہ کی حدیث حسن ہے اور اس کی سند متصل نہیں ہے کیونکہ فاطمہ بنت حسین نے سیدہ فاطمہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا دور نہیں پایا۔ اس لیے کہ فاطمہ الکبریٰ نبیٔ اکرم ﷺ کی وفات کے بعد چند مہینے ہی زندہ رہیں۔

⑭ اگر حدیث غیر محفوظ (شاذ) ہو تو اس کی تصریح کر دیتے ہیں۔ حدیث: 815 میں سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے تین حج کیے۔ دو حج ہجرت سے پہلے اور ایک ہجرت کے بعد عمرہ کے ساتھ۔ آخر میں لکھتے ہیں: میں نے امام محمد (بخاری) سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے ثوری کی مذکورہ بالا سند سے اُسے نہیں پہچانا اور وہ اس حدیث کو محفوظ نہیں سمجھتے تھے۔ وہ کہتے تھے: ثوری اسے ابواسحاق کے واسطہ سے مجاہد سے مرسلاً بیان کرتے ہیں۔

⑮ اگر حدیث منکر ہو تو اس کی وضاحت کر دیتے ہیں۔ حدیث: 789 میں ہے کہ مہمان، میزبان کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے۔ ہمارے علم کے مطابق کسی ثقہ راوی نے یہ روایت ہشام بن عروہ سے بیان نہیں کی۔

⑯ موقوف حدیث کو اگر مرفوع کے طور پر بیان کر دیا گیا ہو تو اس کی تصریح کر دیتے ہیں۔ حدیث: 718 میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نبیٔ اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ اگر مرنے والے کے ذمہ ایک ماہ کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔ امام صاحب لکھتے ہیں، یہ حدیث صرف اسی سند سے مرفوعا بیان کی گئی ہے، صحیح بات یہ ہے کہ یہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

⑰ اگر حدیث کسی ایک سند کے لحاظ سے غریب ہو اور دوسری سند کے لحاظ سے مشہور ہو تو اس کی وضاحت کر دیتے ہیں۔ حدیث: 58 میں ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے ہر حالت میں وضو کرتے تھے خواہ آپ ﷺ طاہر ہوتے یا غیر طاہر'' اس کے تحت لکھتے ہیں: حمید کی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے حدیث، اس سند سے حسن غریب ہے اور اہل حدیث کے نزدیک سیدنا انس سے عمرو بن عامر انصاری کی حدیث مشہور ہے۔

⑱ اگر کسی سند میں راوی مجہول ہو تو اس کا تعین کر دیتے ہیں جیسا کہ حدیث: 88 ''کھجور بھی پاک ہے اور پانی بھی پاک ہے'' کے بارے میں امام صاحب لکھتے ہیں: یہ حدیث ابوزید بیان کرتا ہے اور محدثین کے نزدیک ابوزید مجہول آدمی ہے۔

⑲ اگر کسی حدیث کی سند میں راوی منکر الحدیث ہو جس کی روایت قابل اعتبار نہیں ہے تو امام صاحب اس کا بھی تعین کر دیتے ہیں۔ حدیث: 50 ''وضو کرنے کے بعد شرمگاہ پر پانی چھڑکنا'' اس کے بارے میں لکھتے ہیں: امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) فرماتے تھے: حسن بن علی الہاشمی منکر الحدیث ہے۔

⑳ بعض دفعہ کسی حدیث کے بارے میں مختلف ائمہ کے اقوال بیان کر دیتے ہیں۔ حدیث: 86 ''بوسہ لینے کے بعد وضو نہ کرنا'' کے بارے میں لکھتے ہیں: ہمارے احباب (محدثین) نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ وہ ان کے نزدیک بلحاظِ سند صحیح نہیں ہے۔ یحییٰ بن سعید القطان نے اسے انتہائی ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ امام محمد بن اسماعیل نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے: حبیب بن ابی ثابت کا عروہ سے سماع ثابت نہیں۔

㉑ بعض اوقات اگر دو حدیثوں میں بظاہر تعارض ہو تو تعارض ختم کرنے کے لیے کوئی توجیہ اور تاویل پیش کر دیتے ہیں،

مثلاً: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ صبح کی نماز منہ اندھیرے پڑھتے تھے اور سیدنا رافع بن خدیج کی روایت ہے کہ صبح کو خوب روشن کرو، جس کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ فجر دیر سے پڑھی جائے۔ امام صاحب نے اس کی توجیہ امام شافعی، احمد اور اسحاق سے نقل کی ہے کہ اِسفار کا مقصد صبح کا اس طرح روشن ہو جانا ہے کہ صبح ہونے میں شک باقی نہ ہو، اِسفار کا مقصد تاخیر نہیں ہے۔ دیکھیے، حدیث: 154۔

(22) امام صاحب حدیث کے آخر میں مختلف ائمہ کے مذاہب واقوال پیش کرتے ہیں جیسا کہ مسح علی الخفین کے سلسلے میں شروع میں جو حدیث پیش کی، اس کے آخر میں لکھتے ہیں: نبیٔ اکرم ﷺ کے اکثر صحابہ، تابعین اور بعد کے فقہاء کا یہی قول ہے، مثلاً: سفیان ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول ہے: مقیم ایک دن رات تک اور مسافر تین دن رات تک مسح کر سکتا ہے۔ جبکہ بعض اہلِ علم مسح کے لیے وقت کی تحدید اور تعین نہیں کرتے۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔

(23) امام صاحب بعض دفعہ کسی قول کو ترجیح بھی دے دیتے ہیں جیسا کہ مسح علی الخفین کے بارے میں اقوال نقل کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں: التوقیت أصح، یعنی تحدید ہی صحیح موقف ہے۔ (حدیث:96)

(24) امام صاحب نے اپنی جامع میں اس کا التزام کیا ہے کہ اس میں وہ احادیث درج کی جائیں جن پر کسی نہ کسی امام کا عمل ہو، صرف دو حدیثوں کے بارے میں کتاب العلل میں لکھا ہے کہ ان پر عمل نہیں ہے۔ جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ ان پر عمل ہے۔ (مقدمة تحفة الأحوذي) حافظ ابن العربی مالکی (متوفی 543 ہجری) نے جامع ترمذی کی شرح عارضۃ الاحوذی کے مقدمہ میں ترمذی کی بہت تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ اس میں چودہ علوم ہیں۔ ہم نے ان کی تعداد چوبیس تک پہنچا دی ہے اور اس میں مزید اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔

(25) بسا اوقات امام صاحب کسی حدیث کا اختصار کرتے ہیں اور آخر میں لکھ دیتے ہیں حدیث میں ایک واقعہ ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی جمعہ کی فضیلت اور اس میں دعا کرنے کے سلسلے میں حدیث ہے اور آخر میں ہے: وفي الحديث قصة طويلة. (حدیث:491)

(26) بعض اوقات کسی لفظ یا جملے کی توضیح کر دیتے ہیں جیسا کہ حدیث :491 ہی کے آخر میں لکھتے ہیں: و معنى قوله: أخبرني بها ولا تَضْنَنْ بها عَلَيَّ. ''مجھے اس سے آگاہ کیجیے اور میرے ساتھ بخل سے کام نہ لیجیے۔'' یہاں لا تَضْنَنْ کے معنی لا تبخل ہیں۔

(27) دو حدیثوں کا تعارض دور کرنے کے لیے ایک کا منسوخ ہونا بیان کر دیتے ہیں جیسا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے

استعمال سے وضو کے بارے میں حدیث: 80 کے آخر میں فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے دونوں عمل ثابت ہیں، یعنی آپ ﷺ نے آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو بھی کیا، بعدازاں یہ عمل ترک کر دیا۔ ان دونوں صورتوں میں سے ترک کا عمل جاری رہا۔ اس طرح یہ حدیث پہلی حدیث یعنی ''آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو کیا جائے'' کی ناسخ ہے۔

ترمذی کی تالیف کا مقصد: شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں: ابوعیسیٰ ترمذی نے گویا شیخین امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کا طریقہ اختیار کیا کہ ہر چیز کھول کھول کر صراحت سے بیان کر دی، کوئی ابہام باقی نہ چھوڑا اور ابوداود کے طریقہ کو بھی لیا کہ ان تمام احادیث کو جمع کیا جن پر کسی امام نے عمل کیا۔ اس طرح ان دونوں طریقوں کو جمع کیا اور اس پر یہ اضافہ کیا کہ صحابہ، تابعین اور فقہاء کے مذاہب کو بیان کیا۔ اس طرح ایک جامع کتاب لکھی اور حدیث کی سندوں کا بھی انتہائی لطیف طریقہ سے اختصار کیا۔ ایک حدیث کو بیان کر کے باقی کی طرف اشارہ کر دیا، اور ہر حدیث کی حیثیت اور درجہ بیان کر دیا کہ وہ صحیح ہے یا حسن ہے، ضعیف ہے یا منکر ہے، نیز کمزوری کا سبب بھی بیان کر دیا تاکہ طالب حدیث کو متعلقہ مسئلہ کے بارے میں بصیرت حاصل ہو، اسے پتہ چل جائے کہ کون سی حدیث قابل اعتبار ہے اور کون سی ناقابل اعتبار، اور یہ بھی بتایا کہ حدیث مشہور ہے یا غریب۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور مختلف علاقوں کے فقہاء کے مذاہب بھی بیان کر دیے۔ جس راوی کا نام بتانے کی ضرورت تھی اس کا نام بتایا اور جس کی کنیت جاننے کی ضرورت تھی اس کی کنیت بتا دی، اسی لیے کہا گیا ہے کہ جامع ترمذی مجتہد کے لیے کافی ہے اور مقلد کو بھی کسی اور کی تقلید سے بے نیاز کر دیتی ہے، کیونکہ اس کتاب نے اہل علم کے لیے ہر بات عیاں کر دی، کوئی چیز اندھیرے میں نہیں رکھی۔

شروطِ ترمذی: امام ابوبکر محمد بن موسیٰ الحازمی نے شروط الائمہ الستہ میں لکھا ہے کہ ائمہ ستہ حدیث کی تخریج کے وقت استاد اور شاگرد کے تعلق و ربط اور ان کے حفظ و ضبط کی حالت ملحوظ رکھتے ہیں۔ اسی طرح کثیر الروایہ مشائخ کے تلامذہ کو پانچ طبقات میں تقسیم کرتے ہیں۔

① راوی کا حفظ و ضبط اور عدالت کامل ہو اور اس نے اپنے استاد کے ساتھ سفر و حضر میں ایک طویل عرصہ گزارا ہو۔ یہ راویوں کا سب سے اعلیٰ اور بلند پایہ طبقہ ہے اور امام بخاری عموماً اسی طبقے کی روایات لاتے ہیں۔

② راوی کی عدالت کامل ہے، لیکن اس کے ساتھ رفاقت کا عرصہ قلیل ہے۔ اس لیے استاد کی روایات پر مکمل طور پر دسترس اور مہارت حاصل نہیں ہے، اسی لیے حفظ و اتقان پہلے طبقے سے کم ہے۔ امام مسلم عموماً اس طبقے کی روایات بھی لاتے ہیں۔

③ استاد کی رفاقت وصحبت کا عرصہ طویل ہے، لیکن ان پر سخت جرح موجود ہے۔ اس لیے ان کی روایات میں قابل قبول

اور قابل رد دونوں طرح کی روایات موجود ہیں۔ امام ابوداود اور امام نسائی عموماً اس طبقہ کی روایات بھی لے آتے ہیں۔

④ استاد کے ساتھ رفاقت کا عرصہ قلیل ہے، اس لیے استاد کی روایات پر دسترس اور مہارت حاصل نہیں ہے، لیکن اس کے ساتھ جرح و تعدیل کا معاملہ تیسرے طبقہ والا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اس طبقہ کی روایات بھی لاتے ہیں، اس کے باوجود امام ترمذی کی شرط امام ابوداود سے بہتر ہے کیونکہ وہ حدیث کا ضعف اور اس کا درجہ بیان کر دیتے ہیں۔ گویا اس طبقہ کی روایات کو متابعت اور شاہد کے لیے لاتے ہیں۔

⑤ ضعیف اور مجہول راوی، ان کی روایات صرف اعتبار اور شاہد کے طور پر لائی جا سکتی ہیں، ان کی روایات بھی سنن میں موجود ہیں۔ امام ابوالفضل المقدسی نے امام ترمذی کی احادیث کے چار درجے بنائے ہیں: * جن کی صحت قطعی ہے، یہ وہ روایات ہیں جو صحیحین میں موجود ہیں۔ * جو صحیح ہیں لیکن ان کا درجہ صحیحین کی روایات سے کم تر ہے۔ * جو صحیح نہیں ہیں اور امام صاحب نے ان کا ضعف بیان کر دیا ہے۔ * روایت صحیح نہیں ہے لیکن کسی امام کا اس پر عمل ہے۔ (شروط الأئمة الستة، ص: 21)

جامع ترمذی کا درجہ: جامع یا سنن ترمذی کا درجہ صحیحین کے بعد ہے، پہلا درجہ صحیح بخاری کو حاصل ہے، دوسرا درجہ صحیح مسلم کو اور تیسرا سنن ترمذی کو۔ کشف الظنون کے مصنف حاجی خلیفہ نے لکھا ہے: هو ثالث كتب الستة. ''صحاح ستہ میں اس کا درجہ تیسرا ہے۔'' صاحب تحفۃ الأحوذی نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ (مقدمة تحفة الأحوذي، ص: 179) علامہ محمد محی الدین عبدالحمید نے توضیح الأفکار کے مقدمہ (ص: 58) پر اور دکتور نور الدین عتر نے الإمام الترمذي والموازنة (ص:62) میں اسی قول کو اختیار کیا ہے کیونکہ بقول امام حازمی امام ترمذی کی شرط ابوداود کی شرط سے (بہتر، مؤثر) ہے۔

کیا سنن یا جامع ترمذی میں کوئی حدیث موضوع بھی ہے؟: امام ابن الجوزی نے ترمذی کی تیئس (23) روایات کو موضوع قرار دیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ احادیث کے ضعف وصحت کے سلسلے میں بعض دفعہ افراط وتفریط سے کام لیا جاتا ہے۔ بعض حضرات صرف سند کا لحاظ رکھتے ہیں اور بعض صرف متن کا حالانکہ بقول حافظ احسن مسعودی ازہری، صحت حدیث کے لیے ضروری نہیں ہے کہ سند صحیح ہو کیونکہ ایک حدیث ایک سند سے ضعیف ہو سکتی ہے اور دوسری سند سے صحیح۔ اسی طرح بعض دفعہ سند صحیح ہوتی ہے، لیکن شذوذ کی وجہ سے متن درست نہیں ہوتا۔ (فتح المغيث، ص: 8) حدیث کے سلسلے میں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ بعض دفعہ ایک حدیث ضعیف ہوتی ہے لیکن اس کا متن دوسری نصوص کی روشنی میں معنوی لحاظ سے درست ہوتا ہے۔ اسی بنا پر امام ترمذی رحمہ اللہ بعض دفعہ ضعیف سند کے باوجود، دوسرے دلائل اور اسانید کی

روشنی میں حدیث پر صحت یا حسن کا حکم لگا دیتے ہیں۔ اسی بنا پر ان کو تصحیح و تحسین کے سلسلہ میں تساہل برتنے کا طعنہ دیا جاتا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔

اسی طرح امام ابن جوزی نے تشدد سے کام لیتے ہوئے جامع ترمذی کی بعض حدیثوں کو موضوع قرار دیا ہے، حالانکہ جامع ترمذی کی کوئی حدیث موضوع نہیں ہے۔ امام سیوطی نے اپنی کتاب القول الحسن في الذب عن السنن میں اس کا مفصل جواب دیا ہے، اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: موضوعات ابن جوزی میں یہ کمزوری ہے کہ وہ غیر موضوع کو بھی موضوع شمار کر لیتے ہیں۔ (مقدمة تحفة الأحوذي، ص: 18)

جامع ترمذی ائمہ کی نظر میں: امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے یہ کتاب تصنیف کرنے کے بعد علمائے حجاز، علمائے عراق اور علمائے خراسان کے سامنے پیش کی تو ان سب نے اسے پسند کیا۔ اور جس کے گھر میں یہ کتاب موجود ہے اس کے گھر میں گویا رسول اللہ ﷺ محو گفتگو ہیں۔ (جامع الأصول: 194) جامع الاصول کے مصنف جنھوں نے ارکان ستہ (موطأ، بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداود اور نسائی) کو جمع کر کے ان کی تہذیب و تنقیح کی ہے اور ان کے افہام و تفہیم کے لیے بہت عمدہ کوشش بھی کی ہے، وہ اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں: ان کی یہ کتاب الصحیح تمام کتب حدیث میں بہترین ہے، سب سے زیادہ مفید ہے اور ترتیب کے لحاظ سے بھی احسن ہے۔ اس میں سب سے کم تکرار ہے۔ مزید برآں اس میں ایسی باتیں موجود ہیں جو دوسری صحاح میں نہیں ہیں، مثلاً: اس میں مذاہب کا تذکرہ ہے، استدلال کے طریقے ہیں، اقسام حدیث صحیح، حسن اور غریب کی وضاحت ہے، اس میں جرح و تعدیل بھی موجود ہے اور آخر میں کتاب العلل ہے جس میں بہترین فوائد جمع کر دیے گئے ہیں۔ (جامع الأصول: 1/193-194)

ابوالفضل محمد بن طاہر المقدسی، امام ابواسماعیل عبداللہ بن محمد انصاری سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: ان کے سامنے ابوعیسیٰ ترمذی اور ان کی کتاب کا ذکر ہوا تو انھوں نے فرمایا: میرے نزدیک ان کی کتاب بخاری اور مسلم سے زیادہ نفع بخش ہے کیونکہ ان دونوں کتابوں سے صرف متبحر عالم ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے جبکہ ابوعیسیٰ کی کتاب سے ہر انسان فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ (شروط الأئمة الستة، ص: 24)

امام ترمذی رحمہ اللہ کی وفات: امام ترمذی کی وفات 13 رجب 279 ہجری میں ہوئی۔

شروحات: ہر ملک اور مذہب کے علماء نے اپنے اپنے احوال و ظروف اور اپنے اپنے اسلوب میں اس کی شروحات لکھی ہیں اور یہ ایسا عظیم الشان سلسلۂ جاریہ ہے جو آج تک منقطع نہیں ہوا، تاہم چند مشہور عربی شروحات یہ ہیں:

① تحفة الأحوذي شرح جامع الترمذي، لمحمد عبد الرحمٰن المباركفوري.

② عارضة الأحوذي بشرح صحيح الترمذي، لأبي بكر ابن العربي المالكی.

③ العرف الشذي شرح سنن الترمذي، لمحمد أنور شاه الكشميرى.

④ قوت المغتذي على جامع الترمذي، لجلال الدين السيوطي.

⑤ الكوكب الدري على جامع الترمذي، لرشيد احمد الكنكوهي ومحمد يحيٰ بن محمد الكاندهلوي.

⑥ الفتح الشذي في شرح جامع الترمذي، لأبي الفتح محمد بن محمد بن محمد بن سيد الناس اليعمري.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

أَخْبَرَنَا الشَّيْخُ أَبُو الْفَتْحِ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي الْقَاسِمِ - عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَهْلٍ - الْهَرَوِيُّ الْكَرُوخِيُّ فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ سَنَةَ سَبْعٍ وَأَرْبَعِينَ وَخَمْسِ مِائَةٍ بِمَكَّةَ - شَرَّفَهَا اللهُ - وَأَنَا أَسْمَعُ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْقَاضِي الزَّاهِدُ أَبُو عَامِرٍ مَحْمُودُ بْنُ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْأَزْدِيُّ، رَحِمَهُ اللهُ - قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ - فِي رَبِيعِ الْأَوَّلِ مِنْ سَنَةِ اثْنَيْنِ وَثَمَانِينَ وَأَرْبَعِمِائَةٍ.

(جامع ترمذی کو نقل کرنے والے، جن کا نسخہ ہمارے ہاتھوں میں ہے، عمر بن طبرزد بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) ہمیں ہمارے استاد شیخ ابوالفتح عبدالملک ہروی، کروخی بن ابوالقاسم، عبداللہ بن ابی سہل نے مکہ مکرمہ میں 547 ہجری، ذوالحجہ کے پہلے عشرے میں بتایا جبکہ میں سن رہا تھا۔ انھوں نے کہا: 482 ہجری ربیع الاول کے مہینے میں ہمیں ہمارے استاد قاضی، زاہد ابوعامر محمود بن قاسم بن محمد ازدی رحمہ اللہ نے بتایا۔ اس طرح کہ ہمارے ساتھی ان کے سامنے قراءت کر رہے تھے اور میں سن رہا تھا۔

قَالَ الْكَرُوخِيُّ: وَأَخْبَرَنَا الشَّيْخُ أَبُو نَصْرٍ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التِّرْيَاقِيُّ وَالشَّيْخُ أَبُوبَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ أَبِي الْفَضْلِ بْنِ أَبِي حَامِدٍ الْغُورَجِيُّ، رَحِمَهُمَا اللهُ - قِرَاءَةً عَلَيْهِمَا وَأَنَا أَسْمَعُ - فِي رَبِيعِ الْآخِرِ مِنْ سَنَةِ إِحْدٰى وَثَمَانِينَ وَأَرْبَعِ مِائَةٍ.

کروخی رحمہ اللہ (دوسرے اساتذہ کا ذکر کرتے ہوئے) فرماتے ہیں کہ 481 ہجری، ربیع الآخر میں ہمیں شیخ ابونصر عبدالعزیز بن محمد بن علی بن ابراہیم تریاقی اور شیخ ابوبکر احمد بن عبدالصمد بن ابوالفضل بن ابوحامد غورجی رحمہما اللہ نے بتایا۔ ان دونوں پر قراءت کی جارہی تھی اور میں سن رہا تھا۔

قَالُوا: أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ أَبِي الْجَرَّاحِ الْجَرَّاحِيُّ الْمَرْوَزِيُّ الْمَرْزُبَانِيُّ قِرَاءَةً عَلَيْهِ: أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مَحْبُوبِ بْنِ فُضَيْلٍ الْمَحْبُوبِيُّ الْمَرْوَزِيُّ - فَأَقَرَّ بِهِ الشَّيْخُ الثِّقَةُ الْأَمِينُ - قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عِيسٰى مُحَمَّدُ ابْنُ عِيسَى بْنِ سَوْرَةَ بْنِ مُوسَى التِّرْمِذِيُّ الْحَافِظُ قَالَ:

مذکورہ تینوں شیوخ نے کہا کہ ہمیں ابومحمد عبدالجبار بن عبداللہ بن ابوجراح جراحی، مروزی، مرزبانی نے خبر دی اس طرح کہ ان کے سامنے اس کی قراءت کی گئی۔ (اور انھوں نے اس کی توثیق کی۔) وہ کہتے ہیں ہمیں ابوعباس محمد بن احمد بن محبوب بن فضیل محبوبی، مروزی نے بتایا، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حافظ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ ترمذی رحمہ اللہ نے بیان کیا......

نوٹ: مذکورہ عبارت میں منقول الفاظ ”فأقر به الشيخ الثقة الأمين“ کا تعلق ابومحمد عبدالجبار سے ہے۔ ان کے تینوں شاگرد کہتے ہیں کہ جب استاد محترم پر ترمذی کی قراءت ہو رہی تھی تو وہ غور سے سن رہے تھے اور سننے کے بعد انھوں نے توثیق فرمائی کہ ایسے ہی ہے جیسا کہ قراءت کی گئی ہے۔

طہارت کی اہمیت وفضیلت

اسلام میں طہارت و پاکیزگی صرف نماز، تلاوت، طوافِ کعبہ اور دیگر عبادات کے لیے ضروری نہیں بلکہ یہ خود دین اسلام کا ایک اہم اور مطلوب شعبہ ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ۝﴾ ”بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور بہت پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“ (البقرة 222:2) اور نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [اَلطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ] ”پاکیزگی نصف ایمان ہے۔“ (صحيح مسلم، الطهارة، حديث:223) طہارت و پاکیزگی حاصل کرنا ایمان کا ایک اہم حصہ ہے۔

طہارت کی تین قسمیں ہیں: ① حدث سے طہارت، یعنی وضوٹوٹ جانے اور غسل کی ضرورت لاحق ہونے کی صورت میں وضو اور غسل کرنا۔ ② انجاس، یعنی ظاہری پلیدی اور نجاست سے اپنے جسم، کپڑوں اور جگہ کو پاک کرنا۔ ③ جسم کے مختلف حصوں میں جو گندگی اور میل کچیل پیدا ہوتا رہتا ہے اس کی صفائی کرنا، جیسے دانتوں کی صفائی، نتھنوں کی صفائی، ناخنوں کی صفائی، زیر ناف اور بغل کے بالوں کی صفائی۔

فقہی ترتیب پر لکھی جانے والی کتابوں کو سنن کہا جاتا ہے اور فقہی انداز اور اسلوب پر لکھنے والے محدثین اپنی کتابوں کا آغاز طہارت کے مسائل سے کرتے ہیں کیونکہ عملی عبادات میں ایمان کے بعد پہلا درجہ نماز کو حاصل ہے اور اس کے لیے طہارت شرط ہے۔ چونکہ امام ترمذی رحمہ اللہ کی جامع سنن کی طرز پر ہے، اس لیے انھوں نے اپنی کتاب کا آغاز طہارت کے احکام و مسائل سے کیا اور اس سلسلے میں طہارت کی ضرورت و اہمیت، فضیلت، وضو، غسل، تیمم، قضائے حاجت، استنجا کے آداب، نیز احتلام، حیض و استحاضہ اور نفاس وغیرہ کے مسائل کو پوری تفصیل کے ساتھ احادیث کی روشنی میں بیان فرمایا۔

نبیٔ اکرم ﷺ کے جلیل القدر صحابی سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو کسی مشرک نے بطور استہزا و تمسخر کہا: تمھارے نبی نے تمھیں ہر چیز سکھائی ہے حتی کہ قضائے حاجت کا طریقہ بھی بتایا ہے تو انھوں نے فرمایا: ہاں، آپ ﷺ نے ہمیں ہر چیز سکھائی ہے، پھر انھوں نے آپ کے بتائے ہوئے استنجا کے آداب بیان کیے۔ (صحيح مسلم، الطهارة، حديث: 262) چونکہ زندگی کے ہر شعبے کے بارے میں نبی ﷺ نے ہدایات و تعلیمات دی ہیں، اس سلسلے میں طہارت کے مسائل بھی آپ نے تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے انتہائی سلیقے اور بہترین ترتیب سے انھیں بیان فرمایا ہے۔ یہ مسائل گویا کہ سورۂ مائدہ کی آیت

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ ﴾

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے چہرے اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک (دھولو)۔ اور اگر تم جنبی ہو تو غسل کرلو، اور اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے (فارغ ہوکر) آیا ہو یا تم نے عورتوں سے ہم بستری کی ہو، پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرلو، پس اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرلو، اللہ نہیں چاہتا کہ تمھیں تنگی میں ڈالے، بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک کردے اور تم پر اپنی نعمت پوری کرے تاکہ تم شکر کرو۔‘‘ (المآئدة 6:5) کی تفصیل اور توضیح ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(المعجم ۱) أَبْوَابُ الطَّهَارَةِ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ (التحفة ۱)

رسول اللہ ﷺ سے منقول طہارت کے متعلق احکام و مسائل

(المعجم ۱) بَابُ مَا جَاءَ: لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُورٍ (التحفة ۱)

باب:1۔ طہارت (وضو) کے بغیر کوئی نماز قبول نہیں ہوتی

۱- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ؛ ح: وَحَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُورٍ، وَلَا صَدَقَةٌ مِّنْ غُلُولٍ».

[1] سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''کوئی نماز طہارت کے بغیر قبول نہیں ہوتی اور نہ کوئی صدقہ خیانت (کے مال میں) سے قبول ہوتا ہے۔''

قَالَ هَنَّادٌ فِي حَدِيثِهِ: «إِلَّا بِطُهُورٍ». قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا الْحَدِيثُ أَصَحُّ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ وَأَحْسَنُ. وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ عَنْ أَبِيهِ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَنَسٍ. وَأَبُو الْمَلِيحِ بْنُ أُسَامَةَ اسْمُهُ عَامِرٌ، وَيُقَالُ: زَيْدُ بْنُ أُسَامَةَ بْنِ عُمَيْرٍ الْهُذَلِيُّ.

(مذکورہ حدیث کو دوسری سند سے بیان کرنے والے راوی) ہناد کی روایت میں [بِغَيْرِ طُهُورٍ] کی جگہ [إِلَّا بِطُهُورٍ] کے الفاظ ہیں۔ (دونوں کا مقصد اور مفہوم ایک ہی ہے۔) ابوعیسیٰ (امام ترمذی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: طہارت کے مسائل میں سب سے زیادہ صحیح اور عمدہ یہی روایت ہے۔ اور اس مسئلے کے بارے میں ابوملیح کی اپنے باپ (اسامہ بن عمیر) سے، نیز سیدنا ابوہریرہ اور سیدنا انس رضی اللہ عنہما

۱ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب وجوب الطهارة للصلاة، ح: ٢٢٤ عن قتيبة به * وفي الباب عن أبي المليح عن أبيه [أبو داود، ح: ٥٩، وابن ماجه، ح: ٢٧١ وغيرهما] وأبي هريرة [البخاري، ح: ١٣٥، ٦٩٥٤، ومسلم، ح: ٢٢٥] وأنس [ابن ماجه، ح: ٢٧٣].

کی روایات منقول ہیں۔ ابوملیح بن اسامہ کا نام عامر ہے اور انھیں زید بن اسامہ بن عمیر ہذلی کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔

لغوی تشریح: [طُھُور] طا پر پیش ہو تو یہ مصدر ہوگا اور معنی ہوں گے: طہارت (پاکیزگی)۔ اور اگر طا پر زبر ہو تو معنی ہوں گے: وہ چیز جس سے طہارت حاصل کی جاتی ہے، مثلاً: پانی یا مٹی۔ یہاں مصدری معنی مراد ہیں۔ [غُلُول] مال غنیمت میں خیانت کرنا، اور پھر یہ لفظ کسی قید کے بغیر مطلق خیانت کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ اس سے ہر وہ کمائی یا آمدنی مراد ہے جو ناجائز طریقے سے حاصل کی جائے، اس سے صدقہ قبول نہیں ہوتا۔

فوائد و مسائل: ① طہارت نماز کے لیے فرض ہے کیونکہ اس کے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں۔ طہارت سے مراد ہے: پاکیزگی حاصل کرنا، یعنی ہر چھوٹی بڑی، نیز ظاہری اور حکمی نجاست دور کرنا۔ چونکہ پاکیزگی اور طہارت نماز کے لیے شرط ہے، اس لیے نمازی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر قسم کی نجاست اور چھوٹے بڑے حدث سے پاک ہو۔ ظاہری نجاست تو صرف جسم یا کپڑے وغیرہ کے اس حصے کو دھونے سے ختم ہو جاتی ہے جہاں گندگی موجود ہو۔ جبکہ حکمی نجاست، یعنی حدثِ اصغر وضو سے اور حدثِ اکبر غسل کرنے سے دور ہوتے ہیں۔ انسان کا ایسی حالت میں ہونا کہ جس سے نکلنے کے لیے وضو یا غسل کرنا ضروری ہو، حکمی نجاست یا حدث کہلاتا ہے۔ ② [أَصَحُّ شَيْئٍ فِي هٰذَا الْبَابِ] ”یہ حدیث اس مسئلے میں سب سے زیادہ صحیح ہے۔“ امام صاحب نے مختلف احادیث کے بارے میں یہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اس مسئلے میں سب سے بہتر اور عمدہ سند کے ساتھ یہ روایت منقول ہے، لیکن ضروری نہیں کہ وہ حدیث فی نفسہ صحیح ہو۔ وہ صحیح بھی ہو سکتی ہے، جس طرح کہ مذکورہ بالا حدیث ہے، حسن بھی ہو سکتی ہے بلکہ بعض دفعہ ضعیف بھی ہوتی ہے۔ ③ [وَفِي الْبَابِ] امام ترمذی رحمہ اللہ اس عنوان کے تحت جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا نام درج کرتے ہیں، ان سے ایسی احادیث منقول ہیں جو باب میں مذکور مسئلے پر صراحتاً یا کنایتاً روشنی ڈالتی ہیں بلکہ بعض مواقع پر ان کا مضمون اس حدیث کے متضاد بھی ہوتا ہے۔ مزید برآں اس سے امام صاحب کا یہ مطلب بھی نہیں ہوتا کہ ان سے یہی حدیث انھی الفاظ میں مروی ہے بلکہ اس مسئلے اور موضوع کا کسی نہ کسی طرح نفی یا اثبات میں یا قیداً یا شرطاً تعلق ہے۔ ④ یہ حدیث اس بات کی صریح دلیل ہے کہ ناجائز ذرائع سے حاصل شدہ اور حرام مال سے کیا ہوا صدقہ بارگاہِ الٰہی میں قطعاً قبول نہیں ہوتا، یعنی جو مال بذریعہ چوری، ڈاکا زنی، رشوت ستانی، خیانت، غصب، بھتا، سود اور دوسرے کسی بھی ناجائز طریقے سے حاصل کیا گیا ہو، اس مال سے کیا ہوا صدقہ وخیرات یا کوئی بھی نیکی کا کام اللہ تعالیٰ کے ہاں شرفِ قبولیت حاصل نہیں کر سکتا۔ مزید برآں قبولیتِ صدقہ وخیرات کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ صدقہ کرنے والے کا تعلق متقین کے گروہ سے ہو کیونکہ قرآن پاک میں ہے: ﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۝﴾ (المآئدة 5:25) یعنی اللہ تعالیٰ صرف متقین کا صدقہ قبول فرماتا ہے۔

(المعجم ٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الطُّهُورِ (التحفة ٢)

باب: 2۔ طہارت کی فضیلت کا بیان

٢- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى [الْقَزَّازُ]: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ؛ ح: وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ، أَوِ الْمُؤْمِنُ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَتْ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ - أَوْ نَحْوَ هٰذَا - وَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَتْ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوبِ».

[2] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی مسلمان یا مومن بندہ وضو کرتا ہے اور اپنا چہرہ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ، یا ان سے ملتے جلتے الفاظ ارشاد فرمائے، اس کے چہرے کے وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جن کا ارتکاب اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کیا تھا۔ اور جب وہ اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے دونوں ہاتھوں سے وہ تمام خطائیں اور لغزشیں پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتی ہیں جو اس کے ہاتھوں سے سرزد ہوئیں، یہاں تک کہ وہ گناہوں سے بالکل پاک صاف ہو جاتا ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَهُوَ حَدِيثُ مَالِكٍ عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. وَأَبُو صَالِحٍ وَالِدُ سُهَيْلٍ هُوَ: أَبُو صَالِحٍ السَّمَّانُ وَاسْمُهُ ذَكْوَانُ. وَأَبُو هُرَيْرَةَ اخْتَلَفُوا فِي اسْمِهِ فَقَالُوا: عَبْدُ شَمْسٍ، وَقَالُوا: عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو، وَهٰكَذَا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَهٰذَا أَصَحُّ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُثْمَانَ [بْنِ عَفَّانَ]، وَثَوْبَانَ، وَالصُّنَابِحِيِّ، وَعَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ، وَسَلْمَانَ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. وَالصُّنَابِحِيُّ الَّذِي رَوٰى عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ: لَيْسَ لَهُ سَمَاعٌ مِّنَ النَّبِيِّ ﷺ، وَاسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عُسَيْلَةَ وَيُكْنٰى أَبَا عَبْدِ اللهِ، رَحَلَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ فِي

امام ابوعیسیٰ (ترمذی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام مالک رحمہ اللہ کی یہ حدیث جسے وہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سہیل عن اَبیہ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں، حسن صحیح ہے۔ اور سہیل کے باپ ابوصالح سمان (گھی فروش) کا نام ذکوان ہے۔ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض نے عبدشمس کہا اور بعض نے عبداللہ بن عمرو ذکر کیا ہے۔ امام بخاری محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ کا یہی قول ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ امام ابوعیسیٰ فرماتے ہیں کہ اس مسئلے میں سیدنا عثمان (بن عفان)، ثوبان، صنابحی، عمرو بن عبسہ، سلمان اور سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔ صنابحی جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں ان کا نبی ﷺ سے سماع ثابت نہیں۔ ان کا نام عبدالرحمن بن عسیلہ اور

٢ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء، ح: ٢٤٤ من حديث مالك به وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ٣٢ * وفي الباب عن عثمان بن عفان [البخاري، ح: ١٥٩ ومسلم، ح: ٢٢٦] وثوبان [يشير إلى حديث ابن ماجه، ح: ٢٧٧] والصنابحي، [ابن ماجه، ح: ٢٨٢ وغيره] وعمرو بن عبسة [مسلم، ح: ٨٣٢ مطولاً] وسلمان [شعب الإيمان للبيهقي: ٣/ ١٥، ح: ٢٧٣٧ وله شاهد عند أحمد: ٥/ ٤٣٧ـ٤٣٩] وعبدالله بن عمرو [لعله يشير إلى حديث ابن ماجه، ح: ٢٧٨] * حديث "إني مكاثر بكم الأمم . . . إلخ" صحيح، أخرجه [ابن ماجه، ح: ٣٩٤٤] وصححه البوصيري.

الطَّرِيقِ، وَقَدْ رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَحَادِيثَ. وَالصُّنَابِحُ بْنُ الْأَعْسَرِ الْأَحْمَسِيُّ صَاحِبُ النَّبِيِّ ﷺ يُقَالُ لَهُ: الصُّنَابِحِيُّ أَيْضًا، وَإِنَّمَا حَدِيثُهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «إِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ فَلَا تَقْتَتِلُنَّ بَعْدِي».

کنیت ابوعبداللہ ہے۔ انھوں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے سفر کیا تھا اور ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ نبی ﷺ وفات پا گئے۔ انھوں نے نبی ﷺ سے چند احادیث بیان کی ہیں۔ اور صنابح بن اعسر احمسی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے ساتھی (صحابی) ہیں، انھیں بھی صنابحی کہا جاتا ہے۔ ان سے صرف ایک حدیث مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''میں تمھاری کثرت پر امتوں کے سامنے فخر کروں گا، لہٰذا میرے بعد ایک دوسرے کو قتل نہ کرنا۔''

لغوی تشریح: [خَطِيئَة، خَطَايَا] لغزش، غلطی، بھول چوک، مراد گناہ ہیں۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وضو کے پانی کے ساتھ مسلمان کے جسم سے تمام گناہ نکل جاتے ہیں اور وہ بالکل پاک صاف ہو جاتا ہے۔ جسم سے گناہ نکل جانے کا مطلب یہ ہے کہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس مسئلے کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، خواہ وہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، جبکہ بعض اہلِ علم کا موقف ہے کہ وضو سے نہ تو کبیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں اور نہ حقوق العباد بلکہ صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حقوق العباد کی معافی تو صاحب حق کے معاف کرنے یا ان حقوق کی ادائیگی کرنے سے ہوتی ہے۔ اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے تو پہلا نقطۂ نظر ہی زیادہ درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ گناہوں کی معافی صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ وہ چاہے تو کسی شخص کے بظاہر معمولی سے عمل ہی سے اس کے تمام گناہ معاف کر دے جس طرح کہ اس نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے کی وجہ سے بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ اور بدکار عورت کے تمام گناہ معاف کر دیے تھے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، بدء الخلق، حديث: 3321، وصحيح مسلم، السلام، حديث: 2245) اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو بظاہر معمولی نظر آنے والے گناہ کی وجہ سے کسی کو جہنم کا ایندھن بنا دے۔ جس طرح کہ بلی کو بھوکا پیاسا باندھ کر رکھنے والی عورت کے ساتھ کیا گیا۔ (صحيح البخاري، المساقاة، حديث: 2365، وصحيح مسلم، السلام، حديث:6242) مذکورہ دلائل اور دیگر نصوص پر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شرک اور کفر توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے جبکہ دیگر گناہوں کی معافی اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، چاہے تو وہ معاف فرما دے اور چاہے تو مؤاخذہ کرے۔ واللہ أعلم. ② سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نام کے بارے میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ زیادہ مشہور تین قول ہیں: ○ عبدشمس بن صخر۔ ○ عبدالرحمن بن صخر۔ ○ عبداللہ بن عمرو۔ اکثریت کے نزدیک ان کا جاہلی نام عبدشمس ہے اور اسلامی نام عبدالرحمن ہے اگرچہ امام بخاری اور امام ترمذی رحمہما اللہ نے عبداللہ بن عمرو نام کو ترجیح دی ہے۔ ③ ''حسن صحیح'': امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن اور صحیح قرار دیا ہے، حالانکہ اصول حدیث کی رو سے کسی حدیث کو بیک وقت ''حسن صحیح'' قرار نہیں دیا جا سکتا۔ علمائے کرام نے اس اشکال کے مختلف جواب دیے ہیں: لیکن صحیح بات یہ

ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ حسن کی وہ تعریف نہیں کرتے جو اصول حدیث میں بالعموم بیان کی جاتی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کے نزدیک حسن وہ حدیث ہے جس کی سند میں کوئی راوی متہم بالکذب (جس پر جھوٹ بولنے کا الزام ہو) نہ ہو، وہ شاذ بھی نہ ہو اور اسی طرح وہ ایک دوسری سند سے بھی مروی ہو۔ اس طرح امام ترمذی رحمہ اللہ کے نزدیک حسن عام ہے اور صحیح خاص ہے، یعنی ہر صحیح حدیث تو حسن ہے لیکن ہر حسن حدیث صحیح نہیں۔

(المعجم ٣) بَابُ مَا جَاءَ: [أَنَّ] مِفْتَاحَ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ (التحفة ٣)

باب: 3۔ طہارت نماز کی کنجی ہے

٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، وَهَنَّادٌ، وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ [بْنُ مَهْدِيٍّ]: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ، عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ».

[3] سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''نماز کی کنجی طہارت ہے اور نماز کی تحریم (آداب نماز کے خلاف تمام امور کو حرام کرنے والی چیز) ''اللہ اکبر'' کہنا ہے اور نماز کی تحلیل (نماز میں ممنوع امور کو حلال کرنے والی چیز) ''السلام علیکم'' کہنا ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا الْحَدِيثُ أَصَحُّ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ وَأَحْسَنُ. وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ: هُوَ صَدُوقٌ، وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيهِ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ. [قَالَ أَبُوعِيسٰى]: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ يَقُولُ: كَانَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَالْحُمَيْدِيُّ يَحْتَجُّونَ بِحَدِيثِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، قَالَ مُحَمَّدٌ: وَهُوَ مُقَارِبُ الْحَدِيثِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَفِي الْبَابِ: عَنْ جَابِرٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سب سے زیادہ صحیح اور عمدہ روایت یہی ہے۔ اور عبداللہ بن محمد بن عقیل، صدوق راوی ہیں اگرچہ بعض اہل علم نے ان کے حافظے پر اعتراض کیا ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد بن اسماعیل (بخاری رحمہ اللہ) کو یہ فرماتے سنا کہ امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن ابراہیم (راہویہ) اور امام حمیدی (عبداللہ بن زبیر) رحمہم اللہ عبداللہ بن محمد بن عقیل کی روایت کو حجت قرار دیتے تھے اور امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) کہتے ہیں: وہ مقارب الحدیث ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا جابر اور سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہما

٣ـ أخرجه أبو داود، الطهارة، باب فرض الوضوء، ح: ٦١ وابن ماجه، ح: ٢٧٥ من حديث وكيع به وحسنه البغوي والنووي وللحديث شواهد كثيرة جدًا منها ما رواه البيهقي (٢/ ١٦) بسند صحيح عن ابن مسعود من قوله وله حكم المرفوع * وفي الباب عن جابر [يأتي بعده برقم: ٤] وأبي سعيد [يأتي: ٢٣٨].

سے بھی روایات منقول ہیں۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح چابی کے بغیر تالا نہیں کھلتا، اسی طرح حدث سے طہارت کے بغیر نماز نہیں ہوتی، لہٰذا کسی بھی نماز کے لیے طہارت اور وضو ضروری اور لازمی شرط ہے۔ ② یہ حدیث اس مسئلے کی پوری وضاحت کرتی ہے کہ نماز کا آغاز اور اس کی ابتدا صرف ''اللہ اکبر'' کے الفاظ کہنے سے اور اس کا اختتام صرف سلام پھیرنے سے ہوتا ہے جبکہ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ کسی بھی طریقے سے اللہ کا نام لے لیا جائے تو نماز کا آغاز ہو جاتا ہے اور اسی طرح وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نماز کے دیگر تمام اعمال پورے کرنے کے بعد، سلام پھیرنے کے بجائے نمازی اگر نماز کے منافی کوئی عمل کر لے تو اس کی نماز مکمل ہو جاتی ہے۔ یہ حدیث اس رائے کی واضح طور پر تردید کرتی ہے۔ بنابریں سلام کے علاوہ جو بھی عمل سرانجام دیا جائے اس سے نماز باطل ہو جائے گی اور ایسے شخص کو اپنی نماز لوٹانی پڑے گی۔ اور اگر اس نے بے وضو ہو کر نماز کا خاتمہ کیا ہے تو پھر نئے سرے سے وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھنی پڑے گی۔ واللہ أعلم. ③ [صدوق] چوتھے مرتبے کا راوی ہے۔ اگر اس راوی کے حافظے میں کمزوری اور نقص نہ ہو تو پھر اس کا درجہ ثقہ کے بعد ہے اور اگر حافظے میں کمزوری ہو تو پھر یہ پانچویں مرتبے میں شمار ہوگا جس کی روایت عموماً ضعیف ہوتی ہے۔ ④ [مُقَارِبُ الْحَدِيث] اس سے مراد وہ راوی ہے جس کی روایت دوسرے ثقہ راویوں کے قریب ہو۔ اور اگر [مُقَارَبُ الْحَدِيث] ہو، یعنی اسم فاعل کی بجائے اسم مفعول ہو تو مفہوم یہ ہوگا کہ دوسروں کی روایت اس کے قریب ہے۔

٤- [حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ زَنْجُويَهِ الْبَغْدَادِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ قَرْمٍ عَنْ أَبِي يَحْيَى الْقَتَّاتِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلَاةُ وَمِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الْوُضُوءُ».]

[4] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی وضو (طہارت) ہے۔''

فائدہ: حدیث کا پہلا جز ''جنت کی کنجی نماز ہے'' اگرچہ سنداً ضعیف ہے جیسا کہ تحقیق و تخریج میں اس کی وضاحت بیان کر دی گئی ہے، تاہم جنت کے دروازوں میں داخلہ ایمان اور اعمال صالحہ کے بغیر ممکن نہیں اور نیک اعمال میں نماز پہلا بنیادی فریضہ ہے، اس کے بغیر انسان سیدھا جنت میں نہیں جا سکے گا۔

(المعجم ٢) بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ (التحفة ٢)

باب: 4۔ بیت الخلا میں داخل ہونے کی دعا

٤ـ [ضعيف بدون الشطر الثاني وهو صحيح بما قبله] سليمان بن قرم وأبو يحيى القتات ضعيفان، وأخرجه أحمد: ٣/ ٣٤٠ عن الحسين بن محمد به.

٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَهَنَّادٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ، قَالَ: «اللّٰهُمَّ: إِنِّي أَعُوذُ بِكَ»-قَالَ شُعْبَةُ: وَقَدْ قَالَ مَرَّةً أُخْرٰى: «أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبِيثِ أَوِ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ».

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، وَجَابِرٍ، وَابْنِ مَسْعُودٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَنَسٍ أَصَحُّ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ وَأَحْسَنُ. وَحَدِيثُ زَيْدِ ابْنِ أَرْقَمَ فِي إِسْنَادِهِ اضْطِرَابٌ: رَوٰى هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِيُّ، وَسَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ. وَقَالَ سَعِيدٌ: عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَوْفٍ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ. وَقَالَ هِشَامٌ [الدَّسْتَوَائِيُّ]: عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَرْقَمَ. وَرَوَاهُ شُعْبَةُ وَمَعْمَرٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ. وَقَالَ شُعْبَةُ: عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ. وَقَالَ مَعْمَرٌ: عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِيهِ [عَنِ النَّبِيِّ ﷺ]. قَالَ أَبُو عِيسٰى: سَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ قَتَادَةُ رَوٰى عَنْهُمَا جَمِيعًا.

[5] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب بیت الخلا میں داخل ہونا چاہتے تو فرماتے: ''اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں'' ...... شعبہ نے کہا: (استاد صاحب نے) ایک بار یہ الفاظ کہے: ''میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں...... گندگی اور پلید وجود سے یا ناپاک جنوں اور ناپاک جنیوں سے۔''

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا علی، سیدنا زید بن ارقم، سیدنا جابر اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے احادیث مروی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سب سے زیادہ صحیح اور عمدہ روایت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی ہے۔ اور سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی روایت کی سند میں اضطراب ہے۔ ہشام دستوائی اور سعید بن ابوعروبہ یہ روایت قتادہ سے بیان کرتے ہیں۔ سعید کہتے ہیں: (قتادہ یہ روایت) قاسم بن عوف شیبانی (کے واسطے سے) سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔ ہشام دستوائی کہتے ہیں: قتادہ، سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے (براہ راست) روایت بیان کرتے ہیں۔ اور (یہی روایت) شعبہ اور معمر، (جب) قتادہ سے بیان کرتے ہیں تو وہ قتادہ کا استاد نضر بن انس کو بناتے ہیں۔ (پھر شعبہ اور معمر میں اختلاف ہے) شعبہ کہتے ہیں: نضر بن انس، سیدنا زید بن ارقم سے بیان کرتے ہیں اور معمر کہتے ہیں: نضر اپنے باپ انس سے (مرفوعاً) بیان کرتے ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے اس (اضطراب) کے بارے میں، امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) سے پوچھا تو انھوں نے کہا: ہوسکتا ہے قتادہ (قاسم اور

٥ـ أخرجه أبوداود، الطهارة، باب ما يقول الرجل إذا دخل الخلاء، ح: ٥، من حديث وكيع به وهو متفق عليه، البخاري، ح: ١٤٢ من حديث شعبة، ومسلم، ح: ٣٧٥ من حديث عبدالعزيز به وانظر الحديث الآتي ۞ وفي الباب عن علي [يأتي برقم: ٦٠٦] و زيد ابن أرقم [أبو داود، ح: ٦ وابن ماجه، ح: ٢٩٦] وجابر [لم نجده] وابن مسعود [الخطيب في تاريخ بغداد: ٤/ ٢٦٢].

نضر) دونوں سے روایت بیان کرتے ہوں۔

لغوی تشریح: [اَلْخَلَاءُ] خالی جگہ یا تنہائی کی جگہ، مراد قضائے حاجت کی جگہ ہے جس کے لیے عربی زبان میں بہت سے الفاظ بولے جاتے ہیں۔ [أَعُوذُ] میں پناہ اور تحفظ میں آتا ہوں۔ [خُبُث] اگر مصدر ہو تو معنی ہوں گے: پلیدی اور گندگی۔ (اس صورت میں خبث کی با ساکن ہوگی) اور اگر یہ خبیث کی جمع ہو تو اس سے مراد جن ہیں۔ (اس صورت میں خبث کی با پر پیش ہوگی) اور [خَبَائِث] خبیثۃ کی جمع ہے۔ اس سے مراد جنیاں ہیں۔

فوائد و مسائل: ① گندگی اور پلیدی کے مقامات، شیاطین کے مراکز ہوتے ہیں اور قضائے حاجت کی جگہیں ان کے پسندیدہ مقامات ہیں، چنانچہ وہ قضائے حاجت کے وقت انسان کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کر سکتے ہیں، اس لیے بیت الخلا میں داخل ہونے سے پہلے مسنون دعا: [اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ] پڑھنی چاہیے۔ داخل ہونے سے پہلے پڑھنے کی دلیل درج ذیل حدیث ہے: سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: [كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْخُلَ الْخَلَاءَ...] ''نبی ﷺ جب بیت الخلا میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے......'' (الأدب المفرد، حديث: 692) اس لیے جمہور علمائے کرام کا یہی موقف ہے کہ دعا قضائے حاجت کی جگہ میں داخل ہونے سے پہلے پڑھے۔ اور اگر قضائے حاجت کے لیے بیت الخلا میں داخل نہ ہو بلکہ کسی عام جگہ، یعنی صحرا، جنگل یا کھیت وغیرہ میں ہو تو کپڑا اٹھانے سے پہلے دعا پڑھ لے۔ ② اگر دعا پڑھنا بھول جائے تو کیا کرے؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما، عطاء اور مجاہد وغیرہ قضائے حاجت کے وقت اور اس جگہ پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا پسند نہیں کرتے، جبکہ سیدنا ابن عمر، سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم اور ایک جماعت قضائے حاجت کی جگہ ذکر (دعا وغیرہ) کے جواز کے قائل ہیں۔ عکرمہ رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ اگر کوئی شخص بیت الخلا میں جانے سے پہلے دعا پڑھنا بھول جائے تو وہ وہیں پر دل میں پڑھ لے، زبان سے ادا نہ کرے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: (عمدة القاري: 384/2، ومصنف ابن أبي شيبة: 209/1) لیکن ان کا یہ موقف بلا دلیل ہے، البتہ اس کے برعکس یہ بات دلیل سے ثابت ہے کہ بھول اور نسیان کی صورت میں انسان معذور ہے۔ دعا کو دل میں پڑھنے کو ضروری قرار دینے کے لیے شارع علیہ السلام کی صراحت کی ضرورت ہے جو کہ نہیں ہے، پھر مسنون دعاؤں کا جائزہ لیا جائے تو تمام کا تعلق زبان سے ادا کرنے سے ہے، کوئی بھی دعا ایسی نہیں جسے محض دل میں استحضار کا حکم ہو۔ پھر دعا پڑھنے کی علت یہ ہے کہ انسان شیطان کے شر سے محفوظ رہے اور جنوں اور انسان کے درمیان پردہ ہو جائے اور یہ مقصد دل میں تصور کر لینے سے حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [سِتْرُ مَا بَيْنَ الْجِنِّ وَعَوْرَاتِ بَنِي آدَمَ، إِذَا دَخَلَ الْكَنِيفَ، أَنْ يَقُولَ: بِسْمِ اللّٰهِ] (سنن ابن ماجه، حديث: 297) ''بنوآدم کے پردے کے اعضاء اور جنوں کی نظروں کے درمیان یہ چیز پردہ بن جاتی ہے کہ جب کوئی بیت الخلا میں داخل ہو تو بسم اللہ کہے۔'' دل کے تصور اور استحضار پر قول کا اطلاق مشکل ہے اور جب مقصد ہی پورا نہیں ہو سکتا تو پھر استحضار کا مسئلہ بے معنی معلوم ہوتا ہے، اس لیے راجح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص بھول کی تلافی کرنا چاہتا ہے تو وہ باہر نکل کر دعا پڑھ کر دوبارہ داخل ہو جائے، ورنہ پھر اسے بھول کی بنا پر معذور سمجھا جائے گا۔ والله أعلم. ③ اصول حدیث کی رو سے کسی حدیث کے متن یا سند میں اختلاف کو اضطراب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر اضطراب ختم ہو سکتا ہو تو اضطراب

ختم یا دور ہو جانے کے بعد حدیث صحیح شمار ہوگی اور اگر اضطراب ختم نہ ہو سکے تو حدیث ضعیف اور نا قابل استدلال ہوگی۔ فی الباب کی اس حدیث کے اضطراب کا حل یہ ہے کہ اسے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی مسند بنانا وہم ہے۔ یہ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ہی کی مسند ہے۔ پھر قتادہ کے بارے میں جو اختلاف ہے، اس کا حل یہ ہے کہ قتادہ نے براہ راست بھی سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے سنا ہے اور قاسم اور نضر کے واسطے سے بھی سنا ہے، اس لیے کبھی وہ یہ واسطہ ذکر کر دیتے ہیں اور کبھی نہیں کرتے، لہٰذا یہ روایت صحیح اور قابلِ استدلال ہے۔

٦- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ [الْبَصْرِيُّ]: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ».

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[6] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب بیت الخلا میں داخل ہونا چاہتے تو یہ دعا پڑھتے: [اَللّٰهُمَّ، إِنِّي أَعُوذُبِكَ ...] ”اے اللہ! میں خبیث جنوں اور جنیوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔“

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فوائد و مسائل: ① شیطان انسان کا سخت دشمن ہے جس کا مقابلہ کرنے کے لیے انسان کو ہر وقت تیار رہنا چاہیے اور اس سے بچنے کا سب سے بڑا اور مؤثر ہتھیار اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے بلکہ وہ مضبوط قلعہ ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کی توفیق اور پناہ کے بغیر اس سے نہیں بچ سکتا، اس لیے انسان کو اس دعا کا ہر صورت التزام کرنا چاہیے۔ ② بعض روایات میں شیطان سے اللہ کی پناہ میں آنے کا حکم بھی ہے۔ (سنن أبي داود، الطهارة، حديث:4) ③ اکثر لوگ بالخصوص دیہاتوں میں جنوں اور شیطانوں کی ستم گری کا نشانہ بنتے ہیں، جیسے جادو اور آسیب وغیرہ کا۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ لوگ ان مسنون دعاؤں سے غفلت برتتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ جنوں کی طرح طرح کی ایذا رسانیوں اور تکلیفوں کا نشانہ بن جاتے ہیں۔

(المعجم ٥) بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ (التحفة ٥)

باب:5- بیت الخلا سے نکل کر کون سی دعا پڑھے؟

٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ إِسْرَائِيلَ [بْنِ يُونُسَ]، عَنْ يُوسُفَ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ [رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا] قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ:

[7] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ جب بیت الخلا سے نکل آتے تو فرماتے: ”[غُفْرَانَكَ]“ (اے اللہ!) میں تجھ سے بخشش کا طلب گار ہوں۔“

٦ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب ما يقول إذا أراد دخول الخلاء، ح: ٣٧٥ من حديث حماد بن زيد والبخاري، الوضوء، باب ما يقول عند الخلاء، ح: ١٤٢ من حديث عبدالعزيز بن صهيب به.

٧ـ أخرجه أبو داود، الطهارة، باب ما يقول الرجل إذا خرج من الخلاء، ح: ٣٠ وابن ماجه، ح: ٣٠٠ من حديث إسرائيل به وهو في العلل المتناهية من طريق الترمذي، ١/ ٣٣٠، ح: ٥٤٠ وصححه ابن خزيمة: ١/ ٤٨، ح: ٩٠ وابن حبان [الإحسان] ح: ١٤٤١ والحاكم: ١/ ١٥٨ والذهبي وغيرهم.

«غُفْرَانَكَ».

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ حَسَنٌ، لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ إِسْرَائِيلَ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ: وَأَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسَى اسْمُهُ عَامِرُ بْنُ عَبْدِاللهِ بْنِ قَيْسٍ الْأَشْعَرِيُّ. وَلَا يُعْرَفُ فِي هٰذَا الْبَابِ إِلَّا حَدِيثُ عَائِشَةَ [رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ].

امام ابوعیسیٰ (ترمذی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس روایت کو اسرائیل کے طریق ہی سے جانتے ہیں۔ وہ اسے یوسف بن ابوبردہ سے نقل کرتے ہیں اور ابوبردہ بن ابوموسیٰ کا نام عامر بن عبداللہ بن قیس اشعری ہے۔ اور اس مسئلے میں صرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی حدیث معروف ہے۔

فوائد و مسائل: ① قضائے حاجت کے ذریعے سے انسان اپنے جسم سے وہ فضلات خارج کرتا ہے جن کا اخراج انسان کی صحت و زندگی کے لیے ضروری ہے۔ اگر انسان کے جسم سے پاخانہ یا پیشاب نہ نکلے تو انسان بیمار پڑ جاتا ہے اور جب تک ان کا اخراج عمل میں نہ آئے تو وہ مضطرب اور پریشان رہتا ہے، اسے چین اور آرام نصیب نہیں ہوتا، اس لیے فضلات کا نکلنا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت اور احسان ہے۔ ② غُفْرَانَكَ کا لفظ شکر کا مفہوم ادا کرتا ہے جیسا کہ سیبویہ نے اہل عرب سے محاورہ نقل کیا ہے: [غُفْرَانَكَ لَا كُفْرَانَكَ] ''ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں تیری نمک حرامی اور ناشکری نہیں کرتے۔'' (معارف السنن: 84/1) [غُفْرَانَكَ] سبحان اللہ اور معاذ اللہ کی طرح فعل محذوف کا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، یعنی اِغْفِرْ غُفْرَانَكَ جیسا کہ سیبویہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ ③ ''حسن غریب'' امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن کی تعریف یہ کی ہے کہ جس حدیث کی سند میں مُتَّهَمٌ بِالْكَذِبِ راوی نہ ہو، وہ حدیث شاذ بھی نہ ہو اور ایک سے زائد سندوں سے منقول ہو۔ اور غریب کی تین صورتیں بیان کی ہیں: * ''بعض دفعہ حدیث اس لیے غریب ہوتی ہے کہ وہ ایک ہی راوی سے منقول ہوتی ہے۔'' * کسی حدیث میں کوئی ایسا ٹکڑا موجود ہوتا ہے جو ایک راوی کے سوا کوئی دوسرا بیان نہیں کرتا، حالانکہ یہ حدیث بہت سے راوی بیان کرتے ہیں، اس اضافے کی وجہ سے اس کو غریب کہہ دیا جاتا ہے۔ * ''بعض دفعہ حدیث کئی سندوں سے منقول ہوتی ہے لیکن کسی ایک سند میں کسی زیادتی (اضافے) کی وجہ سے اس کو غریب کہہ دیا جاتا ہے۔'' اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ جہاں حسن کے ساتھ غریب کا اضافہ کرتے ہیں وہاں آخری دونوں صورتوں میں سے کوئی ایک صورت مراد ہوتی ہے، یعنی اصل حدیث متعدد طرق سے منقول ہوتی ہے لیکن کسی سند یا متن میں کوئی اضافہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے امام صاحب اسے غریب کہہ دیتے ہیں جیسا کہ انھوں نے اپنی تالیف کتاب العلل میں تینوں صورتوں کو مثالوں سے واضح کیا ہے۔ ...... غُفْرَانَكَ کے الفاظ کے ساتھ یہ روایت کسی اور صحابی سے مروی نہیں ہے۔ اگرچہ اور دعائیں دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں، مگر سنداً وہ سب ضعیف ہیں۔

(المعجم ۶) بَابٌ: [فِي] النَّهْيِ عَنِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ (التحفۃ ۶)

باب: 6- پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت قبلے کی طرف رخ کرنے کی ممانعت

٨- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ وَّلَا بَوْلٍ، وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا، وَلٰكِنْ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا»، قَالَ أَبُو أَيُّوبَ: فَقَدِمْنَا الشَّأْمَ فَوَجَدْنَا مَرَاحِيضَ قَدْ بُنِيَتْ مُسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةِ، فَنَنْحَرِفُ عَنْهَا وَنَسْتَغْفِرُ اللهَ.

[8] سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم قضائے حاجت کے لیے (بیت الخلا) آؤ تو پاخانہ اور پیشاب کرتے وقت قبلے کی طرف نہ منہ کرو اور نہ پشت لیکن مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرو۔'' سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم شام کے علاقے میں آئے تو ہم نے بیت الخلا قبلہ رخ تعمیر کیے ہوئے پائے تو ہم ان میں رخ پھیر کر بیٹھتے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتے تھے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَفِي الْبَابِ: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ [بْنِ جَزْءٍ الزُّبَيْدِيِّ]، وَمَعْقِلِ بْنِ أَبِي الْهَيْثَمِ - وَيُقَالُ: مَعْقِلُ بْنُ أَبِي مَعْقِلٍ - وَأَبِي أُمَامَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَسَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى]: حَدِيثُ أَبِي أَيُّوبَ أَحْسَنُ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ وَأَصَحُّ. وَأَبُو أَيُّوبَ اسْمُهُ خَالِدُ بْنُ زَيْدٍ، وَالزُّهْرِيُّ اسْمُهُ مُحَمَّدُ ابْنُ مُسْلِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيُّ وَكُنْيَتُهُ أَبُو بَكْرٍ. قَالَ أَبُو الْوَلِيدِ الْمَكِّيُّ: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ [مُحَمَّدُ بْنُ إِدْرِيسَ] الشَّافِعِيُّ: إِنَّمَا مَعْنٰى قَوْلِ النَّبِيِّ - ﷺ - «لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ وَّلَا بَوْلٍ وَّلَا تَسْتَدْبِرُوهَا»: إِنَّمَا هٰذَا فِي الْفَيَافِي، وَأَمَّا فِي الْكُنُفِ الْمَبْنِيَّةِ، لَهُ رُخْصَةٌ فِي أَنْ يَّسْتَقْبِلَهَا. وَهٰكَذَا قَالَ إِسْحٰقُ [بْنُ إِبْرَاهِيمَ]. وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ [رَحِمَهُ اللهُ]: إِنَّمَا الرُّخْصَةُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فِي اسْتِدْبَارِ الْقِبْلَةِ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ، فَأَمَّا اسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ فَلَا يَسْتَقْبِلُهَا،

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی، معقل بن ابوہیثم، جنھیں معقل بن ابو معقل بھی کہا جاتا ہے، ابو امامہ، ابوہریرہ اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہم سے روایات منقول ہیں۔ نیز امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سب سے عمدہ اور صحیح ترین روایت سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ کی ہے۔ اور ابوایوب کا نام خالد بن زید ہے اور زہری کا نام محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن شہاب زہری اور کنیت ابوبکر ہے۔ (فقیہ) ابوالولید مکی کہتے ہیں: امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: نبی ﷺ کے فرمان: ''پاخانہ اور پیشاب کرتے وقت قبلے کی طرف منہ نہ کرو اور نہ اس کی طرف پشت کرو'' کا مقصد صرف یہ ہے کہ صحرا اور جنگل میں اس طرح نہ کرو، رہے وہ بیت الخلا جو اس مقصد کے لیے تعمیر کیے گئے ہیں تو ان میں قبلہ رخ ہوکر بیٹھنے کی اجازت ہے اور یہی قول اسحق بن ابراہیم، یعنی امام راہویہ کا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے

٨- أخرجه البخاري، الصلاة، باب قبلة أهل المدينة وأهل الشام والمشرق، ح: ٣٩٤ ومسلم، الطهارة، الاستطابة، ح: ٢٦٤ من حديث سفيان بن عيينة به * وفي الباب عن عبدالله بن الحارث بن جزء الزبيدي [ابن ماجه، ح: ٣١٧] ومعقل، [أبو داود، ح: ١٠ وابن ماجه: ٣١٩] وأبي أمامة [لم نجده] وأبي هريرة [مسلم، ح: ٢٦٥ وسهل بن حنيف [أحمد: ٣/ ٤٨٧ والدارمي، ح: ٦٧٠، ٦٧١].

كَأَنَّهُ لَمْ يَرَ فِي الصَّحْرَاءِ وَلَا فِي الْكَنِيفِ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ.

ہیں: نبی ﷺ نے پاخانہ اور پیشاب کرتے وقت قبلے کی طرف صرف پشت کر کے بیٹھنے کی اجازت دی ہے جبکہ قبلے کی طرف منہ کرنا جائز نہیں، گویا ان کے نزدیک صحرا اور بیت الخلا میں قبلہ رخ ہو کر بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے۔

لغوی تشریح: [اَلْغَائِط] نشیبی جگہ۔ چونکہ اہل عرب قضائے حاجت کے لیے نشیبی جگہ میں بیٹھتے تھے، اس لیے بیت الخلا کے لیے غائط کا لفظ استعمال ہونے لگا۔ بعض دفعہ غائط کا لفظ پاخانہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس حدیث میں پہلی جگہ پہلے معنی مراد ہیں اور دوسری جگہ دوسرے معنی۔ [شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا] ''مشرق کا رخ کرو یا مغرب کا'' اس حکم کا تعلق اہل مدینہ سے ہے کیونکہ وہاں سے قبلہ جنوب میں واقع ہے اور جن مقامات پر قبلہ مشرق یا مغرب میں ہے وہاں شمالاً یا جنوباً بیٹھنا ہوگا کیونکہ اصل مقصد احترامِ قبلہ ہے۔ [مَرَاحِيض] مِرْحَاضٌ کی جمع ہے۔ مراد بیت الخلا ہیں لیکن چونکہ رَحَضَ کے معنی دھونا ہیں، اس لیے بعض اوقات اس سے مراد غسل خانہ بھی ہوتا ہے۔ [فَنَنْحَرِفُ عَنْهَا] عنھا کا مرجع اگر قبلہ کو بنائیں تو معنی یہ ہوں گے: ان قبلہ رخ بنی ہوئی جگہوں میں ہم قبلے کے رخ سے ہٹ جاتے تھے لیکن چونکہ مکمل طور پر رخ موڑ ناممکن نہ ہوتا تھا، اس لیے ہم اللہ تعالیٰ سے معافی کے طلب گار بھی ہوتے تھے۔ اور اگر ضمیر کا مرجع مراحیض کو بنائیں تو معنی ہوں گے: ہم ان جگہوں میں قضائے حاجت کے لیے جاتے تھے اور ایک غلط چیز اور نافرمانی کا کام دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے معافی کی درخواست کرتے یا آغاز میں بے دھیانی سے قبلہ رخ ہو کر بیٹھ جاتے، خیال آنے پر رخ تبدیل کر لیتے اور اپنے ابتدائی فعل کی معافی مانگتے تھے۔

فائدہ: ''استقبال و استدبار'' یعنی قضائے حاجت کے وقت قبلے کی طرف رخ یا پشت کرنے کے بارے میں فقہاء کے مختلف اقوال ہیں جن میں قابل ذکر درج ذیل ہیں: * استقبال اور استدبار دونوں ہر صورت میں منع ہیں، خواہ صحرا اور کھلی جگہ ہو یا بند جگہ اور آبادی۔ امام ابوحنیفہ، امام ابن حزم اور امام ابن قیم ؒ کا موقف یہی ہے۔ * کھلی جگہ اور صحرا میں استقبال اور استدبار دونوں ناجائز، البتہ بند جگہ اور آبادی میں دونوں جائز ہیں۔ امام بخاری ؒ نے اسی موقف کو اختیار کیا ہے۔ * استقبال ہر صورت میں ناجائز اور استدبار بند جگہ اور آبادی میں جائز ہے لیکن کھلی جگہ اور صحرا میں ناجائز۔ یہ امام ابو یوسف کا خیال ہے۔ اور امام ابوحنیفہ ؒ کا ایک قول بھی یہی ہے۔ * استقبال اور استدبار ہر صورت میں مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ بیت اللہ کی تعظیم و توقیر کے منافی ہے۔ شاہ ولی اللہ ؒ نے اس کو ترجیح دی ہے۔ صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ اگر استقبال اور استدبار حرام نہیں تو ادب و احترام کے منافی ضرور ہے، اس لیے جہاں تک ممکن ہو قبلے کی طرف قضائے حاجت کے وقت رخ یا پشت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اصل مقصد تو جہتِ قبلہ کا احترام ہے جو صحرا اور آبادی میں یکساں ہے۔ سیدنا ابو ایوب ؓ کی متفق علیہ قولی روایت کا بھی یہی تقاضا ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ...) بَابُ مَا جَاءَ مِنَ الرُّخْصَةِ فِي ذٰلِكَ (التحفة ...)

باب: 7- قبلہ کی طرف رخ یا پشت کرنے کی رخصت

٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى، قَالَا: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ مُّحَمَّدِ ابْنِ إِسْحٰقَ، عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ مُّجَاهِدٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نَّسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِبَوْلٍ، فَرَأَيْتُهُ قَبْلَ أَنْ يُّقْبَضَ بِعَامٍ يَّسْتَقْبِلُهَا.

[9] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہمیں پیشاب کرتے وقت قبلے کی طرف منہ کرنے سے منع فرمایا۔ پھر میں نے آپ ﷺ کو آپ کی وفات سے ایک سال پہلے اس (قبلے) کی طرف رخ کرتے دیکھا۔

وَفِي الْبَابِ: عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، وَعَائِشَةَ، وَعَمَّارِ [بْنِ يَاسِرٍ]. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ جَابِرٍ فِي هٰذَا الْبَابِ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

اس باب میں سیدنا ابوقتادہ، سیدہ عائشہ اور سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم سے احادیث مروی ہیں۔امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت حسن غریب ہے۔

فوائد ومسائل: ① سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کا فعل نقل کرتے ہیں اور یہ فعل کسی عذر کی بنا پر بھی ہوسکتا ہے اور بیان جواز کے لیے بھی، اس لیے یہ آپ ﷺ کے اس فرمان کے مخالف نہیں جو پیچھے گزرا ہے۔منع کا حکم اس فعل کی وجہ سے نہی تنزیہی پر محمول ہو گا۔ ② مذکورہ آنے والی دونوں احادیث سے اگرچہ قبلے کی طرف رخ اور پشت کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے اور نہی حرمت کے لیے نہیں رہتی، لیکن اگر کوئی شخص اس سے بچتا ہے تو اسے ہر بار ایک نیکی ملتی ہے اور ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: [مَنْ لَّمْ يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَمْ يَسْتَدْبِرْهَا فِي الْغَائِطِ كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ وَّمُحِيَ عَنْهُ سَيِّئَةٌ] ''جو شخص قضائے حاجت کرتے وقت قبلے کی طرف منہ اور پیٹھ نہ کرے اس کے لیے (ہر بار) ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اس کی ایک برائی مٹا دی جاتی ہے۔'' (المعجم الأوسط للطبراني:362/1 حديث: 1321، والصحيحة للألباني: 88/3)

١٠- وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ: أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَبُولُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ - أَخْبَرَنَا بِذٰلِكَ قُتَيْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ.

[10] یہی روایت ابن لہیعہ، ابوزبیر عن جابر کے واسطے سے سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی ﷺ کو قبلہ رخ ہوکر پیشاب کرتے دیکھا ہے۔ یہ حدیث ہمیں ابن لہیعہ سے قتیبہ نے بیان کی ہے۔

وَحَدِيثُ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ

لیکن سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ابن لہیعہ کی روایت کے

٩ـ أخرجه أبو داود، الطهارة، باب الرخصة في ذلك، ح: ١٣ وابن ماجه، ح: ٣٢٥ عند محمد بن بشار به وابن إسحاق صرح بالسماع عند أحمد: ٣/ ٣٦٠ والحديث صححه ابن خزيمة: ١/ ٣٤ وابن حبان (موارد): ١٣٤ وابن الجارود، ح: ٣١ والحاكم: ١/ ١٥٤ والذهبي وغيرهم * وفي الباب عن أبي قتادة [يأتي بعده برقم: ١٠] وعائشة [ابن ماجه، ح: ٣٢٤] وعمار بن ياسر [ابن عدي في الكامل: ٢/ ٥٦٠ والطبراني في الكبير].

١٠ـ انظر الحديث السابق.

ابْنِ لَهِيعَةَ، وَابْنُ لَهِيعَةَ ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ، ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ وَغَيْرُهُ [مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ].

مقابلے میں زیادہ صحیح ہے۔ ابن لہیعہ، محدثین کے ہاں ضعیف ہے۔ یحییٰ بن سعید قطان وغیرہ نے اس کے حافظے کی وجہ سے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

فائدہ: مذکورہ مسئلہ درست ہے لیکن اسے سیدنا ابوقتادہ ؓ کی مسند بنانا محل نظر ہے۔ ابن لہیعہ کے علاوہ دوسرے راوی اسے سیدنا جابر ؓ کی مسند بناتے ہیں جو کہ درست ہے جیسا کہ امام ترمذی ؒ نے بھی اس کی وضاحت کی ہے۔ اسی لیے شیخ البانی ؒ نے اسے سیدنا ابوقتادہ ؓ کی مسند بنانے کو محل نظر قرار دیا ہے۔

١١- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ [بْنُ سُلَيْمَانَ] عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَمِّهِ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: رَقِيتُ يَوْمًا عَلٰى بَيْتِ حَفْصَةَ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلٰى حَاجَتِهِ مُسْتَقْبِلَ الشَّأْمِ مُسْتَدْبِرَ الْكَعْبَةِ.

[11] سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں، میں ایک دن سیدہ حفصہ ؓ کے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے نبی ﷺ کو شام کی طرف رخ کر کے، کعبے کی طرف پشت کیے ہوئے قضائے حاجت کرتے دیکھا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ ؒ کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فوائد و مسائل: ① مدینہ طیبہ سے بیت اللہ جنوب میں واقع ہے اور بیت المقدس شمال میں، اس لیے اگر بیت المقدس کی طرف رخ ہو تو پشت بیت اللہ کی طرف ہوگی۔ ② مسئلہ مذکورہ میں اگرچہ شدید اختلاف ہے۔ ائمہ محدثین اور فقہاء کی اس بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں حتی کہ صحابہ کرام ؓ بھی اس مسئلے میں ایک دوسرے سے مختلف رائے رکھتے ہیں۔ یہ اختلاف یقیناً دلائل کی بنا پر ہے اور یہ دلائل دو طرح سے مروی ہیں: * استقبال و استدبار کی حرمت کے دلائل۔ * جواز کے دلائل۔ پھر حرمت کے دلائل قولی احادیث ہیں جبکہ جواز کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا عمل ہے۔ دونوں طرح کی احادیث صحیح اور ثابت ہیں۔ اس تعارض اور اختلاف کو حل کرنے کے لیے فقہاء و محدثین نے مختلف طریقے اختیار کیے ہیں۔ محدثین کا طریقہ یہ ہے کہ جب دلائل ایک دوسرے سے ٹکراتے ہوں اور صحیح بھی ہوں تو وہ سب سے پہلے جمع و تطبیق کی کوشش کرتے ہیں ورنہ ترجیح دینے کا پہلو اختیار کرتے ہیں اور اگر ایسا بھی ممکن نہ ہو تو پھر ناسخ اور منسوخ جاننے کے لیے کوشش کرتے ہیں اور آخری درجہ توقف کا ہے یہاں تک کہ کسی ایک پہلو کو راجح کرنے والی دلیل آ جائے۔ مثال کے لیے محدثین کی اپنی احادیث کی کتابوں میں قائم کردہ ابواب، مسئلہ مذکورہ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اصول فقہ کا یہ بھی قاعدہ ہے کہ [اَلْإِعْمَالُ خَيْرٌ مِّنَ الْإِهْمَالِ] کہ جب تک دونوں احادیث پر عمل ممکن ہو کسی ایک کو ساقط قرار دینا درست نہیں۔ احناف نے سیدنا ابوایوب ؓ کی روایت کو راجح قرار دے کر باقی روایات کو ساقط العمل قرار دیا اور ان کی بے جا تاویل کی جبکہ محدثین نے جمہور کے قاعدے کے مطابق جمع و تطبیق والی صورت اختیار کی جو حق ہے۔ اس طرح کہ نہی کراہت پر محمول ہوگی اور فعل جواز کے لیے ہوگا۔ ③ بعض حضرات نے سیدنا ابن عمر اور

١١ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب التبرز في البيوت، ح:١٤٨ ومسلم، الطهارة، باب الاستطابة، ح:٢٦٦ من حديث عبيدالله بن عمر به.

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی احادیث کی بے جا تاویلات کی ہیں اور ان کو رد کرنے کے لیے کئی احتمالات ذکر کیے ہیں، مثلاً: پہلا احتمال یہ ذکر کیا گیا ہے کہ شاید نبی ﷺ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر بتقاضائے حیا اپنی ہیئت بدل لی اور استدبار متحقق ہو گیا ہو۔ کیا محض ظن کی بنا پر یہ کہنا درست ہے کہ صحابیٔ رسول تو فرمائے کہ میں نے ایسے دیکھا ہے اور ہم کہیں نہیں شاید اس نے ایسے نہ دیکھا ہو تو گویا ہم اپنے ظن کو صحابی کے یقین پر ترجیح دے رہے ہیں۔ پھر رسول اکرم ﷺ اگر کھانا کھانے والے بچے کا ہاتھ پکڑ کر یہ بتا سکتے ہیں کہ اللہ کا نام لے کر کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ تو آپ ﷺ نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ تعلیم نہ دی کہ کوئی پیشاب کر رہا ہو تو اسے نہیں دیکھتے اور کیا سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کو بھی وہم ہو گیا؟ دوسرا احتمال یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ممکن ہے نبی ﷺ پورے مستدبر نہ ہوں بلکہ کعبے سے منحرف ہوئے ہوں اور سیدنا ابن عمر اس انحراف کا ادراک نہ کر پائے ہوں۔ پھر مسئلے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ عین قبلہ رخ پیشاب کرنا منع ہے جہت قبلہ کی جانب نہیں۔ عین قبلہ کا مفروضہ بھی بے اصل ہے۔ حدیث میں مطلق طور پر لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ کے الفاظ ہیں۔ اب قبلہ کیا ہے؟ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: [مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ] ''مشرق و مغرب کا درمیانی خلا قبلہ ہے۔'' (جامع الترمذي، حديث:342) اگر مراد عین قبلہ ہے تو پھر کوئی بھی شخص شاید ایسے نہ کرتا ہو۔ اسے عین قبلہ کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کو تو اس کا علم نہ ہو سکا اور ہم نے محض ظن کی بنیاد پر تصور کر لیا۔ تیسرا احتمال یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ ممکن ہے یہ رسول اکرم ﷺ کا خاصا ہو۔ یہ احتمال بھی قابل التفات نہیں کیونکہ اصول فقہ کا یہ قاعدہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے تمام افعال میں متابعت درست ہے الا یہ کہ خصوصیت کی کوئی دلیل ہو۔ [الوصول إلى الأصول، لشرف الإسلام أبي الفتح أحمد بن علي بن برهان البغدادي] یہاں اسے رسول اکرم ﷺ کا خاصا قرار دینے کے لیے مستقل دلیل کی ضرورت ہے جو کہ نہیں ہے، لہٰذا فعل کو بیان جواز اور نہی کو نہی تنزیہی پر محمول کرنا ہی اولیٰ ہے۔ اگر ایسی ہی تاویلات اور احتمالات کی بنا پر صحیح احادیث کو ساقط العمل قرار دینا شروع کر دیا جائے تو یہ احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ ضائع کرنے کے مترادف اور منکرین حدیث اور مستشرقین کے عقیدۂ باطل کو تقویت دینا ہے جو پہلے ہی دین اسلام میں شکوک و شبہات پیدا کرنے میں دن رات سرگرم عمل ہیں۔ أَعَاذَنَا اللهُ مِنه.

(المعجم ٨) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ قَائِمًا (التحفة ٨)

باب:8۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا منع ہے

١٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ عَنِ

[12] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جو شخص تمھیں یہ

١٢ـ أخرجه النسائي: ١/ ٢٦، ح: ٢٩، الطهارة، باب البول في البيت جالسًا، عن علي بن حجر به و صححه ابن حبان (الإحسان): ١٤٢٧ ورواه إسرائيل عن المقدام به، السنن الكبرى للبيهقي: ١/ ١٠١، ١٠٢ * وفي الباب عن عمر [ابن ماجه، ح: ٣٠٨] وبريدة [الأوسط للطبراني: ٦/ ٤٧١، ح: ٥٩٩٥ والبزار، [كشف الأستار]: ١/ ٢٦٦، ح: ٥٤٧] وعبدالرحمن بن حسنة [أبو داود، ح: ٢٢ وابن ماجه، ح: ٣٤٦ وغيرهما] * حديث عمر سنده ضعيف، [وأخرجه ابن ماجه. ح: ٣٠٨] حديث عبيدالله عن نافع عن ابن عمر، [أخرجه البزار (كشف الأستار): ١/ ١٣٠، ح: ٢٤٤ وابن أبي شيبة: ١/ ١٢٤، ح: ١٣٢٤] وسنده صحيح، وحديث ابن مسعود [أخرجه الطبراني في الكبير: ٩/ ٣٤٧، ح: ٩٥٠١، ٩٥٠٣] وسنده ضعيف من أجل الانقطاع.

الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَنْ حَدَّثَكُمْ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَبُولُ قَائِمًا فَلَا تُصَدِّقُوهُ، مَا كَانَ يَبُولُ إِلَّا قَاعِدًا.

بتائے کہ نبی ﷺ کھڑے ہوکر پیشاب کرتے تھے تو تم اس کی تصدیق نہ کرو، آپ ﷺ بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے تھے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ، وَبُرَيْدَةَ [وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَسَنَةَ]. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَائِشَةَ أَحْسَنُ شَيْءٍ فِي الْبَابِ وَأَصَحُّ. وَحَدِيثُ عُمَرَ إِنَّمَا رُوِيَ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْكَرِيمِ بْنِ أَبِي الْمُخَارِقِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ قَالَ: رَآنِي النَّبِيُّ ﷺ [وَأَنَا] أَبُولُ قَائِمًا، فَقَالَ: «يَا عُمَرُ! لَا تَبُلْ قَائِمًا»، فَمَا بُلْتُ قَائِمًا بَعْدُ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَإِنَّمَا رَفَعَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَبْدُ الْكَرِيمِ بْنُ أَبِي الْمُخَارِقِ، وَهُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ: ضَعَّفَهُ أَيُّوبُ السَّخْتِيَانِيُّ وَتَكَلَّمَ فِيهِ. وَرَوٰى عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ عُمَرُ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ]: مَا بُلْتُ قَائِمًا مُنْذُ أَسْلَمْتُ، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْكَرِيمِ، وَحَدِيثُ بُرَيْدَةَ فِي هٰذَا غَيْرُ مَحْفُوظٍ، وَمَعْنَى النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ قَائِمًا: عَلَى التَّأْدِيبِ لَا عَلَى التَّحْرِيمِ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: إِنَّ مِنَ الْجَفَاءِ أَنْ تَبُولَ وَأَنْتَ قَائِمٌ.

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس مسئلے میں سیدنا عمر، سیدنا بریدہ اور سیدنا عبدالرحمن بن حسنہ رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔ نیز امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سب سے عمدہ اور صحیح تر روایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی روایت عبدالکریم بن ابومخارق نے نافع عن ابن عمر عن عمر بیان کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے نبی ﷺ نے کھڑے ہوکر پیشاب کرتے دیکھا تو فرمایا: ''اے عمر! کھڑے ہوکر پیشاب نہ کرو۔'' میں نے پھر کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہیں کیا۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس حدیث کو مرفوعاً صرف عبدالکریم بن ابومخارق بیان کرتا ہے جو محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ اسے ایوب سختیانی نے ضعیف قرار دیا ہے اور اس پر جرح کی ہے۔ عبیداللہ، نافع سے اور وہ ابن عمر سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول بیان کرتے ہیں کہ میں نے اسلام لانے کے بعد کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہیں کیا۔ یہ (موقوف حدیث) عبدالکریم کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث محفوظ نہیں ہے۔ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی ممانعت کا مقصد اس کی حرمت بیان کرنا نہیں بلکہ ادب اور سلیقہ بتانا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کھڑے ہوکر پیشاب کرنا جاہل اور بے وقوف لوگوں کا کام ہے۔

لغوی تشریح: [جَفَا] کھردرا پن، درشتی یا اکھڑپن، بدخلق وتندمزاج۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ یہی تھی کہ آپ ﷺ ہمیشہ بیٹھ کر ہی پیشاب کیا کرتے تھے۔ وقار و ادب اور شائستگی کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اگر آپ ﷺ نے ایک بار ضرورت یا مناسب جگہ نہ ہونے کی وجہ سے یا بیان جواز کے

لیے کھڑے ہوکر پیشاب کیا ہے تو اسے عادت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ امام احمد، سعید بن مسیب اور سیدنا عروہ بن زبیر رحمہم اللہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنا جائز سمجھتے تھے۔ ظاہر بات ہے، یہ جواز اسی صورت میں ہوگا جب چھینٹے پڑنے کا احتمال نہ ہو جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ ② عبدالکریم جن کی کنیت ابوامیہ ہے، انتہائی متقی اور پرہیز گار انسان تھے لیکن ان کا حافظہ کمزور تھا، اس لیے بقول ابن عبدالبر وہ بالاتفاق ضعیف ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کوکسی علت کی بنا پر غیر محفوظ قرار دیا ہے جبکہ بقول علامہ عینی، مسند بزار کی سند میں بظاہر کوئی عیب نہیں۔ (جامع الترمذي بتحقيق أحمد شاكر: 18/1) والله أعلم.

(المعجم ۹) بَابُ مَا جَاءَ مِنَ الرُّخْصَةِ فِي ذٰلِكَ (التحفة ۹)

باب: 9۔ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی رخصت کا بیان

١٣- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَتَى سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ عَلَيْهَا قَائِمًا، فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوءٍ، فَذَهَبْتُ لِأَتَأَخَّرَ عَنْهُ، فَدَعَانِي حَتّٰى كُنْتُ عِنْدَ عَقِبَيْهِ [فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ].

[13] سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک قوم کے کوڑا کرکٹ کے ڈھیر کے پاس آئے اور کھڑے ہوکر پیشاب کیا، چنانچہ میں آپ کے لیے پانی لایا، پھر آپ سے پیچھے ہٹنے لگا تو آپ نے مجھے بلایا حتی کہ میں آپ کے پیچھے کھڑا ہوگیا، پھر آپ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَسَمِعْتُ الْجَارُودَ يَقُولُ: سَمِعْتُ وَكِيعًا يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ عَنِ الْأَعْمَشِ، ثُمَّ قَالَ وَكِيعٌ: هٰذَا أَصَحُّ حَدِيثٍ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، فِي الْمَسْحِ، وَسَمِعْتُ أَبَا عَمَّارٍ الْحُسَيْنَ بْنَ حُرَيْثٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ وَكِيعًا، فَذَكَرَ نَحْوَهُ]. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَهٰكَذَا رَوٰى مَنْصُورٌ وَعُبَيْدَةُ الضَّبِّيُّ عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، مِثْلَ رِوَايَةِ الْأَعْمَشِ. وَرَوٰى حَمَّادُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ وَعَاصِمُ بْنُ بَهْدَلَةَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَحَدِيثُ أَبِي وَائِلٍ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے جارود سے سنا، انھوں نے وکیع کو اعمش سے یہ حدیث بیان کرتے سنا۔ پھر اعمش کی اسی روایت کے بارے میں امام وکیع کا قول نقل کرتے ہیں کہ مسح کے بارے میں نبی ﷺ سے سب سے زیادہ صحیح روایت یہی ہے، نیز ابوعمار حسین بن حریث سے بھی وکیع کا یہ قول منقول ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: منصور اور عبیدہ ضبی بھی اسی (اعمش کی) طرح یہ روایت ابو وائل کے واسطے سے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔ اور حماد بن ابوسلیمان اور عاصم بن بہدلہ یہ روایت

١٣ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب البول قائمًا وقاعدًا، ح: ٢٢٤ ومسلم، الطهارة، باب المسح على الخفين، ح: ٢٧٣ من حديث الأعمش به ﷺ حديث حماد بن أبي سليمان، [أخرجه أحمد: ٤/ ٢٤٦] وحديث عاصم بن بهدلة [أخرجه ابن ماجه، ح: ٣٠٦ وسنده حسن].

عَنْ حُذَيْفَةَ أَصَحُّ. وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْبَوْلِ قَائِمًا. [قَالَ أَبُوعِيسٰى: وَعَبِيدَةُ بْنُ عَمْرٍو السَّلْمَانِيُّ رَوٰى عَنْهُ إِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ، وَعَبِيدَةُ مِنْ كِبَارِ التَّابِعِينَ، يُرْوٰى عَنْ عَبِيدَةَ أَنَّهُ قَالَ: أَسْلَمْتُ قَبْلَ وَفَاةِ النَّبِيِّ ﷺ بِسَنَتَيْنِ. وَعُبَيْدَةُ الضَّبِّيُّ صَاحِبُ إِبْرَاهِيمَ: هُوَ عُبَيْدَةُ بْنُ مُعَتِّبٍ الضَّبِّيُّ، وَيُكْنٰى أَبَا عَبْدِ الْكَرِيمِ].

ابووائل کے واسطے سے سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں لیکن ابووائل کی سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت زیادہ صحیح ہے۔ بعض اہل علم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی رخصت دی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبیدہ بن عمرو سلمانی کبار تابعین میں سے ہیں۔ ان سے ابراہیم نخعی روایت کرتے ہیں۔ عبیدہ سے مروی ہے کہ میں نبی ﷺ کی وفات سے دو سال پہلے ایمان لایا۔ ابراہیم نخعی کا شاگرد عبیدہ ضبی ہے جس کے باپ کا نام مُعَتِّب ضبی ہے اور اس کی کنیت ابوعبدالکریم ہے۔

لغوی تشریح: [سُبَاطَة] کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ۔ اسے اُردو میں گھورا کہتے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ بالعموم نرم ہوتی ہے۔ وہاں چھینٹے اڑنے کا خطرہ نہیں ہوتا، اس لیے نبی ﷺ نے کسی عذر کے سبب یا بیان جواز کے لیے ایسے کیا۔ اور پردے کے لیے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے پشت کر کے کھڑے ہونے کا اشارہ فرمایا۔ راجح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ ضرورت کے وقت کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بلا کراہت جائز ہے بشرطیکہ چھینٹوں سے بچا جا سکتا ہو۔ ② بعض حضرات کا کہنا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا اب غیر مسلموں کا شعار بن چکا ہے، لہٰذا ممنوع ہے لیکن ان کی یہ بات درست نہیں۔ شعار، عربی زبان کا لفظ ہے جس سے مراد وہ کپڑا ہے جو جسم سے ملا ہوا ہو۔ اسی طرح وہ علامت جو جنگ میں اپنے ساتھیوں کو جاننے کے لیے مقرر کی جائے، شعار کہلاتی ہے۔ (معجم مقاييس اللغة، ماده شعر) اس تعریف کی روشنی میں اگر ہم غور کریں تو پتا چلتا ہے کہ کفار کی ہر عادت شعار میں داخل نہیں بلکہ ان کی وہ عادت جو ان کی پہچان ہو، اسے شعار کہیں گے، مثلاً: سکھوں کی کرپان وغیرہ۔ اگر غیر مسلموں کی پہچان میں یہ بات ہے کہ کافر وہ ہیں جو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہیں تو درست ہے ورنہ اسے شعار قرار دینا محل نظر ہے۔ ③ اعمش (راوی) زیادہ قابل اعتماد اور حافظے کے اعتبار سے ممتاز ہیں، اس لیے امام ترمذی رحمہ اللہ نے ان کی روایت کو اصح قرار دیا ہے اگرچہ دوسری روایت بھی صحیح ہے اور سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت متفق علیہ ہے، اس لیے کھڑے کھڑے پیشاب کرنے کے جواز میں شک نہیں، بشرطیکہ چھینٹوں سے بچنا ممکن ہو۔ ...... عَبِيدَہ اور عُبَيدَہ میں اشتباہ ہوسکتا ہے، اس لیے امام صاحب نے اس کی وضاحت فرما دی کہ عَبِيدَہ کبار تابعین میں سے ہے جبکہ عُبَيدَہ ضبی تبع تابعی اور ضعیف راوی ہے۔

(المعجم ١٠) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الْاِسْتِتَارِ عِنْدَ الْحَاجَةِ (التحفة ١٠)

باب: 10۔ قضائے حاجت کے وقت پردہ کرنا

١٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ [بْنُ سَعِيدٍ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ [الْمُلَائِيُّ] عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَرَادَ الْحَاجَةَ لَمْ يَرْفَعْ ثَوْبَهُ حَتّٰى يَدْنُوَ مِنَ الْأَرْضِ.

[14] سیدنا انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ قضائے حاجت کا ارادہ کرتے تو جب تک زمین کے قریب نہ ہو جاتے، اپنا کپڑا اوپر نہ اٹھاتے۔

قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰكَذَا رَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَنَسٍ هٰذَا الْحَدِيثَ. وَرَوٰى وَكِيعٌ وَ[أَبُو يَحْيٰى] الْحِمَّانِيُّ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَرَادَ الْحَاجَةَ لَمْ يَرْفَعْ ثَوْبَهُ حَتّٰى يَدْنُوَ مِنَ الْأَرْضِ. وَكِلَا الْحَدِيثَيْنِ مُرْسَلٌ، وَيُقَالُ: لَمْ يَسْمَعِ الْأَعْمَشُ مِنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَلَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَدْ نَظَرَ إِلٰى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: رَأَيْتُهُ يُصَلِّي، فَذَكَرَ عَنْهُ حِكَايَةً فِي الصَّلَاةِ. وَالْأَعْمَشُ اسْمُهُ سُلَيْمَانُ ابْنُ مِهْرَانَ، أَبُو مُحَمَّدٍ الْكَاهِلِيُّ وَهُوَ مَوْلًى لَهُمْ، قَالَ الْأَعْمَشُ: كَانَ أَبِي حَمِيلًا، فَوَرَّثَهُ مَسْرُوقٌ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: محمد بن ربیعہ نے بھی یہ حدیث اعمش سے سیدنا انس ؓ کے حوالے سے اسی طرح بیان کی ہے۔ وکیع اور ابویحییٰ حمانی نے یہ حدیث اعمش سے بیان کی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں: جب نبی ﷺ قضائے حاجت کا ارادہ کرتے تو جب تک زمین کے قریب نہ ہو جاتے، اپنا کپڑا نہ اٹھاتے۔ یہ دونوں حدیثیں مرسل، یعنی منقطع ہیں کیونکہ اعمش کا سیدنا انس ؓ یا کسی اور صحابی سے سماع ثابت نہیں، البتہ انھوں نے سیدنا انس بن مالک ؓ کو دیکھا ضرور ہے۔ انھوں نے کہا ہے: میں نے انھیں نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ اور ان سے نماز کے بارے میں ایک حکایت نقل کی۔ اعمش کا نام سلیمان بن مہران ابومحمد کاہلی ہے۔ وہ بنوکاہل کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اعمش کہتے ہیں: میرے باپ حمیل (اٹھالائے گئے) تھے۔ مسروق نے انھیں (ان کی ماں کا) وارث قرار دیا تھا۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قضائے حاجت کے وقت کپڑا زمین کے نزدیک ہوکر اٹھانا چاہیے۔ اور پردے کا مکمل خیال رکھنا چاہیے۔ ② ضرورت کے وقت انسان لباس اتار کر برہنہ ہوسکتا ہے لیکن بلاضرورت اسے تنہائی میں بھی برہنہ ہونے سے بچنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔ قابل ستر حصہ مردوں کو مردوں کے سامنے بھی نہیں کھولنا چاہیے۔ اسی طرح عورتوں کو بھی عورتوں کے سامنے قابل ستر حصہ کھولنے سے بچنا ضروری ہے۔ جب قضائے حاجت جو کہ ایک اہم ضرورت ہے، کے وقت حتی الوسع پردے کا حکم ہے تو عام حالات میں تو اس کا اہتمام ضروری ہے۔ یاد رہے کہ مرد کا قابل ستر حصہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے اور عورت ساری کی ساری پردہ ہے۔ ③ حمیل اس شخص کو کہتے ہیں جسے بچپن میں دارالحرب سے اپنی ماں کے ساتھ گرفتار کر کے دارالاسلام میں لایا جائے۔ اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ وہ اپنی

١٤ـ [حسن لغيره] أخرجه الدارمي: ١/ ١٧١، ح: ٦٧٢ من حديث عبدالسلام به وعلقه أبو داود، ح: ١٤ وله طريق آخر عند البيهقي: ١/ ٩٦ من حديث الأعمش عن قاسم بن محمد عن ابن عمر به.

ماں کا وارث ہوگا یا نہیں، شوافع اور محدثین کے نزدیک وہ اپنی ماں کا وارث ہوگا۔ امام مسروق کا یہی فتویٰ ہے اور یہی راجح ہے۔

④ امام مسروق رحمہ اللہ کو بچپن میں کسی نے اغوا کرلیا تھا، اس لیے وہ مسروق (چرایا ہوا) کے نام سے معروف ہوگئے۔ امام اعمش کو کاہلی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ بنوکاہل کے مولی (آزاد کردہ غلام) تھے۔ اس کو ولاء العتاقة کہتے ہیں۔ بعض اوقات کسی کے ہاتھ پر اسلام لانے والے کو بھی اس کا مولیٰ کہہ دیتے ہیں۔ اسے ولاء الاسلام کہتے ہیں جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ جعفی کہلاتے ہیں کیونکہ ان کے دادا یمان جعفی کے ہاتھوں مسلمان ہوئے تھے۔ اسی طرح حلیف ہونے اور دوستی کی بنا پر بھی مولیٰ کہہ دیا جاتا ہے۔ یہ ولاء الموالاۃ ہے جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ کو تیمی کہا جاتا ہے کیونکہ ان کا خاندان اصبح، قریش کے قبیلے تیم کا حلیف تھا۔ بعض دفعہ کسی کا رفیق اور مصاحب ہونے کی وجہ سے بھی اسے مولیٰ کہہ دیتے ہیں جس طرح ''مقسم'' کو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہنے کی بنا پر مولیٰ ابن عباس کہہ دیتے ہیں۔

(المعجم ١١) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] كَرَاهَةِ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْيَمِينِ (التحفة ١١)

باب: 11۔ دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے کی کراہت

١٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى أَنْ يَمَسَّ الرَّجُلُ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ.

[15] سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ انسان اپنے مخصوص عضو کو دائیں ہاتھ سے چھوئے۔

وَفِي [هٰذَا] الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَسَلْمَانَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَسَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَأَبُو قَتَادَةَ [الْأَنْصَارِيُّ] اسْمُهُ الْحَارِثُ بْنُ رِبْعِيٍّ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ [عَامَّةِ] أَهْلِ الْعِلْمِ: كَرِهُوا الْاِسْتِنْجَاءَ بِالْيَمِينِ.

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، سیدنا سلمان، ابوہریرہ اور سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کا نام حارث بن ربعی ہے۔ اکثر اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے کہ وہ دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا ناپسند کرتے ہیں۔

فائدہ: حدیث میں استنجا کی قید نہیں ہے، بلا قید دائیں ہاتھ سے عضو خاص کو چھونے سے روکا گیا ہے لیکن بعض روایات جیسا کہ صحیح بخاری (حدیث: 154) میں ''بوقت پیشاب'' کی قید آئی ہے، اس لیے امام ترمذی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کی طرح

١٥- أخرجه البخاري، الوضوء، باب النهي عن الاستنجاء باليمين، ح: ١٥٣ ومسلم، الطهارة، باب النهي عن الاستنجاء باليمين، ح: ٢٦٧ من حديث يحيى بن أبي كثير به ٭ وفي الباب عن عائشة [البخاري]: ١٦٨ وغيره ومسلم، ح: ٢٦٨ وأبو داود، ح: ٣٣ وغيرهم وسلمان [يأتي، ح: ١٦ وأبي هريرة [أبو داود، ح: ٨ وابن ماجه، ح: ٣١٢] وسهل بن حنيف [لم نجده] وله حديث آخر في النهي عن استقبال القبلة بغائط أو بول، أخرجه أحمد: ٣/ ٤٨٧.

مطلق کو مقید پر محمول کیا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اگر ضرورت کے وقت دائیں ہاتھ کا استعمال درست نہیں تو عام حالات میں اس کو کیسے جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔ جمہور کے نزدیک اس حکم کا تعلق آداب و اخلاق سے ہے، اس لیے وہ اسے مکروہ سمجھتے ہیں لیکن اہل ظاہر، بعض شوافع اور بعض حنابلہ کے نزدیک یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے، اس لیے وہ دائیں ہاتھ سے استنجا جائز نہیں سمجھتے۔ عورتوں کے لیے بھی یہی ادب ہے جو مردوں کے لیے ذکر ہوا ہے۔

(المعجم ١٢) بَابُ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْحِجَارَةِ (التحفة ١٢)

باب:12۔ ڈھیلوں سے استنجا کرنا

١٦- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: قِيلَ لِسَلْمَانَ: قَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ [ﷺ] كُلَّ شَيْءٍ، حَتَّى الْخِرَاءَةَ؟ فَقَالَ سَلْمَانُ: أَجَلْ، نَهَانَا أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ أَوْ بِبَوْلٍ، وَأَنْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِينِ، أَوْ أَنْ يَسْتَنْجِيَ أَحَدُنَا بِأَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ، أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيعٍ أَوْ بِعَظْمٍ.

[16] عبدالرحمن بن یزید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: تمھارے نبی (ﷺ) نے تمھیں ہر چیز سکھائی ہے حتی کہ پیشاب پاخانے کا طریقہ بھی بتایا ہے؟ تو سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں، آپ ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمایا ہے کہ ہم پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت قبلے کی طرف رخ کریں، یا دائیں ہاتھ سے استنجا کریں، یا تین سے کم ڈھیلوں سے استنجا کریں، یا ہم کسی حیوان کے فضلے (لید اور گوبر وغیرہ) یا ہڈی سے استنجا کریں۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَخُزَيْمَةَ ابْنِ ثَابِتٍ، وَجَابِرٍ، وَخَلَّادِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِيهِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: [وَ]حَدِيثُ سَلْمَانَ [فِي هٰذَا الْبَابِ] حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَ[هُوَ] قَوْلُ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ: رَأَوْا أَنَّ الْاِسْتِنْجَاءَ بِالْحِجَارَةِ يُجْزِئُ وَإِنْ لَمْ يَسْتَنْجِ بِالْمَاءِ، إِذَا أَنْقٰى أَثَرَ الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ. وَبِهِ يَقُولُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، سیدنا خزیمہ بن ثابت، سیدنا جابر اور سیدنا سائب رضی اللہ عنہم کی روایات موجود ہیں۔ اور اس بارے میں سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے اکثر اہل علم کا یہی خیال ہے کہ ڈھیلوں سے استنجا کرنا کافی ہوتا ہے اگرچہ پانی سے استنجا نہ بھی کرے، جبکہ بول و براز کے اثر کو صاف کر دے۔ امام ثوری، امام ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

لغوی تشریح: [خِرَاءَة] پاخانے کے لیے بیٹھنے کی ہیئت اور خَرَآء پاخانے کو کہتے ہیں۔

١٦- أخرجه مسلم، الطهارة، باب الاستطابة، ح: ٢٦٢ من حديث أبي معاوية الضرير به * وفي الباب عن عائشة [أبو داود، ح: ٤٠ وصححه الدارقطني: ١/ ٥٤، ٥٥] وخزيمة بن ثابت [أبو داود، ح: ٤١] وجابر [أحمد: ٣/ ٤٠٠ وصححه ابن خزيمة، ح: ٧٦] وخلاد بن السائب عن أبيه [ابن عدي في الكامل: ٢/ ٦٦٢ والطبراني في الكبير: ٧/ ١٤١، ح: ٦٦٢٣، ٦٦٢٤].

فوائد ومسائل: ① کسی مشرک نے بطور طنز و استہزا سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ تمھارا نبی تمھیں ہر چیز کی تعلیم دیتا ہے تو انھوں نے حکیمانہ انداز میں جواب دیا، اس میں کیا عیب ہے؟ یہ تو ہمارے دین کے کامل ہونے کی دلیل ہے نہ کہ طعن وطنز کا سبب کیونکہ جس طرح کھانا پینا انسان کی بنیادی اور طبعی ضرورت ہے اسی طرح بول و براز بھی انسان کی ایک طبعی ضرورت ہے۔ ہمارے رسول ﷺ نے جس طرح زندگی کے دوسرے امور میں ہدایات دی ہیں، اسی طرح بول و براز اور طہارت و استنجا کے آداب بھی سکھائے ہیں۔ ② کسی جانور کی ہڈی اور اس کے فضلے سے استنجا نہ کرنے کی وجہ بعض روایات میں یہ بیان ہوئی ہے کہ یہ چیزیں جنوں اور ان کی سواریوں کے لیے غذا کا کام دیتی ہیں، اس لیے استنجا صرف ان چیزوں سے کرنا چاہیے جو شرعاً محترم نہ ہوں، کسی مخلوق کی خوراک، نجس یا مضر نہ ہوں۔ ③ یہ حدیث دلیل ہے کہ طہارت کے لیے کم از کم تین ڈھیلے استعمال کرنے چاہئیں۔ احناف کے نزدیک تین ڈھیلے استعمال کرنا ضروری نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ایک سے صفائی ہو جائے تو ایک ہی کافی ہے۔ یہ حدیث ان کے خلاف دلیل ہے۔..... بلاشبہ پانی سے استنجا کرنا افضل ہے کیونکہ اس سے صفائی زیادہ ہوتی ہے لیکن اگر کوئی شخص تین یا اس سے زیادہ ڈھیلے استعمال کرتا ہے تو اس کا استنجا درست ہے۔ وہ اس کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے۔ احناف وغیرہ جو اس کی بے جا تاویلات کرتے ہیں ان کی کوئی حیثیت نہیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا جو اثر وہ پیش کرتے ہیں، اس کی سند میں عبدالملک بن عمیر نامی راوی ضعیف ہے۔ (مصنف ابن أبي شيبة، الطهارة، باب من يقول إذا خرج من الغائط فليستنج بالماء، وسنن الكبرٰى للبيهقي: 186/1) اور غیر واجب چیز کو واجب ثابت کرنے کے لیے صحیح دلیل کی ضرورت ہے۔ محض ایک اثر اور وہ بھی ضعیف، اس سے وجوب ثابت کرنا یقیناً باطل ہے۔ پھر اس کے خلاف صحیح مرفوع احادیث اور اقوال صحابہ بھی ہیں۔ والله أعلم.

(المعجم ١٣) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْحَجَرَيْنِ (التحفة ١٣)

باب: 13۔ دو ڈھیلوں سے استنجا کرنا

١٧- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَقُتَيْبَةُ قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ لِحَاجَتِهِ، فَقَالَ: «اِلْتَمِسْ لِي ثَلَاثَةَ أَحْجَارٍ» قَالَ: فَأَتَيْتُهُ بِحَجَرَيْنِ وَرَوْثَةٍ، فَأَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَأَلْقَى الرَّوْثَةَ، وَقَالَ: «إِنَّهَا رِكْسٌ».

[17] سیدنا عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی ﷺ قضائے حاجت کے لیے نکلے تو فرمایا: ”میرے لیے تین ڈھیلے تلاش کر لاؤ۔“ تو میں آپ کے پاس دو پتھر اور گوبر لے آیا۔ آپ نے پتھر لے لیے اور گوبر کو پھینک دیا اور فرمایا: ”یہ (لید) تو گندگی ہے۔“

١٧- [صحيح بالمتابعات] أخرجه أحمد: ١/ ٣٨٨ عن وكيع به وزاد أحمد: ١/ ٤٥٠ وابن خزيمة، ح: ٧٠ في حديث علقمة بن قيس عن ابن مسعود رفعه قال: "إنها ركس، ائتني بحجر" وسنده ضعيف، أبو إسحاق عنعن عن علقمة، وحديث زهير [أخرجه البخاري، الوضوء، باب: لا يُستنجى بروث، ح: ١٥٦] ※ أثر أبي عبيدة بأنه لم يسمع من أبيه، إسناده صحيح وكذلك قول عبدالرحمن بن مهدي: إسناده صحيح وقول أحمد: سنده صحيح.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَهٰكَذَا رَوٰى قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، نَحْوَ حَدِيثِ إِسْرَائِيلَ. وَرَوٰى مَعْمَرٌ وَعَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ. وَرَوٰى زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ. وَرَوٰى زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ، [عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ]، عَنْ عَبْدِاللهِ؛ وَهٰذَا حَدِيثٌ فِيهِ اضْطِرَابٌ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى]: سَأَلْتُ عَبْدَاللهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: أَيُّ الرِّوَايَاتِ فِي هٰذَا [الْحَدِيثِ] عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، أَصَحُّ؟ فَلَمْ يَقْضِ فِيهِ بِشَيْءٍ. وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا؟ فَلَمْ يَقْضِ فِيهِ بِشَيْءٍ. وَكَأَنَّهُ رَأٰى حَدِيثَ زُهَيْرٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، أَشْبَهَ وَوَضَعَهُ فِي كِتَابِهِ الْجَامِعِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَأَصَحُّ شَيْءٍ فِي هٰذَا عِنْدِي حَدِيثُ إِسْرَائِيلَ وَقَيْسٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ؛ لِأَنَّ إِسْرَائِيلَ أَثْبَتُ وَأَحْفَظُ لِحَدِيثِ أَبِي إِسْحٰقَ مِنْ هٰؤُلَاءِ، وَتَابَعَهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَسَمِعْتُ أَبَا مُوسٰى مُحَمَّدَ ابْنَ الْمُثَنّٰى يَقُولُ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ مَهْدِيٍّ يَقُولُ: مَا فَاتَنِي الَّذِي فَاتَنِي مِنْ حَدِيثِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ، إِلَّا لِمَا اتَّكَلْتُ بِهِ عَلٰى إِسْرَائِيلَ، لِأَنَّهُ كَانَ يَأْتِي بِهِ أَتَمَّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَزُهَيْرٌ فِي أَبِي إِسْحٰقَ لَيْسَ بِذَاكَ، لِأَنَّ سَمَاعَهُ مِنْهُ بِآخِرَةٍ. [قَالَ: وَ] سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ [التِّرْمِذِيَّ] يَقُولُ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُولُ:

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قیس بن ربیع نے بھی یہ حدیث، اسرائیل کی طرح ابواسحاق سے، انھوں نے ابوعبیدہ کے واسطے سے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے، جبکہ معمر اور عمار بن رُزیق نے بواسطہ ابواسحاق، علقمہ سے اور انھوں نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔ اور زہیر نے یہ روایت ابواسحاق سے، انھوں نے عبدالرحمن بن اسود سے، وہ اپنے والد اسود بن یزید سے اور انھوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔ اور زکریا بن ابوزائدہ نے ابواسحاق سے، انھوں نے عبدالرحمن بن یزید سے، وہ اسود بن یزید سے اور انھوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے اور اس حدیث میں اضطراب ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے عبداللہ بن عبدالرحمن، یعنی امام دارمی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ اس حدیث کی کون سی روایت ابواسحاق سے زیادہ صحیح مروی ہے؟ تو انھوں نے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ دیا۔ اور میں نے محمد، یعنی امام بخاری رحمہ اللہ سے دریافت کیا تو انھوں نے بھی کوئی فیصلہ نہ کیا، لیکن ان کی کتاب صحیح بخاری میں ان کے انتخاب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک زہیر عن ابی اسحاق کی روایت زیادہ صحیح ہے کیونکہ صحیح بخاری میں زہیر کی روایت بیان کی گئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک صحیح تر روایت، اسرائیل اور قیس کی ہے کیونکہ اسرائیل، ابواسحاق کے تمام شاگردوں سے زیادہ اثبت (زیادہ قابل اعتماد) اور احفظ (زیادہ یاد رکھنے والے) ہیں اور قیس بن ربیع ان کی متابعت کرتا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ، ابوموسیٰ محمد بن مثنیٰ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے عبدالرحمن بن مہدی کو کہتے ہوئے سنا: سفیان ثوری، ابواسحاق سے جو روایات بیان کرتے ہیں ان میں سے جو

إِذَا سَمِعْتَ الْحَدِيثَ عَنْ زَائِدَةَ وَزُهَيْرٍ فَلَا تُبَالِ أَنْ [لَا تَسْمَعَهُ] مِنْ غَيْرِهِمَا، إِلَّا حَدِيثَ أَبِي إِسْحَاقَ. وَأَبُو إِسْحَاقَ اسْمُهُ: عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللهِ السَّبِيعِيُّ الْهَمْدَانِيُّ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ، وَلَا نَعْرِفُ اسْمَهُ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ [الْعَبْدِيُّ]: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ عَبْدِ اللهِ: هَلْ تَذْكُرُ مِنْ عَبْدِ اللهِ شَيْئًا؟ قَالَ: لَا.

روایات مجھ سے فوت ہوگئیں وہ اس لیے فوت ہوگئیں کہ میں نے اسرائیل (راوی) پر اعتماد کرلیا تھا کیونکہ وہ انھیں خوب پوری طرح بیان کیا کرتا تھا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زہیر، ابواسحاق کے معاملے میں قابل اعتماد نہیں ہے کیونکہ ان سے اس کا سماع آخری دور کا ہے (جبکہ ابواسحاق کے حافظے میں فرق آچکا تھا۔) امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا: میں نے احمد بن حسن ترمذی سے سنا، انھوں نے کہا: میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سنا، وہ فرما رہے تھے: اگر تم کوئی حدیث زائدہ اور زہیر سے سن لو تو اس بات کی پروا نہ کرو کہ کسی اور سے نہیں سنی (کیونکہ وہ قابل اعتماد ہیں) سوائے ابواسحاق کی روایات کے، ابواسحاق کے بارے میں یہ قابل اعتماد نہیں ہیں۔ ابواسحاق کا نام عمرو بن عبداللہ سبیعی ہمدانی ہے۔ اور ابوعبیدہ کو اپنے والد سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع کا موقع نہیں ملا۔ ان کا نام معلوم نہیں ہے۔ (اس میں اختلاف ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے ابوعبیدہ کا نام عامر بتایا ہے۔) امام صاحب عمرو بن مرہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے ابوعبیدہ سے پوچھا: کیا تمھیں (اپنے باپ) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کوئی حدیث یاد ہے؟ تو انھوں نے کہا: نہیں۔

فوائد و مسائل: ① امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس روایت کو مضطرب کہا ہے۔ اضطراب کی صورت یہ ہے کہ اس روایت کا دارومدار ابواسحاق سبیعی پر ہے اور یہ حدیث ان سے ان کے چھ شاگرد بیان کرتے ہیں: اسرائیل، قیس، معمر، عمار، زہیر اور زکریا۔ چار شاگرد (اسرائیل، قیس، معمر اور عمار) ابواسحاق اور سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک واسطہ (علقمہ یا ابوعبیدہ کا) بیان کرتے ہیں جبکہ زہیر اور زکریا، ابواسحاق اور سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے درمیان (عبدالرحمن اور اسود کے) دو واسطے بیان کرتے ہیں۔ دوسرا اختلاف یہ ہے کہ اسرائیل اور قیس کی روایت میں واسطہ ابوعبیدہ ہیں۔ معمر اور عمار کی روایت میں واسطہ علقمہ ہیں۔ زہیر کی روایت میں واسطہ عبدالرحمن بن اسود عن ابیہ الاسود ہیں اور زکریا کی روایت میں عن عبدالرحمن بن یزید عن الاسود بن یزید ہیں۔ نوٹ: پاکستانی نسخوں میں زکریا کی روایات میں بھی ایک ہی واسطہ عبدالرحمن بن یزید کا ہے۔ آگے عن الاسود بن یزید نہیں ہے، جبکہ عارضۃ الاحوذی، شیخ احمد شاکر اور دارالفکر کے نسخے میں دو واسطے ہیں۔ ② ابوعبیدہ، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے لخت جگر

ہیں اور بقول علامہ احمد محمد شاکر صحیح بات یہ ہے کہ انھیں اپنے باپ سے سماع حاصل نہیں اور بقول امام مسلم، ابوعبیدہ کا نام عامر ہے۔ مزید دیکھیے: (سنن ترمذي، أحمد شاكر، ص: 28، حاشيه:7) ③ محقق علماء اور محدثین نے امام ترمذی رحمہ اللہ کی رائے کو قبول نہیں کیا بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے کو ترجیح دی ہے کیونکہ: ○ زہیر کے بہت سے متابع ہیں۔ ابراہیم بن یوسف جو ابواسحاق کی ذریت سے ہے۔ یحییٰ بن ابوزائدہ، لیث بن ابوسلیم، شریک، ابن حماد حنفی اور ابوحریم ان سب نے زہیر کی متابعت کی ہے۔ ○ امام بخاری رحمہ اللہ نے جب زہیر سے روایت بیان کی ہے، اس میں صراحتاً ابواسحاق کہتے ہیں: لَيْسَ أَبُوعُبَيْدَةَ ذَكَرَهُ. اسے ابوعبیدہ نے بیان نہیں کیا بلکہ عبدالرحمن بن اسود نے اپنے باپ اسود سے بیان کیا ہے۔ اس طرح ابواسحاق نے اسرائیل والے طریق کی واضح طور پر تردید کی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ ابواسحاق کے سامنے زہیر کو روایت سناتے وقت ابوعبیدہ کا طریق بھی مستحضر تھا لیکن انھوں نے عبدالرحمن بن اسود کے طریق کو ترجیح دی۔ ○ ابواسحاق سبیعی مدلس راوی ہے اور اسرائیل کی سند میں وہ ابوعبیدہ سے لفظ عن کے ساتھ روایت کرتا ہے اور یوسف بن اسحاق جو زہیر کا متابع ہے، اس میں ابواسحاق ''حَدَّثَنِي عَبْدُالرَّحْمٰنِ'' کہتا ہے۔ دیکھیے (صحیح البخاري، الوضوء، حديث: 156) اس طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے زہیر کے طریق سے تدلیس کا شبہ دور کر ڈالا۔ ○ اسرائیل کی روایات میں اختلاف ہے۔ بعض روایات میں اس کی روایت زہیر کی روایت کے بالکل مطابق ہے۔ ○ امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زہیر، اسرائیل سے مرتبے میں بہت زیادہ بلند ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (هدي الساري، دارالسلام، ص: 508، 510، وعمدة القاري: 735/1، وفتح الباري: 338/1) راجح بات یہی ہے کہ یہ روایت صحیح ہے جیسا کہ اکثر محققین کی رائے ہے۔ ④ مسند أحمد (450/1) میں ہے: جب رسول اللہ ﷺ نے لید کو پھینک ڈالا تو فرمایا: [اِئْتِنِي بِحَجَرٍ] ''ایک اور پتھر لاؤ'' اس حدیث کے راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔ دیکھیے: (فتح الباري: 337/1)، اس لیے اس حدیث سے یہ ثابت کرنا کہ دو ڈھیلے کفایت کر سکتے ہیں، درست نہیں۔ مزید برآں سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت سے تین سے کم ڈھیلے استعمال کرنے کی ممانعت ثابت ہے، اس لیے تین سے کم پر اکتفا کرنے کے لیے محتمل نہیں بلکہ واضح صراحت کی ضرورت ہے۔ ⑤ اس روایت میں [إِنَّهَا رِكْسٌ] کے الفاظ ہیں، اس سے مراد رجس (پلید) ہے کیونکہ سنن ابن ماجہ اور صحیح ابن خزیمہ کی روایت میں رِجْسٌ کے الفاظ آئے ہیں۔ (سنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، حديث: 314) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رِجْسٌ ہی کو رِكْسٌ کہہ دیتے ہیں۔ (فتح الباري: 338/1)

(المعجم ۱۴) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] كَرَاهِيَةِ مَا يُسْتَنْجٰى بِهِ (التحفة ۱۴)

باب: 14۔ وہ اشیاء جن سے استنجا کرنے کی ممانعت ہے

۱۸- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ

[18] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

۱۸- أخرجه مسلم، الصلاة، باب الجهر بالقراءة في الصبح . . . إلخ، ح: ٤٥٠ من حديث إسماعيل بن إبراهيم عن داود بن أبي هند به مطولاً ﷺ وفي الباب عن أبي هريرة [البخاري، ح: ١٥٥ وأبو داود، ح: ٨] وسلمان [مسلم، ح: ٢٦٢] وجابر [مسلم، ح: ٢٦٣] وابن عمر [لم نجده] وفي الباب عن عبدالله بن عمرو [أخرجه أبو داود: ٣٧].

عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَسْتَنْجُوا بِالرَّوْثِ وَلَا بِالْعِظَامِ فَإِنَّهُ زَادُ إِخْوَانِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ».

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گوبر، لید اور ہڈیوں سے استنجا نہ کرو کیونکہ یہ تمھارے جن بھائیوں کی خوراک ہے۔''

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَسَلْمَانَ، وَجَابِرٍ، وَّابْنِ عُمَرَ. [قَالَ أَبُو عِيسَى]: وَقَدْ رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَغَيْرُهُ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ: أَنَّهُ كَانَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةَ الْجِنِّ - الْحَدِيثَ بِطُولِهِ - فَقَالَ الشَّعْبِيُّ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ - ﷺ - قَالَ: «لَا تَسْتَنْجُوا بِالرَّوْثِ وَلَا بِالْعِظَامِ، فَإِنَّهُ زَادُ إِخْوَانِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ». وَكَأَنَّ رِوَايَةَ إِسْمَاعِيلَ أَصَحُّ مِنْ رِّوَايَةِ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ. وَّالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ، وَّابْنِ عُمَرَ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا].

اس مسئلے کے بارے میں سیدنا ابوہریرہ، سیدنا سلمان، سیدنا جابر اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ (ترمذی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت اسماعیل بن ابراہیم وغیرہ داود ہی کی سند سے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ لیلۃ الجن (جس رات آپ ﷺ کی جنوں سے ملاقات ہوئی تھی) میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے ...... لمبی حدیث بیان کی (جو مکمل طور پر کتاب التفسیر میں آئے گی۔) شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گوبر، لید اور ہڈیوں سے استنجا نہ کرو کیونکہ وہ تمھارے جن بھائیوں کی خوراک ہے۔'' گویا اسماعیل، یعنی ابن علیہ کی روایت، حفص بن غیاث کی روایت سے زیادہ صحیح ہے۔ اور اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے۔ اور اس مسئلے میں سیدنا جابر اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں بھی قضائے حاجت کے آداب سکھائے گئے ہیں کہ ہڈی، لید اور گوبر سے استنجا نہ کیا جائے۔ ان سے استنجا کرنے کی ممانعت کی کیا وجہ ہے؟ وہ بھی اس حدیث میں ذکر کر دی گئی ہے کہ یہ جنوں کا کھانا ہے۔ اشکال یہ ہے کہ یہ تینوں چیزیں جنوں کا کھانا ہیں یا صرف ہڈیاں ہی ان کا کھانا ہے؟ راجح بات یہی ہے کہ یہ تمام چیزیں جنوں کا کھانا ہیں اور ان پر ان کے لیے کھانا مہیا کر دیا جاتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ (صحيح البخاري، مناقب الأنصار، حديث: 3860) ② سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ایک طویل حدیث کا حصہ ہے جسے امام مسلم وغیرہ نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس جملے کے مرسل یا مسند ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔ داود بن ابو ہند کے بعض شاگرد اسے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مسند قرار دیتے ہیں اور بعض اسے امام شعبی رحمہ اللہ کی مرسل بناتے ہیں۔ راوی حفص بن غیاث وغیرہ اسے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مسند بناتے ہیں جبکہ اسماعیل بن ابراہیم وغیرہ اسے امام شعبی کی مرسل قرار دیتے ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسماعیل بن ابراہیم کی روایت کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے اور امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی اس جملے کو امام شعبی کا قول قرار دیا ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر سیر حاصل بحث کی ہے، وہ لکھتے ہیں کہ داود بن ابو ہند مضطرب الحدیث راوی ہے اور اسی کی وجہ

سے یہ اختلاف ہے۔ وہ کبھی اسے موصولاً بیان کرتا ہے اور کبھی مرسل۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ روایت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مسند ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ صحیح مسلم کی پوری روایت صحیح ہے اور جس حصے کے موصول اور مرسل ہونے میں اختلاف ہے، اس میں [عَلَفٌ لِّدَوَابِّكُمْ] اور [إِسْمُ اللّٰهِ] کے الفاظ شواہد نہ ہونے کی بنا پر ضعیف ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (السلسلة الأحاديث الضعيفة، حديث: 1038) اہل علم اس بحث کا ضرور مطالعہ کریں۔ ③ مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ ہڈیوں پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو یا نہ لیا گیا ہو ہر دو صورتوں میں وہ جنوں کا کھانا ہے اور اسی طرح گوبر اور لید وغیرہ بھی جنوں کا کھانا ہے نہ کہ ان کے جانوروں کا کیونکہ صحیح حدیث سے یہی ثابت ہے۔...... فقہاء نے اس حدیث کو اصل بناتے ہوئے کہا ہے کہ ہر وہ چیز جو مکرم ہو یا کسی کی غذا ہو یا نجس یا مضر ہو یا اس میں جذب کی صلاحیت نہ ہو، اس سے استنجا ناجائز ہے۔

(المعجم ١٥) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْمَاءِ (التحفة ١٥)

باب: 15۔ پانی سے استنجا کرنا

١٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ [الْبَصْرِيُّ] قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُعَاذَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مُرْنَ أَزْوَاجَكُنَّ أَنْ يَسْتَطِيبُوا بِالْمَاءِ، فَإِنِّي أَسْتَحْيِيهِمْ، فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَفْعَلُهُ.

[19] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے (عورتوں سے) فرمایا: اپنے خاوندوں سے کہو کہ وہ پانی سے استنجا کیا کریں۔ میں انھیں براہ راست بتانے میں شرم محسوس کرتی ہوں۔ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ پانی سے استنجا کیا کرتے تھے۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى]: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: يَخْتَارُونَ الْاِسْتِنْجَاءَ بِالْمَاءِ، وَإِنْ كَانَ الْاِسْتِنْجَاءُ بِالْحِجَارَةِ يُجْزِيءُ عِنْدَهُمْ، فَإِنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْاِسْتِنْجَاءَ بِالْمَاءِ وَرَأَوْهُ أَفْضَلَ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ.

اس مسئلے میں سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی، سیدنا انس اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔ ابو عیسیٰ (امام ترمذی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ ان کے نزدیک پانی سے استنجا کرنا پسندیدہ ہے اگرچہ وہ ڈھیلوں سے استنجا کرنے کو بھی کافی سمجھتے ہیں، لیکن پانی سے استنجا کرنا ان کے نزدیک مستحب اور افضل ہے۔ امام سفیان ثوری، امام ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

لغوی تشریح: [أَنْ يَسْتَطِيبُوا] پاکیزگی حاصل کریں، یعنی استنجا کریں۔

١٩- أخرجه النسائي، الطهارة، باب الاستنجاء بالماء: ١/ ٤٣، ح: ٤٦ عن قتيبة به ورواه يزيد الرشك عن معاذة به (أحمد: ٦/ ١١٣) وصححه ابن حبان (الإحسان): ١٤٤٠ ☆ وفي الباب عن جرير بن عبدالله البجلي [ابن ماجه، ح: ٣٥٩] وغيره وأنس [البخاري، ح: ١٥٠ وغيره ومسلم، ح: ٢٧١] وأبي هريرة [يأتي: ٣١٠٠].

فائدہ: ائمۂ اربعہ اور جمہور کے نزدیک پتھر یا ڈھیلے استعمال کرنے کے بعد پانی استعمال کرنا افضل ہے۔ اور یہی موقف راجح ہے۔ طہارت و پاکیزگی کے حصول کا سب سے اعلیٰ اور بہترین ذریعہ پانی ہے۔ اس سے جس قدر نظافت حاصل ہوتی ہے کسی اور چیز سے ویسی طہارت حاصل نہیں ہوتی، تاہم استنجا کے لیے صرف ڈھیلے بھی کفایت کر جائیں گے۔

(المعجم ۱۶) بَابُ مَا جَاءَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أَرَادَ الْحَاجَةَ أَبْعَدَ فِي الْمَذْهَبِ (التحفة ۱۶)

باب: 16۔ نبی ﷺ جب قضائے حاجت کا ارادہ کرتے تو (آبادی سے) دور نکل جاتے

۲۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَأَتَى النَّبِيُّ ﷺ حَاجَتَهُ فَأَبْعَدَ فِي الْمَذْهَبِ.

[20] سیدنا مغیرہ بن شعبہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا تو نبی ﷺ قضائے حاجت کے لیے نکلے تو خاصے دور چلے گئے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي قُرَادٍ، وَأَبِي قَتَادَةَ، وَجَابِرٍ، وَيَحْيَى بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ أَبِيهِ، وَأَبِي مُوسٰى، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَبِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ كَانَ يَرْتَادُ لِبَوْلِهِ مَكَانًا كَمَا يَرْتَادُ مَنْزِلًا. وَأَبُو سَلَمَةَ، اسْمُهُ: عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ الزُّهْرِيُّ.

اس مسئلے میں سیدنا عبدالرحمن بن ابوقراد، سیدنا ابوقتادہ، سیدنا جابر، سیدنا عبید، سیدنا ابوموسیٰ، سیدنا ابن عباس اور سیدنا بلال بن حارث ؓ سے روایات مروی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی) ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور نبی ﷺ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ پیشاب کرنے کے لیے اسی طرح نرم جگہ تلاش کرتے تھے جیسے پڑاؤ کے لیے جگہ تلاش کرتے تھے۔ ابوسلمہ کا نام عبداللہ بن عبدالرحمن بن عوف زہری ہے۔

فوائد و مسائل: ① رسول اکرم ﷺ میں فطرتی طور پر شرم و حیا اور شرافت کا مادہ بہت زیادہ تھا، اس لیے آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے مناسب جگہ تلاش کرتے تا کہ پردہ ہو، چھینٹے نہ پڑیں اور رخ بھی غلط نہ ہو۔ ادب و اخلاق اور شرافت کا تقاضا

۲۰ـ أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب التباعد للبراز في الفضاء، ح: ۳۳٤ وأبوداود، ح: ۱ وغيرهما من حديث محمد بن عمرو الليثي به وصححه ابن الجارود، ح: ۲۷ وابن خزيمة: ۱/ ۳۰، ح: ۵۰ والبغوي في شرح السنة: ۱/ ۳۷۳، ح: ۱۸٤ والحاكم على شرط مسلم: ۱/ ۱٤۰ ووافقه الذهبي ※ وفي الباب عن عبدالرحمن بن أبي قراد [ابن ماجه، ح: ۳۳٤ وغيره] وأبي قتادة [لم نجده] وجابر [ابن ماجه، ح: ۳۳۵ وأبو داود، ح: ۲] ويحيى بن عبيد عن أبيه [أخرجه أبو نعيم وغيره/ الإصابة: ۲/ ٤٤۳ وقال أبو زرعة: مرسل، علل الحديث: ۱/ ٤۱، ح: ۸۷] وأبي موسى [أبو داود، ح: ۳] وابن عباس، [الطبراني في الأوسط: ۱۰/ ۱٤۱، ۱٤۲، ح: ۹۳۰۰] وبلال بن الحارث [ابن ماجه، ح: ۳۳٦] ※ حديث: "أنه كان يرتاد لبوله مكانًا... إلخ" لم أجده بهذا اللفظ وأخرج الطبراني في الأوسط: ٤/ ٦۹، ح: ۳۰۸۸ من حديث يحيى بن عبيد عن أبيه عن أبي هريرة قال: كان رسول الله ﷺ يتبوأ لبوله كما يتبوأ لمنزله (وإسناده حسن).

یہی ہے کہ حتی الوسع یہ عمل لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو کر کیا جائے۔ ② ظاہراً یہ حدیث اس کے معارض ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کوڑے کرکٹ کی جگہ پیشاب کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایسا بیان جواز کے لیے کیا۔ واللہ أعلم. پھر یہ بات بھی ہے کہ پاخانے اور پیشاب میں فرق ہے کیونکہ پاخانے میں ستر بھی زیادہ کھولنا پڑتا ہے اور بو بھی ہوتی ہے جبکہ پیشاب میں یہ صورت حال نہیں ہوتی۔ ③ جو لوگ بس سٹاپ اور پبلک مقامات وغیرہ پر بغیر پردہ کیے بیٹھ جاتے ہیں انھیں اس سے بچنا چاہیے کیونکہ اس طرح وہ چھینٹوں سے بھی محفوظ نہیں رہ سکتے اور بے پردگی بھی ہوتی ہے۔

(المعجم ۱۷) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْبَوْلِ فِي الْمُغْتَسَلِ (التحفة ۱۷)

باب: 17۔ غسل خانے میں پیشاب کرنے کی ممانعت

۲۱- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَّأَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسٰى [مَرْدُوِيَه] قَالَا: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَّعْمَرٍ، عَنْ أَشْعَثَ [بْنِ عَبْدِاللهِ]، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى أَنْ يَّبُولَ الرَّجُلُ فِي مُسْتَحَمِّهِ. وَقَالَ: «إِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ».

[21] سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ انسان اپنے غسل خانے میں پیشاب کرے۔ اور عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک اکثر وسوسے اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى]: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، لَّا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَشْعَثَ بْنِ عَبْدِ اللهِ، وَيُقَالُ لَهُ: أَشْعَثُ الْأَعْمٰى. وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ الْبَوْلَ فِي الْمُغْتَسَلِ، وَقَالُوا: عَامَّةُ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ، وَرَخَّصَ فِيهِ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ، مِنْهُمْ: ابْنُ سِيرِينَ، وَقِيلَ لَهُ: إِنَّهُ يُقَالُ: إِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ. فَقَالَ: رَبُّنَا اللهُ لَا شَرِيكَ لَهُ. وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: قَدْ وُسِّعَ فِي الْبَوْلِ فِي الْمُغْتَسَلِ إِذَا جَرٰى فِيهِ الْمَاءُ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى]: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الْآمُلِيُّ عَنْ

اس مسئلے میں ایک اور صحابی سے بھی روایت آتی ہے۔ ابو عیسیٰ (امام ترمذی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ اس کو صرف اشعث بن عبداللہ مرفوع بیان کرتے ہیں اور ان کو اشعث اعمیٰ بھی کہا جاتا تھا۔ اہل علم کے ایک گروہ نے غسل خانے میں پیشاب کرنا ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اکثر وسوسے اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔ بعض اہل علم نے اس کی رخصت بھی دی ہے، انھی میں سے ایک امام ابن سیرین ہیں۔ ان سے کہا گیا: کہا جاتا ہے کہ اکثر وسوسے اسی سے پیدا ہوتے ہیں؟ تو انھوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ

۲۱۔ [صحیح بالشواهد والمتابعات دون الشطر الثاني فهو صحيح موقوفًا] أخرجه النسائي: ۱/ ۳٤، ح: ۳٦، الطهارة، باب كراهية البول في المستحم، عن علي بن حجر به وصححه ابن حبان، ح: ۱۲٥۲ والحاكم على شرط الشيخين: ۱/ ۱٦۷، ۱۸٥ ووافقه الذهبي- الحسن البصري مدلس وعنعن- وأخرج البيهقي بإسناد صحيح عن ابن مغفل، موقوفًا عليه: ۱/ ۹۸ وله شاهد صحيح مختصر عند أبي داود، ح: ۲۸ وغيره * وفي الباب عن رجل من أصحاب النبي ﷺ [أبوداود، ح: ۲۸ وغيره] * قول ابن المبارك، سنده صحيح.

حِبَّانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ.

کہتے ہیں: غسل خانے سے اگر پانی بہہ جاتا ہو تو پیشاب کرنے کی گنجائش ہے۔ ابو عیسیٰ (امام ترمذی) رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارک کا یہ قول احمد بن عبدہ آملی نے ہمیں حبان، عبداللہ بن مبارک کے واسطے سے بیان کیا ہے۔

لغوی تشریح: [مُسْتَحَمٌّ] یہ حمیم، گرم پانی یا بقول امام ثعلب ٹھنڈے پانی سے ماخوذ ہے۔ مراد ہے نہانے کی جگہ۔

فوائد و مسائل: ① وسوسے پیدا ہونے کی علت اگرچہ مرفوعاً تو ثابت نہیں، تاہم سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے موقوفاً ثابت ہے، اس لیے اسی وجہ کو علت قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ممانعت کی وجہ نجاست سے بچنا ہو، اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ غسل خانے میں پیشاب کرنے سے یہ وہم پیدا ہوسکتا ہے کہ بعد میں جب اس نے غسل کیا تو اس کے بدن پر پیشاب آلود پانی کے چھینٹے پڑ گئے ہیں۔ اس طرح انسان وہم کی بیماری کا شکار ہو جاتا ہے، لیکن اگر غسل خانے کی بناوٹ ایسی ہو کہ اس میں پیشاب کے لیے الگ جگہ بنی ہوئی ہو یا اس کا فرش ایسا بنایا گیا ہو کہ پیشاب کرنے کے بعد پانی بہا دینے سے اس کی صفائی ہو جاتی ہو تو پھر وسوسہ پیدا نہیں ہوتا۔ (تحفة الأحوذي: 33/1)، لہٰذا اس صورت میں پیشاب کرنے کی گنجائش موجود ہے جیسا کہ ابن مبارک رحمہ اللہ کا قول ہے۔ ② سیدنا ابن سیرین کے قول کا مفہوم یہ ہے کہ وسوسے کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، غسل خانے میں پیشاب کرنے کو اس میں کوئی دخل نہیں، اس لیے انسان کو کسی وہم کا شکار نہیں ہونا چاہیے، لیکن اگر انسان کو اس وجہ سے وسوسے میں پڑنے کا اندیشہ ہو تو پھر اسے ہر صورت میں غسل خانے میں پیشاب کرنے سے بچنا چاہیے۔...... راجح بات یہ ہے کہ وسوسوں اور نجاست کا اندیشہ ہو یا نہ ہو رسول اکرم ﷺ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے غسل خانے میں پیشاب کرنے سے ہر صورت بچا جائے۔ اسی میں ساری خیر ہے۔

(المعجم ۱۸) بَابُ مَا جَاءَ فِي السِّوَاكِ (التحفة ۱۸)

باب: 18۔ مسواک کا بیان

۲۲- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ

[22] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

۲۲ـ أخرجه أحمد: ۳/ ۳۹۹ عن عبدة به والبخاري، ح: ۸۸۷ ومسلم، ح: ۲۵۲ من حديث أبي هريرة به نحو المعنى وهو حديث متواتر كما في "الأزهار المتناثرة" للسيوطي، ح: ۲۰ ونظم المتناثر، ح: ۲٦ ❊ حديث محمد بن إسحاق يأتي: ۲۳ ❊ وفي الباب عن أبي بكر الصديق [أحمد: ۱/ ۳، ۱۰] وعلي [أحمد: ۱/ ۱۲۰ والطبراني في الأوسط: ۲/ ۱۳۸، ح: ۱۲٦۰] وعائشة [ابن حبان (الإحسان): ۲/ ۱۰٦٦ والبزار، (كشف الأستار): ۱/ ۲٤۱، ح: ٤۹۳] وابن عباس، [الطبراني في الكبير: ۱۱/ ۸۵، ح: ۱۱۱۲۵، ۸۷، ح: ۱۱۱۳۳] وحذيفة [لم أجده بهذا اللفظ ونسبه السيوطي إلى الديلمي وله لفظ آخر متفق عليه] وزيد بن خالد [يأتي: ۲۳] وأنس [أبو نعيم في السواك، كما قال السيوطي] وعبدالله بن عمرو [أبو نعيم في السواك، قاله السيوطي] وأم حبيبة [أحمد: ٦/ ۳۲۵] وابن عمر [الطبراني في الكبير: ۱۲/ ۳۷۵، ح: ۱۳۳۸۹، ٤۳۵، ح: ۱۳۵۹۲ وأحمد: ۲/ ۱۰۸] وأبي أمامة [ذكره الديلمي كما قال السيوطي وله لفظ آخر عند أحمد: ٦/ ۳۲۵] وأبي أيوب [وذكره الديلمي وله لفظ آخر عند الترمذي في النكاح] وتمام بن عباس [أحمد: ۱/ ۲۲٤] وعبد الله بن حنظلة [ابن منده، قاله السيوطي وله لفظ آخر عند أبي داود، ح: ٤۸] وأم سلمة [ذكره الديلمي وانظر التلخيص الحبير: ۱/ ٦۷ والترغيب: ۱/ ۱۳۱] وواثلة بن الأسقع [ذكره الديلمي وله لفظ آخر عند أحمد: ۳/ ٤۹۰] وأبي موسى [ذكره الديلمي وله لفظ آخر متفق عليه].

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي، لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ».

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ مُحَمَّدُ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَحَدِيثُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، كِلَاهُمَا عِنْدِي صَحِيحٌ، لِأَنَّهُ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، هٰذَا الْحَدِيثُ، وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ إِنَّمَا صُحِّحَ لِأَنَّهُ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ. وَأَمَّا مُحَمَّدُ [بْنُ إِسْمَاعِيلَ] فَزَعَمَ أَنَّ حَدِيثَ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ أَصَحُّ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، وَعَلِيٍّ، وَعَائِشَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَحُذَيْفَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، وَأَنَسٍ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، وَأُمِّ حَبِيبَةَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَأَبِي أُمَامَةَ، وَ[أَبِي] أَيُّوبَ، وَتَمَّامِ بْنِ عَبَّاسٍ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْظَلَةَ، وَأُمِّ سَلَمَةَ، وَوَاثِلَةَ [بْنِ الْأَسْقَعِ]، وَأَبِي مُوسٰى.

ﷺ نے فرمایا: ”اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میری امت مشقت میں پڑ جائے گی تو میں انھیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔“

ابوعیسیٰ (امام ترمذی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث محمد بن اسحاق نے بھی بواسطہ محمد بن ابراہیم، ابوسلمہ سے اور انھوں نے سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کی ہے۔ میرے نزدیک ابوسلمہ کی یہ روایت جو سیدنا ابوہریرہ اور سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہما کے واسطے سے مروی ہے دونوں صحیح ہیں کیونکہ یہ حدیث کئی سندوں سے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس لیے صحیح ہے کہ وہ کئی سندوں سے مروی ہے۔ لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک ابوسلمہ کی یہ روایت جو سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہ کے واسطے سے مروی ہے، صحیح تر ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا علی، سیدہ عائشہ، سیدنا ابن عباس، سیدنا حذیفہ، سیدنا زید بن خالد، سیدنا انس، سیدنا عبداللہ بن عمرو، سیدہ ام حبیبہ، سیدنا ابن عمر، سیدنا ابو امامہ، سیدنا ابوایوب، سیدنا تمام بن عباس، سیدنا عبداللہ بن حنظلہ، سیدہ ام سلمہ، سیدنا واثلہ بن اسقع اور سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسواک کرنا انتہائی محبوب اور پسندیدہ عمل ہے۔ اگر نبی ﷺ کو یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ ہر نماز کے ساتھ اس عمل کی پابندی، امت کے لیے مشقت کا باعث بنے گی تو آپ ﷺ اس کو ہر نماز کے ساتھ لازم ٹھہرا دیتے، اس لیے جہاں تک ممکن ہو، ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ② آپ ﷺ کی مسواک عام طور پر پیلو کی ہوتی تھی، اس لیے اصل یہی ہے کہ مسواک پیلو کی یا کسی اور درخت کی ہو کیونکہ جو فوائد پیلو کے درخت میں ہیں، وہ کسی اور چیز میں نہیں ہیں اگرچہ منجن اور پاک برش بھی جائز ہیں۔ ③ مسواک کے متعلق ایک اہم مسئلہ اس کا طریقہ ہے۔ بعض روایات میں عرضاً (دانتوں کی چوڑائی میں) مسواک کرنے کا ذکر ہے لیکن وہ تمام روایات ضعیف ہیں، البتہ زبان پر طولاً (لمبائی کے رخ) مسواک کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتاوی الدین الخالص: 530/1) اس لیے دانتوں پر جس طرح مناسب ہو مسواک کی جا سکتی ہے۔...... انگلی کو مسواک کے قائم مقام قرار دینے والی تمام روایات بھی ضعیف ہیں، اس

لیے کوشش کر کے مسواک ہی کرنی چاہیے۔ اپنی مسواک نہ ہو تو کسی کی مسواک بھی اس کی اجازت سے کی جاسکتی ہے جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم ﷺ کی مسواک کر لیتی تھیں۔ (سنن أبي داود، الطهارة، حديث: 52) ④ مسواک کے لیے ایک بالشت کی شرط بھی غیر ضروری اور خود ساختہ ہے۔

٢٣- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ [بْنُ سُلَيْمَانَ] عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ، وَلَأَخَّرْتُ صَلَاةَ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ».

[23] سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''اگر مجھے اندیشہ نہ ہوتا کہ میں اپنی امت کو مشقت میں ڈال دوں گا تو میں انھیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا اور عشاء کی نماز تہائی رات تک مؤخر کر دیتا۔''

قَالَ: فَكَانَ زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ يَشْهَدُ الصَّلَوَاتِ فِي الْمَسْجِدِ وَسِوَاكُهُ عَلَى أُذُنِهِ مَوْضِعَ الْقَلَمِ مِنْ أُذُنِ الْكَاتِبِ، لَا يَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ إِلَّا اسْتَنَّ، ثُمَّ رَدَّهُ إِلَى مَوْضِعِهِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ابوسلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہ نمازوں کے لیے مسجد میں تشریف لاتے تو ان کی مسواک ان کے کان پر اس جگہ ہوتی جہاں کاتب کان پر قلم رکھتا ہے۔ وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے وقت مسواک کرتے، پھر اسے اس کی جگہ پر لوٹا دیتے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(المعجم ١٩) بَابُ مَا جَاءَ: إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَلَا يَغْمِسْ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا

(التحفة ١٩)

باب: 19- جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو وہ اپنا ہاتھ دھوئے بغیر برتن میں نہ ڈالے

٢٤- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ أَحْمَدُ بْنُ بَكَّارٍ الدِّمَشْقِيُّ - [يُقَالُ: هُوَ] مِنْ وَلَدِ بُسْرِ بْنِ أَرْطَاةَ، صَاحِبِ النَّبِيِّ ﷺ- حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ

[24] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص رات کو بیدار ہو تو وہ برتن میں اپنا ہاتھ نہ ڈالے یہاں تک کہ اس پر دو یا تین دفعہ پانی

٢٣ـ [صحيح بالشواهد والمتابعات] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب السواك، ح: ٤٧ من حديث محمد بن إسحاق به وصححه البغوي في شرح السنة: ١/ ٣٩٣، ح: ١٩٨ وللحديث شواهد عند أحمد: ٤/ ١١٦، ح: ١٧١٧٤ وغيره.

٢٤ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب كراهة غمس المتوضيء وغيره يده المشكوك . . . إلخ، ح: ٢٧٨ من حديث الزهري به * وفي الباب عن ابن عمر، [ابن ماجه، ح: ٣٩٤] وجابر، [ابن ماجه، ح: ٣٩٥] وعائشة [الطيالسي في مسنده، ح: ١٤٨٧ وأعله أبو زرعة (علل الحديث: ١/ ٦٢، ح: ١٦٢)].

الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَا يُدْخِلْ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتّٰى يُفْرِغَ عَلَيْهَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ».

ڈال لے کیونکہ اسے خبر نہیں کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔‘‘

وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَجَابِرٍ، وَعَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: [وَ] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. قَالَ الشَّافِعِيُّ: [وَ] أُحِبُّ لِكُلِّ مَنِ اسْتَيْقَظَ مِنَ النَّوْمِ، قَائِلَةً كَانَتْ أَوْ غَيْرَهَا: أَنْ لَّا يُدْخِلَ يَدَهُ فِي وَضُوئِهِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا، فَإِنْ أَدْخَلَ يَدَهُ قَبْلَ أَنْ يَغْسِلَهَا كَرِهْتُ ذٰلِكَ لَهُ، وَلَمْ يُفْسِدْ ذٰلِكَ الْمَاءَ إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلٰى يَدِهِ نَجَاسَةٌ. وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: إِذَا اسْتَيْقَظَ [مِنَ النَّوْمِ] مِنَ اللَّيْلِ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِي وَضُوئِهِ قَبْلَ أَنْ يَغْسِلَهَا فَأَعْجَبُ إِلَيَّ أَنْ يُهْرِيقَ الْمَاءَ. وَقَالَ إِسْحَاقُ: إِذَا اسْتَيْقَظَ مِنَ النَّوْمِ بِاللَّيْلِ أَوْ بِالنَّهَارِ، فَلَا يُدْخِلْ يَدَهُ فِي وَضُوئِهِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر، سیدنا جابر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم کی روایات موجود ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو انسان نیند سے بیدار ہو، خواہ دن کا قیلولہ ہو یا رات کی نیند، میں اس کے لیے یہ بات پسند کرتا ہوں کہ وہ ہاتھ دھوئے بغیر پانی میں نہ ڈالے۔ اگر وہ دھوئے بغیر اپنا ہاتھ ڈالتا ہے تو میں اس کی یہ حرکت ناپسند کرتا ہوں، تاہم پانی خراب نہیں ہوتا بشرطیکہ اس کے ہاتھ پر ظاہری طور پر نجاست نہ لگی ہوئی ہو۔ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر رات کی نیند سے بیدار ہوکر ہاتھ دھوئے بغیر اپنا ہاتھ پانی میں ڈال دے تو میں یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ پانی بہا دیا جائے۔ امام اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نیند رات کی ہو یا دن کی، بیدار ہونے پر اپنا ہاتھ دھوئے بغیر پانی میں نہ ڈالے۔

فوائد و مسائل: ① جمہور فقہاء کے نزدیک اس حکم میں رات یا دن کی نیند کا کوئی فرق نہیں۔ یہ حکم ہر نیند سے بیداری کے وقت ہے اور ’’مِنَ اللَّيْلِ‘‘ کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں، اس لیے کہ بعض روایات میں یہ قید نہیں ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے باب کا عنوان بھی بلاقید ہی قائم کیا ہے۔ اس حکم کی جو علت نبی ﷺ نے بیان فرمائی ہے (کیونکہ اسے خبر نہیں کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے) اس کی رو سے بھی رات اور دن کی نیند میں فرق نہیں۔ مذکورہ مسئلے میں نہی کو حرمت پر ہی محمول کیا جائے گا کیونکہ حدیث میں یہ نہیں کہا گیا کہ اگر ہاتھ پر نجاست نہ ہو تو اسے دھوئے بغیر بھی داخل کر سکتے ہو۔ بسا اوقات یوں ہوتا ہے کہ ہاتھ نجاست وغیرہ سے ملوث ہوتا ہے لیکن انسان اس کا ادراک نہیں کر پاتا، اس لیے نیند سے بیدار ہوکر ہاتھوں کو برتن میں ڈالنے سے پہلے ضرور دھولینا چاہیے۔ ② اگر کوئی شخص ہاتھ دھوئے بغیر پانی میں ڈال دیتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں۔ راجح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر پانی کثیر ہو، یعنی دو قلوں (تقریباً اڑھائی سو لیٹر) سے زیادہ ہو اور ہاتھ پر لگی نجاست کی وجہ سے پانی کا رنگ، بو اور ذائقہ نہ بدلے تو وہ پاک ہی ہوگا اور اگر پانی کم ہو اور نجاست بھی متحقق اور یقینی ہو تو پھر وہ نجس ہو جائے گا۔ لیکن اگر ظاہری نجاست نہ ہو تو پانی ناپاک نہیں ہوگا، البتہ ہاتھ ڈالنے والا رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کی

وجہ سے گناہ گار ہوگا۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٢٠) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي التَّسْمِيَةِ عِنْدَ الْوُضُوءِ (التحفة ٢٠)

٢٥- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ [الْجَهْضَمِيُّ] وَبِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الْعَقَدِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَرْمَلَةَ، عَنْ أَبِي ثِفَالٍ الْمُرِّيِّ، عَنْ رَبَاحِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ حُوَيْطِبٍ، عَنْ جَدَّتِهِ، عَنْ أَبِيهَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَّمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ».

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، وَأَنَسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: قَالَ أَحْمَدُ [بْنُ حَنْبَلٍ]: لَا أَعْلَمُ فِي هٰذَا الْبَابِ حَدِيثًا لَهُ إِسْنَادٌ جَيِّدٌ. وَقَالَ إِسْحَاقُ: إِنْ تَرَكَ التَّسْمِيَةَ عَامِدًا أَعَادَ الْوُضُوءَ، وَإِنْ كَانَ نَاسِيًا أَوْ مُتَأَوِّلًا، أَجْزَأَهُ. قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: أَحْسَنُ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ حَدِيثُ رَبَاحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَرَبَاحُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَدَّتِهِ، عَنْ أَبِيهَا. وَأَبُوهَا سَعِيدُ [بْنُ] زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ. وَأَبُو ثِفَالٍ الْمُرِّيُّ اسْمُهُ ثُمَامَةُ بْنُ حُصَيْنٍ. وَرَبَاحُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هُوَ أَبُو بَكْرِ بْنُ حُوَيْطِبٍ. مِنْهُمْ مَنْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ، فَقَالَ: عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حُوَيْطِبٍ فَنَسَبَهُ إِلٰى جَدِّهِ.

باب:20۔ وضو کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا

[25] رباح بن عبدالرحمن نے اپنی دادی (سیدہ اسماء بنت سعید) سے، وہ اپنے والد (سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ) سے بیان کرتی ہیں، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ”جس نے وضو کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیا اس کا وضو نہیں ہے۔“

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، سیدنا ابوہریرہ، سیدنا ابوسعید، سیدنا سہل بن سعد اور سیدنا انس رضی اللہ عنہم کی روایات موجود ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول ہے: میرے علم کے مطابق اس مسئلے میں بہتر سند کے ساتھ کوئی روایت موجود نہیں۔ امام اسحاق کہتے ہیں: اگر کسی نے جان بوجھ کر بسم اللہ چھوڑ دی تو وہ نئے سرے سے وضو کرے اور اگر بھول کر یا حدیث کی تاویل کرتے ہوئے چھوڑی تو وضو جائز ہوگا۔ امام محمد بن اسماعیل (بخاری) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سب سے بہتر روایت رباح بن عبدالرحمن کی ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رباح بن عبدالرحمن اپنی دادی سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتی ہے اور ان کے باپ سیدنا سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ابوثفال مری کا

٢٥۔[حسن بالشواهد] أخرجه أحمد: ٤/ ٧٠، ٥/ ٣٨١، ٦/ ٣٨٢ من حديث عبدالرحمن بن حرملة به وهو عند ابن ماجه، ح: ٣٩٨ وأبو جدته، اسمه سعيد بن زيد رضي الله عنه، وله شاهد حسن عند ابن ماجه، ح: ٣٩٧ * وفي الباب عن عائشة [ابن أبي شيبة: ١/ ٣ وابن عدي: ٢/ ٦١٦] وأبي سعيد [ابن ماجه، ح: ٣٩٧] وأبي هريرة [أبو داود، ح: ١٠١ وابن ماجه، ح: ٣٩٩] وسهل بن سعد، [ابن ماجه، ح: ٤٠٠] وأنس [ذكره الحافظ في التلخيص الحبير: ١/ ٧٥].

نام ثمامہ بن حصین ہے۔اور رباح بن عبدالرحمن سے مراد ابوبکر (بن عبدالرحمن) بن حویطب ہے۔بعض نے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے اس کو دادا کی طرف منسوب کر کے ''ابوبکر بن حویطب'' کہہ دیا ہے۔

فائدہ: سیدنا حسن بصری، اسحاق بن راہویہ، اہل ظاہر اور بعض دیگر ائمہ کے نزدیک وضو کے آغاز میں بسم اللہ پڑھنا فرض ہے۔ابن ہمام حنفی کے نزدیک بھی وضو کے آغاز میں تسمیہ پڑھنا فرض ہے۔(المغني لابن قدامة:145/1، 146، درس ترمذي: 231/1) امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام ثوری وغیرہ ؒ کے نزدیک وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔یہ حضرات ''لا'' کو نفی کمال پر محمول کرتے ہیں، یعنی بطور مبالغہ یوں بیان کر دیا گیا ہے کہ گویا وضو ہوا ہی نہیں۔بقول ابن قدامہ اگر وجوب والا قول اختیار کریں تو پھر عمداً تسمیہ چھوڑ دینے کی صورت میں وضو نہیں ہوگا، لیکن سہواً بھول کر چھوٹ جانے کی صورت میں وضو ہو جائے گا، تاہم دلائل کی رو سے راجح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص بسم اللہ پڑھنا بھول گیا اور وضو کے دوران میں یاد آ گیا تو اسی وقت پڑھ لے اور اگر وضو مکمل کر لیا لیکن بسم اللہ پڑھنا بھول گیا ہے تو اس کا وضو ہو جائے گا کیونکہ بھول چوک معاف ہے۔واللہ أعلم۔

٢٦- [حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عِيَاضٍ، عَنْ أَبِي ثِفَالٍ الْمُرِّيِّ، عَنْ رَبَاحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ حُوَيْطِبٍ، عَنْ جَدَّتِهِ بِنْتِ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِيهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. مِثْلَهُ].

[26] امام ترمذی ؒ نے حسن بن علی الحلوانی کی سند کے ساتھ مذکورہ بالا حدیث کی مانند روایت بیان کی ہے۔

(المعجم ٢١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ (التحفة ٢١)

باب: 21۔کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا

٢٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ [بْنُ سَعِيدٍ]: حَدَّثَنَا حَمَّادُ

[27] سیدنا سلمہ بن قیس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول

٢٦- [حسن بالشواهد] أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب ماجاء في التسمية في الوضوء، ح:٣٩٨ عن الحلواني به وانظر الحديث السابق: ٢٥.

٢٧- أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب المبالغة في الاستنشاق والاستنثار، ح:٤٠٦ من حديث حماد بن زيد به وصححه ابن حبان (الإحسان): ١٤٣٣ (موارد): ١٤٩ * وفي الباب عن عثمان [البخاري، ح:١٥٩ وغيره و مسلم، ح:٢٢٦] ولقيط بن صبرة [أبو داود، ح:١٤٤ وأصله عند المؤلف يأتي: ٧٨٨] وابن عباس [أبو داود، ح:١٤١ وابن ماجه، ح:٤٠٨] والمقدام بن معديكرب، [أبو داود، ح:١٢١] ووائل بن حجر، [الطبراني في الكبير: ٢٢/ ٥٠، ح:١١٨] وأبي هريرة، [البخاري، ح:١٦١ ومسلم، ح:٢٣٧].

ابنُ زَيْدٍ وَجَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ قَيْسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا تَوَضَّأْتَ فَانْتَثِرْ، وَإِذَا اسْتَجْمَرْتَ فَأَوْتِرْ».

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُثْمَانَ، وَلَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَالْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ، وَوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ سَلَمَةَ بْنِ قَيْسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِيمَنْ تَرَكَ الْمَضْمَضَةَ وَالْاِسْتِنْشَاقَ، فَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ: إِذَا تَرَكَهُمَا فِي الْوُضُوءِ حَتّٰى صَلّٰى أَعَادَ [الصَّلَاةَ]، وَرَأَوْا ذٰلِكَ فِي الْوُضُوءِ وَالْجَنَابَةِ سَوَاءً. وَبِهِ يَقُولُ ابْنُ أَبِي لَيْلٰى، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ. وَقَالَ أَحْمَدُ: الْاِسْتِنْشَاقُ أَوْكَدُ مِنَ الْمَضْمَضَةِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ: يُعِيدُ فِي الْجَنَابَةِ، وَلَا يُعِيدُ فِي الْوُضُوءِ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَ بَعْضِ أَهْلِ الْكُوفَةِ. وَقَالَتْ طَائِفَةٌ: لَا يُعِيدُ فِي الْوُضُوءِ وَلَا فِي الْجَنَابَةِ، لِأَنَّهُمَا سُنَّةٌ مِّنَ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَا تَجِبُ الْإِعَادَةُ عَلٰى مَنْ تَرَكَهُمَا فِي الْوُضُوءِ وَلَا فِي الْجَنَابَةِ. وَهُوَ [قَوْلُ] مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ [فِي آخِرَةٍ].

اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم وضو کرو تو ناک میں پانی ڈال کر اسے جھاڑو، اور جب (استنجا کے لیے) ڈھیلے استعمال کرو تو طاق استعمال کرو۔“

اس مسئلے میں سیدنا عثمان، سیدنا لقیط بن صبرہ، سیدنا ابن عباس، سیدنا مقدام بن معدیکرب، سیدنا وائل بن حجر اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ جو شخص وضو میں کلی نہ کرے یا ناک میں پانی نہ ڈالے، اس کے بارے میں اہل علم میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ اگر کسی نے ان دونوں کو وضو میں چھوڑ دیا اور نماز پڑھ لی تو وہ نماز دہرائے۔ ان کے نزدیک وضو اور جنابت دونوں صورتوں میں حکم ایک ہے۔ ابن ابی لیلیٰ، عبداللہ بن مبارک، امام احمد اور امام اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ناک میں پانی ڈالنا، کلی کرنے سے زیادہ تاکیدی حکم ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) نے کہا: اہل علم کے دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ وہ جنابت سے طہارت کی صورت میں تو نماز لوٹائے گا، وضو کی صورت میں نہیں۔ امام سفیان ثوری اور بعض اہل کوفہ کا یہی موقف ہے۔ اور ایک گروہ کا خیال ہے کہ وضو اور جنابت دونوں میں اعادے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ نبی ﷺ کی سنت ہیں، اس لیے وضو اور جنابت میں ان کے چھوڑ دینے سے اعادہ نہیں ہے۔ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا آخری قول یہی ہے۔

لغوی تشریح: [مَضْمَضَة] پانی کو منہ میں حرکت دے کر نکالنا، یعنی کلی کرنا۔ [اَلْاِسْتِنْشَاق] ناک کے ذریعے سے پانی کھینچنا۔ یہ نشوق سے مشتق ہے جس کے معنی سانس لینا ہیں۔ [اَلْاِسْتِنْثَار] یہ نثرۃ (ناک) سے ماخوذ ہے، یعنی ناک میں پانی چڑھا کر نکالنا، یا نثر سے ماخوذ ہے جس کے معنی جھاڑنا، پانی نکالنا ہیں، لیکن ابن العربی مالکی کہتے ہیں فَانْتَثِرْ کے معنی ہیں: أَدْخِلِ الْمَاءَ فِي الْأَنْفِ ”ناک میں پانی داخل کیجیے۔“ [اِسْتِجْمَار] جمار (ڈھیلے، پتھر) استعمال کرنا۔

فوائد و مسائل: ① امام ترمذی رحمہ اللہ نے حدیث بیان کرنے کے بعد اس مسئلے میں فقہاء اور علماء کے تین مسلک بیان فرمائے ہیں اور چوتھا مسلک چھوڑ دیا ہے۔ وہ امام ابوثور رحمہ اللہ کا ہے۔ ان کے نزدیک ناک میں پانی چڑھانا، وضو اور غسل دونوں میں فرض ہے اور کلی کرنا دونوں میں سنت ہے۔ ہمارے نزدیک پہلا مسلک راجح ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے: وضو اور غسلِ جنابت دونوں میں کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا ضروری ہے۔ اس کے بغیر وضو اور غسلِ جنابت نہیں ہوگا۔ اگر اس طرح نماز پڑھے گا تو وہ نماز بھی نہیں ہوگی۔ عبدالرحمن بن ابولیلیٰ، عبداللہ بن مبارک، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔ یہ موقف درج ذیل وجوہ کی بنا پر راجح ہے: * رسول اکرم ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے اور ساری زندگی اس پر عمل کیا ہے جبکہ کوئی قرینہ صارفہ (امر کو وجوب کے معنی سے تبدیل کرنے کی کوئی دلیل) بھی نہیں ہے۔ اہل علم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ مطلق امر وجوب ہی پر دلالت کرتا ہے۔ جن لوگوں نے اس کو واجب کے بجائے سنت قرار دیا ہے ان کے پاس ایسی کوئی معتبر دلیل نہیں جو اس امر کو مندوب (مستحب) کے معنی میں تبدیل کر سکے * جو حضرات وضو اور غسل میں فرق کرتے ہیں، اس طرح کہ وضو میں کلی اور ناک میں پانی ڈال کر جھاڑنے کو سنت اور غسل میں فرض قرار دیتے ہیں، ان کے پاس فرق کرنے کی ایک بھی صحیح دلیل نہیں ہے۔ صاحب درس ترمذی نے اس موقف کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور تین احادیث ذکر کی ہیں جن میں سے ایک مرسل ہے جو جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ دوسرا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ ہے جس میں عائشہ بنت عجرد اور عثمان بن راشد دونوں مجہول ہیں جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے اور دوسری سند میں حجاج بن ارطاۃ ہے جو کہ ضعیف راوی ہے، لہٰذا عائشہ کی جہالت بقول احناف دور ہو بھی جائے تب بھی ابن راشد اور حجاج بن ارطاۃ کی وجہ سے یہ اثر قابل اعتبار نہیں۔ تیسری سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث [تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ...] ذکر کی ہے (کہ جنابت میں زیادہ شدت ہے) اور وہ بھی ضعیف ہے۔ (جامع الترمذي، الطهارة، حديث: 106) چوتھی دلیل یہ ذکر کی ہے کہ جنابت کے غسل کے لیے مبالغے کا صیغہ استعمال ہوا ہے، اس لیے وہ مبالغہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ کلی اور ناک میں پانی چڑھانا واجب قرار دیا جائے۔ سوال یہ ہے کہ یہ حکم کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے کا کس نے دیا ہے؟ اگر رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے تو وضو میں مبالغے کا حکم بھی رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے۔ فرق چہ معنی دارد؟ پانچویں دلیل کے طور پر کہا ہے: آپ ﷺ نے چونکہ اس پر غسلِ جنابت میں ہمیشگی فرمائی ہے، اس لیے اس کو واجب قرار دیں گے اور وضو میں ہمیشگی کو واجب کا درجہ دینے سے چونکہ خبر واحد کے ذریعے سے قرآن پر زیادتی ہے، اس لیے اسے سنت قرار دیں گے۔ یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ شارع ہیں اور آپ کا حکم بھی وجوب کا درجہ رکھتا ہے اور یہ بات خود قرآن سے ثابت ہے: ﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (الحشر 7:59) شرعی احکام جس طرح قرآن سے ثابت ہوتے ہیں اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے فرامین سے بھی ثابت ہوتے ہیں اور احناف کا اخبار آحاد سے احکام ثابت نہ کرنے کا قاعدہ سراسر باطل ہے۔ بلکہ انھوں نے اپنے مذہب کی توثیق کے لیے جہاں جی چاہا یہ قاعدہ داخل کر دیا ورنہ کئی جگہوں پر خود انھوں نے اس کی مخالفت کی ہے، مثلاً: پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنے کی حرمت کے وہ بھی قائل ہیں جبکہ یہ بھی ان کے خود ساختہ اصول کے مطابق قرآن پر زیادتی ہی ہے۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے ان کے اس قاعدے کا بھرپور رد کیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (إعلام الموقعين: 1/219-239)

(المعجم ٢٢) بَابُ الْمَضْمَضَةِ وَالْاِسْتِنْشَاقِ مِنْ كَفٍّ وَّاحِدٍ (التحفة ٢٢)

٢٨ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى [الرَّازِيُّ]: حَدَّثَنَا خَالِدُ [بْنُ عَبْدِ اللهِ] عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَّاحِدٍ، فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثًا.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: [وَ]حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَقَدْ رَوٰى مَالِكٌ وَّابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى، وَلَمْ يَذْكُرُوا هٰذَا الْحَرْفَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَّاحِدٍ، وَإِنَّمَا ذَكَرَهُ خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَخَالِدُ [بْنُ عَبْدِ اللهِ] ثِقَةٌ حَافِظٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: الْمَضْمَضَةُ وَالْاِسْتِنْشَاقُ مِنْ كَفٍّ وَّاحِدٍ يُجْزِيءُ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: [تَفْرِيقُهُمَا] أَحَبُّ إِلَيْنَا. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: إِنْ جَمَعَهُمَا فِي كَفٍّ وَّاحِدٍ فَهُوَ جَائِزٌ، وَإِنْ فَرَّقَهُمَا فَهُوَ أَحَبُّ إِلَيْنَا.

باب:22۔ایک ہی چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا

[28] سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا آپ نے ایک ہی چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا۔ آپ نے یہ عمل تین دفعہ کیا۔

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بھی موجود ہے۔ ابو عیسیٰ (امام ترمذی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے۔ امام مالک، ابن عیینہ اور دوسرے حضرات نے بھی یہ روایت عمرو بن یحییٰ سے بیان کی ہے لیکن انھوں نے یہ جملہ بیان نہیں کیا کہ نبی ﷺ نے ایک ہی چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ یہ صرف خالد بن عبداللہ نے بیان کیا ہے اور خالد بن عبداللہ محدثین کے نزدیک ثقہ اور حافظ ہے (اس لیے اس کا اضافہ قابل عمل ہے۔) بعض اہل علم کا خیال ہے کہ ایک چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا کفایت کرتا ہے۔ بعض کا نظریہ ہے کہ دونوں کو الگ الگ کرنا ہمیں زیادہ پسند ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان کو ایک چلو سے کرنا جائز ہے اور اگر الگ الگ کرلیا جائے تو مجھے زیادہ پسند ہے۔

فوائد و مسائل: ① امام نووی رحمہ اللہ نے مضمضہ (کلی کرنے) اور استنشاق (ناک میں پانی چڑھانے) کی پانچ صورتیں بیان کی ہیں۔ جمہور کے نزدیک یہ سب صورتیں جائز ہیں: * ایک ہی چلو کے ساتھ دونوں کو اکٹھا کرنا۔ * ایک ہی چلو سے دونوں کو

٢٨ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب من مضمض واستنشق من غرفة واحدة، ح: ١٩١ ومسلم، الطهارة، باب آخر في صفة الوضوء، ح: ٢٣٥ من حديث خالد به * وفي الباب عن عبدالله بن عباس، [أبو داود، ح: ١٤١] ورواية مالك في الموطأ: ١/ ١٨ ورواية سفيان بن عيينة: تأتي برقم: ٤٧.

الگ الگ کرنا، یعنی ایک ساتھ پانی نہ ڈالنا بلکہ پہلے آدھا چلو منہ میں اور پھر دوسرا آدھا چلو ناک میں۔ * دو چلوؤں سے، ایک سے کلی کرنا اور دوسرے سے استنشاق کرنا۔ * تین چلوؤں سے اکٹھا، یعنی پہلے ایک چلو آدھا منہ میں اور آدھا ناک میں ایک ساتھ، اسی طرح دوسرا اور تیسرا۔ * تین چلوؤں سے، پہلے تین دفعہ کلی کرنا، پھر دوبارہ تین چلوؤں سے استنشاق کرنا۔ احناف کے نزدیک آخری طریقہ افضل ہے اور بقول امام ترمذی امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ سے بھی ایک قول یہی منقول ہے۔ لیکن امام شافعی کا قول جدید جسے شوافع اپناتے ہیں اور امام مالک رحمہ اللہ کا دوسرا قول اور امام احمد رحمہ اللہ کا یہ بھی قول ہے کہ چوتھا طریقہ افضل ہے۔ امام بخاری اور امام ترمذی رحمہما اللہ کا ترجمۃ الباب اس پر دلالت کرتا ہے کہ چوتھا طریقہ افضل ہے۔ ② یہ حدیث صحیح بخاری میں موجود ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو غریب اس لیے کہا ہے کہ یہ جملہ صرف خالد بن عبداللہ نے بیان کیا ہے، اور وہ ثقہ وحافظ راوی ہے، اس کا اضافہ روایت کی صحت کے منافی نہیں ہوتا۔ ③ امام نووی رحمہ اللہ نے تین چلوؤں سے اکٹھا، یعنی پہلے ایک چلو آدھا منہ میں اور آدھا ناک میں ایک ساتھ، اسی طرح دوسرا اور تیسرا چلو ڈالنے والا موقف راجح قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ فصل، یعنی کلی اور ناک میں الگ الگ پانی ڈالنے والی روایات ضعیف ہیں۔ (النووي: 133/3)

(المعجم ٢٣) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي تَخْلِيلِ اللِّحْيَةِ (التحفة ٢٣)

باب: 23۔ ڈاڑھی کا خلال کرنا

٢٩- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ بْنِ أَبِي الْمُخَارِقِ أَبِي أُمَيَّةَ، عَنْ عَنْ حَسَّانَ بْنِ بِلَالٍ قَالَ: رَأَيْتُ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ تَوَضَّأَ فَخَلَّلَ لِحْيَتَهُ، فَقِيلَ لَهُ - أَوْ قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ -: أَتُخَلِّلُ لِحْيَتَكَ؟ قَالَ: وَمَا يَمْنَعُنِي؟ وَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهُ.

[29] حسان بن بلال رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو وضو میں ڈاڑھی کا خلال کرتے دیکھا تو ان سے پوچھا گیا...... یا میں نے ان سے پوچھا: ......کیا آپ اپنی ڈاڑھی کا خلال کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا: میں کیوں نہ کروں؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ اپنی ڈاڑھی کا خلال کرتے تھے۔

٣٠- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ [بْنُ عُيَيْنَةَ] عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ حَسَّانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ عَمَّارٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ.

[30] امام ترمذی رحمہ اللہ نے ابن ابوعمر کے واسطے سے، سفیان بن عیینہ عن سعید بن ابی عروبہ، عن قتادہ، عن حسان بن بلال کی سند سے بھی گزشتہ حدیث جیسی روایت بیان کی ہے۔

٢٩ـ [حسن بالشواهد] أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب ماجاء في تخليل اللحية، ح: ٤٢٩ عن محمد بن أبي عمر به.

٣٠ـ [حسن بالشواهد] أخرجه ابن ماجه، (انظر الحديث السابق) عن ابن أبي عمر به * وفي الباب عن عثمان [يأتي: ٣١] وعائشة، [أحمد: ٦/ ٢٣٤] وأم سلمة، [الطبراني في الكبير: ٢٣/ ٢٩٨، ح: ٦٦٤] وأنس، [أبو داود، ح: ١٤٥ وابن ماجه، ح: ٤٣١] وابن أبي أوفى [أبو عبيد القاسم بن سلام في كتاب الطهور، ح: ٨٢ وأصله عند ابن ماجه، ح: ٤١٦] وأبي أيوب، [ابن ماجه، ح: ٤٣٣].

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَفِي الْبَابِ عَنْ [عُثْمَانَ، وَ]عَائِشَةَ، وَأُمِّ سَلَمَةَ، وَأَنَسٍ، وَابْنِ أَبِي أَوْفٰى، وَأَبِي أَيُّوبَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: [وَ]سَمِعْتُ إِسْحَاقَ بْنَ مَنْصُورٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: لَمْ يَسْمَعْ عَبْدُ الْكَرِيمِ مِنْ حَسَّانِ بْنِ بِلَالٍ حَدِيثَ التَّخْلِيلِ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا عثمان، سیدہ عائشہ، سیدہ ام سلمہ، سیدنا انس، سیدنا ابن ابی اوفیٰ اور سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی) رحمہ اللہ ابن عیینہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ عبدالکریم نے حسان بن بلال سے تخلیل (ڈاڑھی کے خلال) والی حدیث نہیں سنی۔

٣١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهُ.

[31] سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنی ڈاڑھی کا خلال کیا کرتے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: أَصَحُّ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ حَدِيثُ عَامِرِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عُثْمَانَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَقَالَ بِهٰذَا أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ: رَأَوْا تَخْلِيلَ اللِّحْيَةِ. وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ. وَقَالَ أَحْمَدُ: إِنْ سَهَا عَنِ التَّخْلِيلِ فَهُوَ جَائِزٌ. وَقَالَ إِسْحَاقُ: إِنْ تَرَكَهُ نَاسِيًا أَوْ مُتَأَوِّلًا أَجْزَأَهُ، وَإِنْ تَرَكَهُ عَامِدًا أَعَادَ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلے میں صحیح تر روایت عامر بن شقیق کی ہے جو ابووائل کے واسطے سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اکثر اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد والوں کا یہی موقف ہے کہ ڈاڑھی کا خلال کرنا چاہیے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اگر بھول کر خلال نہ کیا ہو تو وضو درست ہوگا۔ امام اسحاق رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اگر بھول کر یا حدیث کی تاویل کرتے ہوئے خلال چھوڑا ہو تو وضو کفایت کر جائے گا لیکن اگر جان بوجھ کر خلال چھوڑا ہو تو نیا وضو کرے۔

فوائد و مسائل: ① قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے چہرہ دھونے کا حکم دیا ہے اور ڈاڑھی اگر گھنی ہو تو خلال کے بغیر چہرہ نہیں دھلے گا، اس لیے امام عطاء، امام ابوثور اور امام اسحاق کے نزدیک تخلیل (خلال) فرض ہے۔ لفظ [كَانَ] جب فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے تو اگر قرینہ صارفہ نہ ہو تو وہ استمرار کے معنی دیتا ہے، اس لیے گھنی ڈاڑھی والوں کو بالخصوص اسے نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن اس کے لیے آخر میں الگ تخلیل (خلال) ضروری نہیں۔ امام شافعی، امام ثوری، امام اوزاعی، امام لیث، امام احمد،

٣١ـ [حسن بالشواهد] أخرجه ابن ماجه، (انظر الحديثين السابقين)، ح: ٤٣٠ من حديث عبدالرزاق به وهو في مصنف عبدالرزاق، ح: ١٢٥ وصححه ابن خزيمة، ح: ١٥١، ١٥٢، ١٦٧ وابن حبان (الإحسان): ١٠٧٨ وابن الجارود، ح: ٧٢ والحاكم: ١/١٤٩.

امام اسحاق، امام داود، امام طبری رحمہم اللہ اور اکثر اہل علم کے نزدیک ڈاڑھی کا خلال غسل میں فرض ہے، وضو میں فرض نہیں۔ (تحفة الأحوذي: 43/1) جہاں تک ڈاڑھی کے خلال کے وجوب یا عدم وجوب کا تعلق ہے تو راجح بات یہ ہے کہ ڈاڑھی کا خلال دو وجوہات کی بنا پر واجب ہے: * اس پر رسول اللہ ﷺ کا دوام ہے۔* خلال کرنے کا حکم ہے جیسا کہ سنن ابوداود (145) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک چلو لے کر وضو کرتے وقت ٹھوڑی کے نیچے داخل کیا اور فرمایا: [هٰكَذَا أَمَرَنِي رَبِّي عَزَّوَجَلَّ] ''میرے رب عزوجل نے مجھے ایسے ہی کرنے کا حکم دیا ہے۔'' یہ حدیث بھی صحیح ہے۔ دیکھیے: (صحیح سنن أبي داود (مفصل) للألباني، حدیث: 133) ② ڈاڑھی کے خلال کے حکم سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ڈاڑھی دھونا واجب یا سنت نہیں، ہاں چہرہ دھوتے ہوئے سامنے کے جو بال ڈھل جائیں وہ چہرہ دھونے کے حکم میں آئیں گے۔ لیکن پوری ڈاڑھی کو دھونا اور اسے واجب کہنا بلا دلیل ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٢٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي مَسْحِ الرَّأْسِ أَنَّهُ يَبْدَأُ بِمُقَدَّمِ الرَّأْسِ إِلٰى مُؤَخَّرِهِ (التحفة ٢٤)

باب:24۔ سر کے مسح کا بیان کہ سر کے اگلے حصے سے شروع کر کے پیچھے کی طرف لے جائے

٣٢- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنُ [بْنُ عِيسَى الْقَزَّازُ]: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ، فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ: بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ، ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا إِلٰى قَفَاهُ، ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتّٰى رَجَعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَفِي الْبَابِ عَنْ مُعَاوِيَةَ، وَالْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ، وَعَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ أَصَحُّ شَيْءٍ فِي الْبَابِ وَأَحْسَنُ، وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ.

[32] سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے سر کا مسح اپنے دونوں ہاتھوں سے کیا، اور ان کو آگے سے پیچھے کی طرف لے گئے اور پیچھے سے آگے کی طرف لائے، یعنی ابتدا سر کے اگلے حصے سے کی، پھر انھیں گدی تک لے گئے، پھر دونوں کو واپس لائے حتی کہ اس جگہ تک لوٹ آئے جہاں سے مسح شروع کیا تھا، پھر اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔

ابوعیسیٰ (امام ترمذی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا معاویہ، سیدنا مقدام بن معدیکرب اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی) رحمہ اللہ نے فرمایا: اس موضوع کی سب سے زیادہ صحیح اور احسن حدیث سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

٣٢- أخرجه مسلم، الطهارة، باب: في صفة الوضوء، ح: ٢٣٥ عن إسحاق بن موسى والبخاري، الوضوء، باب مسح الرأس كله، ح: ١٨٥ من حديث مالك به وهو في الموطأ: ١/ ١٨ (يحيى) بطوله * وفي الباب عن معاوية، [أبو داود، ح: ١٢٤] والمقدام بن معديكرب، [أبو داود، ح: ١٢٢ وابن ماجه، ح: ٤٤٢] وعائشة [النسائي: ١/ ٧٢، ٧٣، ح: ١٠٠].

لغوی تشریح: [بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ، ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا...] یہ [فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ] کی تفسیر ہے۔ یہ مفہوم صحیح بخاری کی روایت سے زیادہ واضح ہو جاتا ہے جس کے الفاظ ہیں: فَأَدْبَرَ بِهِ اپنے ہاتھوں کو پیچھے کی طرف لے گئے۔ وَأَقْبَلَ اور ان کو آگے کی طرف لائے۔ (صحیح البخاري، الوضوء، حدیث: 199)

فوائد و مسائل: ① پورے سر کا مسح کرنا واجب ہے جیسا کہ قرآن مجید اور احادیث سے ثابت ہے۔ سر کے بعض حصے کے مسح پر اکتفا کرنا ناجائز ہے۔ دیکھیے: (فتاویٰ الدین الخالص: 481/1) ② جمہور امت کے نزدیک سر کے مسح کا آغاز سامنے سے کیا جائے گا۔ امام وکیع بن جراح کے نزدیک مسح کی ابتدا سر کے پچھلے حصے سے کی جائے اور حسن بن صالح کے نزدیک سر کے درمیان سے۔ صحیح موقف جمہور کا ہے کیونکہ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت متفق علیہ ہے، اس لیے راجح یہی ہے اور اس میں سر کے آگے سے مسح شروع کرنے کا ذکر ہے اگرچہ کبھی کبھار دوسرے طریقوں پر بھی عمل ہو سکتا ہے جیسا کہ بعض روایات میں بیان ہوا ہے۔ ③ مسح کرنے کی مختلف حالات میں درج ذیل صورتیں ہیں: * سر ننگا ہو۔ اس صورت میں پورے سر کا مسح کرنا واجب ہے جیسا کہ مذکورہ حدیث میں ہے۔ * سر پر پگڑی ہو۔ اس صورت میں دو طرح مسح کرنا جائز ہے: صرف پگڑی پر مسح کرنا جیسا کہ صحیح بخاری (الوضوء، حدیث: 205) وغیرہ میں ہے۔ سر کے بعض حصے، یعنی پیشانی اور پگڑی پر مسح کرنا جیسا کہ صحیح مسلم (الطھارة، حدیث: 274) میں ہے۔

(المعجم ۲۵) بَابُ مَا جَاءَ: أَنَّهُ يَبْدَأُ بِمُؤَخَّرِ الرَّأْسِ (التحفة ۲۵)

باب: 25۔ مسح کی ابتدا سر کے پچھلے حصے سے کرنے کا بیان

٣٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ [بْنُ سَعِيدٍ]: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّتَيْنِ: بَدَأَ بِمُؤَخَّرِ رَأْسِهِ ثُمَّ بِمُقَدَّمِهِ وَبِأُذُنَيْهِ كِلْتَيْهِمَا: ظُهُورِهِمَا وَبُطُونِهِمَا.

[33] سیدہ رُبیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سر کا مسح دو دفعہ کیا۔ آغاز اپنے سر کے پچھلے حصے سے کیا، پھر اگلے حصے کا مسح کیا۔ اور اپنے دونوں کانوں کے باہر اور اندر کا مسح بھی کیا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَحَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ أَصَحُّ مِنْ هٰذَا وَأَجْوَدُ إِسْنَادًا. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْكُوفَةِ إِلَى هٰذَا الْحَدِيثِ، مِنْهُمْ وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے جبکہ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت سند کے اعتبار سے اس سے زیادہ صحیح اور بہتر ہے۔ بعض اہل کوفہ کا اسی پر عمل ہے۔ وکیع بن جراح بھی ان میں شامل ہیں۔

فوائد و مسائل: ① مسح کا افضل طریقہ یہی ہے کہ سر کے اگلے حصے سے شروع کیا جائے اور پیچھے گدی تک ہاتھوں کو لے

٣٣- [حسن بالشواهد] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب صفة وضوء النبي ﷺ، ح: ١٢٦ من حديث بشر به وحسنه البوصيري وللحديث شواهد عند ابن خزيمة (١٤٨، ١٥٢) وغيره.

جا کر پھر سر کے اگلے حصے کی طرف لایا جائے، تاہم مذکورہ طریقے اور اس کے علاوہ احادیث میں مذکور طریقوں کے مطابق بھی مسح کرنا جائز ہے۔ ② اس روایت میں جو دو دفعہ مسح کرنے کا ذکر ہے، بعض علماء کا کہنا ہے کہ یہ درحقیقت ایک ہی مرتبہ ہے۔ صرف ہاتھوں کو آگے سے پیچھے اور پیچھے سے آگے لے جانے کو دو مرتبہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٢٦) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ مَسْحَ الرَّأْسِ مَرَّةً

(التحفة ٢٦)

باب: 26۔ سر کا مسح ایک دفعہ کرنے کا بیان

٣٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ: أَنَّهَا رَأَتِ النَّبِيَّ ﷺ يَتَوَضَّأُ، قَالَتْ: مَسَحَ رَأْسَهُ، وَمَسَحَ مَا أَقْبَلَ مِنْهُ وَمَا أَدْبَرَ، وَصُدْغَيْهِ وَأُذُنَيْهِ مَرَّةً وَاحِدَةً.

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَجَدِّ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفِ بْنِ عَمْرٍو. قَالَ أَبُو عِيسٰى: [وَ] حَدِيثُ الرُّبَيِّعِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ مَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّةً. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ، وَبِهِ يَقُولُ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، رَأَوْا مَسْحَ الرَّأْسِ مَرَّةً وَاحِدَةً. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ [الْمَكِّيُّ] قَالَ: سَمِعْتُ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ يَقُولُ: سَأَلْتُ جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ مَسْحِ الرَّأْسِ: أَيُجْزِىءُ مَرَّةً؟ فَقَالَ: إِي وَاللهِ!

[34] سیدہ ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کو وضو کرتے دیکھا۔ وہ فرماتی ہیں: آپ نے اپنے سر کا مسح کیا، اور آپ نے اس کے اگلے حصے کا مسح کیا اور پچھلے کا بھی اور اپنی دونوں کنپٹیوں کا اور اپنے دونوں کانوں کا بھی اور ایک ہی بار کیا۔

اس مسئلے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور طلحہ بن مصرف بن عمرو کے دادا کی روایت بھی مروی ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ربیع کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور متعدد سندوں سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے سر کا مسح ایک دفعہ کیا۔ صحابۂ کرام اور ان کے بعد کے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ جعفر بن محمد، یعنی امام جعفر صادق، امام سفیان ثوری، امام ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے کہ سر کا مسح ایک ہی دفعہ ہے۔ سفیان بن عیینہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جعفر بن محمد سے پوچھا: کیا سر کا مسح ایک دفعہ کرنا کافی ہے؟ انھوں نے کہا، ہاں! اللہ کی قسم۔

فائدہ: جمہور ائمہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد، امام اسحاق، امام ثوری اور دیگر علماء کا یہ موقف ہے کہ سر کا مسح ایک ہی بار ہے کیونکہ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت میں ایک ہی دفعہ مسح کرنے کی صراحت ہے اور بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

٣٤ـ [حسن بالشواهد] أخرجه أبو داود، ح: ١٣١ وابن ماجه، ح: ٤٤٠، ٤٤١ من حديث ابن عقيل به وانظر الحديث السابق وهذا طرف منه وللحديث شواهد عند أبي داود (١٣٥) وغيره * وفي الباب عن علي [يأتي: ٤٨] وجد طلحة بن مصرف بن عمرو، [أبو داود، ح: ١٣٢] وسنده ضعيف لعلل * قول جعفر بن محمد الصادق: سنده صحيح.

نے بھی ایک دفعہ کی صراحت بیان کی ہے۔ شوافع کا مختار مسلک یہ ہے کہ دیگر اعضائے وضو کی طرح سر کا مسح بھی تین دفعہ کرنا مسنون ہے۔ اس مسئلے میں راجح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ نبی ﷺ کا اکثر عمل ایک ہی دفعہ مسح کرنے پر تھا، تاہم تین دفعہ مسح کرنا بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ دیکھیے: (سنن أبي داود، الطهارة، حديث: 107) اس لیے ایک دفعہ مسح کرنا افضل ہے جبکہ کبھی کبھار بسا اوقات تین بار بھی جائز ہے۔ دیکھیے: (تمام المنة، ص: 91)

(المعجم ۲۷) بَابُ مَا جَاءَ: أَنَّهُ يَأْخُذُ لِرَأْسِهِ مَاءً جَدِيدًا (التحفة ۲۷)

باب: 27۔ سر کے مسح کے لیے نیا پانی لیا جائے

۳۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ حَبَّانَ بْنِ وَاسِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ: أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ، وَأَنَّهُ مَسَحَ رَأْسَهُ بِمَاءٍ غَيْرِ فَضْلِ يَدَيْهِ.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَرَوَى ابْنُ لَهِيعَةَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ حَبَّانَ بْنِ وَاسِعٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ، وَأَنَّهُ مَسَحَ رَأْسَهُ بِمَا غَبَرَ مِنْ فَضْلِ يَدَيْهِ. وَرِوَايَةُ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ حَبَّانَ أَصَحُّ، لِأَنَّهُ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ هٰذَا الْحَدِيثُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ وَغَيْرِهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَخَذَ لِرَأْسِهِ مَاءً جَدِيدًا. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ: رَأَوْا أَنْ يَأْخُذَ لِرَأْسِهِ مَاءً جَدِيدًا.

[35] سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے نبی ﷺ کو وضو کرتے دیکھا، اور آپ نے اپنے سر کا مسح، ہاتھوں کے بچے ہوئے پانی کے علاوہ (نئے پانی) سے کیا۔

ابوعیسیٰ (امام ترمذی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ یہی روایت ابن لہیعہ نے حبان بن واسع کے واسطے سے ان کے باپ سے اور وہ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے وضو کیا اور آپ نے اپنے سر کا مسح اپنے ہاتھوں کے بچے ہوئے پانی سے کیا۔ (نیا پانی نہیں لیا۔) (امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) عمرو بن حارث کی حبان سے روایت صحیح تر ہے کیونکہ یہ حدیث کئی سندوں سے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے سر کے مسح کے لیے نیا پانی لیا۔ اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے کہ سر کے مسح کے لیے نیا پانی لیا جائے۔

فوائد و مسائل: ① وضو میں سر کا مسح فرض ہے۔ قرآن مجید میں اس کا حکم ہے اور نبی ﷺ کے عمل سے بھی ثابت ہے۔ سر کے مسح کے لیے پانی لینے کے بارے میں اہل علم میں یہ اختلاف ہے کہ اس کے لیے نیا پانی لینا ضروری ہے یا پہلے سے تر اور گیلے ہاتھوں سے مسح کیا جا سکتا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسی اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جمہور اہل علم کے نزدیک سر کے مسح کے

۳۵- أخرجه مسلم، الطهارة، باب آخر في صفة الوضوء، ح: ۲۳٦ من حديث ابن وهب به * حديث ابن لهيعة، [أخرجه أحمد: ٤/ ۳۹-٤۱ والدارمي: ۱/ ۱۸۰ بلفظ: "بماء غير فضل يديه"].

لیے نیا پانی لینا ضروری ہے، یعنی بازو دھونے کے بعد ہاتھوں کو نئے سرے سے گیلا کر کے سر کا مسح کیا جائے۔ پہلے والے گیلے پن پر اکتفا نہ کیا جائے۔ ② دوسری قابل غور بات سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت کا لفظی اختلاف ہے۔ اس روایت کا دار و مدار حبان بن واسع پر ہے۔ ان کے دو شاگرد ہیں عمرو بن حارث اور ابن لہیعہ۔ عمرو بن حارث کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے سر کے مسح کے لیے نیا پانی لیا جبکہ ابن لہیعہ کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے ہاتھوں کی سابقہ تری کے ساتھ مسح کیا، نیا پانی نہیں لیا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے عمرو بن حارث کی روایت کو صحیح تر قرار دے کر اس اشکال کو حل کیا ہے اور یہی بات راجح ہے کہ عمرو بن حارث کی روایت ہی صحیح ہے اور اسی پر عمل ہوگا کہ سر کے مسح کے لیے نیا پانی لیا جائے۔

(المعجم ٢٨) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] مَسْحِ الْأُذُنَيْنِ ظَاهِرِهِمَا وَبَاطِنِهِمَا (التحفة ٢٨)

باب: 28۔ کانوں کے باہر اور اندر دونوں جانب سے مسح کیا جائے

٣٦- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا [عَبْدُ اللهِ] بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ [مُحَمَّدِ] بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَسَحَ بِرَأْسِهِ وَأُذُنَيْهِ: ظَاهِرِهِمَا وَبَاطِنِهِمَا.

[36] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے اپنے سر اور اپنے کانوں کے باہر اور اندر سے مسح کیا۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى]: وَفِي الْبَابِ عَنِ الرُّبَيِّعِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: [وَ] حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ يَرَوْنَ مَسْحَ الْأُذُنَيْنِ: ظُهُورِهِمَا وَبُطُونِهِمَا.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اس باب میں سیدہ ربیع رضی اللہ عنہا کی حدیث وارد ہے۔ نیز ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) نے فرمایا: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اکثر اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ ان کے نزدیک کانوں کے باہر اور اندر کا مسح کیا جائے گا۔

فائدہ: ائمۂ اربعہ کے نزدیک کانوں کے اندر کا مسح شہادت کی انگلی سے اور باہر کا مسح انگوٹھے سے کیا جائے، احادیث صحیحہ سے یہی ثابت ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیاں کانوں میں داخل کر کے ان کے ذریعے سے کانوں کے اندرونی حصے کا مسح کیا جائے اور دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کے باہر کی نچلی جانب سے شروع کر کے کنپٹی تک لائے جائیں۔

(المعجم ٢٩) بَابُ مَا جَاءَ: أَنَّ الْأُذُنَيْنِ مِنَ الرَّأْسِ (التحفة ٢٩)

باب: 29۔ کان سر کا حصہ ہیں

٣٦- أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب ماجاء في مسح الأذنين، ح: ٤٣٩ من حديث ابن إدريس به وله طريق آخر عن زيد بن أسلم، عند البخاري، ح: ١٤٠ بطوله.

٣٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ سِنَانِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: تَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَيَدَيْهِ ثَلَاثًا، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، وَقَالَ: «الْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ».

قَالَ أَبُو عِيسٰى: قَالَ قُتَيْبَةُ: قَالَ حَمَّادٌ: لَا أَدْرِي، هٰذَا مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ أَوْ مِنْ قَوْلِ أَبِي أُمَامَةَ. [قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ]، لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِذَاكَ الْقَائِمِ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ: أَنَّ الْأُذُنَيْنِ مِنَ الرَّأْسِ. وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: مَا أَقْبَلَ مِنَ الْأُذُنَيْنِ فَمِنَ الْوَجْهِ، وَمَا أَدْبَرَ فَمِنَ الرَّأْسِ. قَالَ إِسْحَاقُ: وَأَخْتَارُ أَنْ يَمْسَحَ مُقَدَّمَهُمَا مَعَ وَجْهِهِ، وَمُؤَخَّرَهُمَا مَعَ رَأْسِهِ. [وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: هُمَا سُنَّةٌ عَلٰى حِيَالِهِمَا: يَمْسَحُهُمَا بِمَاءٍ جَدِيدٍ].

[37] سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے وضو کیا، اپنا چہرہ تین دفعہ دھویا اور دونوں ہاتھ بھی تین دفعہ دھوئے اور اپنے سر کا مسح کیا اور فرمایا: ''دونوں کان سر کا حصہ ہیں۔''

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: قتیبہ نے کہا: اس روایت کے راوی حماد کا کہنا ہے کہ مجھے معلوم نہیں یہ جملہ نبی ﷺ کا فرمان ہے یا ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ اس مسئلے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت بھی آتی ہے۔ نیز امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ اس کی سند مضبوط نہیں ہے۔ صحابۂ کرام اور بعد کے اکثر اہل علم کا اس پر عمل ہے کہ کان سر کا حصہ ہیں۔ سفیان ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ کانوں کا اگلا حصہ چہرے میں داخل ہے اور پچھلا حصہ سر میں۔ امام اسحاق کہتے ہیں: مجھے یہی پسند ہے کہ ان کے سامنے کے حصے کا مسح چہرے کے ساتھ کیا جائے اور پچھلے حصے کا سر کے ساتھ۔ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ دونوں مستقل سنت ہیں۔ ان کا مسح نئے پانی سے کیا جائے۔

فائدہ: چونکہ ائمۂ اربعہ کے نزدیک کان سر کا حصہ ہیں، اس لیے ان کا مسح کیا جائے گا، ان کو دھویا نہیں جائے گا۔ امام زہری، قاضی ابوشریح اور داود ظاہری کانوں کو چہرے کا حصہ سمجھتے ہیں، اس لیے ان کے نزدیک ان کو چہرے کے ساتھ دھویا جائے گا۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ ان کو چہرے کے ساتھ دھویا جائے گا اور پھر سر کے ساتھ ان کا مسح کیا جائے گا، لیکن صحیح موقف یہی ہے کہ یہ سر کا حصہ ہیں اور ان کا مسح کیا جائے گا، نیز کانوں کے مسح کے لیے نیا پانی نہ لیا جائے کیونکہ یہ کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

(المعجم ٣٠) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي تَخْلِيلِ الْأَصَابِعِ (التحفة ٣٠)

باب: 30۔ انگلیوں کا خلال کرنا

٣٧۔ [صحيح بالشواهد] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب صفة وضوء النبي ﷺ، ح: ١٣٤ عن قتيبة به وللحديث شواهد انظر: الصحيحة للألباني، رقم: ٣٦ * وفي الباب عن أنس، [الدارقطني: ١/ ١٠٣، ح: ٣٦١ والطبراني في الصغير، ص: ٦٤].

٣٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَهَنَّادٌ قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلِّلِ الْأَصَابِعَ».

[38] سیدنا لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم وضو کرو تو انگلیوں کا خلال کیا کرو۔''

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَالْمُسْتَوْرِدِ، [وَهُوَ ابْنُ شَدَّادٍ الْفِهْرِيُّ،] وَأَبِي أَيُّوبَ [الْأَنْصَارِيِّ]. قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّهُ يُخَلِّلُ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ فِي الْوُضُوءِ. وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. وَقَالَ إِسْحَاقُ: يُخَلِّلُ أَصَابِعَ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ [فِي الْوُضُوءِ]. وَأَبُو هَاشِمٍ اسْمُهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ كَثِيرٍ [الْمَكِّيُّ].

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس، مستورد بن شداد فہری اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ انسان وضو میں پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرے۔ امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے اور امام اسحاق کہتے ہیں کہ وضو کرتے ہوئے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرے۔ اور ابو ہاشم کا نام اسماعیل بن کثیر مکی ہے۔

٣٩- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ [هُوَ الْجَوْهَرِيُّ] قَالَ: حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ صَالِحٍ مَوْلَى التَّوْأَمَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلِّلْ [بَيْنَ] أَصَابِعِ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ».

[39] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم وضو کرو تو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرو۔''

قَالَ [أَبُو عِيسٰى]: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) کہتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

٤٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ

[40] سیدنا مستورد بن شداد فہری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

٣٨ـ أخرجه أحمد: ٤/ ٣٢، ٣٣ عن وكيع به وهو في سنن أبي داود، ح: ١٤٢ وابن ماجه، ح: ٤٠٧ من حديث عاصم، وسنن النسائي: ١/ ٧٩، ح: ١١٤ من حديث سفيان الثوري به وصححه ابن خزيمة، ح: ١٥٠، ١٦٨ وابن حبان (الإحسان): ١٠٥١ والحاكم: ١/ ١٤٧، ١٤٨ والذهبي * وفي الباب عن ابن عباس [يأتي، ح:٣٩] والمستورد وهو ابن شداد الفهري [يأتي: ٤٠] وأبي أيوب الأنصاري، [أحمد: ٥/ ٤١٦ وابن أبي شيبة: ١/ ١٢].

٣٩ـ أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب تخليل الأصابع، ح: ٤٤٧ عن إبراهيم بن سعيد به، وموسى سمع من صالح قبل اختلاطه.

٤٠ـ أخرجه أبو داود، الطهارة، باب غسل الرجل، ح: ١٤٨ عن قتيبة به، وروايته عن ابن لهيعة صحيحة وتابعه إلى ابن لهيعة الليث بن سعد وغيره.

ابْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ، عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ الْفِهْرِيِّ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ إِذَا تَوَضَّأَ دَلَكَ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ بِخِنْصَرِهِ.

میں نے نبی ﷺ کو دیکھا جب آپ وضو کرتے تو پاؤں کی انگلیوں کو چھنگلی سے ملتے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ ابْنِ لَهِيعَةَ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسے صرف ابن لہیعہ کی سند سے جانتے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک انگلیوں کا خلال سنت ہے اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال تاکیدی ہے۔ امام مالک اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مستحب ہے۔ لیکن ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کے درمیان اس فرق کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ احادیث میں انگلیوں کے خلال کرنے کا حکم ہے، اس لیے اسے مستحب یا سنت کہنے کے بجائے واجب کہنا اقرب الی الصواب (زیادہ بہتر) ہے کیونکہ اس امر کا کوئی قرینۂ صارفہ نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ کے عمل اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے اس کی تائید ہوتی ہے، نیز بعض صحابہ کا انگلیوں کے خلال کا ذکر نہ کرنا اس کے عدم وجوب پر دلالت نہیں کرتا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتاوی الدین الخالص: 449-498/1، وتمام المنة، ص: 93) ② ہاتھوں کی انگلیوں کے خلال میں اختیار ہے کہ کسی طرح بھی کرلیا جائے کیونکہ حدیث میں اس کی صراحت نہیں ہے، تاہم پاؤں کی انگلیوں کا خلال عمومی دلائل کی روشنی میں بائیں ہاتھ کی چھنگلی انگلی سے ہوگا اور پاؤں کی چھوٹی انگلی سے شروع کیا جائے گا۔ مغنی میں ہے کہ ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال تشبیک، یعنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال کر ہوگا اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے ہوگا جس کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں پاؤں کی چھنگلی سے اس کے انگوٹھے تک، پھر بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے اس کی چھنگلی تک، انگلیوں کے درمیان حرکت دیں گے۔

(المغني: 152/1، تحقيق الدكتور تركي)

(المعجم ٣١) بَابُ مَا جَاءَ: «وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ» (التحفة ٣١)

باب: 31۔ ''ایڑیوں کے لیے آگ سے ہلاکت و تباہی ہے'' کا بیان

٤١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي

[41] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ایڑیوں کے لیے آگ سے ہلاکت وتباہی ہے۔''

٤١ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب وجوب غسل الرجلين بكمالهما، ح: ٢٤٢ من حديث سهيل به ❊ وفي الباب عن عبدالله بن عمرو، [البخاري، ح: ٦٠ ومسلم، ح: ٢٤١] وعائشة، [مسلم، ح: ٢٤٠] وجابر [ابن ماجه، ح: ٤٥٤ وأحمد: ٣/ ٣٦٩] و عبدالله بن الحارث هو ابن جزء الزبيدي [أحمد: ٤/ ١٩١] ومعيقيب، [أحمد: ٣/ ٤٢٦، ٥/ ٤٢٥] وخالد بن الوليد [ابن ماجه، ح: ٤٥٥] وشرحبيل بن حسنة، [ابن ماجه، ح: ٤٥٥] وعمرو بن العاص، [ابن ماجه، ح: ٤٥٥] ويزيد بن أبي سفيان، [ابن ماجه، ح: ٤٥٥].

هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ».

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، وَعَائِشَةَ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ [هُوَ ابْنُ جَزْءٍ الزُّبَيْدِيُّ]، وَمُعَيْقِيبٍ، وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، وَشُرَحْبِيلَ بْنِ حَسَنَةَ، وَعَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ، وَيَزِيدَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَ[قَدْ] رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ وَبُطُونِ الْأَقْدَامِ مِنَ النَّارِ». [قَالَ]: وَفِقْهُ هٰذَا الْحَدِيثِ: أَنَّهُ لَا يَجُوزُ الْمَسْحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِمَا خُفَّانِ أَوْ جَوْرَبَانِ.

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن عمرو، سیدہ عائشہ، سیدنا جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن حارث، یعنی ابن جزء الزبیدی، معیقیب، خالد بن ولید، شرحبیل بن حسنہ، عمرو بن عاص اور یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم سے احادیث مروی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ نبی ﷺ سے یہ الفاظ بھی بیان کیے جاتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایڑیوں اور پاؤں کے تلووں کے لیے آگ سے ہلاکت وتباہی ہے۔'' امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس حدیث سے استنباط یہ ہے کہ اگر پاؤں پر موزے یا جرابیں نہ ہوں تو ان پر مسح کرنا جائز نہیں۔

لغوی تشریح: [وَيْلٌ] رنج وحزن، ہلاکت، دکھ اور تکلیف کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ اس شخص کے لیے استعمال کرتے ہیں جو ہلاکت وتباہی کا کام کرنے کے سبب عذاب کا مستحق ہو۔ اسی معنی میں لفظ وَیْحٌ بھی استعمال ہوتا ہے، تاہم یہ ایسے شخص کے لیے بولتے ہیں جس نے کسی ایسے کام کا ارتکاب نہ کیا ہو جو ہلاکت وتباہی کا سبب ہو لیکن وہ رنج والم سے دوچار ہوسکتا ہو۔ [أَعْقَاب] عَقِب کی جمع ہے، یعنی پاؤں کا پچھلا حصہ، ایڑی۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وضو میں ایڑیوں کے دھونے کا خاص طور پر اہتمام کرنا چاہیے کہ کہیں خشک نہ رہ جائیں، وگرنہ یہ اس قدر سنگین جرم ہوگا کہ خشک رہ جانے کے سبب ان کو عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اگر ایڑیوں کے خشک رہنے پر عذاب ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ پاؤں کو خوب احتیاط سے دھونا چاہیے۔ ② اگر پاؤں کا مسح ہوتا تو پھر ایڑیوں کے لیے یہ وعید نہ ہوتی کیونکہ مسح کی صورت میں تو یہ امتیاز نہیں ہوسکتا کہ کہاں مسح ہوا اور کہاں نہیں ہوا۔ ③ اس مسئلے پر تمام اہل سنت کا اتفاق ہے کہ پاؤں پر اگر موزے یا جرابیں نہ ہوں تو ان کو دھونا فرض ہے۔ کسی اہل سنت اور اہل علم سے صحیح سند سے ننگے پاؤں پر مسح کرنے کا جواز ثابت نہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا، اس نے وضو کرتے وقت اپنے قدموں کی ایک ناخن کے بقدر جگہ چھوڑ دی۔ آپ ﷺ نے اسے نئے سرے سے وضو کرنے کا حکم دیا۔ (صحيح مسلم، الطهارة، حديث: 243) ④ اہل تشیع یا روافض کا قرآن مجید کی آیتِ وضو سے پاؤں پر مسح کرنے کا استدلال کرنا غلط اور باطل ہے کیونکہ اس کی عملی تفسیر رسول اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے اور وہ پاؤں کا دھونا ہے نہ کہ مسح کرنا اور جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مسح کرنے کا ثبوت ہے ان کا رجوع بھی ثابت ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٣٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوُضُوءِ مَرَّةً مَرَّةً (التحفة ٣٢)

باب:32۔ وضو میں اعضاء کو ایک ایک بار دھونا

٤٢- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَهَنَّادٌ وَقُتَيْبَةُ قَالُوا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ؛ ح: [قَالَ]: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً.

[42] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک ایک بار وضو کیا، یعنی اعضاء کو ایک ایک بار دھویا۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ، وَجَابِرٍ، وَبُرَيْدَةَ، وَأَبِي رَافِعٍ، وَابْنِ الْفَاكِهِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: [وَ]حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ أَحْسَنُ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ وَأَصَحُّ. وَرَوَى رِشْدِينُ بْنُ سَعْدٍ وَغَيْرُهُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ شُرَحْبِيلَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً. [قَالَ:] وَلَيْسَ هٰذَا بِشَيْءٍ، وَالصَّحِيحُ مَا رَوَى ابْنُ عَجْلَانَ، وَهِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا عمر، جابر، بریدہ، ابورافع اور ابن الفاکہ رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) نے فرمایا: سب سے بہتر اور صحیح ترین روایت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے۔ یہ روایت رشدین بن سعد وغیرہ نے ضحاک بن شرحبیل سے، انھوں نے زید بن اسلم سے، انھوں نے اپنے باپ سے، انھوں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نبی ﷺ سے بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک ایک بار وضو کیا۔ لیکن اس کی کوئی حقیقت نہیں، صحیح روایت وہی ہے جو ابن عجلان، ہشام بن سعد، سفیان ثوری اور عبدالعزیز بن محمد نے زید بن اسلم سے بواسطہ عطاء بن یسار سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر انسان وضو کے اعضاء کو مکمل طور پر ایک ایک دفعہ دھولے تو فرض ادا ہو جائے گا کیونکہ اصل مقصد اعضاء کو پورے طور پر دھونا ہے۔ اسی طرح جیسا کہ اگلے ابواب میں آ رہا ہے، دو دو مرتبہ اور تین تین دفعہ دھونا بھی صحیح ہے۔ اسی طرح بعض اعضاء کو دو دفعہ اور بعض کو تین دفعہ دھونا بھی درست ہے لیکن نبی ﷺ کا عام معمول تین تین مرتبہ

٤٢ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب الوضوء مرة مرة، ح: ١٥٧ من حديث سفيان الثوري به وصرح بالسماع عند أبي داود، ح: ١٣٨ * وفي الباب عن عمر، [ابن ماجه، ح: ٤١٢] و جابر [يأتي: ٤٥] وبريدة، [البيهقي: ١/ ٢٧١ والروياني في مسنده: ١/ ٦٥، ح: ٩، ١٠] وأبي رافع [البزار، (كشف الأستار): ١/ ١٤٣، ح: ٢٧٢ والدارقطني: ١/ ٨٠، ح: ٢٦٠] وابن الفاكه، [علي ابن الجعد في مسنده، ح: ٣٥٧٢ وابن عدي في الكامل: ٥/ ٢٠١٣] * حديث رشدين بن سعد، [أخرجه ابن ماجه، ح: ٤١٢].

دھونے ہی کا تھا، اس لیے تین تین مرتبہ دھونا افضل اور بہتر ہے۔

(المعجم ٣٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوُضُوءِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ (التحفة ٣٣)

باب: 33۔ وضو میں اعضاء کو دو دو مرتبہ دھونا

٤٣- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ ثَوْبَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ [هُوَ] الْأَعْرَجُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ.

[43] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے وضو دو دو مرتبہ کیا، یعنی اعضاء کو دو دو مرتبہ دھویا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ ابْنِ ثَوْبَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ. وَهٰذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. [وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ]. [قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَقَدْ رَوٰى [هَمَّامٌ عَنْ عَامِرٍ الْأَحْوَلِ عَنْ عَطَاءٍ] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسے صرف ابن ثوبان کے واسطے سے عبداللہ بن فضل سے جانتے ہیں اور یہ سند حسن صحیح ہے۔ اس مسئلے میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی آتی ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ ہمام اپنی سند سے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتا ہے کہ نبی ﷺ نے اعضائے وضو تین تین مرتبہ دھوئے۔

(المعجم ٣٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوُضُوءِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا (التحفة ٣٤)

باب: 34۔ وضو کے اعضاء کو تین تین مرتبہ دھونا

٤٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ

[44] سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے وضو

٤٣ـ أخرجه أبو داود، الطهارة، باب الوضوء مرتين، ح: ١٣٦ من حديث زيد بن حباب به وصححه ابن الجارود، ح: ٧١ وابن حبان (الإحسان): ١٠٩١ والحاكم على شرط مسلم: ١/ ١٥٠ ووافقه الذهبي * وفي الباب عن جابر، [يأتي: ٤٥] * وحديث همام، أخرجه أحمد: ٢/ ٣٤٨.

٤٤ـ أخرجه أبو داود، الطهارة، باب صفة وضوء النبي ﷺ، ح: ١١٦ من حديث أبي إسحاق به وللحديث شواهد كثيرة * وفي الباب عن عثمان، [البخاري، ح: ١٥٩ ومسلم، ح: ٢٢٦] والربيع، [أبو داود، ح: ١٢٦ وابن ماجه، ح: ٤١٨] وابن عمر، [ابن ماجه، ح: ٤١٤] وعائشة، [ابن ماجه، ح: ٤١٥] وأبي أمامة، [تقدم: ٣٧] وأبي رافع [تقدم في الباب، ح: ٤٢] وعبدالله بن عمرو، [أبو داود، ح: ١٣٥ وابن ماجه، ح: ٤٢٢] ومعاوية، [أبو داود، ح: ١٢٥] وأبي هريرة، [ابن ماجه، ح: ٤١٥] وجابر، [يأتي: ٤٥] وعبدالله بن زيد، [تقدم: ٣٢] وأبي بن كعب، [ابن ماجه، ح: ٤٢٠].

الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي حَيَّةَ، عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا.

کے اعضاء تین تین مرتبہ دھوئے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُثْمَانَ، وَالرُّبَيِّعِ، وَابْنِ عُمَرَ، وَعَائِشَةَ وَأَبِي أُمَامَةَ، وَأَبِي رَافِعٍ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، وَمُعَاوِيَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَجَابِرٍ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ، وَأُبَيِّ [بْنِ كَعْبٍ]. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَلِيٍّ أَحْسَنُ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ وَأَصَحُّ، [لِأَنَّهُ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَلِيٍّ رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِ]. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّ الْوُضُوءَ يُجْزِئُ مَرَّةً مَرَّةً، وَمَرَّتَيْنِ أَفْضَلُ، وَأَفْضَلُهُ ثَلَاثٌ، وَلَيْسَ بَعْدَهُ شَيْءٌ. وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: لَا آمَنُ إِذَا زَادَ فِي الْوُضُوءِ عَلَى الثَّلَاثِ أَنْ يَأْثَمَ. وَقَالَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ: لَا يَزِيدُ عَلَى الثَّلَاثِ إِلَّا رَجُلٌ مُبْتَلًى.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا عثمان، سیدہ ربیع، سیدنا ابن عمر، سیدہ عائشہ، سیدنا ابوامامہ، ابورافع، عبداللہ بن عمرو، معاویہ، ابوہریرہ، جابر، عبداللہ بن زید اور سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے احادیث مروی ہیں۔ نیز ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سب سے عمدہ اور صحیح ترین روایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ہے کیونکہ وہ ان سے کئی سندوں سے مروی ہے۔ اکثر اہل علم کا عمل اس پر ہے کہ ایک ایک دفعہ وضو کرنا کفایت کرتا ہے۔ دو دو مرتبہ کرنا اس سے افضل ہے اور سب سے بہتر صورت تین تین دفعہ دھونا ہے۔ اس سے زائد کی گنجائش نہیں ہے۔ ابن مبارک رحمہ اللہ کہتے ہیں: جو انسان وضو کرتے وقت تین (دفعہ) پر اضافہ کرتا ہے، مجھے اس کے گناہ گار ہونے کا اندیشہ ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کہتے ہیں: کوئی وسوسے کی مصیبت میں مبتلا شخص ہی تین پر اضافہ کرتا ہے۔

فوائد و مسائل: ① نبی اکرم ﷺ نے اعضائے وضو کو کبھی تین سے زائد مرتبہ نہیں دھویا کیونکہ تین دفعہ دھو لینے کے بعد وضو کے کامل ہونے میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ اب جو شخص اس پر اضافہ کرتا ہے وہ گویا شریعت میں اپنی طرف سے ترمیم کرتا ہے اور یہ بہت بڑی جسارت اور گستاخی ہے، اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا: [فَمَنْ زَادَ عَلٰى هٰذَا فَقَدْ أَسَاءَ وَتَعَدّٰى وَظَلَمَ] (سنن النسائي، الطهارة، حديث: 140) ”چنانچہ جس نے تین مرتبہ سے زیادہ کیا اس نے برا کام کیا، زیادتی کی اور ظلم کیا۔“ ② اعضائے وضو کو زیادہ سے زیادہ تین مرتبہ دھونے کا یہ مطلب نہیں کہ پہلے پانی ڈال کر ملے اور پھر تین دفعہ پانی بہائے، جس طرح عام لوگ کرتے ہیں بلکہ پانی ڈال کر ملنا بھی ایک دفعہ دھونا شمار ہوگا اور مزید صرف دو مرتبہ پانی بہانے کی گنجائش ہے۔ اکثر لوگ پانی کی ٹونٹی کے نیچے ہاتھ یا پاؤں رکھ کر اسے ملتے رہتے ہیں اور بے شمار دفعہ پانی بہاتے ہیں جو کہ خلاف سنت ہے۔

(المعجم ٣٥) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الْوُضُوءِ مَرَّةً وَمَرَّتَيْنِ وَثَلَاثًا (التحفة ٣٥)

باب: 35۔ اعضائے وضو کو ایک ایک مرتبہ، دو دو مرتبہ اور تین تین مرتبہ دھونا

٤٥- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى الْفَزَارِيُّ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ ثَابِتِ بْنِ أَبِي صَفِيَّةَ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ: حَدَّثَكَ جَابِرٌ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً، وَمَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، وَثَلَاثًا ثَلَاثًا؟ قَالَ: نَعَمْ.

[45] سیدنا ثابت بن ابی صفیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوجعفر (محمد بن علی الباقر) سے پوچھا: کیا آپ کو سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنائی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک ایک مرتبہ، دو دو مرتبہ اور تین تین مرتبہ اعضائے وضو کو دھویا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔

٤٦- قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَرَوٰى وَكِيعٌ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ أَبِي صَفِيَّةَ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ: حَدَّثَكَ جَابِرٌ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً؟ قَالَ: نَعَمْ.

[46] امام ترمذی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: وکیع نے یہی حدیث ثابت بن ابی صفیہ سے بیان کی تو کہا: میں نے ابوجعفر سے پوچھا: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے آپ کو یہ حدیث سنائی ہے کہ نبی ﷺ نے وضو ایک ایک مرتبہ کیا؟ یعنی اعضاء کو ایک ایک مرتبہ دھویا، انھوں نے کہا: ہاں۔

[وَ]حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ هَنَّادٌ وَقُتَيْبَةُ قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ ثَابِتٍ [بْنِ أَبِي صَفِيَّةَ]. [قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ شَرِيكٍ، لِأَنَّهُ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهِ هٰذَا، عَنْ ثَابِتٍ نَحْوُ رِوَايَةِ وَكِيعٍ، وَشَرِيكٌ كَثِيرُ الْغَلَطِ. وَثَابِتُ بْنُ أَبِي صَفِيَّةَ هُوَ أَبُو حَمْزَةَ الثُّمَالِيُّ.

یہ حدیث ہمیں ہناد اور قتیبہ نے وکیع سے اور انھوں نے ثابت سے بیان کی ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: وکیع کی روایت شریک کی مذکورہ بالا روایت سے زیادہ صحیح ہے کیونکہ یہ روایت وکیع کی روایت کی طرح اور سندوں سے بھی مروی ہے اور شریک بہت غلطیاں کرتا ہے اور ثابت بن ابی صفیہ سے مراد ابوحمزہ ثمالی ہے۔

فائدہ: یہاں شریک سے مراد ابوعبداللہ شریک بن عبداللہ نخعی ہے جو کوفہ کا قاضی تھا۔ اس نام کا ایک مدنی راوی بھی ہے جو ثقہ ہے اور صحیح بخاری وصحیح مسلم دونوں کا راوی ہے۔

(المعجم ٣٦) بَابُ [مَا جَاءَ] فِيمَنْ يَتَوَضَّأُ بَعْضَ وُضُوئِهِ مَرَّتَيْنِ وَبَعْضَهُ ثَلَاثًا (التحفة ٣٦)

باب: 36۔ وضو کے بعض اعضاء دو مرتبہ اور بعض اعضاء تین دفعہ دھونا

٤٧- حَدَّثَنَا [مُحَمَّدُ] بْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ

[47] سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

٤٥ـ [إسناده ضعيف والمتن ثابت] أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب ماجاء في الوضوء مرةً مرةً، ح: ٤١٠ من حديث شريك القاضي به وينظر المتن عند البخاري (١٥٧، ١٥٨، ١٥٩) وغيره.

٤٦ـ انظر الحديث السابق.

٤٧ـ [صحيح بدون ذكر «مرتين» في الرجلين] أخرجه الحميدي، ح: ٤١٧ عن سفيان بن عيينة به وصرح بالسماع، وأخرجه البخاري، ح: ١٨٥ ومسلم، ح: ٢٣٥ من حديث عمرو به.

ابنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ زَيْدٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ [مَرَّتَيْنِ].

نبی ﷺ نے وضو کیا، اپنا چہرہ تین دفعہ دھویا اور اپنے ہاتھ دو دو مرتبہ دھوئے اور (ایک بار) سر کا مسح کیا۔ اور اپنے پاؤں دو دو دفعہ دھوئے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ ذُكِرَ فِي غَيْرِ حَدِيثٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ بَعْضَ وُضُوئِهِ مَرَّةً وَبَعْضَهُ ثَلَاثًا. وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي ذٰلِكَ: لَمْ يَرَوْا بَأْسًا أَنْ يَتَوَضَّأَ الرَّجُلُ بَعْضَ وُضُوئِهِ ثَلَاثًا، وَبَعْضَهُ مَرَّتَيْنِ أَوْ مَرَّةً.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ کئی حدیثوں میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے وضو میں بعض اعضاء ایک دفعہ دھوئے اور بعض اعضاء تین دفعہ۔ بعض اہل علم نے اس کی رخصت دی ہے۔ ان کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں کہ انسان وضو کرتے وقت بعض اعضاء تین مرتبہ، بعض دو مرتبہ اور بعض ایک دفعہ دھو لے۔

(المعجم ٢٧) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي وُضُوءِ النَّبِيِّ ﷺ كَيْفَ كَانَ؟ (التحفة ٣٧)

باب: 37۔ نبی ﷺ کے وضو کا طریقہ و کیفیت

٤٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَهَنَّادٌ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي حَيَّةَ قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا تَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ حَتّٰى أَنْقَاهُمَا، ثُمَّ مَضْمَضَ ثَلَاثًا، وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّةً، ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ قَامَ فَأَخَذَ فَضْلَ طَهُورِهِ فَشَرِبَهُ وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ قَالَ: أَحْبَبْتُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ كَانَ طُهُورُ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

[48] ابوحیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے دیکھا، انھوں نے اپنی دونوں ہتھیلیاں دھوئیں اور انھیں خوب صاف کیا، پھر تین دفعہ کلی کی اور تین دفعہ ناک میں پانی داخل کیا اور تین دفعہ اپنا چہرہ دھویا اور تین دفعہ اپنے بازو دھوئے اور ایک دفعہ اپنے سر کا مسح کیا، پھر اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے، پھر کھڑے ہو گئے اور اپنے وضو سے بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیا، پھر فرمایا: میں نے چاہا کہ تمھیں دکھاؤں کہ رسول اللہ ﷺ وضو کیسے کرتے تھے۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُثْمَانَ،

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اس مسئلے میں

٤٨- أخرجه أبو داود، الطهارة، باب صفة وضوء النبي ﷺ، ح:١١٦ من حديث أبي الأحوص به وتقدم طرفه: ٤٤ ورواه النسائي: ١/ ٧٠، ح:٩٦ عن قتيبة به، ورواه شعبة عن أبي إسحاق به عند النسائي (١/ ٨٧ ح: ١٣٦) وسنده حسن * وفي الباب عن عثمان [تقدم تحت، ح:٤٤] وعبدالله بن زيد [تقدم:٤٧، ٣٢] وابن عباس، [تقدم:٣٦] وعبدالله بن عمرو، [أبو داود، ح:١٣٥] والربيع [تقدم:٣٤] وعبدالله بن أنيس وعائشة [تقدم: ٤٤ تحت الباب]، [والنسائي: ١/ ٧٢، ٧٣، ح: ١٠٠].

وَعَبْدِاللهِ بْنِ زَيْدٍ، وَّابْنِ عَبَّاسٍ، وَّعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، وَّعَائِشَةَ وَالرُّبَيِّعِ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ أُنَيْسٍ، [رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِمْ].

سیدنا عثمان، عبداللہ بن زید، ابن عباس، عبداللہ بن عمرو، سیدہ عائشہ، ربیع اور سیدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔

٤٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَهَنَّادٌ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، ذَكَرَ عَنْ عَلِيٍّ مِّثْلَ حَدِيثِ أَبِي حَيَّةَ، إِلَّا أَنَّ عَبْدَ خَيْرٍ قَالَ: كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنْ طُهُورِهِ أَخَذَ مِنْ فَضْلِ طَهُورِهِ بِكَفِّهِ فَشَرِبَهُ.

[49] عبد خیر رحمہ اللہ بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ابوحیہ رحمہ اللہ کی طرح حدیث بیان کرتے ہیں مگر وہ (آخر میں یوں) کہتے ہیں: جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ وضو سے فارغ ہوئے تو انھوں نے اپنے وضو سے بچا ہوا پانی اپنی ہتھیلی میں لے کر پی لیا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَلِيٍّ رَوَاهُ أَبُو إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ أَبِي حَيَّةَ وَعَبْدِ خَيْرٍ وَّالْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ. وَقَدْ رَوَاهُ زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، عَنْ عَلِيٍّ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] حَدِيثَ الْوُضُوءِ بِطُولِهِ. وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. [قَالَ]: وَرَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ خَالِدِ ابْنِ عَلْقَمَةَ، فَأَخْطَأَ فِي اسْمِهِ وَاسْمِ أَبِيهِ، فَقَالَ: مَالِكُ بْنُ عُرْفُطَةَ [عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، عَنْ عَلِيٍّ]. [قَالَ]: وَرُوِيَ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ: عَنْ خَالِدِ بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، عَنْ عَلِيٍّ. [قَالَ]: وَرُوِيَ عَنْهُ: عَنْ مَالِكِ بْنِ عُرْفُطَةَ، مِثْلُ رِوَايَةِ شُعْبَةَ. وَالصَّحِيحُ خَالِدُ بْنُ عَلْقَمَةَ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ابواسحاق ہمدانی بواسطہ ابوحیہ، عبدخیر اور حارث سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔ اور یہی روایت مکمل طور پر زائدہ بن قدامہ اور کئی دوسرے راویوں نے خالد بن علقمہ سے، انھوں نے عبدخیر سے اور انھوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا: یہی روایت امام شعبہ بواسطہ خالد بن علقمہ بیان کرتے ہیں لیکن وہ اس کے نام اور اس کے باپ کے نام میں غلطی کرتے ہوئے مالک بن عرفطہ عن عبدخیر عن علی کہتے ہیں۔ ابوعوانہ سے بھی یہی روایت بواسطہ خالد بن علقمہ، عبدخیر سے مروی ہے۔ اور بعض دفعہ وہ بھی امام شعبہ کی طرح مالک بن عرفطہ کہتے ہیں، حالانکہ صحیح نام خالد بن علقمہ ہے۔

فوائد و مسائل: ① سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فعل سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا جائز ہے کیونکہ بخاری شریف کی حدیث میں اس طرز عمل کو انھوں نے صراحتاً رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے [... وَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ] ''جیسے میں نے کیا ہے نبی ﷺ نے بھی ایسے ہی کیا تھا۔'' (صحيح البخاري، الأشربة، حديث: 5616) ② جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے کی نہی تنزیہی ہے اور کھڑے ہو کر پانی پینا مع الکراہت جائز ہے جبکہ علماء کا ایک گروہ کہتا ہے کہ بلاعذر کھڑے ہو کر پینا حرام ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسی موقف کو راجح قرار دیا ہے۔ (سلسلة الأحاديث

٤٩ـ انظر الحديث السابق ورواه عبدالملك بن سلع ومالك بن عرفطة وغيرهما عن عبد خير به، انظر المسند الجامع (١٣/ ١٤٤ ح: ٩٩٨٤).

الصحیحة: 289/1) ③ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا پاؤں ٹخنوں تک دھونا اس بات کی دلیل ہے کہ شیعہ حضرات کا یہ موقف درست نہیں کہ پاؤں پر مسح کیا جائے گا۔

(المعجم ٣٨) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي النَّضْحِ بَعْدَ الْوُضُوءِ (التحفة ٣٨)

باب: 38۔ وضو کر لینے کے بعد (زیر جامہ) چھینٹے مارنا

٥٠- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ [الْجَهْضَمِيُّ] وَأَحْمَدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدِ اللهِ السَّلِيمِيُّ الْبَصْرِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ الْهَاشِمِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «جَاءَنِي جِبْرِيلُ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِذَا تَوَضَّأْتَ فَانْتَضِحْ».

[50] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جبریل امین میرے پاس آئے اور کہا: اے محمد! جب وضو کیا کرو تو (شرمگاہ پر) پانی چھڑک لیا کرو۔“

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ [قَالَ]: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْهَاشِمِيُّ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ. [قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي الْحَكَمِ ابْنِ سُفْيَانَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَزَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ، وَأَبِي سَعِيدٍ [الْخُدْرِيِّ،] وَقَالَ بَعْضُهُمْ: سُفْيَانُ بْنُ الْحَكَمِ، أَوِ الْحَكَمُ بْنُ سُفْيَانَ وَاضْطَرَبُوا فِي هٰذَا الْحَدِيثِ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے سنا ہے کہ حسن بن علی ہاشمی منکر الحدیث ہے۔ اس مسئلے میں ابوالحکم بن سفیان، ابن عباس، زید بن حارثہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔ بعض راویوں (شعبہ) نے ابوحکم بن سفیان کی بجائے سفیان بن حکم یا حکم بن سفیان کہا ہے۔ اس طرح انھوں نے اس حدیث کی سند میں اضطراب (اختلاف) کا اظہار کیا ہے۔

فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ جس راوی کے بارے میں منکر الحدیث کا حکم لگائیں ان کے نزدیک اس سے روایت لینا جائز نہیں، اس لیے یہ روایت تو ضعیف ہے، تاہم صحیح احادیث میں نبی ﷺ کا یہ عمل بیان ہوا ہے کہ آپ ﷺ وضو کرتے اور پھر پانی کا چلو لے کر اپنی شرم گاہ پر چھڑکتے۔ دیکھیے: (سنن أبي داود، الطهارة، حديث: 166، وسنن النسائي، الطهارة، حديث: 134، وسنن ابن ماجه، الطهارة، حديث: 461) ② اس کا مقصد اس وسوسے کا ازالہ معلوم ہوتا ہے کہ پیشاب کا کوئی قطرہ نکل گیا ہے اور بقول بعض یہ شہوت روکنے کی طرف متوجہ کرنے کے لیے ہے کیونکہ یہ بہت سے گناہوں کا منبع اور سرچشمہ

٥٠- [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب ماجاء في النضح بعد الوضوء، ح: ٤٦٣ من حديث أبي قتيبة سلم به الحسن بن علي مجمع على ضعيفه * وفي الباب عن الحكم بن سفيان، [أبو داود، ح: ١٦٨] وابن عباس، [الدارمي: ١/ ١٨٠، ح: ٧١٧ والبيهقي: ١/ ١٦٢] وزيد بن حارثة، [ابن ماجه، ح: ٤٦٢]، وأبي سعيد الخدري، [لم نجده].

ہے۔ ③ یہ عمل مستحب ہے، تاہم وضو کا حصہ نہیں۔

(المعجم ٣٩) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي إِسْبَاغِ الْوُضُوءِ

(التحفة ٣٩)

باب: 39۔ کامل طریقے سے وضو کرنے (کی فضیلت) کا بیان

٥١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَمْحُو اللهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟» قَالُوا: بَلٰى يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ».

[51] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھاری رہنمائی ایسی چیز کی طرف نہ کروں جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹاتا اور درجات کو بلند فرماتا ہے؟'' صحابۂ کرام نے عرض کیا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''مشقت کے باوجود وضو مکمل کرنا، مسجدوں کی طرف بار بار جانا اور نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، یہی سرحدوں کی حفاظت ہے۔''

لغوی تشریح: [مَكَارِه] مَکرہ کی جمع ہے، وہ حالت جس میں تکلیف و مشقت ہو۔ [كَثْرَةُ الْخُطَا] قدموں کا زیادہ اٹھنا، یعنی نماز کے لیے بار بار مسجد میں جانا یا مسجد سے دور ہونے کے باوجود جماعت کا اہتمام کرنا۔ [اِنْتِظَارُ الصَّلَاةِ] نماز سے فراغت کے بعد دوسری نماز کا دھیان رکھنا۔ [رِبَاط] دشمن سے تحفظ اور بچاؤ کے لیے اسلامی سرحد پر پڑاؤ ڈالنا اور پہرہ دینا۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں تین اعمال کا تذکرہ کیا گیا ہے جو انسان کی لغزشیں اور قصور مٹانے اور درجات و مراتب بڑھانے اور بلند کرنے کا سبب بنتے ہیں: پہلا کام، وضو پورا کرنا، یعنی اعضائے وضو کو اچھی طرح دھونا، اس طرح کہ ان پر پانی بہایا جائے، اگرچہ اس کی خاطر تکلیف اور مشقت برداشت کرنی پڑے، مثلاً: پانی ٹھنڈا ہو، سرد موسم کی بنا پر طبیعت وضو کے لیے آمادہ نہ ہو یا پانی دور سے لانا پڑتا ہو، وغیرہ۔ دوسرا کام، مسجد کی طرف قدموں کا زیادہ پڑنا، یعنی ہر نماز کے لیے بار بار مسجد میں حاضر ہونا یا زیادہ فاصلہ طے کر کے مسجد پہنچنا، تیسرا کام، ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے لیے منتظر رہنا اور اس کا دھیان رکھنا، یا نوافل وسنت کی ادائیگی کے بعد نماز کے انتظار میں بیٹھنا یا ایک نماز کے بعد دوسری کے انتظار میں رہنا یا مسجد سے نکل جانے کے بعد دل میں دوسری نماز کا خیال رہنا۔ یہ تینوں عمل اور ان کا اہتمام شیطان کے حملوں سے تحفظ اور بچاؤ کی بڑی مضبوط اور محکم تدبیر ہے۔ ② جس طرح ملکی سرحدوں کی حفاظت ایک اہم فریضہ ہے، اسی طرح شیطانی حملوں سے اپنے ایمان کی حفاظت کرنا اس سے زیادہ اہم فریضہ ہے۔ حدیث میں اسی کو اصل رباط قرار دیا گیا ہے۔ ③ گناہوں کے مٹانے کا ارشاد، اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا بھی ایک وجود ہے یا ان کے اثر اور نشان کو مٹانا مقصود ہے۔ جس طرح جسم میل کچیل سے متاثر ہوتا ہے اسی طرح انسانی روح بھی گناہوں سے فرسودہ ہو جاتی ہے اور دل گناہوں کے فتنوں کی وجہ سے زنگ آلود ہو جاتا ہے، لہٰذا بندۂ

٥١۔ أخرجه مسلم، الطهارة، باب فضل إسباغ الوضوء على المكاره، ح: ٢٥١ عن علي بن حجر به.

مومن کو گناہوں کے اثرات زائل کرنے کی ہر وقت کوشش اور محنت کرتے رہنا چاہیے۔

٥٢- [وَ]حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ نَحْوَهُ، وَقَالَ قُتَيْبَةُ فِي حَدِيثِهِ: «فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ، فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ، فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ» ثَلَاثًا.

[52] اس جیسی روایت امام ترمذی رحمہ اللہ کے استاد قتیبہ بھی بیان کرتے ہیں۔ ان کی روایت میں [فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ] تین دفعہ ہے "یہی سرحدوں کی چوکیداری ہے۔ یہی سرحدوں کی پہرہ داری ہے۔ یہی چوکی کا پہرہ ہے۔"

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَعَبْدِ اللهِ ابْنِ عَمْرٍو، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَعُبَيْدَةَ - وَيُقَالُ: عَبِيدَةَ - ابْنِ عَمْرٍو، وَعَائِشَةَ، وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِشٍ [الْحَضْرَمِيِّ]، وَأَنَسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: [وَ]حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ [فِي هٰذَا الْبَابِ] حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هُوَ ابْنُ يَعْقُوبَ الْجُهَنِيُّ [الْحُرَقِيُّ] وَهُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا علی، عبداللہ بن عمرو، ابن عباس، عبیدہ جسے عبیدہ بن عمرو بھی کہتے ہیں، سیدہ عائشہ، سیدنا عبدالرحمن بن عائش حضرمی اور انس رضی اللہ عنہم کی روایات موجود ہیں۔ نیز امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے کے بارے میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ علاء بن عبدالرحمن، یعنی ابن یعقوب جہنی حرقی محدثین کے نزدیک ثقہ (قابل اعتماد) ہے۔

(المعجم ٤٠) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] الْمِنْدِيلِ بَعْدَ الْوُضُوءِ (التحفة ٤٠)

باب: 40۔ وضو کے بعد تولیہ استعمال کرنا

٥٣- حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ [بْنِ الْجَرَّاحِ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ حُبَابٍ، عَنْ أَبِي مُعَاذٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَتْ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ خِرْقَةٌ يُنَشِّفُ بِهَا بَعْدَ الْوُضُوءِ.

[53] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کے پاس کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا جس سے آپ وضو کرنے کے بعد اپنا جسم خشک کرتے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَائِشَةَ لَيْسَ بِالْقَائِمِ. وَلَا

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

٥٢ـ انظر الحديث السابق * وفي الباب عن علي، [الحاكم في المستدرك: ١/ ١٣٢ وصححه على شرط مسلم] وعبدالله بن عمرو، [مسلم، ح: ٢٤١/ ٢٦ وأصله عند البخاري، ح: ٦٠ وابن عباس، [يأتي: ١٧٠١ وابن خزيمة، ح: ١٧٥] وعبيدة بن عمرو، [أحمد: ٣/ ٤٨١، ٤/ ٧٩] وعائشة، [مسلم، ح: ٩] وعبدالرحمن بن عائش الحضرمي، [شرح السنة للبغوي: ٤/ ٣٥، ٣٦، ح: ٩٢٤ وانظر مسند الإمام أحمد: ٥/ ٣٧٨] وأنس، [البزار، (كشف): ١/ ١٣٨، ٢٦٣ وله لفظ آخر عند أبي داود، ح: ١٧٣].

٥٣ـ [محتمل للتحسين] أخرجه الحاكم: ١/ ١٥٤ من حديث ابن وهب به، * وفي الباب عن معاذ بن جبل [انظر الحديث الآتي] وانظر التفصيل في الصحيحة للألباني، حديث: ٢٠٩٩.

يَصِحُّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي هٰذَا الْبَابِ شَيْءٌ. وَأَبُو مُعَاذٍ، يَقُولُونَ: هُوَ سُلَيْمَانُ بْنُ أَرْقَمَ وَهُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ. [قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ.

کی حدیث ثابت نہیں ہے۔ اور اس مسئلے میں نبی ﷺ سے (صحیح سند سے) کچھ ثابت نہیں۔ کہتے ہیں کہ ابومعاذ سے مراد سلیمان بن ارقم ہے جو محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ اور اس مسئلے میں سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی مروی ہے۔

٥٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا رِشْدِينُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادِ بْنِ أَنْعُمٍ، عَنْ عُتْبَةَ بْنِ حُمَيْدٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ إِذَا تَوَضَّأَ مَسَحَ وَجْهَهُ بِطَرَفِ ثَوْبِهِ.

[54] سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا، آپ جب وضو کرتے تو اپنا چہرہ، اپنے کپڑے کے کنارے سے پونچھ لیتے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَإِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ. وَرِشْدِينُ بْنُ سَعْدٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زِيَادِ ابْنِ أَنْعُمٍ الْإِفْرِيقِيُّ يُضَعَّفَانِ فِي الْحَدِيثِ. وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ فِي الْمِنْدِيلِ بَعْدَ الْوُضُوءِ. وَمَنْ كَرِهَهُ إِنَّمَا كَرِهَهُ مِنْ قِبَلِ أَنَّهُ قِيلَ: إِنَّ الْوُضُوءَ يُوزَنُ. وَرُوِيَ ذٰلِكَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَالزُّهْرِيِّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ [الرَّازِيُّ]: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ قَالَ: حَدَّثَنِيهِ عَلِيُّ بْنُ مُجَاهِدٍ عَنِّي - وَهُوَ عِنْدِي ثِقَةٌ - عَنْ ثَعْلَبَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: إِنَّمَا أَكْرَهُ الْمِنْدِيلَ بَعْدَ الْوُضُوءِ لِأَنَّ الْوُضُوءَ يُوزَنُ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔ رِشدین بن سعد اور عبدالرحمن بن زیاد بن انعم افریقی دونوں راوی حدیث کے سلسلے میں ضعیف قرار دیے گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اور بعد کے کچھ اہل علم نے وضو کے بعد تولیہ استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور جو اس کو مکروہ سمجھتے ہیں، وہ صرف اس لیے مکروہ سمجھتے ہیں کہ وضو کا وزن ہوگا۔ یہ قول سعید بن مسیب اور زہری کا ہے۔ امام صاحب اپنی سند سے زہری کا قول نقل کرتے ہیں کہ وضو کے بعد تولیہ استعمال کرنا صرف اس لیے مکروہ سمجھتا ہوں کہ وضو کا وزن کیا جائے گا۔

فوائد ومسائل: ① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت (حدیث: 53) کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ابومعاذ، یعنی سلیمان بن ارقم کی وجہ سے ضعیف کہا ہے، لیکن شیخ احمد شاکر مصری رحمہ اللہ نے امام حاکم کی متابعت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ابومعاذ سے مراد فضیل بن میسرہ ہے اور وہ ثقہ ہے۔ اس اعتبار سے یہ روایت صحیح قرار پاتی ہے۔ (حاشیہ ترمذی شیخ احمد شاکر)۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت صحیح سنن الترمذی اور ضعیف دونوں میں ذکر نہیں کی لیکن اس کو سلسلہ احادیث صحیحہ (133/5) میں ذکر کیا ہے اور شواہد کی بنا پر حسن قرار دیا ہے، نیز تفصیلی بحث کرتے ہوئے آخر میں لکھا ہے کہ شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ کا امام حاکم کی موافقت کرتے ہوئے

٥٤- [محتمل للتحسين كسابقه] أخرجه البيهقي: ١/ ٢٣٦ من حديث قتيبة به، رشدين وابن أنعم: ضعيفان كما في التقريب وغيره * أثر الزهري: "إنما أكره المنديل بعد الوضوء... إلخ" سنده ضعيف، محمد بن حميد الرازي: ضعيف على الراجح.

ابومعاذ کو فضیل بن میسرہ کہنا درست نہیں۔ صحیح بات یہی ہے کہ اس سے مراد سلیمان بن ارقم ہیں کیونکہ انھی کے حالات زندگی میں درج ہے کہ وہ زہری سے بیان کرتے ہیں اور ان سے زید بن حباب بیان کرتے ہیں۔ ② وضو کرنے کے بعد تولیہ استعمال کرنا جمہور کے نزدیک جائز ہے کیونکہ وضو کا پانی خشک کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا وزن نہیں ہوگا کیونکہ پانی تو بہرصورت خشک ہونا ہی ہے، نیز آپ ﷺ نے اعضاء سے پانی خشک کیا ہے، اس لیے پانی خشک کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ صحیح بخاری میں ہے [فَانْطَلَقَ وَهُوَ يَنْفُضُ يَدَيْهِ] (صحيح البخاري، الغسل، حديث: 276) ''آپ ﷺ ہاتھوں کو جھاڑتے ہوئے چلے۔'' ظاہر ہے کہ ہاتھ جھاڑنے سے بھی پانی گر جاتا ہے۔

نوٹ: [حَدَّثَنِيهِ عَلِيُّ بْنُ مُجَاهِدٍ عَنِّي] ''علی بن مجاہد نے مجھے میرے ہی واسطے سے روایت سنائی۔'' اس کو اصطلاح میں 'حَدَّثَ وَنَسِيَ' کہتے ہیں، یعنی شیخ نے حدیث بیان کی مگر پھر وہ اپنا بیان کرنا بھول گئے، چنانچہ استاد اگر شاگرد کو حدیث سنانے کے بعد بھول جائے تو شاگرد پر اعتماد کرتے ہوئے اسے بیان کر سکتا ہے۔

(المعجم ۴۱) بَابٌ: [فِي] مَا يُقَالُ بَعْدَ الْوُضُوءِ (التحفة ۴۱)

باب: 41۔ وضو کرنے کے بعد کی دعا

۵۵- حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عِمْرَانَ الثَّعْلَبِيُّ الْكُوفِيُّ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيِّ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ وَأَبِي عُثْمَانَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ، وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ: فُتِحَتْ لَهُ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ».

[55] سیدنا عمر بن خطاب ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے خوب اچھے طریقے سے وضو کیا، پھر یہ دعا پڑھی: [أَشْهَدُ أَنْ ... الخ] ''میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ وہ یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اے اللہ! مجھے بہت توبہ کرنے والوں میں سے کر دے اور مجھے خوب پاک صاف رہنے والوں میں سے بنا دے۔'' تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ وہ جس سے چاہے، داخل ہو جائے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ، وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عُمَرَ قَدْ خُولِفَ زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ. [قَالَ: وَ]رَوَى عَبْدُ اللهِ بْنُ

ابوعیسیٰ (امام ترمذی ؒ) کہتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا انس اور عقبہ بن عامر ؓ سے بھی احادیث مروی ہیں۔ سیدنا عمر ؓ کی اس حدیث میں زید بن حباب (راوی) کی

۵۵- [صحيح على الراجح] انظر: الإرواء حديث: ۹٦ * وفي الباب عن أنس، [ابن ماجه، ح: ٤٦٩ وأحمد: ۳/ ٢٦٩ وغيرهما] وعقبة بن عامر، [مسلم، ح: ٢٣٤ وابن أبي شيبة: ١/ ٣، ٤].

صَالِحٍ وَغَيْرُهُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ عُمَرَ. وَعَنْ رَبِيعَةَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ عُمَرَ. وَهٰذَا حَدِيثٌ فِي إِسْنَادِهِ اضْطِرَابٌ. وَلَا يَصِحُّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي هٰذَا الْبَابِ كَثِيرُ شَيْءٍ. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَأَبُو إِدْرِيسَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عُمَرَ شَيْئًا.

مخالفت کی گئی ہے۔ عبداللہ بن صالح وغیرہ نے جب یہ روایت ابو ادریس خولانی سے بیان کی ہے تو ان کے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان عقبہ بن عامر کا واسطہ بیان کیا ہے، اور جب ابوعثمان سے بیان کیا ہے تو ان کے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان جبیر بن نفیر کا واسطہ بیان کیا ہے۔ اس حدیث کی سند میں اضطراب (اختلاف) ہے اور اس باب میں نبی ﷺ سے زیادہ تر روایات صحیح نہیں ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوادریس نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت نہیں سنی۔

فوائد و مسائل: ① یہ روایت کلمۂ شہادت کی حد تک صحیح مسلم میں بھی موجود ہے اور [اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ] کا اضافہ بھی صحیح ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تمام المنة، ص: 96) ② انسان جب وضو کرتا ہے تو اپنے ظاہری اعضاء کی صفائی کر لیتا ہے، لیکن اصل گندگی اور پلیدی تو ایمان کی کمزوری، اخلاص کی کمی اور اعمال میں خرابی ہے، اس لیے اس کی طرف متوجہ کرنے کے لیے اسے کلمۂ شہادت سے ایمان کی تجدید، اللہ تعالیٰ کی خالص بندگی اور رسول اللہ ﷺ کی مکمل پیروی کا نئے سرے سے عہد کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ③ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وضو کے شروع میں بسم اللہ اور آخر میں کلمہ شہادت پڑھنے کے سوا کوئی دعا نبی ﷺ سے ثابت نہیں۔ (زادالمعاد: 188/1) لہٰذا وضو کے لیے خود ساختہ دعائیں پڑھنا درست نہیں، تاہم وضو کے آخر میں ایک اور دعا پڑھنا بھی ثابت ہے۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: [مَنْ تَوَضَّأَ ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَ أَتُوبُ إِلَيْكَ، كُتِبَ فِي رَقٍّ ثُمَّ طُبِعَ بِطَابِعٍ فَلَمْ يُكْسَرْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ] ”جس نے وضو کیا اور پھر کہا: ”پاک ہے تو اے اللہ اپنی تعریفوں کے ساتھ۔ تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ میں تجھ سے مغفرت کا طلب گار ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا ہوں۔“ (تو) اس کے یہ کلمات ایک کاغذ میں لکھے جاتے ہیں اور پھر اسے سیل بند کر دیا جاتا ہے اور وہ (سیل) قیامت تک نہیں توڑی جائے گی۔“ (المستدرک للحاکم: 564/1 والنسائي [في عمل اليوم والليلة] رقم: 9909/1 والصحيحة: 438/5)

(المعجم ٤٢) بَابٌ: [فِي] الْوُضُوءِ بِالْمُدِّ (التحفة ٤٢)

باب: 42۔ ایک مد پانی کے ساتھ وضو کرنا

٥٦- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا:

[56] سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک مد

٥٦- أخرجه مسلم، الحيض، باب القدر المستحب من الماء في غسل الجنابة . . .، ح: ٣٢٦ عن علي بن حجر به * وفي الباب عن عائشة، [البخاري، ح: ٢٥١ ومسلم: ٣٢٠، ٣٢١] وجابر، [أبو داود، ح: ٩٣ والبغوي في شرح السنة: ٢/ ٥٤، ح: ٢٨٠] وأنس بن مالك، [البخاري، ح: ٢٠١ ومسلم، ح: ٣٢٥].

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَبِي رَيْحَانَةَ عَنْ سَفِينَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ، وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ.

پانی سے وضو اور ایک صاع سے غسل فرمالیا کرتے تھے۔

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَجَابِرٍ، وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ سَفِينَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَبُو رَيْحَانَةَ اسْمُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَطَرٍ. وَهٰكَذَا رَأٰى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ الْوُضُوءَ بِالْمُدِّ، وَالْغُسْلَ بِالصَّاعِ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ: لَيْسَ مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عَلَى التَّوْقِيتِ، أَنَّهُ لَا يَجُوزُ أَكْثَرُ مِنْهُ وَلَا أَقَلُّ مِنْهُ، وَهُوَ قَدْرُ مَا يَكْفِي.

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، سیدنا جابر اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ ابوریحانہ کا نام عبداللہ بن مطر ہے۔ بعض اہل علم کا موقف یہی ہے کہ وضو ایک مد پانی سے کیا جائے اور غسل ایک صاع سے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مقصد تحدید اور تعیین نہیں کہ اس سے زیادہ اور کم جائز نہیں بلکہ یہ بتانا ہے کہ اتنی مقدار کفایت کر سکتی ہے۔

فائدہ: پانی کے استعمال میں اصل مقصد اسراف سے بچتے ہوئے وضو اور غسل کرنا ہے لیکن بالاتفاق پانی کی مقدار متعین نہیں ہے۔ نبی ﷺ کا عام معمول یہی تھا کہ آپ ایک مد سے وضو کرتے اور ایک صاع سے غسل کر لیتے تھے۔ ایک صاع میں چار مد ہوتے ہیں۔ جمہور ائمہ مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک ایک مد $1\frac{1}{3}$ رطل کا ہوتا ہے اور ایک صاع $5\frac{1}{3}$ رطل کا، اور یہی صحیح قول ہے۔ کلوگرام کے حساب سے صاع کی مقدار دو کلو سو گرام اور بعض کے نزدیک اڑھائی کلو ہے۔ اس طرح مد کی مقدار پانچ سو پچیس گرام ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایک مد دو رطل کا ہوتا ہے اور ایک صاع آٹھ رطل کا۔ ایک رطل کا وزن کتنا ہے؟ اس کی تفصیل کتاب الزکاۃ میں آئے گی۔

(المعجم ٤٢) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] كَرَاهِيَةِ الْإِسْرَافِ فِي الْوُضُوءِ [بِالْمَاءِ] (التحفة ٤٢)

باب: 43۔ وضو کرتے ہوئے پانی ضائع کرنا ناپسندیدہ ہے

٥٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ [الطَّيَالِسِيُّ]: حَدَّثَنَا خَارِجَةُ بْنُ مُصْعَبٍ عَنْ يُونُسَ ابْنِ عُبَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عُتَيِّ بْنِ ضَمْرَةَ السَّعْدِيِّ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ لِلْوُضُوءِ

[57] سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''وضو کا ایک شیطان ہے جسے وَلَهَان کہتے ہیں، اس لیے پانی کے استعمال میں وسوسوں سے بچو۔''

٥٧ـ [ضعيف جدًا] أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب ماجاء في القصد في الوضوء . . . إلخ، ح: ٤٢١ وابن خزيمة، ح: ١٢٢ عن محمد بن بشار به وهو في مسند الطيالسي، ح: ٥٤٧ خارجة متروك، مدلس عن الكذابين * وفي الباب عن عبدالله بن عمرو، [ابن ماجه، ح: ٤٢٥ وأحمد: ٢/ ٢٢١] وعبدالله بن مغفل، [أبو داود، ح: ٩٦].

شَيْطَانًا يُقَالُ لَهُ: الْوَلَهَانُ، فَاتَّقُوا وَسْوَاسَ الْمَاءِ».

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ [وَالصَّحِيحِ] عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ، لِأَنَّا لَا نَعْلَمُ أَحَدًا أَسْنَدَهُ غَيْرَ خَارِجَةَ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ الْحَسَنِ: قَوْلَهُ. وَلَا يَصِحُّ فِي هٰذَا الْبَابِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ شَيْءٌ. وَخَارِجَةُ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ عِنْدَ أَصْحَابِنَا، وَضَعَّفَهُ ابْنُ الْمُبَارَكِ.

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن عمرو اور عبداللہ بن مغفل ؓ سے روایات مروی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی ؒ) فرماتے ہیں: سیدنا ابی بن کعب ؓ کی حدیث غریب ہے۔ محدثین کے نزدیک اس کی سند قوی اور صحیح نہیں کیونکہ ہمارے علم میں خارجہ کے سوا کسی نے اس کو مرفوعاً بیان نہیں کیا۔ اور یہ حدیث کئی سندوں سے حسن بصری ؒ سے مروی ہے، یعنی یہ حسن بصری کا قول ہے۔ نبی ﷺ سے اس سلسلے میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ اور خارجہ محدثین کے نزدیک ثقہ نہیں۔ ابن مبارک ؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے، تاہم عمومی دلائل کی رُو سے اسراف ہر چیز میں منع ہے۔ اس اعتبار سے پانی کے استعمال میں بھی احتیاط ضروری ہے۔

(المعجم ٤٤) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] الْوُضُوءِ لِكُلِّ صَلَاةٍ (التحفة ٤٤)

باب: 44۔ ہر نماز کے لیے وضو کرنا

٥٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ طَاهِرًا أَوْ غَيْرَ طَاهِرٍ. قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسٍ: فَكَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ أَنْتُمْ؟ قَالَ: كُنَّا نَتَوَضَّأُ وُضُوءًا وَاحِدًا.

[58] سیدنا انس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے، خواہ باوضو ہوتے یا بے وضو۔ (حمید) کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا انس ؓ سے پوچھا: آپ لوگ کیسے کیا کرتے تھے؟ انھوں نے کہا: ہم تو ایک ہی دفعہ وضو کرتے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: [وَ]حَدِيثُ [حُمَيْدٍ عَنْ] أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ [مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ]، وَالْمَشْهُورُ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ حَدِيثُ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ [الْأَنْصَارِيِّ] عَنْ أَنَسٍ. وَقَدْ كَانَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ يَرَى الْوُضُوءَ لِكُلِّ صَلَاةٍ اسْتِحْبَابًا، لَا عَلَى الْوُجُوبِ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی ؒ) فرماتے ہیں: حمید کی سند سے سیدنا انس ؓ کی یہ حدیث حسن غریب ہے۔ محدثین کے نزدیک سیدنا انس ؓ کی حدیث عمرو بن عامر انصاری کی سند سے مشہور ہے۔ بعض اہل علم ہر نماز کے لیے وضو مستحب سمجھتے تھے نہ کہ فرض۔

٥٨- [حديث صحيح وهذا إسناد ضعيف] لعلل: منها عنعنة حميد وابن إسحاق وضعف محمد بن حميد.

فائدہ: یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح نہیں، تاہم متن میں مذکور مسئلے کی دیگر شواہد سے تائید ہوتی ہے، اس لیے جمہور امت کے نزدیک بے وضو ہونے کی صورت میں وضو کرنا فرض ہے اور اگر کوئی باوضو ہو تو اس کے لیے دوبارہ وضو کرنا ضروری نہیں، اسی وضو سے کئی نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں۔ ہاں نیا وضو مستحب اور اجر و ثواب کا باعث ضرور ہے۔ نبی ﷺ عام طور پر ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور بیان جواز کے لیے آپ ﷺ نے ایک وضو سے کئی نمازیں بھی پڑھی ہیں۔ (صحیح مسلم، الطهارة، حدیث: 277) آپ ﷺ کا ایک ہی وضو سے کئی نمازیں پڑھنا واضح دلیل ہے کہ ہر نماز کے لیے الگ وضو ضروری نہیں۔ اور آیت مبارکہ ﴿إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ﴾ (المآئدة 6:5) کا مقصد یہ ہے کہ جب تمھارا وضو نہ ہو، یا ہر نماز کے لیے وضو کے استحباب کی طرف اشارہ ہے۔

٥٩- وَقَدْ رُوِيَ فِي حَدِيثٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «مَنْ تَوَضَّأَ عَلٰى طُهْرٍ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ عَشْرَ حَسَنَاتٍ».

[59] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے باوضو ہوتے ہوئے (تازہ) وضو کیا، اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل کی بنا پر دس نیکیاں لکھ دے گا۔''

[قَالَ:] وَرَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ الْإِفْرِيقِيُّ عَنْ أَبِي غُطَيْفٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ الْمَرْوَزِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ الْوَاسِطِيُّ عَنِ الْإِفْرِيقِيِّ وَهُوَ إِسْنَادٌ ضَعِيفٌ. قَالَ عَلِيٌّ [بْنُ الْمَدِينِيِّ]: قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ: ذُكِرَ لِهِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ هٰذَا الْحَدِيثُ فَقَالَ: هٰذَا إِسْنَادٌ مَشْرِقِيٌّ. [قَالَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُولُ: مَا رَأَيْتُ بِعَيْنَيَّ مِثْلَ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانِ].

(امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث افریقی بواسطہ ابو غُطیف عن ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے بیان کرتا ہے۔ ہمیں یہ روایت حسین بن حریث مروزی نے محمد بن یزید واسطی کے واسطے سے افریقی سے بیان کی ہے اور یہ سند ضعیف ہے۔ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ نے بتایا کہ یہ حدیث ہشام بن عروہ کو سنائی گئی تو انھوں نے کہا: یہ مشرقی سند ہے۔ (امام ترمذی رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن حسن سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو فرماتے سنا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے یحییٰ بن سعید القطان جیسی شخصیت نہیں دیکھی۔

فوائد و مسائل: ① وہ سند جس کے راوی اہل حجاز ہوں، اس کو محدثین ''اسناد مغربی'' کا نام دیتے ہیں اور جس سند کے راوی اہل کوفہ اور اہل بصرہ ہوں اس کو ''اسناد مشرقی'' کہتے ہیں۔ بعض دفعہ، ضعیف حدیث کے لیے بھی یہ لفظ استعمال کرتے ہیں۔ چونکہ یہ حدیث عبدالرحمن بن زیاد بن انعم افریقی کی ہے اور یہ ضعیف راوی ہے، اس لیے اس کو اسناد مشرقی کہہ دیا۔ اور یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ ② ثواب اور گناہ کے تعین کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ہے۔ کوئی شخص اپنی طرف سے کسی

٥٩- [ضعيف] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب الرجل يجدد الوضوء من غير حدث، ح: ٦٢ من حديث الإفريقي به وقال البيهقي: ١/ ١٦٢ "عبدالرحمن بن زياد، (الإفريقي) غير قوي" * قول هشام رواه ابن عدي (الكامل ٤/ ١٥٩١) والعقيلي (٢/ ٣٣٢ ت٩٢٩) والخطيب (١٠/ ٢١٦) من حديث علي بن عبدالله المديني به وهو ثابت عنه وقول أحمد صحيح، ثابت عنه.

عمل کی نیکیوں کا تعین نہیں کر سکتا۔ جب تک کوئی بات رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند سے ثابت نہ ہو اس کی نسبت رسول اکرم ﷺ کی طرف کرنا ناجائز بلکہ حرام ہے، اس لیے جدید وضو پر مذکورہ بالا ثواب کی تحدید غیر معتبر ہے۔ جو لوگ اعمال کا خودساختہ ثواب بیان کرتے ہیں یا ضعیف احادیث سے ثواب کا تعین کرتے ہیں، انھیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔

٦٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ [هُوَ ابْنُ] مَهْدِيٍّ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ. قُلْتُ: فَأَنْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ؟ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي الصَّلَوَاتِ كُلَّهَا بِوُضُوءٍ وَّاحِدٍ مَا لَمْ نُحْدِثْ.

[60] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے۔ عمرو بن عامر انصاری کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: تو آپ لوگ کیا کرتے تھے؟ انھوں نے کہا: ہم تمام نمازیں ایک ہی وضو سے پڑھ لیتے تھے جب تک بے وضو نہ ہوتے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، [وَحَدِيثُ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ حَدِيثٌ جَيِّدٌ غَرِيبٌ حَسَنٌ].

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے، جبکہ حمید کی روایت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے جید، غریب اور حسن ہے۔

(المعجم ٣٥) بَابُ مَا جَاءَ: أَنَّهُ يُصَلِّي الصَّلَوَاتِ بِوُضُوءٍ وَّاحِدٍ (التحفة ٤٥)

باب: 45۔ رسول اللہ ﷺ ایک ہی وضو سے سب نمازیں پڑھ لیتے تھے

٦١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ، فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ صَلَّى الصَّلَوَاتِ كُلَّهَا بِوُضُوءٍ وَّاحِدٍ، وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ، فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّكَ فَعَلْتَ شَيْئًا لَمْ تَكُنْ فَعَلْتَهُ؟ قَالَ: «عَمْدًا فَعَلْتُهُ».

[61] سلیمان بن بریدہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہر نماز کے لیے (تازہ) وضو کرتے تھے۔ جب فتح مکہ کا سال آیا تو آپ ﷺ نے تمام نمازیں ایک ہی وضو سے پڑھیں اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ نے ایک ایسا کام کیا ہے جو پہلے نہیں کرتے تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے جان بوجھ کر ایسے کیا ہے۔“

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن

٦٠- أخرجه البخاري، الوضوء، باب الوضوء من غير حدث، ح: ٢١٤ من حديث سفيان بن سعيد الثوري به.

٦١- أخرجه مسلم، الطهارة، باب جواز الصلوات كلها بوضوء واحد، ح: ٢٧٧ من حديث سفيان الثوري به * حديث الإفريقي تقدم: ٥٩ * وفي الباب عن جابر بن عبدالله، [ابن ماجه، ح: ٥١١].

وَرَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ عَلِيُّ بْنُ قَادِمٍ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَزَادَ فِيهِ: تَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً. [قَالَ:] وَرَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ هٰذَا الْحَدِيثَ أَيْضًا عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ. وَرَوَاهُ وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُحَارِبٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ. [قَالَ:] وَرَوٰى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَغَيْرُهُ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلٌ، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ وَكِيعٍ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّهُ يُصَلِّي الصَّلَوَاتِ بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ مَا لَمْ يُحْدِثْ. وَكَانَ بَعْضُهُمْ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ: اسْتِحْبَابًا وَإِرَادَةَ الْفَضْلِ. وَيُرْوٰى عَنِ الْإِفْرِيقِيِّ، عَنْ أَبِي غُطَيْفٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ تَوَضَّأَ عَلٰى طُهْرٍ كَتَبَ اللهُ لَهُ بِهِ عَشْرَ حَسَنَاتٍ». وَهٰذَا إِسْنَادٌ ضَعِيفٌ. وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ.

صحیح ہے۔ اسے علی بن قادم نے سفیان ثوری سے اس اضافے کے ساتھ بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے اعضائے وضو ایک ایک بار دھوئے۔ یہ روایت سفیان ثوری نے محارب بن دِثار سے بواسطہ سلیمان بن بریدہ بیان کی ہے کہ نبی ﷺ ہر نماز کے لیے وضو کیا کرتے تھے۔ وکیع نے یہ روایت سفیان سے محارب کے واسطے سے نقل کی ہے مگر اس میں سلیمان بن بریدة عن أبیہ ہے۔ جبکہ عبدالرحمن بن مہدی وغیرہ نے سفیان سے، انھوں نے محارب بن دثار سے، انھوں نے سلیمان بن بریدہ کے واسطے سے نبی ﷺ سے مرسلاً بیان کیا ہے، یعنی ''عن أبیہ'' کو چھوڑ دیا ہے اور یہ حدیث وکیع کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے، یعنی اس سند کا مرسل ہونا زیادہ صحیح ہے اگرچہ دوسری سند سے یہ مرفوع ہے۔ اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے کہ نمازی جب تک بے وضو نہ ہو، ایک ہی وضو سے متعدد نمازیں پڑھ سکتا ہے۔ بعض اہل علم بطور استحباب زائد ثواب کی خاطر ہر نماز کے لیے وضو کر لیتے تھے۔ افریقی سے ابوغطیف کے واسطے سے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نبی ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا گیا ہے: ''جس نے باوضو ہوتے ہوئے وضو کیا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس وجہ سے دس نیکیاں لکھ دے گا۔'' لیکن یہ سند ضعیف ہے۔ اس مسئلے میں سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ظہر اور عصر کی نماز ایک وضو سے پڑھی۔

فوائد و مسائل: ① وضو عبادت ہے اور ذریعۂ عبادت بھی، اس لیے ہر نماز کے لیے وضو کرنا افضل ہے، تاہم اگر وضو برقرار ہے تو نیا وضو کرنا ضروری نہیں۔ یہی صورت تیمم کی ہے اِلّا یہ کہ انسان پانی کے استعمال پر قادر ہو جائے تو پھر پانی کا استعمال ضروری ہے۔ ② عبدالرحمن بن مہدی وغیرہ نے یہ حدیث سفیان عن محارب عن سلیمان عن النبي ﷺ، مرسل بیان کی ہے اور وکیع نے اسی طریق سے عن سلیمان عن أبیه عن النبي ﷺ، موصول بیان کی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مرسل زیادہ صحیح ہے۔ اس کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ روایت موصول کے بجائے مرسل زیادہ صحیح ہے۔ لیکن امام ترمذی رحمہ اللہ کے کلام کا یہ مقصد نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ یہ حدیث دو اساتذہ سے بیان کرتے ہیں: * علقمہ بن مرثد۔

* محارب بن دثار۔ سفیان رحمہ اللہ کے شاگرد جب سفیان عن علقمہ بن مرثد کے طریق سے بیان کرتے ہیں تو مسند اور مرسل کا اختلاف نہیں کرتے بلکہ تمام موصولاً ہی بیان کرتے ہیں۔ جب سفیان عن محارب بن دثار کے طریق سے بیان کرتے ہیں تو وکیع اسے موصول بیان کرتے ہیں اور عبدالرحمن بن مہدی وغیرہ مرسل بیان کرتے ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس طریق سے مرسل زیادہ صحیح ہے ورنہ نفس روایت موصولاً صحیح ہے۔

(المعجم ٤٦) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي وُضُوءِ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ (التحفة ٤٦)

باب: 46۔ مرد اور عورت کا ایک ہی برتن سے وضو کرنا درست ہے

٦٢- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: حَدَّثَتْنِي مَيْمُونَةُ قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ مِّنَ الْجَنَابَةِ.

[62] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مجھے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن سے غسل جنابت کر لیا کرتے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَّهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ الْفُقَهَاءِ: أَنْ لَّا بَأْسَ أَنْ يَّغْتَسِلَ الرَّجُلُ وَالْمَرْأَةُ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ. [قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَّعَائِشَةَ، وَأَنَسٍ، وَّأُمِّ هَانِئٍ، وَّأُمِّ صُبَيَّةَ [الْجُهَنِيَّةِ]، وَأُمِّ سَلَمَةَ، وَابْنِ عُمَرَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَأَبُو الشَّعْثَاءِ اسْمُهُ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ.

ابو عیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ عام فقہاء کا بھی یہی قول ہے کہ میاں بیوی ایک ہی برتن سے نہا لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس مسئلے میں سیدنا علی، سیدہ عائشہ، سیدنا انس، سیدہ ام ہانی، سیدہ ام صبیہ (جہنیہ)، سیدہ ام سلمہ، اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔ ابو عیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) نے فرمایا: ابو الشعثاء کا نام جابر بن زید ہے۔

فوائد و مسائل: ① شوہر اور بیوی میں اللہ تعالیٰ نے جو باہمی محبت و مودت اور الفت و پیار رکھا ہے اور انھیں ایک دوسرے کا لباس قرار دیا گیا ہے، اس کا تقاضا ہے کہ اگر وہ ایک ہی برتن سے وضو کر لیں اور اکٹھے نہا لیں تو کوئی عیب کی بات نہیں۔ انھیں اجنبیوں کی طرح ایک دوسرے کے فارغ ہونے کے انتظار کی ضرورت نہیں۔ یہ معاملہ باہمی حسن معاشرت کا حصہ ہے۔ بعض روایات میں ایک دوسرے کے بچے ہوئے پانی سے نہانے کی جو کراہت آئی ہے، شاید اسی مقصد کے پیش نظر ہے کیونکہ

٦٢- أخرجه البخاري، الغسل، باب الغسل بالصاع ونحوه، ح: ٢٥٣ تعليقًا، ومسلم، الحيض، باب القدر المستحب من الماء من غسل الجنابة . . . إلخ، ح: ٣٢٢/ ٤٧ من حديث ابن عيينة به * وفي الباب عن علي، [ابن ماجه، ح: ٣٧٥ وأحمد: ١/ ١٧٧] وعائشة، [البخاري، ح: ٢٥٠ ومسلم، ح: ٣١٩] وأنس، [البخاري، ح: ٢٦٤ وأصله عند مسلم، ح: ٣٢٥] وأم هانيء، [ابن ماجه، ح: ٣٧٨] وأم صُبية الجهنية، [أبو داود، ح: ٧٨ وابن ماجه، ح: ٣٨٢] وأم سلمة، [البخاري، ح: ٣٢٢ ومسلم، ح: ٢٩٦] وابن عمر، [البخاري، ح: ١٩٣].

الگ الگ نہانا بیگانگی کی علامت ہے جو بے تکلفانہ اور خوش گوار معاشرت کے منافی ہے۔ ② اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خاوند بیوی ایک دوسرے کا پورا جسم دیکھ سکتے ہیں اور جن احادیث میں عدم جواز کا ذکر ہے، وہ تمام احادیث ضعیف ہیں۔

(المعجم ٤٧) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] كَرَاهِيَةِ فَضْلِ طَهُورِ الْمَرْأَةِ (التحفة ٤٧)

باب: 47۔ عورت کے بچے ہوئے پانی سے طہارت حاصل کرنا ناپسندیدہ ہے

٦٣- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ [قَالَ]: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي حَاجِبٍ، عَنْ رَجُلٍ مِّنْ بَنِي غِفَارٍ قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ فَضْلِ طَهُورِ الْمَرْأَةِ.

[63] بنو غفار کا ایک آدمی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کی طہارت کے بقیہ پانی سے (طہارت حاصل کرنے سے) منع فرمایا ہے۔

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَرْجِسٍ -.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَكَرِهَ بَعْضُ الْفُقَهَاءِ الْوُضُوءَ بِفَضْلِ طَهُورِ الْمَرْأَةِ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ: كَرِهَا فَضْلَ طَهُورِهَا، وَلَمْ يَرَيَا بِفَضْلِ سُؤْرِهَا بَأْسًا.

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت منقول ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: بعض فقہاء نے عورت کی طہارت سے بچے ہوئے پانی کے استعمال کو مکروہ قرار دیا ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے لیکن وہ اس کے جھوٹے کے استعمال میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔

فائدہ: جمہور ائمہ کے نزدیک مرد اور عورت کے استعمال شدہ پانی سے باقی ماندہ پانی کے استعمال میں کوئی حرج نہیں اور اسے استعمال نہ کرنے کا یہ حکم کراہت تنزیہی ہے، یعنی بچنا بہتر ہے، تاہم جائز ہے، البتہ عورت کا بچا ہوا مشروب یا کھانا مکروہ نہیں ہے۔

٦٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَاصِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَاجِبٍ يُحَدِّثُ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَمْرٍو الْغِفَارِيِّ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى أَنْ يَتَوَضَّأَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ طَهُورِ الْمَرْأَةِ أَوْ قَالَ: بِسُؤْرِهَا.

[64] سیدنا حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مرد کو عورت کے طہور (وضو یا غسل) سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے سے منع فرمایا۔ یا یوں کہا کہ اس کے جھوٹے سے منع فرمایا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَأَبُو

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور

٦٣ـ أخرجه أحمد: ٥/ ٦٦ من حديث سليمان التيمي به وانظر الحديث الآتي * وفي الباب عن عبدالله بن سرجس، [ابن ماجه، ح: ٣٧٤].

٦٤ـ أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب النهي عن ذلك، ح: ٣٧٣ عن محمد بن بشار به وهو في مسند الطيالسي، ح: ١٢٥٢ وانظر الحديث السابق، وصححه ابن حبان، ح: ٢٢٤.

حَاجِبٍ اسْمُهُ سَوَادَةُ بْنُ عَاصِمٍ. وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ فِي حَدِيثِهِ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يَتَوَضَّأَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ طَهُورِ الْمَرْأَةِ. وَلَمْ يَشُكَّ فِيهِ مُحَمَّدُ ابْنُ بَشَّارٍ.

ابوحاجب کا نام سوادہ بن عاصم ہے۔ محمد بن بشار کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرد کو عورت کے وضو سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے سے منع فرمایا۔ محمد بن بشار کی حدیث میں شک نہیں ہوا، یعنی اس نے أَوْقَالَ بِسُؤْرِهَا نہیں کہا۔

فوائد و مسائل: ① عورت کے باقی ماندہ پانی سے مراد یہ ہے کہ اس کے وضو یا غسل کرنے کے بعد جو پانی برتن میں بچ جائے۔ اس سے اس کے اعضائے وضو سے گرا ہوا پانی مراد نہیں۔ ② اس حدیث کو محمد بن بشار اور محمود بن غیلان بیان کرتے ہیں۔ محمود بن غیلان جب شعبہ سے بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ انھوں نے عورت کے وضو سے بچے ہوئے پانی سے منع فرمایا، کے الفاظ کہے یا یوں کہا کہ عورت کے جھوٹے پانی سے۔ لیکن محمد بن بشار کی روایت میں شک نہیں ہے۔ وہ صرف یہ کہتے ہیں کہ عورت کی طہارت سے بچا ہوا پانی استعمال کرنے سے منع فرمایا، اس لیے عورت کے جھوٹے پانی کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔

(المعجم ۴۸) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] الرُّخْصَةِ فِي ذٰلِكَ (التحفة ۴۸)

باب: 48۔ عورت کی طہارت سے بچے ہوئے پانی کے استعمال کی رخصت

٦٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: اغْتَسَلَ بَعْضُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ فِي جَفْنَةٍ، فَأَرَادَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يَتَوَضَّأَ مِنْهُ، فَقَالَتْ: يَارَسُولَ اللهِ! إِنِّي كُنْتُ جُنُبًا، فَقَالَ: «إِنَّ الْمَاءَ لَا يُجْنِبُ».

[65] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی کسی بیوی (سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا) نے ایک بڑے ٹب سے غسل کیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس سے وضو کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں جنبی تھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''پانی جنبی نہیں ہوتا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ.

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام سفیان ثوری، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: جن احادیث میں مرد و عورت کو ایک دوسرے کے باقی ماندہ پانی کے استعمال سے منع کیا گیا ہے، اس نہی کو کراہت پر محمول کریں گے کہ نہ کرنا افضل ہے، تاہم اس حدیث سے جواز ثابت ہوتا ہے۔

(المعجم ۴۹) بَابُ مَا جَاءَ: أَنَّ الْمَاءَ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ (التحفة ۴۹)

باب: 49۔ کوئی چیز پانی کو نجس نہیں کرتی، یعنی پانی کسی چیز سے پلید نہیں ہوتا

٦٥- [صحيح لغيره] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الماء لا يجنب، ح: ٦٨ وابن ماجه، ح: ٣٧٠ من حديث أبي الأحوص به وله شاهد عند مسلم، ح: ٣٢٣ وغيره.

٦٦ـ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ عُبَيْدِاللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَنَتَوَضَّأُ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ، وَهِيَ بِئْرٌ يُلْقَى فِيهَا الْحِيَضُ وَلُحُومُ الْكِلَابِ وَالنَّتْنُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ الْمَاءَ طَهُورٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ».

[66] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم بضاعہ کے کنویں سے وضو کر لیا کریں۔ یہ ایسا کنواں ہے جس میں حیض والے چیتھڑے، کتوں کا گوشت اور بدبودار اشیاء پھینکی جاتی ہیں؟ رسول اللہ نے فرمایا: ”بلاشبہ پانی پاکیزہ ہے، اسے کوئی چیز پلید نہیں کرتی۔“

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَقَدْ جَوَّدَ أَبُو أُسَامَةَ هٰذَا الْحَدِيثَ، فَلَمْ يَرْوِ [أَحَدٌ] حَدِيثَ أَبِي سَعِيدٍ فِي بِئْرِ بُضَاعَةَ أَحْسَنَ مِمَّا رَوٰى أَبُو أُسَامَةَ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ. وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةَ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور ابواسامہ نے اسے بہت اچھے طریقے سے بیان کیا ہے۔ بئر بضاعہ کی روایت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے کسی نے بھی ابواسامہ سے بہتر طور پر بیان نہیں کی۔ سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کی یہ روایت کئی سندوں سے مروی ہے۔ اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات (بیان کی جاتی) ہیں۔

لغوی تشریح: [حِيَضٌ] حيضة کی جمع ہے، حیض والے چیتھڑے۔ [نَتْن] بدبو، یہاں مراد بدبو دار اشیاء ہیں۔ [بُضَاعَة] ایک کنویں کا نام ہے جو بنوساعدہ کے محلے میں واقع تھا۔

فوائد ومسائل: ① امام ابوداود رحمہ اللہ کے بقول یہ کنواں چھ ذراع تھا اور اس میں پانی کم از کم گھٹنوں اور زیادہ سے زیادہ ناف تک آتا تھا۔ چونکہ نشیب میں واقع تھا، اس لیے جب بارش برستی یا کبھی زوردار ہوا چلتی تو حدیث میں مذکور اشیاء اس میں گر جاتی تھیں، وگرنہ انسان مسلم ہو یا کافر طبعی طور پر ہر دور میں پانی کو اس قسم کی گندگی اور پلید اشیاء سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ مدینہ طیبہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جو انتہائی نفیس طبع کے مالک تھے، ان کے بارے میں یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ جان بوجھ کر اس قسم کی اشیاء کنویں میں ڈالتے ہوں گے جبکہ مدینہ طیبہ میں تو پانی بھی کم یاب تھا۔ ② پانی انسانی زندگی کے لیے اشد ضروری ہے اور نبی ﷺ نے کھڑے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے، اس لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کنویں میں ان اشیاء کو ڈالتے ہوں لیکن چونکہ پانی بہت تھا اور یہ اشیاء کبھی کبھار گرتی تھیں، اس لیے پانی ان سے متاثر نہیں ہوتا تھا۔ اسی بنا پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس قسم کا پانی، ان اشیاء سے پلید نہیں ہوتا۔ ویسے پانی کی طہارت اور نجاست کا مسئلہ فقہاء کے

٦٦ـ [صحيح بالشواهد والمتابعات] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب ماجاء في بئر بضاعة، ح: ٦٦ عن الحسن بن علي به وصححه أحمد وابن معين والحاكم والبغوي وغيرهم، [التلخيص الحبير: ١/ ١٣، ح: ٢] * وفي الباب عن ابن عباس، [أبو داود، ح: ٦٨ والترمذي، انظر الحديث السابق] وعائشة، [أحمد: ٦/ ١٧٢ وصححه ابن خزيمة: ١/ ١٢٤، ح: ٢٥١].

درمیان معرکہ آراء مسائل میں سے ہے جس پر خوب داد تحقیق دی گئی ہے اور اس کے بارے میں تقریباً بیس اقوال نقل کیے گئے ہیں۔ اس حدیث کی سند اور متن کے بارے میں بھی بہت کچھ کہا گیا ہے۔ پانی کے بارے میں مشہور ترین اقوال چار ہیں: * امام داود ظاہری کا نظریہ یہ ہے کہ پانی قلیل ہو یا کثیر، اگر اس میں نجاست گر جائے تو وہ اس وقت تک نجس نہیں ہوگا جب تک وہ اپنی اصلی اور طبعی حالت پر برقرار رہے، یعنی اس میں بہنے کی صلاحیت باقی ہے۔ اگر اس کے بہنے کی صلاحیت ختم ہو جائے اور نجاست غالب آ جائے تو پھر وہ پلید ہو جائے گا۔ * بقول امام ابن المنذر اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ پانی قلیل ہو یا کثیر، جب اس میں اتنی نجاست گر جائے جس سے پانی کا ذائقہ، رنگ یا بو بدل جائے تو وہ نجس ہو جائے گا۔ * بعض ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر پانی قلیل ہو تو نجاست گرنے سے نجس ہو جائے گا اور اگر قلتین (دو مٹکے تقریباً پانچ مشک) ہے یا زائد ہے اور تین اوصاف میں سے کسی وصف میں تبدیلی پیدا نہیں ہوئی تو وہ پاک ہے اور حدیث قلتین سے اس موقف کی تائید ہوتی ہے۔ صحیح طرز عمل بھی یہی ہے کہ جب کسی مسئلے میں مختلف احادیث وارد ہوں تو ایسے معنی لینے چاہئیں جن میں سب پر عمل ہو سکتا ہو۔ * احناف کے نزدیک قلیل اور کثیر کی کوئی مقدار معین نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے پانی استعمال کرنے والے کی رائے پر اس کو چھوڑا ہے، یعنی اگر وہ اس کو نجس سمجھتا ہے تو وہ نجس ہوگا اور اگر پاک سمجھتا ہے تو وہ پاک ہوگا، احناف کے ہاں اسی پر عمل ہے۔

(المعجم ٥٠) بَابٌ: مِّنْهُ آخَرُ (التحفة ٥٠)

باب: 50۔ سابقہ مسئلے کے متعلق ایک اور باب

٦٧- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُبَيْدِاللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَهُوَ يُسْأَلُ عَنِ الْمَاءِ يَكُونُ فِي الْفَلَاةِ مِنَ الْأَرْضِ وَمَا يَنُوبُهُ مِنَ السِّبَاعِ وَالدَّوَابِّ؟ قَالَ: [فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:] «إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ».

[67] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ سے اس پانی کے بارے میں سوال کیا جا رہا تھا جو بیاباں یا جنگل میں ہوتا ہے اور اس پر درندے اور چوپائے آتے جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”جب پانی دو مٹکے ہو تو وہ پلیدی کو قبول نہیں کرتا، یعنی پلید نہیں ہوتا۔“

[قَالَ عَبْدَةُ]: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ؛ الْقُلَّةُ هِيَ: الْجِرَارُ، وَالْقُلَّةُ الَّتِي يُسْتَقَى فِيهَا. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ، قَالُوا: إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يُنَجِّسْهُ شَيْءٌ، مَا لَمْ يَتَغَيَّرْ رِيحُهُ أَوْ

عبدہ کہتے ہیں کہ محمد بن اسحاق نے بتایا: قلہ سے مراد یہی مٹکے ہیں جن سے پانی پیا جاتا ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے کہ جب پانی دو مٹکے ہو تو وہ کسی چیز سے نجس اور

٦٧ـ أخرجه أحمد: ٢/ ١٢، ٣٨ عن عبدة بن سليمان عنه وهو مخرج في سنن أبي داود، ح: ٦٤ وغيره وصححه ابن خزيمة: ١/ ٤٩، ح: ٩٢ وابن حبان، ح: ١١٨ والحاكم: ١/ ١٣٢، ١٣٣ وغيرهم * ابن إسحاق صرح بالتحديث عند الدارقطني (١/ ١٠) وتابعه الوليد بن كثير.

طَعْمُهُ، وَقَالُوا: يَكُونُ نَحْوًا مِّنْ خَمْسِ قِرَبٍ.

پلید نہیں ہوتا جب تک اس کی بو یا ذائقہ تبدیل نہ ہو جائے۔ اور کہا: وہ تقریباً پانچ مشکیں ہوتا ہے۔

لغوی تشریح: [فُلَاة] اس کی جمع فَلًا، فَلَوَات اور فُلِيٌّ آتی ہے، صحرا، بیاباں، جنگل۔ [لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ] پلید نہیں ہوتا جیسا کہ دوسری روایت میں لَا يَنْجُس ہے۔

فوائد و مسائل: ① احناف نے اس حدیث کی سند، متن، معنی اور مصداق میں اضطراب پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن احناف کے تمام اعتراضات اور اشکالات نہایت کمزور ہیں اور محدثین نے ان کے مسکت جوابات دیے ہیں، جیسے حافظ عبدالرحمن مبارک پوری اور علامہ ناصر الدین البانی رحمہم اللہ نے بالترتیب (تحفة الأحوذي: 225/1، صحيح سنن أبي داود، حديث: 56، الإرواء: 33-172) میں تفصیلی گفتگو کی ہے۔ علاوہ ازیں یہ حدیث سند، متن اور مفہوم کے اعتبار سے صحیح ہے۔ اس کی تصحیح کرنے والوں میں کبار محدثین، جیسے: امام احمد، حافظ ابن المنذر اور حافظ ابن حجر رحمہم اللہ شامل ہیں۔ حنفی علماء میں سے امام طحاوی، ابن ہمام اور متاخرین میں سے مولانا تقی عثمانی اور علامہ گنگوہی شامل ہیں۔ (درسِ ترمذي: 275/1) ② اس حدیث کی روشنی میں راجح موقف یہ ہے کہ اگر پانی دو قلوں (227 کلوگرام، یعنی پانچ من ستائیس کلوگرام) سے زیادہ ہو اور اس میں پڑنے والی نجاست سے رنگ، بو اور ذائقہ نہ بدلے تو وہ پاک ہے۔ اور اگر دو قلوں سے کم ہو تو پھر نجاست پڑنے سے پانی ناپاک ہو جائے گا، خواہ اس کا رنگ، بو اور ذائقہ نہ بھی بدلا ہو۔

(المعجم ٥١) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] كَرَاهِيَةِ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ (التحفة ٥١)

باب: 51۔ کھڑے پانی میں پیشاب کرنا مکروہ ہے

٦٨- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَبُولَنَّ [أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ مِنْهُ»].

[68] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی کھڑے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے کہ پھر اس سے وضو بھی کرے۔“

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس مسئلے کے بارے میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کھڑے پانی میں پیشاب کرنا اور وضو کرنا ایک ساتھ منع ہے

٦٨ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب النهي عن البول في الماء الراكد، ح: ٢٨٢ من حديث عبدالرزاق به وهو في صحيفة همام بن منبه، ح: ٧٣ وأخرجه البخاري، ح: ٢٣٩ من طريق آخر عن أبي هريرة به * وفي الباب عن جابر [مسلم: ٢٨١].

لیکن سنن ابوداود کی روایت کے مطابق دونوں کی انفرادی طور پر بھی ممانعت ہے۔ (سنن أبي داود، حديث: 70) تمام احادیث کی روشنی میں درج ذیل امور منع ہیں: * کھڑے پانی میں پیشاب کرنا۔ * کھڑے پانی میں داخل ہو کر غسل کرنا۔ * پانی میں پیشاب کر کے پھر اس میں غسل کرنا یا اس سے پانی لے کر غسل یا وضو کرنا۔ ② مطلق غسل یا غسل جنابت دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ ③ پانی کی مقدار زیادہ ہو تب بھی اس میں پیشاب کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ یکے بعد دیگرے پیشاب اور غسل کرنے سے پانی جلد خراب ہو جائے گا۔ ④ جاری پانی میں بھی پیشاب کرنے سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ بھی ناشائستگی ہے کیونکہ جس طرف پانی جا رہا ہے ممکن ہے وہاں کوئی پانی پی رہا ہو۔

(المعجم ٥٢) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي مَاءِ الْبَحْرِ أَنَّهُ طَهُورٌ (التحفة ٥٢)

باب: 52۔ سمندر کا پانی پاک ہے

٦٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ؛ ح: وَحَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ [إِسْحَاقُ بْنُ مُوسٰى]: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَلَمَةَ - مِنْ آلِ ابْنِ الْأَزْرَقِ - أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ أَبِي بُرْدَةَ - وَهُوَ مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ - أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّا نَرْكَبُ الْبَحْرَ وَنَحْمِلُ مَعَنَا الْقَلِيلَ مِنَ الْمَاءِ: فَإِنْ تَوَضَّأْنَا بِهِ عَطِشْنَا، أَفَنَتَوَضَّأُ مِنْ [مَاءِ] الْبَحْرِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ، الْحِلُّ مَيْتَتُهُ».

[69] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! ہم سمندر کا سفر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی لیتے ہیں، چنانچہ اگر اس سے وضو کریں تو پیاسے رہ جائیں گے، تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر لیا کریں؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس کا پانی پاک، اس کا مردار حلال ہے۔“

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ، وَالْفِرَاسِيِّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ الْفُقَهَاءِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، مِنْهُمْ: أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَابْنُ عَبَّاسٍ: لَمْ يَرَوْا بَأْسًا بِمَاءِ الْبَحْرِ. وَقَدْ

اس مسئلے میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ اور فراسی سے روایت منقول ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اکثر فقہاء صحابۂ کرام کا نظریہ یہی ہے، ان میں سیدنا ابوبکر، عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم بھی ہیں کہ سمندری پانی کے استعمال میں

٦٩- أخرجه أبو داود (الطهارة، باب الوضوء بماء البحر، ح: ٨٣) وغيره من حديث مالك به وهو في الموطأ: ١/ ٢٢ (يحيى) وصححه البخاري وابن خزيمة، ح: ١١١ وابن حبان، ح: ١١٩ وغيرهم * وفي الباب عن جابر، [ابن ماجه، ح: ٣٨٨ وصححه ابن خزيمة في صحيحه: ١/ ٥٩، ح: ١١٢ وله شاهد عند الحاكم: ١/ ١٤٣] والفراسي، [ابن ماجه، ح: ١٣٨٧] * أثر ابن عمر وابن عمرو، لم أجدهما.

كَرِهَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ الْوُضُوءَ بِمَاءِ الْبَحْرِ، مِنْهُمْ: ابْنُ عُمَرَ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو؛ وَقَالَ عَبْدُاللهِ بْنُ عَمْرٍو: هُوَ نَارٌ.

کوئی حرج نہیں۔ بعض صحابۂ کرام سمندری پانی سے وضو کرنا مکروہ سمجھتے تھے، ابن عمر اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ وہ آگ ہے۔

فوائد و مسائل: ① سمندر بے شمار حیوانات کا مسکن ہے اور اس میں ہر روز بے شمار جانور مرتے ہوں گے، اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے مردار حلال ہیں، لہٰذا اس کا پانی نجس نہیں ہوتا۔ سمندر کے پانی کے پاک ہونے پر تو اب تقریباً اتفاق ہے، لیکن اس کے مردار کے بارے میں ائمہ میں اختلاف ہے: امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک بحری خنزیر کے سوا تمام سمندری جانور حلال ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تمام سمندری جانور حرام ہیں، صرف مچھلی حلال ہے بشرطیکہ وہ طافی نہ ہو، یعنی مر کر پانی پر تیر نہ رہی ہو۔ جبکہ باقی ائمہ کے نزدیک وہ بھی حلال ہے۔ سمك طافي (مر کر تیرنے والی مچھلی) اور غیر طافي کا فرق صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ احناف سنن ابوداود اور ابن ماجہ کی جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں وہ ضعیف ہے کیونکہ اس میں ابوالزبیر مدلس راوی ہے جو [عن] کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (سنن ابوداود (مترجم) طبع دارالسلام، حدیث: 3815) ② اس مسئلے میں راجح موقف یہ ہے کہ جو جانور صرف پانی ہی میں زندہ رہتے ہیں وہ زندہ یا مردہ حلال ہیں الا یہ کہ شرعی دلیل سے کسی جانور کا حرام ہونا ثابت ہو جائے جیسا کہ مینڈک کی حرمت کا ذکر ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ [الحل ميتته] کے عموم کا یہی تقاضا ہے۔ (معالم السنن للخطابي: 234/4) ③ ہر حلال جانور کو کھانا ضروری نہیں۔ اگر طبیعت کسی جانور کا گوشت کھانے سے ناگواری محسوس کرتی ہے تو اسے نہ کھانا جائز ہے لیکن طبیعت کی ناگواری کو حلت وحرمت کا معیار قرار دینا درست نہیں جیسا کہ ضب (سانڈا) رسول اکرم ﷺ نے طبعی کراہت کی وجہ سے نہیں کھایا لیکن اسے حرام قرار نہیں دیا۔ ④ [حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ] میں عموم ہے کہ ہر مردار حرام ہے اور حدیث میں سمندر کے مردار کی تخصیص ہے، لہٰذا یہ تعارض نہیں۔ اور قرآن کے عموم کی حدیث کے ساتھ تخصیص کے عدم جواز والا موقف باطل ہے۔ اسی طرح کسی جانور کے حلال ہونے کے لیے بھی یہ ضروری نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے تناول فرمایا ہو، مثلاً: بھینس حلال ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کا گوشت نہیں کھایا۔

(المعجم ٥٣) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] التَّشْدِيدِ فِي الْبَوْلِ (التحفة ٥٣)

باب: 53- پیشاب کے بارے میں سخت وعید

٧٠- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَقُتَيْبَةُ وَأَبُو كُرَيْبٍ، قَالُوا:

[70] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ دو

٧٠- أخرجه مسلم، الطهارة، باب الدليل على نجاسة البول ووجوب الاستبراء منه، ح: ٢٩٢ عن أبي كريب، والبخاري، الوضوء، باب: من الكبائر أن لا يستتر من بوله، ح: ٢١٦، ٢١٨ من حديث الأعمش به ※ وفي الباب عن زيد بن ثابت [لم نجده وله لفظ آخر عند مسلم وأحمد: ٥/ ١٩٠ وليس فيه ذكر البول] وأبي بكرة [ابن ماجه، ح: ٣٤٩] وأبي هريرة، [ابن ماجه، ح: ٣٤٨] وأبي موسى، [البخاري، ح: ٢٢٦ ومسلم، ح: ٢٧٣ وعلقه أبو داود، ح: ٢٢] وعبدالرحمن بن حسنة، [أبو داود، ح: ٢٢] ※ قول وكيع: إسناده صحيح.

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يُحَدِّثُ عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ عَلٰى قَبْرَيْنِ، فَقَالَ: «إِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ: أَمَّا هٰذَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ، وَأَمَّا هٰذَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ».

قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ''ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور (بظاہر) انھیں کسی (ایسے) بڑے جرم پر عذاب نہیں دیا جارہا (جس سے وہ بچ نہ سکتے ہوں) یہ تو اپنے پیشاب سے پردہ نہیں کرتا تھا اور یہ دوسرا لگائی بجھائی کرتا تھا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَفِي الْبَابِ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَأَبِي بَكْرَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي مُوسٰى، وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ حَسَنَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَرَوٰى مَنْصُورٌ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ طَاوُسٍ. وَرِوَايَةُ الْأَعْمَشِ أَصَحُّ. [قَالَ]: وَسَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ مُحَمَّدَ بْنَ أَبَانَ [الْبَلْخِيَّ مُسْتَمْلِيَ وَكِيعٍ] يَقُولُ: سَمِعْتُ وَكِيعًا يَقُولُ: الْأَعْمَشُ أَحْفَظُ لِإِسْنَادِ إِبْرَاهِيمَ مِنْ مَنْصُورٍ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا زید بن ثابت، ابوبکرہ، ابوہریرہ، ابوموسیٰ اور عبدالرحمن بن حسنہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ یہی روایت منصور، ابن عباس سے مجاہد کے واسطے سے بیان کرتا ہے اور درمیان میں طاؤس کا واسطہ چھوڑ دیتا ہے۔ اور اعمش کی روایت زیادہ صحیح ہے۔ میں نے امام وکیع کے مستملی (املا کروانے والے) ابوبکر محمد بن ابان بلخی سے کہتے ہوئے سنا کہ وکیع رحمہ اللہ کہتے تھے: اعمش کو ابراہیم کی سند منصور سے زیادہ یاد ہے۔

لغوی تشریح: [نَمِيمَة] شر وفساد کے لیے ایک دوسرے کی باتیں ادھر ادھر بتانا [لَا يَسْتَتِرُ] (اپنے بول سے) آڑ اور پردہ نہیں کرتا تھا۔ تاج العروس میں ہے کہ سِتر مجازی طور پر ڈرنے اور بچنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، اس لیے اگر اسے مجازی معنی ''بچنا'' میں لیا جائے تو دوسری روایات میں وارد الفاظ سے موافقت ہو جاتی ہے جیسا کہ بعض روایات میں [لَا يَسْتَنْزِهُ] کے الفاظ ہیں کہ وہ پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔

فوائد ومسائل: ① یہ دونوں گناہ ایسے ہیں کہ ان سے بچنا کوئی مشکل کام نہیں، اس لحاظ سے یہ بڑے نہیں ہیں، اگرچہ گناہ کے اعتبار سے یہ دونوں کام بڑے گناہ ہیں۔ پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے انسان نجس رہتا ہے جبکہ نماز کے لیے طہارت شرط ہے اور قیامت کے دن حقوق اللہ میں سے سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا۔ چغل خوری باہمی رنجش اور عناد کا باعث بنتی ہے، لہٰذا اس طریقے سے دو افراد یا گروہوں کو آپس میں لڑا دینا بہت بڑا جرم ہے۔ ② بخاری شریف کی حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک شاخ طلب فرمائی، اس کے دو ٹکڑے کیے اور دونوں کو ان قبروں پر گاڑ دیا اور اس کی علت وحکمت یہ بتائی: [لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ تَيْبَسَا] (صحيح البخاري، الوضوء، حديث: 216) ''جب تک یہ دونوں ٹکڑے خشک نہیں ہوں گے، ان دونوں کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔'' اس سے بعض لوگوں نے قبروں پر پھول چڑھانے کے جواز پر استدلال کیا ہے، لیکن یہ استدلال درست نہیں کیونکہ نبی ﷺ نے شاخ یا اس کے دو ٹکڑے، ان قبروں پر گاڑے جن کے بارے میں آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے سے معلوم ہوگیا تھا کہ ان کو عذاب ہورہا ہے جبکہ ہمیں کسی قبر والے کے بارے میں یہ علم نہیں ہوسکتا

کہ قبر والے کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے۔ اگر قبر پر شاخ گاڑنا، قبر والے کے حق میں نفع مند ہوتا تو نبی ﷺ ہر قبر پر شاخ گاڑتے یا اس کے گاڑنے کا حکم دیتے، بلکہ درخت لگاتے۔ اگر صحابہ نے اس واقعے سے آپ ﷺ کا یہ مقصد سمجھا ہوتا تو وہ سب اس پر عمل پیرا ہوتے اور صحابہ وتابعین کے دور میں اس کا عام رواج ہو جاتا۔ سیدنا بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کے سوا کسی صحابی اور تابعی سے یہ عمل ثابت نہیں۔ ③ اصل بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے ان مردوں کے حق میں عذاب ہلکا کرنے کی دعا فرمائی تو آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا کہ آپ اس طرح ایک ہری شاخ کے دو ٹکڑے کر کے ان قبروں پر ایک ایک گاڑ دیں، جب تک یہ ہری رہیں گی اس وقت تک کے لیے ان کے عذاب میں کمی کر دی جائے گی۔ اس کی دلیل صحیح مسلم کی وہ لمبی حدیث ہے جو سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس کا ایک حصہ یہ ہے کہ آپ نے ایک جگہ پیشاب کیا، واپس آ کر سیدنا جابر سے پوچھا: [هَلْ رَأَيْتَ مَقَامِي] (صحيح مسلم، الزهد، حديث: 3012) ''کیا تو نے میرے مقام کو دیکھ لیا؟'' میں نے عرض کی: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''ان دونوں درختوں سے ایک ایک شاخ کاٹ لاؤ اور ان کو میرے اس مقام پر کھڑے ہو کر اپنے دائیں اور بائیں ڈال دو۔'' میں نے آپ ﷺ کے حکم پر عمل کیا، پھر آپ کے پاس آ گیا اور آپ کو بتایا، پھر میں نے پوچھا: آپ نے یہ عمل کس مقصد کے لیے کروایا؟ آپ نے جواب دیا: ''میں دو قبروں سے گزرا تو انھیں عذاب ہو رہا تھا۔ میں نے چاہا کہ میری شفاعت کے باعث جب تک یہ شاخیں تر رہیں، ان کو کچھ سہولت اور آسانی حاصل ہو جائے۔'' اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عذاب کی تخفیف اور کمی کا سبب شاخیں یا ایک شاخ کے دو ٹکڑے نہ تھے بلکہ ان کے حق میں نبی ﷺ کی سفارش اور دعا تھی۔

(المعجم ٥٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي نَضْحِ بَوْلِ الْغُلَامِ قَبْلَ أَنْ يَطْعَمَ (التحفة ٥٤)

باب: 54۔ بچہ جب تک کھانا نہ کھائے، اس کے پیشاب پر پانی چھڑک دینا کافی ہوتا ہے

٧١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَأَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ قَالَتْ: دَخَلْتُ بِابْنٍ لِّي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ، فَبَالَ عَلَيْهِ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَرَشَّهُ عَلَيْهِ.

[71] سیدہ ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اپنا بچہ لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی جو کھانا نہیں کھاتا تھا، اس نے آپ ﷺ پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے پانی منگوا کر اس پر چھینٹے مارے۔

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَعَائِشَةَ وَزَيْنَبَ، وَلُبَابَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ - وَهِيَ: أُمُّ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسِ

اس مسئلے میں سیدنا علی، سیدہ عائشہ، زینب، لبابہ بنت حارث جو فضل بن عباس بن عبدالمطلب کی ماں ہے، سیدنا أبو

٧١ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب حكم بول الطفل الرضيع وكيفية غسله، ح:٢٨٧ من حديث ابن عيينة، والبخاري، الوضوء، باب بول الصبيان، ح:٢٢٣ من حديث الزهري به * وفي الباب عن علي، [أبو داود، ح:٣٧٧، ٣٧٨] وعائشة [البخاري، ح:٢٢٢ ومسلم، ح:٢٨٦] وزينب، [عبدالرزاق في المصنف: ١/ ٣٨١، ٣٨٢، ح:١٤٩١] ولبابة بنت الحارث، [أبو داود، ح:٣٧٥] وأبي السمح، [أبو داود، ح:٣٧٦] وعبدالله ابن عمرو، [الطبراني في الأوسط: ١/ ٤٥٧، ح:٨٢٨] وأبي ليلى، [أحمد: ٤/ ٣٤٧، ٣٤٨] وابن عباس، [الدارقطني: ١/ ١٣٠، ح:٤٦٥، ٤٦٦].

ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ - وَأَبِي السَّمْحِ وَعَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو، وَأَبِي لَيْلٰى، وَابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ [مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ] مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ، مِثْلِ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ، قَالُوا: يُنْضَحُ بَوْلُ الْغُلَامِ، وَيُغْسَلُ بَوْلُ الْجَارِيَةِ. وَهٰذَا مَا لَمْ يَطْعَمَا، فَإِذَا طَعِمَا غُسِلَا جَمِيعًا.

عبداللہ بن عمرو، ابولیلیٰ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: بہت سے اہل علم، صحابہ و تابعین اور بعد کے لوگوں میں سے، مثلاً: امام احمد اور اسحاق اس کے قائل ہیں کہ لڑکے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں اور لڑکی کا پیشاب دھویا جائے۔ (یہ حکم) اس وقت تک ہے جب تک وہ کھانا نہ کھاتے ہوں۔ جب کھانا کھانے لگیں تو دونوں کا پیشاب دھویا جائے گا۔

فوائد و مسائل: ① بچے اور بچی کے پیشاب میں فرق کے بارے میں صاحب تحفۃ الاحوذی نے امام ابن قیم رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ عام طور پر لڑکے سے محبت کا اظہار زیادہ کیا جاتا ہے اور اسے گھر کے تمام افراد اٹھاتے ہیں، لہٰذا اس کے پیشاب سے بچنا مشکل ہے جبکہ لڑکی کو عام طور پر مائیں بہنیں ہی اٹھاتی ہیں اور ان کو علم ہوتا ہے کہ اس نے پیشاب کب کیا تھا، اس لیے اس کو پیشاب کرالیا جاتا ہے۔ لڑکے کا پیشاب بکھر جاتا ہے اور لڑکی کا پیشاب بکھرتا نہیں، نیز لڑکی کے پیشاب میں بدبو بھی زیادہ ہوتی ہے، ان وجوہ سے لڑکے اور لڑکی کے پیشاب کے حکم میں فرق ہے۔ ② جمہور اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ پیشاب بچے کا ہو یا بڑے آدمی کا، وہ نجس ہے، تاہم بچے کے بول سے طہارت حاصل کرنے کے طریقۂ کار میں اختلاف ہے۔ * سیدنا علی اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما، عطاء، حسن بصری، امام زہری، اسحاق، ابن وہب، امام احمد اور امام شافعی رحمہم اللہ وغیرہ کا موقف اس حدیث اور اس باب کی دیگر احادیث کی روشنی میں ہے کہ دودھ پیتے بچے کے پیشاب سے طہارت حاصل کرنے کے لیے چھینٹے مارنے کافی ہیں جبکہ بچی کے پیشاب کو دھونا ضروری ہے۔ * امام اوزاعی رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک بچے اور بچی دونوں کے پیشاب سے طہارت کے لیے چھینٹے کافی ہیں۔ * احناف اور مالکیہ کے نزدیک دونوں کے پیشاب کو دھونا ضروری ہے۔ احادیث کی رو سے مؤخر الذکر دونوں موقف مرجوح ہیں کیونکہ حدیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ بچے کے پیشاب سے چھینٹے کافی ہیں جبکہ بچی کے پیشاب کو دھویا جائے گا۔ بعض روایات میں صراحتاً دھونے کی نفی کی گئی ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں منقول ام قیس کی حدیث میں ہے: [فَدَعَا بِمَاءٍ فَنَضَحَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ] آپ ﷺ نے پانی منگوا کر اس پر چھینٹے مارے اور اسے دھویا نہیں۔ (صحيح البخاري، الوضوء، حديث: 223) اور جہاں تک شرح معانی الآثار (93/1) کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا تعلق ہے جس میں بچے کے پیشاب کو دھونے کی صراحت ہے تو وہ روایت ضعیف ہے۔ اس میں محمد بن عمرو بن یونس سوسی ضعیف راوی ہے۔ دیکھیے: (لسان الميزان: 325/5، المغني في الضعفاء: 622/2، الضعفاء الكبير: 111/4) اس لیے راجح موقف یہی ہے کہ شیر خوار کے پیشاب پر چھینٹے مارنے کافی ہیں، دھونا ضروری نہیں جبکہ بچی کے پیشاب کو دھونا ضروری ہے۔

(المعجم ٥٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي بَوْلِ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ (التحفة ٥٥)

باب: 55۔ جن حیوانات کا گوشت کھایا جاتا ہے، ان کے پیشاب کا حکم

٧٢- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ وَقَتَادَةُ وَثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ نَاسًا مِّنْ عُرَيْنَةَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ فَاجْتَوَوْهَا، فَبَعَثَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي إِبِلِ الصَّدَقَةِ، وَقَالَ: «اشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا» فَقَتَلُوا رَاعِيَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَاسْتَاقُوا الْإِبِلَ، وَارْتَدُّوا عَنِ الْإِسْلَامِ، فَأُتِيَ بِهِمُ النَّبِيُّ ﷺ، فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ مِنْ خِلَافٍ، وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ، وَأَلْقَاهُمْ بِالْحَرَّةِ.

[72] سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلۂ عرینہ کے کچھ لوگ مدینہ طیبہ آئے۔ انھیں مدینے کی آب و ہوا راس نہ آئی تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں صدقے کے اونٹوں میں بھیج دیا اور فرمایا: ”ان کا دودھ اور پیشاب پیو۔“ پھر انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے چرواہے کو قتل کر ڈالا اور اونٹ ہانک کر لے گئے اور اسلام سے مرتد ہو گئے، چنانچہ انھیں پکڑ کر نبی ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ نے ان کے ہاتھ اور پاؤں الٹی اطراف سے کٹوائے، یعنی دایاں ہاتھ، بایاں پاؤں اور بایاں ہاتھ، دایاں پاؤں، اور ان کی آنکھوں میں لوہے کی گرم سلائیں پھیریں اور انھیں حرہ (سنگلاخ زمین) پر پھینک دیا۔

قَالَ أَنَسٌ: فَكُنْتُ أَرٰى أَحَدَهُمْ يَكُدُّ الْأَرْضَ بِفِيهِ، حَتّٰى مَاتُوا. وَرُبَّمَا قَالَ حَمَّادٌ: يَكْدُمُ الْأَرْضَ بِفِيهِ، حَتّٰى مَاتُوا. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَنَسٍ. وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوا: لَا بَأْسَ بِبَوْلِ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ.

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں ان کو دیکھ رہا تھا کہ ان میں سے بعض اپنے منہ سے زمین کھود رہے تھے حتی کہ وہ مر گئے۔ بعض دفعہ حماد نے يَكُدُّ کی جگہ يَكْدُمُ کہا، یعنی زمین کو منہ سے کاٹ رہا تھا۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے کئی سندوں سے مروی ہے۔ اکثر اہل علم کا یہی قول ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

لغوی تشریح: [فَاجْتَوَوْهَا] اِجْتِوَاء کا مطلب ہے، سوزش میں مبتلا ہو گئے، یعنی آب و ہوا کے ناموافق ہونے کی بنا پر ان کے پیٹ پھول گئے جس سے پیاس بہت لگنے لگی۔ [سَمَرَ أَعْيُنَهُمْ] ان کی آنکھوں میں گرم سلائیں پھیریں۔ [يَكُدُّ] کھودنا یا رگڑنا۔ [يَكْدُمُ] کاٹنا، چبانا۔

فوائد و مسائل: ① یہ کل آٹھ آدمی تھے: قبیلۂ عرینہ کے چار، قبیلۂ عکل کے تین اور ایک کسی اور قبیلے سے تھا۔ محتاج ہونے کی بنا پر مدینہ طیبہ آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ یہاں کھا پی کر موٹے تازے ہو گئے۔ بدوی لوگ تھے، اس لیے شہری آب و ہوا

٧٢- أخرجه أبو داود، الحدود، باب ماجاء في المحاربة، ح: ٤٣٦٧ من حديث حماد بن سلمة به، و مسلم، ح: ١٦٧١ من حديث حميد الطويل، والبخاري، ح: ١٥٠١ من حديث قتادة به.

موافق نہ آئی تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں بیت المال اور اپنے اونٹوں میں بھیج دیا تاکہ وہاں جا کر اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پییں۔ انھوں نے تندرست ہونے کے بعد اونٹوں کے چرواہے کو انتہائی بے دردی سے پیاسا رکھ کر قتل کر ڈالا اور اونٹ ہانک کر لے گئے۔ نبی ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ نے تعاقب میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا، وہ انھیں پکڑ کر آپ ﷺ کے پاس لے آئے۔ آپ ﷺ نے قصاص کے طور پر ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جو انھوں نے چرواہے کے ساتھ کیا تھا۔② اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ماکول اللحم حیوانات (جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے) کا پیشاب پلید نہیں ہے۔ اکثر علمائے کرام اور محدثین عظام کا یہی موقف ہے۔ نبی ﷺ کے فرمان کی روشنی میں یہی راجح ہے اور ان علمائے کرام کا موقف درست نہیں جو ماکول اللحم حیوانات کے پیشاب کو نجس قرار دیتے ہیں کیونکہ رسول کریم ﷺ نے ان لوگوں کے لیے اونٹوں کا دودھ اور پیشاب بطور دوا تجویز فرمایا۔ اگر اونٹوں کا پیشاب نجس ہوتا تو رسول اللہ ﷺ قطعی طور پر اسے بطور دوا تجویز نہ فرماتے۔ نبیٔ کریم ﷺ کا فرمان ہے: [إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِي حَرَامٍ] (مجمع الزوائد، الطب: 86/5، حديث: 828) ''اللہ تعالیٰ نے تمھاری شفا حرام چیزوں میں نہیں رکھی۔'' اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب نجس اور حرام ہوتا تو نبی ﷺ اس سے علاج کی اجازت نہ دیتے۔③ جس پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنا باعث عذاب ہے، اس سے مراد انسان کا پیشاب ہے جیسا کہ سنن ابن ماجہ میں [من بوله] ''اپنے پیشاب سے'' کے الفظ ہیں۔ (سنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، حديث: 347) البتہ غیر ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب سے بچنا چاہیے۔ نظافت اور صفائی ستھرائی کی خاطر ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب سے بچنا بھی بہتر ہے۔ واللہ أعلم.

٧٣- حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ الْأَعْرَجُ [الْبَغْدَادِيُّ]: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: إِنَّمَا سَمَلَ النَّبِيُّ ﷺ أَعْيُنَهُمْ لِأَنَّهُمْ سَمَلُوا أَعْيُنَ الرُّعَاةِ.

[73] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کی آنکھیں اس لیے پھوڑی تھیں کہ انھوں نے ان چرواہوں کی آنکھیں پھوڑی تھیں۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْلَمُ أَحَدًا ذَكَرَهُ غَيْرَ هٰذَا الشَّيْخِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ زُرَيْعٍ. وَهُوَ مَعْنٰى قَوْلِهِ: ﴿وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ﴾ [المآئدة: ٤٥] وَقَدْ رُوِيَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّمَا فَعَلَ بِهِمُ النَّبِيُّ ﷺ هٰذَا قَبْلَ أَنْ تَنْزِلَ الْحُدُودُ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ ہمارے علم کے مطابق یحییٰ بن غیلان کے سوا کسی نے یزید بن زُریع سے یہ روایت بیان نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ﴾ ''زخموں کا قصاص ہے'' کا یہی مفہوم ہے۔ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے ان کے ساتھ یہ سلوک حدود کے نازل ہونے

٧٣- أخرجه مسلم، القسامة والمحاربين، باب حكم المحاربين والمرتدين، ح: ١٦٧١/ ١٤ عن الفضل بن سهل به * قول ابن سيرين: [أحمد: ٣/ ٢٩٠].

سے پہلے کیا تھا۔

فوائد و مسائل: ① نبی ﷺ نے ان کی آنکھیں بطور قصاص پھوڑی تھیں اور انھیں پیاسا بھی اسی لیے رکھا گیا تھا۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد ؒ کے نزدیک قصاص میں مماثلت ہونی چاہیے جبکہ امام شافعی ؒ کے بقول آگ سے جلانے، زنا اور لواطت کے سوا ہر جرم میں قصاص بالمثل ہوگا۔ حنفیوں کے نزدیک زخموں میں جہاں مماثلت ممکن ہو وہاں قصاص ہوگا، ورنہ دیت ہوگی۔ قتل کی صورت میں قصاص صرف تلوار سے ہوگا۔ ② اس حدیث سے اول الذکر موقف کی تائید ہوتی ہے اور وہی راجح ہے اور جہاں تک ابن ماجہ کی حدیث (2667) [لَا قَوَدَ إِلَّا بِالسَّيْفِ] "قصاص صرف تلوار سے ہوتا ہے" کا تعلق ہے تو اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الإرواء: 285/7)

(المعجم ٥٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوُضُوءِ مِنَ الرِّيحِ (التحفة ٥٦)

باب: 56۔ ہوا خارج ہونے سے وضو کرنے کا بیان

٧٤۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَهَنَّادٌ [قَالَا]: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا وُضُوءَ إِلَّا مِنْ صَوْتٍ أَوْ رِيحٍ».

[74] سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وضو صرف اس صورت میں لازم آتا ہے جب آواز سنائی دے یا بو محسوس ہو۔"

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی ؒ) فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فوائد و مسائل: ① آواز اور بو سے مقصد یہ ہے کہ جب ہوا کے خارج ہونے کا یقین ہو جائے تب وضو واجب ہوتا ہے اگر آواز سنی ہو نہ بدبو محسوس کی ہو تو محض شک یا وسوسہ پیدا ہونے سے وضو واجب نہیں ہوتا کیونکہ یقین محض شک وشبہ سے زائل نہیں ہو سکتا۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہے۔ جب ہوا کے خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو بول و براز سے بالاولیٰ ٹوٹ جائے گا۔ ② صحیح مسلم کی روایت میں ہے: [يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَجِدُ الشَّيْءَ] (صحيح مسلم، الحيض، حديث: 361) "اسے خیال ہوتا ہے کہ اس نے کوئی چیز محسوس کی ہے۔" دوسری روایت میں ہے: [فَأَشْكَلَ عَلَيْهِ أَخَرَجَ مِنْهُ أَمْ لَا؟] (صحيح مسلم، الحيض، حديث: 362) "اسے شک ہوتا ہے کہ کوئی چیز خارج ہوئی ہے یا نہیں" تو جب تک وہ آواز نہ سن لے یا بو محسوس نہ کر لے، مسجد سے ہرگز باہر نہ نکلے۔ ان روایات کی بنا پر جمہور سلف وخلف کا موقف یہ ہے کہ ہوا خارج ہونے کا شک و شبہ نماز کے اندر ہو یا باہر، یقین کے بغیر وضو نہیں ٹوٹے گا۔

٧٤۔ أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب: لا وضوء إلا من حدث، ح: ٥١٥ من حديث وكيع به وصححه ابن خزيمة (١/١٨ ح٢٧) وابن الجارود (٢) وانظر الحديث الآتي.

٧٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فِي الْمَسْجِدِ فَوَجَدَ رِيحًا بَيْنَ أَلْيَتَيْهِ، فَلَا يَخْرُجْ حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا».

[75] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں ہو اور وہ اپنے سرین کے درمیان ہوا محسوس کرے تو اس وقت تک (وضو کرنے کے لیے مسجد سے) نہ نکلے جب تک آواز نہ سنے یا بو محسوس نہ کرے۔''

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ، وَعَلِيِّ بْنِ طَلْقٍ، وَعَائِشَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، [وَابْنِ مَسْعُودٍ]، وَأَبِي سَعِيدٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ قَوْلُ الْعُلَمَاءِ: أَنْ لَّا يَجِبَ عَلَيْهِ الْوُضُوءُ إِلَّا مِنْ حَدَثٍ: يَّسْمَعُ صَوْتًا أَوْ يَجِدُ رِيحًا. وَقَالَ [عَبْدُ اللهِ] ابْنُ الْمُبَارَكِ: إِذَا شَكَّ فِي الْحَدَثِ فَإِنَّهُ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْوُضُوءُ حَتّٰى يَسْتَيْقِنَ اسْتِيقَانًا يَقْدِرُ أَنْ يَحْلِفَ عَلَيْهِ. وَقَالَ: إِذَا خَرَجَ مِنْ قُبُلِ الْمَرْأَةِ الرِّيحُ وَجَبَ عَلَيْهَا الْوُضُوءُ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَإِسْحَاقَ.

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن زید، علی بن طلق، عائشہ، ابن عباس، ابن مسعود اور ابوسعید رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ علماء کا یہی قول ہے کہ وضو صرف حدث کی صورت میں واجب ٹھہرتا ہے، یعنی جب وہ آواز سنے یا بو محسوس کرے۔ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر حدث کا شک ہو تو وضو صرف اس صورت میں واجب ہوگا جب اس حد تک یقین ہو کہ وہ اس پر قسم اٹھا سکے۔ اور کہا: جب عورت کی فرج (پیشاب گاہ) سے ہوا خارج ہو تو اس پر وضو کرنا واجب ہوگا۔ امام شافعی اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی موقف ہے۔

٧٦- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللهَ لَا يَقْبَلُ صَلَاةَ أَحَدِكُمْ إِذَا أَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ».

[76] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کی نماز قبول نہیں فرماتا جب وہ بے وضو ہو جائے، یہاں تک کہ وضو کر لے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ [غَرِيبٌ] حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب حسن صحیح ہے۔

٧٥- أخرجه مسلم، الحيض، باب الدليل على أن من تيقن الطهارة . . . إلخ، ح: ٣٦٢ من حديث سهيل به * وفي الباب عن عبدالله بن زيد، [البخاري، ح: ١٣٧، ١٧٧ ومسلم، ح: ٣٦١] وعلي بن طلق [أبو داود، ح: ٢٠٥، ١٠٠٥] وعائشة، [أبو داود، ح: ١١١٤ وابن ماجه، ح: ١٢٢٢] وابن عباس، [البيهقي: ٢/ ٢٥٤] وابن مسعود، [الطبراني بلفظ آخر، انظر مجمع الزوائد: ١/ ٩٧] وأبي سعيد، [ابن ماجه، ح: ٥١٤ وأحمد: ٣/ ٩٦].

٧٦- أخرجه البخاري، الوضوء، باب: لا تقبل صلاة بغير طهور، ح: ١٣٥ ومسلم، الطهارة، باب وجوب الطهارة للصلاة، ح: ٢٢٥ من حديث عبدالرزاق به وهو في صحيفة همام، ح: ١٠٨.

(المعجم ٥٧) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] الْوُضُوءِ مِنَ النَّوْمِ (التحفة ٥٧)

باب: 57۔ نیند آنے پر وضو کرنا

٧٧- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى [كُوفِيٌّ] وَهَنَّادٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ - الْمَعْنَى وَاحِدٌ - قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ [الْمُلَائِيُّ] عَنْ أَبِي خَالِدٍ الدَّالَانِيِّ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ نَامَ وَهُوَ سَاجِدٌ، حَتَّى غَطَّ [أَوْ نَفَخَ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّكَ قَدْ نِمْتَ؟ قَالَ: «إِنَّ الْوُضُوءَ لَا يَجِبُ إِلَّا عَلَى مَنْ نَامَ مُضْطَجِعًا، فَإِنَّهُ إِذَا اضْطَجَعَ اسْتَرْخَتْ مَفَاصِلُهُ».

[77] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ سجدے کی حالت میں سو گئے حتی کہ آپ خراٹے لینے لگے یا لمبے لمبے سانس لینے لگے، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ تو سو گئے تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وضو صرف لیٹ کر سونے والے کے لیے واجب ہے کیونکہ جب وہ لیٹ جاتا ہے تو اس کے جوڑ ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔“

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَأَبُو خَالِدٍ اسْمُهُ يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ. [قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَابْنِ مَسْعُودٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ابو خالد کا نام یزید بن عبدالرحمن ہے۔ اور اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، سیدنا ابن مسعود اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔

لغوی تشریح: [اِسْتَرْخَتْ] ڈھیلے پڑ جاتے ہیں، یعنی ہوا کے خارج ہونے کا غالب امکان ہوتا ہے۔ [مَفَاصِل] مَفْصِل (جوڑ) کی جمع ہے، [غَطَّ] خراٹے لینا، [نَفَخَ] لمبے لمبے سانس لینا۔

فوائد و مسائل: ① امام خطابی رحمہ اللہ نے نیند کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا: وَحَقِيقَةُ النَّوْمِ هُوَ الْغَشْيَةُ الثَّقِيلَةُ الَّتِي تَهْجُمُ عَلَى الْقَلْبِ فَتَقْطَعُهُ عَنْ مَعْرِفَةِ الْأُمُورِ الظَّاهِرَةِ ”درحقیقت نیند وہ گہری بے ہوشی ہے جو دل پر غالب آ کر اسے ظاہری امور کی معرفت سے بے گانہ کر دیتی ہے۔“ لہٰذا ایسی گہری اور بے ہوشی والی نیند جس میں انسان کو پتا نہ چلے کہ وضو باقی ہے یا ٹوٹ چکا ہے، ایسی نیند سے بیدار ہونے پر وضو کرنا چاہیے، خواہ نماز کے اندر سویا ہو یا نماز کے باہر، بیٹھ کر سویا ہو یا لیٹ کر۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: [وِكَاءُ السَّهِ الْعَيْنَانِ فَمَنْ نَامَ فَلْيَتَوَضَّأْ] (سنن أبي داود، الطهارة، حديث: 203) ”سرین کا سر بندھن آنکھیں ہیں، لہٰذا جو شخص سو گیا تو اسے چاہیے کہ وضو کرے۔“ آپ ﷺ کے اس فرمان میں نیند کو مطلقاً ناقض وضو شمار کیا گیا ہے۔ نماز کے اندر یا باہر، بیٹھ کر یا لیٹ کر سونے کی قید مذکور نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے نماز میں سونے کا معاملہ امت سے الگ ہے کیونکہ آپ ﷺ کی نیند امت کی نیند سے مختلف ہے۔ آپ کا ارشاد ہے: [تَنَامُ عَيْنَيَّ وَلَا

٧٧- [ضعيف] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب: في الوضوء من النوم، ح: ٢٠٢ عن هناد به وقال: "هو حديث منكر" وضعفه الدارقطني: ١/ ١٥٩، ١٦٠ وغيره * أبو خالد وشيخه: مدلسان وعنعنا * وفي الباب عن عائشة، [ابن ماجه، ح: ٤٧٤] وابن مسعود، [ابن ماجه، ح: ٤٧٥] وأبي هريرة، [البيهقي: ١/ ١١٩ موقوفًا وأشار إلى رفعه/ وانظر نصب الراية: ١/ ٤٦].

يَنَامُ قَلْبِي] (صحيح البخاري، المناقب، حديث: 3569) ”میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔“ ② باب کی مذکورہ روایت ضعیف ہے، اس لیے قابل استدلال نہیں۔ لیکن آپ ﷺ کی جو خصوصیت بیان کی گئی ہے، وہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

٧٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَنَامُونَ ثُمَّ يَقُومُونَ فَيُصَلُّونَ، وَلَا يَتَوَضَّئُونَ.

[78] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ (بیٹھے بیٹھے) سو جایا کرتے تھے، پھر اٹھ کر نماز پڑھ لیتے اور وضو نہیں کرتے تھے۔

وَقَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. [قَالَ: وَ]سَمِعْتُ صَالِحَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ: سَأَلْتُ [عَبْدَ اللهِ] بْنَ الْمُبَارَكِ عَمَّنْ نَامَ قَاعِدًا مُعْتَمِدًا؟ فَقَالَ: لَا وُضُوءَ عَلَيْهِ. قَالَ [أَبُو عِيسَى]: وَقَدْ رَوَى حَدِيثَ ابْنِ عَبَّاسٍ سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ أَبَا الْعَالِيَةِ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ. وَاخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي الْوُضُوءِ مِنَ النَّوْمِ: فَرَأَى أَكْثَرُهُمْ أَنَّهُ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْوُضُوءُ إِذَا نَامَ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا حَتَّى يَنَامَ مُضْطَجِعًا. وَبِهِ يَقُولُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَأَحْمَدُ. [قَالَ]: وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِذَا نَامَ حَتَّى غُلِبَ عَلَى عَقْلِهِ وَجَبَ عَلَيْهِ الْوُضُوءُ، وَبِهِ يَقُولُ إِسْحَاقُ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: مَنْ نَامَ قَاعِدًا فَرَأَى رُؤْيَا أَوْ زَالَتْ مَقْعَدَتُهُ لِوَسَنِ النَّوْمِ: فَعَلَيْهِ الْوُضُوءُ.

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ میں نے صالح بن عبداللہ سے یہ سنا، وہ کہتے تھے کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے پوچھا کہ جو انسان بیٹھے بیٹھے سہارا لے کر سو جائے (وہ وضو کرے؟) انھوں نے کہا: اس پر وضو فرض نہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) کہتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث، سعید بن ابی عروبہ نے قتادہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی صورت میں بیان کی ہے۔ اسے مرفوع بیان نہیں کیا اور اس میں ابوالعالیہ کا نام بھی نہیں لیا۔ نیند سے وضو کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے۔ اکثر کی رائے یہ ہے کہ اگر انسان بیٹھے بیٹھے یا کھڑے کھڑے سو جائے تو اس پر وضو نہیں ہے جب تک لیٹ کر نہ سوئے۔ سفیان ثوری، ابن مبارک اور امام احمد رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ بعض (علماء) کا قول ہے کہ اگر اس طرح سوئے کہ ہوش ہی نہ رہے تو اس پر وضو ہوگا۔ امام اسحاق کا یہی قول ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جو انسان بیٹھے بیٹھے سو گیا اور خواب دیکھنے لگا یا اونگھتے ہوئے اس کے سرین اپنی جگہ سے ہٹ گئے تو اس پر وضو ہوگا۔

فائدہ: اصل حقیقت یہ ہے کہ نیند بذات خود ناقض نہیں، لیکن نیند میں ہوا کے خارج ہونے کا احتمال ہوتا ہے اور ہوا کے خروج سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جبکہ معمولی نیند سے ہوا خارج ہونے کا احتمال پیدا نہیں ہوتا۔ اگر ایسا ہو تو پتا چل جاتا ہے، اس لیے

٧٨- أخرجه مسلم، الحيض، باب الدليل على أن نوم الجالس لا ينقض الوضوء، ح: ٣٧٦/ ١٢٥ من حديث شعبة به * قول ابن المبارك، سنده صحيح.

صحیح اور مختار نظریہ یہی ہے کہ اگر نیند اس قدر گہری ہو جس میں انسان بے خبر ہو جائے کہ ہوا نکلے تو پتا ہی نہ چل سکے، ایسی نیند سے وضوٹوٹ جائے گا۔ اس کو نبی ﷺ نے استرخائے مفاصل (جوڑ ڈھیلے ہونے) سے تعبیر فرمایا ہے۔ ائمۂ اربعہ اور جمہور کا موقف یہی معلوم ہوتا ہے اگر چہ انھوں نے استرخائے مفاصل کی علامات میں اختلاف کیا ہے۔ گہری نیند سب کے نزدیک ناقض ہے۔

(المعجم ٥٨) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] الْوُضُوءِ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ (التحفة ٥٨)

باب:58۔آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرنا

٧٩- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ [قَالَ]: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْوُضُوءُ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ، وَلَوْ مِنْ ثَوْرِ أَقِطٍ».

[79] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس چیز کو آگ پہنچے اس کے کھانے سے وضو کرنا ہوگا اگر چہ وہ پنیر کا ٹکڑا ہی ہو۔“

قَالَ: فَقَالَ [لَهُ] ابْنُ عَبَّاسٍ: [يَا أَبَا هُرَيْرَةَ!] أَنَتَوَضَّأُ مِنَ الدُّهْنِ؟ أَنَتَوَضَّأُ مِنَ الْحَمِيمِ؟ [قَالَ:] فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: يَا ابْنَ أَخِي! إِذَا سَمِعْتَ حَدِيثًا عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَا تَضْرِبْ لَهُ مَثَلًا. [قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ، وَأُمِّ سَلَمَةَ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، وَأَبِي طَلْحَةَ، وَأَبِي أَيُّوبَ، وَأَبِي مُوسٰى. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَقَدْ رَأٰى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ الْوُضُوءَ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ. وَأَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ عَلٰى تَرْكِ الْوُضُوءِ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ.

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا: اے ابو ہریرہ! کیا ہم تیل (یا گھی کھانے) سے وضو کریں گے؟ کیا ہم گرم پانی کے استعمال پر وضو کریں گے؟ تو ابو ہریرہ نے جواب دیا: اے بھتیجے! جب تم رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث سنو تو اس کے سامنے مثالیں نہ بیان کیا کرو۔ ابو عیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدہ ام حبیبہ، ام سلمہ، سیدنا زید بن ثابت، ابو طلحہ، ابو ایوب اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض اہل علم کے نزدیک آگ سے متغیر ہونے والی چیز کے استعمال پر وضو کرنا ہوگا۔ صحابہ، تابعین اور بعد کے اکثر اہل علم کے نزدیک آگ پر پکی چیز سے وضو نہیں کرنا پڑتا۔

فوائد ومسائل: ① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ حدیث نبوی سن کر سر تسلیم خم کر لینا چاہیے، اس کے سامنے کسی حیل و حجت یا ٹال مٹول سے کام نہیں لینا چاہیے جبکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مقصد بھی حیل و حجت اور بہانا سازی نہیں تھا بلکہ مقصد یہ تھا کہ

٧٩ـ أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب الوضوء مما غيرت النار، ح: ٤٨٥ من حديث ابن عيينة به وله طريق آخر عند مسلم، ح: ٣٥٢ عن أبي هريرة به * وفي الباب عن أم حبيبة، [أبو داود، ح: ١٩٥] وأم سلمة، [أحمد: ٦/ ٣٢١] وزيد بن ثابت، [مسلم، ح: ٣٥١/ ٩٠] وأبي طلحة، [النسائي، ح: ١٧٧] وأبي أيوب، [النسائي، ح: ١٧٦] وأبي موسى، [أحمد: ٤/ ٣٩٧، ٤١٣].

کہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث کا مقصد سمجھنے میں غلطی تو نہیں کر گئے کیونکہ انھوں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپ آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو نہیں کرتے تھے۔② جمہور صحابہ و تابعین اور ائمۂ اربعہ کے نزدیک آگ پر پکی چیز کے استعمال سے وضو کرنا ضروری نہیں۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا بھی یہی موقف ہے جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔ آگے آنے والے باب اور حدیث کی روشنی میں آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو کرنے کا حکم منسوخ ہے اِلّا یہ کہ اسے استحباب پر محمول کیا جائے یا محض ہاتھ منہ دھونا مراد لیا جائے۔

(المعجم ٥٩) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي تَرْكِ الْوُضُوءِ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ (التحفة ٥٩)

باب:59۔ آگ پر پکی چیز کے کھانے سے وضو نہ کرنا

٨٠- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ [قَالَ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ سَمِعَ جَابِرًا - قَالَ سُفْيَانُ: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ - قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَنَا مَعَهُ، فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَةٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ، فَذَبَحَتْ لَهُ شَاةً فَأَكَلَ، وَأَتَتْهُ بِقِنَاعٍ مِّنْ رُّطَبٍ فَأَكَلَ مِنْهُ، ثُمَّ تَوَضَّأَ لِلظُّهْرِ وَصَلَّى، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَأَتَتْهُ بِعُلَالَةٍ مِّنْ عُلَالَةِ الشَّاةِ، فَأَكَلَ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

[80] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چلے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ ایک انصاری عورت کے ہاں چلے گئے۔ اس نے آپ کے لیے بکری ذبح کی اور آپ ﷺ نے اسے تناول فرمایا، پھر وہ آپ کے پاس تازہ تر کھجوروں کا تھال لے آئی۔ آپ نے اس سے کھایا۔ پھر ظہر کے لیے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ پھر واپس آئے تو وہ بکری کا بچا ہوا حصہ لے آئی۔ آپ ﷺ نے کھایا، پھر آپ نے عصر کی نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، [وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَابْنِ مَسْعُودٍ، وَأَبِي رَافِعٍ، وَأُمِّ الْحَكَمِ، وَعَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ، وَأُمِّ عَامِرٍ، وَسُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ، وَأُمِّ سَلَمَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَلَا يَصِحُّ حَدِيثُ أَبِي بَكْرٍ فِي هٰذَا [الْبَابِ] مِنْ قِبَلِ إِسْنَادِهِ، إِنَّمَا رَوَاهُ حُسَامُ بْنُ مِصَكٍّ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنِ ابْنِ

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابوبکر صدیق، ابن عباس، ابوہریرہ، ابن مسعود، ابورافع، ام الحکم، عمرو بن امیہ، ام عامر، سوید بن نعمان اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سند کے اعتبار سے اس مسئلے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح نہیں۔ اسے حسام بن مِصَکّ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

٨٠- أخرجه أبو داود، ح: ١٩١ من حديث محمد بن المنكدر به، وحديث ابن عقيل، أخرجه الحميدي، ح: ١٢٧٥ وغيره به * وفي الباب عن أبي بكر الصديق [الدولابي في الكنى: ٢/ ٥ وأبو يعلى والبزار/ مجمع الزوائد: ١/ ٢٥١] وابن عباس، [البخاري، ح: ٢٠٧ ومسلم، ح: ٣٥٤] وأبي هريرة، [ابن ماجه، ح: ٤٢] [والموارد، ح: ٢١٧] وابن مسعود، [أحمد: ١/ ٤٠٠، ٤٠٣] وأبي رافع [مسلم: ٣٥٧] وأم الحكم (بنت الزبير ابن عبدالمطلب) [أحمد: ٣/ ٣٧١، ٦/ ٤١٩] وعمرو بن أمية [البخاري، ح: ٢٠٨ ومسلم، ح: ٣٥٥] وأم عامر، [أحمد: ٦/ ٣٧٢، ٣٧٣] وسويد بن النعمان [البخاري، ح: ٢٠٩] وأم سلمة، [مسلم، ح: ١١٠٩ والترمذي في الأطعمة، باب ماجاء في أكل الشواء، ح: ١٨٢٩].

عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَالصَّحِيحُ إِنَّمَا هُوَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. هٰكَذَا رَوَى الْحُفَّاظُ وَرُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرَوَاهُ عَطَاءُ ابْنُ يَسَارٍ، وَّعِكْرِمَةُ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، وَّعَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ: عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، وَهٰذَا أَصَحُّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ، مِثْلِ: سُفْيَانَ [الثَّوْرِيِّ]، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ: رَأَوْا تَرْكَ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ. وَهٰذَا آخِرُ الْأَمْرَيْنِ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ. وَكَأَنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ نَاسِخٌ لِّلْحَدِيثِ الْأَوَّلِ: حَدِيثِ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ.

کی حدیث کے طور پر بیان کیا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث ہے۔ حفاظ نے اسے اسی طرح بیان کیا ہے۔ اور یہ روایت ابن سیرین سے بواسطہ ابن عباس، نبی ﷺ سے کئی سندوں سے مروی ہے۔ اسے عطاء بن یسار، عکرمہ، محمد بن عمرو بن عطاء، علی بن عبداللہ بن عباس اور کئی دوسرے حضرات نے نبی ﷺ سے سیدنا ابن عباس کے واسطے سے بیان کیا ہے اور درمیان میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واسطہ بیان نہیں کیا اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اکثر صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے اہل علم کا اسی پر عمل ہے جیسا کہ سفیان ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کی یہی رائے ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو ضروری نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل یہی ہے، گویا یہ حدیث پہلی حدیث (آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو کرنا ہوگا) کی ناسخ ہے۔

لغوی تشریح: [اَلْقِنَاعُ] تھال، ٹرے، سینی۔

فائدہ: صحیح مسلم میں کئی روایات آئی ہیں جن میں صراحت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے گوشت کھایا، پھر وضو کیے بغیر نماز پڑھی۔ (صحيح مسلم، الحيض، حديث: 354)

(المعجم ٦٠) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] الْوُضُوءِ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ (التحفة ٦٠)

باب: 60۔ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کرنا

٨١- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ [الرَّازِيِّ]، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ:

[81] سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اونٹ کے گوشت سے وضو کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''اس سے وضو کرو۔''

٨١ـ أخرجه أبو داود، الطهارة، باب الوضوء من لحوم الإبل، ح: ١٨٤ وابن ماجه، ح: ٤٩٤ من حديث أبي معاوية الضرير به، والأعمش صرح بالسماع عند الطيالسي، ح: ٧٣٤، ٧٣٥ وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٣ وابن حبان، ح: ٢١٥ وابن الجارود، ح: ٢٦ وله شاهد عند مسلم، ح: ٣٦٠ وغيره * وفي الباب عن جابر بن سمرة، [مسلم، ح: ٣٦٠] وأسيد بن حضير [أحمد: ٤/ ٣٥٢].

سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْوُضُوءِ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ؟ فَقَالَ: «تَوَضَّئُوا مِنْهَا». وَسُئِلَ عَنِ الْوُضُوءِ مِنْ لُحُومِ الْغَنَمِ؟ فَقَالَ: «لَا تَتَوَضَّئُوا مِنْهَا».

آپ ﷺ سے بکریوں کے گوشت سے وضو کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''اس سے وضو نہ کرو۔''

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، وَأُسَيْدِ ابْنِ حُضَيْرٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَقَدْ رَوَى الْحَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ وَالصَّحِيحُ حَدِيثُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ وَرَوٰى عُبَيْدَةُ الضَّبِّيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الرَّازِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ ذِي الْغُرَّةِ [الْجُهَنِيِّ]. وَرَوٰى حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الْحَجَّاجِ ابْنِ أَرْطَاةَ، فَأَخْطَأَ فِيهِ، وَقَالَ [فِيهِ]: عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ. وَالصَّحِيحُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الرَّازِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ. قَالَ إِسْحَاقُ: أَصَحُّ مَا فِي هٰذَا الْبَابِ حَدِيثَانِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ: حَدِيثُ الْبَرَاءِ، وَحَدِيثُ جَابِرِ ابْنِ سَمُرَةَ. [وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِينَ وَغَيْرِهِمْ: أَنَّهُمْ لَمْ يَرَوُا الْوُضُوءَ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ].

اس مسئلے میں سیدنا جابر بن سمرہ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما سے بھی روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث حجاج بن ارطاۃ نے بواسطہ عبداللہ بن عبداللہ عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن اسید بن حضیر بیان کی ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ والی حدیث سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما کی روایت ہے۔ امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ اور عبیدہ ضبی نے یہ روایت بواسطہ عبداللہ بن عبداللہ رازی عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، ذی الغرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔ حماد بن سلمہ نے یہ روایت حجاج بن ارطاۃ سے بیان کی اور اس میں چوک گئے اور کہا: عن عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن ابیہ عن اسید بن حضیر ہے۔ اور صحیح یہ ہے عن عبداللہ بن عبداللہ الرازی عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن البراء بن عازب۔ امام اسحاق کہتے ہیں کہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دو ہی حدیثیں صحیح ہیں: ایک حدیث براء اور دوسری حدیث جابر بن سمرہ۔ امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے جبکہ کچھ تابعین اور ان کے علاوہ بعض اہل علم سے یہ منقول ہے کہ وہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو لازم نہیں سمجھتے۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔

فوائد و مسائل: ① اونٹ کے گوشت سے وضو کا مسئلہ آگ کی پکی ہوئی چیز سے وضو کرنے سے الگ حیثیت رکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے اور بکری کے گوشت سے وضو نہ کرنے کی رخصت دی ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو برقرار نہیں رہتا اور نماز کے لیے دوبارہ وضو کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ یہی موقف امام احمد اور اسحاق رحمہ اللہ کا ہے اور ابوبکر ابن العربی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔ (عارضة الأحوذي: 112/1) یحییٰ بن یحییٰ، ابوبکر بن المنذر اور امام بیہقی کا بھی یہی موقف ہے۔ دلائل کی رو سے یہی مسلک راجح ہے۔ ان شاء اللہ۔ ② دیگر ائمہ اونٹ کے گوشت سے وضو

کے عدم وجوب کے قائل ہیں۔ استحباب کی صراحت کے لیے عموماً دو حدیثیں پیش کی جاتی ہیں: پہلی حدیث سیدنا سمرہ بن عمرو سوائی رضی اللہ عنہ کی ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سوال کیا: [إِنَّا أَهْلُ بَادِيَةٍ وَّمَاشِيَةٍ فَهَلْ نَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ وَأَلْبَانِهَا؟ قَالَ: نَعَمْ...] ''ہم دیہاتی لوگ ہیں اور مال مویشی پالتے ہیں تو کیا ہم اونٹوں کے گوشت اور دودھ سے وضو کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں.....'' (المعجم الكبير للطبراني، حديث: 7106) دوسری حدیث مسند ابی یعلی کی ہے جس کے راوی سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ ہیں، وہ فرماتے ہیں: [كَانَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ مِنْ أَلْبَانِ الْإِبِلِ وَلُحُومِهَا...] ''اللہ کے نبی ﷺ اونٹوں کے دودھ اور گوشت کے استعمال سے وضو کرتے تھے.....'' (مسند أبي يعلى، حديث: 632) استدلال یہ ہے کہ اونٹوں کے دودھ سے دوبارہ وضو کرنے کے وجوب کا کوئی بھی قائل نہیں جس سے معلوم ہوا کہ گوشت سے وضو کرنے کا حکم بھی استحباب کے لیے ہے کیونکہ یہاں دونوں کا اکٹھا ذکر ہوا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ روایات صحیح ہوتیں تو استدلال ممکن تھا لیکن یہ دونوں روایات ناقابلِ اعتبار ہیں: اول الذکر روایت میں سلیمان بن داود الشاذکونی ''متروک الحدیث'' ہے۔ اور دوسری روایت منقطع ہے، نیز اس روایت کا دار و مدار لیث بن ابی سلیم پر ہے جو ضعیف راوی ہے اور اس کا شیخ بھی مجہول ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٦١) بَابُ الْوُضُوءِ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ (التحفة ٦١)

باب: 61۔ شرم گاہ کو چھونے سے وضو کرنا

٨٢۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ [قَالَ]: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ بُسْرَةَ بِنْتِ صَفْوَانَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلَا يُصَلِّ حَتَّى يَتَوَضَّأَ».

[82] سیدہ بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنے ذکر (عضو تناسل) کو چھوا تو وہ وضو کیے بغیر نماز نہ پڑھے۔''

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ، وَأَبِي أَيُّوبَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَرْوَى ابْنَةِ أُنَيْسٍ، وَّعَائِشَةَ، وَجَابِرٍ، وَّزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، وَّعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. [قَالَ]: هٰكَذَا رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّثْلَ هٰذَا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ بُسْرَةَ.

اس مسئلے میں سیدہ ام حبیبہ، سیدنا ابو ایوب، ابو ہریرہ، سیدہ اُروی بنت اُنیس، عائشہ، سیدنا جابر، زید بن خالد اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بہت سے راویوں نے اس حدیث کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ہشام یہ روایت اپنے باپ کے واسطے سے سیدہ بسرہ رضی اللہ عنہا سے

٨٢۔ أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب الوضوء من مس الذكر، ح: ٤٧٩ من حديث هشام به وله طريق آخر عند أبي داود، ح: ١٨١ وغيره عن عروة به * وفي الباب عن أم حبيبة، [ابن ماجه، ح: ٤٨١] وأبي أيوب، [ابن ماجه، ح: ٤٨٢] وأبي هريرة، [أحمد: ٢/ ٣٣٣ وصححه ابن حبان، ح: ٢١٠ والحاكم: ١/ ١٣٨] وأروى ابنة أنيس [انظر التلخيص الحبير: ١/ ١٢٤، ١٢٥] وعائشة، [الدارقطني: ١/ ٥٤] وجابر، [ابن ماجه، ح: ٤٨٠] وزيد بن خالد، [أحمد: ٥/ ١٩٤] وعبدالله بن عمرو، [أحمد: ٢/ ٢٢٣ وصححه ابن الجارود، ح: ١٩].

بیان کرتے ہیں، یعنی عروہ مروان کے واسطے کے بغیر، براہ راست سیدہ بسرہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔

فائدہ: اگلے باب میں مذکور روایت میں اس کے برعکس شرم گاہ کے چھونے سے وضو نہ کرنے کی صراحت ہے۔ اس کی تطبیق میں دو طریقے اختیار کیے گئے ہیں: بعض نے وضو کرنے والی روایت کو راجح قرار دیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اگر کپڑے کے بغیر ہاتھ لگے تو وضو کرنا ضروری ہے اور کپڑے کے اوپر سے ہاتھ لگے تو وضو کرنا ضروری نہیں۔ اس کی مزید وضاحت اگلی حدیث کے فائدے میں آ رہی ہے۔

٨٣- وَرَوٰى أَبُو أُسَامَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَرْوَانَ، عَنْ بُسْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ [نَحْوَهُ].

حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ بِهٰذَا.

[83] ابو اسامہ اور بہت سے راویوں نے یہ حدیث ہشام سے اس طرح بیان کی ہے کہ عروہ اور سیدہ بسرہ رضی اللہ عنہا کے درمیان سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا واسطہ ہے۔

امام صاحب ابو اسامہ سے یہ روایت اسحاق بن منصور کے واسطے سے بیان کرتے ہیں۔

٨٤- وَرَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ بُسْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ [قَالَ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ بُسْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ.

[84] یہ روایت ابو زناد بھی عروہ رحمہ اللہ سے براہ راست اور بلاواسطہ سیدہ بسرہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح بیان کرتے ہیں۔

وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ، وَبِهِ يَقُولُ الْأَوْزَاعِيُّ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ. قَالَ مُحَمَّدٌ: [وَ] أَصَحُّ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ حَدِيثُ بُسْرَةَ. وَقَالَ أَبُو زُرْعَةَ: حَدِيثُ أُمِّ حَبِيبَةَ فِي هٰذَا الْبَابِ أَصَحُّ، وَهُوَ حَدِيثُ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَمْ يَسْمَعْ مَكْحُولٌ مِنْ عَنْبَسَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، وَرَوٰى مَكْحُولٌ عَنْ رَجُلٍ، عَنْ عَنْبَسَةَ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيثِ. وَكَأَنَّهُ لَمْ يَرَ هٰذَا

بہت سے صحابہ اور تابعین کا یہی موقف ہے۔ امام اوزاعی، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا بھی یہی نظریہ ہے۔ امام محمد (بن اسماعیل بخاری) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس باب میں صحیح تر حدیث سیدہ بسرہ رضی اللہ عنہا ہی کی ہے۔ امام ابوزرعہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو زیادہ صحیح سمجھتے ہیں اور وہ علاء بن حارث کی حدیث ہے جسے مکحول، عنبسہ بن ابی سفیان کے واسطے سے ام حبیبہ سے بیان کرتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مکحول کو عنبسہ بن ابی سفیان سے سننے کا موقع نہیں ملا۔ مکحول کی عنبسہ سے دیگر مرویات ایک آدمی

٨٣- أخرجه ابن خزيمة، ح: ٣٣ من حديث أبي أسامة به وانظر الحديث السابق.

٨٤- انظر الحديث السابق.

الْحَدِيثَ صَحِيحًا.

کے واسطے سے روایت شدہ ہیں۔ گویا امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک (ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی) یہ روایت صحیح نہیں۔

(المعجم ٦٢) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] تَرْكِ الْوُضُوءِ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ (التحفة ٦٢)

باب:62۔ مس ذکر (عضوِ تناسل کو چھونے) سے وضو نہ کرنا

٨٥- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا مُلَازِمُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بَدْرٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ - [هُوَ الْحَنَفِيُّ - عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «وَهَلْ هُوَ إِلَّا مُضْغَةٌ مِّنْهُ؟ أَوْ بَضْعَةٌ مِّنْهُ؟».

[85] سیدنا طلق بن علی حنفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے (ذکر کے متعلق) فرمایا: ''وہ بھی تو تیرے جسم کا لوتھڑا یا اس کا ایک ٹکڑا ہے۔''

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَبَعْضِ التَّابِعِينَ: أَنَّهُمْ لَمْ يَرَوُا الْوُضُوءَ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ. وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْكُوفَةِ وَابْنِ الْمُبَارَكِ. وَهٰذَا الْحَدِيثُ أَحْسَنُ شَيْءٍ رُّوِيَ فِي هٰذَا الْبَابِ. وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ أَيُّوبُ بْنُ عُتْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ، عَنْ أَبِيهِ. وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ فِي مُحَمَّدِ بْنِ جَابِرٍ وَأَيُّوبَ بْنِ عُتْبَةَ. وَحَدِيثُ مُلَازِمِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بَدْرٍ أَصَحُّ وَأَحْسَنُ.

اس مسئلے میں سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: بہت سے صحابہ اور بعض تابعین سے مروی ہے کہ مَسِّ ذکر سے وضو لازم نہیں آتا۔ اہل کوفہ اور ابن المبارک کا یہی موقف ہے۔ اس باب میں یہ حدیث سب سے بہتر ہے۔ یہ حدیث ایوب بن عتبہ اور محمد بن جابر نے بواسطہ قیس بن طلق، اس کے باپ سے بیان کی ہے۔ اور بعض محدثین نے محمد بن جابر اور ایوب بن عتبہ پر جرح کی ہے۔ ملازم بن عمرو کی حدیث، جو عبداللہ بن بدر سے مروی ہے زیادہ صحیح اور احسن ہے۔

لغوی تشریح: [مُضْغَة] اور [بَضْعَة] دونوں ہم معنی لفظ ہیں، یعنی گوشت کا ٹکڑا۔

فوائد و مسائل: ① شرمگاہ کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ اہل علم کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ ○ سیدنا عمر، ابن عمر، ابوہریرہ، ابن عباس، سیدہ عائشہ، سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اور عطاء، زہری، ابن مسیب، مجاہد، ابان بن عثمان، سلیمان بن یسار، اسحاق، مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ شرمگاہ کو چھونے سے وضو ٹوٹنے کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل سیدہ بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا کی حدیث اور اس باب میں مذکور دیگر روایات ہیں۔ ○ سیدنا علی، ابن مسعود، عمار رضی اللہ عنہم، حسن بصری، ربیعہ، عترہ، سفیان ثوری اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف یہ ہے کہ شرمگاہ کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ان کی دلیل سیدنا طلق رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت

٨٥ـ أخرجه النسائي: ١/١٠١، ح: ١٦٥ الطهارة، باب ترك الوضوء من ذلك، عن هناد ابن السري به وصححه الفلاس وابن حبان والطبراني وغيرهم * وفي الباب عن أبي أمامة، [ابن ماجه، ح: ٤٨٤].

ہے۔ دلائل کے اعتبار سے پہلا موقف راجح ہے کیونکہ طلق رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت مدینہ طیبہ آئے ہیں اور اسی آمد میں مَسّ ذَکَر سے وضو نہ ٹوٹنے کا واقعہ ذکر کرتے ہیں جبکہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خیبر کے موقع پر اسلام لائے ہیں اور وہ شرمگاہ کو چھونے سے وضو ٹوٹنے کا ذکر کرتے ہیں پھر شرمگاہ اور باقی جسم کا فرق بھی دوسرے دلائل سے ثابت ہے جیسا کہ دائیں ہاتھ سے چھونے کی ممانعت وغیرہ، نیز مرد اور عورت اس حکم میں برابر ہیں۔ ② شرمگاہ کے چھونے سے وضو اس وقت ٹوٹے گا جب کوئی کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو۔ اگر کپڑا وغیرہ حائل ہوگا تو پھر وضو نہیں ٹوٹے گا۔ یہ قید سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حسن درجے کی روایت سے ہے جسے ضعیف کہنا درست نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ أَفْضٰى بِيَدِهٖ إِلٰى ذَكَرِهٖ لَيْسَ دُونَهٗ سِتْرٌ فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْوُضُوءُ] ''جس نے اپنی شرمگاہ کو کسی حائل اور روک کے بغیر ہاتھ لگایا تو اس پر (نماز پڑھنے کے لیے) وضو واجب ہو گیا۔'' (مسند أحمد: 333/2) ③ اس مسئلے میں قُبل اور دُبر (آگے اور پیچھے) کا حکم ایک ہی ہے کیونکہ حدیث میں لفظ ''فرج'' استعمال ہوا ہے اور لغت میں اس کے معنی [سوءات الرجال والنساء والفتيان وما حواليها كله فرج] ''مردوں، عورتوں اور بچوں کی شرمگاہ اور اردگرد کا تمام حصہ ''فرج'' کہلاتا ہے۔'' (لسان العرب) ④ اپنی شرمگاہ کی طرح دوسرے کی شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ دونوں میں وجہ اور سبب ''چھونا'' مشترک ہے اور حدیث میں وارد ''اپنی شرمگاہ'' میں ''اپنی'' کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں، اس لیے اس سے مراد مطلق فرج ہوگی، خواہ اپنی ہو یا کسی اور کی۔ ⑤ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اکثر و بیشتر خواتین گھروں میں چھوٹے بچوں کو استنجا وغیرہ کرواتی ہیں تو کیا ان کا وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے؟ دلائل کے عموم کا تقاضا یہی ہے کہ اسے بھی ناقض وضو ہی شمار کیا جائے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے المجموع (30/2) اور ابن قدامہ رحمہ اللہ نے المغني: (244/1) میں تفصیلی بحث کے بعد اسے ہی راجح قرار دیا ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٦٣) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] تَرْكِ الْوُضُوءِ مِنَ الْقُبْلَةِ (التحفة ٦٣)

باب: 63۔ (بیوی سے) بوس وکنار سے وضو نہ کرنا

٨٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَهَنَّادٌ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَأَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ وَأَبُو عَمَّارٍ [الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ] قَالُوا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَبَّلَ بَعْضَ نِسَائِهِ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. قَالَ: قُلْتُ: مَنْ هِيَ إِلَّا أَنْتِ؟ [قَالَ:]

[86] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی کسی بیوی کا بوسہ لیا، پھر نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ عروہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: وہ آپ کے سوا کون ہو سکتی ہے؟ تو وہ ہنس پڑیں۔

٨٦- أخرجه أبو داود، الطهارة، باب الوضوء من القبلة، ح: ١٧٩ وابن ماجه، ح: ٥٠٢ من حديث وكيع بن الجراح به وله شاهد حسن عند البزار (انظر نصب الراية: ١/ ٧٤) * قول يحيى القطان سنده صحيح، وحديث إبراهيم التيمي عن عائشة، [أخرجه أحمد: ٦/ ٢١٠ وأبو داود، ح: ١٧٨] وهو حديث حسن.

فَضَحِكَتْ.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَقَدْ رُوِيَ نَحْوُ هٰذَا [عَنْ] غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ، قَالُوا: لَيْسَ فِي الْقُبْلَةِ وُضُوءٌ. وَقَالَ مَالِكُ ابْنُ أَنَسٍ وَّالْأَوْزَاعِيُّ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ: فِي الْقُبْلَةِ وُضُوءٌ، وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ [مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ] مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ. وَإِنَّمَا تَرَكَ أَصْحَابُنَا حَدِيثَ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي هٰذَا، لِأَنَّهُ لَا يَصِحُّ عِنْدَهُمْ، لِحَالِ الْإِسْنَادِ. قَالَ: وَسَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ الْعَطَّارَ الْبَصْرِيَّ يَذْكُرُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمَدِينِيِّ قَالَ: ضَعَّفَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ هٰذَا الْحَدِيثَ [جِدًّا،] وَقَالَ: هُوَ شِبْهُ لَا شَيْءَ. قَالَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ يُضَعِّفُ هٰذَا الْحَدِيثَ وَقَالَ: حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ لَّمْ يَسْمَعْ مِنْ عُرْوَةَ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَبَّلَهَا وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. وَهٰذَا لَا يَصِحُّ أَيْضًا، وَّلَا نَعْرِفُ لِإِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ سَمَاعًا مِّنْ عَائِشَةَ. وَلَيْسَ يَصِحُّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي هٰذَا الْبَابِ شَيْءٌ.

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحابہ و تابعین میں سے بہت سے اہل علم کا یہی موقف ہے۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے کہ بوسہ لینے سے وضو نہیں کرنا پڑتا۔ امام مالک، اوزاعی، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول ہے کہ بوسہ لینے سے وضو کرنا پڑے گا۔ صحابہ اور تابعین میں سے بہت سے اہل علم کا یہی مسلک ہے۔ ہمارے اصحاب (محدثین) نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو اس لیے چھوڑ دیا ہے کہ اس کی سند صحیح نہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوبکر عطار بصری سے سنا، وہ امام علی بن المدینی کا قول ذکر کرتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید القطان نے اس حدیث کو سخت ضعیف قرار دیا اور کہا: وہ لا شیئ کے مشابہ ہے، یعنی اس کی کچھ حقیقت نہیں۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ حبیب بن ابی ثابت کا عروہ سے سماع ثابت نہیں۔ ابراہیم تیمی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کا بوسہ لیا اور وضو نہیں کیا۔ یہ روایت بھی صحیح نہیں کیونکہ ابراہیم تیمی کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع ہمارے علم میں نہیں ہے۔ اس باب میں نبی ﷺ سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔

فوائد و مسائل: ① بوسہ لینے سے وضو ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کا مدار اس مسئلے پر ہے کہ عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ صحابہ و تابعین اور ائمہ کی دونوں طرح کی آراء ہیں۔ احادیث کی روشنی میں راجح موقف یہی معلوم ہوتا ہے کہ بوسہ لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا الا یہ کہ مذی وغیرہ خارج ہو۔ تفصیل فقہ کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ② اس قسم کی احادیث پر منکرین حدیث اور ملحدین کا یہ اعتراض کہ ازواج مطہرات اپنی نجی زندگی کے متعلق ایسی باتیں لوگوں کے سامنے کیسے بیان کر سکتی تھیں جو ایک عام عورت بھی بیان کرتے ہوئے شرماتی ہے؟ تو یہ اعتراض مزاج دین اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی ذمے داری سے ناواقفیت کی بنا پر ہے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی شرعاً یہ ذمے داری تھی اور ان کا فرض منصبی تھا کہ وہ لوگوں کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے وہ تمام گوشے بیان کریں جو ان کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں جان سکتا تھا تاکہ گھریلو زندگی سے متعلق

دین کی تعلیمات اور احکام سے لوگوں کو آگاہی ہو۔ اگر وہ شرم وحیا کی آڑ میں ایسے مسائل بیان نہ کرتیں تو شریعت کے بہت سے احکام پردۂ خفا میں رہ جاتے اور امت کو ان کا پتا نہ چل سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ امہات المومنین کے یہ بیانات عام کھلی مجلسوں میں بیان نہیں ہوئے بلکہ یا تو عروہ بن زبیر جیسے عزیز بھانجے کے سامنے بیان ہوئے ہیں یا پھر کسی کے اہم سوال کا جواب ہیں۔

(المعجم ٦٤) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] الْوُضُوءِ مِنَ الْقَيْءِ وَالرُّعَافِ (التحفة ٦٤)

باب: 64۔ قے اور نکسیر سے وضو کرنا

٨٧- حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ أَبِي السَّفَرِ، [وَهُوَ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْهَمْدَانِيُّ الْكُوفِيُّ] وَإِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ - قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ: حَدَّثَنَا، وَقَالَ إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا - عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَعِيشَ ابْنِ الْوَلِيدِ الْمَخْزُومِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَاءَ [فَأَفْطَرَ] فَتَوَضَّأَ، فَلَقِيتُ ثَوْبَانَ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: صَدَقَ. أَنَا صَبَبْتُ لَهُ وَضُوءَهُ.

[87] معدان بن ابی طلحہ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو قے آ گئی تو آپ نے روزہ افطار کر دیا اور وضو فرمایا۔ معدان کہتے ہیں: دمشق کی مسجد میں میری ملاقات سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو میں نے انھیں یہ حدیث سنائی تو انھوں نے تصدیق کرتے ہوئے فرمایا: آپ ﷺ کے لیے وضو کا پانی میں نے ہی ڈالا تھا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَقَالَ إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: مَعْدَانُ بْنُ طَلْحَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَابْنُ أَبِي طَلْحَةَ أَصَحُّ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَقَدْ رَأٰى غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ مِّنَ التَّابِعِينَ: الْوُضُوءَ مِنَ الْقَيْءِ وَالرُّعَافِ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَيْسَ فِي الْقَيْءِ وَالرُّعَافِ وُضُوءٌ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) بیان کرتے ہیں کہ اسحاق بن منصور نے راوی کا نام معدان بن طلحہ بیان کیا ہے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحیح ابن ابی طلحہ ہے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحابہ اور تابعین میں سے بہت سے اہل علم کی رائے یہ ہے کہ قے اور نکسیر سے وضو کرنا ہوگا۔ سفیان ثوری، ابن المبارک، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ قے اور نکسیر

٨٧- أخرجه أبو داود، الصيام، باب الصائم يستقيء عامدًا، ح: ٢٣٨١ من حديث عبدالوارث بن سعيد به وصححه ابن خزيمة، ح: ١٩٥٦ وابن الجارود، ح: ٨ وابن حبان، ح: ٩٠٨ وابن منده والحاكم على شرط الشيخين: ١/ ٤٢٦ ووافقه الذهبي
* حديث معمر: أخرجه أحمد: ٦/ ٤٤٩.

وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَّالشَّافِعِيِّ. وَقَدْ جَوَّدَ حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ هٰذَا الْحَدِيثَ. وَحَدِيثُ حُسَيْنٍ أَصَحُّ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ. وَرَوٰى مَعْمَرٌ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ فَأَخْطَأَ فِيهِ، فَقَالَ: عَنْ يَعِيشَ بْنِ الْوَلِيدِ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ. وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ الْأَوْزَاعِيَّ، وَقَالَ: عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ وَإِنَّمَا هُوَ مَعْدَانُ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ.

سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ امام مالک اور شافعی رحمہ اللہ کا یہی نظریہ ہے۔ حسین معلم نے اس حدیث کو خوب اچھے طریقے سے بیان کیا ہے۔ اور حسین کی حدیث اس باب میں صحیح تر ہے۔ معمر نے یہ حدیث یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کی تو اس میں غلطی کرتے ہوئے کہا: یعیش بن الولید عن خالد بن معدان عن ابی الدرداء، اس طرح اوزاعی کا واسطہ چھوڑ دیا، اور خالد بن معدان کہا، حالانکہ وہ معدان بن ابی طلحہ ہے۔

فوائد ومسائل: ① نبی ﷺ کے فرامین کی روشنی میں سبیلین (قُبل و دُبر) سے نکلنے والی ہر چیز، مثلاً: پیشاب، پاخانہ، منی، مذی اور ہوا وغیرہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن ان دو مقامات کے علاوہ جسم کے کسی بھی حصے سے، کسی بھی چیز کے نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ② حدیث میں آپ ﷺ کا فعل مذکور ہے جو وجوب پر دلالت نہیں کرتا۔ اس سے صرف استحباب معلوم ہوتا ہے کیونکہ وجوب کے لیے امر (حکم) کی ضرورت ہے جو کہ اس مسئلے میں نہیں ہے۔ قے آنے اور جسم سے خون کے بہنے سے انسان ایک قسم کی ناگواری محسوس کرتا ہے اور جسم میں کمزوری کا احساس پیدا ہوتا ہے، اس لیے طبیعت میں راحت ونشاط اور قوت پیدا کرنے، نیز جسم کی ظاہری صفائی ستھرائی کے لیے وضو کرنا بہتر ہے۔ ③ جو لوگ قے اور نکسیر سے وضو ٹوٹ جانے کے قائل ہیں ان کے بیان کردہ دلائل ناقابل استدلال ہیں۔

(المعجم ٦٥) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] الْوُضُوءِ بِالنَّبِيذِ (التحفة ٦٥)

باب: 65۔ نبیذ سے وضو کرنا

٨٨- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي فَزَارَةَ، عَنْ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: سَأَلَنِي النَّبِيُّ ﷺ: «مَا فِي إِدَاوَتِكَ؟» فَقُلْتُ: نَبِيذٌ. فَقَالَ: «تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَّمَاءٌ طَهُورٌ»: قَالَ: فَتَوَضَّأَ مِنْهُ.

[88] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھ سے پوچھا: "تمھارے مشکیزے میں کیا ہے؟" میں نے کہا: نبیذ ہے۔ آپ نے فرمایا: "پاک کھجور اور پاکیزہ پانی ہے۔" وہ کہتے ہیں: پھر آپ ﷺ نے اس سے وضو کیا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَإِنَّمَا رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَأَبُو زَيْدٍ رَجُلٌ مَجْهُولٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ لَا نَعْرِفُ لَهُ رِوَايَةً غَيْرَ

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث عبداللہ رضی اللہ عنہ سے صرف ابوزید نے بیان کی ہے۔ اور ابوزید محدثین کے نزدیک مجہول آدمی ہے۔ اس حدیث کے سوا

٨٨۔[ضعيف] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب الوضوء بالنبيذ، ح: ٨٤ عن هناد بن السري به، وضعفه ابن حبان والطحاوي وابن حجر والمحدثون كلهم/ أبوزيد مجهول.

هٰذَا الْحَدِيثِ. وَقَدْ رَأَى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ الْوُضُوءَ بِالنَّبِيذِ مِنْهُمْ سُفْيَانُ [الثَّوْرِيُّ] وَغَيْرُهُ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَا يُتَوَضَّأُ بِالنَّبِيذِ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ إِسْحَاقُ: إِنِ ابْتُلِيَ رَجُلٌ بِهٰذَا فَتَوَضَّأَ بِالنَّبِيذِ وَتَيَمَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَقَوْلُ مَنْ يَقُولُ: لَا يُتَوَضَّأُ بِالنَّبِيذِ: أَقْرَبُ إِلَى الْكِتَابِ وَأَشْبَهُ، لِأَنَّ اللهَ تَعَالٰى قَالَ: ﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَآءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ [النسآء: ٤٣].

اس کی کوئی اور حدیث ہمیں معلوم نہیں۔ بعض اہل علم کے نزدیک نبیذ سے وضو کرنا جائز ہے۔ سفیان ثوری وغیرہ کا یہی مسلک ہے۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ نبیذ سے وضو نہیں کیا جاسکتا۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کی رائے یہی ہے۔ امام اسحاق کا قول ہے کہ اگر کوئی انسان ایسے حالات سے دوچار ہوجائے تو میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ نبیذ سے وضو کرلے اور پھر تیمم بھی کرلے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: جو لوگ کہتے ہیں کہ نبیذ سے وضو نہیں کیا جائے گا ان کی رائے کتاب اللہ سے قریب تر اور زیادہ مناسب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَآءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ ”اگر پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرلو۔“

فوائد و مسائل: ① نبیذ سے مراد کھجور یا کشمش کا خیساندہ (پانی میں بھگویا ہوا مشروب) ہے کہ انھیں کچھ وقت کے لیے پانی میں ڈال کر رکھا جاتا ہے، پھر نتھار کر بطور شربت پیتے ہیں۔ ② نبیذ اگر گاڑھا ہو جس میں نشہ پیدا ہو چکا ہو تو بالاتفاق اس سے وضو جائز نہیں، تاہم اگر نبیذ گاڑھا نہ ہو لیکن میٹھا ہو چکا ہو تو جمہور کے نزدیک اس سے وضو کرنا درست نہیں لیکن احناف کا اس میں اختلاف ہے۔ امام طحاوی، علامہ ابن نجیم اور قاضی خان کے نزدیک ناجائز اور علامہ شامی وغیرہ کے نزدیک جائز ہے۔ ③ یہ حدیث ضعیف ہے، اس لیے قابل استدلال نہیں۔ اس کے برعکس صحیح آثار میں تابعین سے مروی ہے کہ وہ پانی کی عدم موجودگی میں نبیذ سے وضو اور غسل کو درست نہیں سمجھتے تھے۔ دیکھیے: (سنن أبي داود، الطهارة، حديث: 87,86) ④ اگر پانی میسر نہ ہو تو نبیذ کے استعمال کی بجائے تیمم کرنا چاہیے جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

(المعجم ٦٦) بَابٌ: [فِي] الْمَضْمَضَةِ مِنَ اللَّبَنِ (التحفة ٦٦)

باب: 66۔ دودھ پی کر کلی کرنا

٨٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ:

[89] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے دودھ پیا تو پانی منگوا کر اس سے کلی کی اور فرمایا:

٨٩ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب: هل يمضمض من اللبن، ح: ٢١١ ومسلم، الحيض، باب نسخ الوضوء مما مست النار، ح: ٣٥٨/ ٩٥ عن قتيبة به * وفي الباب عن سهل بن سعد الساعدي، [ابن ماجه، ح: ٥٠٠] وأم سلمة، [ابن ماجه، ح: ٤٩٩].

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ شَرِبَ لَبَنًا فَدَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ، وَقَالَ: «إِنَّ لَهُ دَسَمًا».

''اس میں چکناہٹ ہوتی ہے۔''

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ: عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ [السَّاعِدِيِّ]، وَأُمِّ سَلَمَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: [وَ] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَأَى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ الْمَضْمَضَةَ مِنَ اللَّبَنِ، وَهٰذَا عِنْدَنَا عَلَى الْاِسْتِحْبَابِ، وَلَمْ يَرَ بَعْضُهُمُ الْمَضْمَضَةَ مِنَ اللَّبَنِ.

اس مسئلے میں سیدنا سہل بن سعد ساعدی اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایات آئی ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم کی رائے میں دودھ پی کر کلی کرنی چاہیے۔ ہمارے نزدیک یہ عمل مستحب ہے اور بعض علماء کلی کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتے۔

فائدہ: دودھ پینے سے منہ میں چکناہٹ اور ایک قسم کا ذائقہ سا باقی رہتا ہے جس سے نمازی کے ذہن میں انتشار اور توجہ میں خلل پڑسکتا ہے، اس لیے ذائقے دار چیز کے استعمال کے بعد جمہور اہلِ علم کے نزدیک کلی کرنا مستحب اور پسندیدہ عمل ہے اگرچہ بعض حضرات اس کو ضروری قرار دیتے ہیں اور بعض اس کے استحباب کے بھی قائل نہیں ہیں۔

(المعجم ٦٧) بَابٌ: فِي كَرَاهَةِ رَدِّ السَّلَامِ غَيْرَ مُتَوَضِّئٍ (التحفة ٦٧)

باب: 67۔ بلا وضو سلام کا جواب دینا پسندیدہ عمل نہیں

٩٠- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ [مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الزُّبَيْرِيُّ] عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَجُلًا سَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَبُولُ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ.

[90] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ کو سلام کہا جبکہ آپ پیشاب کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَإِنَّمَا يُكْرَهُ هٰذَا عِنْدَنَا إِذَا كَانَ عَلَى الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ. وَقَدْ فَسَّرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ ذٰلِكَ. وَهٰذَا أَحْسَنُ شَيْءٍ رُوِيَ فِي هٰذَا الْبَابِ. [قَالَ أَبُو عِيسَى]: وَفِي الْبَابِ عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ قُنْفُذٍ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْظَلَةَ، وَعَلْقَمَةَ ابْنِ [الْفَغْوَاءِ]، وَجَابِرٍ، وَالْبَرَاءِ.

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ہمارے نزدیک اس صورت میں، جب انسان بول و براز کے لیے بیٹھا ہو، سلام کا جواب دینا ناپسندیدہ ہے۔ بعض اہل علم نے اس کی یہی وضاحت کی ہے۔ اس باب میں یہی روایت سب سے بہتر ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) نے فرمایا: اس مسئلے میں سیدنا مہاجر بن قنفذ، عبداللہ بن حنظلہ،

٩٠- أخرجه مسلم، الحيض، باب التيمم، ح: ٣٧٠ من حديث سفيان الثوري به * وفي الباب عن المهاجر بن قنفذ، [أبو داود، ح: ١٧ وابن ماجه، ح: ٣٥٠] وعبدالله بن حنظلة، [أحمد: ٥/ ٢٢٥] وعلقمة بن الفغواء، [الطحاوي في معاني الآثار: ١/ ٤٥] وجابر، [ابن ماجه، ح: ٣٥٢] والبراء بن عازب، [انظر مجمع الزوائد: ١/ ٢٧٦].

علقمہ بن فغواء، جابر اور براء ؓ سے روایات آئی ہیں۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قضائے حاجت کے وقت سلام کا جواب نہیں دینا چاہیے۔ اسی طرح سلام کرنے کے آداب میں یہ بھی شامل ہے کہ اگر کوئی شخص قضائے حاجت میں مشغول ہو تو اسے سلام نہ کیا جائے۔ ایک حدیث میں اس کی صراحت ہے۔ (سنن ابن ماجه، الطهارة، حديث: 352) ② دوسری روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے قضائے حاجت سے فارغ ہو کر تیمم کیا اور سلام کا جواب دیا۔ (سنن أبي داود، الطهارة، حديث: 17) اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں: * اگر قضائے حاجت سے فارغ ہو کر جواب دینا ممکن ہو، یعنی وہ آدمی موجود ہو تو اسے سلام کا جواب دینا بہتر ہے۔ * مستحب یہ ہے کہ سلام کا جواب طہارت کی حالت میں دیا جائے۔ ③ بے وضو ہونے کی صورت میں صرف سلام کا جواب دینا مکروہ ہے یا مطلق اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی مکروہ ہے؟ بہتر اور افضل یہی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر باوضو ہو کر کرے، تاہم وضو نہ ہونے کی صورت میں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا منع نہیں ہے۔ ④ سلام کا جواب دینا واجب ہے، اس لیے اگر اس شخص کے چلے جانے کا خدشہ ہو تو بے وضو ہی سلام کا جواب دے دینا چاہیے کیونکہ بہتر اور افضل ضرور ہے کہ باوضو جواب دیا جائے لیکن بغیر طہارت کے جواب دینا ممنوع نہیں ہے۔

(المعجم ٦٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي سُؤْرِ الْكَلْبِ (التحفة ٦٨)

باب: 68۔ کتے کے جھوٹے کا حکم

٩١- حَدَّثَنَا سَوَّارُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْعَنْبَرِيُّ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ أَيُّوبَ [يُحَدِّثُ] عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ [أَنَّهُ] قَالَ: «يُغْسَلُ الْإِنَاءُ إِذَا وَلَغَ فِيهِ الْكَلْبُ سَبْعَ مَرَّاتٍ أُولَاهُنَّ، أَوْ أُخْرَاهُنَّ بِالتُّرَابِ. وَإِذَا وَلَغَتْ فِيهِ الْهِرَّةُ غُسِلَ مَرَّةً».

[91] سیدنا ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات دفعہ دھویا جائے۔ پہلی دفعہ یا آخری بار مٹی سے صاف کریں۔ اور جب بلی اس میں منہ ڈال جائے تو ایک دفعہ دھویا جائے۔“

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوُ هٰذَا، وَلَمْ يُذْكَرْ فِيهِ: «إِذَا وَلَغَتْ فِيهِ الْهِرَّةُ غُسِلَ مَرَّةً». [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ

امام ترمذی ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق ؒ کا یہی قول ہے۔ یہ روایت کئی سندوں سے سیدنا ابوہریرہ ؓ سے اسی طرح بیان کی گئی ہے، لیکن اس میں بلی کے جھوٹے سے ایک دفعہ دھونے کا تذکرہ نہیں ہے۔ اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن

٩١- أخرجه أبو داود، ح: ٧٢ من حديث المعتمر به موقوفًا، ومسلم، ح: ٢٧٩ من حديث ابن سيرين، والبخاري، ح: ١٧٢ من طريق آخر عن أبي هريرة به * قوله: "وإذا ولغت فيه الهرة غسل مرةً" موقوف من قول أبي هريرة والباقي مرفوع صحيح * وفي الباب عن عبدالله بن مغفل، [مسلم، ح: ٢٨٠].

مُغَفَّلٍ. مغفل رضی اللہ عنہ سے بھی روایت آئی ہے۔

لغوی تشریح: [وَلَغَ وُلُوغًا] جب کتا کسی مائع چیز میں منہ ڈال کر زبان کو حرکت دے تو اسے وُلُوغ کہتے ہیں اور کسی چیز کو کھائے تو اسے لَحس، یعنی لَحِسَ یَلْحَسُ اور اگر خالی برتن کو چاٹے تو اسے لَعْق، یعنی لَعِقَ یَلْعَقُ کہتے ہیں۔ یہاں مطلب مطلق منہ ڈالنا ہے۔

فوائد و مسائل: ① جدید اطباء کی تحقیق کے مطابق کتے کے لعاب میں ایک انتہائی زہریلا مادہ پایا جاتا ہے، اس لیے نبی ﷺ نے کتے کے منہ ڈالنے پر برتن کو خوب مبالغے سے (سات دفعہ) دھونے کا حکم دیا ہے۔ مٹی میں ایسی خاصیت ہے جو اس زہریلے مادے کے لیے تریاق کا حکم رکھتی ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے شروع میں مٹی کے استعمال کا حکم دیا۔ اور اسی [أُولَاهُنَّ] (پہلی دفعہ) کو ترجیح حاصل ہے۔ ② جمہور ائمہ کے نزدیک کتے کا جھوٹا پلید ہے اور اس کے نجس ہونے کی وجہ ہی سے برتن کے دھونے کا حکم دیا گیا ہے لیکن امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک کتے کا جھوٹا پاک ہے اور دھونے کا حکم تعبدی ہے۔ یہ نظریہ ان روایات کے خلاف ہے جن میں پانی انڈیل دینے اور برتن کو پاک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ③ احناف کے نزدیک تین مرتبہ پانی سے دھونا فرض ہے، سات مرتبہ دھونا صرف مستحب ہے۔ لیکن راجح موقف یہ ہے کہ سات مرتبہ دھونا ہی فرض ہے۔ کرابیسی کی جس روایت میں تین دفعہ کا ذکر ہے وہ شاذ ہے، تفصیل کے لیے دیکھیے: (سلسلة الأحاديث الضعيفة: 3/127-131)

(المعجم ٦٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي سُؤْرِ الْهِرَّةِ (التحفة ٦٩)

باب: 69۔ بلی کے جھوٹے کا حکم

٩٢- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ حُمَيْدَةَ ابْنَةِ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ كَبْشَةَ ابْنَةِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، وَكَانَتْ عِنْدَ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ: أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ دَخَلَ عَلَيْهَا، [قَالَتْ:] فَسَكَبْتُ لَهُ وَضُوءًا، قَالَتْ: فَجَاءَتْ هِرَّةٌ تَشْرَبُ، فَأَصْغَى لَهَا الْإِنَاءَ حَتَّى شَرِبَتْ، قَالَتْ كَبْشَةُ: فَرَآنِي أَنْظُرُ إِلَيْهِ فَقَالَ: أَتَعْجَبِينَ يَا ابْنَةَ أَخِي؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ،

[92] سیدہ کبشہ بنت کعب بن مالک جو سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے کی بیوی تھیں، وہ بیان کرتی ہیں کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ میرے ہاں تشریف لائے تو میں نے ان کے لیے برتن میں وضو کے لیے پانی ڈال دیا۔ کہتی ہیں کہ اتنے میں ایک بلی آ کر اس سے پینے لگی تو انھوں نے اس کے لیے برتن جھکا دیا حتی کہ اس نے پی لیا۔ سیدہ کبشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: انھوں نے مجھے دیکھا کہ میں ان کی طرف دیکھ رہی ہوں، تو کہنے لگے: اے بھتیجی! کیا تمھیں اس پر تعجب ہو رہا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

٩٢ـ أخرجه أبو داود، ح: ٧٥ وابن ماجه، ح: ٣٦٧ والنسائي: ١/ ٥٥، ح: ٦٨ من حديث مالك به وهو في الموطأ: ١/ ٢٢ (يحيى) وصححه ابن خزيمة، ح: ١٠٤ وابن حبان، ح: ١٢١ والبخاري والدارقطني: ١/ ٧٠ والحاكم: ١/ ١٦٠ وغيرهم * وفي الباب عن عائشة، [ابن ماجه، ح: ٣٦٨ وله طريق آخر عند ابن خزيمة، ح: ١٠٢] وأبي هريرة، [ابن ماجه، ح: ٣٦٩ وابن خزيمة، ح: ١٠٣].

إِنَّمَا هِيَ مِنَ الطَّوَّافِينَ عَلَيْكُمْ أَوِ الطَّوَّافَاتِ».

[وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ مَالِكٍ: وَكَانَتْ عِنْدَ أَبِي قَتَادَةَ وَالصَّحِيحُ: ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ]. قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِثْلِ: الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ: لَمْ يَرَوْا بِسُؤْرِ الْهِرَّةِ بَأْسًا. وَهٰذَا أَحْسَنُ شَيْءٍ [رُوِيَ] فِي هٰذَا الْبَابِ. وَقَدْ جَوَّدَ مَالِكٌ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ وَلَمْ يَأْتِ بِهِ أَحَدٌ أَتَمَّ مِنْ مَالِكٍ.

''بلاشبہ یہ نجس نہیں۔ یہ تو تم پر گھومنے والوں یا گھومنے والیوں (نوکروں، نوکرانیوں) میں سے ہے۔''

بعض نے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہوئے کبشہ کو ابوقتادہ کی بیوی قرار دیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ ان کی بہو، یعنی ان کے بیٹے کی بیوی تھیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس مسئلے میں سیدہ عائشہ اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کی روایات بھی آئی ہیں۔ نیز وہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ صحابہ وتابعین اور بعد کے علماء کی اکثریت کا یہی قول ہے، مثلاً: شافعی، احمد، اسحاق رحمہم اللہ کے نزدیک بلی کا جھوٹا استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس مسئلے میں یہ حدیث خوب تر ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے اسے اپنے استاد اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے بہتر طور پر بیان کیا ہے اور امام مالک سے بڑھ کر کسی نے اسے کامل بیان نہیں کیا۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث کی بنا پر بلی کا جھوٹا بلا کراہت پاک ہے۔ جمہور علماء اسی کے قائل ہیں اور یہی موقف دلیل کی رو سے راجح ہے۔ ② اگر کوئی شخص طبعی کراہت کی وجہ سے اس کا جھوٹا استعمال نہیں کرتا تو ایسا کرنا جائز ہے، لیکن طبعی کراہت شرعی کراہت کو لازم نہیں۔ ③ اگر بلی کے منہ پر نجاست لگی ہو اور وہ پانی یا برتن میں منہ ڈال دے اور نجاست بھی ظاہر ہو تو ایسی نجاست کی وجہ سے پانی استعمال کرنا درست نہیں بلکہ اسے انڈیلنا اور برتن دھونا ضروری ہے۔

(المعجم ..) بَابٌ: [فِي] الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ (التحفة ..)

باب: 70۔ موزوں پر مسح کرنا

۹۳- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ،

[93] ہمام بن حارث بیان کرتے ہیں کہ سیدنا جریر بن

۹۳ـ أخرجه البخاري، الصلاة، باب الصلاة في الخفاف، ح: ۳۸۷ ومسلم، الطهارة، باب المسح على الخفين، ح: ۲۷۲ من حديث الأعمش به * وفي الباب عن عمر، [ابن ماجه، ح: ٥٤٦] وعلي، [أحمد: ١/ ١١٨] وحذيفة [البخاري، ح: ٢٢٤ ومسلم، ح: ٢٧٣] والمغيرة، [البخاري، ح: ٢٠٦ ومسلم، ح: ٢٧٤] وبلال، [النسائي، ح: ١٢٠ وابن خزيمة، ح: ١٨٥ و الحاكم: ١/ ١٥١] وسعد (بن أبي وقاص) [البخاري، ح: ٢٠٢] وأبي أيوب [أحمد: ٥/ ٤٢٥ وله طرق] وسلمان، [أحمد: ٥/ ٤٣٩، ٤٤٠ و موارد، ح: ١٧٧] وبريدة، [أبو داود، ح: ١٥٥] وعمرو بن أمية، [البخاري، ح: ٢٠٤، ٢٠٥] وأنس، [ابن ماجه، ح: ٥٤٨ وله طرق، موارد، ح: ١٧٤] وسهل بن سعد، [ابن ماجه، ح: ٥٤٧] ويعلى بن مرة، [انظر المجمع: ١/ ٢٦٠] وعبادة بن الصامت، [انظر مجمع الزوائد: ١/ ٢٥٧ ونصب الراية: ١/ ١٧٢] وأسامة بن شريك، [انظر المجمع: ١/ ٢٦٠] وأبي أمامة، [أحمد: ٥/ ٢٦٤] وجابر، [ابن ماجه، ح: ٥٥١ وغيره] وأسامة بن زيد [نصب الراية: ١/ ١٧٢ ومجمع الزوائد: ١/ ٢٥٧]، وابن عبادة [لم نجده] وأبي بن عمارة، [أبوداود، ح: ١٦١].

عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: بَالَ جَرِيرُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ. فَقِيلَ لَهُ: أَتَفْعَلُ هٰذَا؟ قَالَ: وَمَا يَمْنَعُنِي، وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَفْعَلُهُ. قَالَ [إِبْرَاهِيمُ:] وَكَانَ يُعْجِبُهُمْ حَدِيثُ جَرِيرٍ، لِأَنَّ إِسْلَامَهُ كَانَ بَعْدَ نُزُولِ الْمَائِدَةِ [هٰذَا قَوْلُ إِبْرَاهِيمَ، يَعْنِي: كَانَ يُعْجِبُهُمْ].

عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پیشاب کرنے کے بعد وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا تو ان سے پوچھا گیا: کیا آپ ایسا کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا: مجھے کون سی چیز روک سکتی ہے جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ابراہیم کہتے ہیں: صحابۂ کرام کو سیدنا جریر رضی اللہ عنہ کی حدیث بہت اچھی لگتی تھی کیونکہ وہ سورۂ مائدہ کے نازل ہونے کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔ [كَانَ يُعْجِبُهُمْ] ابراہیم کا قول ہے۔

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ، وَعَلِيٍّ، وَحُذَيْفَةَ، وَالْمُغِيرَةِ، وَبِلَالٍ، وَسَعْدٍ، وَأَبِي أَيُّوبَ، وَسَلْمَانَ، وَبُرَيْدَةَ، وَعَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ، وَأَنَسٍ، وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، وَيَعْلَى بْنِ مُرَّةَ، وَعُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، وَأُسَامَةَ بْنِ شَرِيكٍ، وَأَبِي أُمَامَةَ، وَجَابِرٍ، وَأُسَامَةَ ابْنِ زَيْدٍ [وَابْنِ عُبَادَةَ، - وَيُقَالُ: ابْنُ عِمَارَةَ، وَأُبَيُّ ابْنُ عِمَارَةَ -]. قَالَ أَبُو عِيسٰى: [وَ] حَدِيثُ جَرِيرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا عمر، علی، حذیفہ، مغیرہ، بلال، سعد، ابوایوب، سلمان، بریدہ، عمرو بن امیہ، انس، سہل بن سعد، یعلیٰ بن مرہ، عبادہ بن صامت، اسامہ بن شریک، ابوامامہ، جابر، اسامہ بن زید، ابن عبادہ جسے ابن عمارہ اور اُبی بن عمارہ بھی کہا جاتا ہے، کی روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا جریر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

٩٤- وَيُرْوٰى عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ: رَأَيْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ. فَقُلْتُ لَهُ فِي ذٰلِكَ؟ فَقَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ. فَقُلْتُ لَهُ: أَقَبْلَ الْمَائِدَةِ أَوْ بَعْدَ الْمَائِدَةِ. فَقَالَ: مَا أَسْلَمْتُ إِلَّا بَعْدَ الْمَائِدَةِ.

حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ زِيَادٍ التِّرْمِذِيُّ عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ جَرِيرٍ. وَقَالَ: وَرَوٰى بَقِيَّةُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ أَدْهَمَ، عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ جَرِيرٍ.

[94] شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انھوں نے وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا، میں نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا؟ تو انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔ اس پر میں نے ان سے پوچھا: کیا آپ نے سورۂ مائدہ کے نازل ہونے سے پہلے دیکھا تھا یا بعد میں؟ انھوں نے کہا: میں تو مسلمان ہی سورۂ مائدہ کے نازل ہونے کے بعد ہوا ہوں۔

٩٤- [حسن بالشواهد والمتابعات] أخرجه الدارقطني: ١/ ١٩٤، ح: ٧٣٥ والبيهقي: ١/ ٢٧٣، ٢٧٤ من حديث شهر بن حوشب به وسيأتي: ٦١١.

وَهٰذَا حَدِيثٌ مُفَسَّرٌ، لِأَنَّ بَعْضَ مَنْ أَنْكَرَ الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ تَأَوَّلَ: أَنَّ مَسْحَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى الْخُفَّيْنِ كَانَ قَبْلَ نُزُولِ الْمَائِدَةِ. وَذَكَرَ جَرِيرٌ فِي حَدِيثِهِ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ بَعْدَ نُزُولِ الْمَائِدَةِ.

(امام ترمذی رحمہ اللہ اپنی سند ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں:) یہ حدیث مفسر ہے، یعنی تاویل کی محتاج نہیں کیونکہ بعض لوگ جو موزوں پر مسح کا انکار کرتے ہیں وہ تاویل کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے موزوں پر مسح سورۂ مائدہ کے نازل ہونے سے پہلے کیا تھا جبکہ سیدنا جریر رضی اللہ عنہ اپنی حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی ﷺ کو سورۂ مائدہ کے نازل ہونے کے بعد موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔

فائدہ: سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ 10 ہجری کے آغاز میں مسلمان ہوئے ہیں اور سورۂ مائدہ جس میں پاؤں دھونے کا حکم ہے، اس سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ موزوں پر مسح کرنے کا حکم، آیتِ وضو سے منسوخ نہیں ہوا، اس لیے شیعہ اور خوارج کے سوا تمام امت کا موزوں پر مسح کرنے پر اتفاق ہے۔ مسح کرنے کی روایت اسّی صحابہ سے مروی ہے جن میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں، اس لیے امام ابن المنذر فرماتے ہیں: اہل بدعت، خوارج اور روافض کی مخالفت میں موزوں پر مسح کرنا پاؤں دھونے سے افضل ہے کیونکہ جن سنتوں پر مخالفین طعن کرتے ہوں، ان کو زندہ کرنا افضل ہے اگرچہ عام حالات میں موزے اتار کر پاؤں دھونا افضل ہے۔ (فتح الباري: 339/1)

(المعجم ۷۱) بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ لِلْمُسَافِرِ وَالْمُقِيمِ (التحفة ۷۱)

باب: 71۔ مسافر اور مقیم کے لیے مدتِ مسح کا بیان

٩٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ مَسْرُوقٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِيِّ، عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَ: «لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثٌ، وَلِلْمُقِيمِ يَوْمٌ».

[95] سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ”مسافر کے لیے تین دن اور مقیم کے لیے ایک دن۔“

[وَذُكِرَ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ أَنَّهُ صَحَّحَ حَدِيثَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ فِي الْمَسْحِ.] وَأَبُو عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِيُّ

یحییٰ بن معین نے مسح کے بارے میں سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ ابوعبداللہ جدلی کا

٩٥- [ضعيف] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب التوقيت في المسح، ح: ١٥٧ من حديث إبراهيم التيمي به وصححه ابن حبان، ح: ١٨١ وغيره.* وفي الباب عن علي، [مسلم، ح: ٢٧٦] وأبي بكرة، [ابن ماجه، ح: ٥٥٦] وأبي هريرة، [ابن ماجه، ح: ٥٥٥] وصفوان بن عسال [يأتي: ٩٦] وعوف بن مالك، [أحمد: ٦/ ٢٧] وابن عمر، [مجمع: ١/ ٢٥٨ ونصب الراية: ١/ ١٧٣] وجرير، [مجمع: ١/ ٢٥٩].

اسْمُهُ: عَبْدُ بْنُ عَبْدٍ [وَيُقَالُ: عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدٍ.] قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَأَبِي بَكْرَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَصَفْوَانَ ابْنِ عَسَّالٍ، وَعَوْفِ بْنِ مَالِكٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَجَرِيرٍ.

عبد بن عبد ہے جسے عبدالرحمن بن عبد بھی کہا جاتا ہے۔امام ترمذی ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔اس مسئلے میں سیدنا علی، ابوبکرہ، ابوہریرہ، صفوان بن عسال، عوف بن مالک، ابن عمر اور جریر ؓ سے روایات آئی ہیں۔

٩٦- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ أَبِي النَّجُودِ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَأْمُرُنَا إِذَا كُنَّا سَفْرًا أَنْ لَّا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ، وَلٰكِنْ مِّنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَوْمٍ.

[96] سیدنا صفوان بن عسال ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیتے تھے کہ جب ہم مسافر ہوں تو اپنے موزے تین دن رات نہ اتاریں مگر جنابت کی صورت میں۔ بول و براز اور نیند سے اتارنے کی ضرورت نہیں۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوَى الْحَكَمُ بْنُ عُتَيْبَةَ وَحَمَّادٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِيِّ، عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ، وَلَا يَصِحُّ. قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ: قَالَ يَحْيَى [بْنُ سَعِيدٍ] قَالَ شُعْبَةُ: لَمْ يَسْمَعْ إِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ مِنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِيِّ حَدِيثَ الْمَسْحِ. وَقَالَ زَائِدَةُ عَنْ مَنْصُورٍ: كُنَّا فِي حُجْرَةِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ وَمَعَنَا إِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ، فَحَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ التَّيْمِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِيِّ، عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ. قَالَ مُحَمَّدُ [بْنُ إِسْمَاعِيلَ:] أَحْسَنُ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ حَدِيثُ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ [الْمُرَادِيِّ]. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَهُوَ قَوْلُ [أَكْثَرِ] الْعُلَمَاءِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَ التَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِّنَ الْفُقَهَاءِ، مِثْلِ: سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَ إِسْحَاقَ: قَالُوا يَمْسَحُ الْمُقِيمُ يَوْمًا وَلَيْلَةً، وَالْمُسَافِرُ

امام ترمذی ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ یہ روایت حکم بن عتیبہ اور حماد نے ابراہیم نخعی کی سند سے سیدنا خزیمہ بن ثابت ؓ سے بیان کی ہے، لیکن یہ صحیح نہیں۔ امام شعبہ ؒ کا قول ہے کہ ابراہیم نخعی نے ابوعبداللہ جدلی سے مسح کی حدیث نہیں سنی۔ منصور ؒ بیان کرتے ہیں: ہم ابراہیم تیمی ؒ کے کمرے میں تھے اور ہمارے ساتھ ابراہیم نخعی ؒ بھی تھے تو ہمیں ابراہیم تیمی نے عمرو بن میمون سے، وہ ابوعبداللہ جدلی سے اور انھوں نے خزیمہ بن ثابت ؓ سے اور انھوں نے نبی ﷺ سے موزوں پر مسح کی حدیث روایت کی۔ امام بخاری ؒ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سب سے بہتر حدیث سیدنا صفوان بن عسال مرادی ؓ کی ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی ؒ) فرماتے ہیں: صحابہ، تابعین اور بعد کے اہل علم کی اکثریت، جیسے سفیان ثوری، ابن المبارک، شافعی، احمد اور اسحاق ؒ کا قول یہی ہے کہ مقیم ایک دن رات اور مسافر تین دن اور تین راتیں مسح کرے۔ اور بعض اہل علم نے

٩٦ـ أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب الوضوء من النوم، ح: ٤٧٨ من حديث عاصم به وصححه ابن حبان (الإحسان): ١٠٩٧ وابن خزيمة، ح: ١٧، ١٩٣، ١٩٦ * حديث زائدة بن قدامة، صحيح، أخرجه البيهقي: ١/ ٢٧٧.

ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّهُمْ لَمْ يُوَقِّتُوا فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَ] التَّوْقِيتُ أَصَحُّ. [وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ أَيْضًا مِّنْ غَيْرِ حَدِيثِ عَاصِمٍ].

موزوں پر مسح کے لیے کسی مدت کی تحدید نہیں کی۔ امام مالک رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: تحدید والا قول ہی صحیح ہے۔صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کی حدیث عاصم کی سند کے علاوہ دوسروں سے بھی مروی ہے۔

لغوی تشریح: [سَفْرٌ] سَافِرٌ کی جمع ہے جس طرح [صَحْبٌ] صَاحِبٌ کی اور [رَكْبٌ] رَاكِبٌ کی جمع ہے۔

فوائد و مسائل: ① بہت سی احادیث سے وقت کی یہ تحدید ثابت ہے کہ مقیم موزوں پر ایک دن اور ایک رات اور مسافر تین دن اور تین راتیں مسح کر سکتا ہے۔ ہاں اگر غسل جنابت کرنا پڑے تو پھر موزوں کو اتارنا ہوگا۔ ② وضو میں پاؤں دھونے کا حکم ہے لیکن اگر جرابیں یا موزے وضو کر کے پہنے ہوئے ہوں تو دوبارہ وضو کے وقت ان پر مسح کرنا جائز ہے۔ شریعت کا یہ حکم آسانی کے لیے ہے، لہٰذا اسے قبول کر کے اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ ③ مقیم کے لیے ایک دن، رات جبکہ مسافر کے لیے عمومی طور پر تین دن، رات اجازت ہے لیکن اگر کسی وقت سفر میں پاؤں دھونے سے مشقت ہو تو تین دن سے زیادہ بھی مسح کیا جا سکتا ہے جیسا کہ سنن ابن ماجہ کی صحیح حدیث ہے۔ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مصر سے (فتح دمشق کی خبر لے کر) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انھوں نے پوچھا: تو نے کب سے یہ موزے نہیں اتارے؟ میں نے کہا: جمعے سے جمعے تک۔ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے سنت طریقے کو پا لیا ہے۔ (سنن ابن ماجه، الطهارة، حديث: 558) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک جمعے سے دوسرے جمعے تک مسح کو سنت قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ مسافر ایک ہفتے تک بھی مسح کر سکتا ہے۔ بعض لوگ اس روایت کی بے جا تاویل کرتے ہیں لیکن وہ درست نہیں کیونکہ ایک روایت میں صراحت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا تو نے اس دوران میں موزے اتارے ہیں؟ انھوں نے کہا: نہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (سلسلة الأحاديث الصحيحة: 239/3) البتہ اس سے مسح کے وقت کی حد کے متعین نہ ہونے کا استدلال درست نہیں کیونکہ مسافر کے لیے عمومی حکم تین دن ہی کا ہے لیکن خصوصی صورت حال میں ہفتہ بھر تک کی گنجائش ہے۔ ④ مدتِ مسح وضو ٹوٹنے کے بعد پہلے مسح سے شمار ہوگی جیسا کہ احادیث کے عموم سے ظاہر ہے۔ ⑤ سیدنا صفوان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ موزے یا جرابیں اتارنے سے مسح باطل ہو جائے گا، تاہم اس کی طہارت برقرار رہے گی۔ اب دوبارہ انھیں پہن کر ان پر مسح نہ کرے یہاں تک کہ وضو کر کے پاؤں دھوئے اور جرابیں پہنے۔ جمہور اہلِ علم کا موقف یہی ہے، تاہم کچھ اہلِ علم کے ہاں ایسی صورت میں مسح باطل نہیں ہوتا، اس لیے کہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

(المعجم ٢) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ: أَعْلَاهُ وَأَسْفَلِهِ (التحفة ٢)

باب: 72۔ موزوں کے اوپر اور نیچے مسح کرنا

٩٧- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ ابْنُ مُسْلِمٍ: أَخْبَرَنِي ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ رَجَاءِ بْنِ حَيْوَةَ، عَنْ كَاتِبِ الْمُغِيرَةِ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَسَحَ أَعْلَى الْخُفِّ وَأَسْفَلَهُ.

[97] سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے موزے کے اوپر اور اس کے نیچے مسح کیا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَهٰذَا قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ [وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِّنَ الْفُقَهَاءِ] وَبِهِ يَقُولُ مَالِكٌ، وَّالشَّافِعِيُّ، وَإِسْحَاقُ. وَهٰذَا حَدِيثٌ مَّعْلُولٌ، لَمْ يُسْنِدْهُ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ غَيْرُ الْوَلِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَسَأَلْتُ أَبَا زُرْعَةَ وَمُحَمَّدَ [بْنَ إِسْمَاعِيلَ] عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ؟ فَقَالَا: لَيْسَ بِصَحِيحٍ، لِأَنَّ ابْنَ الْمُبَارَكِ رَوٰى هٰذَا عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ رَجَاءِ [بْنِ حَيْوَةَ] قَالَ: حُدِّثْتُ عَنْ كَاتِبِ الْمُغِيرَةِ. مُرْسَلٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَلَمْ يُذْكَرْ فِيهِ الْمُغِيرَةُ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ کئی ایک صحابہ، تابعین اور بعد کے فقہاء کا قول ہے۔ امام مالک، شافعی اور اسحاق رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ یہ حدیث معلول ہے۔ ولید بن مسلم کے علاوہ کسی نے اس کو ثور بن یزید سے مسند بیان نہیں کیا، یعنی یہ سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ کے کاتب ورّاد کی مرسل روایت ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: میں نے ابوزرعہ اور محمد بن اسماعیل (بخاری) رحمہما اللہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو دونوں نے کہا: یہ صحیح نہیں کیونکہ ابن المبارک یہ حدیث ثور عن رجاء بن حیوہ بیان کرتے ہیں۔ رجاء کہتے ہیں: مجھے مغیرہ کے سیکرٹری سے یہ روایت بیان کی گئی ہے، وہ سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیے بغیر نبی ﷺ سے مرسل بیان کرتے ہیں، یعنی سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ کے کاتب نے سیدنا مغیرہ کا واسطہ چھوڑ کر براہِ راست نبی ﷺ سے نقل کیا، اس لیے یہ روایت مرسل ہے۔ نیز امام احمد فرماتے ہیں: رجاء کی سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ کے کاتب وَرّاد سے ملاقات نہیں ہے، اس لیے روایت منقطع ہے۔

فائدہ: صحیح احادیث کی روشنی میں صرف موزوں کے اوپر مسح کیا جائے گا، نیچے مسح نہیں کیا جائے گا کیونکہ مذکورہ بالا حدیث صحیح نہیں۔ سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ساٹھ آدمی بیان کرتے ہیں اور اس سند کے سوا کسی میں بھی [أَسْفَلَ خُفٍّ] (موزوں کے نچلے حصے کے مسح) کا ذکر نہیں ہے۔ (تلخیص الحبیر: 58/1) اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو (صرف) موزوں کے اوپر مسح کرتے دیکھا۔ (تلخیص الحبیر: 59/1)

٩٧ـ [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، ح: ٥٥٠ وأبو داود، ح: ١٦٥ من حديث الوليد به ولم يصرح بالسماع المسلسل ورجاء لم يسمعه من كاتب المغيرة والحديث ضعفه الشافعي والبخاري وأبو داود وأبو حاتم وغيرهم.

(المعجم ٧٢) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ: ظَاهِرِهِمَا (التحفة ٧٢)

باب: 73۔ موزوں کے (صرف) اوپر کی جانب پر مسح کرنا

٩٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ [قَالَ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ: قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ: عَلٰى ظَاهِرِهِمَا.

[98] سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو موزوں کے اوپر کی جانب مسح کرتے دیکھا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ الْمُغِيرَةِ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَهُوَ حَدِيثُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ، وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا يَذْكُرُ عَنْ عُرْوَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ: عَلٰى ظَاهِرِهِمَا، غَيْرَهُ. وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَأَحْمَدُ. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَكَانَ مَالِكٌ [بْنُ أَنَسٍ] يُشِيرُ بِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي الزِّنَادِ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حسن ہے اور ہمارے علم کے مطابق ابوزناد کے علاوہ کسی نے بھی [عَلٰى ظَاهِرِهِمَا] (اوپر والے حصے پر) کے الفاظ بیان نہیں کیے۔ بہت سے اہل علم کا مسلک یہی ہے۔ سفیان ثوری اور امام احمد رحمہما اللہ کی رائے بھی یہی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک بن انس رحمہ اللہ عبدالرحمن بن ابی زناد پر جرح کیا کرتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① راجح بات یہی ہے کہ پاؤں کا مسح صرف اوپر والی جانب سے کیا جائے کیونکہ نچلی جانب سے مسح کرنے کی روایت ضعیف ہے۔ ② جرابوں پر مسح ایک ہاتھ سے کیا جائے یا دونوں ہاتھوں سے، اس بارے میں کوئی صحیح روایت نہیں ہے۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی وہ روایت جس میں کیفیت کا ذکر ہے، مصنف ابن ابی شیبہ (170/1) میں ہے لیکن اس کی سند کمزور ہے۔ بعض علماء نے صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ [فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا] سے استدلال کیا ہے کہ پاؤں کا مسح بھی دونوں ہاتھوں سے ایک ساتھ کرنا چاہیے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ ایک ہاتھ سے کر لیا جائے یا دونوں ہاتھوں سے، دونوں طرح جائز ہے۔ (المغني لابن قدامة: 378/1)

(المعجم ٧٣) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الْمَسْحِ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ (التحفة ٧٣)

باب: 74۔ جرابوں اور جوتوں پر مسح کرنا

٩٨۔ أخرجه أبو داود، الطهارة، باب: كيف المسح، ح: ١٦١ من حديث عبدالرحمن بن أبي الزناد به ورواه عنه سليمان بن داود الهاشمي وغيره، (السنن الكبرى للبيهقي: ١/ ٢٩١ وغيره) وصححه ابن الجارود، ح: ٨٥ وله طريق آخر عند الطيالسي، ح: ٦٩٢ وغيره وإسناده حسن.

٩٩- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ، عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيلَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: تَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ.

[99] سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے وضو کیا اور جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ قَالُوا: يَمْسَحُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ نَّعْلَيْنِ، إِذَا كَانَا ثَخِينَيْنِ. [قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي مُوسٰى. [قَالَ أَبُو عِيسٰى: سَمِعْتُ صَالِحَ بْنَ مُحَمَّدٍ التِّرْمِذِيَّ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مُقَاتِلٍ السَّمَرْقَنْدِيَّ يَقُولُ: دَخَلْتُ عَلٰى أَبِي حَنِيفَةَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وَعَلَيْهِ جَوْرَبَانِ، فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا، ثُمَّ قَالَ: فَعَلْتُ الْيَوْمَ شَيْئًا لَّمْ أَكُنْ أَفْعَلُهُ: مَسَحْتُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَهُمَا غَيْرُ مُنَعَّلَيْنِ].

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بہت سے اہل علم کا یہی مسلک ہے۔ سفیان ثوری، ابن المبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کہتے ہیں: جرابیں اگر موٹی ہوں، خواہ چرمی نہ ہوں تو بھی مسح کر سکتا ہے۔ اس مسئلے میں سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی آتی ہے۔ ابو عیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: میں نے صالح بن محمد ترمذی سے سنا، انھوں نے بتایا کہ میں نے ابو مقاتل سمرقندی سے سنا، وہ کہہ رہے تھے: میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مرض الموت میں ان کے پاس حاضر ہوا تو انھوں نے پانی منگوا کر وضو کیا۔ وہ جرابیں پہنے ہوئے تھے اور انھوں نے ان پر مسح کیا، پھر کہا: میں نے آج ایسا عمل کیا ہے جو پہلے نہیں کیا کرتا تھا، یعنی میں نے جرابوں پر مسح کیا جبکہ وہ منعّل نہیں ہیں۔

لغوی تشریح: [مُنَعَّل] وہ سوتی یا اونی جراب جس کے نچلے حصے پر چمڑا چڑھا ہو۔ اگر دونوں طرف، یعنی اوپر نیچے چمڑا چڑھا ہو تو اس کو مُجَلَّد کہتے ہیں۔ اور اگر موزہ چمڑے کا ہو تو اس کو خُفّ کہتے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① اس روایت کی صحت اور ضعف میں اختلاف ہے، تاہم راجح بات یہی ہے کہ یہ روایت شواہد کی بنا پر صحیح ہے۔ سیدنا ثوبان، ابو موسیٰ اشعری اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم کی احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المسح على الجوربين، علامة جمال الدين قاسمي، وفتاوى الدين الخالص:336/2) ② **جَوْرَبَيْن، جورب** کا تثنیہ ہے۔ عربی زبان میں لِفَافَةُ الرِّجْل ''پاؤں میں پہنا جانے والا لفافہ'' **جورب** کہلاتا ہے۔ ③ جمہور اہل علم چرمی یا موٹی جرابوں پر مسح کے جواز کے قائل ہیں عام جرابوں پر نہیں۔ اور موٹی کے لیے وہ کہتے ہیں کہ بغیر رکاوٹ کے پاؤں میں ٹھہر جائے، شفاف نہ ہو، یعنی اگر پانی ڈالا جائے تو پاؤں تک نہ پہنچے اور اس میں چلنا ممکن ہو۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ پاؤں کو دھونا قرآن کی رو سے

٩٩- أخرجه أبو داود، الطهارة، باب المسح على الجوربين، ح: ١٥٩ وابن ماجه، ح: ٥٥٩ من حديث وكيع به وصححه ابن خزيمة، ح: ١٩٨ وابن حبان، ح: ١٧٦، وللحديث شواهد كثيرة عند أبي داود (ح: ١٤٦) وغيره ومنها إجماع الصحابة * وفي الباب عن أبي موسى، [ابن ماجه، ح: ٥٦٠] * أثر أبي حنيفة سنده موضوع فيه صالح بن محمد الترمذي كذاب.

فرض ہے اور جرابوں پر مسح کرنے کی روایت ان کے نزدیک پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچتی۔ اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اہل علم کے ایک گروہ کے نزدیک جرابوں پر مسح حضر وسفر میں جائز ہے۔ جرابیں خواہ باریک ہوں یا موٹی، سالم ہوں یا پھٹی ہوئی جب تک ان پر جرابوں کا نام ہے ان پر مسح جائز ہے۔ ان کی دلیل مذکورہ بالا حدیث اور اس موضوع کی دیگر روایات ہیں۔ ان کے نزدیک یہ روایات صحیح ہیں۔ امام ابوداود رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ سیدنا علی، ابن مسعود، براء بن عازب، انس بن مالک، ابوامامہ، سہل بن سعد اور عمرو بن حریث رضی اللہ عنہم بھی مطلق جرابوں پر مسح کے قائل تھے۔ سیدنا عمر بن خطاب اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی موقف ہے۔ ④ جرابوں پر مسح کی تمام روایات میں مطلق جرابوں کا ذکر ہے، کسی حدیث میں بھی جرابیں موٹی ہونے کی شرط نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان: [كُلُّ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ] ''ہر وہ شرط جو کتاب اللہ میں نہ ہو باطل ہے۔'' (صحیح البخاري، الصلاة، حدیث: 456) کی رو سے یہ شرائط باطل ہیں، اس لیے راجح بات یہی ہے کہ جرابوں پر بغیر کسی قید کے مسح جائز ہے۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ نے اس کے جواز پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع نقل کیا ہے اور کسی بھی صحابی سے جرابیں موٹی ہونے کی شرط مذکور نہیں۔ ⑤ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اگر روایت صحیح بھی ہو تو خبر واحد ہے اور خبر واحد کے ذریعے سے قرآن پر زیادتی جائز نہیں؟ تو یہ احناف کا خودساختہ قاعدہ ہے جس کی حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اعلام الموقعین میں خوب تردید کی ہے۔ جرابوں وغیرہ پر مسح کرنے کے بعد اگر انھیں اتار دیا جائے تو اس سے وضو ٹوٹتا ہے اور نہ پاؤں کو دھونا ہی پڑتا ہے۔ اسی طرح کسی شخص نے اگر ظہر کے وقت مسح کیا اور اگلے دن ظہر تک وہ مسح کر سکتا ہے۔ اگلے روز وہ ظہر کو مسح کرتا ہے اور عصر اور مغرب اسی وضو کے ساتھ پڑھتا ہے تو مسح کا وقت گزرنے سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اسی طرح جوتوں پر مسح کرنے کے بعد بھی انھیں اتارنا جائز ہے جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ وغیرہ سے ثابت ہے۔ (سنن الكبرٰى للبيهقي: 287/1) تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتاوى الدين الخالص: 361/2)

(المعجم ٥٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْعِمَامَةِ (التحفة ٥٠)

باب: 75۔ پگڑی پر مسح کرنا

١٠٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْمُزَنِيِّ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: تَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْعِمَامَةِ.

[100] سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے وضو کیا تو آپ نے موزوں اور پگڑی پر مسح کیا۔

١٠٠- أخرجه مسلم، الطهارة، باب المسح على الناصية والعمامة، ح: ٢٧٤ عن ابن بشار به * قول أحمد في القطان: صحيح، وقول وكيع: سنده صحيح أيضًا * وفي الباب عن عمرو بن أمية، [البخاري، ح: ٢٠٤، ٢٠٥] وسلمان، [ابن ماجه، ح: ٥٦٣] وثوبان، [أبو داود، ح: ١٤٦] وأبي أمامة، [مجمع: ١/ ٢٦٠ ونصب الراية: ١/ ١٧٢].

قَالَ بَكْرٌ: وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ. [قَالَ]: وَذَكَرَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ: أَنَّهُ مَسَحَ عَلٰى نَاصِيَتِهِ وَعِمَامَتِهِ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ: ذَكَرَ بَعْضُهُمُ الْمَسْحَ عَلَى النَّاصِيَةِ وَالْعِمَامَةِ، وَلَمْ يَذْكُرْ بَعْضُهُمُ النَّاصِيَةَ. [وَ] سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُولُ: مَا رَأَيْتُ بِعَيْنَيَّ مِثْلَ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانِ. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ، وَسَلْمَانَ، وَثَوْبَانَ، وَأَبِي أُمَامَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، مِنْهُمْ: أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَأَنَسٌ. وَبِهِ يَقُولُ الْأَوْزَاعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، قَالُوا: يَمْسَحُ عَلَى الْعِمَامَةِ. [وَقَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ: لَا يَمْسَحُ عَلَى الْعِمَامَةِ إِلَّا أَنْ يَّمْسَحَ بِرَأْسِهِ مَعَ الْعِمَامَةِ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَّابْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ]. قَالَ [أَبُو عِيسٰى]: وَسَمِعْتُ الْجَارُودَ بْنَ مُعَاذٍ يَّقُولُ: سَمِعْتُ وَكِيعَ بْنَ الْجَرَّاحِ يَقُولُ: إِنْ مَّسَحَ عَلَى الْعِمَامَةِ يُجْزِئُهُ، لِلْأَثَرِ.

بکر بن عبداللہ مزنی کہتے ہیں: میں نے یہ روایت ابن مغیرہ سے بھی سنی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: محمد بن بشار نے یہ روایت دوسری جگہ بیان کی تو کہا: آپ نے اپنی پیشانی اور پگڑی پر مسح کیا۔ یہ روایت سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے کئی سندوں سے مروی ہے۔ بعض نے پگڑی کے ساتھ پیشانی کا بھی تذکرہ کیا ہے اور بعض نے پیشانی کا تذکرہ نہیں کیا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے تھے: میں نے اپنی آنکھوں سے یحییٰ بن سعید القطان جیسا انسان نہیں دیکھا، یعنی یہ روایت یحییٰ بیان کرتے ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں عمرو بن امیہ، سلمان، ثوبان اور ابوامامہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے۔ ان میں سیدنا ابوبکر، عمر اور انس رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ امام اوزاعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کہتے ہیں: پگڑی پر مسح کر سکتا ہے۔ بہت سے صحابۂ کرام اور تابعین کا مسلک یہ ہے کہ سر کے مسح کے بغیر صرف پگڑی پر مسح نہیں کر سکتا۔ سفیان ثوری، مالک بن انس، ابن المبارک اور امام شافعی رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: امام وکیع بن جراح کہتے تھے اس حدیث کی بنا پر صرف پگڑی پر مسح کافی ہے۔

١٠١- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، عَنْ بِلَالٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْخِمَارِ.

[101] سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے موزوں اور خمار (پگڑی) پر مسح کیا۔

١٠١ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب المسح على الناصية، ح: ٢٧٥ من حديث الأعمش به.

١٠٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ[هُوَ الْقُرَشِيُّ]، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ: سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ؟ فَقَالَ: السُّنَّةُ يَا ابْنَ أَخِي. [قَالَ]: وَسَأَلْتُهُ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْعِمَامَةِ؟ فَقَالَ: [أَمِسَّ] الشَّعْرَ [الْمَاءَ].

[102] ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر بیان کرتے ہیں، میں نے سیدنا جابر بن عبداللہ ؓ سے موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب دیا: اے بھتیجے! (یہ) سنت ہے۔ اور میں نے ان سے پگڑی پر مسح کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا: بالوں کو پانی لگاؤ۔

فوائد و مسائل: ① سر کا مسح کرنا تمام اہل علم کے نزدیک واجب ہے، اور اس پر بھی تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا افضل ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک ایک چوتھائی سر کا مسح واجب اور پورے سر کا مسح مستحب اور افضل ہے لیکن راجح بات یہ ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا واجب ہے جیسا کہ آیت قرآنی ﴿وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ﴾ (المآئدة 6:5) کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے۔ پھر رسول اکرم ﷺ کے فعل سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ پورے سر کا مسح کیا اور جس حدیث میں ہے کہ آپ نے پیشانی کے کچھ حصے پر مسح کرنے پر اکتفا کیا تو اس سے استدلال درست نہیں کیونکہ آپ ﷺ نے بقیہ حصے کی تکمیل پگڑی کے اوپر کی جس سے معلوم ہوا کہ پورے سر کا مسح کرنا واجب ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ سے سر کا مسح کرنے کی تین صورتیں منقول ہیں اور تینوں ہی اپنی اپنی جگہ پر درست ہیں: ○ سر پر پگڑی ہو تو پگڑی پر مسح کرنا، جیسا کہ سیدنا عمرو بن امیہ ؓ کی حدیث میں ہے۔ (صحيح البخاري، الوضوء، حديث: 192) ○ عام حالت میں ننگے سر مسح کرنا اور یہ باب میں مذکور احادیث سے ثابت ہے۔ ○ سر پر پگڑی ہو تو پیشانی کے کچھ حصے کا مسح کر کے باقی پگڑی کے اوپر کرنا جیسا کہ سیدنا مغیرہ بن شعبہ ؓ کی حدیث میں ہے۔ (صحيح مسلم، الطهارة، حديث: 274) سیدنا مغیرہ بن شعبہ، بلال، سلمان، عمرو بن امیہ، کعب بن عجرہ اور ابو ذر ؓ رسول اکرم ﷺ سے مطلق پگڑی پر مسح کرنے کی روایات ذکر کرتے ہیں۔ اسی طرح سیدنا ابوبکر و عمر، انس بن مالک اور سیدہ ام سلمہ ؓ سے بھی اس کا جواز مروی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (ذخيرة العقبٰى شرح سنن النسائي: 400/2) ③ بعض علماء پگڑی کو موزوں پر قیاس کرتے ہوئے یہ شرط لگاتے ہیں کہ پگڑی حالت طہارت میں باندھی ہو لیکن یہ قیاس مرجوح ہے، اس لیے راجح بات یہی ہے کہ پگڑی پر مسح کے لیے یہ شرط لگانا بلا دلیل ہے۔ والله أعلم.

(المعجم ٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ (التحفة ٧٦)

باب: 76۔ غسل جنابت کا بیان

١٠٢۔ أخرجه البيهقي: ١/ ٦١ من حديث عبدالرحمن بن إسحاق المدني به وأشار إليه الإمام مالك في الموطأ: ١/ ٣٥ بغير سنده، ولفظه مختلف * أبو عبيدة بن محمد حسن الحديث على الراجح.

١٠٣- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ خَالَتِهِ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ غُسْلًا فَاغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ: فَأَكْفَأَ الْإِنَاءَ بِشِمَالِهِ عَلٰى يَمِينِهِ، فَغَسَلَ كَفَّيْهِ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ، فَأَفَاضَ عَلٰى فَرْجِهِ، ثُمَّ دَلَكَ بِيَدِهِ الْحَائِطَ أَوِ الْأَرْضَ، ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ، ثُمَّ أَفَاضَ عَلٰى رَأْسِهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ أَفَاضَ عَلٰى سَائِرِ جَسَدِهِ، ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ.

[103] سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے (نہانے کے) لیے پانی رکھا، آپ نے غسل جنابت کیا۔ آپ ﷺ نے بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ پر برتن جھکایا، تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے پھر آپ نے اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا اور اپنی شرمگاہ پر پانی بہایا، پھر اپنا ہاتھ دیوار یا زمین پر ملا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا، اور اپنا چہرہ اور کلائیاں دھوئیں۔ پھر اپنے سر پر تین دفعہ پانی بہایا، پھر اپنے باقی سارے جسم پر پانی بہایا، پھر الگ ہو کر اپنے پاؤں دھوئے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، وَجَابِرٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَجُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ.

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس مسئلے میں سیدہ ام سلمہ، سیدنا جابر، ابوسعید، جبیر بن مطعم اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔

١٠٤- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ [بْنُ عُيَيْنَةَ] عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَغْتَسِلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ بِغَسْلِ يَدَيْهِ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَهُمَا الْإِنَاءَ، ثُمَّ يَغْسِلُ فَرْجَهُ، وَيَتَوَضَّأُ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ يُشَرِّبُ شَعْرَهُ الْمَاءَ، ثُمَّ يَحْثِي عَلٰى رَأْسِهِ [ثَلَاثَ] حَثَيَاتٍ.

[104] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب غسل جنابت کرنا چاہتے تو اپنے ہاتھوں کو برتن میں داخل کرنے سے پہلے دھوتے، پھر اپنی شرمگاہ دھوتے اور نماز والا وضو کرتے، پھر بالوں کو پانی سے خوب تر کرتے، پھر اپنے سر پر تین چلو ڈالتے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ الَّذِي اخْتَارَهُ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ: أَنَّهُ يَتَوَضَّأُ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ يُفْرِغُ عَلٰى رَأْسِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ يُفِيضُ الْمَاءَ عَلٰى سَائِرِ جَسَدِهِ، ثُمَّ يَغْسِلُ

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم نے غسل جنابت کے لیے یہی طریقہ پسند کیا ہے کہ انسان پہلے نماز والا وضو کرے، پھر اپنے سر پر تین چلو ڈالے، پھر سارے جسم پر پانی بہائے، پھر آخر میں اپنے

١٠٣- أخرجه مسلم، الحيض، باب صفة غسل الجنابة، ح: ٣١٧ من حديث وكيع، والبخاري، الغسل، باب الوضوء قبل الغسل، ح: ٢٤٩ من حديث الأعمش به * وفي الباب عن أم سلمة، [مسلم، ح: ٣٢٤] وجابر، [مسلم، ح: ٣٢٨، ٣٢٩] وأبي سعيد، [ابن ماجه، ح: ٥٧٦] وجبير بن مطعم، [البخاري، ح: ٢٥٤ ومسلم، ح: ٣٢٧] وأبي هريرة [ابن ماجه، ح: ٥٧٨].

١٠٤- أخرجه البخاري، الغسل، باب الوضوء قبل الغسل، ح: ٢٤٨ ومسلم، الحيض، باب صفة غسل الجنابة، ح: ٣١٦ من حديث هشام به.

قَدَمَيْهِ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَقَالُوا: إِنِ انْغَمَسَ الْجُنُبُ فِي الْمَاءِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ أَجْزَأَهُ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ.

پاؤں دھولے۔ اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر جنبی آدمی پانی میں غوطہ لگالے اور وضو نہ کرے تو یہ غسل اسے کافی ہوگا۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق ؒ کا یہی قول ہے۔

فوائد ومسائل: ① غسل جنابت کا یہی طریقہ سنت ہے کہ انسان پہلے اپنی شرم گاہ کو دھوئے، پھر مٹی یا صابن سے اپنے ہاتھ صاف کر کے نماز والا وضو کرے۔ جس جگہ نہا رہا ہے وہاں اگر پانی کھڑا ہوتا ہے تو پاؤں بعد میں علیحدہ ہو کر دھولے اور اگر غسل کی جگہ پانی جمع نہ ہوتا ہو تو پاؤں وضو کے ساتھ بھی دھو سکتا ہے۔ وضو کرنے کے بعد سر کے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچائے، پھر دونوں ہاتھوں سے تین چلو دائیں، بائیں اور سر کے درمیان ڈالے، اس کے بعد تمام بدن پر پانی بہائے۔ جمہور کے نزدیک غسل میں پورے جسم تک پانی پہنچانا ضروری ہے، اس کو ملنا ضروری نہیں، اس لیے پانی میں غوطہ لگانے کی صورت میں اگر غسل کی نیت ہو تو غسل ہو جائے گا۔ ② یاد رہے، اس وضو میں سر کے مسح کا ذکر نہیں ہے، بلکہ صرف سر پر تین چلو پانی ڈالنے کا ذکر ہے، جبکہ سنن نسائی کی روایت میں عدم مسح کی صراحت بھی موجود ہے اور امام نسائی ؒ نے اس پر باب بھی باندھا ہے کہ غسل جنابت والے وضو میں سر کا مسح چھوڑ دیا جائے۔ (سنن النسائي، الغسل، باب ترك مسح الرأس في الوضوء من الجنابة، حديث: 422) ③ غسل سے پہلے وضو کرنا سنت ہے، فرض نہیں، تاہم رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔

(المعجم ٧٧) بَابٌ: هَلْ تَنْقُضُ الْمَرْأَةُ شَعْرَهَا عِنْدَ الْغُسْلِ؟ (التحفة ٧٧)

باب: 77۔ کیا عورت غسل کے وقت اپنے بال کھولے؟

١٠٥- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسٰى، عَنْ [سَعِيدٍ] الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي امْرَأَةٌ أَشُدُّ ضَفْرَ رَأْسِي، أَفَأَنْقُضُهُ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ؟ قَالَ: «لَا، إِنَّمَا يَكْفِيكِ أَنْ تَحْثِيَ عَلٰى رَأْسِكِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ مِّنْ مَّاءٍ، ثُمَّ تُفِيضِي عَلٰى سَائِرِ جَسَدِكِ الْمَاءَ فَتَطْهُرِينَ - أَوْ قَالَ: - فَإِذَا أَنْتِ قَدْ تَطَهَّرْتِ».

[105] سیدہ ام سلمہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں ایسی عورت ہوں کہ اپنے سر کے بالوں کو اچھی طرح گوندھتی ہوں، کیا انھیں غسل جنابت کے لیے کھولا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، تمھیں بس اتنا ہی کافی ہے کہ اپنے سر پر پانی کے تین چلو ڈالو، پھر باقی سارے جسم پر پانی بہالیا کرو تو تم پاک ہو جاؤ گی۔“ یا آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو تب تم نے طہارت حاصل کر لی۔“

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا اغْتَسَلَتْ مِنَ الْجَنَابَةِ فَلَمْ تَنْقُضْ شَعْرَهَا إِنَّ ذٰلِكَ

امام ترمذی ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ عورت جب غسل جنابت کرے اور اپنے بال نہ کھولے تو اس کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ

١٠٥ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب حكم ضفائر المغتسلة، ح: ٣٣٠ عن ابن أبي عمر به.

يُجْزِئُهَا بَعْدَ أَنْ تُفِيضَ الْمَاءَ عَلَى رَأْسِهَا.

اپنے سر پر پانی ڈال لیا کرے۔

لغوی تشریح: [ضَفْرٌ] بال گوندھنا، یا ان کو بٹنا۔

فوائد و مسائل: ① مرد اور عورت کے غسل کا طریقہ ایک ہی ہے کہ پہلے وضو کریں اور پھر پورے جسم پر پانی بہائیں جس طرح کہ اس سے پہلی حدیث میں گزر چکا ہے، تاہم غسل جنابت میں عورت کو اجازت ہے کہ اگر بال گوندھے ہوئے ہیں یا مینڈھیاں بنائی ہوئی ہیں تو انھیں کھولے بغیر ہی تین چلو سر پر ڈال لے۔ ② حیض سے پاک ہو کر غسل کرنے کی صورت میں عورت کے لیے بال کھولنے ضروری ہیں جیسا کہ سنن ابن ماجہ کی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے انھیں غسل حیض میں بال کھولنے کا حکم دیا۔ (سنن ابن ماجه، الطهارة، حديث: 641) لیکن یہ غسل حیض کے دوران میں تھا حیض سے پاک ہونے پر نہیں تھا، اس لیے صرف اس حدیث سے حائضہ کے لیے بال کھولنے کا وجوب ثابت نہیں ہوتا، تاہم اس بات پر اجماع ہے کہ غسل میں بدن کے تمام اجزاء کو دھونا واجب ہے اور یہ حکم مرد و عورت دونوں کے لیے ہے اور اس میں بالوں کا دھونا بھی آتا ہے، نیز رسول اکرم ﷺ نے مردوں کو بال کھولنے کا حکم بھی دیا اور تاکید کی کہ پانی اچھی طرح بالوں کی جڑوں تک پہنچائیں اور عورتوں کو بال نہ کھولنے کی اجازت دی۔ (سنن أبي داود، الطهارة، حديث: 255) دوسری احادیث میں صراحت ہے کہ عورتوں کو بال نہ کھولنے کی یہ اجازت صرف غسل جنابت میں ہے جیسا کہ حدیثِ باب میں ہے۔ ③ صحیح مسلم کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں: [أَفَأَنْقُضُهُ لِلْحَيْضَةِ وَالْجَنَابَةِ؟] (صحيح مسلم، الحيض، حديث: 330) اس میں [لِلْحَيْضَةِ] کے الفاظ شاذ ہیں جیسا کہ صاحب عون اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (عون المعبود: 292/1، والصحيحة للألباني، حديث: 188) اس لیے راجح بات یہی ہے کہ عورت غسل حیض میں بال ضرور کھولے، تاہم غسل جنابت میں اس کی مرضی پر منحصر ہے چاہے تو کھول لے ورنہ مینڈھیوں سمیت ہی سر پر پانی ڈال لے اور بالوں کو مل لے۔ اگر اس کے تمام بال گیلے نہیں ہوتے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٨) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ (التحفة ٨)

باب: 78۔ ہر بال کے نیچے جنابت ہے

١٠٦- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ وَجِيهٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ دِينَارٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ، فَاغْسِلُوا الشَّعْرَ وَأَنْقُوا الْبَشَرَةَ».

[106] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہر بال کے نیچے جنابت ہے، اس لیے بالوں کو دھوؤ اور بدن کو صاف کرو۔''

١٠٦ـ [ضعيف] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب: في الغسل من الجنابة، ح: ٢٤٨ وابن ماجه، ح: ٥٩٧ عن نصر بن علي به، الحارث بن وجيه ضعيف * وفي الباب عن علي، [أبو داود، ح: ٢٤٩] وأنس، [مجمع: ١/ ٢٧١، ٢٧٢].

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَأَنَسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ الْحَارِثِ بْنِ وَجِيهٍ حَدِيثٌ غَرِيبٌ، لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِهِ، وَهُوَ شَيْخٌ لَيْسَ بِذٰلِكَ، وَقَدْ رَوٰى عَنْهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْأَئِمَّةِ، وَقَدْ تَفَرَّدَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ عَنْ مَّالِكِ بْنِ دِينَارٍ وَّيُقَالُ: الْحَارِثُ بْنُ وَجِيهٍ وَّيُقَالُ: ابْنُ وَجْبَةَ.

اس مسئلے میں سیدنا علی اور سیدنا انس رضی اللہ عنہما کی روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: حارث بن وجیہ کی روایت غریب ہے۔ یہ حدیث صرف وہی بیان کرتا ہے اور یہ کوئی زیادہ قابل اعتماد نہیں، تاہم کئی ائمہ نے اس سے روایت لی ہے۔ مالک بن دینار سے اس روایت کے بیان کرنے میں یہ اکیلا ہے۔ اسے حارث بن وجیہ اور ابن وجبہ بھی کہا جاتا ہے۔

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے، تاہم صحیح روایات میں پورے جسم کو دھونے اور بالوں کو اچھی طرح تر کرنے کا حکم موجود ہے جیسا کہ سنن أبي داود، حديث: (225) میں ہے اور صحیح بخاری میں بھی ہے کہ نبی ﷺ بالوں کی جڑوں کا خلال کرتے تھے۔ (صحيح البخاري، الغسل، حديث: 248) لیکن یہ کہنا کہ ہر بال کے نیچے جنابت ہے درست نہیں کیونکہ آپ ﷺ نے جنبی عورت کو مینڈھیاں نہ کھولنے کی اجازت دی ہے اور صرف تین چلوؤں پر کفایت کر لینے کی رخصت دی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے لیے ہر ہر بال کو تر کرنا ضروری نہیں۔

(المعجم ٧٩) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الْوُضُوءِ بَعْدَ الْغُسْلِ (التحفة ٧٩)

باب: 79۔ غسل کے بعد وضو کرنا

١٠٧- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَتَوَضَّأُ بَعْدَ الْغُسْلِ.

[107] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نہانے کے بعد وضو نہیں کرتے تھے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ].
[قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَهٰذَا قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ: أَنْ لَّا يَتَوَضَّأَ بَعْدَ الْغُسْلِ].

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: صحابہ اور تابعین میں سے بہت سے اہل علم کا قول ہے کہ نہانے کے بعد وضو کی ضرورت نہیں۔

فائدہ: چونکہ نبی اکرم ﷺ نہانے سے پہلے وضو کر لیتے تھے، اس لیے بعد میں وضو کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ بقول علامہ ابن العربی رحمہ اللہ بالاتفاق وضو غسل میں داخل ہے۔ (عارضة الأحوذي: 162/1) اگر وضو کرنے کے بعد شرم گاہ کو ہاتھ لگ

١٠٧- [حسن بالشواهد والمتابعات] أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب: في الوضوء بعد الغسل، ح: ٥٧٩ عن إسماعيل به، وقواه ابن سيد الناس، وصححه الحاكم على شرط الشيخين: ١/ ١٥٣ ووافقه الذهبي. وللحديث طرق عند أبي داود (٢٥٠) والبيهقي (١/ ٢٠١، ٢٠٢) وغيرهما.

جائے تو پھر وضو کرنا ہوگا۔

(المعجم ٨٠) بَابُ مَا جَاءَ: إِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ وَجَبَ الْغُسْلُ (التحفة ٨٠)

باب:80۔ اگر مرد اور عورت کے ختنے کے مقام مل جائیں تو غسل کرنا ضروری ہے

١٠٨ـ حَدَّثَنَا أَبُو مُوسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ [فَقَدْ] وَجَبَ الْغُسْلُ، فَعَلْتُهُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ فَاغْتَسَلْنَا.

[108] سیدہ عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں: جب (مرد کے) ختنے کی جگہ (عورت کے) ختنے کی جگہ میں داخل ہوجائے تو غسل واجب ہوگیا۔ میں نے اور رسول اللہ ﷺ نے یہ کام کیا تو ہم نے غسل کیا۔

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، وَرَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ، عبداللہ بن عمرو اور رافع بن خدیج ؓ کی روایات آئی ہیں۔

١٠٩ـ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ وَجَبَ الْغُسْلُ».

[109] سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب (مرد کے) ختنے کی جگہ (عورت کے) ختنے کی جگہ میں داخل ہوجائے تو غسل ضروری ہوجائے گا۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. قَالَ: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ: «إِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ [فَقَدْ] وَجَبَ الْغُسْلُ». وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ - مِنْهُمْ: أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَعَائِشَةُ - وَالْفُقَهَاءِ مِنَ التَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ، مِثْلِ: سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ،

ابوعیسیٰ (امام ترمذی ؒ) فرماتے ہیں: عائشہ ؓ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ سیدہ عائشہ ؓ کی یہ مرفوع حدیث کہ ''جب ختنے کی جگہ، ختنے کی جگہ میں داخل ہوجائے تو غسل واجب ہوگا'' سیدہ عائشہ ؓ سے کئی سندوں سے مروی ہے۔ صحابہ میں سے اکثر اہل علم کا یہی قول ہے۔ ان میں سیدنا ابوبکر، عمر، عثمان، علی اور عائشہ ؓ شامل ہیں۔ تابعین اور بعد کے اکثر فقہاء، مثلاً: سفیان ثوری، شافعی، احمد اور

١٠٨ـ أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب ماجاء في وجوب الغسل ... إلخ، ح:٦٠٨ من حديث الوليد به وصرح بالسماع المسلسل إلى القاسم بن محمد ولم ينفرد به وصححه ابن حبان (الإحسان): ١١٧٢ وله شواهد * وفي الباب عن أبي هريرة، [البخاري، ح: ٢٩١ ومسلم، ح: ٣٤٨] وعبدالله بن عمرو، [ابن ماجه، ح: ٦١١] ورافع بن خديج، [أحمد: ٤/ ١٤٣].

١٠٩ـ أخرجه أحمد: ٦/ ١٣٥ عن وكيع به، سفيان الثوري تابعه شعبة، (أحمد: ٦/ ٩٧) وإسماعيل ابن علية، (أيضًا: ٦/ ٤٧) وللحديث شواهد منها الحديث السابق.

وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. قَالُوا: إِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ وَجَبَ الْغُسْلُ.

اسحاق رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جب (مرد اور عورت کے) ختنے کے مقام (شرم گاہیں) مل جائیں تو نہانا ضروری ہے۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث کی بنا پر علمائے کرام کا اجماع ہو چکا ہے کہ غسل کی فرضیت کے لیے انزال کا ہونا ضروری نہیں، جب جنسی عمل کی یہ صورت ہو تو چاہے انزال نہ بھی ہو، نہانا ضروری ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں اس مسئلے میں اختلاف تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات کی طرف رجوع کرنے کے بعد اس کا اعلان کر دیا تھا کہ اب کسی شخص کے لیے اس مسئلے میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں۔ اگر کوئی اختلاف کرے گا تو اسے عبرتناک سزا دی جائے گی۔ (فضل الباري: 459/2) ② عربوں کے ہاں عورت کا ختنہ کرنا پسندیدہ عمل تھا اور اس کے لیے [خِفَاض] کا لفظ استعمال ہوتا ہے، یہاں اس حدیث میں اس کے لیے تغلیباً [خِتَان] کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

(المعجم ٨١) بَابُ مَا جَاءَ: أَنَّ الْمَاءَ مِنَ الْمَاءِ (التحفة ٨١)

باب: 81۔ غسل تب فرض ہوگا جب منی خارج ہو

١١٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: إِنَّمَا كَانَ الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ رُخْصَةً فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ، ثُمَّ نُهِيَ عَنْهَا.

[110] سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ (غسل کا) پانی (منی کے) پانی سے (لازم آتا) ہے۔ یہ اسلام کے ابتدائی دور کی رخصت تھی بعد میں اس سے منع کر دیا گیا تھا۔

١١١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا [عَبْدُ اللهِ] ابْنُ الْمُبَارَكِ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

[111] امام صاحب مذکورہ بالا روایت زہری کی مذکورہ بالا سند سے معمر سے نقل کرتے ہیں۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَإِنَّمَا كَانَ الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ، ثُمَّ نُسِخَ بَعْدَ ذٰلِكَ. وَهٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، مِنْهُمْ: أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، وَرَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ: عَلٰى أَنَّهُ إِذَا

ابو عیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ''پانی بس پانی کے سبب سے ہے'' آغاز اسلام میں ایک رخصت تھی، بعد میں اس کو منسوخ کر دیا گیا۔ اس بات کو بہت سے صحابۂ کرام نے بیان کیا ہے۔ ان میں سیدنا ابی بن کعب اور سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں۔

١١٠ـ أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب ما جاء في وجوب الغسل إذا التقى الختانان، ح: ٦٠٩ من حديث يونس به، ورواه أبوحازم عن سهل بن سعد، عند أبي داود، ح: ٢١٥ وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٢٥، ٢٢٦ وابن حبان (الإحسان): ١١٧٠، ١١٧٦ والدارقطني: ١/ ١٢٦، ح: ٤٥٠ والبيهقي: ١/ ١٦٥.

١١١ـ انظر الحديث السابق.

جَامَعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فِي الْفَرْجِ وَجَبَ عَلَيْهِمَا الْغُسْلُ، وَإِنْ لَمْ يُنْزِلَا.

اکثر اہل علم کا اس پر عمل ہے کہ جب مرد اپنی بیوی سے تعلقات زن وشو قائم کرے تو اس صورت میں دونوں کے لیے نہانا ضروری ہوگا اگرچہ کسی کو انزال نہ ہو۔

١١٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي الْجَحَّافِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ فِي الْاِحْتِلَامِ.

[112] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: پانی، بس پانی کے سبب سے ہے کا تعلق احتلام سے ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: سَمِعْتُ الْجَارُودَ يَقُولُ: سَمِعْتُ وَكِيعًا يَقُولُ: لَمْ نَجِدْ هٰذَا الْحَدِيثَ إِلَّا عِنْدَ شَرِيكٍ.
قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، وَعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَالزُّبَيْرِ، وَطَلْحَةَ، وَأَبِي أَيُّوبَ، وَأَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ [أَنَّهُ] قَالَ: «الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ». قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَأَبُو الْجَحَّافِ اسْمُهُ دَاوُدُ ابْنُ أَبِي عَوْفٍ. وَيُرْوٰى عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْجَحَّافِ وَكَانَ مَرْضِيًّا.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: امام وکیع کا قول ہے کہ یہ روایت صرف شریک بیان کرتا ہے۔ اس مسئلے میں سیدنا عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، زبیر، طلحہ، ابوایوب اور ابوسعید رضی اللہ عنہم کی احادیث آئی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”پانی، پانی کے سبب سے ہے۔“ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ابوجحاف کا نام داود بن ابی عوف ہے۔ سفیان ثوری نے اسے پسندیدہ قرار دیا ہے۔

فائدہ: ”پانی، پانی کے سبب سے ہے“ یہ حدیث میاں بیوی کے تعلقات کی صورت میں تو منسوخ ہے لیکن احتلام کی صورت میں اب بھی قابل عمل ہے جیسا کہ اگلے باب میں تفصیل آ رہی ہے۔

(المعجم ٨٢) بَابُ [مَا جَاءَ] فِيمَنْ يَسْتَيْقِظُ وَيَرٰى بَلَلًا، وَلَا يَذْكُرُ احْتِلَامًا (التحفة ٨٢)

باب:82۔ انسان بیدار ہوکر (زیر جامہ پر) نمی دیکھے اور اسے احتلام ہونا یاد نہ ہو

١١٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ الْخَيَّاطُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ [هُوَ الْعُمَرِيُّ]،

[113] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو (زیر جامہ پر) نمی

١١٢ـ [صحيح دون قوله «في الاحتلام»] أخرجه الطحاوي في معاني الآثار: ١/٥٦ من حديث شريك القاضي به ※ شريك القاضي عنعن ومعنى الحديث صحيح وله شواهد كثيرة عند ابن أبي شيبة: ١/٧٧، ح: ١/٨٤٩/٨٩، ح: ٩٥٨، ٩٦٠ـ أثر وكيع: سنده صحيح ※ وفي الباب عن عثمان بن عفان، [البخاري، ح: ١٧٩، ٢٩٢ ومسلم: ٣٤٧] وعلي بن أبي طالب، [ابن أبي شيبة: ١/ ٨٩] والزبير [في حديث عثمان] وطلحة [في حديث عثمان] وأبي أيوب، [البخاري، ح: ٢٩٢ ومسلم، ح: ٣٤٧] وأبي سعيد، [البخاري، ح: ١٨٠ ومسلم، ح: ٣٤٥].

١١٣ـ [حسن بالشواهد والمتابعات أخرجه أبو داود، الطهارة، باب: في الرجل يجد البلة في منامه، ح: ٢٣٦ وابن ماجه: ٦١٢ من حديث حماد بن خالد به وللحديث شواهد كثيرة عند مسلم، ح: ٣١٤ وغيره.

عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الرَّجُلِ يَجِدُ الْبَلَلَ وَلَا يَذْكُرُ احْتِلَامًا؟ قَالَ: «يَغْتَسِلُ». وَعَنِ الرَّجُلِ يَرٰى أَنَّهُ قَدِ احْتَلَمَ وَلَمْ يَجِدْ بَلَلًا؟ قَالَ: «لَا غُسْلَ عَلَيْهِ». قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: يَا رَسُولَ اللهِ! هَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ تَرٰى ذٰلِكَ، غُسْلٌ؟ قَالَ: «نَعَمْ، إِنَّ النِّسَاءَ شَقَائِقُ الرِّجَالِ».

پائے لیکن احتلام کا ہونا اسے یاد نہ ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ غسل کرے۔'' اور ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو سمجھتا ہے کہ اسے احتلام ہوا ہے مگر نمی نہیں پاتا؟ فرمایا: ''اس پر غسل نہیں ہے۔'' سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اگر عورت نمی دیکھے تو کیا اسے نہانا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، عورتیں مردوں ہی کی مانند ہیں۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَإِنَّمَا رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: حَدِيثَ عَائِشَةَ فِي الرَّجُلِ يَجِدُ الْبَلَلَ وَلَمْ يَذْكُرِ احْتِلَامًا. وَعَبْدُ اللهِ [ابْنُ عُمَرَ] ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ مِّنْ قِبَلِ حِفْظِهِ فِي الْحَدِيثِ. وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ: إِذَا اسْتَيْقَظَ الرَّجُلُ فَرَأٰى بِلَّةً أَنَّهُ يَغْتَسِلُ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ [الثَّوْرِيِّ]، وَأَحْمَدَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِينَ: إِنَّمَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْغُسْلُ إِذَا كَانَتِ الْبِلَّةُ بِلَّةَ نُطْفَةٍ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَإِسْحَاقَ. وَإِذَا رَأَى احْتِلَامًا وَّلَمْ يَرَ بِلَّةً فَلَا غُسْلَ عَلَيْهِ عِنْدَ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث کہ ''ایک شخص نمی محسوس کرے اور احتلام کا ہونا اسے یاد نہ ہو'' عبداللہ بن عمر عمری، عبیداللہ بن عمر سے بیان کرتا ہے۔ امام یحییٰ بن سعید نے عبداللہ بن عمر عمری کو اس کے حافظے کے سبب ضعیف قرار دیا ہے۔ صحابہ اور تابعین میں سے بہت سے اہل علم کا یہی مسلک ہے کہ جب آدمی بیدار ہو کر تری اور نمی دیکھے تو غسل کرے، سفیان ثوری اور امام احمد رحمہ اللہ کا موقف بھی یہی ہے۔ تابعین میں سے بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ غسل تب لازم ہوگا جب وہ تری، منی کی تری ہو۔ امام شافعی اور اسحاق رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔ جب احتلام ہونے کا خیال ہو لیکن تری نظر نہ آئے تو عام اہل علم کے نزدیک اس پر غسل نہیں ہے۔

فوائد ومسائل: ① اس روایت کی سند ضعیف ہے، تاہم راجح بات یہ ہے کہ دیگر شواہد کی بنا پر یہ حدیث صحیح ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الموسوعة الحديثية مسند الإمام أحمد: 256/43) ② انسان نیند سے بیدار ہوتا ہے اور اسے خیال ہوتا ہے کہ اس نے سونے کی حالت میں جنسی تعلقات قائم کیے ہیں لیکن اس کی کوئی علامت نمی کی صورت میں نہیں دیکھتا تو اس پر غسل نہیں ہے۔ یہ اتفاقی مسئلہ ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی مقصد ہے کہ ''پانی، پانی کے سبب سے ہے'' یعنی جب پانی نظر نہیں آیا تو غسل بھی نہیں ہے لیکن اگر بیدار ہونے کے بعد نمی دیکھتا ہے تو اس پر غسل واجب ہے کیونکہ احتلام میں بنیادی طور پر منی نکلنے کا اعتبار ہے، احتلام خواہ یاد ہو یا نہ ہو، تاہم اس کے منی ہونے کا یقین ہو تو پھر یہ اتفاقی مسئلہ ہے۔ ③ اگر منی ہونے کا یقین نہ ہو تو اس میں اختلاف ہے۔ لیکن احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ غسل کر لے اور خواہ مخواہ شکوک وشبہات کا شکار نہ ہو۔ ④ عورتیں بھی مردوں کی مثل ہیں، یعنی ان کا حکم بھی یہی ہے اگرچہ ان میں احتلام کا وقوع بہت کم ہوتا ہے۔

(المعجم ٨٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَنِيِّ وَالْمَذْيِ (التحفة ٨٣)

باب:83۔ منی اور مذی کا حکم کیا ہے؟

١١٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو السَّوَّاقُ الْبَلْخِيُّ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ؛ ح [قَالَ]: وَحَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْمَذْيِ؟ فَقَالَ: «مِنَ الْمَذْيِ الْوُضُوءُ، وَمِنَ الْمَنِيِّ الْغُسْلُ».

[114] سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے مذی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''مذی سے وضو کرنا ہوگا اور منی سے نہانا ہوگا۔''

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ، وَأُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ [بْنِ أَبِي طَالِبٍ] عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ: «مِنَ الْمَذْيِ الْوُضُوءُ، وَمِنَ الْمَنِيِّ الْغُسْلُ». وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ [وَمَنْ بَعْدَهُمْ] وَبِهِ يَقُولُ [سُفْيَانُ، وَ] الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ.

اس مسئلے میں سیدنا مقداد بن اسود اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے روایت آئی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کئی سندوں سے یہ مرفوع روایت آئی ہے کہ ''مذی سے وضو اور منی سے غسل ہے۔'' نبی ﷺ کے صحابہ، تابعین اور بعد کے اہل علم سب کا یہی قول ہے۔ سفیان ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

لغوی تشریح: [مَذْي] وہ پتلا، سفید اور لیس دار مادہ ہوتا ہے جو میاں بیوی کے مابین ہنسی مذاق میں بغیر شہوت اور بغیر اچھلے نکلتا ہے اور انسان کو اس کے نکلنے کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ [مَنِي] وہ سفید اور گاڑھا مادہ ہے جو شہوت کے ساتھ زور سے نکلتا ہے جس سے انسان لذت محسوس کرتا ہے اور پھر اس کے نتیجے میں سستی اور فتور بھی پیدا ہوتا ہے۔ [وَدْي] گدلا، سفید اور گاڑھا مادہ ہوتا ہے جو پیشاب کے بعد یا عام طور پر پہلے نکلتا ہے۔

فوائد و مسائل: ① منی کے خروج سے بالاتفاق نہانا فرض ہے اور ودی و مذی کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور نماز پڑھنے کے لیے عضو خاص کو دھو کر وضو کرنا پڑتا ہے۔ ② یہ مسئلہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے کہنے پر سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا اور خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ چونکہ ان کے کہنے پر پوچھا گیا تھا، اس لیے انھوں نے یوں فرما دیا کہ میں نے پوچھا۔

١١٤- [صحيح لغيره] أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب الوضوء من المذي، ح: ٥٠٤ من حديث هشيم به، يزيد بن أبي زياد ضعيف وللحديث شواهد * وفي الباب عن المقداد بن الأسود، [البخاري، ح: ١٣٢ ومسلم، ح: ٣٠٣] وأبي بن كعب، [ابن ماجه، ح: ٥٠٧].

(المعجم ۸۴) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الْمَذْيِ يُصِيبُ الثَّوْبَ (التحفة ۸۴)

۱۱۵- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عُبَيْدٍ - هُوَ ابْنُ السَّبَّاقِ -، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ: [كُنْتُ] أَلْقَى مِنَ الْمَذْيِ شِدَّةً وَعَنَاءً، فَكُنْتُ أُكْثِرُ مِنْهُ الْغُسْلَ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ وَسَأَلْتُهُ عَنْهُ؟ فَقَالَ: «إِنَّمَا يُجْزِئُكَ مِنْ ذٰلِكَ الْوُضُوءُ». [فَ]قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! كَيْفَ بِمَا يُصِيبُ ثَوْبِي مِنْهُ؟ قَالَ: «يَكْفِيكَ أَنْ تَأْخُذَ كَفًّا مِّنْ مَاءٍ فَتَنْضَحَ بِهِ ثَوْبَكَ حَيْثُ تَرٰى أَنَّهُ أَصَابَ مِنْهُ».

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَلَا نَعْرِفُ مِثْلَ هٰذَا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ فِي الْمَذْيِ مِثْلَ هٰذَا. وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْمَذْيِ يُصِيبُ الثَّوْبَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا يُجْزِئُ إِلَّا الْغَسْلُ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: يُجْزِئُهُ النَّضْحُ. وَقَالَ أَحْمَدُ: أَرْجُو أَنْ يُجْزِئَهُ النَّضْحُ بِالْمَاءِ.

باب: 84۔ کپڑے کو لگ جانے والی مذی کا حکم

[115] سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مذی سے بڑی مشقت میں پڑا ہوا تھا کہ اس وجہ سے بار بار نہاتا تھا، تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا اور مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''تجھے اس سے صرف وضو کافی ہے۔'' میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! تو اس سے جو میرے کپڑے کو لگ جاتی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمھیں یہی کافی ہے کہ پانی کا ایک چلو لے کر جہاں تم سمجھو کہ یہ لگ گئی ہے، کپڑے کے اس حصے پر چھینٹے مار لیا کرو۔''

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ مذی کے بارے میں اس قسم کی روایت صرف محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں۔ جو مذی کپڑے کو لگ جائے اس کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اسے دھونا ضروری ہے۔ امام شافعی اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ اس پر چھینٹے مار لینا کافی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھے امید ہے کہ اس کے لیے چھینٹے مارنا ہی کافی ہوگا۔

فوائد و مسائل: ① بقول قاضی ابوبکر ابن العربی مذی کے نجس ہونے پر اتفاق ہے لیکن کپڑے سے دھونے میں کچھ اختلاف ہے۔ جمہور ائمہ، ابوحنیفہ، مالک اور شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک دھونا ضروری ہے۔ ② امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک شرمگاہ اور خصیے دھونا ضروری ہے جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہوتا ہے، تاہم کپڑا چھینٹے مارنے سے بھی پاک ہو جائے گا، دھونا فرض نہیں۔ دلائل کی رو سے امام احمد رحمہ اللہ کا موقف راجح معلوم ہوتا ہے۔ واللہ أعلم.

۱۱۵۔ أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب الوضوء من المذي، ح: ٥٠٦ من حديث عبدة بن سليمان به وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٩١ وابن حبان، ح: ٢٤٠ ابن إسحاق صرح بالسماع عند أبي داود (٢١٠).

(المعجم ٨٥) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الْمَنِيِّ يُصِيبُ الثَّوْبَ (التحفة ٨٥)

باب:85۔ کپڑے کو لگ جانے والی منی کا حکم

١١٦- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: ضَافَ عَائِشَةَ ضَيْفٌ، فَأَمَرَتْ لَهُ بِمِلْحَفَةٍ صَفْرَاءَ فَنَامَ فِيهَا، فَاحْتَلَمَ، فَاسْتَحْيَا أَنْ يُرْسِلَ إِلَيْهَا وَبِهَا أَثَرُ الْاِحْتِلَامِ، فَغَمَسَهَا فِي الْمَاءِ، ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لِمَ أَفْسَدَ عَلَيْنَا ثَوْبَنَا؟ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيهِ أَنْ يَفْرُكَهُ بِأَصَابِعِهِ، وَرُبَّمَا فَرَكْتُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِأَصَابِعِي.

[116] ہمام بن حارث رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک مہمان ٹھہرا۔ انھوں نے اس کے لیے ایک زرد چادر بچھانے کا حکم دیا۔ وہ اس پر سو گیا اور اسے احتلام ہوگیا تو اس نے شرم محسوس کی کہ احتلام کے نشان سمیت چادر ان کی طرف بھیج دے، اس لیے اس نے چادر کو پانی میں ڈبو دیا، یعنی دھو ڈالا، پھر اسے بھیج دیا، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس نے ہمارا کپڑا کیوں خراب کر دیا؟ اسے اتنا ہی کافی تھا کہ اپنی انگلیوں سے اسے کھرچ دیتا۔ میں بسا اوقات رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے اسے اپنی انگلیوں سے کھرچ دیا کرتی تھی۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ [أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِّنَ] الْفُقَهَاءِ، مِثْلِ: سُفْيَانَ [الثَّوْرِيِّ، وَالشَّافِعِيِّ]، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ، قَالُوا فِي الْمَنِيِّ يُصِيبُ الثَّوْبَ: يُجْزِئُهُ الْفَرْكُ وَإِنْ لَّمْ يَغْسِلْهُ. وَهٰكَذَا رُوِيَ عَنْ مَّنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَائِشَةَ مِثْلُ رِوَايَةِ الْأَعْمَشِ. وَرَوٰى أَبُو مَعْشَرٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ. وَحَدِيثُ الْأَعْمَشِ أَصَحُّ.

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بہت سے صحابہ، تابعین اور بعد کے فقہاء، مثلاً: سفیان ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول ہے کہ اگر منی کپڑے کو لگ جائے تو اس کو دھوئے بغیر محض کھرچ ڈالنا ہی کافی ہے۔ منصور یہ روایت ابراہیم سے بواسطہ ہمام بن حارث اس طرح بیان کرتا ہے جیسے کہ اعمش کی روایت ہے۔ جبکہ ابو معشر بواسطہ اسود بیان کرتا ہے۔ اور اعمش کی روایت ہی صحیح تر ہے۔

فائدہ: منی کی نجاست اور طہارت میں اختلاف ہے۔ ائمہ میں سے ابوحنیفہ، مالک، اوزاعی اور لیث وغیرہ اس کو نجس شمار کرتے ہیں۔ لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر منی خشک ہو تو اس کا دھونا ضروری نہیں، کھرچنا کافی ہے جبکہ امام مالک اور اوزاعی کے نزدیک دھونا ضروری ہے۔ امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک دھونا یا کھرچنا محض نظافت کے لیے ہے نجاست سے نہیں

١١٦ـ أخرجه أبو داود، الطهارة، باب المني يصيب الثوب، ح: ٣٧١ من حديث إبراهيم النخعي به وأصله في صحيح مسلم، ح: ٢٨٨/ ١٠٧ وزاد الطحاوي: ١/ ٥١ "ثم يصلي فيه".

کیونکہ بعض دوسری چیزیں بھی ایسی ہیں جن کو صرف طبعی کراہت ونفرت کی وجہ سے دھویا یا کھرچا جاتا ہے، حالانکہ وہ پاک ہیں، مثلاً: کھنگار اور رینٹ وغیرہ، تاہم فکری اور نظری طور پر منی پاک ہو یا پلید، طبعی طور پر انسان اس کے اثر کو زائل کرنا ہی پسند کرتا ہے اور اس کا اثر پوری طرح دھونے ہی سے زائل ہوتا ہے۔

(المعجم ٨٦) بَابُ غَسْلِ الْمَنِيِّ مِنَ الثَّوْبِ (التحفة ٨٦)

باب: 86۔ کپڑے سے منی کو دھونا

١١٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ [قَالَ]: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّهَا غَسَلَتْ مَنِيًّا مِّنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

[117] سیدہ عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے منی کو دھویا۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. [وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ]. وَحَدِيثُ عَائِشَةَ: أَنَّهَا غَسَلَتْ مَنِيًّا مِّنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَيْسَ بِمُخَالِفٍ لِّحَدِيثِ الْفَرْكِ، [لِأَنَّهُ] وَإِنْ كَانَ الْفَرْكُ يُجْزِئُ: فَقَدْ يُسْتَحَبُّ لِلرَّجُلِ أَنْ لَّا يُرٰى عَلٰى ثَوْبِهِ أَثَرُهُ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: الْمَنِيُّ بِمَنْزِلَةِ الْمُخَاطِ فَأَمِطْهُ عَنْكَ وَلَوْ بِإِذْخِرَةٍ.

امام ترمذی ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس مسئلے میں ابن عباس ؓ سے حدیث مروی ہے۔ سیدہ عائشہ ؓ کی یہ حدیث کہ ''انھوں نے منی کو رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے دھویا'' ان کی اس حدیث کے منافی نہیں جس میں کھرچنے کا ذکر ہے کیونکہ کھرچنا اگرچہ کفایت کر جاتا ہے، لیکن انسان کے لیے پسندیدہ یہی ہے کہ اس کے کپڑے پر اس کا نشان نظر نہ آئے۔ سیدنا ابن عباس ؓ کا قول ہے: منی رینٹ کی طرح ہے، اس کو دور کرو چاہے گھاس کے تنکے ہی سے ہو۔

(المعجم ٨٧) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الْجُنُبِ يَنَامُ قَبْلَ أَنْ يَّغْتَسِلَ (التحفة ٨٧)

باب: 87۔ جنابت کی صورت میں نہائے بغیر سو جانا

١١٨- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنِ

[118] سیدہ عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

١١٧- أخرجه البخاري، الوضوء، باب غسل المني وفركه وغسل ما يصيب من المرأة، ح: ٢٢٩ ومسلم، الطهارة، باب حكم المني، ح: ٢٨٩ من حديث عمرو بن ميمون به * وفي الباب عن ابن عباس، [الدارقطني: ١/ ١٢٤، ح: ٤٤١ والبيهقي: ٢/ ٤١٨].

١١٨- [صحيح بالشواهد والمتابعات] أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب: في الجنب ينام كهيئته لا يمس ماء، ح: ٥٨١ من حديث أبي بكر بن عياش به ولم ينفرد به، وأبو إسحاق صرح بالسماع عند البيهقي (١/ ٢٠١، ٢٠٢).

الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَنَامُ وَهُوَ جُنُبٌ وَّلَا يَمَسُّ مَاءً.

جنابت کی حالت میں پانی کو چھوئے بغیر سوجایا کرتے تھے۔

١١٩- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ نَحْوَهُ.

[119] امام ترمذی رحمہ اللہ ایک دوسری سند سے یہی روایت اعمش کے بجائے سفیان سے بیان کرتے ہیں۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَهٰذَا قَوْلُ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَغَيْرِهِ. وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ كَانَ يَتَوَضَّأُ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ. وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ. وَقَدْ رَوٰى عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ هٰذَا الْحَدِيثَ شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ. وَيَرَوْنَ أَنَّ هٰذَا غَلَطٌ مِّنْ أَبِي إِسْحَاقَ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سعید بن مسیب وغیرہ کا یہی نظریہ ہے (کہ بغیر وضو کیے سونا جائز ہے)۔ کئی راوی اسود سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سونے سے پہلے وضو فرمایا کرتے تھے۔ یہ (وضو کرنے کی) حدیث ابواسحاق کی (وضو نہ کرنے والی) حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ یہ حدیث ابواسحاق سے شعبہ، ثوری اور کئی دوسروں نے بھی بیان کی ہے اور ان کا خیال ہے کہ [لَا يَمَسُّ] کا لفظ ابواسحاق کی غلطی ہے۔

فوائد و مسائل: ① یہ اتفاقی مسئلہ ہے کہ جنبی شخص کے لیے سونے سے پہلے نہانا ضروری نہیں لیکن وضو کے بارے میں اختلاف ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے فرامین اور آپ کے عمل سے دونوں ہی صورتیں ثابت ہیں۔ آپ ﷺ کا عمومی اسوۂ حسنہ وضو کر کے سونے کا ہے جبکہ وضو کیے بغیر سونا بھی جائز ہے، البتہ وضو کرنا پسندیدہ اور افضل ہے۔ صفائی اور پاکیزگی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وضو کر کے سویا جائے۔ ② بلاوجہ غسل جنابت مؤخر کرنا حتی کہ نماز بھی ضائع ہو جائے ناجائز ہے۔ ایسا جنبی جس گھر میں ہو اللہ کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے۔ (مسند أحمد: 83/1)

(المعجم ٨٨) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الْوُضُوءِ لِلْجُنُبِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ (التحفة ٨٨)

باب: 88- جنبی سونا چاہے تو وضو کرلے

١٢٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ

[120] سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی

١١٩ـ انظر الحديث السابق * حديث الأسود، [أخرجه مسلم، ح: ٣٠٥/ ٢٢ وغيره].

١٢٠ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب جواز نوم الجنب . . . إلخ، ح: ٣٠٦ من حديث يحيى القطان، والبخاري، الغسل، باب الجنب يتوضأ ثم ينام، ح: ٢٨٩ من حديث نافع به * وفي الباب عن عمار، [أبو داود، ح: ٤١٨٠ والترمذي]، وعائشة [البخاري، ح: ٢٨٨ ومسلم، ح: ٣٠٥] وجابر، [ابن ماجه، ح: ٥٩٢] وأبي سعيد الخدري، [ابن ماجه، ح: ٥٨٦] وأم سلمة، [الصغير للطبراني ومجمع الزوائد: ١/ ٢٧٤].

سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ: أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ: أَيَنَامُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ؟ قَالَ: «نَعَمْ، إِذَا تَوَضَّأَ».

ﷺ سے پوچھا: کیا ہم میں سے کوئی جنابت کی حالت میں سوسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، جب وضو کر لے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَمَّارٍ، وَعَائِشَةَ، وَجَابِرٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَأُمِّ سَلَمَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عُمَرَ أَحْسَنُ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ وَأَصَحُّ، وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، قَالُوا: إِذَا أَرَادَ الْجُنُبُ أَنْ يَنَامَ تَوَضَّأَ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ.

اس مسئلے میں سیدنا عمار، سیدہ عائشہ، سیدنا جابر، ابوسعید اور سیدہ ام سلمہ ﷢ سے روایات آئی ہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سب سے بہتر اور صحیح ترین روایت سیدنا عمر ﷜ ہی کی ہے۔ بہت سے صحابہ و تابعین کا یہی قول ہے۔ سفیان ثوری، ابن المبارک، شافعی، احمد اور اسحاق ﷭ کا مسلک یہی ہے کہ جنبی جب سونا چاہے تو پہلے وضو کر لے۔

فائدہ: وضو کرنے کا یہ حکم استحباب کے طور پر ہے، وجوب کے لیے نہیں، یعنی وضو کر کے سونا بہتر ہے لیکن اگر کوئی شخص غسل اور وضو کیے بغیر سو جائے گا، تب بھی جائز ہے جیسا کہ سیدہ عائشہ ﷫ کی مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

(المعجم ٨٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي مُصَافَحَةِ الْجُنُبِ (التحفة ٨٩)

باب: 89۔ جنبی کا مصافحہ کرنا

١٢١- حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ عَنْ بَكْرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيِّ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَقِيَهُ وَهُوَ جُنُبٌ، قَالَ: [فَانبَجَسْتُ أَيْ] فَانْخَنَسْتُ فَاغْتَسَلْتُ، ثُمَّ جِئْتُ، فَقَالَ: «أَيْنَ كُنْتَ؟ - أَوْ: - أَيْنَ ذَهَبْتَ؟» قُلْتُ: إِنِّي كُنْتُ جُنُبًا. قَالَ: «إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ».

[121] سیدنا ابو ہریرہ ﷜ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے میری ملاقات ہوئی جبکہ میں جنبی تھا، چنانچہ میں (آنکھ بچا کر) کھسک گیا، پھر غسل کر کے آیا تو آپ نے پوچھا: ''تم کہاں تھے؟'' یا ''تم کدھر چلے گئے تھے؟'' میں نے کہا: میں جنبی تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مومن پلید نہیں ہوتا۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ حُذَيْفَةَ، [وَابْنِ عَبَّاسٍ]. قَالَ أَبُو عِيسٰى: [وَ] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ [أَنَّهُ لَقِيَ النَّبِيَّ

اس مسئلے میں سیدنا حذیفہ اور ابن عباس ﷡ سے حدیث مروی ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی ﷫) فرماتے ہیں:

١٢١ـ أخرجه البخاري، الغسل، باب عرق الجنب وأن المسلم لا ينجس، ح: ٢٨٣ ومسلم، الحيض، باب الدليل على أن المسلم لا ينجس، ح: ٣٧١ من حديث يحيى القطان به ❊ وفي الباب عن حذيفة، [مسلم، ح: ٣٧٢] وابن عباس، [لم نجده].

ﷺ وَهُوَ جُنُبٌ]: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَخَّصَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي مُصَافَحَةِ الْجُنُبِ، وَلَمْ يَرَوْا بِعَرَقِ الْجُنُبِ وَالْحَائِضِ بَأْسًا. [وَمَعْنَى قَوْلِهِ فَانْخَنَسْتُ يَعْنِي: تَنَحَّيْتُ عَنْهُ].

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث (جنابت کی حالت میں نبی ﷺ سے ملاقات) حسن صحیح ہے۔ بہت سے اہل علم نے جنبی کو مصافحہ کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور وہ جنبی اور حائضہ کے پسینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ اور [فَانْخَنَسْتُ] کے معنی ہیں: میں چپکے سے آپ سے الگ اور دور ہو گیا۔

فوائد و مسائل: ① حیض، نفاس اور جنابت نجاست حکمیہ ہیں جن سے انسان کا بدن پلید نہیں ہوتا، اس لیے امت کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کا پسینہ اور جھوٹا (باقی بچا ہوا) پاک ہے۔ ② اسی طرح کافر کے جسم پر بھی اگر ظاہری نجاست نہ ہو تو اس کا جسم بھی پاک ہے کیونکہ مسلمانوں کے لیے اہل کتاب عورتوں سے شادی کرنا جائز ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان کا جھوٹا اور پسینہ پاک ہے۔ ③ جب کافر کا پسینہ وغیرہ بھی پاک ہے تو عیسائی عورتوں کو گھروں میں کام کرنے کے لیے رکھنا بھی جائز ہے لیکن مسلمان عورتوں کو ترجیح دینی چاہیے۔ ④ جنبی کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ جلد از جلد غسل کر لے اور کامل طہارت ہی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے، تاہم اس حدیث میں مصافحے کا جو ذکر ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے سلام بھی کیا ہوگا۔ اس سے جنبی کے لیے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل گزشتہ اوراق میں گزر چکی ہے۔

(المعجم ٩٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَرْأَةِ تَرَى فِي الْمَنَامِ مِثْلَ مَا يَرَى الرَّجُلُ (التحفة ٩٠)

باب: 90۔ عورت نیند میں وہی کچھ دیکھے جو مرد دیکھتا ہے؟

١٢٢- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: جَاءَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ ابْنَةُ مِلْحَانَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ اللهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ - تَعْنِي غُسْلًا - إِذَا هِيَ رَأَتْ فِي الْمَنَامِ مِثْلَ مَا يَرَى الرَّجُلُ؟ قَالَ: «نَعَمْ، إِذَا هِيَ رَأَتِ الْمَاءَ فَلْتَغْتَسِلْ». قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: قُلْتُ لَهَا: فَضَحْتِ النِّسَاءَ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ!!

[122] سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور پوچھا: اے اللہ کے رسول! بلاشبہ اللہ تعالیٰ حق کے اظہار سے نہیں شرماتا تو کیا عورت کو بھی نہانا پڑے گا جب وہ نیند میں وہی کچھ دیکھے جو مرد دیکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! جب وہ پانی (منی) دیکھے تو غسل کرے۔'' ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے اس سے کہا: اے ام سلیم! تو نے تو عورتوں کو رسوا کر ڈالا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

١٢٢- أخرجه مسلم، الحيض، باب وجوب الغسل على المرأة بخروج المني منها، ح:٣١٣ عن محمد بن أبي عمر، والبخاري، الغسل، باب: إذا احتلمت المرأة، ح: ٢٨٢ من حديث هشام به ❊ وفي الباب عن أم سليم [مالك في الموطأ: ١/ ٥١ وأحمد: ٦/ ٣٧٦] وخولة، [ابن ماجه، ح: ٦٠٢] وعائشة [مسلم، ح: ٣١٤] وأنس، [مسلم، ح: ٣١٢].

قَوْلُ عَامَّةِ الْفُقَهَاءِ: أَنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا رَأَتْ فِي الْمَنَامِ مِثْلَ مَا يَرَى الرَّجُلُ فَأَنْزَلَتْ: أَنَّ عَلَيْهَا الْغُسْلَ. وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَالشَّافِعِيُّ. [قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ سُلَيْمٍ، وَخَوْلَةَ، وَعَائِشَةَ، وَأَنَسٍ.

سب فقہاء کا قول ہے کہ جب عورت نیند میں مرد جیسی کیفیت سے دو چار ہو اور اسے انزال ہو جائے تو اسے نہانا ہوگا۔ سفیان ثوری اور شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ اس مسئلے میں سیدہ ام سلیم، خولہ، عائشہ اور سیدنا انس ﷺ کی روایات آئی ہیں۔

فوائد و مسائل: ① سیدہ ام سلیم ﷺ نے ایک ایسا سوال پوچھا جس کے پوچھنے سے عورتیں حیا محسوس کرتی ہیں لیکن پوچھنے سے پہلے بطور معذرت یہ عرض کیا کہ حق پوچھنے میں شرم آڑے نہیں آنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ حق کے بیان میں شرماتا نہیں ہے لیکن خالق اور مخلوق کی حیا، ان کی اپنی اپنی حیثیت اور مقام کے مطابق ہے دونوں میں کوئی نسبت اور مماثلت نہیں ہے۔ ② مذکورہ بالا مسئلے میں تمام امت کا سوائے امام نخعی کے اتفاق ہے کہ اگر عورت کو احتلام ہو جائے تو اس پر غسل واجب ہے۔ مگر یہ انتہائی شاذ و نادر ہوتا ہے، اسی لیے اس پر سیدہ عائشہ اور ام سلمہ ﷺ نے تعجب کا اظہار فرمایا تھا اور کہا تھا کہ تم نے یہ سوال کر کے عورتوں کو رسوا کر دیا ہے۔

(المعجم ٩١) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الرَّجُلِ يَسْتَدْفِئُ بِالْمَرْأَةِ بَعْدَ الْغُسْلِ (التحفة ٩١)

باب: 91۔ غسل کر لینے کے بعد مرد کا اپنی بیوی سے (بدن سے بدن ملا کر) سردی دور کرنا

١٢٣- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ حُرَيْثٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: رُبَّمَا اغْتَسَلَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْجَنَابَةِ، ثُمَّ جَاءَ فَاسْتَدْفَأَ بِي، فَضَمَمْتُهُ إِلَيَّ وَلَمْ أَغْتَسِلْ.

[123] سیدہ عائشہ ﷺ بیان فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ بسا اوقات غسل جنابت کرنے کے بعد آتے اور مجھ سے گرمی حاصل کرتے تو میں آپ ﷺ کو اپنے ساتھ چمٹا لیتی جبکہ میں نے غسل نہیں کیا ہوتا تھا۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ لَيْسَ بِإِسْنَادِهِ بَأْسٌ. وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ: أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا اغْتَسَلَ فَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَسْتَدْفِئَ بِامْرَأَتِهِ وَيَنَامَ مَعَهَا قَبْلَ أَنْ تَغْتَسِلَ الْمَرْأَةُ وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ.

ابو عیسیٰ (امام ترمذی ﷫) فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند میں کوئی حرج نہیں، یعنی یہ حدیث قابلِ حجت اور قابلِ اعتبار ہے۔ صحابہ اور تابعین میں سے بہت سے اہل علم کا یہی قول ہے کہ جب مرد غسل کر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ اپنی بیوی سے گرمی حاصل کرے اور اس کے ساتھ لیٹ جائے، خواہ اس نے غسل نہ بھی کیا ہو۔ سفیان ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق ﷭ کا بھی یہی قول ہے۔

فوائد و مسائل: ① یہ حدیث سنداً ضعیف ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف اس کی نسبت درست نہیں، تاہم بعض صحابہ

١٢٣- [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب: في الجنب يستدفىء بامرأته قبل أن تغتسل، ح: ٥٨٠ من حديث حريث بن أبي مطر به وهو ضعيف كما في التقريب وغيره.

کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے ایسا کرنا ثابت ہے۔ (المصنف لابن أبي شيبة، الطهارة: 75/1) ② چونکہ جنابت حکمی نجاست ہے اور اس سے انسان کا بدن نجس نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث: 121 کے تحت گزر چکا ہے، لہٰذا گرمی حاصل کرنے کی ضرورت یا حسن معاشرت اور فطرتی مودّت ورحمت کے سبب سے ایک فریق کے غسل کے بعد دوسرے کے ساتھ لیٹ لپٹ جانے میں کوئی حرج نہیں اور یہ اتفاقی مسئلہ ہے۔

(المعجم ٩٢) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] التَّيَمُّمِ لِلْجُنُبِ إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ (التحفة ٩٢)

باب: 92۔ جنبی کو اگر پانی نہ ملے تو وہ تیمم کرلے

١٢٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ بُجْدَانَ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الصَّعِيدَ الطَّيِّبَ طَهُورُ الْمُسْلِمِ، وَإِنْ لَّمْ يَجِدِ الْمَاءَ عَشْرَ سِنِينَ، فَإِذَا وَجَدَ الْمَاءَ فَلْيُمِسَّهُ بَشَرَتَهُ، فَإِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ».

[124] سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقینا مسلمان کے لیے پاک مٹی طہارت کا ذریعہ ہے اگرچہ دس سال تک پانی نہ ملے۔ پھر جب پانی مل جائے تو اسے اپنے جسم کو لگائے، بلاشبہ یہ بہتر ہے۔''

وَقَالَ مَحْمُودٌ فِي حَدِيثِهِ: «إِنَّ الصَّعِيدَ [الطَّيِّبَ] وَضُوءُ الْمُسْلِمِ». [قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَهٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ بُجْدَانَ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ. وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ رَجُلٍ مِّنْ بَنِي عَامِرٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ وَلَمْ يُسَمِّهِ. [قَالَ]: وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ]. وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ الْفُقَهَاءِ: أَنَّ الْجُنُبَ وَالْحَائِضَ إِذَا لَمْ يَجِدَا الْمَاءَ تَيَمَّمَا

محمود کی روایت میں طَهُورُ کی جگہ وَضُوءُ کا لفظ آیا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ، عبداللہ بن عمرو اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہم کی روایات آئی ہیں۔ نیز وہ فرماتے ہیں: یہ حدیث بہت سے راویوں نے خالد الحذاء سے ابوقلابہ اور ابوذر کے درمیان عمرو بن بجدان کے واسطے سے بیان کی ہے۔ جبکہ ایوب نے یہ حدیث ابوقلابہ سے بنی عامر کے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کی ہے اور اس کا نام نہیں لیا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اکثر فقہاء کا یہی قول ہے کہ

١٢٤ـ أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الجنب يتيمم، ح: ٣٣٢ من حديث خالد الحذاء به وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٢٩٢ وابن حبان (الإحسان): ١٣٠٨-١٣١٠ والحاكم: ١/ ١٧٦-١٧٧ والذهبي وغيرهم وله شاهد من حديث أبي هريرة رضي الله عنه * وفي الباب عن أبي هريرة، [أحمد: ٢/ ٢٧٨، ٣٥٢] وعبدالله بن عمرو، [أحمد: ٢/ ٢٢٥] و عمران بن حصين، [البخاري، ح: ٣٤٨ ومسلم، ح: ٦٨٢] * أثر ابن مسعود، [أخرجه البخاري (ح: ٣٤٥) وغيره ورجوعه ينظر فيه].

وَصَلِّيَا. وَيُرْوٰى عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ: أَنَّهُ كَانَ لَا يَرَى التَّيَمُّمَ لِلْجُنُبِ، وَإِنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ. وَيُرْوٰى عَنْهُ: أَنَّهُ رَجَعَ عَنْ قَوْلِهِ، فَقَالَ: يَتَيَمَّمُ إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ. وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَمَالِكٌ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ.

جنبی اور حائضہ کو اگر پانی نہ ملے تو تیمم کر کے نماز پڑھیں۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ وہ جنبی کے لیے تیمم کے قائل نہیں تھے اگرچہ اسے پانی میسر نہ ہو۔ ان سے یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا اور فرمایا: جب پانی نہ ملے تو تیمم کر لے۔ امام سفیان ثوری، مالک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

فوائد و مسائل: ① جب پانی نہ ملے تو حدث اصغر (جس سے صرف وضو واجب ہوتا ہے) کی طرح حدث اکبر (جس سے غسل واجب ہوتا ہے) کے لیے تیمم کے جائز ہونے پر سب علماء وفقہاء کا اتفاق ہے۔ سیدنا عمر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی طرف عدم جواز کا قول منسوب ہے لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی تیمم کے جواز کے قائل تھے اور محض سد ذریعہ کے طور پر روکتے تھے کہ کہیں لوگ اس کو بہانا بنا کر پانی ہوتے ہوئے بھی سردی کے عذر سے تیمم کرنا شروع نہ کر دیں۔ (صحیح البخاري، التيمم، حديث: 346، وصحيح مسلم، الحيض، حديث: 368) ② اگر کوئی شخص پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو، مثلاً: بیماری یا سخت سردی کی وجہ سے تو اس کے لیے بھی تیمم کرنا جائز ہے، تاہم یہ شدید مجبوری کی صورت میں ہے۔ ③ غسل کے لیے تیمم کا طریقہ وہی ہے جو وضو کے لیے ہے۔ اس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آئے گی۔

(المعجم ٩٣) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الْمُسْتَحَاضَةِ (التحفة ٩٣)

باب: 93۔ مستحاضہ کا حکم

١٢٥- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَعَبْدَةُ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ ابْنَةُ أَبِي حُبَيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ، أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ: «لَا، إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ، وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي».

قَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ فِي حَدِيثِهِ: وَقَالَ: «تَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلَاةٍ حَتّٰى يَجِيءَ ذٰلِكَ الْوَقْتُ». [قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ

[125] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابی حبیش نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور پوچھا: اے اللہ کے رسول! میں ایک ایسی عورت ہوں جسے استحاضہ آتا ہے اور میں پاک نہیں رہتی، تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں، یہ تو بس ایک رگ ہے، حیض نہیں ہے، چنانچہ جب حیض شروع ہو جائے تو نماز چھوڑ دیا کرو اور جب وہ ختم ہو جائے تو اپنے (جسم) سے خون کو دھو کر نماز پڑھا کرو۔“

ابو معاویہ اپنی حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہر نماز کے لیے وضو کیا کرو حتی کہ وہ (حیض کا)

١٢٥- أخرجه مسلم، الحيض، باب المستحاضة وغسلها وصلاتها، ح: ٣٣٣ من حديث وكيع، والبخاري، الوضوء، باب غسل الدم، ح: ٢٢٨ من حديث أبي معاوية الضرير من حديث هشام به * وفي الباب عن أم سلمة، [أبو داود، ح: ٢٧٦ وابن ماجه، ح: ٦٢٣].

أُمِّ سَلَمَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَائِشَةَ: [جَاءَتْ فَاطِمَةُ] حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ. وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَمَالِكٌ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ: أَنَّ الْمُسْتَحَاضَةَ إِذَا جَاوَزَتْ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا اغْتَسَلَتْ وَتَوَضَّأَتْ لِكُلِّ صَلَاةٍ.

وقت آجائے۔'' اس مسئلے میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت بھی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث حسن صحیح ہے۔ صحابہ اور تابعین میں سے بہت سے اہل علم کا یہی قول ہے۔ سفیان ثوری، مالک، ابن المبارک اور شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مستحاضہ کے جب حیض کے دن گزر جائیں تو وہ نہائے اور ہر نماز کے لیے وضو کرے۔

لغوی تشریح: [اَلْمُسْتَحَاضَةُ] وہ عورت جسے استحاضہ ہوتا ہے۔ استحاضہ، حیض سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں: بہنا۔ اور استحاضہ کے معنی ہوئے کثرت اور مبالغے کے ساتھ بہنا۔ حیض سے مراد وہ خون ہے جو بالغ عورت کو صحت و تندرستی کی حالت میں متعین دنوں میں آتا ہے اور رحم کی گہرائی سے نکلتا ہے۔ استحاضہ وہ خون ہے جو بالغ عورت کو غیر معینہ دنوں میں بیماری کی وجہ سے آتا ہے۔ اس کا سبب کبھی اس رگ کا پھٹنا ہوتا ہے جو رحم سے خارج ہے اور عاذل کہلاتی ہے۔ یہ عام طور پر بیماری کی وجہ سے آتا ہے جس کے بارے میں اطبائے قدیم و جدید کا نظریہ یہ ہے کہ وہ رحم کی گہرائی سے نکلتا ہے۔ بعض دفعہ شیطان کے کچوکا لگانے سے آتا ہے تاکہ عورت پریشان رہے اور طہر اور حیض کا تعین نہ کر سکے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر استحاضہ بیماری کے سبب سے ہو تو وہ حیض کی طرح رحم کی گہرائی سے نکلے گا اور جب رگ عاذل پھٹے گی تو پھر خون رحم کی گہرائی سے نہیں نکلے گا۔ أَقْرَاءٌ، قُرْءٌ کی جمع ہے۔ اس کا اطلاق طہر اور حیض دونوں پر ہوجاتا ہے لیکن اس حدیث میں حیض مراد ہے۔

فائدہ: حیض عام طور پر تمام بالغ عورتوں کو آتا ہے لیکن کسی صحیح حدیث سے اس کے ایام کی تحدید اور تعیین ثابت نہیں، کیونکہ تمام عورتوں کی حالت یکساں نہیں ہوتی۔ علاقہ، آب و ہوا، عمر، موسم، خوراک اور مزاج کا اختلاف ان کے ایام ماہواری میں فرق کا باعث بنتا ہے، اس لیے حیض اور استحاضہ کے مسائل میں اصل چیز متعلقہ عورت کی عادت ہے۔ جتنے دن عام طور پر کسی عورت کو ماہواری کا خون آتا ہو اتنے دن حیض سمجھا جائے گا، لہٰذا جب وہ دن شروع ہوجائیں تو وہ نماز چھوڑ دے اور جب وہ دن ختم ہوجائیں تو نہا کر نماز پڑھنا شروع کردے۔ اگر اسے استحاضہ شروع ہوجائے تو پھر اس کی مختلف صورتیں ہیں جن کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

(المعجم ۹۴) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْمُسْتَحَاضَةَ تَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ (التحفة ۹۴)

باب: 94۔ مستحاضہ ہر نماز کے لیے وضو کرے گی

۱۲۶- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي الْيَقْظَانِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَنِ

[126] عدی بن ثابت اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مستحاضہ کے

۱۲۶۔[صحيح لغيره] أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب ماجاء في المستحاضة التي قد عدت . . . إلخ، ح: ٦٢٥ من حديث شريك القاضي به وللحديث شواهد منها، ح: ١٢٨.

النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ: «تَدَعُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا الَّتِي كَانَتْ تَحِيضُ فِيهَا، ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ، وَتَصُومُ، وَتُصَلِّي».

بارے میں فرمایا: ”وہ اپنے حیض کے دنوں میں نماز چھوڑ دے، جن میں اسے پہلے حیض آتا تھا، پھر وہ نہا کر ہر نماز کے لیے وضو کرے، روزہ رکھے اور نماز پڑھے۔“

١٢٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ. نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ.

[127] امام ترمذی علی بن حجر کی سند سے اس کے ہم معنی ایک اور روایت بیان کرتے ہیں۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ قَدْ تَفَرَّدَ بِهِ شَرِيكٌ عَنْ أَبِي الْيَقْظَانِ. [قَالَ]: وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ، فَقُلْتُ: عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، جَدُّ عَدِيٍّ، مَا اسْمُهُ؟ فَلَمْ يَعْرِفْ مُحَمَّدٌ اسْمَهُ. وَذَكَرْتُ لِمُحَمَّدٍ قَوْلَ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ [أَنَّ] اسْمَهُ دِينَارٌ فَلَمْ يَعْبَأْ بِهِ. وَقَالَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ: إِنِ اغْتَسَلَتْ لِكُلِّ صَلَاةٍ هُوَ أَحْوَطُ لَهَا، وَإِنْ تَوَضَّأَتْ لِكُلِّ صَلَاةٍ أَجْزَأَهَا، وَإِنْ جَمَعَتْ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِغُسْلٍ [وَاحِدٍ] أَجْزَأَهَا.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی ؒ) فرماتے ہیں: اس حدیث کو ابویقظان سے بیان کرنے میں شریک اکیلا ہے۔ میں نے اس حدیث کے بارے میں امام محمد، یعنی امام بخاری ؒ سے پوچھا کہ عدی کے دادا کا کیا نام ہے؟ تو انھیں اس کا نام معلوم نہ تھا۔ میں نے انھیں بتایا کہ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ اس کا نام دینار ہے، تو انھوں نے اس کو کوئی اہمیت نہ دی۔ امام احمد اور اسحاق ؒ کا قول ہے کہ مستحاضہ اگر ہر نماز کے لیے غسل کرے تو یہ محتاط عمل ہے اور اگر ہر نماز کے لیے وضو کرے یا ایک غسل کے ساتھ دو نمازیں اکٹھی پڑھ لے تو بھی اس کے لیے کافی ہے۔

فائدہ: جب عورت کو اپنے ایام حیض معلوم ہوں تو وہ ان کے ختم ہوجانے کے بعد غسل کرے اور ہر نماز کے لیے وضو کرے۔

(المعجم ٩٥) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الْمُسْتَحَاضَةِ: أَنَّهَا تَجْمَعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِغُسْلٍ وَاحِدٍ (التحفة ٩٥)

باب: 95- مستحاضہ ایک غسل کے ساتھ دو نمازیں اکٹھی کرے

١٢٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ عَمِّهِ عِمْرَانَ بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أُمِّهِ حَمْنَةَ بِنْتِ

[128] سیدہ حمنہ بنت جحش ؓ بیان کرتی ہیں کہ مجھے بڑی کثرت کے ساتھ سخت استحاضہ آتا تھا تو میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تاکہ (آپ کو حقیقت بتا کر) فتویٰ پوچھ سکوں، چنانچہ میں نے آپ کو اپنی بہن زینب

١٢٧- انظر الحديث السابق.

١٢٨- أخرجه أبو داود، الطهارة، باب: إذا أقبلت الحيضة تدع الصلاة، ح: ٢٨٧ من حديث زهير به وحسنه البغوي والألباني وغيره.

جَحْشٍ قَالَتْ: كُنْتُ أُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَبِيرَةً شَدِيدَةً، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَسْتَفْتِيهِ وَأُخْبِرُهُ، فَوَجَدْتُهُ فِي بَيْتِ أُخْتِي زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي أُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَبِيرَةً شَدِيدَةً، فَمَا تَأْمُرُنِي فِيهَا، قَدْ مَنَعَتْنِي الصِّيَامَ وَالصَّلَاةَ؟ قَالَ: «أَنْعَتُ لَكِ الْكُرْسُفَ، فَإِنَّهُ يُذْهِبُ الدَّمَ» قَالَتْ: هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ: «فَتَلَجَّمِي». قَالَتْ: هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ؟ قَالَ: «فَاتَّخِذِي ثَوْبًا». قَالَتْ: هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ إِنَّمَا أَثُجُّ ثَجًّا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «سَآمُرُكِ بِأَمْرَيْنِ: أَيَّهُمَا صَنَعْتِ أَجْزَأَ عَنْكِ، فَإِنْ قَوِيتِ عَلَيْهِمَا فَأَنْتِ أَعْلَمُ». فَقَالَ: «إِنَّمَا هِيَ رَكْضَةٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ، فَتَحَيَّضِي سِتَّةَ أَيَّامٍ أَوْ سَبْعَةَ أَيَّامٍ فِي عِلْمِ اللهِ، ثُمَّ اغْتَسِلِي، فَإِذَا رَأَيْتِ أَنَّكِ قَدْ طَهُرْتِ وَاسْتَنْقَأْتِ، فَصَلِّي [أَرْبَعًا] وَعِشْرِينَ لَيْلَةً، أَوْ [ثَلَاثًا] وَعِشْرِينَ لَيْلَةً وَأَيَّامَهَا، وَصُومِي وَصَلِّي، فَإِنَّ ذٰلِكَ يُجْزِئُكِ، وَكَذٰلِكِ فَافْعَلِي، كَمَا تَحِيضُ النِّسَاءُ وَكَمَا يَطْهُرْنَ لِمِيقَاتِ حَيْضِهِنَّ وَطُهْرِهِنَّ، فَإِنْ قَوِيتِ عَلَى أَنْ تُؤَخِّرِي الظُّهْرَ وَتُعَجِّلِي الْعَصْرَ ثُمَّ تَغْتَسِلِينَ حِينَ تَطْهُرِينَ وَتُصَلِّينَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا، ثُمَّ تُؤَخِّرِينَ الْمَغْرِبَ، وَ تُعَجِّلِينَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ تَغْتَسِلِينَ، وَتَجْمَعِينَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ - فَافْعَلِي، وَتَغْتَسِلِينَ مَعَ الصُّبْحِ وَتُصَلِّينَ، وَكَذٰلِكِ فَافْعَلِي، وَصُومِي إِنْ قَوِيتِ عَلَى ذٰلِكِ» فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَهُوَ أَعْجَبُ الْأَمْرَيْنِ إِلَيَّ».

بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر میں پایا اور پوچھا: اے اللہ کے رسول! مجھے کثرت کے ساتھ زور دار استحاضہ آتا ہے، لہٰذا آپ مجھے اس بارے میں کیا حکم دیتے ہیں، اس نے تو مجھے نماز اور روزے سے روک رکھا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''میں تیرے لیے روئی تجویز کرتا ہوں، وہ خون جذب کر لے گی۔'' اس نے عرض کیا: وہ اس سے زیادہ ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تو لنگوٹ باندھ لیا کر۔'' اس نے کہا: وہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ آپ نے فرمایا: ''(لنگوٹی کے نیچے) کپڑا باندھ لے۔'' اس نے کہا: وہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ میں تو بہت زیادہ خون بہاتی ہوں؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں تمھیں دو چیزیں بتاتا ہوں، ان میں جس پر بھی تو عمل کر لے تجھے کفایت کرے گا۔ اور اگر تجھے دونوں کی طاقت ہو تو تو بہتر جانتی ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ شیطان کا کچوکا ہے۔ تو اللہ کے علم کے مطابق چھ یا سات دن حیض شمار کیا کر، پھر نہا لیا کر اور جب تو سمجھے کہ تو پاک ہو گئی ہے اور صاف ہو چکی ہے تو چوبیس یا تیئیس دن رات نماز پڑھ اور روزہ رکھ، یہ تجھے کفایت کر جائے گا۔ اور ایسے ہی کر جس طرح عورتیں حائضہ ہوتی ہیں اور وہ پاک ہوتی ہیں اپنے حیض اور طہر کے وقت پر۔ اور اگر تجھے یہ طاقت ہو کہ تو ظہر کو مؤخر کرے اور عصر کو پہلے کر لے تو طہارت کے لیے غسل کر کے ظہر اور عصر کو اکٹھے پڑھ لے، پھر مغرب کو مؤخر کر لے اور عشاء کو جلدی کر لے، اور غسل کر کے دونوں نمازوں کو اکٹھا کر سکتی ہو تو ایسا کر لے اور صبح کو نہا کر نماز پڑھ لیا کر اور ایسے ہی کر، اور اگر روزہ رکھ سکتی ہو تو روزہ رکھ لے۔'' اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ طریقہ مجھے دونوں باتوں میں سے زیادہ پسند ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَرَوَاهُ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو الرَّقِّيُّ، وَابْنُ جُرَيْجٍ، وَشَرِيكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ عَمِّهِ عِمْرَانَ، عَنْ أُمِّهِ حَمْنَةَ، إِلَّا أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ يَقُولُ: عُمَرُ بْنُ طَلْحَةَ، وَالصَّحِيحُ عِمْرَانُ بْنُ طَلْحَةَ. [قَالَ]: وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ؟ فَقَالَ: هُوَ حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ]. وَهٰكَذَا قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: هُوَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَالَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ: إِذَا كَانَتْ تَعْرِفُ حَيْضَهَا بِإِقْبَالِ الدَّمِ وَإِدْبَارِهِ، - فَإِقْبَالُهُ أَنْ يَكُونَ أَسْوَدَ، وَإِدْبَارُهُ أَنْ يَتَغَيَّرَ إِلَى الصُّفْرَةِ -: فَالْحُكْمُ فِيهَا عَلٰى حَدِيثِ فَاطِمَةَ بِنْتِ أَبِي حُبَيْشٍ، وَإِنْ كَانَتِ الْمُسْتَحَاضَةُ لَهَا أَيَّامٌ مَعْرُوفَةٌ قَبْلَ أَنْ تُسْتَحَاضَ: فَإِنَّهَا تَدَعُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ وَتُصَلِّي، وَإِذَا اسْتَمَرَّ بِهَا الدَّمُ وَلَمْ يَكُنْ لَهَا أَيَّامٌ مَعْرُوفَةٌ وَلَمْ تَعْرِفِ الْحَيْضَ بِإِقْبَالِ الدَّمِ وَإِدْبَارِهِ: فَالْحُكْمُ لَهَا عَلٰى حَدِيثِ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ. [وَكَذٰلِكَ قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ]. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: الْمُسْتَحَاضَةُ إِذَا اسْتَمَرَّ بِهَا الدَّمُ فِي أَوَّلِ مَا رَأَتْ فَدَامَتْ عَلٰى ذٰلِكَ. فَإِنَّهَا تَدَعُ الصَّلَاةَ مَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَإِذَا طَهُرَتْ فِي خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا أَوْ قَبْلَ ذٰلِكَ: فَإِنَّهَا أَيَّامُ حَيْضٍ، فَإِذَا رَأَتِ الدَّمَ أَكْثَرَ مِنْ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا: فَإِنَّهَا تَقْضِي صَلَاةَ أَرْبَعَةَ عَشَرَ يَوْمًا، ثُمَّ تَدَعُ الصَّلَاةَ بَعْدَ ذٰلِكَ، أَقَلَّ مَا تَحِيضُ النِّسَاءُ، وَهُوَ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي أَقَلِّ الْحَيْضِ وَأَكْثَرِهِ: فَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ یہ روایت عبید اللہ بن عمرو رقی، ابن جریج اور شریک بیان کرتے ہیں۔ ابن جریج نے عمر بن طلحہ کہا ہے جبکہ صحیح عمران بن طلحہ ہے۔ میں نے محمد (امام بخاری رحمہ اللہ) سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ مستحاضہ کے بارے میں کہتے ہیں: اگر وہ اپنے حیض کو خون کی آمد اور خاتمے سے پہچانتی ہو کہ شروع میں سیاہ ہوتا ہے اور آخری دنوں میں زرد ہوجاتا ہے تو اس کے لیے حکم فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مطابق ہے۔ اور اگر استحاضہ کے شروع ہونے سے پہلے حیض کے دن معلوم ہو چکے ہوں تو وہ حیض کے (معروف) دن نماز چھوڑ دے پھر غسل کرے اور ہر نماز کے لیے وضو کر کے نماز پڑھے۔ اور اگر اس کا خون مسلسل ہو اور اس کے حیض کے دن معلوم و متعین نہ ہو چکے ہوں اور اسے حیض کی شناخت، خون کی آمد اور اس کے خاتمے سے بھی نہ ہو سکے تو پھر اس کے لیے حکم حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مطابق ہوگا۔ ابوعبید کا قول بھی یہی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اگر مستحاضہ کا خون شروع دن ہی سے مسلسل ہو اور ہمیشہ ایسے ہی رہے تو وہ اس کی آمد سے لے کر پندرہ دن تک نماز چھوڑے رکھے، پھر اگر وہ پندرہ دن یا اس سے پہلے پاک ہو جائے تو وہ سب دن حیض کے شمار ہوں گے اور اگر وہ خون پندرہ دن سے زائد ہو جائے تو وہ چودہ دن کی نماز کی قضا ادا کرے اور آیندہ کے لیے عورتوں کے کم از کم حیض کے دن، یعنی ایک دن، رات نماز چھوڑا کرے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اہل علم میں حیض کے کم از کم اور زیادہ سے زیادہ ایام کے

الْعِلْمِ: أَقَلُّ الْحَيْضِ ثَلَاثَةٌ، وَأَكْثَرُهُ عَشَرَةٌ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ، وَبِهِ يَأْخُذُ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَرُوِيَ عَنْهُ خِلَافُ هٰذَا. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ، مِنْهُمْ عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ: أَقَلُّ الْحَيْضِ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ، وَأَكْثَرُهُ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا. وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ، وَالْأَوْزَاعِيِّ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ، وَأَبِي عُبَيْدٍ.

بارے میں اختلاف ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک کم از کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہیں۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔ ابن مبارک کا بھی ایک قول یہی ہے، دوسرا قول اس کے خلاف ہے۔ بعض اہل علم کا خیال ہے جن میں عطاء بن ابی رباح بھی ہیں کہ کم از کم حیض ایک دن رات اور زیادہ سے زیادہ پندرہ دن ہے۔ امام مالک، اوزاعی، شافعی، احمد، اسحاق اور ابوعبید رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

فوائد و مسائل: ① حائضہ اور مستحاضہ عورت کی درج ذیل تین صورتیں ہو سکتی ہیں: ○ اگر عورت کو اپنے ایام ماہواری معلوم ہوں کہ وہ کتنے دن نماز چھوڑتی ہے، پھر اسے استحاضے کی بیماری لگ گئی تو ایسی عورت اپنے سابقہ معمول کے مطابق حیض کے دنوں میں نماز چھوڑے رکھے گی، پھر ان دنوں کے گزر جانے پر غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے گی کیونکہ اب اس کا حکم پاک عورت والا ہے جیسا کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ سے ایسی عورت کے متعلق مسئلہ پوچھا جو استحاضے کا خون بہاتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ ہر مہینے میں اپنے حیض کے دن رات شمار کر لے اور نماز چھوڑ دے پھر (ان دنوں کے اختتام پر) غسل کرے اور لنگوٹ باندھ کر نماز پڑھے۔'' ○ ایسی عورت جسے ایام ماہواری معلوم نہ ہوں یا وہ بھول گئی ہو یا ابھی اس کے ایام کا پہلی مرتبہ آغاز ہوا ہو یا حیض اور استحاضے کے خون میں فرق نہ کر سکتی ہو تو ایسی عورت ہر ماہ چھ یا سات دن حیض کے شمار کر کے نماز چھوڑ دے۔ پھر نماز پڑھنا شروع کر دے۔ اگر ہر نماز کے لیے غسل کر سکے تو کر لے یا ظہر اور عصر، مغرب اور عشاء کو ایک ایک غسل کے ساتھ جمع کر کے پڑھ لے اور نماز فجر کے لیے الگ غسل کر لے جیسا کہ سیدہ حمنہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے، تاہم دوسری صحیح روایات کی رُو سے یہ ضروری نہیں ہے۔ اس کے لیے یہ بھی کافی ہے کہ ایام حیض کے بعد غسل کر کے پاک ہو جائے اور پھر ہر نماز کے لیے وضو کر لیا کرے۔ ○ ایسی عورت جسے اپنے ایام ماہواری کا علم ہو اور وہ حیض و استحاضے کے خون میں فرق کر سکتی ہو تو وہ ایام حیض گزر جانے پر غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے۔ ② مستحاضہ کے لیے جمع صوری (ظہر کو آخری وقت اور عصر کو پہلے وقت میں پڑھنا) بھی جائز ہے اور جمع حقیقی بھی کر سکتی ہے۔ جمع کی جانے والی دو نمازوں کے درمیان اسے وضو کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس صورت میں غسل کے ساتھ کیا جانے والا ایک ہی وضو دونوں نمازوں سے کفایت کر جائے گا۔ دیکھیے: (المغني لابن قدامة: 424/1) اور سنن ابوداود کی جس روایت میں ہے: [تتوضأ فيما بين ذٰلك] تو اس کا صحیح مفہوم یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس فرض کے علاوہ کوئی اور نماز پڑھنا چاہتی ہے تو اس کے لیے غسل کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ وضو ہی کافی ہے۔ گویا استحاضے والی (مستحاضہ) اگر ایک غسل سے دو نمازیں اکٹھی پڑھے گی تو پھر اس کے لیے ایک وضو سے دو نمازیں پڑھنی جائز ہیں لیکن اگر ایک غسل یا صرف وضو پر اکتفا کرتے ہوئے نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کرے گی تو پھر ہر نماز کے لیے وضو ضروری ہو گا۔ ③ بعض لوگ اشتراک وقت کا جو فلسفہ پیش کرتے ہیں کہ ظہر کے بعد ایک گھڑی ظہر اور عصر میں مشترک ہے اور مسافر اور معذور کو اس میں نمازیں جمع کرنے کی اجازت ہے، اسی طرح مغرب اور عشاء کے درمیان بھی ایک

وقت مشترک ہے تو یہ سراسر باطل فلسفہ ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: سنن النسائی، طبع دارالسلام، کی کتاب الصلاۃ کا ابتدائیہ۔ یہ نہایت عمدہ اور مفصل مقالہ ہے۔ اہل علم اوقات نماز کی تحدید کے لیے اس سے ضرور استفادہ کریں۔

(المعجم ٩٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ: أَنَّهَا تَغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ (التحفة ٩٦)

باب: 96۔ مستحاضہ ہر نماز کے لیے غسل کرے گی

١٢٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتِ: اسْتَفْتَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ ابْنَةُ جَحْشٍ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَقَالَتْ: إِنِّي أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ، أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ؟ فَقَالَ: «لَا، إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ، فَاغْتَسِلِي ثُمَّ صَلِّي». فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ.

قَالَ قُتَيْبَةُ: قَالَ اللَّيْثُ: لَمْ يَذْكُرِ ابْنُ شِهَابٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَمَرَ أُمَّ حَبِيبَةَ أَنْ تَغْتَسِلَ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ، وَلٰكِنَّهُ شَيْءٌ فَعَلَتْهُ هِيَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَيُرْوٰى هٰذَا الْحَدِيثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ: اسْتَفْتَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ جَحْشٍ [رَسُولَ اللهِ ﷺ]. وَقَدْ قَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: الْمُسْتَحَاضَةُ تَغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ. وَرَوَى الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ.

[129] سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ ام حبیبہ بنت جحش ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ پوچھا کہ میں استحاضہ آنے کی وجہ سے پاک نہیں رہتی تو کیا میں نماز چھوڑ سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، یہ تو ایک رگ ہے، اس لیے نہا کر نماز پڑھ لے۔“ چنانچہ وہ ہر نماز کے لیے غسل کیا کرتی تھیں۔

قتیبہ کہتے ہیں: امام لیث ؒ بیان کرتے ہیں کہ ابن شہاب نے یہ بیان نہیں کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ ام حبیبہ ؓ کو ہر نماز کے لیے غسل کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ کام تو انھوں نے اپنے طور پر کیا تھا۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی ؒ) فرماتے ہیں: یہ حدیث زہری، عروہ کے بجائے عمرہ سے بھی بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ ؓ نے فرمایا: ام حبیبہ بنت جحش ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ مستحاضہ ہر نماز کے لیے غسل کرے۔ امام اوزاعی یہ روایت زہری سے عروہ اور عمرہ دونوں سے مشترکہ طور پر بیان کرتے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① جمہور علماء، صحابہ و تابعین اور ائمۂ اربعہ کا موقف یہ ہے کہ مستحاضہ کے لیے حیض کے خاتمے پر غسل کرنا فرض ہے، اس کے بعد ہر نماز کے لیے وضو فرض ہے۔ بعض صحابہ و تابعین کے نزدیک ہر نماز کے لیے غسل ضروری ہے اور بعض کے نزدیک ہر دن کے لیے غسل ضروری ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ غسل صرف ایک دفعہ ضروری ہے اور وضو ہر نماز کے لیے۔ باقی صورتوں میں سے کسی پر عمل کرنا بہتر اور مستحب ہے، لازم نہیں۔ ② جس آدمی کا وضو کسی وجہ سے برقرار نہ رہ سکتا ہو اس کا بھی

١٢٩- أخرجه مسلم، الحيض، باب المستحاضة وغسلها وصلاتها، ح: ٣٣٤ عن قتيبة به.

یہی حکم ہے کہ ہر نماز کے لیے وضو کر لے اور اگر دوران نماز میں وضو ٹوٹ جاتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ ③ نماز سے مراد صرف فرائض ہی نہیں بلکہ اس سے متعلقہ نوافل وسنن وغیرہ بھی پڑھ سکتی ہے کیونکہ یہ بات نص کی دلالت سے ظاہر ہے کہ جب نماز کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد فرائض وسنن ہی ہوتے ہیں۔ اسی طرح نماز سے متصل تلاوت قرآن اور اذکار بھی اسی وضو سے جائز ہوں گے کیونکہ مستحاضہ کا حکم پاک عورتوں والا ہی ہے۔ صرف ہر نماز کے لیے وضو کرنا اس کے لیے ضروری ہے۔ ...... رحم وغیرہ کے آپریشن کے بعد اگر کسی عورت کو یہ عارضہ لاحق ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ شیخ عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر رحم کو بالکل نکال دیا جائے یا بالکل بند کر دیا جائے کہ حیض کا خون نکلنے کا امکان ہی نہ رہے تو ایسی عورت کو اگر خون آتا ہے تو اس کا حکم مستحاضہ والا نہیں ہوگا بلکہ اس کے خون کا حکم حیض کے بعد آنے والی رطوبت کا ہوگا اور وہ نمازیں پڑھے گی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اسے حیض آنے کا امکان ہے تو اس صورت میں اس کے احکام مستحاضہ والے ہوں گے۔ کیونکہ مستحاضہ کے احکام اس کے لیے ہوں گے جسے حیض آتا ہو اور جسے حیض نہ آتا ہو اس کا حکم مستحاضہ والا نہیں ہوگا۔ واللہ أعلم. (فتاوی ابن عثیمین: 324/11)

(المعجم ۹۷) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحَائِضِ: أَنَّهَا لَا تَقْضِي الصَّلَاةَ (التحفة ۹۷)

باب: 97۔ حائضہ عورت پر نماز کی قضا نہیں ہے

۱۳۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مُعَاذَةَ: أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أَتَقْضِي إِحْدَانَا صَلَاتَهَا أَيَّامَ مَحِيضِهَا؟ فَقَالَتْ: أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ؟ قَدْ كَانَتْ إِحْدَانَا تَحِيضُ فَلَا تُؤْمَرُ بِقَضَاءٍ.

[130] سیدہ معاذہ رحمہا اللہ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا ہمیں ایام حیض کی نمازوں کی قضا دینی ہوگی؟ انھوں نے فرمایا: ”کیا تم حروریہ (خارجیہ) ہو؟ ہمیں بھی حیض آتا تھا تو ہمیں قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔“

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ: أَنَّ الْحَائِضَ لَا تَقْضِي الصَّلَاةَ. وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ الْفُقَهَاءِ، لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ فِي أَنَّ الْحَائِضَ تَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ.

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کئی سندوں سے مروی ہے کہ حیض والی عورت نماز کی قضا نہیں دے گی۔ سب فقہاء کا یہی قول ہے۔ ان کے درمیان اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حائضہ روزوں کی قضا دے گی، نماز کی قضا نہیں دے گی۔

فوائد ومسائل: ① حروریہ سے مراد خارجیہ ہے کیونکہ ان لوگوں کا ظہور کوفے سے دو میل دور ایک بستی ”حروراء“ میں ہوا تھا۔ یہ لوگ جنگ صفین سے واپسی پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے جدا ہو گئے تھے اور انھوں نے ان کے ساتھ کوفہ جانے کے بجائے بستی حروراء میں جا کر پڑاؤ ڈال دیا تھا۔ وہ لوگ سنت سے ثابت شدہ احکام کو نہیں مانتے تھے اور ان کے متعلق کہتے تھے کہ یہ قرآن

۱۳۰۔ أخرجه مسلم، الحيض، باب وجوب قضاء الصوم على الحائض دون الصلاة، ح: ٣٣٥ من حديث حماد بن زيد، والبخاري، الحيض، باب: لا تقضي الحائض الصلاة، ح: ٣٢١ من حديث معاذة به.

پر اضافہ ہیں اور قرآن پر اضافہ کرنے کا حق نبی ﷺ کو بھی نہیں، حالانکہ اسے اضافے سے تعبیر کرنا ہی غلط ہے، یہ قرآن کی تشریح وتبیین ہے۔ بہرحال ان کے باطل زعم کے مطابق نماز اور روزہ دونوں کی قضا دینا لازم تھا۔ ② اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق ایام حیض میں رہ جانے والی نماز کی قضا نہیں ہے کیونکہ نماز کی فرضیت کے لیے اہلیت ادا کے ساتھ طہارت شرط ہے جبکہ حیض کی حالت میں عورت پاک نہیں ہوتی، اس لیے اس پر نماز فرض نہیں ہے اور نہ اس کے چھوڑنے پر قضا دینا ہے لیکن روزے کے لیے صرف اہلیت شرط ہے، طہارت شرط نہیں، لہٰذا جنبی روزہ رکھے گا، اس لیے کہ اس پر روزہ رکھنا فرض ہے۔ اسی طرح حائضہ پر روزہ فرض ہے، چھوڑنے کی بنا پر اس پر قضا دینا لازم ہے۔ نماز اور روزے کی قضا دینے کے حکم میں خود شارع علیہ السلام نے فرق رکھا ہے، اس لیے بغیر کسی تاویل یا حیل وحجت کے ہم نبی ﷺ کے اتباع کے پابند ہیں۔ ③ عموماً اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے کہہ دیا جاتا ہے کہ نمازوں کی قضا دینا ان کی کثرت اور ہر روز ہونے کی بنا پر مشقت کا باعث ہے جبکہ روزوں کی قضا میں عدم کثرت کی بنا پر مشقت نہیں ہے، اس لیے روزے کی قضا دینے کا حکم ہے۔

(المعجم ٩٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْجُنُبِ وَالْحَائِضِ أَنَّهُمَا لَا يَقْرَآنِ الْقُرْآنَ (التحفة ٩٨)

باب: 98۔ جنبی اور حائضہ قرآن نہیں پڑھ سکتے

١٣١۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَالْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ قَالَا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا تَقْرَإِ الْحَائِضُ، وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ».

[131] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''حائضہ اور جنبی قرآن سے کچھ نہیں پڑھ سکتے۔''

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ [حَدِيثٌ] لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَيَّاشٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَقْرَإِ الْجُنُبُ وَلَا الْحَائِضُ». وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ، مِثْلِ: سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ، قَالُوا: لَا تَقْرَإِ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ مِنَ

اس مسئلے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی روایت بھی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ''جنبی اور حائضہ قرآن نہ پڑھیں'' صرف اسماعیل بن عیاش بیان کرتا ہے۔ اکثر اہل علم، صحابہ وتابعین اور بعد کے علماء کا یہی قول ہے، مثلاً: سفیان ثوری، ابن المبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کہتے ہیں: حائضہ اور جنبی قرآن کی تلاوت نہ کریں، اِلّا یہ کہ کسی آیت کا کوئی ٹکڑا ہو یا ایک کلمہ وغیرہ، البتہ ان (جنبی وحائضہ) کے لیے تسبیح وتہلیل کی

١٣١۔ [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب ماجاء في قراءة القرآن على غير طهارة، ح: ٥٩٥ من حديث إسماعيل بن عياش به، موسى بن عقبة مدني حجازي ورواية إسماعيل عن الحجازيين ضعيفة كما في التهذيب وغيره * وفي الباب عن علي، [يأتي: ١٤٦].

الْقُرْآنِ شَيْئًا إِلَّا طَرَفَ الْآيَةِ وَالْحَرْفَ وَنَحْوَ ذٰلِكَ، وَرَخَّصُوا لِلْجُنُبِ وَالْحَائِضِ فِي التَّسْبِيحِ وَالتَّهْلِيلِ. قَالَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ يَقُولُ: إِنَّ إِسْمَاعِيلَ بْنَ عَيَّاشٍ يَرْوِي عَنْ أَهْلِ الْحِجَازِ وَأَهْلِ الْعِرَاقِ أَحَادِيثَ مَنَاكِيرَ، كَأَنَّهُ ضَعَّفَ رِوَايَتَهُ عَنْهُمْ فِيمَا يَتَفَرَّدُ بِهِ. وَقَالَ: إِنَّمَا حَدِيثُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَيَّاشٍ عَنْ أَهْلِ الشَّامِ. وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ أَصْلَحُ مِنْ بَقِيَّةَ، وَلِبَقِيَّةَ أَحَادِيثُ مَنَاكِيرُ عَنِ الثِّقَاتِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدَّثَنِي بِذٰلِكَ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُولُ بِذٰلِكَ.

اجازت دیتے ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اسماعیل بن عیاش، اہل حجاز اور اہل عراق سے منکر روایات بیان کرتا ہے، گویا انھوں نے اس کی اہل حجاز اور اہل عراق سے روایات کو ضعیف قرار دیا ہے جب وہ ان کے بیان کرنے میں اکیلا ہو، البتہ اہل شام سے اس کی روایات قابل قبول ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسماعیل بن عیاش، بقیہ (نامی راوی) سے بہتر ہے اور بقیہ ثقہ راویوں سے منکر روایات بیان کرتا ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: مجھے یہ بات احمد بن حسن نے امام احمد رحمہ اللہ سے بیان کی۔

فائدہ: حائضہ اور جنبی کے لیے ذکر اذکار اور تسبیح وتہلیل وغیرہ کے جواز پر اجماع ہے لیکن تلاوت قرآن کے بارے میں اختلاف ہے۔ ائمۂ ثلاثہ اور صحابہ وتابعین کی اکثریت کے نزدیک حائضہ اور جنبی کے لیے تلاوت جائز نہیں، البتہ حافظہ عورت کے لیے اس میں تنگی ہے۔ اس کو قرآن یاد رکھنے اور یاد کرنے میں مشکل پیش آئے گی، اس لیے اگر حفظ کرنے والی بچیوں اور حافظات کے لیے اس کو جائز قرار دیا جائے تو اس کی گنجائش نکل سکتی ہے کہ وہ قرآن مجید کی تلاوت کر لیں۔ کیونکہ شریعت نے معذوروں کے لیے سہولت اور آسانی رکھی ہے۔ چونکہ جنبی فوری طور پر نہا کر پاک ہو سکتا ہے، اس لیے اس کے لیے گنجائش نہیں ہونی چاہیے جبکہ حائضہ نہا کر بھی پاک نہیں ہو سکتی اور اس کے ایام طویل بھی ہو سکتے ہیں جس سے حافظہ عورتوں کے لیے حفظ کرنا اور اسے یاد رکھنا مشکل ہو سکتا ہے۔ اسی طرح پڑھانے والی استانیاں (معلمات) ہیں، ان کے لیے امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ کے مسلک کے مطابق جواز ہے۔ بالخصوص جبکہ تحقیقِ حدیث کا ذوق رکھنے والے علماء کے نزدیک جنبی اور حائضہ کے لیے اس حدیث سمیت قرآن پڑھنے کی ممانعت والی تمام روایات ضعیف ہیں۔

(المعجم ۹۹) بَابُ مَا جَاءَ فِي مُبَاشَرَةِ الْحَائِضِ (التحفة ۹۹)

باب: 99۔ حائضہ کے جسم کے ساتھ جسم لگانا

۱۳۲۔ حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ

[132] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب مجھے حیض

۱۳۲۔ أخرجه البخاري، الحيض، باب مباشرة الحائض، ح: ۳۰۰ من حديث سفيان الثوري، ومسلم، الحيض، باب ۱، ح: ۲۹۳ من حديث منصور به * وفي الباب عن أم سلمة، [البخاري، ح: ۲۹۸، ومسلم، ح: ۲۹٦] وميمونة، [البخاري، ح: ۳۰۳ ومسلم، ح: ۲۹٤].

مَهْدِيٌّ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا حِضْتُ يَأْمُرُنِي أَنْ أَتَّزِرَ، ثُمَّ يُبَاشِرُنِي.

آنا شروع ہوجاتا تو آپ مجھے تہ بند باندھنے کا حکم دیتے، پھر میرے ساتھ لیٹ جاتے۔

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ وَمَيْمُونَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ، وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ.

اس مسئلے میں سیدہ ام سلمہ اور سیدہ میمونہ ؓ کی روایات بھی آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی ؒ) فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ ؓ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ صحابہ اور تابعین کے اکثر اہل علم کا یہی قول ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق ؒ بھی یہی کہتے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① مباشرت وملاپ کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں: ○ تعلقات زن وشو قائم کرنا، یہ بحالت حیض میں بالاتفاق حرام ہے۔ ○ ناف اور گھٹنوں کے درمیان کے سوا جسم ملانا، یہ بالاتفاق جائز ہے۔ ○ تعلقات زن وشو (ہمبستری) کے سوا، ازار کے نیچے ملاپ کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ اگر جنسی عمل کا اندیشہ نہ ہو تو یہ جائز ہے۔ ② سیدنا عکرمہ، عطاء، شعبی، امام احمد، سفیان ثوری اور اسحاق ؒ کا یہی موقف ہے کہ جماع کے سوا حائضہ سے لطف اندوز ہونا مطلق جائز ہے۔ امام شافعی، امام مالک اور امام ابوحنیفہ ؒ اسے ناجائز کہتے ہیں۔ (المغني لابن قدامة: 415/1) جواز کے قائلین کی دلیل صحیح مسلم وغیرہ کی حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: [اِصْنَعُوا كُلَّ شَيْئٍ إِلَّا النِّكَاحَ] ''جماع کے سوا تم سب کچھ کر سکتے ہو۔'' (صحيح مسلم، الحيض، حديث: 302) اس کے برعکس فریق ثانی کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں ہے کہ نبی ﷺ نے ازار باندھنے کا حکم دیا اور پھر استمتاع کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ناف سے گھٹنوں تک کے حصے سے استمتاع (لطف اٹھانا) ناجائز ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی کرنا مرجوح ہیں کیونکہ صحیح مسلم کی اسی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے اس حکم کے بعد یہودی کہنے لگے کہ محمد (ﷺ) ہر بات میں ہماری مخالفت کرتے ہیں تو صحابۂ کرام ؓ نے کہا: اللہ کے رسول! کیا ہم جماع بھی نہ کرلیں؟ (تاکہ یہودیوں کی پوری مخالفت ہو) لیکن آپ نے اس کی اجازت نہیں دی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جماع کے سوا تو رسول اللہ ﷺ پورے جسم سے لطف اندوز ہونے کی اجازت پہلے ہی دے چکے تھے تبھی تو صحابۂ کرام ؓ نے جماع کی اجازت طلب کی۔ اس سے علامہ کشمیری ؒ کا صحیح مسلم کی حدیث میں وارد لفظ [النکاح] سے [جماع وما یجاوِرُہٗ] یعنی شرمگاہ اور اس کا اردگرد مراد لینے کی بھی تردید ہوتی ہے کیونکہ صحابہ کا مجامعت کی اجازت طلب کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دخول کے سوا تو پہلے ہی سب کچھ جائز تھا۔ پھر اس کی تائید سنن ابوداود کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ نبی ﷺ اگر اپنی کسی اہلیہ سے خواہش کرتے اور وہ حیض سے ہوتی تو اس کی شرمگاہ پر کپڑا ڈال دیتے۔ (سنن أبي داود، الطهارة، حديث: 272)

(المعجم ۱۰۰) بَابُ مَا جَاءَ فِي مُؤَاكَلَةِ الْجُنُبِ وَالْحَائِضِ وَسُؤْرِهِمَا (التحفة ۱۰۰)

باب: 100- جنبی اور حائضہ کے ساتھ مل بیٹھ کر کھانے اور ان کے جھوٹے کا حکم

١٣٣- حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَرَامِ ابْنِ مُعَاوِيَةَ، عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ مُوَاكَلَةِ الْحَائِضِ؟ فَقَالَ: «وَاكِلْهَا».

[133] سیدنا عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے حائضہ کے ساتھ کھانے کے بارے میں سوال کیا؟ تو آپ نے فرمایا: ''اس کے ساتھ کھاؤ۔''

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَأَنَسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَمْ يَرَوْا بِمُوَاكَلَةِ الْحَائِضِ بَأْسًا. وَاخْتَلَفُوا فِي فَضْلِ وَضُوئِهَا: فَرَخَّصَ فِي ذٰلِكَ بَعْضُهُمْ، وَكَرِهَ بَعْضُهُمْ فَضْلَ طَهُورِهَا.

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ اور سیدنا انس رضی اللہ عنہما کی احادیث بھی آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے۔ اکثر اہل علم کے نزدیک حائضہ کے ساتھ کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اس کے وضو کے بچے ہوئے پانی میں اختلاف ہے۔ بعض اہل علم نے اس کی رخصت دی ہے اور بعض نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔

فائدہ: اہل علم کے نزدیک بالاتفاق حائضہ کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے اور دلائل کی رو سے اس کی طہارت سے بچا ہوا پانی بھی درست ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح مسلم میں روایت ہے کہ میں پانی پیتی جبکہ میں حائضہ ہوتی تو اپنا جھوٹا (بچا ہوا) نبی ﷺ کو دے دیتی، آپ اسی جگہ سے منہ لگا کر پیتے جس جگہ سے میں نے پیا ہوتا، اسی طرح میں ہڈی چوستی پھر آپ ﷺ کو دے دیتی تو جہاں سے میں نے ہڈی چوسی ہوتی اس جگہ سے آپ چوستے۔ (صحیح مسلم، الحیض، حدیث: 300) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جب عورت کو حیض آنا شروع ہو جاتا تو یہودی گھروں میں ان کے ساتھ نہ رہتے، (ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا چھوڑ دیتے) اور نہ ان کے ساتھ کھاتے پیتے (بلکہ ان کے کھانے پینے کے برتن الگ کر دیتے۔) اس پس منظر میں صحابۂ کرام نے نبی ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: [اِصْنَعُوا كُلَّ شَيْئٍ إِلَّا النِّكَاحَ] (صحیح مسلم، الحیض، حدیث: 302) ''تعلقات زن وشو (میاں بیوی کے خصوصی تعلقات) کے سوا ہر چیز درست ہے۔''

(المعجم ١٠١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحَائِضِ تَتَنَاوَلُ الشَّيْءَ مِنَ الْمَسْجِدِ (التحفة ١٠١)

باب: 101۔ حائضہ مسجد سے کوئی چیز اٹھا سکتی ہے

١٣٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ

[134] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

١٣٣- أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب: في مؤاكلة الحائض، ح: ٦٥١ من حديث ابن مهدي به، وأبو داود، ح: ٢١٢ من طريق آخر عن العلاء بن الحارث به وصححه ابن خزيمة، ح: ١٢٠٢ وللحديث شواهد عند مسلم، ح: ٣٠٠ وغيره * وفي الباب عن عائشة، [مسلم، ح: ٣٠١ والبخاري، ح: ٢٩٧] وأنس، [مسلم، ح: ٣٠٢].

١٣٤- أخرجه مسلم، الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها . . . إلخ، ح: ٢٩٨ من حديث الأعمش به * وفي الباب عن ابن عمر، [أحمد: ٢/ ٧٠، ٨٦، ٢١٤] وأبي هريرة، [مسلم، ح: ٢٩٩].

الْأَعْمَشِ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: قَالَتْ [لِي] عَائِشَةُ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «نَاوِلِينِي الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ». قَالَتْ: قُلْتُ: إِنِّي حَائِضٌ: قَالَ: «إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ».

نے مجھ سے فرمایا: ''مسجد سے مجھے چھوٹی چٹائی پکڑا دو۔'' میں نے عرض کیا: میں حائضہ ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔''

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ، لَا نَعْلَمُ بَيْنَهُمُ اخْتِلَافًا فِي ذٰلِكَ: بِأَنْ لَّا بَأْسَ أَنْ تَتَنَاوَلَ الْحَائِضُ شَيْئًا مِّنَ الْمَسْجِدِ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث بھی آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اکثر اہل علم کا یہی قول ہے۔ ان میں اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حائضہ کے لیے مسجد سے کوئی چیز پکڑ لینے میں کوئی حرج نہیں۔

فوائد ومسائل: ① حیض والی عورت کی نجاست حکمی ہے جس کی بنا پر اس کا تمام جسم پلید نہیں ہوتا۔ اس حکمی نجاست کی بنا پر بالاتفاق اس کا مسجد میں سے کوئی چیز اٹھا کر پکڑا دینا جائز ہے۔ ② اس حدیث میں [مِنَ الْمَسْجِدِ] کا تعلق [نَاوِلِينِي] ''مجھے پکڑا دو'' سے ہے، یعنی مسجد میں سے مجھے چھوٹی چٹائی پکڑا دو۔ اس کی تائید سنن نسائی کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم میں سے کوئی حیض کی حالت میں ہوتی تو آپ ﷺ کی چٹائی اٹھا کر اس کو مسجد میں بچھا دیتی۔ (سنن النسائي، الحيض، حديث: 385)

(المعجم ۱۰۲) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ إِتْيَانِ الْحَائِضِ (التحفة ۱۰۲)

باب: 102۔ حائضہ سے صحبت (ہم بستری) ناجائز ہے

۱۳۵ - حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَبَهْزُ بْنُ أَسَدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حَكِيمٍ الْأَثْرَمِ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَتَى حَائِضًا أَوِ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا أَوْ كَاهِنًا: فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ».

[135] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے حائضہ سے جماع کیا یا عورت کی دبر میں مباشرت کی یا کاہن کے پاس گیا تو اس نے محمد ﷺ پر اتاری گئی تعلیمات کے ساتھ کفر کیا۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: لَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيثَ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ حَكِيمٍ الْأَثْرَمِ عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيِّ، عَنْ

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث بیان کرنے میں حکیم اثرم منفرد (اکیلا) ہے۔ اہل علم کے نزدیک

۱۳۵ـ أبو داود، الطب، باب: في الكهان، ح: ۳۹۰٤ من حديث يحيى بن سعيد به * حكيم الأثرم: حسن الحديث وأبوتميمة عن أبي هريرة: متصل عند الجمهور، وللحديث شواهد كثيرة عند مسلم، ح: ۲۲۳۰ والحاكم: ۱/۸ وغيرهما.

أَبِي هُرَيْرَةَ. وَإِنَّمَا مَعْنَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَى التَّغْلِيظِ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَتَى حَائِضًا فَلْيَتَصَدَّقْ بِدِينَارٍ». فَلَوْ كَانَ إِتْيَانُ الْحَائِضِ كُفْرًا لَمْ يُؤْمَرْ فِيهِ بِالْكَفَّارَةِ. وَضَعَّفَ مُحَمَّدٌ هٰذَا الْحَدِيثَ مِنْ قِبَلِ إِسْنَادِهِ. وَأَبُو تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيُّ اسْمُهُ طَرِيفُ بْنُ مُجَالِدٍ.

کفر کا لفظ سختی اور ڈانٹ کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ''جو حائضہ سے صحبت کرے، وہ ایک دینار صدقہ کرے۔'' اگر حائضہ سے صحبت حقیقی کفر ہوتی تو اس میں کفارے کا حکم نہ دیا جاتا۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث (حکیم اثرم) کو سند کے اعتبار سے ضعیف قرار دیا۔ ابو تمیمہ هُجَیمی کا نام طریف بن مجالد ہے۔

فائدہ: عورت سے حیض کی حالت میں قُبُل یا دُبُر (اگلے پچھلے حصے) میں صحبت کرنا بالاتفاق ناجائز ہے۔ اسی طرح کاہن جو مستقبل کے حالات اور اسرار کائنات کی معرفت کا مدعی ہوتا ہے، اس کے پاس جانا بھی حرام ہے۔ ان تینوں کی حرمت کو جاننے کے باوجود، حلال سمجھنا کفر ہے اور ناجائز سمجھتے ہوئے ان کا مرتکب ہونا حقیقی کفر نہیں بلکہ کبیرہ گناہ ہے۔

(المعجم ١٠٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْكَفَّارَةِ فِي ذٰلِكَ (التحفة ١٠٣)

باب: 103۔ اگر حائضہ سے صحبت کر بیٹھے تو اس کا کفارہ

١٣٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ خُصَيْفٍ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الرَّجُلِ يَقَعُ عَلَى امْرَأَتِهِ وَهِيَ حَائِضٌ، قَالَ: «يَتَصَدَّقُ بِنِصْفِ دِينَارٍ».

[136] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے اس آدمی کے بارے میں نقل کرتے ہیں جو اپنی عورت سے حیض کی حالت میں صحبت کر بیٹھے کہ آپ نے فرمایا: ''وہ آدھا دینار صدقہ کرے۔''

فائدہ: یہ روایت [يَتَصَدَّقُ بِدِينَارٍ أَوْ نِصْفِ دِينَارٍ] کے الفاظ کے ساتھ صحیح ہے۔ دیکھیے: (صحيح سنن أبي داود، للألباني، حديث: 256)

١٣٧- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ: أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ أَبِي حَمْزَةَ السُّكَّرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

[137] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب خون سرخ ہو تو ایک دینار ہوگا اور جب خون زرد ہو تو آدھا دینار ہوگا۔''

١٣٦ـ [ضعيف بهذا اللفظ] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب: في إتيان الحائض، ح: ٢٦٦ من حديث شريك القاضي به خصيف ضعيف مشهور والصحيح بلفظ: دينار أو نصف دينار (صحيح سنن أبي داود للألباني: ٢٥٦).

١٣٧ـ [ضعيف والصواب وقفه] أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب من وقع على امرأته وهي حائض، ح: ٦٥٠ من حديث عبدالكريم به وهو أبو أمية الضعيف كما في السنن الكبرى للبيهقي (١/ ٣١٦، ٣١٧) والنكت الظراف (٥/ ٢٤٨، ح٦٤٩١) فالسند ضعيف وصححه الحاكم: ١/ ١٧١، ١٧٢ والذهبي وأحمد وغيرهم والصواب وقفه، انظر: صحيح أبي داود للألباني، ح: ٢٥٨.

قَالَ: «إِذَا كَانَ دَمًا أَحْمَرَ فَدِينَارٌ، وَإِذَا كَانَ دَمًا أَصْفَرَ فَنِصْفُ دِينَارٍ».

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ الْكَفَّارَةِ فِي إِتْيَانِ الْحَائِضِ قَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَوْقُوفًا وَمَرْفُوعًا. وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ. وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: يَسْتَغْفِرُ رَبَّهُ، وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ. وَقَدْ رُوِيَ مِثْلُ قَوْلِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ بَعْضِ التَّابِعِينَ، مِنْهُمْ: سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ، وَإِبْرَاهِيمُ [النَّخَعِيُّ. وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ عُلَمَاءِ الْأَمْصَارِ].

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: حائضہ سے صحبت کے کفارے کی حدیث سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً (ان کا اپنا قول) اور مرفوعاً (رسول اللہ ﷺ کا فرمان) دونوں طرح مروی ہے۔ بعض اہل علم کا یہی قول ہے، جیسے: امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابن المبارک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اپنے رب سے بخشش طلب کرے، اس پر کوئی مالی کفارہ نہیں ہے۔ بعض تابعین سے بھی ابن المبارک کے قول کی طرح منقول ہے جن میں سعید بن جبیر اور ابراہیم نخعی بھی ہیں۔ اکثر علاقوں کے اہل علم کا یہی قول ہے۔

فوائد و مسائل: ① سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ مرفوعاً ضعیف اور موقوفاً صحیح ہے۔ دیکھیے: (سنن أبي داود، حديث: 258) ② سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امام احمد، اسحاق اور اوزاعی رحمہم اللہ کے نزدیک حیض کے آغاز میں صحبت کرنے کی صورت میں ایک دینار اور حیض کے آخری دنوں میں صحبت کرنے کی صورت میں نصف دینار صدقہ کرنا واجب ہے۔ اس کے بغیر توبہ قبول نہیں ہوگی۔ جمہور کے نزدیک توبہ کی قبولیت کے لیے صدقہ کرنا مستحب ہے، لازم نہیں۔ ③ جمہور اس لیے کفارے کے وجوب کے قائل نہیں کہ ان کے نزدیک یہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں لیکن راجح بات یہ ہے کہ سنن ابی داود وغیرہ کی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت جس کا ذکر پچھلی حدیث کے فوائد میں کیا گیا ہے، صحیح ہے۔ اس لیے دوران حیض میں ہمبستری کرنے والے پر کفارہ لازمی ہے۔...... سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا شروع اور آخر کا بیان کردہ فرق بھی موقوفاً صحیح ہے، اس لیے صحابی کی تفسیر پر عمل کرنا چاہیے۔ ④ ایام حیض میں بیوی سے جماع کرنا کبیرہ گناہ ہے اور بہت سی بیماریوں کا باعث بھی ہے، اس لیے اس سے ہر ممکن بچنا چاہیے۔

(المعجم ۱۰۴) بَابُ مَا جَاءَ فِي غَسْلِ دَمِ الْحَيْضِ مِنَ الثَّوْبِ (التحفة ۱۰۴)

باب: 104۔ کپڑے سے حیض کا خون دھونا

۱۳۸- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ [بْنُ عُيَيْنَةَ] عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ: أَنَّ امْرَأَةً

[138] سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت نے نبی ﷺ سے اس کپڑے کے بارے میں سوال کیا جسے حیض کا خون لگ جاتا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ

۱۳۸- أخرجه البخاري، الوضوء، باب غسل الدم، ح: ۲۲۷ ومسلم، الطهارة، باب نجاسة الدم وكيفية غسله، ح: ۲۹۱ من حديث هشام بن عروة به * وفي الباب عن أبي هريرة، [أحمد: ۲/ ۳۸۰] وأم قيس بنت محصن، [أبو داود، ح: ۳۶۳].

سَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الثَّوْبِ يُصِيبُهُ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «حُتِّيهِ، ثُمَّ اقْرُصِيهِ بِالْمَاءِ، ثُمَّ رُشِّيهِ، وَصَلِّي فِيهِ».

نے فرمایا: ''اسے کپڑے سے کھرچ دے پھر اسے پانی کے ساتھ مل کر اس پر چھینٹے مار لے اور پھر اس میں نماز پڑھ لے۔''

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَأُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَسْمَاءَ فِي غَسْلِ الدَّمِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الدَّمِ يَكُونُ عَلَى الثَّوْبِ فَيُصَلِّي فِيهِ قَبْلَ أَنْ يَغْسِلَهُ. فَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِينَ: إِذَا كَانَ الدَّمُ مِقْدَارَ الدِّرْهَمِ فَلَمْ يَغْسِلْهُ وَصَلَّى فِيهِ، أَعَادَ الصَّلَاةَ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِذَا كَانَ الدَّمُ أَكْثَرَ مِنْ قَدْرِ الدِّرْهَمِ أَعَادَ الصَّلَاةَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ. وَ[لَمْ] يُوجِبْ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِينَ وَغَيْرِهِمْ عَلَيْهِ الْإِعَادَةَ وَإِنْ كَانَ أَكْثَرَ مِنْ قَدْرِ الدِّرْهَمِ، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَجِبُ عَلَيْهِ الْغَسْلُ وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْ قَدْرِ الدِّرْهَمِ وَشَدَّدَ فِي ذٰلِكَ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ اور سیدہ ام قیس بنت محصن ﷠ کی روایات بھی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی ؒ) فرماتے ہیں: سیدہ اسماء ؓ کی خون دھونے کے بارے میں حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا اس خون کے بارے میں اختلاف ہے جو کپڑے کو لگ گیا ہو اور اسے دھوئے بغیر اس میں نماز پڑھ لی گئی ہو۔ بعض تابعین اہل علم کا قول ہے کہ اگر خون بقدر درہم ہو اور اسے دھوئے بغیر نماز پڑھ لی ہو تو نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔ ان میں سے بعض کا خیال ہے کہ اگر خون درہم کی مقدار سے زائد ہو تو پھر نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔ سفیان ثوری اور ابن مبارک کا یہی قول ہے۔ بعض تابعین اور دوسرے اہل علم کے نزدیک اگر درہم کی مقدار سے زائد بھی ہو، تب بھی نماز دوبارہ نہیں پڑھنی پڑے گی۔ امام احمد اور اسحاق ؒ کا یہی قول ہے۔ امام شافعی ؒ اس مسئلے میں قدرے سخت ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر (خون) درہم کی مقدار سے کم ہو تو پھر بھی دھونا ضروری ہے۔

فوائد و مسائل: ① حیض کا خون بالا جماع نجس ہے، لہٰذا اسے دھونا ضروری ہے۔ اہل کوفہ اور دیگر بعض اہل علم تھوڑے اور زیادہ کی تقسیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر درہم کی مقدار کے برابر یا اس سے تھوڑا خون جسم یا کپڑے پر لگا ہو تو اسے دھونا ضروری نہیں، نماز ہو جائے گی۔ لیکن اگر اس سے زیادہ ہو تو پھر نماز نہیں ہو گی اور پڑھنے والے کو نماز لوٹانی پڑے گی۔ ان کی دلیل دارقطنی اور بیہقی کی حدیث ہے جس میں ہے: [إِذَا كَانَ فِي الثَّوْبِ قَدْرَ الدِّرْهَمِ مِنَ الدَّمِ غُسِلَ الثَّوْبُ] ''اگر کپڑے میں درہم برابر خون لگا ہو تو کپڑے کو دھویا جائے گا.....'' (سنن الدارقطني:401/1 والسنن الكبرٰى للبيهقي: 404/2) لیکن یہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے، اس لیے تھوڑے اور زیادہ کی یہ تقسیم درست نہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تحفة الأحوذي:360/1، والسلسلة الضعيفة: 180/1) ② اگر کسی کے کپڑے پر حیض کا خون ہو، تھوڑا یا زیادہ اور وہ بھول کر اس کپڑے میں نماز پڑھ لے تو اس کو نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ ③ احناف مطلق خون، بشرطیکہ وہ نکلنے کی جگہ سے بہہ نکلے، کی نجاست کے قائل ہیں لیکن یہ موقف مرجوح ہے جس کی وضاحت ہم گزشتہ صفحات میں کر آئے ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتاوی

الدین الخالص: 442/1) ④ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حیض کا خون تھوڑا ہو یا زیادہ، دلائل کی عمومیت کا تقاضا یہ ہے کہ اسے ہر صورت میں دھویا جائے، عموم بلویٰ (کثرت سے پیش آنے) کی بنا پر اس میں تخفیف نہیں ہے۔

(المعجم ١٠٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَمْ تَمْكُثُ النُّفَسَاءُ (التحفة ١٠٥)

باب: 105۔ نفاس (خون ولادت) کی صورت میں عورتیں کتنے دن رکی رہیں گی؟

١٣٩- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ [الْجَهْضَمِيُّ]: حَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ أَبُو بَدْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ أَبِي سَهْلٍ، عَنْ مُسَّةَ الْأَزْدِيَّةِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كَانَتِ النُّفَسَاءُ تَجْلِسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، فَكُنَّا نَطْلِي وُجُوهَنَا بِالْوَرْسِ مِنَ الْكَلَفِ.

[139] سیدہ ام سلمہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ نفاس والی عورتیں رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں چالیس روز تک رکی رہتیں اور ہم چھائیوں کے سبب اپنے چہروں پر ورس کا لیپ کرتی تھیں۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ [غَرِيبٌ] لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَهْلٍ عَنْ مُسَّةَ الْأَزْدِيَّةِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ. وَاسْمُ أَبِي سَهْلٍ كَثِيرُ بْنُ زِيَادٍ. قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ: عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى ثِقَةٌ، وَأَبُو سَهْلٍ ثِقَةٌ. وَلَمْ يَعْرِفْ مُحَمَّدٌ هٰذَا الْحَدِيثَ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَهْلٍ. وَقَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ عَلَى أَنَّ النُّفَسَاءَ تَدَعُ الصَّلَاةَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، إِلَّا أَنْ تَرَى الطُّهْرَ قَبْلَ ذٰلِكَ، فَإِنَّهَا تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي. فَإِذَا رَأَتِ الدَّمَ بَعْدَ الْأَرْبَعِينَ: فَإِنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوا: لَا تَدَعُ الصَّلَاةَ بَعْدَ الْأَرْبَعِينَ، وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ الْفُقَهَاءِ. وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحٰقُ. وَيُرْوٰى عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّهَا تَدَعُ الصَّلَاةَ خَمْسِينَ يَوْمًا إِذَا لَمْ تَطْهُرْ. وَيُرْوٰى عَنْ

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ اسے صرف ابوسہل، مُسّہ ازدیہ کے واسطے سے سیدہ ام سلمہ ؓ سے بیان کرتا ہے۔ ابوسہل کا نام کثیر بن زیاد ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علی بن عبدالاعلیٰ ثقہ ہے اور ابوسہل بھی ثقہ ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ بھی اس حدیث کو صرف ابوسہل کے واسطے سے جانتے ہیں۔ صحابہ، تابعین اور بعد کے اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ نفاس والی عورت چالیس روز تک نمازیں چھوڑے، الا یہ کہ اس سے پہلے پاک ہو جائے، تب وہ نہا کر نماز پڑھے گی۔ اگر وہ چالیس دن کے بعد خون دیکھتی ہے تو اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ وہ چالیس دن کے بعد نماز نہیں چھوڑے گی۔ اکثر فقہاء کا یہی قول ہے۔ سفیان ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔ سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ اگر وہ پاک نہیں ہوتی تو پچاس دن تک

١٣٩ـ [حسن بالشواهد] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب ما جاء في وقت النفساء، ح: ٣١١ من حديث علي بن عبد الأعلى به وصححه الحاكم: ١/ ١٧٥ والذهبي وحسنه النووي ويؤيده الإجماع.

عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ وَالشَّعْبِيِّ: سِتِّينَ يَوْمًا.

نماز چھوڑ دے۔ امام عطاء بن ابی رباح اور شعبی کہتے ہیں کہ ساٹھ دن تک نماز ترک کرے گی۔

لغوی تشریح: [نِفَاس] خون ولادت کو کہتے ہیں۔ [نُفَسَاء] نفاس والی عورت کو کہتے ہیں، اس کے لیے [نَفِسَتِ الْمَرْأَةُ] اور [نُفِسَتِ الْمَرْأَةُ] بصیغۂ معروف و مجہول دونوں طرح آتا ہے۔ نفاس مصدر ہے۔ بعض اوقات یہ حیض کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن اس صورت میں صرف معروف کا صیغہ آئے گا۔ [اَلْكَلَف] چہرے کی چھائیاں، غسل نہ کرنے کی وجہ سے چہرے پر نمایاں ہونے والے داغ۔ [وَرَس] زرد بوٹی جسے بطور اُبٹن استعمال کیا جاتا تھا اور اس سے چہرے کے داغ دور ہو جاتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① نفاس کی کم از کم مدت بالاتفاق متعین نہیں بلکہ بعض دفعہ یہ آتا ہی نہیں، اس صورت میں عورت نہا کر نماز پڑھنا شروع کر دے۔ زیادہ سے زیادہ مدت نفاس میں اختلاف ہے جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔ راجح قول چالیس دن کا ہے۔ اس کی تائید مذکورہ حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ ② امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک اگر عورت چالیس دن سے پہلے پاک ہو جائے تو اس کے لیے نماز، روزے کا اہتمام ضروری ہے کیونکہ وہ پاک ہے، البتہ ان کے نزدیک بہتر ہے کہ خاوند چالیس دن سے پہلے ہمبستری نہ کرے۔ اور اگر اس دوران میں دوبارہ خون شروع ہو جائے تو امام مالک، عطاء، شعبی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد رحمہ اللہ کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر تھوڑے دنوں کے بعد ہی شروع ہو جائے اور اس کا نفاس ہونے ہی کا امکان ہو تو نفاس شمار ہو گا اور اگر زمانہ نفاس کے بعد ہو تو اسے حیض شمار کیا جائے گا اور اگر پھر بھی جاری رہتا ہے، یعنی عورت کے عادتاً حیض کے ایام سے بھی تجاوز کر جاتا ہے تو پھر اس کا حکم استحاضے کا ہو گا۔ یہی موقف شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ہے۔ (المغني لابن قدامة: 428/1، ومجموع فتاوىٰ لشيخ عثيمين: 328/11) ③ اسقاط حمل کی صورت میں اگر بچے کی شکل بن چکی ہو، ایسا عموماً اَسّی یا نوّے دن میں ہوتا ہے، تو پھر عورت کو آنے والا خون نفاس کا خون شمار ہو گا اور اگر انسان کی شکل نہ بنی ہو تو پھر اس خون کا حکم استحاضے کا ہو گا۔ (حوالہ مذکورہ) ④ اپریشن کے ساتھ بچہ پیدا ہونے کے بعد اگر خون جاری ہوتا ہے تو اس کا حکم بھی نفاس کا ہو گا اور اگر خون نہ آئے تو عورت پاک ہے کیونکہ نفاس کا حکم خون سے متعلق ہے۔ اگر وہ نہ ہو تو نفاس والے احکام بھی لاگو نہیں ہوں گے۔ والله أعلم.

(المعجم ١٠٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ بِغُسْلٍ وَاحِدٍ (التحفة ١٠٦)

باب: 106۔ انسان کئی بیویوں کے پاس جائے اور پھر ایک ہی غسل کرے

١٤٠- حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ [مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ]: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ

[140] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کے پاس جاتے اور پھر ایک ہی غسل کرتے

١٤٠ـ أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب ماجاء فيمن يغتسل من جميع نسائه غسلًا واحدًا، ح: ٥٨٨ من حديث أبي أحمد الزبيري به، ورواه ابن المبارك عن معمر به وصححه ابن خزيمة، ح ٢٣٠ وأصله متفق عليه، (البخاري، ح: ٢٦٨ من حديث قتادة ومسلم، ح: ٣٠٩ من حديث أنس) * وفي الباب عن أبي رافع، [أبو داود، ح: ٢١٩].

أَنَسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَطُوفُ عَلٰى نِسَائِهِ فِي غُسْلٍ وَّاحِدٍ.

تھے۔

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ [أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَطُوفُ عَلٰى نِسَائِهِ بِغُسْلٍ وَّاحِدٍ]. وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، مِنْهُمُ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ: أَنْ لَّا بَأْسَ أَنْ يَّعُودَ قَبْلَ أَنْ يَّتَوَضَّأَ. وَقَدْ رَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ هٰذَا عَنْ سُفْيَانَ فَقَالَ: عَنْ أَبِي عُرْوَةَ، عَنْ أَبِي الْخَطَّابِ، عَنْ أَنَسٍ. وَأَبُو عُرْوَةَ هُوَ: مَعْمَرُ بْنُ رَاشِدٍ، وَأَبُو الْخَطَّابِ: قَتَادَةُ بْنُ دِعَامَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ ابْنِ أَبِي عُرْوَةَ، عَنْ أَبِي الْخَطَّابِ وَهُوَ خَطَأٌ، وَالصَّحِيحُ: عَنْ أَبِي عُرْوَةَ].

اس مسئلے میں سیدنا ابورافع کی حدیث بھی آئی ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ نبی ﷺ ایک غسل کے ساتھ سب بیویوں سے شب باشی کر لیتے تھے، حسن صحیح ہے۔ بہت سے اہل علم کا یہی قول ہے۔ حسن بصری بھی یہی کہتے ہیں کہ وضو کیے بغیر دوبارہ تعلقات قائم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ روایت محمد بن یوسف، سفیان سے بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں: [عن أبي عروة عن أبي الخطاب عن أنس]. ابوعروہ کا نام معمر بن راشد ہے اور ابوالخطاب سے مراد قتادہ بن دعامہ ہے۔ بعض راویوں نے یہ روایت محمد بن یوسف سے بیان کرتے ہوئے کہا ہے: [عن سفیان، عن ابن أبي عروة عن أبي الخطاب] یہ خطا ہے، صحیح ابوعروہ ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس مسئلے میں امت کا اتفاق ہے کہ دوبارہ تعلقات قائم کرنے کے لیے غسل کرنا ضروری نہیں، ہاں نشاط اور قوت کا باعث ضرور ہے۔ ② نبیٔ اکرم ﷺ سفر سے واپسی کے وقت یا نئی باری کا آغاز کرتے وقت ایسا کر لیتے تھے، ورنہ عام طور پر آپ ﷺ اس زوجۂ محترمہ کے پاس جاتے جس کی باری ہوتی۔ اگرچہ آپ ﷺ پر باری کی پابندی نہیں تھی لیکن آپ اپنے طور پر اس کا التزام کرتے تھے۔

(المعجم ۱۰۷) بَابُ مَا جَاءَ [فِي الْجُنُبِ] إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّعُودَ تَوَضَّأَ (التحفة ۱۰۷)

باب: 107۔ جنبی جب دوبارہ تعلقات قائم کرنا چاہے تو وضو کرلے

۱۴۱- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَتٰى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ، ثُمَّ

[141] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے ہم بستری کرے، پھر دوبارہ وہ یہ کام کرنا چاہے تو درمیان میں

۱۴۱- أخرجه مسلم، الحيض، باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له . . . إلخ، ح:۳۰۸ من حديث حفص بن غياث به

* حديث عمر [لم أجده بهذا اللفظ، هناك حديث آخر عن عمر رضي الله عنه، أخرجه البخاري، ح:۲۸۷ ومسلم، ح:۳۰۶ وغيرهما].

أَرَادَ أَنْ يَعُودَ فَلْيَتَوَضَّأْ بَيْنَهُمَا وُضُوءًا».

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ قَوْلُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ. وَقَالَ بِهِ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، قَالُوا: إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَعُودَ فَلْيَتَوَضَّأْ قَبْلَ أَنْ يَعُودَ. وَأَبُو الْمُتَوَكِّلِ اسْمُهُ عَلِيُّ بْنُ دَاوُدَ. وَأَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ اسْمُهُ سَعْدُ بْنُ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ.

وضو کر لے۔“

اس مسئلے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی آئی ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے۔ بہت سے اہلِ علم یہی کہتے ہیں کہ جب انسان بیوی سے ہمبستری کر چکے پھر دوبارہ ارادہ ہو تو دوبارہ ہمبستری کرنے سے پہلے وضو کر لے۔ ابوالمتوکل کا نام علی بن داود ہے۔ ابوسعید خدری کا نام سعد بن مالک بن سنان ہے۔

فوائد و مسائل: ① افضل یہ ہے کہ ایک دفعہ ہم بستری کے بعد اگر دوبارہ کرنا چاہتا ہے تو غسل کر لے کیونکہ یہ زیادہ نظافت کا باعث ہے۔ (سنن أبي داود، حديث: 219) ② وضو پر بھی اکتفا کر سکتا ہے جس طرح حدیث باب سے ظاہر ہے اور یہ امر استحباب کے لیے ہے جیسا کہ پچھلے باب کی حدیث (140) سے ظاہر ہے۔ ③ وضو کیے بغیر بھی دوبارہ ہم بستری کر سکتا ہے جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک ہی غسل سے تمام بیویوں سے ہم بستری کرتے تھے۔ (سنن الترمذي، الطهارة، حديث: 140)

(المعجم ١٠٨) بَابُ مَا جَاءَ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَ وَجَدَ أَحَدُكُمُ الْخَلَاءَ [فَلْيَبْدَأْ بِالْخَلَاءِ] (التحفة ١٠٨)

باب: 108۔ جب نماز کی تکبیر ہو چکی ہو اور کسی انسان کو بیت الخلا کی ضرورت ہو تو وہ پہلے بیت الخلا جائے

١٤٢- حَدَّثَنَا هَنَّادُ [بْنُ السَّرِيِّ]: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ الْأَرْقَمِ، قَالَ: أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَأَخَذَ بِيَدِ رَجُلٍ فَقَدَّمَهُ - وَكَانَ إِمَامَ قَوْمِهِ - وَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَوَجَدَ أَحَدُكُمُ الْخَلَاءَ فَلْيَبْدَأْ بِالْخَلَاءِ».

[142] سیدنا عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ نماز کے لیے تکبیر کہہ دی گئی تو سیدنا عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر اسے آگے کر دیا، حالانکہ اپنی قوم کے امام وہ خود تھے، اور بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جب نماز کھڑی ہو جائے اور تم میں سے کسی کو بیت الخلا جانے کی حاجت ہو تو وہ پہلے بیت الخلا سے فارغ ہو لے۔“

١٤٢ـ أخرجه أبو داود، الطهارة، باب: أيصلي الرجل وهو حاقن؟ ح: ٨٨ وابن ماجه، ح: ٦١٦ وغيرهما من حديث هشام به، وصححه ابن خزيمة، ح: ٩٣٢، ١٦٥٢ وابن حبان، ح: ١٩٤ والحاكم: ١/ ١٦٨ والذهبي وغيرهم * وفي الباب عن عائشة، [مسلم، ح: ٥٦٠/ ٦٧] وأبي هريرة، [أبو داود، ح: ٩١] وثوبان، [أبو داود، ح: ٩٠] وأبي أمامة، [ابن ماجه، ح: ٦١٧].

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَثَوْبَانَ، وَأَبِي أُمَامَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَبْدِاللهِ بْنِ الْأَرْقَمِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. هٰكَذَا رَوٰى مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَّيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْحُفَّاظِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ الْأَرْقَمِ. وَرَوٰى وُهَيْبٌ وَّغَيْرُهُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رَّجُلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ الْأَرْقَمِ. وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ. وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحٰقُ، قَالَا: لَا يَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ وَهُوَ يَجِدُ شَيْئًا مِّنَ الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ. وَقَالَا: إِنْ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ فَوَجَدَ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ فَلَا يَنْصَرِفْ مَا لَمْ يَشْغَلْهُ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَا بَأْسَ أَنْ يُّصَلِّيَ وَبِهِ غَائِطٌ أَوْ بَوْلٌ، مَّا لَمْ يَشْغَلْهُ ذٰلِكَ عَنِ الصَّلَاةِ.

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، سیدنا ابوہریرہ، ثوبان اور ابوامامہ رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ یہ روایت امام مالک، یحییٰ بن سعید قطان اور بہت سے دیگر حفاظ نے ہشام کی مذکورہ بالا سند سے بیان کی ہے۔ وہیب وغیرہ نے عروہ اور عبداللہ بن ارقم کے درمیان عن رجل کا اضافہ کیا ہے۔ بہت سے صحابہ اور تابعین کی رائے یہی ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا قول یہی ہے کہ اگر انسان کو بول و براز کی حاجت ہو تو وہ نماز میں شریک نہ ہو۔ اگر نماز شروع کرنے کے بعد وہ اس کی ضرورت محسوس کرتا ہے اور اس کا ذہن اس میں غلطاں و پیچاں نہ ہو، یعنی ذہن نماز سے ہٹ نہ جائے تو نماز سے نہ پھرے۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ بول و براز کی حاجت کے وقت نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ نماز سے اس کی توجہ نہ ہٹے۔

فائدہ: نماز میں اصل مطلوب دل و دماغ کا حاضر ہونا ہے اور جو ضرورت یا حاجت دل و دماغ کی حاضری میں خلل کا باعث بنے اور انسان اس سے فارغ ہوسکتا ہو تو اسے پہلے اس ضرورت سے فارغ ہولینا چاہیے۔ طعام اور بول و براز ایک طبعی ضرورت ہے جو بسا اوقات انتہائی شدید ہوتی ہے اور انسان کے دل و دماغ کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے، ایسی صورت میں انفرادی طور پر یا باجماعت نماز پڑھنا درست نہیں۔ لیکن اگر حاجت معمولی ہے، نماز پر اثر انداز نہیں ہوتی یا بہت کم اثر انداز ہوتی ہے تو پھر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

(المعجم ١٠٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوُضُوءِ مِنَ الْمَوْطِئِ (التحفة ١٠٩)

باب: 109۔ نجاست روندنے سے وضو

١٤٣۔ حَدَّثَنَا [أَبُو رَجَاءٍ] قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عُمَارَةَ، عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ

[143] سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی ام ولد (وہ لونڈی جس سے اولاد ہو) بیان کرتی ہیں کہ میں نے سیدہ ام

١٤٣۔ [صحيح لغيره] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب في الأذى يصيب الذيل، ح: ٣٨٣ وابن ماجه، ح: ٥٣١ من حديث مالك به، وهو في الموطأ: ١/ ٢٤ (يحيى) وسنده ضعيف وللحديث شواهد عند أبي داود (٣٨٤) وغيره * وفي الباب عن ابن مسعود، [أبو داود، ح: ٢٠٤].

إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أُمِّ وَلَدٍ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَتْ: قُلْتُ لِأُمِّ سَلَمَةَ: إِنِّي امْرَأَةٌ أُطِيلُ ذَيْلِي وَأَمْشِي فِي الْمَكَانِ الْقَذِرِ؟ فَقَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يُطَهِّرُهُ مَا بَعْدَهُ».

سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: میں ایک ایسی عورت ہوں کہ اپنا پلو لٹکا کر چلتی ہوں اور گندی جگہ سے بھی گزرنا پڑتا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''اسے اس کے بعد والی زمین پاک کر دیتی ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَرَوٰى عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَارَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أُمِّ وَلَدٍ لِهُودِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ. وَهُوَ وَهْمٌ، [وَلَيْسَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ ابْنٌ يُقَالُ لَهُ: هُودٌ]. وَإِنَّمَا هُوَ عَنْ أُمِّ وَلَدٍ لِإِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ. وَهٰذَا الصَّحِيحُ. [قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَلَا نَتَوَضَّأُ مِنَ الْمَوْطِئِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، قَالُوا: إِذَا وَطِئَ الرَّجُلُ عَلَى الْمَكَانِ الْقَذِرِ [أَنَّهُ] لَا يَجِبُ عَلَيْهِ غَسْلُ الْقَدَمِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَطْبًا فَيَغْسِلُ مَا أَصَابَهُ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث عبداللہ بن مبارک، امام مالک بن انس کی مذکورہ بالا سند سے بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں: عن أم ولد لهود بن عبدالرحمٰن بن عوف. یہ ان کا وہم ہے کیونکہ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا کوئی بیٹا ہود نام کا نہیں تھا۔ اور صحیح یہ ہے کہ یہ ام ولد، عبدالرحمن بن عوف کے بیٹے ابراہیم کی تھی۔ اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور گندی جگہیں روند کر آتے تھے لیکن وضو نہیں کرتے تھے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: بہت سے اہل علم کا قول ہے کہ اگر انسان گندی جگہ کو روندے تو اسے قدم دھونا ضروری نہیں لیکن اگر نجاست تر ہو تو پھر جہاں لگی ہو اسے دھویا جائے گا۔

لغوی تشریح: [مَوْطِئ] مصدر میمی ہے، روندنا، پامال کرنا۔

فوائد و مسائل: ① اگر کپڑوں پر بہنے والی نجاست، یعنی پیشاب وغیرہ کے چھینٹے پڑے ہوں تو ان کو دھونا ضروری ہے، تاہم صورت مسئولہ میں اگر کیچڑ وغیرہ خواہ اس میں گندگی بھی ہو، کپڑے کو لگ جائے تو اسے بعد والی خشک زمین پاک کر دے گی۔ یہ شریعت کی رخصت ہے۔ ② بعض علماء نے اس حدیث کی بے جا تاویلات کی ہیں کہ اس سے مراد یہ تھا کہ گندے راستے سے گزرتے ہوئے فضا کپڑوں پر اثر انداز ہو گی۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد چھینٹے تھے، لیکن یہ تمام تر تاویلات باطل ہیں کیونکہ سنن ابوداود کی ایک دوسری روایت میں صراحت ہے کہ بنوعبدالاشہل کی خاتون نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہمارا مسجد میں جانے کا راستہ گندا ہے، جب بارش ہو جائے تو ہم کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: ''کیا اس (نجس) جگہ کے بعد پاک جگہ نہیں آتی؟'' میں نے کہا: ہاں (آتی ہے۔) آپ نے فرمایا: ''تو یہ اس کے بدلے ہے۔'' (سنن أبي داود، الطهارة، حديث: 384) اس لیے اس سے خشک نجاست مراد لینا یا چھینٹے اور فضا کا اثر انداز ہونا مراد لینا ناانصافی ہے کیونکہ احادیث میں گیلی نجاست کی صراحت ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 372/1) ③ اگر جوتا پہنا ہو تو اس کو زمین پر رگڑ کر صاف

کرلیا جائے اور اگر نجاست خشک ہو یا محض گارا یا کیچڑ ہو اور اس میں نجاست نہ ہو تو پھر وہ صاف مٹی پر لگنے سے صاف ہو جائے گا۔ دوبارہ وضو کرنا کسی صورت میں بھی ضروری نہیں ہے۔

(المعجم ۱۱۰) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّيَمُّمِ (التحفة ۱۱۰)

باب: 110۔ تیمم کا بیان

۱۴۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الْفَلَّاسُ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَزْرَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزٰى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهُ بِالتَّيَمُّمِ لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ.

[144] سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے انھیں چہرے اور ہتھیلیوں کا تیمم کرنے کا حکم دیا تھا۔

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَمَّارٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَمَّارٍ مِّنْ غَيْرِ وَجْهٍ. وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، مِنْهُمْ: عَلِيٌّ، وَعَمَّارٌ، وَابْنُ عَبَّاسٍ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ التَّابِعِينَ، مِنْهُمْ: الشَّعْبِيُّ، وَعَطَاءٌ، وَمَكْحُولٌ، قَالُوا: التَّيَمُّمُ ضَرْبَةٌ لِّلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ. وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ، مِنْهُمُ ابْنُ عُمَرَ، وَجَابِرٌ، وَإِبْرَاهِيمُ، وَالْحَسَنُ، قَالُوا: التَّيَمُّمُ ضَرْبَةٌ لِّلْوَجْهِ وَضَرْبَةٌ لِّلْيَدَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ. وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَمَالِكٌ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَمَّارٍ فِي التَّيَمُّمِ أَنَّهُ قَالَ: الْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ. مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَمَّارٍ أَنَّهُ قَالَ: تَيَمَّمْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى الْمَنَاكِبِ

اور اس مسئلے میں سیدہ عائشہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم کی احادیث آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ان سے کئی سندوں سے منقول ہے۔ یہ بہت سے صحابہ، مثلاً: سیدنا علی، عمار اور ابن عباس رضی اللہ عنہم اور بہت سے تابعین، مثلاً: شعبی، عطاء اور مکحول رحمہم اللہ کا قول ہے۔ ان کے نزدیک چہرے اور ہتھیلیوں کے لیے ایک ہی ضرب (ہاتھ مارنا) کافی ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا قول بھی یہی ہے۔ بعض اہل علم، مثلاً: ابن عمر اور جابر رضی اللہ عنہم، ابراہیم اور حسن رحمہما اللہ کہتے ہیں: تیمم میں ایک دفعہ ہاتھ چہرے کے لیے مارا جائے گا اور دوسری دفعہ کہنیوں سمیت ہاتھوں کے لیے۔ سفیان ثوری، مالک، ابن مبارک اور شافعی رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔ تیمم کے بارے میں سیدنا عمار کی یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے کہ تیمم چہرے اور ہتھیلیوں کا ہے۔ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ

۱۴۴۔ أخرجه أبو داود، الطهارة، باب التيمم، ح: ۳۲۷ من حديث يزيد بن زريع به وصححه ابن الجارود، ح: ۱۲٦ وابن خزيمة، ح: ۲٦۷ وابن حبان (الإحسان): ۱۳۰۰ والدارمي وزاد ابن حبان: "وكان قتادة يفتي به" وللحديث شواهد عند البخاري (۳٤۱) ومسلم (۳٦۸) وغيرهما * وفي الباب عن عائشة، [البزار: ۱/ ۱۵۹، ح: ۳۱۳ وغيره] وابن عباس، [يأتي: ۱٤۵] * حديث عمار إلى الآباط أخرجه أبو داود، ح: ۳۱۸.

وَالْآبَاطِ. فَضَعَّفَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ حَدِيثَ عَمَّارٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي التَّيَمُّمِ لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ لِمَا رُوِيَ عَنْهُ حَدِيثُ الْمَنَاكِبِ وَالْآبَاطِ. قَالَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ [ابْنِ مَخْلَدٍ الْحَنْظَلِيُّ]: حَدِيثُ عَمَّارٍ فِي التَّيَمُّمِ لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ: هُوَ حَدِيثٌ [حَسَنٌ] صَحِيحٌ، وَحَدِيثُ عَمَّارٍ: تَيَمَّمْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى الْمَنَاكِبِ وَالْآبَاطِ. لَيْسَ [هُوَ] بِمُخَالِفٍ لِحَدِيثِ الْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ، لِأَنَّ عَمَّارًا لَمْ يَذْكُرْ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهُمْ بِذٰلِكَ، وَإِنَّمَا قَالَ: فَعَلْنَا كَذَا وَكَذَا، فَلَمَّا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهُ بِالْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ [فَانْتَهٰى إِلٰى مَا عَلَّمَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: الْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ]، وَالدَّلِيلُ عَلٰى ذٰلِكَ: مَا أَفْتٰى بِهِ عَمَّارٌ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ فِي التَّيَمُّمِ أَنَّهُ قَالَ: الْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ. فَفِي هٰذَا دَلَالَةٌ أَنَّهُ انْتَهٰى إِلٰى مَا عَلَّمَهُ النَّبِيُّ ﷺ [فَعَلَّمَهُ إِلَى الْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ]. [قَالَ: وَسَمِعْتُ أَبَا زُرْعَةَ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ الْكَرِيمِ يَقُولُ: لَمْ أَرَ بِالْبَصْرَةِ أَحْفَظَ مِنْ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ: عَلِيِّ بْنِ الْمَدِينِيِّ، وَابْنِ الشَّاذَكُونِي، وَعَمْرِو بْنِ عَلِيٍّ الْفَلَّاسِ]. [قَالَ أَبُو زُرْعَةَ: وَرَوٰى عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَلِيٍّ حَدِيثًا].

سے یہ بھی مروی ہے کہ ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ کندھوں اور بغلوں تک تیمم کیا۔ اس لیے بعض اہل علم نے سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کی نبی ﷺ سے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے کہ تیمم چہرے اور ہتھیلیوں کا ہے کیونکہ وہ تو کندھوں اور بغلوں تک کا تیمم بیان کرتے ہیں۔ امام اسحاق بن ابراہیم بن مخلد حنظلی (اسحاق بن راہویہ) فرماتے ہیں: سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ تیمم چہرے اور ہتھیلیوں کا ہے، حدیث حسن صحیح ہے۔ اور عمار رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث کہ ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ کندھوں اور بغلوں تک تیمم کیا، چہرے اور ہتھیلیوں کی حدیث کے منافی نہیں کیونکہ عمار رضی اللہ عنہ نے یہ بیان نہیں کیا کہ نبی ﷺ نے انھیں اس کا حکم دیا تھا۔ بس اتنا کہا ہے کہ ہم نے اس اس طرح کیا۔ جب انھوں نے نبی ﷺ سے پوچھا تو آپ نے چہرے اور ہتھیلیوں کے تیمم کا حکم دیا تو پھر وہ چہرے اور ہتھیلیوں پر اکتفا کرنے لگے جس کی رسول اللہ ﷺ نے انھیں تعلیم دی تھی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے بعد چہرے اور ہتھیلیوں کے تیمم کا فتویٰ دیا کرتے تھے اور یہ فتویٰ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ نبی ﷺ کی تعلیم کے مطابق، چہرے اور ہتھیلیوں کے تیمم پر رک گئے تھے۔ امام ابوزرعہ عبید اللہ بن عبدالکریم فرماتے تھے: میں نے بصرہ میں ان تین بزرگوں: علی بن المدینی، ابن الشاذکونی اور عمرو بن علی الفلاس سے بڑھ کر کوئی حافظ نہیں دیکھا۔ ابوزرعہ کہتے ہیں کہ عفان بن مسلم نے عمرو بن علی سے حدیث روایت کی ہے۔

١٤٥- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ الْقُرَشِيِّ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ

[145] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تیمم کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن) میں وضو کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: ''اپنے

١٤٥ـ [إسناده ضعيف] ※ هشيم عنعن، و داود عن عكرمة: منكر.

عَبَّاسٍ: أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ التَّيَمُّمِ؟ فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ قَالَ فِي كِتَابِهِ حِينَ ذَكَرَ الْوُضُوءَ: ﴿فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ﴾ [المآئدة:٦] وَقَالَ فِي التَّيَمُّمِ: ﴿فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ﴾ وَقَالَ: ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا﴾ [المآئدة: ٣٨] فَكَانَتِ السُّنَّةُ فِي الْقَطْعِ الْكَفَّيْنِ، إِنَّمَا هُوَ الْوَجْهُ وَالْكَفَّانِ، يَعْنِي التَّيَمُّمَ.

چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھویا کرو۔'' اور تیمم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو۔'' اور فرمایا: ''چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دو۔'' اور ہاتھ کاٹنے میں سنت یہی ہے کہ ہتھیلیاں کاٹی جائیں، لہٰذا تیمم بھی چہرے اور ہتھیلیوں کا ہوگا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

فائدہ: تیمم کے طریقے میں دو مسئلوں میں اختلاف ہے: ○ تیمم کے لیے ہاتھ کتنی دفعہ زمین پر مارے جائیں؟ ○ ہاتھوں کا مسح کہاں تک ہوگا؟ اس مسئلے میں سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی متفق علیہ روایت اور سیدنا ابوجہیم رضی اللہ عنہ کی روایت کے علاوہ روایات یا تو ضعیف ہیں یا مرفوع نہیں ہیں بلکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار ہیں۔ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ اثر بھی سنداً ضعیف ہے، لہٰذا عمل سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی روایت ہی پر ہوگا جس میں صرف ایک بار ہاتھ زمین پر مارنے اور ہاتھوں کا کلائیوں تک مسح کرنے کا ذکر ہے۔ (صحيح البخاري، التيمم، حديث: 338، وصحيح مسلم، الحيض، حديث: 368) جمہور علمائے کرام اور محدثین عظام کا یہی موقف ہے۔ تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ زمین پر مارے جائیں۔ پھر ان میں پھونک ماری جائے یا انھیں جھاڑا جائے اور پہلے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ کی پشت پر مارا جائے اور پھر دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت پر اور پھر دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرے جائیں۔ واللہ أعلم بالصواب. تفصیل کے لیے دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 374/1)

(المعجم ١١١) بَابُ [مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ عَلٰى كُلِّ حَالٍ مَا لَمْ يَكُنْ جُنُبًا] (التحفة ١١١)

باب: 111۔ آدمی جنابت کے سوا ہر حالت میں قرآن پڑھ سکتا ہے

١٤٦- حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ [عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ] الْأَشَجُّ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ وَعُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَا: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ وَابْنُ أَبِي لَيْلٰى عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلِمَةَ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: كَانَ

[146] سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں ہر حالت میں قرآن پڑھاتے تھے بشرطیکہ جنبی نہ ہوتے۔

١٤٦ـ أخرجه أبو داود، الطهارة، باب: في الجنب يقرأ القرآن، ح: ٢٢٩ وابن ماجه، ح: ٥٩٤ وغيرهما من حديث عمرو بن مرة به وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٠٨ وابن حبان، ح: ١٩٢، ١٩٣ وابن الجارود، ح: ٩٤ والبغوي، ح: ٢٧٣ والحاكم: ٤/ ١٠٧ والذهبي وغيرهم وقال الحافظ في الفتح: ١/ ٣٢٤ "والحق أنه من قبيل الحسن يصلح للحجة".

رَسُولُ اللهِ ﷺ يُقْرِئُنَا الْقُرْآنَ عَلَى كُلِّ حَالٍ مَّا لَمْ يَكُنْ جُنُبًا.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَلِيٍّ [هٰذَا] حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَبِهِ قَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ. قَالُوا: يَقْرَأُ الرَّجُلُ الْقُرْآنَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوءٍ، وَلَا يَقْرَأُ فِي الْمُصْحَفِ إِلَّا وَهُوَ طَاهِرٌ. وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ نبی ﷺ کے اصحاب اور تابعین کی اکثریت کا یہی قول ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ انسان زبانی طور پر بلا وضو قرآن پڑھ سکتا ہے مگر مصحف سے دیکھ کر بلا طہارت تلاوت نہیں کرسکتا۔ سفیان ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔

فائدہ: جنبی قرآن پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ یہ بحث باب (98) میں گزر چکی ہے۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ مصحف (قرآن مجید) کو بلا طہارت ہاتھ لگانا جائز ہے یا نہیں؟ تو جمہور کے نزدیک قرآن مجید کو ہاتھ لگانے کے لیے طہارت شرط ہے اور حدیث: [لَا يَمَسُّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ] سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کے متابعات وشواہد کی بنا پر اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (إرواء الغليل: 158/1، حديث: 122) لہٰذا افضل اور راجح یہی ہے کہ بلا طہارت، قرآن مجید کو ہاتھ نہ لگایا جائے، تاہم اس کے جواز سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ "طاہر ہی قرآن کو چھوئے" عدم مس (ہاتھ نہ لگانے) کے لیے واضح نص نہیں ہے، اس لیے کہ حدیث میں ہے: [إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ] (جامع الترمذي، الطهارة، حديث: 121) "مومن ناپاک نہیں ہوتا۔"

(المعجم ١١٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْبَوْلِ يُصِيبُ الْأَرْضَ (التحفة ١١٢)

باب: 112۔ وہ زمین جس پر پیشاب ہوا ہو

١٤٧- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ وَسَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: دَخَلَ أَعْرَابِيٌّ الْمَسْجِدَ وَالنَّبِيُّ ﷺ جَالِسٌ، فَصَلّٰى، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: اللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي وَمُحَمَّدًا وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا أَحَدًا، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: «لَقَدْ تَحَجَّرْتَ وَاسِعًا»، فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ بَالَ فِي الْمَسْجِدِ، فَأَسْرَعَ إِلَيْهِ النَّاسُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَهْرِيقُوا عَلَيْهِ

[147] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی مسجد میں داخل ہوا جبکہ نبی ﷺ تشریف فرما تھے، اس نے نماز پڑھ کر دعا کی: اے اللہ! مجھ پر اور محمد (ﷺ) پر رحمت فرما اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحمت نہ فرما۔ تو نبی ﷺ نے اس کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: "تو نے ایک کھلی چیز کو تنگ کر ڈالا۔" پھر اس نے تھوڑی دیر بعد مسجد میں پیشاب کرنا شروع کردیا جس پر لوگ اس کی طرف دوڑے، تو نبی ﷺ نے فرمایا: "اس پر پانی کا بھرا ہوا ڈول

١٤٧ـ أخرجه أبو داود، الطهارة، باب الأرض يصيبها البول، ح: ٣٨٠ من حديث ابن عيينة به وصرح بالسماع عند الحميدي، ح: ٩٤٤ وصححه ابن الجارود، ح: ١٤١ وابن خزيمة، ح: ٢٩٨ وانظر الحديث الآتي.

سَجْلًا مِّنْ مَّاءٍ، أَوْ دَلْوًا مِّنْ مَّاءٍ»، ثُمَّ قَالَ: «إِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ».

ڈال دو۔'' (آپ نے سجل یا دلو میں سے کوئی ایک لفظ فرمایا تھا۔) پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم سہولت اور آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو، تنگی اور سختی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے۔''

۱۴۸- قَالَ سَعِيدٌ: قَالَ سُفْيَانُ: وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ نَّحْوَ هٰذَا.

[148] امام ترمذی رحمہ اللہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس کے ہم معنی روایت بیان کرتے ہیں۔

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَوَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: [وَ]هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. وَقَدْ رَوٰى يُونُسُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. [آخِرُ كِتَابِ الْوُضُوءِ]

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن مسعود، ابن عباس اور واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم کی روایات آئی ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم کا عمل اس کے مطابق ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ ایسے ہی کہتے ہیں۔ یونس یہ حدیث امام زہری کے واسطے سے سعید بن المسیب کے بجائے عبید اللہ بن عبداللہ سے بھی بیان کرتے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① ائمہ حجاز، مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے کہ زمین کی تطہیر و پاکیزگی صرف پانی سے ہوتی ہے، تاہم دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خشک ہو جانے سے بھی زمین پاک ہو جاتی ہے۔ (سنن أبي داود، الطهارة، حديث: 382) شریعت اسلامیہ کے احکام میں انسانوں کے لیے سہولت اور آسانی کا لحاظ رکھا گیا ہے، ان کو خواہ مخواہ مشقت اور پریشانی میں مبتلا نہیں کیا گیا، اس لیے احکام شریعت کی تطبیق میں اس اصول کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ ② امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک زمین کو وہاں تک کھودنا ضروری ہے جہاں تک پیشاب پہنچا ہو لیکن کھودنے کی کوئی بھی حدیث صحیح نہیں۔ ③ احناف کی کتابوں میں اس کی تفصیل ہے کہ اگر زمین نرم ہو تو پھر پانی بہا دینا کافی ہے لیکن اگر زمین اس قدر سخت ہو کہ اس میں پانی جذب نہ ہوتا ہو تو پھر وہاں سے زمین کھودنا ضروری ہے لیکن یہ فرق بھی محض رائے ہے کسی صحیح حدیث سے اس کی تائید نہیں ہوتی، اس لیے راجح بات یہی ہے کہ پانی گرا دینے سے زمین پاک ہو جائے گی، خواہ زمین نرم ہو یا سخت کیونکہ فرق کی کوئی دلیل نہیں۔ اسی طرح زمین سورج یا ہوا سے خشک ہو جائے تب بھی پاک ہو جائے گی، یہ اس وقت ہے جب نجاست مائع اور بہنے والی ہو، اگر اس کا جرم (وجود) ہو تو اسے زائل کرنا ضروری ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ

﴿وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾

''(اے نبی!) اور نماز قائم کیجیے، یقیناً نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔''

(العنکبوت 45:29)

نماز کی اہمیت وفضیلت

انبیائے کرام علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کے افعال وحقوق کے بارے میں جو ہدایات اور تعلیمات دی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے جو انعامات و احسانات گنوائے ہیں، ان کو ماننے اور ان پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی بندگی، محتاجی اور محبت وفدویت کا اظہار کرے۔ اس کی سب سے اعلیٰ صورت نماز ہے، اس لیے کہ ایمان کی جڑ سے پہلی چیز جو نکلتی ہے وہ نماز ہے اور نماز کے بغیر ایمان کا دعویٰ بے معنی ہے۔ چونکہ انسان صرف ایک روحانی چیز ہی نہیں، بلکہ یہ ایک مادی اور جسمانی بدن بھی رکھتا ہے، لہٰذا اس کے لیے ہر وقت رکوع وسجود اور قیام میں رہنا ممکن نہیں۔ ہاں، اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنے کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اور کاروباری مشاغل میں مصروف رہتے ہوئے بھی ذکر الٰہی کرتا رہے۔ اسی لیے اللہ رب العزت نے اپنے ذکر کے متعلق قرآن مجید میں تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ''پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے رہو۔'' (النسآء 103:4) اور نماز کا اصل مقصد بھی اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا ہے جیسا کہ فرمایا: فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ ''اللہ کو یاد کرو، یعنی نماز پڑھو جیسے اس نے تمھیں سکھایا ہے۔'' (البقرة 239:2) اللہ تعالیٰ نے نماز کے لیے اوقات کی تعیین اور تحدید کر دی ہے، فرمایا: إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ''تحقیق نماز مومنوں پر وقت معینہ کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔'' (النسآء 103:4) قرآن مجید میں ان مختلف اوقات کی طرف سورۂ ہود، طٰہٰ، روم، بنی اسرائیل اور سورۂ قٓ میں واضح اشارات ہیں اور اس میں انسان کی ضروریات کا لحاظ رکھا گیا ہے، نیز پہلی امتوں کی موافقت اور مشرکوں کی مخالفت بھی پیش نظر رہی ہے لیکن اوقات کی تفصیلات اور نماز کی حقیقت و ماہیت، اس کے آداب و ارکان کو تفصیل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے اور آپ کے بیان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تعلیم سے تعبیر کیا ہے، اس لیے طہارت، اوقات نماز، مساجد اور باجماعت نماز کا اہتمام اور دوسرے متعلقات کی تفصیل درحقیقت قرآنی آیات کی پیغمبرانہ تشریح وتوضیح ہے جسے محدثین اپنی کتابوں میں بیان کرتے ہیں۔ ان توضیحات کو ماننا اسی طرح ضروری ہے جس طرح قرآنِ کریم کے اجمال کو ماننا ضروری ہے کیونکہ قرآنِ کریم کے اجمال پر نبی ﷺ کے تفصیلی بیان کے بغیر عمل کرنا ممکن نہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(المعجم ٢) أَبْوَابُ الصَّلَاةِ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ (التحفة ٢)

نماز کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے بیان کردہ مسائل

(المعجم ١) بَابُ مَا جَاءَ فِي مَوَاقِيتِ الصَّلَاةِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ (التحفة ١)

١٤٩- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ عَيَّاشِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حَكِيمٍ - وَهُوَ ابْنُ عَبَّادِ [بْنِ حُنَيْفٍ] -: أَخْبَرَنِي نَافِعُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «أَمَّنِي جِبْرِيلُ [عَلَيْهِ السَّلَامُ] عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ، فَصَلَّى الظُّهْرَ فِي الْأُولٰى مِنْهُمَا حِينَ كَانَ الْفَيْءُ مِثْلَ الشِّرَاكِ، ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ حِينَ كَانَ كُلُّ شَيْءٍ مِّثْلَ ظِلِّهِ، ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ حِينَ وَجَبَتِ الشَّمْسُ وَأَفْطَرَ الصَّائِمُ، ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ، ثُمَّ صَلَّى

باب: 1۔ نبی ﷺ سے منقول اوقات نماز

[149] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جبریل علیہ السلام نے بیت اللہ کے پاس دو بار میری امامت کرائی، پہلی دفعہ ظہر کی نماز اس وقت پڑھی جب زوال کا سایہ بقدر تسمہ تھا، پھر عصر کی نماز پڑھی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا، پھر مغرب کی نماز پڑھی جب سورج غروب ہوا اور روزے دار کے افطار کا وقت ہوگیا، پھر عشاء کی نماز پڑھی جب شفق (سرخی) غائب ہوگئی۔ پھر فجر کی نماز پڑھی جب فجر طلوع ہوگئی اور روزہ رکھنے والے کے لیے کھانا پینا حرام ہوگیا۔ دوسری بار ظہر اس وقت پڑھی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوگیا۔ جس وقت کہ گزشتہ کل عصر کی

١٤٩ـ أخرجه أبو داود، الطهارة، باب: في المواقيت، ح:٣٩٣ من حديث ابن أبي الزناد به وصححه ابن خزيمة، ح:٣٢٥ وابن الجارود، ح:١٤٩، ١٥٠ والحاكم:١/ ١٩٣ وابن عبدالبر والنووي وغيرهم وحسنه البغوي والنيموي في آثار السنن، ح:١٩٤ وللحديث شواهد كثيرة جدًّا، بل ذكره السيوطي في الأحاديث المتواترة، ح:٢٣ ❊ وفي الباب عن أبي هريرة، [النسائي، ح:٥٠٣] وبريدة، [يأتي:١٥٢] وأبي موسى، [مسلم، ح:١٧٨/ ٦١٤] وأبي مسعود الأنصاري، [البخاري، ح:٣٢٢١ ومسلم، ح:٦١٠/ ١٦٦ ومالك: ١/ ٣] وأبي سعيد الخدري [أحمد:٣/ ٣٠] وجابر، [يأتي: ١٥٠] وعمرو ابن حزم [عبدالرزاق في المصنف:١/ ٥٣٤، ٥٣٥، ح:٢٠٣٢] والبراء، [أبو يعلى ومجمع الزوائد:١/ ٣٠٤] وأنس [الدارقطني:١/ ٢٦٠، ح:١٠١١].

الْفَجْرَ حِينَ بَرَقَ الْفَجْرُ وَحَرُمَ الطَّعَامُ عَلَى الصَّائِمِ. وَصَلَّى الْمَرَّةَ الثَّانِيَةَ الظُّهْرَ حِينَ كَانَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ، لِوَقْتِ الْعَصْرِ بِالْأَمْسِ، ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ حِينَ كَانَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَيْهِ، ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ لِوَقْتِهِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ حِينَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ، ثُمَّ صَلَّى الصُّبْحَ حِينَ أَسْفَرَتِ الْأَرْضُ، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيَّ جِبْرِيلُ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! هٰذَا وَقْتُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِكَ وَالْوَقْتُ فِيمَا بَيْنَ هٰذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ».

نماز پڑھی تھی، پھر عصر پڑھی جب ہر چیز کا سایہ دوگنا ہو گیا، پھر مغرب اس کے پہلے وقت پر پڑھی، پھر عشاء تہائی رات گزرنے پر پڑھی، پھر صبح کی نماز پڑھی جب زمین واضح ہوگئی، پھر جبریل ؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے محمد! تم سے پہلے انبیاء کے اوقات یہی تھے اور ان دونوں وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَبُرَيْدَةَ، وَأَبِي مُوسٰى، وَأَبِي مَسْعُودٍ [الْأَنْصَارِيِّ]، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَجَابِرٍ، وَعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، وَالْبَرَاءِ، وَأَنَسٍ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی ؒ) فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ، بریدہ، ابوموسیٰ، ابومسعود انصاری، ابوسعید، جابر، عمرو بن حزم، براء اور انس ؓ سے روایات آئی ہیں۔

فوائد و مسائل: ① نماز اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے ذمے امانت ہے جسے بروقت ادا کرنا ضروری ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتٰبًا مَّوْقُوتًا﴾ (النسآء4:103) ''بلاشبہ نماز مومنوں پر مقررہ وقتوں میں فرض ہے۔'' امین آدمی کی کوشش ہوتی ہے کہ جب اس سے امانت کا مطالبہ کیا جائے تو اسے فوراً ادا کر دے۔ الا یہ کہ کوئی شرعی عذر ہو۔ نماز کی امانت بروقت ادا کرنے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم کر کے نماز بروقت ادا کرنے کا حکم ہے۔ دشمن سے برسرپیکار ہوں تب بھی جس طرح ممکن ہو نماز ادا کرنے کا حکم ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے نماز اول وقت میں ادا کرنا افضل ترین عمل قرار دیا ہے۔ آپ نے افضل عمل کے متعلق دریافت کرنے والے سے فرمایا: [اَلصَّلَاةُ فِي أَوَّلِ وَقْتِهَا] ''نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کرنا۔'' (سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 426) ② نماز کو بروقت ادا کرنے کی اہمیت ہی کے پیش نظر جبرائیل ؑ نے معراج نبوی کے بعد دو دن رسول اکرم ﷺ کو عملی طور پر نماز پڑھ کر بتائی اور ہر نماز کے اول و آخر وقت کی تحدید و تعیین فرمائی۔ مذکورہ حدیث میں اسی بات کی وضاحت کی گئی ہے۔ ③ پہلے روز جبرائیل ؑ ظہر کے وقت تشریف لائے اور سورج ڈھلتے ہی ظہر کی نماز پڑھائی۔ دوسرے روز تشریف لائے تو ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو چکا تھا، لیکن ابھی عصر کا وقت نہیں ہوا تھا جیسا کہ صحیح مسلم میں صراحت ہے کہ ظہر کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک عصر کا وقت نہ ہو۔ (صحيح مسلم، المساجد، حديث: 172) ظہر کے وقت ابتدا میں تو اجماع ہے کہ وہ سورج ڈھلتے ہی شروع ہو جاتا ہے لیکن اس کے آخری وقت کے بارے میں اختلاف ہے۔ جمہور اہل علم کا موقف یہ ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ، سایہ اصلی نکالنے کے بعد، اس کے برابر ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور کچھ بڑھ

جائے تو عصر کا وقت ہو جاتا ہے۔ (الأوسط: 327/2) احناف میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ایک روایت کے مطابق موقف یہ ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل تک رہتا ہے لیکن یہ موقف مرجوح اور صحیح دلائل کے معارض ہے۔ متأخرین احناف کا فتویٰ امام صاحب کے اسی قول پر ہے جسے ثابت کرنے کے لیے انھوں نے صحیح احادیث کو تختۂ مشق بنایا ہے۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے ان کی خوب خبر لی ہے۔ (إعلام الموقعین: 364/2) بعض احناف نے بھی تسلیم کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف مرجوح ہے۔ (درس ترمذی: 396/1) ④ امام مالک رحمہ اللہ اور بعض احناف کا خیال ہے کہ ظہر کے بعد اور عصر سے پہلے کچھ وقت مشترک ہوتا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ سے اس کی مقدار چار رکعت ادا کرنے کے برابر ہے جبکہ احناف مثل ثانی کو معذوروں اور مسافروں کے لیے وقت مشترک کے قائل ہیں۔ لیکن یہ موقف درست نہیں کیونکہ اس سے نماز کے لیے تحدید اوقات کی تردید ہوتی ہے، حالانکہ صحیح احادیث میں اس کی صراحت ہے جیسا کہ آئندہ باب میں آنے والی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: [وَآخِرُ وَقْتِهَا حِينَ يَدْخُلُ وَقْتُ الْعَصْرِ...] ''ظہر کا آخری وقت عصر کا وقت شروع ہونے تک ہے۔'' (سنن الترمذي، الصلاة، حديث: 151) اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ظہر اور عصر کے وقت میں اشتراک نہیں۔ اور جن روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے عصر کی نماز اس وقت پڑھی جس وقت دوسرے دن ظہر کی نماز پڑھی تھی تو اس کا مطلب بھی یہی ہوگا کہ جس وقت دوسرے روز ظہر سے فارغ ہوئے تھے۔ اس کے بعد عصر کی نماز ادا کی۔ جمہور علمائے امت کا یہی موقف ہے۔ ⑤ جب ہر چیز کا سایہ، اصلی سایہ نکالنے کے بعد، اس کے برابر ہو جائے تو اس کے فوراً بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے جیسا کہ جبرائیل علیہ السلام نے پہلے روز آ کر نماز پڑھائی۔ جمہور علماء کا یہی موقف ہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ عصر کو بھی اول وقت میں ادا کرنا افضل ہے اور اس وقت تک پڑھنا بلا کراہت جائز ہے جب تک کسی چیز کا سایہ اس سے دوگنا نہ ہو جائے۔ دوسری حدیث میں اسے سورج زرد ہونے سے تعبیر کیا گیا ہے کہ عصر کا آخری جائز وقت سورج زرد ہونے تک ہے۔ (صحيح مسلم، المساجد، حديث: 612) سورج زرد ہونے یا دو مثل سایہ ہونے کے بعد عصر کی نماز اشد مجبوری کے بغیر تاخیر سے ادا کرنا ناجائز ہے کیونکہ اسے منافق کی نماز کہا گیا ہے۔ (صحيح مسلم، المساجد، حديث: 622) عذر کی بنا پر، بشرطیکہ حقیقی عذر ہو، سورج غروب ہونے تک نماز عصر ادا کی جا سکتی ہے اور عذر کی صورت میں اگر ایک رکعت بھی سورج غروب ہونے سے پہلے پڑھ لی جائے اور باقی مغرب کے وقت میں ادا کی جائے تب بھی نماز ہو جائے گی۔ (صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، حديث:608) یاد رہے دکان پر گاہکوں کی بھیڑ اور گپ شپ شرعی عذر نہیں ہیں۔ اس کے برعکس احناف کے نزدیک عصر کی نماز تاخیر سے، یعنی دو مثل کے بعد ادا کرنا جائز ہی نہیں بلکہ افضل ہے لیکن ان کا یہ موقف مردود اور احادیث کے مخالف ہے۔ امام ابن المنذر فرماتے ہیں: [وَهُوَ قَوْلٌ خَالَفَ صَاحِبُهُ الْأَخْبَارَ الثَّابِتَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ] ''یہ ایسا قول ہے جس کے قائل نے رسول اکرم ﷺ سے ثابت شدہ احادیث کی مخالفت کی ہے۔'' (الأوسط: 330/2) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جن احادیث سے تاخیر عصر کا استدلال کیا ہے ان میں سے بیشتر تو سرے سے ضعیف اور ناقابل استدلال ہیں اور ایک روایت جو صحیح ہے وہ غیر صریح ہے، اس سے استدلال درست نہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (سنن النسائی، طبع دارالسلام کی کتاب الصلاۃ کا ابتدائیہ) ⑥ نماز مغرب کا وقت سورج غروب ہونے کے فوراً بعد شروع ہو جاتا ہے جیسا کہ جبرائیل علیہ السلام نے آ کر امامت کروائی، نیز یہی

وقت روزہ افطار کرنے کا ہے، اس لیے احتیاط کے نام پر اذان مغرب اور روزہ افطار کرنے میں تاخیر کرنا، جیسا کہ ہمارے ہاں بعض لوگ کرتے ہیں، خلاف سنت ہے۔ نماز کی ابتدا کا یہ وقت متفق علیہ ہے اور مغرب کو غروب آفتاب کے بعد جلدی پڑھنے پر بھی تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ اس حدیث میں مغرب کے آخری وقت کا ذکر نہیں، تاہم آئندہ باب میں آنے والی حدیثِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں صراحت ہے: [وَإِنَّ آخِرَ وَقْتِهَا حِينَ يَغِيبُ الشَّفَقُ] ''اور اس کا آخری وقت شفق (سرخی) غائب ہونے تک ہے۔'' جمہور محدثین اور اہل لغت کے نزدیک شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب کے بعد افق (آسمان کے کنارے) پر نمایاں ہوتی ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی موقوفاً یہی مروی ہے۔ (سنن الدارقطني: 588/1) البتہ احناف اس سے مراد سرخی کے بعد ظاہر ہونے والی سفیدی لیتے ہیں لیکن ان کا یہ موقف مرجوح ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (ابتدائیہ کتاب الصلاۃ، سنن النسائی، طبع دار السلام) ⑦ عشاء کی نماز کا وقت شفق (سرخی) کے غائب ہونے سے شروع ہوتا ہے۔ جمہور علماء کا یہی موقف ہے۔ عشاء اور مغرب کے درمیان بھی بعض علماء نے وقت مشترک کا موقف اختیار کیا ہے لیکن وہ مرجوح ہے کیونکہ کسی حدیث سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ جہاں تک اس اعتراض کا تعلق ہے کہ جس وقت پہلے روز عشاء کی نماز پڑھی وہی وقت نماز مغرب کا آخری وقت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض روایات میں صراحت ہے کہ مغرب کو غروب شفق کے بعد جیسا کہ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: [ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ إِلَى قُبَيْلِ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ] ''پھر انھوں نے حکم دیا تو انھوں نے غروب شفق سے ذرا پہلے تک مغرب کو مؤخر کیا۔'' (سنن الترمذي، الصلاة، حديث: 152) عشاء کی نماز کے آخری وقت کے بارے میں اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک مستحب وقت تہائی رات تک ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک عشاء کی نماز صبح صادق کے طلوع ہونے تک پڑھنی جائز ہے جبکہ علماء کا ایک گروہ رات کے نصف اول تک عشاء کی نماز پڑھنے کے جواز کا قائل ہے، اس کے بعد ادا کی گئی نماز (فقہی اصطلاح میں) قضا شمار ہوگی۔ دلائل کی رو سے ثانی الذکر موقف ہی راجح ہے۔ ⑧ فجر کی نماز کا وقت بالاتفاق طلوع فجر سے شروع ہو کر سورج طلوع ہونے تک رہتا ہے۔ البتہ طلوع فجر کے فوراً بعد اندھیرے ہی میں نماز فجر پڑھنی افضل ہے یا اچھی طرح روشنی ہونے کے بعد پڑھنی افضل ہے، اس میں اختلاف ہے۔ راجح بات یہ ہے کہ اندھیرے میں نماز شروع کی جائے اور قراءت طویل کر کے قدرے روشنی ہونے تک نماز مکمل ہو۔ دلائل کا موازنہ اگلی حدیث کے تحت آئے گا۔ ⑨ پہلے انبیاء علیہم السلام کی نمازوں کے اوقات میں بھی کشادگی اور وسعت رکھی گئی تھی۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ان پر بھی پانچ نمازیں فرض تھیں اور ان کے اوقات بھی یہی تھے۔ ⑩ ان مقررہ اوقات کے اندر ہی نماز پڑھنا مشروع ہے۔

١٥٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسٰى: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ: أَخْبَرَنِي حُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ: أَخْبَرَنِي وَهْبُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ

[150] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جبریل علیہ السلام نے میری امامت کرائی۔'' پھر انھوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے ہم معنی

١٥٠- أخرجه النسائي: ١/ ٢٦٣، ح: ٥٢٧ المواقيت، باب أول وقت العشاء، من حديث ابن المبارك به وصححه ابن حبان، ح: ٢٧٨ والحاكم: ١/ ١٩٥، ١٩٦ والذهبي، وللحديث شواهد كثيرة عند الطبراني في الأوسط: ٧/ ٤٠٣، ٤٠٤، ح: ٦٧٨٣ وابن خزيمة، ح: ٣٥٣ وغيرهما.

عَبْدِ اللهِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَمَّنِي جِبْرِيلُ» فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِمَعْنَاهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ: «لِوَقْتِ الْعَصْرِ بِالْأَمْسِ».

بیان کیا۔ اس میں یہ لفظ نہیں ہیں: ”گزشتہ کل عصر کے وقت۔“

[قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ]. [قَالَ:] وَحَدِيثُ جَابِرٍ فِي الْمَوَاقِيتِ قَدْ رَوَاهُ عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ وَأَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ حَدِيثِ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [قَالَ أَبُو عِيسَى]: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ]. وَقَالَ مُحَمَّدٌ: أَصَحُّ شَيْءٍ فِي الْمَوَاقِيتِ حَدِيثُ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ اوقات کے سلسلے میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث عطاء بن ابی رباح، عمرو بن دینار اور ابوالزبیر سے بھی مروی ہے جیسے کہ وہب بن کیسان نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے اور انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اوقات (نماز) کے مسئلے میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سب سے صحیح ہے۔

بَابٌ: مِّنْهُ

باب: اوقات ہی کے بارے میں

١٥١- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ لِلصَّلَاةِ أَوَّلًا وَآخِرًا، وَإِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ صَلَاةِ الظُّهْرِ حِينَ تَزُولُ الشَّمْسُ، وَآخِرَ وَقْتِهَا حِينَ يَدْخُلُ وَقْتُ الْعَصْرِ، وَإِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ [صَلَاةِ] الْعَصْرِ حِينَ يَدْخُلُ وَقْتُهَا، وَإِنَّ آخِرَ وَقْتِهَا حِينَ تَصْفَرُّ الشَّمْسُ، وَإِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ الْمَغْرِبِ حِينَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ، وَإِنَّ آخِرَ وَقْتِهَا حِينَ يَغِيبُ الشَّفَقُ، وَإِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ حِينَ يَغِيبُ الْأُفُقُ، وَإِنَّ آخِرَ وَقْتِهَا حِينَ يَنْتَصِفُ اللَّيْلُ، وَإِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ الْفَجْرِ حِينَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ، وَإِنَّ آخِرَ وَقْتِهَا حِينَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ».

[151] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نماز (کے اوقات) کی ابتدا اور انتہا ہے۔ نماز ظہر کا اول وقت سورج ڈھلنے پر اور اس کا آخری وقت، عصر کا وقت شروع ہونے تک ہے۔ اور عصر کا اول وقت تبھی ہے جب اس کا وقت شروع ہوجائے اور اس کا آخری وقت سورج کے زرد ہونے پر ہے۔ اور مغرب کا اول وقت، سورج کے غروب ہونے پر ہے اور اس کا آخری وقت جب شفق غائب ہوجائے۔ اور عشاء کے وقت کی ابتدا شفق کے غائب ہونے پر ہے اور اس کا آخری وقت آدھی رات تک ہے۔ اور فجر کا ابتدائی وقت طلوع فجر کے ساتھ ہے اور اس کا آخری وقت سورج کا طلوع ہونا ہے۔“

١٥١ـ أخرجه أحمد: ٢/ ٢٣٢ عن محمد بن فضيل بن غزوان به وللحديث شواهد كثيرة منها الحديث السابق * وفي الباب عن عبدالله بن عمرو، [مسلم، ح: ٦١٢] * أثر مجاهد أخرجه البيهقي: ١/ ٣٧٦ من حديث الأعمش به.

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. قَالَ أَبُو عِيسٰى: [وَ]سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: حَدِيثُ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ فِي الْمَوَاقِيتِ: أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ فُضَيْلٍ عَنِ الْأَعْمَشِ، وَحَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ فُضَيْلٍ خَطَأٌ، أَخْطَأَ فِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفُضَيْلِ. حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الْفَزَارِيِّ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: كَانَ يُقَالُ: إِنَّ لِلصَّلَاةِ أَوَّلًا وَّآخِرًا فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ فُضَيْلٍ عَنِ الْأَعْمَشِ، نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ.

اس میں سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث آئی ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) کہتے ہیں: میں نے امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) کو فرماتے ہوئے سنا کہ اوقات کے سلسلے میں اعمش کی روایت جو وہ مجاہد سے بیان کرتے ہیں اس روایت سے زیادہ صحیح ہے جو محمد بن فضیل نے اعمش سے روایت کی ہے اور محمد بن فضیل کی روایت خطا ہے، اس میں محمد بن فضیل کو غلطی لگی ہے۔ کیونکہ ابو اسحاق الفزاری، اعمش سے بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے کہا: کہا جاتا ہے، ہر نماز کے وقت کی ابتدا اور انتہا، یعنی اول اور آخر ہے۔ آگے محمد بن فضیل کی مذکورہ بالا روایت کے ہم معنی بیان کیا۔

فوائد ومسائل: ① افق اور شفق سے مراد یہاں ایک ہی چیز ہے، اس لیے بعض نسخوں میں افق کی جگہ شفق کا لفظ آیا ہے۔ عصر کا وقتِ مختار سورج کے زرد ہونے تک ہے اور عشاء کا وقتِ ادا آدھی رات تک ہے۔ ② محمد بن فضیل نے اعمش کا استاد ابوصالح بتایا ہے اور حدیث متصل بیان کی ہے اور ابواسحاق فزاری نے اعمش کا استاد مجاہد بتایا ہے اور حدیث مرسل بیان کی ہے۔

[بَابٌ: مِّنْهُ]

باب: اوقات ہی کے بارے میں

١٥٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَّالْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ الْبَزَّارُ وَأَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسَى - الْمَعْنَى وَاحِدٌ - قَالُوا: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ عَنْ سُفْيَانَ [الثَّوْرِيِّ] عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ فَسَأَلَهُ عَنْ مَوَاقِيتِ الصَّلَاةِ فَقَالَ: «أَقِمْ مَعَنَا، إِنْ شَاءَ اللهُ»، فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ، ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ مُرْتَفِعَةٌ، ثُمَّ أَمَرَهُ بِالْمَغْرِبِ حِينَ وَقَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ، ثُمَّ أَمَرَهُ

[152] سلیمان بن بریدہ رحمہ اللہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ سے نماز کے اوقات کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا: ''ان شاء اللہ ہمارے ساتھ رہو۔'' چنانچہ آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، انھوں نے طلوع فجر کے وقت اقامت کہی، پھر آپ نے انھیں حکم دیا، انھوں نے سورج ڈھلنے پر اقامت کہی تو آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی، پھر آپ نے انھیں حکم دیا تو انھوں نے عصر کی اقامت کہی اور آپ نے عصر کی نماز پڑھائی جبکہ سورج (ابھی) سفید اور بلند تھا، پھر جب سورج کا کنارہ غروب

١٥٢- أخرجه مسلم، المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس، ح: ٦١٣ من حديث إسحاق بن يوسف الأزرق به.

بِالْعِشَاءِ فَأَقَامَ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ، ثُمَّ أَمَرَهُ مِنَ الْغَدِ فَنَوَّرَ بِالْفَجْرِ، ثُمَّ أَمَرَهُ بِالظُّهْرِ فَأَبْرَدَ وَأَنْعَمَ أَنْ يُبْرِدَ، ثُمَّ أَمَرَهُ بِالْعَصْرِ فَأَقَامَ وَالشَّمْسُ آخِرَ وَقْتِهَا فَوْقَ مَا كَانَتْ، ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ إِلَى قُبَيْلِ أَنْ تَغِيبَ الشَّفَقُ، ثُمَّ أَمَرَهُ بِالْعِشَاءِ فَأَقَامَ حِينَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ، ثُمَّ قَالَ: «أَيْنَ السَّائِلُ عَنْ مَوَاقِيتِ الصَّلَاةِ؟» فَقَالَ الرَّجُلُ: أَنَا، فَقَالَ: «مَوَاقِيتُ الصَّلَاةِ كَمَا بَيْنَ هٰذَيْنِ».

ہوگیا تو آپ نے انھیں مغرب کے بارے میں حکم دیا۔ پھر آپ نے انھیں عشاء کے بارے میں حکم دیا تو انھوں نے شفق کے غروب ہونے پر اقامت کہی، پھر انھیں اگلے دن حکم دیا تو انھوں نے فجر کو روشن کیا، پھر انھیں ظہر کا حکم دیا تو انھوں نے اسے ٹھنڈا کیا اور خوب ٹھنڈا کیا، پھر انھیں عصر کا حکم دیا تو انھوں نے اقامت کہی جبکہ سورج پہلے دن سے زیادہ ڈھل چکا تھا (سایہ دومثل ہو چکا تھا)، پھر انھیں حکم دیا تو انھوں نے مغرب کو غروب شفق سے ذرا پہلے تک مؤخر کیا، پھر انھیں عشاء کا حکم دیا تو انھوں نے تہائی رات گزرنے پر اقامت کہی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''کہاں ہے نماز کے اوقات پوچھنے والا؟'' اس آدمی نے کہا: میں (حاضر) ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نماز کے اوقات ان دونوں کے درمیان ہیں۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ. [قَالَ]: وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ أَيْضًا.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔ اسے علقمہ بن مرثد سے شعبہ نے بھی بیان کیا ہے۔

فائدہ: دین میں نماز کی اہمیت اور اس کے اعلیٰ مقام و مرتبے کے پیش نظر نبی ﷺ نے اوقات نماز دریافت کرنے والے کو اپنے ہاں ٹھہرایا اور دو دنوں میں عملی طور پر اوقات کی تعلیم دی۔ پہلے دن تمام نمازیں وقت ہوتے ہی ابتدائی وقت میں پڑھیں اور دوسرے دن وقتِ مختار کے آخر میں پڑھیں اور بتا دیا کہ اوقاتِ نماز کی یہی ابتدا و انتہا ہے۔

(المعجم ٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّغْلِيسِ بِالْفَجْرِ (التحفة ٢)

باب: 2۔ فجر کی نماز منہ اندھیرے پڑھنا

١٥٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ؛ ح: قَالَ:

[153] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

١٥٣ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب استحباب التبكير بالصبح في أول وقتها ... إلخ، ح: ٦٤٥ عن إسحاق بن موسى الأنصاري، والبخاري، الأذان، باب انتظار الناس قيام الإمام العالم، ح: ٨٦٧ من حديث مالك به وهو في الموطأ: ١/٥ (يحيى) * وفي الباب عن ابن عمر، [ابن ماجه، ح: ٦٧١ وأحمد: ٢/ ١٣٥، ١٣٦] وأنس، [البخاري، ح: ٥٧٦] وقيلة بنت مخرمة [الطيالسي، ح: ١٦٥٨] * حديث الزهري عن عروة عن عائشة أخرجه البخاري، ح: ٥٧٨ ومسلم، ح: ٦٤٥ وغيرهما.

وَحَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ قَالَ الْأَنْصَارِيُّ: فَتَمُرُّ النِّسَاءُ مُتَلَفِّفَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ. وَقَالَ قُتَيْبَةُ: مُتَلَفِّعَاتٍ.

صبح کی نماز (اس وقت) پڑھتے تھے کہ عورتیں واپس لوٹتیں اور بقول انصاری کے عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی گزرتیں تو تاریکی کی بنا پر ان کی شناخت نہ ہو سکتی تھی۔ قتیبہ نے [مُتَلَفِّعَات] ''(چادریں) اوڑھے ہوئے'' کہا ہے۔

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَأَنَسٍ، وَقَيْلَةَ ابْنَةِ مَخْرَمَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. [وَقَدْ رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ]. وَهُوَ الَّذِي اخْتَارَهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، مِنْهُمْ: أَبُوبَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِّنَ التَّابِعِينَ. وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ: يَسْتَحِبُّونَ التَّغْلِيسَ بِصَلَاةِ الْفَجْرِ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر، انس اور قیلہ بنت مخرمہ ؓ کی روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی ؒ) فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ ؓ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اسے زہری نے عروہ کے واسطے سے سیدہ عائشہ ؓ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ بہت سے اہل علم صحابہ اور تابعین نے اسی وقت کو اختیار کیا ہے۔ سیدنا ابوبکر و عمر ؓ کا عمل بھی یہی تھا۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق ؒ کا یہی قول ہے اور وہ فجر کی نماز منہ اندھیرے پڑھنا پسند کرتے تھے۔

لغوی تشریح: [غَلَس] فجر کے وقت رات کی اس آخری تاریکی کو کہتے ہیں جو طلوع فجر کے آغاز میں بچی کھچی رہتی ہے۔ [مُتَلَفِّفَات] لفافہ سے ماخوذ ہے اور [مُتَلَفِّعَات] لفاع سے۔ لفافہ اس چادر کو کہتے ہیں جس سے سر اور جسم ڈھانپ لیا جائے اور لفاع جس سے سر نہ ڈھانپا جا سکے۔ بعض نے اس کے برعکس معنی بیان کیے ہیں لیکن یہاں مراد پورے جسم کو ڈھانپنا ہی ہے۔

فوائد و مسائل: ① نماز فجر اندھیرے میں پڑھنی افضل ہے یا روشنی ہونے کے بعد پڑھنی افضل ہے؟ اس حدیث اور اس موضوع کی دیگر روایات کی رو سے اکثر اہل علم کے نزدیک اندھیرے میں نماز فجر ادا کرنا افضل ہے، البتہ احناف کے نزدیک ہر نماز میں تاخیر افضل ہے سوائے مغرب کی نماز کے۔ (درس ترمذی: 401/1) احناف کا یہ اصول حدیث کے خلاف ہے، کیونکہ پچھلے باب میں ہم ذکر کر آئے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے اول وقت میں نماز ادا کرنے کو افضل قرار دیا ہے، البتہ عشاء کو دیر سے ادا کرنے کی افضلیت الگ سے ثابت ہے۔ اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے احناف نے اندھیرے میں نماز ادا کرنے والی روایات کی بے جا تاویلات کی ہیں۔ [من الغلس] کے الفاظ کو راوی کا ادراج، یعنی راوی کے اپنے الفاظ کہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر اسے اصل روایت کا حصہ مان لیا جائے تو بھی اس سے اندھیرے میں نماز پڑھنے کا استدلال درست نہیں کیونکہ بجواب بعض اس زمانے میں مسجد کی چھت نیچی تھی اور باہر روشنی ہونے کے بعد بھی وہاں اندھیرا رہتا تھا جس سے عورتوں کی پہچان نہیں ہوتی تھی۔ جہاں تک پہلے اعتراض [من الغلس] کے الفاظ کے مدرج، یعنی راوی کے اپنے الفاظ ہونے کا تعلق ہے تو اس کے متعلق ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ ادراج نہیں بلکہ ان الفاظ کا ذکر نہ کرنا بعض راویوں کا اختصار ہے۔ امام اوزاعی، ابن عیینہ اور معمر (ایک روایت میں) جب زہری سے بیان کرتے ہیں تو ان الفاظ کا اضافہ نقل نہیں کرتے جبکہ ان کے مقابلے میں عقیل، یونس،

ابن سعد، محمد بن عمرو، ابراہیم، ابن عیینہ اور معمر (ایک روایت میں) پورے وثوق سے [من الغلس] کے الفاظ کا اضافہ نقل کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک دوسری سند میں امام مالک عن یحییٰ بن سعید عن عمرۃ عن عائشہ کے طریق سے بھی [من الغلس] کے الفاظ ذکر کرتے ہیں، نیز مصنف عبدالرزاق میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں بھی [من الغلس] کے الفاظ ہیں۔ (المصنف لعبدالرزاق، حديث: 2118) اس کے علاوہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث (صحيح مسلم، حديث:646) ابو برزہ رضی اللہ عنہ کی حدیث (سنن النسائي، حديث: 525) اور ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی نماز فجر کو اندھیرے میں پڑھنے کی صراحت ہے۔ صاحب درس ترمذی کے علاوہ ہمارے علم کے مطابق سلف میں سے کسی نے بھی ان الفاظ کو مدرج نہیں کہا، اس لیے یہاں ادراج کا کلیہ چسپاں کرنا بے محل ہے۔ جب اتنے راوی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے موصولاً نہ پہچاننے کی وجہ اندھیرا ذکر کرتے ہیں تو اسے چادروں کی وجہ سے نہ پہچاننے پر محمول کرنا بے اصل ہے۔ اور جہاں تک دوسری توجیہ کا تعلق ہے کہ مسجد نبوی کی دیواریں چھوٹی تھیں اور چھت نیچی ہونے کی وجہ سے باہر روشنی ہونے کے بعد بھی مسجد میں اندھیرا رہتا تھا جس کی وجہ سے عورتیں پہچانی نہیں جاتی تھیں تو یہ توجیہ بھی مردود ہے، کیونکہ عدم پہچان کا تعلق مسجد کے اندر سے نہیں بلکہ بیرون مسجد سے ہے جیسا کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی روایات میں ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلَى بُيُوتِهِنَّ اور فَيَنْصَرِفُ اور ثُمَّ يَرْجِعْنَ کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عدمِ پہچان (نہ پہچاننے) کی یہ خبر بیرون مسجد کے بارے میں دی جا رہی ہے۔ ② فجر کو اول وقت، یعنی اندھیرے میں پڑھنے کی دوسری دلیل سیدنا ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں: [... وَصَلَّى الصُّبْحَ مَرَّةً بِغَلَسٍ ثُمَّ صَلَّى مَرَّةً أُخْرَى فَأَسْفَرَ بِهَا ثُمَّ كَانَتْ صَلَاتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ التَّغْلِيسَ حَتّٰى مَاتَ وَلَمْ يَعُدْ إِلَى أَنْ يُسْفِرَ] ''رسول اللہ ﷺ نے ایک بار فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھی اور ایک دفعہ روشن کر کے پڑھی۔ پھر اس کے بعد آپ کی نماز ہمیشہ اندھیرے ہی میں ہوا کرتی تھی، حتی کہ آپ کی وفات ہوگئی اور آپ نے کبھی روشنی میں (نماز) نہ پڑھی۔'' (سنن أبي داود، الصلاة، حديث:394) اس کے علاوہ سیدنا ابوبکر و عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے بھی اندھیرے ہی میں نمازِ فجر ادا کرنے کا ثبوت ہے۔ (سنن ابن ماجه، الصلاة، حديث: 671) بلکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کو خط لکھا کہ وہ فجر کی نماز اندھیرے (اول وقت) میں پڑھائیں۔ (المصنف لعبدالرزاق، حديث:2038 بسند صحيح) احناف کی دلیل آئندہ باب میں مذکور حدیث: [أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ] ''نماز فجر کو روشنی میں پڑھو، یہ اجر کو بڑا بنانے والی ہے۔'' اور اس موضوع کی دیگر روایات ہیں۔ متاخرین حنفیہ اس کا یہ مفہوم لیتے ہیں کہ اس سے مراد نماز فجر کو روشنی میں شروع کرنا ہے۔ اگر ان احادیث کا یہ مفہوم مراد لیا جائے تو غلس والی روایات سے تعارض پیدا ہوتا ہے۔ علمائے کرام نے اس کے حل کی کئی صورتیں بیان کی ہیں جن میں سے راجح ترین موقف یہ ہے، جس میں دونوں طرح کی روایات پر عمل ہو جاتا ہے کہ نماز اندھیرے میں شروع کر کے قراءت لمبی کر کے روشنی میں ختم کی جائے تو یہ افضل ہے۔ علامہ طحاوی حنفی رحمہ اللہ نے یہی موقف امام ابوحنیفہ، ابو یوسف، محمد اور حسن کا بیان کیا ہے۔ (شرح معاني الآثار: 184/1) امام ابن قیم رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے کہ نماز کی ابتدا اندھیرے میں ہو۔ (إعلام الموقعين: 263/2) علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے بھی ابن قیم رحمہ اللہ والے موقف کو راجح قرار دیا ہے۔ (تحفة الأحوذي: 409/1) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث سے صراحتاً اس موقف کی تائید ہوتی ہے، انھوں نے فرمایا: [وَالصُّبْحُ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ إِلَى أَنْ يَنْفَسِحَ الْبَصَرُ] ''آپ ﷺ صبح کی نماز کا

آغاز اس وقت کرتے جب فجر صادق طلوع ہوتی اور اس وقت فارغ ہوتے جب صاف دکھائی دیتا۔" (مسند أحمد: 169,129/3)
احناف کی ایک دلیل ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی ہے کہ نبی ﷺ ہمیشہ وقت پر نماز ادا کرتے تھے لیکن مزدلفہ کی صبح آپ نے نمازِ فجر وقت سے پہلے ادا کر لی۔ وہ کہتے ہیں کہ اس سے یقیناً وقت معتاد مراد ہے کہ آپ عمومی طور پر روشنی کر کے پڑھتے تھے لیکن اس روز فجر طلوع ہوتے ہی پڑھ لی۔ لیکن یہ استدلال درست نہیں کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے نبی ﷺ طلوع فجر کے فوراً بعد نماز شروع نہیں کرتے تھے بلکہ وضو اور غسل وغیرہ کے لیے وقت دیتے تھے جبکہ اس روز آپ نے طلوع فجر کے فوراً ہی بعد نماز شروع کر دی۔ اور جہاں تک ابراہیم نخعی کے اس قول کا تعلق ہے کہ اصحاب رسول کا روشنی میں نماز پڑھنے پر اتفاق تھا تو احناف کے مزعومہ اسفار پر اجماع کا دعویٰ باطل ہے کیونکہ حقیقت اس کے برعکس ہے جس کی صراحت مذکورہ بالا دلائل سے ہو جاتی ہے، اس لیے ابراہیم نخعی کے قول سے اسفار کا وہی مفہوم مراد لیں گے جس سے دلائل کے درمیان تطبیق ہو جائے۔ احناف کا مزعومہ اسفار مراد لینے کی خود امام طحاوی رحمہ اللہ نے تردید کی ہے۔ (شرح معاني الآثار: 184/1) نیز قول اور فعل کا تعارض بھی ہے بلکہ قول کے وہی معنی مراد لیں گے جن کی تائید نبی ﷺ کے فعل سے ہوتی ہو، اور وہ ہے نماز کو اندھیرے میں شروع کر کے قدرے روشنی میں لمبی قراءت کر کے ختم کرنا۔ واللہ أعلم بالصواب.

(المعجم ٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْإِسْفَارِ بِالْفَجْرِ (التحفة ٢)

باب:3۔ نماز فجر روشنی میں پڑھنا

١٥٤- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ [هُوَ ابْنُ سُلَيْمَانَ] عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ ابْنِ قَتَادَةَ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ، فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ».

[154] سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "نمازِ فجر روشنی میں پڑھو، بلاشبہ یہ تمھارے لیے بہت زیادہ ثواب کا باعث ہے۔"

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ [الْأَسْلَمِيِّ] وَجَابِرٍ، وَبِلَالٍ. [قَالَ]: وَقَدْ رَوَى شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ. [قَالَ]: وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ أَيْضًا عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ

اس مسئلے میں سیدنا ابو برزہ اسلمی، جابر اور بلال رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔ شعبہ اور ثوری نے یہ حدیث محمد بن اسحاق سے بیان کی ہے۔ محمد بن عجلان نے بھی عاصم بن عمر بن قتادہ سے بیان کی ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

١٥٤- أخرجه أبو داود، الصلاة، باب وقت الصبح، ح: ٤٢٤ وابن ماجه، ح: ٦٧٢ وغيرهما من حديث عاصم به وصححه ابن حبان (الإحسان)، ح: ١٤٨٨ وهو حديث منسوخ بدليل حديث أسامة بن زيد، أخرجه أبو داود، ح: ٣٩٤ * وفي الباب عن أبي برزة الأسلمي، [البخاري، ح: ٥٤١ ومسلم، ح: ٦٤٧/ ٢٣٥] وجابر [الطحاوي في معاني الآثار: ١/ ١٧٨] وبلال [الطحاوي: ١/ ١٧٩].

حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَأَى غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ الْإِسْفَارَ بِصَلَاةِ الْفَجْرِ. وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ: مَعْنَى الْإِسْفَارِ: أَنْ يَّضِحَ الْفَجْرُ فَلَا يُشَكَّ فِيهِ، وَلَمْ يَرَوْا أَنَّ مَعْنَى الْإِسْفَارِ تَأْخِيرُ الصَّلَاةِ.

صحابۂ کرام اور تابعین میں سے بہت سے اہل علم کی رائے یہ ہے کہ صبح کی نماز روشنی میں پڑھی جائے۔ سفیان ثوری کا موقف بھی یہی ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ فرماتے ہیں: إسفار کے معنی یہ ہیں کہ صبح (صادق) خوب واضح ہو جانی چاہیے کہ اس کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہ رہے۔ یہ حضرات اسفار کے معنی نماز مؤخر کرنا نہیں سمجھتے۔

فائدہ: تفصیل کے لیے سابقہ حدیث کے فوائد ملاحظہ کریں۔

(المعجم ٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّعْجِيلِ بِالظُّهْرِ (التحفة ٤)

باب: 4۔ظہر کی نماز جلدی پڑھنا

١٥٥ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ [بْنُ السَّرِيِّ]: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَشَدَّ تَعْجِيلًا لِّلظُّهْرِ مِنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ وَلَا مِنْ أَبِي بَكْرٍ وَّلَا مِنْ عُمَرَ.

[155] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر کسی کو ظہر کی نماز جلدی پڑھتے نہیں دیکھا۔

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، وَخَبَّابٍ، وَأَبِي بَرْزَةَ، وَابْنِ مَسْعُودٍ وَّزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، وَّأَنَسٍ، وَّجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَهُوَ الَّذِي اخْتَارَهُ أَهْلُ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ. قَالَ عَلِيٌّ [بْنُ الْمَدِينِيِّ]: قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: وَقَدْ تَكَلَّمَ شُعْبَةُ فِي حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ مِّنْ أَجْلِ حَدِيثِهِ الَّذِي رَوٰى عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «مَنْ سَأَلَ النَّاسَ وَلَهُ مَا

اس مسئلے میں سیدنا جابر بن عبداللہ، خباب، ابوبرزہ، ابن مسعود، زید بن ثابت، انس اور جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے اہل علم نے اسی عمل کو پسند کیا ہے۔ علی بن مدینی، یحییٰ بن سعید سے بیان کرتے ہیں کہ شعبہ نے حکیم بن جبیر پر اس روایت کی بنا پر جرح کی ہے جو وہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے

١٥٥ـ [حسن لغيره] أخرجه أحمد: ٦/ ١٣٥ عن وكيع به وسنده ضعيف، ورواه منصور عن إبراهيم به (البيهقي: ١/ ٤٣٧) لبعض الحديث شواهد منها الحديث الآتي: ١٦١ * وفي الباب عن جابر بن عبدالله، [أبو داود، ح: ٣٩٩] وخباب، [مسلم، ح: ٦١٩] وأبي برزة، [البخاري، ح: ٥٤١ ومسلم، ح: ٦٤٧ وابن ماجه، ح: ٦٧٤] وابن مسعود، [ابن ماجه، ح: ٦٧٦] وزيد ابن ثابت، [أبو داود، ح: ٤١١ وأحمد: ٥/ ١٨٣، ٢٠٦] وأنس [يأتي: ١٥٦ والبخاري، ح: ٥٤٢ ومسلم، ح: ٦٢٠] وجابر بن سمرة، [مسلم، ح: ٦١٨] * حديث: "من سأل الناس وله ما يغنيه، "يأتي: ٦٥٠.

يُغْنِيهِ». قَالَ يَحْيٰى: وَرَوٰى لَهُ سُفْيَانُ وَزَائِدَةُ، وَلَمْ يَرَ يَحْيٰى بِحَدِيثِهِ بَأْسًا. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي تَعْجِيلِ الظُّهْرِ.

لوگوں سے سوال کیا جبکہ اس کے پاس اس کی ضرورت پوری کرنے کا مال موجود ہو۔" یحییٰ کہتے ہیں: اس سے سفیان اور زائدہ نے روایت لی ہے اور یحییٰ کے نزدیک اس کی حدیث میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حکیم بن جبیر سے بواسطہ سعید بن جبیر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ظہر کی نماز جلدی پڑھنے کی روایت مروی ہے۔

١٥٦ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ.

[156] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز سورج ڈھلنے پر پڑھی۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ. [وَهُوَ أَحْسَنُ حَدِيثٍ فِي هٰذَا الْبَابِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ].

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔ اس مسئلے میں یہ حدیث سب سے بہتر ہے، اور اس بارے میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت بھی ہے۔

فائدہ: گرمی کی شدت کے سوا بالاتفاق نماز ظہر جلد پڑھنا راجح اور افضل ہے، تاہم احناف کا عمل اس کے خلاف ہے۔ وہ سردیوں میں بھی نماز کو اس کے اول وقت میں نہیں پڑھتے۔

(المعجم ٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَأْخِيرِ الظُّهْرِ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ (التحفة ٥)

باب: 5۔ گرمی کی شدت میں نماز ظہر میں تاخیر کرنا

١٥٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ

[157] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ

١٥٦ـ أخرجه البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب ما يكره من كثرة السؤال . . . إلخ، ح: ٧٢٩٤ من حديث عبدالرزاق به مطولًا وهو في الجامع لمعمر، (مصنف عبدالرزاق: ١١/ ٣٧٩، ٣٨٠، ح: ٢٠٧٩٦ بطوله) وصححه ابن حبان، ح: ٢٦٨ * وفي الباب عن جابر، [أبو داود، ح: ٣٩٩].

١٥٧ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب استحباب الإبراد بالظهر في شدة الحر . . . إلخ، ح: ٦١٥ عن قتيبة، والبخاري، المواقيت، باب الإبراد بالظهر في شدة الحر، ح: ٥٣٦ مختصرًا من حديث ابن شهاب الزهري به * وفي الباب عن أبي سعيد الخدري، [البخاري، ح: ٥٣٨] وأبي ذر، [البخاري، ح: ٥٣٥ ومسلم، ح: ٦١٦ ويأتي: ١٥٨] وابن عمر، [البخاري، ح: ٥٣٣، ٥٣٤] والمغيرة بن شعبة، [ابن ماجه، ح: ٦٨٠] والقاسم بن صفوان عن أبيه، [أحمد: ٢/ ٢٦٢] وأبي موسى، [النسائي، ح: ٥٠٢] وابن عباس، [البزار/ التلخيص الحبير: ١/١٨١] وأنس، [البخاري، ح: ٩٠٦ والنسائي، ح: ٥٠٠] * حديث عمر، أخرجه أبو يعلى والبزار، (مجمع الزوائد: ١/ ٣٠٦) فائدة: حديث الإبراد يتعلق بالسفر، كما جاء في رواية الترمذي وغيره ولم يثبت الإبراد في المدينة المنورة. والله أعلم.

شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا عَنِ الصَّلَاةِ، فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ».

ﷺ نے فرمایا: ''جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈا کرو، کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے۔''

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَأَبِي ذَرٍّ، وَابْنِ عُمَرَ، وَالْمُغِيرَةِ، وَالْقَاسِمِ بْنِ صَفْوَانَ عَنْ أَبِيهِ، وَأَبِي مُوسٰى، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَنَسٍ. [قَالَ]: وَرُوِيَ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي هٰذَا، وَلَا يَصِحُّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. قَدِ اخْتَارَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ تَأْخِيرَ صَلَاةِ الظُّهْرِ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ. وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. قَالَ الشَّافِعِيُّ: إِنَّمَا الْإِبْرَادُ بِصَلَاةِ الظُّهْرِ إِذَا كَانَ مَسْجِدًا يَنْتَابُ أَهْلُهُ مِنَ الْبُعْدِ، فَأَمَّا الْمُصَلِّي وَحْدَهُ وَالَّذِي يُصَلِّي فِي مَسْجِدِ قَوْمِهِ فَالَّذِي أُحِبُّ لَهُ أَنْ لَّا يُؤَخِّرَ الصَّلَاةَ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَمَعْنٰى مَنْ ذَهَبَ إِلٰى تَأْخِيرِ الظُّهْرِ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ هُوَ أَوْلٰى وَأَشْبَهُ بِالِاتِّبَاعِ. وَأَمَّا مَا ذَهَبَ إِلَيْهِ الشَّافِعِيُّ أَنَّ الرُّخْصَةَ لِمَنْ يَنْتَابُ مِنَ الْبُعْدِ وَالْمَشَقَّةِ عَلَى النَّاسِ: فَإِنَّ فِي حَدِيثِ أَبِي ذَرٍّ مَا يَدُلُّ عَلٰى خِلَافِ مَا قَالَ الشَّافِعِيُّ. قَالَ أَبُو ذَرٍّ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَأَذَّنَ بِلَالٌ بِصَلَاةِ الظُّهْرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «يَا بِلَالُ! أَبْرِدْ ثُمَّ أَبْرِدْ». فَلَوْ كَانَ الْأَمْرُ عَلٰى مَا ذَهَبَ إِلَيْهِ الشَّافِعِيُّ: لَمْ يَكُنْ لِّلْإِبْرَادِ فِي ذٰلِكَ الْوَقْتِ مَعْنًى، لِاجْتِمَاعِهِمْ فِي السَّفَرِ، وَكَانُوا لَا يَحْتَاجُونَ أَنْ يَنْتَابُوا مِنَ الْبُعْدِ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوسعید، ابوذر، ابن عمر، مغیرہ، قاسم بن صفوان عن ابیہ، ابوموسیٰ، ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم کی روایات آئی ہیں۔ اس مسئلے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی روایت بھی بیان کی جاتی ہے جو صحیح نہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہلِ علم کے ایک گروہ نے گرمی کی شدت میں نماز ظہر کو مؤخر کرنا پسند کیا ہے۔ امام ابن مبارک، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نماز ظہر اس وقت ٹھنڈی کی جائے جب مسجد ایسی ہو کہ اس کے نمازی دور سے آتے ہوں۔ لیکن اکیلا نماز پڑھنے والا یا جو نمازی اپنی قوم کی مسجد میں نماز پڑھتے ہوں تو میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ وہ باوجود گرمی کی شدت کے نماز میں تاخیر نہ کریں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ گرمی کی شدت میں نمازِ ظہر میں تاخیر کرنی چاہیے، ان کے قول کا مفہوم یہ ہے کہ یہی آپ ﷺ کی پیروی کے قریب تر اور لائق اتباع ہے۔ رہا امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ موقف کہ رخصت ان لوگوں کے لیے ہے جو دور سے آتے ہوں اور اس میں لوگوں کی مشقت کا لحاظ ہے تو سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث امام شافعی کے موقف کے خلاف دلیل ہے۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ظہر کی اذان دینی چاہی، اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے بلال! ٹھنڈی کرو، پھر ٹھنڈی کرو۔'' سو اگر بات وہی ہوتی جو امام شافعی کا

خیال ہے تو اس وقت (سفر میں) ٹھنڈک کا کوئی مقصد ہی نہ تھا، کیونکہ وہ لوگ سفر کی بنا پر (ایک ہی جگہ) اکٹھے تھے اور دور سے آنے کے محتاج نہ تھے۔

لغوی تشریح: [فَيْح] گرمی کا انتشار، پھیلاؤ اور اس کی وسعت۔

فوائد و مسائل: ① جہنم گرمی اور سردی کے موسم میں دو بار سانس لیتی ہے اور اس سانس کے نتیجے میں گرمی اور سردی کی شدت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ سورج کا قرب اور دوری، گرمی اور سردی کی شدت کے ظاہری سبب ہیں جو ہمارے مشاہدے میں آتے ہیں لیکن جہنم کا سانس لینا ایک باطنی سبب ہے جو ہمارے مشاہدے میں نہیں آتا۔ اگر سانس لینے کا معاملہ نہ ہوتا تو پھر یوں بھی کہا جا سکتا تھا کہ گرمی اور سردی کی شدت جہنم کی گرمی اور سردی کے مشابہ ہے۔ ② جمہور کا قول یہی ہے کہ گرمی کی شدت کی صورت میں نمازِ ظہر میں تاخیر کرنا افضل ہے۔ لیکن امام شافعی اور مالک رحمہ اللہ کے نزدیک جلدی کرنا افضل ہے اور حسب ضرورت تاخیر کر لینا رخصت ہے۔

١٥٨- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ [الطَّيَالِسِيُّ] قَالَ: أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُهَاجِرٍ أَبِي الْحَسَنِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ فِي سَفَرٍ وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَأَرَادَ أَنْ يُقِيمَ، فَقَالَ: «أَبْرِدْ»، ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُقِيمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَبْرِدْ فِي الظُّهْرِ»، قَالَ: حَتَّى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُولِ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، فَأَبْرِدُوا عَنِ الصَّلَاةِ».

[158] سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے تو انھوں نے (اذان کہہ کر) اقامت کہنی چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ٹھنڈا کرو۔'' پھر انھوں نے اقامت کہنی چاہی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ظہر کو ٹھنڈا کرو۔'' حتی کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ پھیلا ہوا دیکھا، پھر انھوں نے اقامت کہی تو آپ نے نماز پڑھائی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گرمی کی شدت جہنم کی لپیٹ سے ہے، لہٰذا نماز کو ٹھنڈا کرو۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فوائد و مسائل: ① ظہر کو ٹھنڈا کرنے کا یہ مقصد نہیں کہ بہت زیادہ تاخیر کی جائے، مقصد یہ ہے کہ جب دیواروں کا سایہ پھیل جائے اور اس میں آنا جانا ممکن ہو تو اس قدر تاخیر کی جائے ورنہ گرمی کی شدت تو عصر کے بعد تک بھی رہتی ہے۔ اس کی تائید سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے، وہ فرماتے ہیں: [شَكَوْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ الصَّلَاةَ فِي الرَّمْضَاءِ فَلَمْ يُشْكِنَا] ''ہم نے رسول اللہ ﷺ سے گرمی میں نماز ادا کرنے میں مشقت کی شکایت کی تو آپ نے اس کا ازالہ نہ فرمایا۔''

١٥٨- أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب الإبراد بالظهر في السفر، ح:٥٣٩، ومسلم، المساجد، باب استحباب الإبراد بالظهر في شدة الحر . . . إلخ، ح:٦١٦ من حديث شعبة به وهو في مسند أبي داود الطيالسي، ح:٤٤٥.

(صحيح مسلم، المساجد، حديث: 619) یعنی مزید اسے اس کے وقت سے لیٹ کرنے کی اجازت نہ دی۔ ② نمازِ ظہر کا آخری وقت کسی بھی چیز کا سایہ اس کے ایک مثل ہونے تک ہے اور اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

(المعجم ٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَعْجِيلِ الْعَصْرِ (التحفة ٦)

باب: 6۔ عصر کی نماز جلدی پڑھنا

١٥٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا، لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ مِنْ حُجْرَتِهَا.

[159] سیدہ عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی جبکہ سورج (دھوپ) ان کے آنگن (صحن) میں تھا۔ سایہ ان کے آنگن سے (مشرقی دیوار پر) چڑھا نہ تھا۔

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ، وَأَبِي أَرْوَى، وَجَابِرٍ، وَرَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ. [قَالَ]: فَيُرْوَى عَنْ رَافِعٍ أَيْضًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي تَأْخِيرِ الْعَصْرِ، وَلَا يَصِحُّ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ الَّذِي اخْتَارَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، مِنْهُمْ: عُمَرُ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ، وَعَائِشَةُ، وَأَنَسٌ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ التَّابِعِينَ: تَعْجِيلُ صَلَاةِ الْعَصْرِ، وَكَرِهُوا تَأْخِيرَهَا. وَبِهِ يَقُولُ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ.

اس مسئلے میں سیدنا انس، ابواروی، جابر اور رافع بن خدیج ؓ کی احادیث آئی ہیں۔ سیدنا رافع ؓ سے نبی ﷺ کے نمازِ عصر کو دیر کر کے ادا کرنے کے بارے میں بھی روایت بیان کی جاتی ہے جو صحیح نہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی ؒ) فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ ؓ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ صحابہ میں سے بعض اہل علم نے اس کو پسند کیا ہے۔ ان میں سیدنا عمر، عبداللہ بن مسعود، سیدہ عائشہ اور سیدنا انس ؓ شامل ہیں۔ بہت سے تابعین نے بھی نمازِ عصر جلدی ادا کرنے کو پسند اور دیر کر کے ادا کرنے کو ناپسند کیا ہے۔ عبداللہ بن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق ؒ کا یہی قول ہے۔

لغوی تشریح: [لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ] کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ حجرے کے اندر ابھی دھوپ تھی، اس جگہ سایہ نہیں آیا تھا۔ دوسرے، دھوپ حجرے کے فرش پر تھی اور ابھی دیوار پر نہیں چڑھی تھی۔ مقصد دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے۔

فوائد و مسائل: ① یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نمازِ عصر کو وقت ہونے کے بعد جلدی پڑھنا افضل ہے۔ یہی مفہوم سیدہ عائشہ ؓ اور عروہ ؒ نے سمجھا ہے۔ اس موقف کی تائید سیدنا انس ؓ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، وہ فرماتے ہیں: [أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ، وَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِي وَالشَّمْسُ

١٥٩- أخرجه البخاري، المواقيت، باب وقت العصر، ح: ٥٤٥ عن قتيبة، ومسلم، المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس، ح: ٦١١ من حديث ابن شهاب الزهري به * وفي الباب عن أنس، [البخاري، ح: ٥٥٠ ومسلم، ح: ٦٢١] وأبي أروى، [أحمد: ٤/ ٣٤٤] وجابر [تقدم: ١٥٠] ورافع بن خديج، [البخاري، ح: ٤٨٥ ومسلم، ح: ٦٢٥] * حديث رافع في التأخير، أخرجه أحمد: ٣/ ٤٦٣ والدارقطني: ١/ ٩٣ وقال: "ابن رافع هذا ليس بالقوي"

مُرْتَفِعَةٌ] ''رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تو سورج خاصا بلند اور زندہ ہوتا اور جانے والا عوالی (مدینے کی نواحی بستیوں) میں جاتا تو بھی سورج ابھی تک بلند ہوتا۔'' (سنن النسائي، حديث: 507) یاد رہے عوالی سے مراد وہ بستیاں ہیں جو مدینہ طیبہ سے کم از کم تین چار میل دور تھیں۔ بعض روایات میں صراحت ہے کہ اہل قبا ابھی عصر کی نماز پڑھ رہے ہوتے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عصر کی نماز ادا کرنے والا وہاں پہنچ جاتا۔ (صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، حديث: 548، وسنن النسائي، حديث: 506) سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عصر کی نماز ادا کرتے، پھر اونٹ ذبح کر کے اس کو پکا کر کھا لیتے اور ابھی تک مغرب کا وقت نہ ہوا ہوتا۔ (صحيح البخاري، الشركة، حديث: 2485) اونٹ ذبح کر کے اسے پکا کر کھانا یقیناً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ نماز عصر اول وقت میں ادا کرتے ورنہ جس وقت احناف نماز عصر ادا کرتے ہیں اس کے بعد یہ کام کرنا محال اور ناممکن ہے۔ ② گزشتہ احادیث کے فوائد میں ہم یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ نماز اس کے اول وقت میں ادا کرنا افضل ہے اور بلا وجہ تاخیر کر کے نماز پڑھنا غیر پسندیدہ ہے، نیز رسول اللہ ﷺ کا معمول بھی نماز کو اول وقت ہی میں ادا کرنا رہا ہے۔ جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے کہ نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کرنا افضل ہے الا یہ کہ کسی نماز کو تاخیر سے ادا کرنے کی افضلیت ثابت ہو جائے۔ ③ احناف نماز عصر کو تاخیر سے ادا کرنا افضل قرار دیتے ہیں لیکن ان کا موقف صحیح دلائل کے مخالف ہونے کی وجہ سے مرجوح ہے۔ ذیل میں ہم ان دلائل کا جائزہ لیتے ہیں جو احناف اپنا موقف ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے ہیں: * آئندہ باب میں مذکور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث۔ اس کی تفصیل وہیں آئے گی۔ * دوسری دلیل سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ [كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَأْمُرُ بِتَأْخِيرِ صَلَاةِ الْعَصْرِ] ''رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز تاخیر سے ادا کرنے کا حکم دیتے تھے۔'' (مسند أحمد: 463/3) یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ اس کا متن منکر ہے کیونکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نماز عصر اول وقت میں ادا کرتے تھے۔ احناف کا اس حدیث کو حسن قرار دینا ناانصافی ہے، کیونکہ عبدالواحد بن نافع راجح قول کے مطابق ضعیف راوی ہے جس کی حدیث کسی صورت بھی حسن نہیں ہو سکتی۔ پھر رافع بن خدیج سے صحیح سند سے اس کے برعکس ثابت ہے جیسا کہ مذکورہ بالا سطور میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الموسوعة الحديثية، مسند أحمد: 108/25) * تیسری دلیل سیدنا ابن مسعود، ابوہریرہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم کے آثار ہیں کہ وہ نماز عصر تاخیر سے ادا کرتے تھے۔ ان آثار کے مقابلے میں ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ کا عمل نمونہ ہے، پھر سیدہ عائشہ، سیدنا انس، عمر، ابن عمر، رافع بن خدیج اور ابو اَروی رضی اللہ عنہم وغیرہ نے رسول اکرم ﷺ کا عمل نماز عصر کو اول وقت میں ادا کرنا ذکر کیا ہے اور ان میں سے بعض کے موقوف آثار بھی نماز عصر کو جلدی ادا کرنے کے ملتے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المصنف لابن أبي شيبة: 222/2) اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ بیان جواز کے لیے کبھی کبھی نماز عصر کو تاخیر سے ادا کرتے ہوں تاکہ لوگوں کو اس کے وقت جواز سے مطلع کریں جیسا سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسا کرنا ثابت ہے۔ (المصنف لابن أبي شيبة: 223/2)

١٦٠- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ

[160] علاء بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں کہ وہ ظہر کی

١٦٠- أخرجه مسلم، المساجد، باب استحباب التبكير بالعصر، ح: ٦٢٢ عن علي بن حجر به.

جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ فِي دَارِهِ بِالْبَصْرَةِ حِينَ انْصَرَفَ مِنَ الظُّهْرِ، وَدَارُهُ بِجَنْبِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: قُومُوا فَصَلُّوا الْعَصْرَ، قَالَ: فَقُمْنَا فَصَلَّيْنَا، فَلَمَّا انْصَرَفْنَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِ، يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰى إِذَا كَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ قَامَ فَنَقَرَ أَرْبَعًا لَا يَذْكُرُ اللهَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا».

نماز پڑھ کر بصرہ میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر ان کے پاس گئے اور ان کا گھر بصرہ میں مسجد کے پہلو میں تھا، تو وہ فرمانے لگے: اٹھو، نمازِ عصر پڑھو، چنانچہ ہم نے اٹھ کر نماز عصر پڑھی۔ جب ہم نے سلام پھیرا تو انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''یہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھا سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے حتی کہ جب وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان پہنچ جاتا ہے تو اٹھ کر چار ٹھونگیں مار لیتا ہے۔ ان میں اللہ کو بہت کم یاد کرتا ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فوائد و مسائل: ① شیاطین سورج کے طلوع اور غروب کے وقت اس کے سامنے آ جاتے ہیں اور ایسے لگتا ہے گویا وہ ان کے سینگوں کے درمیان ہو، غرض ان کی یہ ہوتی ہے کہ سورج کی عبادت کرنے والوں کی عبادت میں ان کا بھی حصہ پڑ جائے۔ اس طرح طلوع وغروب کے وقت نماز پڑھنا گویا شیطان کی بندگی کرنا ہے اور منافق چونکہ محض دکھلاوے کی خاطر نماز پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ذکر کی اسے کوئی فکر یا اس کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا، اس لیے تاخیر میں بے باک اور بے خوف و نڈر ہوتا ہے جبکہ مخلص مومن احساس ذمہ داری سے اول وقت میں خوب اطمینان و سکون سے اپنا فریضہ ادا کرتا اور سکون حاصل کرتا ہے۔ ② بعض احناف نے کہا ہے کہ اس سے نمازِ عصر کو جلد ادا کرنا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یہ واقعہ حجاج کے دور کا ہے اور وہ نمازوں کو لیٹ کر دیتا تھا، اس لیے ممکن ہے کہ علاء نے نماز ظہر لیٹ پڑھی ہو اور جب وہ آئے ہوں تو عصر کا وقتِ استحباب شروع ہو چکا ہو۔ یا ممکن ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نماز عصر جلدی ادا کرنے کی افضلیت کے قائل ہوں۔ اس واقعے کو حجاج کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں کیونکہ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے ساتھ نماز ظہر پڑھی، پھر سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو وہ عصر کی نماز ادا کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کون سی نماز ادا کر رہے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: عصر کی نماز۔ اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اسی وقت نماز ادا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم، المساجد، حدیث: 623) اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ شاید سیدنا انس رضی اللہ عنہ عصر جلدی پڑھنے کے استحباب کے قائل ہوں! تو ان کا یہ موقف رسول اللہ ﷺ کے عمل کے مطابق تھا جس کی انھوں نے وضاحت بھی فرمائی۔ اور ان کا یہی موقف ہونا چاہیے تھا کیونکہ یہی ان کی شان کے لائق تھا کہ اسوۂ رسول کو اپناتے۔

(المعجم ٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَأْخِيرِ صَلَاةِ الْعَصْرِ (التحفة ٧)

باب: 7۔ نماز عصر میں تاخیر کرنا

١٦١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ

[161] سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ

١٦١- أخرجه أحمد: ٦/ ٢٨٩، ٣١٠ من حديث عبدالله بن أبي مليكة به.

عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَشَدَّ تَعْجِيلًا لِلظُّهْرِ مِنْكُمْ، وَأَنْتُمْ أَشَدُّ تَعْجِيلًا لِلْعَصْرِ مِنْهُ.

ظہر کی نماز تم لوگوں سے بہت پہلے پڑھتے تھے اور تم آپ کی نسبت عصر جلدی پڑھتے ہو۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ [إِسْمَاعِيلَ ابْنِ عُلَيَّةَ] عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ نَحْوَهُ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اسماعیل ابن علیہ کی سند سے بھی اس معنی میں حدیث بیان کی گئی ہے۔

١٦٢- [وَوَجَدْتُ فِي كِتَابِي: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ].

[162] امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میری تحریر کے مطابق یہ حدیث اسماعیل بن ابراہیم (ابن علیہ) ابن جریج ہی سے بیان کرتے ہیں۔

١٦٣- [وَحَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الْبَصْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَهٰذَا أَصَحُّ].

[163] میرے استاد بشر بن معاذ بصری نے مجھے یہ حدیث اسماعیل ابن علیہ سے بواسطہ ابن جریج مذکورہ بالا اسناد سے سنائی اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

فائدہ: سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مخاطب وہ لوگ تھے جو ظہر اور عصر کی نماز میں رسول اللہ ﷺ کے عمل کو ملحوظ نہیں رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کے مقابلے میں عصر پہلے پڑھتے تھے اور ظہر بعد میں، حالانکہ ایک مسلمان کا طرز عمل یہ ہونا چاہیے کہ وہ آپ ﷺ کے لائحہ عمل کی پابندی کرے، لہٰذا سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا مقصد یہ نہیں تھا کہ نمازِ عصر تاخیر سے پڑھنی چاہیے۔

(المعجم ٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي وَقْتِ الْمَغْرِبِ (التحفة ٨)

باب: 8۔ مغرب کے وقت کا بیان

١٦٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَتَوَارَتْ بِالْحِجَابِ.

[164] سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے جب سورج غروب ہو جاتا اور پس پردہ چلا جاتا۔

١٦٢ـ أخرجه أحمد: ٦/ ٢٨٩، ٣١٠ عن إسماعيل ابن علية به انظر الحديث السابق: ١٦١.

١٦٣ـ انظر الحديثين السابقين.

١٦٤ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب بيان أن أول وقت المغرب عند غروب الشمس، ح: ٦٣٦ عن قتيبة، والبخاري، مواقيت الصلاة، باب وقت المغرب، ح: ٥٦١ من حديث يزيد بن أبي عبيد به * وفي الباب عن جابر، [أحمد: ٣/ ٣٠٣، ٣٣١، ٣٨٢ وابن خزيمة، ح: ٣٣٧] والصنابحي، [أحمد: ٤/ ٣٤٩] وزيد بن خالد، [أحمد: ٤/ ١١٤، ١١٥، ١١٧] وأنس، [أبو داود، ح: ٤١٦] ورافع بن خديج، [البخاري، ح: ٥٥٩ ومسلم، ح: ٦٣٧] وأبي أيوب، [أحمد: ٥/ ٤١٥، ٤٢١ وأبو داود، ح: ٤١٨] وأم حبيبة [لم نجده] وعباس بن عبدالمطلب، [ابن ماجه، ح: ٦٨٩ وابن خزيمة، ح: ٣٤٠] وابن عباس [لم نجده].

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ، [وَالصُّنَابِحِيِّ]، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، وَأَنَسٍ، وَرَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، وَأَبِي أَيُّوبَ، وَأُمِّ حَبِيبَةَ، وَعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، [وَابْنِ عَبَّاسٍ]. وَحَدِيثُ الْعَبَّاسِ قَدْ رُوِيَ عَنْهُ مَوْقُوفًا وَهُوَ أَصَحُّ. [وَالصُّنَابِحِيُّ لَمْ يَسْمَعْ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ صَاحِبُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ]. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِّنَ التَّابِعِينَ: اخْتَارُوا تَعْجِيلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ، وَكَرِهُوا تَأْخِيرَهَا، حَتّٰى قَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَيْسَ لِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ إِلَّا وَقْتٌ وَاحِدٌ، وَذَهَبُوا إِلٰى حَدِيثِ النَّبِيِّ ﷺ حَيْثُ صَلّٰى بِهِ جِبْرِيلُ. وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ.

اس مسئلے میں سیدنا جابر، صنابحی، زید بن خالد، انس، رافع بن خدیج، ابوایوب، ام حبیبہ، عباس بن عبدالمطلب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ان سے موقوفاً بھی مروی ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ صنابحی، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھی ہیں اور انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد تابعین کے اکثر اہل علم نے نماز مغرب جلدی ادا کرنے ہی کو مختار اور پسندیدہ قرار دیا ہے اور اس کی تاخیر کو ناپسند کیا ہے، حتی کہ بعض اہل علم کا قول ہے کہ مغرب کا ایک ہی وقت ہے۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کرائی تھی۔ ابن مبارک اور شافعی رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔

فائدہ: جمہور اہل علم کے نزدیک مغرب کی نماز کا ابتدائی وقت بھی ہے اور انتہائی وقت بھی لیکن نماز اوّل وقت ہی میں پڑھنا افضل ہے۔

(المعجم ٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي وَقْتِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ (التحفة ٩)

باب: 9۔ نماز عشاء کا وقت

١٦٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ بَشِيرِ ابْنِ ثَابِتٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ سَالِمٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ: أَنَا أَعْلَمُ النَّاسِ بِوَقْتِ هٰذِهِ الصَّلَاةِ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّيهَا لِسُقُوطِ الْقَمَرِ لِثَالِثَةٍ.

[165] سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ میں اس نماز (عشاء) کے وقت کو سب سے زیادہ جانتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے تیسری رات کے چاند کے غروب کے وقت پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: عشاء کے وقت کا آغاز بالاتفاق شفق (سرخی) کے غروب ہونے پر ہوجاتا ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے ہمیشہ ایک وقت پر نہیں پڑھتے تھے۔ تیسری رات کا چاند بھی ہمیشہ ایک ہی وقت پر غروب نہیں ہوتا، موسم کے بدلنے کے ساتھ یہ بھی بدلتا رہتا

١٦٥- أخرجه أبو داود، الصلاة، باب وقت العشاء الآخرة، ح: ٤١٩ من حديث أبي عوانة به وصححه ابن حبان (الإحسان) ح: ١٥٢٤ والحاكم: ١/ ١٩٤ ووافقه الذهبي.

ہے۔ علامہ احمد محمد شاکر رحمہ اللہ نے (سنن الترمذي، حديث: 310,309) میں قاہرہ کے دو مختلف سالوں کے بارہ مہینوں کے دو چارٹ بنائے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسری رات کا چاند کم ازکم سوا گھنٹہ اور زیادہ سے زیادہ تین گھنٹے چند منٹ پر غروب ہوتا ہے بلکہ مختلف سالوں کے ایک ہی ماہ میں فرق پڑ جاتا ہے، مثلاً: 1345ھ کے اگست میں تیسری رات کا چاند ایک گھنٹہ 25 منٹ پر غروب ہوا اور 1356ھ کے اگست میں ایک گھنٹہ 39 منٹ پر غروب ہوا۔ 1345ھ کے جولائی میں ایک گھنٹہ 57 منٹ پر اور 1356ھ کے جولائی میں ایک گھنٹہ 42 منٹ پر۔ اس غروب پر موسموں کی طرح مختلف ملکوں میں بھی کمی وبیشی ہے، اس لیے اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نبی ﷺ ہمیشہ عشاء ایک ہی وقت پر پڑھتے تھے، لہٰذا اس حدیث سے شافعیہ کا عشاء کی نماز جلدی پڑھنے کے استحباب پر اور احناف کا نمازِ عشاء دیر سے پڑھنے کے استحباب پر استدلال کرنا درست نہیں۔

١٦٦- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ، بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

[166] امام ترمذی رحمہ اللہ نے ایک اور سند سے بھی مذکورہ بالا حدیث بیان کی ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ سَالِمٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ. وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ هُشَيْمٌ: عَنْ بَشِيرِ بْنِ ثَابِتٍ. وَحَدِيثُ أَبِي عَوَانَةَ أَصَحُّ عِنْدَنَا، لِأَنَّ يَزِيدَ بْنَ هَارُونَ رَوٰى عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ نَحْوَ رِوَايَةِ أَبِي عَوَانَةَ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ہشیم یہ روایت ابوعوانہ کی طرح ابوبشر سے بیان کرتے ہیں لیکن ابوبشر اور حبیب بن سالم کے درمیان بشیر بن ثابت کا ذکر نہیں کرتے۔ ہمارے نزدیک ابوعوانہ کی روایت جس میں بشیر بن ثابت کا واسطہ ہے، زیادہ صحیح ہے کیونکہ امام شعبہ بھی ابوعوانہ کی طرح ہی سند بیان کرتے ہیں۔

فائدہ: علامہ احمد محمد شاکر رحمہ اللہ نے دونوں سندوں کو صحیح قرار دیا ہے۔

(المعجم ١٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَأْخِيرِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ (التحفة ١٠)

باب: 10۔ نماز عشاء میں تاخیر کرنا

١٦٧- أَخْبَرَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:

[167] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میں اپنی امت کو

١٦٦- انظر الحديث السابق.

١٦٧- أخرجه ابن ماجه، الصلاة، باب وقت صلاة العشاء، ح: ٦٩١ من حديث عبيد الله بن عمر به وللحديث طرق أخرى عند الحاكم: ١/ ١٤٦ و غيره * و في الباب عن جابر بن سمرة، [مسلم، ح: ٦٤٣] وجابر بن عبدالله، [أحمد: ٣/ ٥] وأبي برزة، [البخاري، ح: ٥٤١ ومسلم، ح: ٦٤٧] وابن عباس، [البخاري، ح: ٥٧١ ومسلم، ح: ٦٤٢] وأبي سعيد الخدري، [أبو داود، ح: ٤٢٢] وزيد بن خالد، [تقدم: ٢٣] وابن عمر [البخاري، ح: ٥٧٠ ومسلم: ٦٣٩].

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُؤَخِّرُوا الْعِشَاءَ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ أَوْ نِصْفِهِ».

مشقت میں ڈال دوں گا تو میں انھیں حکم دیتا کہ عشاء کی نماز تہائی یا آدھی رات تک مؤخر کریں۔"

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، وَجَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ، وَأَبِي بَرْزَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ [الْخُدْرِيِّ]، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، وَابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ الَّذِي اخْتَارَهُ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ [وَغَيْرِهِمْ]: رَأَوْا تَأْخِيرَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ. وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ.

اس مسئلے میں سیدنا جابر بن سمرہ، جابر بن عبداللہ، ابوبرزہ، ابن عباس، ابوسعید خدری، زید بن خالد اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ صحابۂ کرام، تابعین عظام اور دوسرے اکثر اہل علم نے اس کو پسند کیا ہے کہ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھی جائے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا قول بھی یہی ہے۔

فائدہ: عشاء کی نماز کو کم از کم تہائی رات تک اور زیادہ سے زیادہ نصف رات تک مؤخر کرنا افضل ہے۔ جمہور صحابہ و تابعین اور ائمہ کا یہی موقف ہے اگرچہ باقی نمازوں کو جلدی، یعنی وقت شروع ہوتے ہی پڑھنا افضل ہے کیونکہ اس میں (عشاء کی نماز دیر سے پڑھنے میں) دین کے لیے قربانی اور ایثار کا اظہار ہوتا ہے اور اپنی پیاری نیند کو صرف نماز کی خاطر قربان کیا جاتا ہے جبکہ باقی اوقات میں نماز کی خاطر فوری طور پر اپنے مشاغل اور مصروفیات کو چھوڑا جاتا ہے۔

(المعجم ١١) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَالسَّمَرِ بَعْدَهَا (التحفة ١١)

باب: 11۔ عشاء سے پہلے سونا اور بعد میں قصے کہانیاں بیان کرنا ناپسندیدہ ہے

١٦٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: أَخْبَرَنَا عَوْفٌ - قَالَ أَحْمَدُ: وَحَدَّثَنَا عَبَّادُ [بْنُ عَبَّادٍ هُوَ الْمُهَلَّبِيُّ وَإِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ -: جَمِيعًا عَنْ عَوْفٍ، عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ [هُوَ أَبُو الْمِنْهَالِ الرِّيَاحِيُّ]، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا.

[168] سیدنا ابوبرزہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ عشاء سے پہلے سونا اور اس کے بعد باتیں کرنا ناپسند فرماتے تھے۔

١٦٨ـ أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب وقت العصر، ح:٥٤٧ من حديث عوف الأعرابي، ومسلم، المساجد، باب استحباب التبكير بالصبح في أول وقتها . . . إلخ، ح:٦٤٧ من حديث يسار به * وفي الباب عن عائشة، [ابن ماجه، ح:٧٠٢] وعبدالله بن مسعود، [ابن ماجه، ح:٧٠٣] وأنس [عبدالرزاق: ١/ ٥٦٣، ح:٢١٣٨ وابن أبي شيبة: ٢/ ٢٨٠].

[قَالَ] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَأَنَسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي بَرْزَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ كَرِهَ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ النَّوْمَ قَبْلَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ [وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا] وَرَخَّصَ فِي ذٰلِكَ بَعْضُهُمْ. وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ: أَكْثَرُ الْأَحَادِيثِ عَلَى الْكَرَاهَةِ. وَرَخَّصَ بَعْضُهُمْ فِي النَّوْمِ قَبْلَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ فِي رَمَضَانَ.

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، سیدنا عبداللہ بن مسعود اور سیدنا انس رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا ابوبرزہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اکثر اہل علم نے عشاء سے پہلے سونے اور بعد میں بات چیت میں مشغول ہونے کو ناپسند کیا ہے اور بعض نے اس کی رخصت دی ہے۔ امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: اکثر احادیث سے ان چیزوں کی کراہت ثابت ہوتی ہے۔ بعض اہل علم نے رمضان میں عشاء سے پہلے سونے کی رخصت دی ہے (تاکہ تراویح پڑھتے وقت نیند نہ آئے۔)

فائدہ: عشاء سے پہلے سونے میں عشاء کی جماعت یا وقت مختار نکلنے کا خطرہ ہوتا ہے، اس لیے نبی ﷺ نے عشاء کی نماز میں شرکت کی خاطر عشاء سے پہلے سونے کو ناپسند فرمایا ہے، اِلّا یہ کہ کوئی مجبوری ہو۔ اسی طرح عشاء کے بعد ایسی گفتگو جو نیند کو ختم کرنے کا باعث بن سکتی ہو یا ایسی لمبی گفتگو جس کے سبب قیام اللیل اور تہجد یا صبح کی نماز رہ جانے کا خطرہ ہو، جائز نہیں سوائے اس کے کہ کوئی خاص اہم دینی یا دنیاوی معاملہ ہو۔ محض گپ شپ اور قصے کہانیاں بالاتفاق جائز نہیں۔ موجودہ دور کی آفات: ٹی وی، موبائل، کیبل اور انٹرنیٹ وغیرہ کا غلط استعمال، سب اسی ممانعت کے زمرے میں آتے ہیں۔

(المعجم ۱۲) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي السَّمَرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ (التحفة ۱۲)

باب: 12۔ عشاء کے بعد بات چیت کی رخصت کا بیان

۱۶۹- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَسْمُرُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ فِي الْأَمْرِ مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ وَأَنَا مَعَهُمَا.

[169] سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رات کو مسلمانوں کے معاملات کے سلسلے میں بات چیت فرماتے تھے اور میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تھا۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، وَأَوْسِ بْنِ

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن عمرو، اوس بن حذیفہ اور

۱۶۹۔[صحيح لغيره] أخرجه أحمد: ۱/ ۲۶، ۳٤ عن أبي معاوية الضرير به و تابعه فضيل بن عياض عند النسائي في الكبرى، ح: ۸۲۵۷ وصححه ابن خزيمة، ح: ۱۱۵٦ وابن حبان (الإحسان): ۲۰۳۲ وللحديث شواهد، انظر الحديث الآتي * وفي الباب عن عبدالله بن عمرو، [لم نجده، وفي الباب حديث آخر عند أبي داود، ح: ۳٦٦۳] وأوس بن حذيفة، [ابن ماجه، ح: ۱۳٤۵ وأبو داود، ح: ۱۳۹۳] وعمران بن حصين، [أحمد: ٤/ ٤۳۷، ٤٤٤ وصححه ابن خزيمة، ح: ۱۳٤۲ والحاكم: ۲/ ۳۷۹ ووافقه الذهبي] * حديث الحسن بن عبيدالله: أخرجه أحمد: ۱/ ۳۸ * حديث: "لا سمر إلا لمصلٍّ أو مسافر" أخرجه أحمد: ۱/ ٤۱۲، ٤٦۳ وهو حديث حسن بالشواهد.

حُذَيْفَةَ، وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ الْحَسَنُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ رَجُلٍ مِّنْ جُعْفِيٍّ - يُقَالُ لَهُ: قَيْسٌ أَوِ ابْنُ قَيْسٍ - عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ هٰذَا الْحَدِيثَ فِي قِصَّةٍ طَوِيلَةٍ. وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ فِي السَّمَرِ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ: فَكَرِهَ قَوْمٌ مِّنْهُمُ السَّمَرَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ، وَرَخَّصَ بَعْضُهُمْ إِذَا كَانَ فِي مَعْنَى الْعِلْمِ وَمَا لَا بُدَّ مِنْهُ مِنَ الْحَوَائِجِ، وَأَكْثَرُ الْحَدِيثِ عَلَى الرُّخْصَةِ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا سَمَرَ إِلَّا لِمُصَلٍّ أَوْ مُسَافِرٍ».

عمران بن حصین رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اور حسن بن عبید اللہ نے اپنی سند سے یہ حدیث ایک لمبے واقعے کے ضمن میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بھی بیان کی ہے۔ صحابہ وتابعین اور بعد کے اہل علم نے عشاء کی نماز کے بعد بات چیت کے سلسلے میں اختلاف کیا ہے۔ ان میں سے کچھ حضرات کا خیال ہے کہ عشاء کے بعد گفتگو کرنا ناپسندیدہ ہے۔ اور بعض نے علمی گفتگو اور اہم ضروریات کے بارے میں بات چیت کرنے کی رخصت دی ہے۔ اکثر احادیث سے (دینی اور دنیوی مفادات وضروریات کی) بات چیت کی رخصت ملتی ہے۔ نبی ﷺ سے یہ بھی مروی ہے کہ ''رات کو گفتگو صرف نمازی یا مسافر کرسکتا ہے۔''

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عشاء کے بعد حسب ضرورت ضروری گفتگو کرنا جائز ہے، جیسے: وعظ ونصیحت، تعلیم وتعلم، مہمان سے بات چیت کرنا اور میاں بیوی کا آپس میں گفتگو کرنا۔ کیونکہ یہ گفتگو لغو قصے کہانیوں کی طرح لمبی اور بے مقصد نہیں ہوتی کہ یہ خطرہ پیدا ہوجائے کہ نماز فجر یا تہجد رہ جائے گی۔ لیکن آج مسلمانوں کے ہاں ٹی وی، موبائل، کیبل، انٹرنیٹ اور معلوم نہیں کیا کیا خرافات نے ڈیرے ڈال لیے ہیں کہ جن کے سامنے بیٹھ کر عشاء اور صبح کی نمازیں ضائع ہورہی ہیں اور اس مصیبت میں اہل علم اور دیندار لوگ بھی گرفتار ہیں۔ فنعوذ باللہ من ھٰذہ الفتن. ظاہر ہے کہ ان خرافات کا قطعاً کوئی جواز نہیں۔

(المعجم ١٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوَقْتِ الْأَوَّلِ مِنَ الْفَضْلِ (التحفة ١٣)

باب: 13۔ اوّل وقت کی فضیلت کا بیان

١٧٠- حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسٰى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ الْعُمَرِيِّ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ غَنَّامٍ، عَنْ عَمَّتِهِ أُمِّ فَرْوَةَ، وَكَانَتْ مِمَّنْ بَايَعَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَتْ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «الصَّلَاةُ لِأَوَّلِ وَقْتِهَا».

[170] سیدہ ام فروہ رضی اللہ عنہا جو ان عورتوں میں سے ہیں جنھوں نے نبی ﷺ سے بیعت کی تھی، فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ سے دریافت کیا گیا: کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اول وقت میں نماز پڑھنا۔''

١٧٠- [صحيح لغيره] أخرجه أبو داود، الصلاة، باب المحافظة على الصلوات، ح:٤٢٦ من حديث عبدالله العمري به وللحديث شواهد صحيحة، عند ابن خزيمة، ح:٣٢٧ وابن حبان، ح:٢٨٠ والحاكم: ١/ ١٨٨، ١٨٩ وغيرهم.

فائدہ: اس حدیث اور دیگر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ان نمازوں کے سوا جن کی تاخیر کا افضل ہونا نصوص سے ثابت ہے، مثلاً: عشاء کی نماز اور گرمیوں کی شدت میں ظہر کی نماز، باقی نمازوں میں جلدی کرنا ہی افضل ہے۔ مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ نے لکھا ہے: [اَلْمُرَادُ بِأَوَّلِ الْوَقْتِ عِنْدَ الْحَنَفِيَّةِ، أَوَّلُ وَقْتٍ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعْتَادُ فِيهِ الصَّلَاةَ] یعنی احناف کے نزدیک اس سے مراد وہ اول وقت ہے جس میں عام طور پر رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تھے۔ (معارف السنن: 84/2) یہی اہلحدیث کا موقف ہے کہ نماز انھی اوقات میں پڑھنی چاہیے جن میں عموماً نبی ﷺ پڑھا کرتے تھے۔

١٧١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْجُهَنِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ: «يَا عَلِيُّ! ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا: الصَّلَاةُ إِذَا آنَتْ، وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ، وَالْأَيِّمُ إِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفْؤًا».

[171] سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اے علی! تین چیزوں میں دیر نہ کرنا: نماز (پڑھنے میں)، جب اس کا وقت ہو جائے، جنازہ (ادا کرنے میں)، جب آ جائے اور غیر شادی شدہ عورت (کا نکاح کرنے میں)، جب اس کا کفو (ہم پلہ) مل جائے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ حَسَنٌ].

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب حسن ہے۔

فائدہ: یہ روایت تو سنداً ضعیف ہے، لیکن اس میں بیان کردہ سب باتیں ایسی ہیں جو دوسری صحیح روایات سے ثابت ہیں۔

١٧٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ الْوَلِيدِ الْمَدَنِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْوَقْتُ الْأَوَّلُ مِنَ الصَّلَاةِ رِضْوَانُ اللهِ، وَالْوَقْتُ الْآخِرُ عَفْوُ اللهِ».

[172] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نماز کا اول وقت اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا وقت ہے اور آخری وقت اللہ تعالیٰ کی معافی اور درگزر کا وقت ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ]. [وَقَدْ رَوَى ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ]. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَابْنِ عُمَرَ، وَعَائِشَةَ، وَابْنِ مَسْعُودٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أُمِّ فَرْوَةَ لَا يُرْوَى إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ الْعُمَرِيِّ وَلَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ عِنْدَ

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی نبی ﷺ سے اس جیسی روایت بیان کرتے ہیں۔ اس مسئلے میں سیدنا علی، ابن عمر، سیدہ عائشہ اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہم کی روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ام فروہ رضی اللہ عنہا کی روایت عبداللہ

١٧١- [ضعيف] أخرجه أحمد: ١/ ١٠٥ من حديث ابن وهب به واختصره ابن ماجه، ح: ١٤٨٦ وصححه الحاكم: ٢/ ١٦٢، ١٦٣ والذهبي وحسنه العراقي، وفي رواية عمر عن أبيه نظر ولأصل الحديث شواهد معنوية.

١٧٢- [ضعيف جدًا] أخرجه البيهقي: ١/ ٤٣٥ من حديث أحمد بن منيع به * يعقوب المدني متهم بالكذب "كذبه أحمد وغيره" وحديث ابن عباس ضعيف جدًا فيه نافع أبوهرمز متروك * وفي الباب عن علي [تقدم: ١٧١] وابن عمر، [حديث الباب] وعائشة [يأتي، ح: ١٧٤] وابن مسعود، [يأتي، ح: ١٧٣].

أَهْلِ الْحَدِيثِ، وَاضْطَرَبُوا [عَنْهُ] فِي هٰذَا الْحَدِيثِ [وَهُوَ صَدُوقٌ، وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيهِ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ مِّنْ قِبَلِ حِفْظِهِ].

بن عمر عمری کے واسطے سے مروی ہے جو محدثین کے نزدیک ثقہ راوی نہیں ہے اور اس حدیث میں اس سے بیان کرنے والوں میں اختلاف ہے۔ وہ اگرچہ صدوق راوی ہے لیکن یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ نے اس کے حافظے پر جرح کی ہے۔

١٧٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ الْعَيْزَارِ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِابْنِ مَسْعُودٍ: أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: سَأَلْتُ عَنْهُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «الصَّلَاةُ عَلٰى مَوَاقِيتِهَا» قُلْتُ: وَمَاذَا يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «وَبِرُّ الْوَالِدَيْنِ». قُلْتُ: وَمَاذَا [يَا رَسُولَ اللهِ]؟ قَالَ: «الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ».

[173] ابوعمرو شیبانی سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کون سا عمل افضل ہے؟ انھوں نے فرمایا: میں نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا تھا: ''نماز وقت پر پڑھنا۔'' میں نے پوچھا: پھر کون سا؟ اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔'' میں نے پوچھا: پھر کون سا؟ اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوَى الْمَسْعُودِيُّ وَشُعْبَةُ وَ[سُلَيْمَانُ هُوَ أَبُو إِسْحَاقَ] الشَّيْبَانِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ الْعَيْزَارِ هٰذَا الْحَدِيثَ.

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ مسعودی، شعبہ اور ابواسحاق سلیمان شیبانی وغیرہ نے یہ حدیث ولید بن عیزار کے واسطے سے بیان کی ہے۔

فائدہ: [أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ] ''کون سا عمل افضل ہے'' کے جوابات مختلف اوقات میں، مختلف مواقع اور حالات میں، مختلف اشخاص اور ان کے حالات کے پیش نظر عملوں کی مختلف حیثیات کے اعتبار سے ہیں۔ بعض حضرات نے سوال کے الفاظ کی تبدیلی سے جواب کی تبدیلی کو جوڑا ہے، مثلاً: کہیں ہے: [أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ] کہیں ہے: [أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟] کہیں ہے: [أَيُّ الْعَمَلِ خَيْرٌ]

١٧٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا صَلّٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ صَلَاةً

[174] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے کوئی نماز اس کے آخری وقت میں اپنی وفات تک دو دفعہ بھی نہیں پڑھی۔

١٧٣ـ أخرجه مسلم، الإيمان، باب بيان كون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال، ح: ٨٥ من حديث مروان الفزاري، والبخاري، مواقيت الصلاة، باب فضل الصلاة لوقتها، ح: ٥٢٧ من حديث الوليد بن العيزار به.

١٧٤ـ [حسن لغيره] أخرجه أحمد: ٦/ ٩٢، ح: ٢٥١٢١ عن قتيبة به * إسحاق بن عمر: مجهول، تركه الدارقطني، وله شواهد عند الحاكم: ١/ ١٩٠ ح٦٨٢ وغيره.

لِوَقْتِهَا الْآخِرِ مَرَّتَيْنِ حَتَّى قَبَضَهُ اللهُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] غَرِيبٌ، وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ. قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَالْوَقْتُ الْأَوَّلُ مِنَ الصَّلَاةِ أَفْضَلُ. وَمِمَّا يَدُلُّ عَلٰى فَضْلِ أَوَّلِ الْوَقْتِ عَلٰى آخِرِهِ: اخْتِيَارُ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، فَلَمْ يَكُونُوا يَخْتَارُونَ إِلَّا مَا هُوَ أَفْضَلُ وَلَمْ يَكُونُوا يَدَعُونَ الْفَضْلَ، وَكَانُوا يُصَلُّونَ فِي أَوَّلِ الْوَقْتِ. [قَالَ]: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ أَبُو الْوَلِيدِ الْمَكِّيُّ عَنِ الشَّافِعِيِّ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے اور اس کی سند متصل نہیں ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نماز کا ابتدائی وقت ہی افضل ہے۔ اور آخری وقت کی بنسبت اول وقت افضل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ اور سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو اختیار کیا ہے۔ اور وہ افضل عمل ہی کو اختیار فرماتے تھے اور فضیلت والے عمل کو ترک نہیں کر سکتے تھے۔ اور وہ اول وقت ہی پر نماز پڑھتے تھے۔ (امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں:) امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ بیان ہمیں ابوالولید مکی نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: بعض نسخوں میں [إِلَّا مَرَّتَيْنِ] ہے جیسا کہ امام زیلعی نے (نصب الراية: 127/1) میں نقل کیا ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ پہلی بار مکہ مکرمہ میں جبریل علیہ السلام کی اقتدا میں اور دوسری بار اوقات نماز کے مسائل کی عملی تعلیم دینے کے لیے مدینہ منورہ میں نبی ﷺ نے نماز آخری وقت میں پڑھی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کا یہ مقصد بھی ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے بلاضرورت دو دفعہ بھی آخری وقت میں نماز نہیں پڑھی اور جب پڑھی ہے تو پہلی بار مقصد تعلم، یعنی سیکھنا ہے اور دوسری بار تعلیم، یعنی سکھانا۔ ویسے عام حالات میں ایک نماز بھی آخری وقت میں نہیں پڑھی۔

(المعجم ١٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّهْوِ عَنْ وَقْتِ صَلَاةِ الْعَصْرِ (التحفة ١٤)

باب: 14۔ نمازِ عصر کے وقت کو بھول جانا

١٧٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ [بْنُ سَعْدٍ] عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الَّذِي تَفُوتُهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ فَكَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلَهُ وَمَالَهُ».

[175] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس کی نمازِ عصر فوت ہوگئی گویا اس کے اہل اور مال چھین لیے گئے۔''

وَفِي الْبَابِ عَنْ بُرَيْدَةَ، وَنَوْفَلِ بْنِ مُعَاوِيَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ أَيْضًا عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ [ابْنِ عُمَرَ] عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس مسئلے میں سیدنا بریدہ اور نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہما سے روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ یہ روایت امام زہری بھی سیدنا سالم بن عبداللہ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں۔

١٧٥- أخرجه النسائي في الكبرى، ح: ٣٦٤ عن قتيبة به وأخرجه البخاري، ح: ٥٥٢ ومسلم، ح: ٦٢٦ من حديث نافع به *
وفي الباب عن بريدة، [البخاري، ح: ٥٥٣] ونوفل بن معاوية، [النسائي، ح: ٤٧٩، ٤٨١].

لغوی تشریح: [وُتِرَ] جمہور کے نزدیک سُلِبَ چھین لیے گئے کے معنی میں ہے، اس لیے [أَهْلَهُ] اور [مَالَهُ] منصوب ہیں اور نائب فاعل محذوف ہے اور اگر [وُتِرَ] أُخِذَ کے معنی میں ہو تو پھر یہ مرفوع ہوں گے۔ اگر نقص کے معنی ہوں، یعنی کم کرنا پھر بھی [أَهْلَه] اور [مَالَه] منصوب ہوں گے۔ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَلَن يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ﴾ (محمد 35:47) ''اور وہ تمھارے کاموں (کے ثواب) میں تمھیں گھاٹا نہیں دے گا۔''

فوائد و مسائل: ① امام ترمذی رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب (عنوان) میں اس حدیث سے نماز کو بھول کر مؤخر کرنا مراد لیا ہے، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے۔ تو معنی یہ ہوئے، جس کا وقت مختار فوت ہوگیا، سورج میں زردی آ گئی اور جمہور کے نزدیک سورج غروب ہونے لگا تو وہ اس انسان کی طرح اکیلا رہ گیا جس کا مال اور اہل چھن گیا ہو، یا اس انسان کی طرح ہوگیا جس کے سامنے اس کے اہل و مال کو چھین لیا گیا ہو اور وہ بدلہ نہ لے سکا ہو، یعنی اس طرح وہ دوہرے غم میں مبتلا ہوگا۔ ② ثواب سے بھی محروم ہوا اور گناہ بھی لازم آیا۔ اگر نماز کا محض وقت نکل جانا اس قدر نقصان کا باعث ہے گویا کہ انسان کے اہل و مال چھین لیے گئے تو جو انسان یہ نماز پڑھتا ہی نہیں اس کو کس قدر خسارے اور غم و افسوس کا سامنا ہوگا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نیک عمل کے مقابلے میں دنیوی مال و دولت کی کوئی حیثیت نہیں جس کی خاطر لوگ نیکیوں کا خون کر رہے ہیں۔

(المعجم ١٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَعْجِيلِ الصَّلَاةِ إِذَا أَخَّرَهَا الْإِمَامُ (التحفة ١٥)

باب: 15۔ اگر امام نماز میں تاخیر کرتا ہو تو نماز بروقت پڑھ لینی چاہیے

١٧٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «يَا أَبَا ذَرٍّ! أُمَرَاءُ يَكُونُونَ بَعْدِي يُمِيتُونَ الصَّلَاةَ، فَصَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا فَإِنْ صُلِّيَتْ لِوَقْتِهَا كَانَتْ لَكَ نَافِلَةً، وَإِلَّا كُنْتَ قَدْ أَحْرَزْتَ صَلَاتَكَ».

[176] سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوذر! میرے بعد ایسے حکمران ہوں گے جو نماز کو مار ڈالیں (مؤخر کریں) گے، لہٰذا تم نماز وقت پر پڑھ لینا، چنانچہ اگر وہ وقت پر پڑھی گئی اور تم اس میں شریک ہوئے تو وہ تمھاری نفل بن جائے گی، وگرنہ تم اپنی نماز محفوظ کر چکے ہو گے۔''

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَعُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي ذَرٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ: يَسْتَحِبُّونَ أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ الصَّلَاةَ لِمِيقَاتِهَا إِذَا

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن مسعود اور سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما کی روایات بھی آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ بہت سے اہل علم کے نزدیک مستحب اور بہتر یہی ہے کہ امام اگر

١٧٦- أخرجه مسلم، المساجد، باب كراهة تأخير الصلاة عن وقتها المختار... إلخ، ح: ٦٤٨ من حديث جعفر بن سليمان به
* وفي الباب عن عبدالله بن مسعود، [ابن ماجه، ح: ١٢٥٥] وعبادة بن الصامت، [أبو داود، ح: ٤٣٣ وابن ماجه، ح: ١٢٥٧].

أَخَّرَهَا الْإِمَامُ ثُمَّ يُصَلِّيَ مَعَ الْإِمَامِ، وَالصَّلَاةُ الْأُولَى هِيَ الْمَكْتُوبَةُ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَأَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ اسْمُهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ حَبِيبٍ.

نماز میں دیر کرے تو انسان وقت پر نماز پڑھ لے، پھر امام (امیر) کے ساتھ بھی پڑھ لے۔ اکثر اہل علم کے نزدیک پہلی نماز ہی فرض نماز شمار ہوگی۔ ابو عمران جونی کا نام عبدالملک بن حبیب ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی جگہ یا کسی وقت امراء یا ائمہ نمازوں کو انتہائی دیر کر کے ضائع کرنے (مارنے) لگیں، یعنی آخری وقت میں یا وقت گزرنے کے بعد پڑھیں تو ضروری ہے کہ انسان وقت پر اپنی نماز پڑھ لے، پھر اگر دوبارہ نماز پڑھنے کا موقع مل گیا تو یہ نماز نفل ہوگی اور وقت پر پڑھی گئی فرض ہوگی۔ اگر دوبارہ پڑھنے کا موقع نہ ملا تو پھر انسان اپنی نماز کی حفاظت کر ہی چکا ہے۔

(المعجم ١٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّوْمِ عَنِ الصَّلَاةِ (التحفة ١٦)

باب: 16۔ نماز سے سوئے رہنا

١٧٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَبَاحٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: ذَكَرُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ نَوْمَهُمْ عَنِ الصَّلَاةِ. فَقَالَ: «إِنَّهُ لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيطٌ، إِنَّمَا التَّفْرِيطُ فِي الْيَقَظَةِ، فَإِذَا نَسِيَ أَحَدُكُمْ صَلَاةً أَوْ نَامَ عَنْهَا فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا».

[177] سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابۂ کرام نے نبی ﷺ کے سامنے اپنے نماز سے سوئے رہ جانے کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا: ''سویا رہ جانا کوتاہی نہیں۔ کوتاہی یا قصور بیداری کی صورت میں ہے، اس لیے جب تم میں سے کوئی کسی نماز کو بھول جائے یا اس سے سویا رہ جائے تو جب یاد آئے اسی وقت پڑھ لے۔''

وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَأَبِي مَرْيَمَ، وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، وَجُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، وَأَبِي جُحَيْفَةَ، [وَأَبِي سَعِيدٍ]، وَعَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ، وَذِي مِخْبَرٍ [وَيُقَالُ: ذِي مِخْمَرٍ] - وَهُوَ ابْنُ أَخِي النَّجَاشِيِّ -. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَحَدِيثُ أَبِي قَتَادَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي

اس مسئلے میں سیدنا ابن مسعود، ابو مریم، عمران بن حصین، جبیر بن مطعم، ابو جحیفہ، ابو سعید، عمرو بن امیہ ضمری اور ذو مخبر رضی اللہ عنہم (جسے ذو مخمر بھی کہتے ہیں اور یہ نجاشی کا بھتیجا ہے) سے روایات آئی ہیں۔ ابو عیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ جو شخص نماز سے سویا رہ جائے یا بھول جائے اور اس وقت بیدار ہو یا اسے

١٧٧ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها، ح:٦٨١ من حديث ثابت البناني به ورواه النسائي: ١/ ٢٩٤، ح ٦١٦ عن قتيبة به * وفي الباب عن ابن مسعود، [أبو داود، ح:٤٤٧] وأبي مريم [النسائي، ح:٦٢٢] وعمران بن حصين، [مسلم، ح:٦٨٢/ ٣١٢] وجبير بن مطعم [النسائي، ح:٦٢٥] وأبي جحيفة، [ابن أبي شيبة: ٢/ ٦٤] وأبي سعيد [لم نجده] وعمرو بن أمية الضمري، [أبو داود، ح:٤٤٤] وذي مخبر، [أبو داود، ح:٤٤٥].

الرَّجُلِ يَنَامُ عَنِ الصَّلَاةِ أَوْ يَنْسَاهَا فَيَسْتَيْقِظُ أَوْ يَذْكُرُ وَهُوَ فِي غَيْرِ وَقْتِ صَلَاةٍ، عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ أَوْ عِنْدَ غُرُوبِهَا: فَقَالَ بَعْضُهُمْ: يُصَلِّيهَا إِذَا اسْتَيْقَظَ وَذَكَرَ، وَإِنْ كَانَ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ أَوْ عِنْدَ غُرُوبِهَا، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ، وَالشَّافِعِيِّ، وَمَالِكٍ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا يُصَلِّي حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ أَوْ تَغْرُبَ.

یاد آئے جب نماز کا وقت نہ ہو، سورج طلوع یا غروب ہو رہا ہو تو ایسی کیفیات میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض (اہلِ علم) کا خیال ہے کہ جس وقت بھی بیدار ہو یا یاد آئے، خواہ سورج طلوع ہو رہا ہو یا غروب، نماز پڑھ لے۔ امام احمد، شافعی، اسحاق اور مالک رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض (اہلِ علم) کا خیال ہے کہ جب تک سورج طلوع یا غروب نہ ہو جائے، نماز نہ پڑھے۔

فوائد و مسائل: ① اگر کوئی انسان نماز کے وقت میں سویا رہ گیا اور وہ سمجھتا تھا کہ میں نماز کے وقت بیدار ہو جاؤں گا یا ساتھی مجھے جگا دیں گے لیکن وہ جاگ نہ سکا یا کسی جائز اور ضروری مصروفیت میں مشغول ہونے کے سبب بھول گیا تو وہ قصور وار نہیں ہے، جب بھی وہ جاگے یا اسے یاد آئے پڑھ سکتا ہے۔ اگر کوئی بیداری کی حالت میں یاد ہوتے ہوئے غفلت کرتا ہے تو وہ جرم عظیم کا مرتکب ہوتا ہے۔ ② فرض نماز رہ جائے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا یا نفلی نماز کا کوئی سبب پیدا ہو جائے جیسے سورج گرہن یا تحیۃ المسجد تو اسے مکروہ اوقات میں پڑھنا بھی جائز ہے لیکن احناف فرض یا سببی نماز کو مکروہ اوقات میں ادا کرنا ناجائز سمجھتے ہیں اور دلیل کے طور پر حدیث تعریس پیش کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اٹھ کر نماز ادا نہیں کی بلکہ اس وادی سے نکل کر آگے جا کر نماز ادا کی۔ لیکن ان کا استدلال درست نہیں کیونکہ نماز آگے جا کر ادا کرنے کی وجہ وقت مکروہ کو گزارنا نہیں تھا بلکہ شیطانی اثرات سے دور جانا تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ وقت مکروہ تو اسی وادی میں ختم ہو چکا تھا کیونکہ ایک حدیث میں ہے..... [حَتَّى أَيْقَظَهُمْ حَرُّ الشَّمْسِ] ''حتی کہ انھیں سورج کی تپش نے جگایا۔'' (سنن النسائي، الأذان، حديث: 625) تو سورج کی تپش کے وقت کیا وقت مکروہ باقی رہ جاتا ہے؟ ہرگز نہیں، اس لیے إِذَا ذَكَرَهَا کے عموم اور دیگر دلائل کے مطابق نماز فوراً پڑھی جا سکتی ہے، خواہ سورج طلوع ہی ہو رہا ہو۔

(المعجم ١٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَنْسَى الصَّلَاةَ (التحفة ١٧)

باب: 17۔ اگر کوئی شخص نماز بھول جائے (تو وہ کیا کرے؟)

١٧٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَبِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ [بْنِ مَالِكٍ] قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّهَا إِذَا

[178] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی نماز بھول گیا تو اسے چاہیے کہ جب یاد آ جائے تو پڑھ لے۔''

١٧٨- أخرجه مسلم، انظر الحديث السابق، ح: ٦٨٤ عن قتيبة، والبخاري، مواقيت الصلاة، باب، من نسي صلاةً فليصل إذا ذكرها . . . إلخ، ح: ٥٩٧ من حديث قتادة به * وفي الباب عن سمرة، [أحمد: ٥/ ٢٢] وأبي قتادة، [مسلم، ح: ٦٨٣] * حديث علي: حديث أبي بكرة.

ذَكَرَهَا».

وَفِي الْبَابِ عَنْ سَمُرَةَ، وَأَبِي قَتَادَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَيُرْوٰى عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ: أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَنْسَى الصَّلَاةَ [قَالَ]: يُصَلِّيهَا مَتٰى [مَا] ذَكَرَهَا فِي وَقْتٍ أَوْ فِي غَيْرِ وَقْتٍ. وَهُوَ قَوْلُ [الشَّافِعِيِّ]، وَأَحْمَدَ [بْنِ حَنْبَلٍ]، وَإِسْحَاقَ. وَيُرْوٰى عَنْ أَبِي بَكْرَةَ: أَنَّهُ نَامَ عَنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ، فَاسْتَيْقَظَ عِنْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ، فَلَمْ يُصَلِّ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ. وَقَدْ ذَهَبَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ إِلٰى هٰذَا. وَأَمَّا أَصْحَابُنَا فَذَهَبُوا إِلٰى قَوْلِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ].

اس مسئلے میں سیدنا سمرہ اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہما کی احادیث آئی ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے فرمایا: جو آدمی نماز بھول جائے تو جس وقت بھی اسے یاد آ جائے، وقت پر یا بلا وقت پڑھ لے۔ امام شافعی، احمد بن حنبل اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ وہ نماز عصر کے وقت سوئے رہے اور غروب آفتاب کے وقت بیدار ہوئے تو انھوں نے سورج غروب ہونے کے بعد نماز پڑھی۔ اہل کوفہ کی ایک قوم کا یہی موقف ہے لیکن ہمارے احباب محدثین نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے موقف کو اختیار کیا ہے۔

فائدہ: اگر کوئی شخص نماز بھول جائے تو یاد آنے پر وہی نماز پڑھے گا۔ [فِي غَيْرِ وَقْتٍ] کے دو معنی ہو سکتے ہیں: نماز کا وقت گزرنے کے بعد یاد آئے یا ایسے وقت میں یاد آئے جو نماز کا وقت ہی نہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کے دوسرے معنی مراد لیے ہیں جبکہ احناف نے پہلے معنی مراد لیے ہیں کہ وقت گزرنے کے بعد یاد آئے۔ لفظ میں دونوں معانی کی گنجائش ہے۔

(المعجم ١٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ تَفُوتُهُ الصَّلَوَاتُ بِأَيَّتِهِنَّ يَبْدَأُ (التحفة ١٨)

باب: 18۔ جس انسان کی بہت سی نمازیں رہ جائیں، وہ کس نماز سے آغاز کرے؟

١٧٩- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ [بْنُ مَسْعُودٍ]: إِنَّ الْمُشْرِكِينَ شَغَلُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ أَرْبَعِ صَلَوَاتٍ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتّٰى ذَهَبَ مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللهُ، فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى

[179] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ خندق کے دن مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ کو چار نمازوں سے مشغول رکھا، حتی کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا جس قدر کہ اللہ کو منظور تھا۔ تو آپ نے سیدنا بلال کو (اذان دینے کا) حکم دیا۔ انھوں نے اذان کہی، پھر اقامت کہی تو آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی، پھر اقامت کہی تو آپ نے عصر کی نماز

١٧٩ـ [صحيح لغيره] أخرجه النسائي: ١/ ٢٩٧، ٢٩٨، ح: ٦٢٣ وغيره من حديث أبي الزبير محمد بن مسلم بن تدرس به وله شاهد عند النسائي، ح: ٦٦٢ وبه صح الحديث * وفي الباب عن أبي سعيد، [النسائي، ح: ٦٦٢ وصححه ابن خزيمة، ح: ٩٩٦] وجابر، [يأتي: ١٨٠].

الْعَصْرَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعِشَاءَ.

پڑھائی، پھر اقامت کہی تو آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی، پھر اقامت کہی تو آپ نے عشاء کی نماز پڑھائی۔

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَجَابِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ لَيْسَ بِإِسْنَادِهِ بَأْسٌ، إِلَّا أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَبْدِ اللهِ. وَهُوَ الَّذِي اخْتَارَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْفَوَائِتِ: أَنْ يُقِيمَ الرَّجُلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ إِذَا قَضَاهَا، وَإِنْ لَمْ يُقِمْ أَجْزَأَهُ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوسعید اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہما سے بھی روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند میں کوئی حرج نہیں لیکن ابوعبیدہ نے (اپنے باپ) سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نہیں سنی۔ فوت شدہ نمازوں کے بارے میں بعض اہل علم کا یہی موقف ہے کہ ہر قضا نماز کے لیے اقامت کہے۔ اگر اقامت نہ کہے تو بھی نماز ہوجائے گی۔ امام شافعی کا یہی قول ہے۔

فائدہ: غزوۂ خندق میں محاصرہ کئی دن تک جاری رہا تھا جس کی بنا پر رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی مصروفیت کئی روز مسلسل جاری رہی۔ اس معرکے میں مختلف دنوں میں کئی بار نمازیں کم وبیش قضا ہوئیں۔ اس حدیث کی رو سے تین نمازیں قضا ہوئیں چوتھی نماز وقتِ مقرر سے قدرے تاخیر سے پڑھی گئی، اس لیے توسعاً چار نمازیں کہہ دیا گیا ہے، ورنہ درحقیقت عشاء کی نماز قضا نہیں ہوئی تھی۔ بہرحال اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ان چاروں نمازوں کو ترتیب کے ساتھ ادا فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قضا شدہ نمازوں میں جہاں تک ممکن ہو ترتیب کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ لیکن اگر فوت شدہ نمازوں کی تعداد زیادہ ہو، یا وہ انھیں پڑھنا بھول گیا ہو، یا وقتی نماز کا وقت نکل رہا ہو تو پھر ان تینوں صورتوں میں ترتیب ساقط ہوجائے گی۔ وقتی نماز پہلے پڑھ لی جائے بعد میں دوسری فوت شدہ نمازیں ادا کی جائیں۔

١٨٠- [وَ]حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ [بُنْدَارٌ]: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ، وَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! مَا كِدْتُ أُصَلِّي الْعَصْرَ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَاللهِ إِنْ صَلَّيْتُهَا». قَالَ: فَنَزَلْنَا بُطْحَانَ،

[180] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ خندق کے روز سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کفارِ قریش کو برا بھلا کہتے ہوئے کہا: اے اللہ کے رسول! میں سورج کے غروب ہونے تک عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا۔ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: ''اللہ کی قسم! میں نے بھی عصر کی نماز نہیں پڑھی۔'' تو ہم وادی بطحان میں اترے، رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور ہم نے بھی وضو کرلیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے سورج

١٨٠ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب الدليل لمن قال: الصلاة الوسطى هي صلاة العصر، ح: ٦٣١ من حديث معاذ بن هشام، والبخاري، مواقيت الصلاة، باب من صلى بالناس جماعةً بعد ذهاب الوقت، ح: ٥٩٦ من حديث هشام الدستوائي به.

فَتَوَضَّأَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَتَوَضَّأْنَا، فَصَلّٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ.

غروب ہوجانے کے بعد عصر کی نماز پڑھائی، پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھائی۔

[قَالَ أَبُوعِيسٰى]: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(المعجم ۱۹) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ الْوُسْطٰى أَنَّهَا الْعَصْرُ [وَقَدْ قِيلَ: إِنَّهَا الظُّهْرُ] (التحفة ۱۹)

باب: 19۔صلاۃ وسطیٰ (درمیانی نماز) سے مراد عصر کی نماز ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ظہر ہے

۱۸۱- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ وَأَبُو النَّضْرِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ، عَنْ زُبَيْدٍ، عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «صَلَاةُ الْوُسْطٰى صَلَاةُ الْعَصْرِ».

[181] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صلاۃ الوسطیٰ (سے مراد) عصر کی نماز ہے۔''

قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] صَحِيحٌ.

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۱۸۲- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «صَلَاةُ الْوُسْطٰى صَلَاةُ الْعَصْرِ».

[182] سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''صلاۃ الوسطیٰ (سے مراد) عصر کی نماز ہے۔''

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ [وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ] وَعَائِشَةَ وَحَفْصَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: قَالَ مُحَمَّدٌ: قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدِيثُ الْحَسَنِ عَنْ

اس مسئلے میں سیدنا علی، عبداللہ بن مسعود، زید بن ثابت، سیدہ عائشہ، حفصہ، سیدنا ابوہریرہ اور ابوہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) بیان کرتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ نے امام علی بن عبداللہ

۱۸۱ـ أخرجه مسلم، انظر الحديث السابق، ح: ٦٢٨ من حديث محمد بن طلحة به وهو في مسند الطيالسي، ح: ٣٦٦.

۱۸۲ـ [صحيح لغيره] أخرجه أحمد: ٥/ ١٢ من حديث سعيد بن أبي عروبة به وله شواهد متواترة * وفي الباب عن علي، [البخاري، ح: ٢٩٣١ ومسلم، ح: ٦٢٧] وعبدالله بن مسعود، [مسلم، ح: ٦٢٨] وزيد بن ثابت [لم نجده، بل ثبت عنه أنه كان يقول: أنه الظهر، أبو داود، ح: ٤١١ ومالك: ١/ ١٣٩] وعائشة، [مسلم، ح: ٦٢٩] وحفصة، [مالك، ح: ١٣٩ وعبدالرزاق، ح: ٢٢٠٢] وأبي هريرة، [ابن خزيمة: ٢/ ٢٩٠، ح: ١٣٣٨] وأبي هاشم بن عتبة، [الحاكم في المستدرك: ٣/ ٦٣٨] * قول زيد في الموطأ: ١/ ١٣٩ والسنن الكبرى للبيهقي: ١/ ٤٥٨، ٤٥٩ وقول عائشة [لم أجده] قول ابن عباس عند البيهقي: ١/ ٤٦١ والموطأ، وقول ابن عمر عند البيهقي: ١/ ٤٦٢ وقول الحسن في العقيقة، رواه البخاري، ح: ٥٤٧٢ من حديث قريش بن أنس به ومن طريقه رواه الترمذي أيضا.

سَمُرَةَ [بْنِ جُنْدَبٍ] حَدِيثٌ حَسَنٌ وَّقَدْ سَمِعَ مِنْهُ. وَقَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ سَمُرَةَ فِي صَلَاةِ الْوُسْطٰى حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ. وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَّعَائِشَةُ: صَلَاةُ الْوُسْطٰى صَلَاةُ الظُّهْرِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّابْنُ عُمَرَ: صَلَاةُ الْوُسْطٰى صَلَاةُ الصُّبْحِ. حَدَّثَنَا أَبُو مُوسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا قُرَيْشُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ حَبِيبِ ابْنِ الشَّهِيدِ قَالَ: قَالَ لِي مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ: سَلِ الْحَسَنَ: مِمَّنْ سَمِعَ حَدِيثَ الْعَقِيقَةِ؟ فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: سَمِعْتُهُ مِنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَأَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللهِ [ابْنِ الْمَدِينِيِّ]، عَنْ قُرَيْشِ بْنِ أَنَسٍ بِهٰذَا الْحَدِيثِ. قَالَ مُحَمَّدٌ: قَالَ عَلِيٌّ: وَسَمَاعُ الْحَسَنِ مِنْ سَمُرَةَ صَحِيحٌ. وَاحْتَجَّ بِهٰذَا الْحَدِيثِ.

(مدینی) سے نقل کیا ہے کہ حسن (بصری) کی سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت صحیح ہے، اور بلاشبہ حسن نے سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صلاۃ وسطیٰ (درمیانی نماز) کے بارے میں سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے اہل علم کی اکثریت کا یہی قول ہے (کہ اس سے مراد نماز عصر ہے۔) سیدنا زید بن ثابت اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ درمیانی نماز، ظہر کی نماز ہے۔ سیدنا ابن عباس اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ درمیانی نماز، صبح کی نماز ہے۔ حبیب بن شہید رحمہ اللہ کہتے ہیں: مجھے محمد بن سیرین نے کہا: حسن بصری سے پوچھو کہ انھوں نے عقیقے کی حدیث کس سے سنی ہے؟ میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا: میں نے یہ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) نے مذکورہ بالا حدیث کی سند پیش کی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ علی (بن عبداللہ) کا قول نقل کرتے ہیں کہ حسن کا سمرہ رضی اللہ عنہ سے سماع صحیح ہے اور انھوں نے اس حدیث کو دلیل بنایا ہے۔

فائدہ: قرآن مجید میں صلاۃ وسطیٰ کی حفاظت کی بطور خاص تاکید کی گئی ہے لیکن اس کی تعیین میں فقہاء اور محدثین کا بہت اختلاف ہے۔ عقلی رو سے پانچوں نمازوں میں سے ہر ایک کو وسطیٰ قرار دیا جاسکتا ہے اور قرار بھی دیا گیا ہے۔ لیکن مرفوع روایات کی رو سے صحیح قول یہی ہے کہ اس سے مراد نماز عصر ہے۔

ملحوظہ: امام حسن بصری رحمہ اللہ کا سماع سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ ان کا سماع ثابت ہے۔ امام علی بن مدینی، امام بخاری، امام ترمذی اور امام حاکم رحمہم اللہ وغیرہ کا موقف یہی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (نصب الراية: 1/46،48)

(المعجم ٢٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الْفَجْرِ (التحفة ٢٠)

باب: 20۔ عصر اور فجر کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے

١٨٣- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: أَخْبَرَنَا مَنْصُورٌ- وَهُوَ ابْنُ زَاذَانَ- عَنْ قَتَادَةَ [قَالَ]: أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: سَمِعْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ: مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَكَانَ مِنْ أَحَبِّهِمْ إِلَيَّ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَعَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ.

[183] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے کئی صحابہ سے سنا، ان میں عمر بن خطاب بھی شامل ہیں اور وہ مجھے ان سب سے زیادہ محبوب ہیں کہ نبی ﷺ نے نماز فجر کے بعد سے سورج کے نکلنے تک اور نماز عصر کے بعد سے سورج کے غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَّابْنِ مَسْعُودٍ، وَّعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، وَّأَبِي هُرَيْرَةَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَسَمُرَةَ ابْنِ جُنْدُبٍ، وَّعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، وَّمُعَاذِ بْنِ عَفْرَاءَ، وَالصُّنَابِحِيِّ - وَلَمْ يَسْمَعْ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ - [وَسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ] وَّعَائِشَةَ، وَكَعْبِ بْنِ مُرَّةَ، وَأَبِي أُمَامَةَ، وَعَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ، وَيَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ، وَمُعَاوِيَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ الْفُقَهَاءِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ: أَنَّهُمْ كَرِهُوا الصَّلَاةَ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ [صَلَاةِ] الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَأَمَّا الصَّلَوَاتُ الْفَوَائِتُ فَلَا بَأْسَ أَنْ تُقْضٰى بَعْدَ

اس مسئلے کے متعلق سیدنا علی، ابن مسعود، عقبہ بن عامر، ابوہریرہ، ابن عمر، سمرہ بن جندب، عبداللہ بن عمرو، معاذ بن عفراء، صنابحی (اس نے نبی ﷺ سے نہیں سنا)، سلمہ بن اکوع، زید بن ثابت، سیدہ عائشہ، سیدنا کعب بن مرہ، ابوامامہ، عمرو بن عبسہ، یعلیٰ بن امیہ اور معاویہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے اکثر فقہاء کا یہی قول ہے کہ نماز صبح کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک نماز پڑھنا مکروہ ہے، لیکن فوت شدہ نمازوں کی عصر اور فجر کے بعد قضا ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ امام شعبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قتادہ رحمہ اللہ نے ابوالعالیہ

١٨٣- أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب الأوقات التي نُهي عن الصلاة فيها، ح:٨٢٦ من حديث هشيم، والبخاري، مواقيت الصلاة، باب الصلاة بعد الفجر حتى ترتفع الشمس، ح:٥٨١ من حديث قتادة به * وفي الباب عن علي، [أبو داود، ح:١٢٧٥] وابن مسعود، [ابن أبي شيبة: ٢/ ٣٥٣] وأبي سعيد، [البخاري، ح:٥٨٦ ومسلم، ح:٨٢٧] وعقبة بن عامر، [مسلم، ح:٨٣١] وأبي هريرة، [مسلم، ح:٨٢٥، البخاري، ح:٥٨٨] وابن عمر، [أحمد: ٢/ ٢٤، ١٠٦] وسمرة بن جندب، [أحمد: ٥/ ١٥، ٢٠ وابن خزيمة، ح:١٢٧٤] وسلمة بن الأكوع، [أحمد: ٤/ ٥١] وزيد بن ثابت، [أحمد: ٥/ ١٨٥] وعبدالله ابن عمرو، [أحمد: ٢/ ١٧٩، ١٨٢، ٢٠٧، ٢١١] ومعاذ بن عفراء، [النسائي، ح:٥١٩ وأحمد: ٤/ ٢١٩] والصنابحي، [ابن ماجه، ح:١٧٥٣] وغيره وعائشة، [أبو داود، ح:١٢٨٠] وكعب بن مرة، [أحمد: ٤/ ٢٣٥، ٣٢١] وأبي أمامة، [أحمد: ٥/ ٢٦٠] وعمرو بن عبسة، [مسلم، ح:٨٣٢/ ٢٩٤] ويعلى بن أمية، [أحمد: ٤/ ٢٢٣] ومعاوية، [البخاري، ح:٥٨٧] * حديث: "لاينبغي لأحد أن يقول... إلخ" أخرجه البخاري، ح:٣٣٩٥ ومسلم، ح:٣٧٧ وحديث: القضاة ثلاثة: يأتي: ١٣٢٢ب.

الْعَصْرِ وَبَعْدَ الصُّبْحِ. قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ: قَالَ يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ: قَالَ شُعْبَةُ: لَمْ يَسْمَعْ قَتَادَةُ مِنْ أَبِي الْعَالِيَةِ إِلَّا ثَلَاثَةَ أَشْيَاءَ: حَدِيثَ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَحَدِيثَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَقُولَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى» وَحَدِيثَ عَلِيٍّ: «الْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ».

سے صرف تین احادیث سنی ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ نبی ﷺ نے عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک اور صبح کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کسی کو لائق نہیں کہ وہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔'' اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث: ''قاضی تین قسم کے ہیں۔''

فائدہ: صحیح بات یہ ہے کہ طلوع، استوا (جب سورج بالکل سر پر ہو) اور غروب کے وقت عصر کی نماز کے سوا کوئی نماز جائز نہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ان تین وقتوں میں نماز پڑھنے اور میت کو دفن کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم، صلاة المسافرین، حدیث: 831) امام مالک، احمد اور ابوحنیفہ رحمہم اللہ کا یہی قول ہے، ہاں اگر کوئی نماز سے سویا رہا، بھول گیا یا سورج طلوع ہونے سے پہلے فجر کی ایک رکعت پالی یا غروب سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالی ہو تو وہ نماز پڑھ سکتا ہے۔ (منة المنعم: 521/1، حاشیة: 293)

(المعجم ٢١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ (التحفة ٢١)

باب: 21۔ عصر کے بعد نماز پڑھنا

١٨٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِنَّمَا صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ لِأَنَّهُ أَتَاهُ مَالٌ فَشَغَلَهُ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ، فَصَلَّاهُمَا بَعْدَ الْعَصْرِ، ثُمَّ لَمْ يَعُدْ لَهُمَا.

[184] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعتیں اس لیے پڑھی تھیں کہ آپ کے پاس مال آیا تھا اور آپ اس میں مصروفیت کی وجہ سے ظہر کے بعد کی دو رکعتیں نہیں پڑھ سکے تھے تو ان کو عصر کے بعد پڑھا، پھر بعد میں آپ نے انھیں نہیں پڑھا۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَأُمِّ سَلَمَةَ، وَمَيْمُونَةَ، وَأَبِي مُوسَى. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، ام سلمہ، میمونہ اور سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ)

١٨٤- [حسن بالشواهد دون قوله «ثم لم يعدلهما»] أخرجه ابن حبان (الإحسان): ١٥٧٣ من حديث عطاء بن السائب به واختلط ولم يحدث به قبل اختلاطه * وفي الباب عن عائشة، [البخاري، ح: ٥٩٣ ومسلم، ح: ٨٣٥] وأم سلمة، [البخاري تعليقا قبل، ح: ٥٩٠ والنسائي، ح: ٥٨٠، ٥٨١] وميمونة، [أحمد: ٦/ ٣٣٣، ٣٣٤] وأبي موسى، [أحمد: ٤/ ٤١٦] * "صلى بعد العصر ركعتين" أخرجه البخاري، ح: ٥٩٣ و حديث زيد: وعن عائشة: "إلا صلى ركعتين" أخرجه البخاري، ح: ٥٩٣ وعن أم سلمة، تقدم: ١٨٣.

حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ صَلّٰى بَعْدَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ. وَهٰذَا خِلَافُ مَا رُوِيَ عَنْهُ: أَنَّهُ نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ. وَحَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ أَصَحُّ حَيْثُ قَالَ: لَمْ يَعُدْ لَهُمَا. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ نَحْوُ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ فِي هٰذَا الْبَابِ رِوَايَاتٌ: رُوِيَ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَا دَخَلَ عَلَيْهَا بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ. وَرُوِيَ عَنْهَا عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ. وَالَّذِي اجْتَمَعَ عَلَيْهِ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ: عَلٰى كَرَاهِيَةِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، إِلَّا مَا اسْتُثْنِيَ مِنْ ذٰلِكَ، مِثْلُ الصَّلَاةِ بِمَكَّةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ بَعْدَ الطَّوَافِ، فَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ رُخْصَةٌ فِي ذٰلِكَ. وَقَدْ قَالَ بِهِ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ. وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ. وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمُ الصَّلَاةَ بِمَكَّةَ أَيْضًا بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الصُّبْحِ. وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَمَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، وَبَعْضُ أَهْلِ الْكُوفَةِ.

فرماتے ہیں: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن ہے۔ اور نبی ﷺ سے کئی راویوں نے نقل کیا ہے کہ آپ نے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ یہ عمل آپ کی اس حدیث کے خلاف ہے کہ آپ نے عصر کی نماز کے بعد سورج کے غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت زیادہ صحیح ہے کہ اس میں ذکر ہے کہ آپ نے ان کو دوبارہ نہیں پڑھا۔ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے ہم معنی روایت بیان کی گئی ہے۔ اس مسئلے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہت سی روایات بیان کی گئی ہیں۔ ان سے ایک روایت یہ بیان کی گئی ہے کہ نبی ﷺ جب بھی ان کے ہاں آئے تو عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔ اور وہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے عصر کے بعد سورج کے غروب ہونے تک اور فجر کے بعد سورج کے نکلنے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ اکثر اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ عصر کی نماز کے بعد سورج کے غروب ہونے تک اور فجر کی نماز کے بعد سورج کے نکلنے تک نماز پڑھنا سوائے استثنائی صورتوں کے مکروہ ہے۔ استثنائی صورت یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں طواف بیت اللہ کے بعد، عصر کے بعد سے غروب تک اور فجر کے بعد سے طلوع تک نماز پڑھنا جائز ہے، کیونکہ نبی ﷺ سے اس کی رخصت ثابت ہے۔ نبی ﷺ کے صحابہ اور بعد کے اہل علم میں سے کچھ حضرات کا یہی قول ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول بھی یہی ہے۔ تاہم بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے کچھ اہل علم کے نزدیک مکے میں بھی نماز عصر اور فجر کے بعد نماز پڑھنا جائز نہیں۔ امام سفیان ثوری، مالک بن انس رحمہ اللہ اور بعض اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔

فوائد و مسائل: ① جمہور علماء کے نزدیک عصر کے بعد سنت ظہر کی قضا نبی ﷺ کا خاصہ ہے لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا عصر کے بعد نفل پڑھتی تھیں اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے روکنے کا مقصد یہ قرار دیتی تھیں کہ جان بوجھ کر سورج کے غروب کے وقت نماز پڑھی جائے تو ناجائز ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی لوگوں کو عصر کے بعد نماز پڑھنے سے روکتے تھے اور وجہ یہی بتاتے تھے کہ لوگ پھر سورج غروب ہونے کے وقت بھی نماز پڑھنے لگیں گے۔ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کے عصر کے بعد نماز پڑھنے کو شرعاً جواز پر محمول کرتے تھے، اس لیے وہ نماز پڑھتے تھے اور بعض آپ کے ساتھ ان کو خاص سمجھتے تھے، اس لیے نہیں پڑھتے تھے۔ آپ یہ دو رکعتیں صرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر پڑھتے تھے، اس لیے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا جن کے گھر آپ نے ان سنتوں کی قضا پہلے دن دی تھی وہ اس کا انکار کرتی ہیں کہ آپ نے اس کے بعد پڑھی ہوں، اس لیے وہ فرماتی ہیں: میں نے اس ایک دن سے پہلے یا بعد میں کبھی نبی ﷺ کو یہ دو رکعتیں پڑھتے نہیں دیکھا۔ ② صحیح بات یہ ہے کہ عصر کے بعد دو نفلوں کے خاصۂ رسول ﷺ ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ دو نفل مسنون ہیں بشرطیکہ انھیں سورج کے زرد ہونے سے پہلے ادا کر لیا جائے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابن ابی شیبہ نے سلف کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ وہ عصر کے بعد دو نفل پڑھا کرتے تھے۔ ان میں سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ، ابو الشعثاء، عمرو بن میمون، اسود بن یزید اور ابو وائل شامل ہیں، نیز محمد بن منقشر اور مسروق رحمہ اللہ بھی یہ نوافل ادا کرتے تھے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ اس پر تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں: ''اب ہم یہ کہنا مناسب سمجھتے ہیں کہ جو اہلِ سنت سنتوں کو زندہ کرنے اور بدعتوں کا قلع قمع کرنے کے حریص ہیں، انھیں نمازِ عصر کے بعد ان دو رکعتوں کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہیے، بشرطیکہ جب نماز عصر کو اس کے اول وقت میں کیا جائے (یا یوں کہیے کہ جب تک سورج زرد نہ ہو۔)'' (السلسلة الصحيحة، تحت حديث: 2920) ③ اسی طرح نمازِ عصر کے بعد فوت شدہ فرائض یا نوافل راتبہ (سنن مؤکدہ) کی قضا دی جا سکتی ہے یا اتفاقاً کوئی صورت ایسی پیدا ہو جائے کہ انسان کو عصر کی نماز کے بعد مسجد جانا پڑ گیا اور وہاں بیٹھنے کی ضرورت پیش آئی تو وہ تحیۃ المسجد پڑھ لے۔ اسی طرح جنازہ پڑھنے کی ضرورت پیش آ جائے تو وہ پڑھ لیا جائے گا، تاہم ان کے علاوہ عصر کی نماز کے بعد عمومی نوافل سے گریز کرنا چاہیے۔

(المعجم ٢٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ (التحفة ٢٢)

باب: 22۔ نماز مغرب سے پہلے نماز پڑھنا

١٨٥- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ كَهْمَسِ بْنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ لِمَنْ شَاءَ».

[185] سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر دو اذانوں (یعنی اذان اور تکبیر) کے درمیان نماز ہے، اس شخص کے لیے جو پسند کرے۔''

١٨٥- أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب بين كل أذانين صلاة، ح: ٨٣٨ من حديث وكيع، والبخاري، ح: ٦٢٧ من حديث كهمس به * وفي الباب عن عبدالله بن الزبير، [ابن حبان، ح: ٦١٥ والدارقطني: ١/ ٩٩].

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدِ اخْتَلَفَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ فِي الصَّلَاةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ: فَلَمْ يَرَ بَعْضُهُمُ الصَّلَاةَ قَبْلَ الْمَغْرِبِ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ، بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ. وَقَالَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ: إِنْ صَلَّاهُمَا فَحَسَنٌ. وَهٰذَا عِنْدَهُمَا عَلَى الْاِسْتِحْبَابِ.

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث آئی ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ نمازِ مغرب سے پہلے (نفل) نماز پڑھنے میں صحابۂ کرام میں اختلاف تھا۔ ان میں سے بعض کے نزدیک نمازمغرب سے پہلے نماز نہیں ہے، لیکن بہت سے صحابہ مغرب سے پہلے اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا کہنا ہے کہ اگر دو رکعتیں پڑھے تو خوب عمل ہے اور وہ انھیں مستحب سمجھتے تھے۔

فائدہ: صحیح روایات کی رو سے مغرب کی اذان کے بعد، مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنا مستحب ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: [صَلُّوا قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ] ''نماز مغرب سے پہلے نفل نماز پڑھو۔'' (صحيح البخاري، حديث: 1183) اور تیسری مرتبہ فرمایا: [لِمَنْ شَاءَ] ''جو چاہے (پڑھ لے۔)'' صاحب عون المعبود نے ابن حبان، حدیث: 1588 کے حوالے سے لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے خود بھی یہ دو رکعتیں پڑھی ہیں، اس لیے صحیح روایات کی موجودگی میں مالکیہ اور حنفیہ کا اس کو مکروہ کہنا یا ان کے ترک کو افضل قرار دینا بلا جواز ہے اور بہت بڑی محرومی کا باعث ہے، نیز سنت تقریری سے بھی ان دو رکعتوں کے پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے، یعنی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کے سامنے نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں اور آپ نے کسی قسم کا انکار اور رد نہیں فرمایا جو کہ اس کے جواز کی دلیل ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، الأذان، حديث: 625)

(المعجم ٢٣) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ (التحفة ٢٣)

باب: 23۔ جس نے سورج غروب ہونے سے پہلے نمازعصر کی ایک رکعت پالی

١٨٦- حَدَّثَنَا [إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى] الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، وَعَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، وَعَنِ الْأَعْرَجِ يُحَدِّثُونَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ

[186] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے سورج نکلنے سے پہلے صبح کی ایک رکعت پالی تو اس نے صبح کی نماز پالی اور جس نے سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالی تو اس نے نماز

١٨٦- أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب من أدرك من الفجر ركعةً، ح:٥٧٩، ومسلم، المساجد، باب من أدرك ركعة من الصلاة فقد أدرك تلك الصلاة، ح:٦٠٨ من حديث مالك به وهو في الموطأ: ١/٦ (يحيى) * وفي الباب عن عائشة، [مسلم، ح:٦٠٩].

قَالَ: «مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ، وَمَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْعَصْرِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ».

عصر پالی۔“

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَبِهِ يَقُولُ أَصْحَابُنَا [وَ]الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ. وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَهُمْ لِصَاحِبِ الْعُذْرِ، مِثْلُ الرَّجُلِ يَنَامُ عَنِ الصَّلَاةِ أَوْ يَنْسَاهَا فَيَسْتَيْقِظُ وَيَذْكُرُ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوبِهَا.

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ ؓ کی حدیث بھی آئی ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی ؒ) فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ ؓ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ محدثین اور امام شافعی، احمد اور اسحاق ؒ کا موقف یہی ہے۔ یہ حدیث ان حضرات کے نزدیک عذر والے لوگوں کے لیے ہے، مثلاً: کوئی انسان نماز سے سویا رہا یا بھول گیا اور وہ اس وقت بیدار ہوا یا اسے یاد آیا جبکہ سورج طلوع یا غروب ہونے کے قریب تھا۔

فائدہ: احناف کے سوا جمہور امت کا یہی موقف ہے کہ اگر کسی عذر اور مجبوری کے سبب ایسے وقت میں نماز فجر یا عصر پڑھنی شروع کی جب ایک رکعت پڑھنے کے بعد سورج نکل آیا یا سورج ڈوب گیا تو وہ نماز مکمل کی جائے اور نماز ادا ہو جائے گی۔ احناف نماز فجر کو باطل قرار دیتے ہیں مگر نماز عصر کو صحیح تسلیم کرتے ہیں، گویا حدیث کا آدھا حصہ مانتے ہیں اور آدھے حصہ کا انکار کرتے ہیں۔ مولانا یوسف بنوری نے ”کنز“ کے حوالے سے لکھا ہے کہ غروب کے وقت اس دن کی نماز عصر پڑھی جا سکتی ہے۔ (معارف السنن: 122/2) لیکن اس باب کے تحت انھوں نے سارا زور فجر کی نماز کے صحیح ہونے کی مخالفت پر صرف کیا ہے اور یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ اس حدیث کا تشفی بخش جواب کسی نے نہیں دیا۔ (معارف السنن: 147/2) اسی طرح صاحب درسِ ترمذی نے بھی بہت بحث وتمحیص کے بعد لکھا ہے کہ حدیث کو توڑ مروڑ کر حنفیہ کے مسلک پر فٹ کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ سیدنا گنگوہی نے فرمایا کہ اس حدیث کے بارے میں حنفیہ کی تمام تاویلات باردہ (بے جان) ہیں اور حدیث میں کھینچ تان کرنے کے بجائے کھل کر یہ کہنا چاہیے کہ اس بارے میں حنفیہ کے دلائل ہماری سمجھ میں نہیں آسکے۔ (درس ترمذی:440,349/1) لیکن عجیب بات ہے کہ اس کے بعد وہ آگے لکھتے ہیں: ”ان اوقات میں نماز پڑھنا ناجائز تو ہے لیکن اگر کوئی پڑھ لے تو ادا ہو جائے گی۔“ ایک بات جو صریح حدیث سے جائز ثابت ہو رہی ہے اور یہ بھی تسلیم ہے کہ حدیث صحیح ہے اور اس کا جواب بھی ممکن نہیں، اس کے باوجود یہ کہنا کہ ان اوقات میں نماز پڑھنا ناجائز ہے، تقلید ہی کا کرشمہ ہو سکتا ہے۔ احناف کے دلائل کے بے وزن ہونے کی بحث کے لیے دیکھیے: (الكوكب الدري: 215/1-219)

(المعجم ٢٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ [فِي الْحَضَرِ] (التحفة ٢٤)

باب: 24۔ حضر میں دو نمازیں جمع کرنا

١٨٧- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: جَمَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، وَبَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمَدِينَةِ، مِنْ غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا مَطَرٍ.

[187] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھیں جبکہ بارش تھی نہ کوئی خوف و خطر۔

قَالَ: فَقِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: مَا أَرَادَ بِذٰلِكَ؟ قَالَ: أَرَادَ أَنْ لَا يُحْرِجَ أُمَّتَهُ. وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ قَدْ رُوِيَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ: رَوَاهُ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ وَسَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَعَبْدُاللهِ بْنُ شَقِيقٍ الْعُقَيْلِيُّ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ غَيْرُ هٰذَا.

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا: اس سے آپ ﷺ کا مقصد کیا تھا؟ انھوں نے جواب دیا: مقصود امت کو تنگی اور مشقت سے بچانا تھا۔ اس مسئلے میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی آئی ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کئی سندوں سے نقل ہوئی ہے۔ اسے جابر بن زید، سعید بن جبیر اور عبداللہ بن شقیق عقیلی بیان کرتے ہیں۔ جبکہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے خلاف (مندرجہ ذیل) حدیث بھی مروی ہے۔

١٨٨- حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَنَشٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَقَدْ أَتَى بَابًا مِّنْ أَبْوَابِ الْكَبَائِرِ».

[188] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے بلا عذر دو نمازیں جمع کیں تو وہ بڑے گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے میں داخل ہوگیا۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَحَنَشٌ هٰذَا هُوَ: أَبُو عَلِيٍّ الرَّحَبِيُّ وَهُوَ حَنَشُ بْنُ قَيْسٍ وَهُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ، ضَعَّفَهُ أَحْمَدُ وَغَيْرُهُ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنْ لَا يُجْمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ إِلَّا فِي السَّفَرِ أَوْ بِعَرَفَةَ. وَرَخَّصَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اس حدیث کا راوی ابوعلی حنش بن قیس رجبی ہے اور یہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ اہل علم کا عمل اس پر ہے کہ سفر اور عرفات کے سوا دو نمازوں کو اکٹھا نہ کیا جائے۔ بعض تابعین اہل علم نے بیمار کو

١٨٧- أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب الجمع بين الصلاتين في الحضر، ح: ٥٤/ ٧٠٥ من حديث أبي معاوية الضرير به
* وفي الباب عن أبي هريرة، [مسلم، ح: ٥٧/ ٧٠٥].

١٨٨- [ضعيف جدًا] أخرجه البيهقي: ٣/ ١٦٩ من حديث المعتمر به، وحنش متروك * أخرج البيهقي عن عمر بن الخطاب به موقوفًا نحو المعنى وهو قوى عنده.

التَّابِعِينَ فِي الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ لِلْمَرِيضِ. وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: يَجْمَعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ فِي الْمَطَرِ. وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ. وَلَمْ يَرَ الشَّافِعِيُّ لِلْمَرِيضِ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ.

دو نمازیں جمع کرنے کی رخصت دی ہے۔ امام احمد اور اسحاق ؒ کا یہی قول ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک بارش میں دو نمازیں جمع کی جا سکتی ہیں۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق ؒ کا یہی قول ہے۔ امام شافعی کے نزدیک مریض دو نمازیں جمع نہیں کر سکتا۔

فوائد و مسائل: ① اس بات پر اتفاق ہے کہ بلا عذر دو نمازیں جمع کرنا جائز نہیں۔ لیکن ائمہ حجاز کے نزدیک عذر کی صورت میں جمع کرنا جائز ہے۔ شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک معقول اور معتبر عذر، سفر اور بارش ہے اور امام احمد ؒ کے نزدیک ان دو کے ساتھ بیماری بھی معقول اور معتبر عذر ہے۔ ان حضرات کے نزدیک جمع تقدیم بھی جائز ہے کہ عصر اور عشاء کی نماز کو ظہر اور مغرب کے ساتھ ملا لیا جائے اور جمع تاخیر بھی کہ ظہر کو عصر کے ساتھ اور مغرب کو عشاء کے ساتھ ملا لیا جائے۔ لیکن احناف کے نزدیک جمع بین الصلاتین (دو نمازیں اکٹھی کر کے پڑھنا) صرف عرفات میں تقدیم کی صورت میں اور مزدلفہ میں تاخیر کی شکل میں جائز ہے، اس کے علاوہ کہیں بھی اور کسی بھی صورت میں جائز نہیں، لیکن صحیح بات یہی ہے کہ سفر میں جمع بین الصلاتین (دو نمازیں اکٹھی کر کے پڑھنا) جائز ہے جبکہ بعض ائمہ کے نزدیک بارش اور بیماری میں بھی جائز ہے۔ ② سیدنا ابن عباس ؓ کی مذکورہ بالا حدیث میں جمع حقیقی نہیں، جمع صوری ہے جس کو جمع فعلی بھی کہتے ہیں اور سنن نسائی میں اس کی تصریح موجود ہے۔ جمع صوری عذر کی صورت میں بالاتفاق جائز ہے۔ سنن نسائی میں ہے: [أَخَّرَ الظُّهْرَ وَعَجَّلَ الْعَصْرَ وَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ وَعَجَّلَ الْعِشَاءَ]

(سنن النسائي، مواقيت الصلاة، حديث: 590)

(المعجم ٢٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي بَدْءِ الْأَذَانِ (التحفة ٢٥)

باب: 25۔ اذان کی ابتدا

١٨٩- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ [بْنِ الْحَارِثِ] التَّيْمِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: لَمَّا أَصْبَحْنَا أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَأَخْبَرْتُهُ بِالرُّؤْيَا، فَقَالَ: «إِنَّ هٰذِهِ لَرُؤْيَا حَقٌّ، فَقُمْ مَعَ بِلَالٍ، فَإِنَّهُ أَنْدَى وَأَمَدُّ صَوْتًا مِنْكَ، فَأَلْقِ عَلَيْهِ مَا قِيلَ لَكَ، وَلْيُنَادِ بِذٰلِكَ» قَالَ:

[189] محمد بن عبداللہ بن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے آپ ﷺ کو خواب سنایا تو آپ نے فرمایا: ”یقیناً یہ سچا خواب ہے۔ بلال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ، کیونکہ وہ تم سے زیادہ بلند اور لمبی آواز والا ہے، جو کچھ تمھیں بتایا گیا ہے اس کو بتاؤ اور وہ اسے اونچی آواز سے پکارے۔“ چنانچہ جب سیدنا عمر بن خطاب ؓ

١٨٩ـ أخرجه ابن ماجه، الأذان، باب بدء الأذان، ح: ٧٠٦ من حديث محمد بن إسحاق بن يسار به وصرح بالسماع عند أبي داود، ح: ٤٩٩ وصححه ابن خزيمة، ح: ٣٦٣، ٣٧١ وابن حبان، ح: ٢٨٧ والبخاري في غير صحيحه وغيرهم * وفي الباب عن ابن عمر [يأتي: ١٩٠].

فَلَمَّا سَمِعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ نِدَاءَ بِلَالٍ بِالصَّلَاةِ خَرَجَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَهُوَ يَجُرُّ إِزَارَهُ، وَهُوَ يَقُولُ: يَا رَسُولَ اللهِ! وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، لَقَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ الَّذِي قَالَ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ، فَذٰلِكَ أَثْبَتُ».

نے نماز کے لیے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی پکار سنی تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کیفیت یہ تھی کہ وہ اپنا تہ بند گھسیٹتے چلے آرہے تھے اور کہہ رہے تھے: اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں نے بھی اسی قسم کی چیز خواب میں دیکھی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! یہ اور زیادہ پختگی کا باعث ہے۔''

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ، إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ أَتَمَّ مِنْ هٰذَا الْحَدِيثِ وَأَطْوَلَ، وَذَكَرَ فِيهِ قِصَّةَ الْأَذَانِ مَثْنٰى مَثْنٰى وَالْإِقَامَةِ مَرَّةً مَرَّةً. وَعَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ هُوَ ابْنُ عَبْدِ رَبِّهِ، [وَيُقَالُ: ابْنُ عَبْدِ رَبٍّ]. وَلَا نَعْرِفُ لَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ شَيْئًا يَصِحُّ إِلَّا هٰذَا الْحَدِيثَ الْوَاحِدَ فِي الْأَذَانِ. وَعَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ الْمَازِنِيُّ لَهُ أَحَادِيثُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَهُوَ عَمُّ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ یہ حدیث ابراہیم بن سعد نے محمد بن اسحاق سے اس سے زیادہ کامل اور طویل صورت میں بیان کی ہے اور اس میں یہ بتایا ہے کہ اذان کے کلمات دو دو دفعہ ہیں اور تکبیر کے ایک ایک دفعہ۔ عبداللہ بن زید سے مراد ابن عبدربہ ہے جسے ابن عبدرب بھی کہتے ہیں۔ ان سے نبی ﷺ کی صحیح حدیث صرف یہی ایک ہے جو اذان کے سلسلے میں معروف ہے۔ سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی جو عباد بن تمیم کے چچا ہیں، ان سے نبی ﷺ کی کئی احادیث مروی ہیں۔

١٩٠- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ [بْنُ النَّضْرِ] بْنِ أَبِي النَّضْرِ: حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ الْمُسْلِمُونَ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ يَجْتَمِعُونَ فَيَتَحَيَّنُونَ الصَّلَوَاتِ، وَلَيْسَ يُنَادِي بِهَا أَحَدٌ، فَتَكَلَّمُوا يَوْمًا فِي ذٰلِكَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اتَّخِذُوا نَاقُوسًا مِثْلَ نَاقُوسِ النَّصَارٰى، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: اتَّخِذُوا قَرْنًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُودِ،

[190] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسلمان جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو نمازوں کے لیے اندازے سے جمع ہوجاتے تھے۔ اس کے لیے کوئی اعلان نہیں ہوتا تھا۔ انھوں نے اس سلسلے میں ایک دن بات چیت کی تو ان میں سے بعض نے تجویز پیش کی کہ نصاریٰ کی طرح ناقوس بنوالیں۔ بعض نے کہا: یہود کے قرن (نرسنگھا) کی طرح قرن بنوالیں۔ اس پر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تجویز پیش

١٩٠- أخرجه مسلم، الصلاة، باب بدء الأذان، ح: ٣٧٧ من حديث حجاج بن محمد، والبخاري، الأذان، باب بدء الأذان، ح: ٦٠٤ من حديث ابن جريج به.

قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ [بْنُ الْخَطَّابِ]: أَوَلَا تَبْعَثُونَ رَجُلًا يُنَادِي بِالصَّلَاةِ؟ قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا بِلَالُ! قُمْ فَنَادِ بِالصَّلَاةِ».

کی کہ تم نماز کا اعلان کرنے کے لیے ایک آدمی مقرر کیوں نہیں کر لیتے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے بلال! اٹھو اور نماز کے لیے صدا لگاؤ۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، غَرِيبٌ مِّنْ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابن عمر کی سند سے غریب ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچ گئے اور نبی ﷺ نے وہاں مسجد بنوائی جس میں مسلمان نماز باجماعت پڑھنے کے لیے حاضر ہونے لگے تو ابتدا میں کوئی ایسی صورت سامنے نہیں تھی کہ جس کے ذریعے سے سب مسلمانوں کو ایک وقت پر نماز کے لیے جمع ہونے کی دعوت دی جا سکے۔ لوگ اپنے طور پر جمع ہو کر نماز کے وقت کا انتظار کرتے جو مشقت کا باعث تھا، اس لیے اس مسئلے پر غور شروع ہوا تو مختلف تجاویز سامنے آئیں۔ نبی ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تجویز کو پسند فرمایا اور نماز کے لیے [اَلصَّلَاةُ جَامِعَةٌ] ''نماز کے لیے جمع ہو جاؤ'' کے کلمات سے لوگوں کو آگاہ کیا جانے لگا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد اذان کے موجودہ کلمات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خواب میں سنائے گئے، لیکن وہ کسی سبب سے آپ ﷺ کے سامنے اپنا خواب بیان نہ کر سکے۔ اس کے بعد یہی کلمات سیدنا عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ کو خواب میں سنائے گئے تو انھوں نے اپنا خواب رسول اللہ ﷺ کو سنا دیا۔ آپ ﷺ نے اس خواب کو سچا قرار دیا، چنانچہ آپ کے تصدیق فرمانے کی بنا پر، یہی کلمات مقرر ہو گئے اور آپ ﷺ نے اس پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ اگر آپ اس خواب کی تصدیق نہ فرماتے تو یہ قابل عمل نہ ہوتا۔ آپ کے علاوہ خواب کی سچائی کا علم کسی اور ذریعے سے نہیں ہو سکتا۔ جو بھی تعبیر ہو وہ محض ظن و تخمین ہی ہوگی یقین نہیں، اس لیے خواب دین میں حجت نہیں ہیں۔ ② نبی ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ یہ کلمات سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو سکھائیں، کیونکہ ان کی آواز شیریں اور بلند تھی۔ أندیٰ کے معنی بعض نے احسن (خوبصورت) اور بعض نے ارفع (بلند) کیے ہیں۔ جب سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی آ کر اپنا خواب سنایا۔ اس سے مزید تاکید حاصل ہو گئی۔ اذان اور تکبیر کے کلمات اگرچہ دوسروں کی زبان سے کہلوائے گئے ہیں لیکن آپ ﷺ کی تصدیق اور حکم سے کہے گئے ہیں۔ ③ رسول اللہ ﷺ نے اگرچہ خود اذان نہیں دی، تاہم آپ نے سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو خود اذان سکھائی ہے۔ (سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 502)

(المعجم ٢٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّرْجِيعِ فِي الْأَذَانِ (التحفة ٢٦)

باب: 26۔ دوہری اذان کہنا

١٩١- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ [الْبَصْرِيُّ]: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي

[191] سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے (اپنے سامنے) بٹھا کر اذان کا ایک ایک

١٩١ـ أخرجه النسائي: ٢/ ٤، ح: ٦٣٠ عن بشر بن معاذ به وعنده "الله أكبر الله أكبر" مرتين دون أربع مرات، وهو شاذ.

مَخْذُورَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي وَجَدِّي جَمِيعًا، عَنْ أَبِي مَخْذُورَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَقْعَدَهُ وَأَلْقَى عَلَيْهِ الْأَذَانَ حَرْفًا حَرْفًا - قَالَ إِبْرَاهِيمُ: مِثْلَ أَذَانِنَا - قَالَ بِشْرٌ: فَقُلْتُ لَهُ: أَعِدْ عَلَيَّ فَوَصَفَ الْأَذَانَ بِالتَّرْجِيعِ.

کلمہ بذات خود سکھایا۔ ابراہیم کہتے ہیں: جس طرح کہ ہم اذان کہتے ہیں۔ (ان کے شاگرد) بشر رحمہ اللہ نے کہا: میرے لیے ان کلمات کو دہراؤ تو انھوں نے دوہری اذان سنائی۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي مَخْذُورَةَ فِي الْأَذَانِ حَدِيثٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ. وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ بِمَكَّةَ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اذان کے سلسلے میں سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہے اور کئی سندوں سے نقل ہوئی ہے۔ مکہ مکرمہ میں اسی پر عمل ہوتا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔

لغوی تشریح: ترجیع: کے معنی ہیں: شہادتین کو پہلے دو مرتبہ آہستہ آواز سے کہنا، پھر دوبارہ دو مرتبہ بلند آواز سے دہرانا۔

١٩٢ - حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا عَفَّانُ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ عَامِرٍ [بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ] الْأَحْوَلِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَيْرِيزٍ، عَنْ أَبِي مَحْذُورَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَلَّمَهُ الْأَذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً، وَالْإِقَامَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً.

[192] سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے انھیں اذان کے انیس کلمات اور تکبیر کے سترہ کلمات سکھائے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَبُو مَحْذُورَةَ اسْمُهُ [سَمُرَةُ بْنُ مِعْيَرٍ]. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَى هٰذَا فِي الْأَذَانِ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي مَحْذُورَةَ، أَنَّهُ كَانَ يُفْرِدُ الْإِقَامَةَ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کا نام سمرہ بن معیر ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک اذان کہنے کا یہی طریقہ ہے۔ اور سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے اکہری تکبیر کہنا بھی مروی ہے۔

فوائد و مسائل: ① امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ دوہری اذان کے قائل ہیں۔ امام شافعی اس کو افضل سمجھتے ہیں۔ امام مالک کے نزدیک دوہری اذان کے کلمات سترہ ہیں، کیونکہ وہ شروع میں اللہ اکبر کو چار کی بجائے دو دفعہ کہنے کے قائل ہیں، لیکن جمہور امت کے نزدیک اذان کے آغاز میں اللہ اکبر چار دفعہ ہی کہا جائے، کیونکہ صحیح روایات میں اسی طرح آیا ہے۔ ② بعض کے بقول اذان کو [شفع] (جوڑا) اس لیے فرمایا ہے کہ اس میں [الله أكبر، الله أكبر] کو ایک سانس میں ملا کر کہا جاتا ہے، اس لیے یہ ایک کلمہ ہوا۔ لیکن جمہور کے نزدیک عمومی کلمات کے جوڑا ہونے کی بنا پر اسے [شفع] کہا گیا ہے۔ وگرنہ اذان کے آخر میں [لَا إِلٰه إِلَّا الله] ایک ہی دفعہ ہے۔ شہادتین اور حَيَّعَلَتَيْن (حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ ... حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ) کے کلمات شفع

١٩٢ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب صفة الأذان، ح: ٣٧٩ من حديث عامر الأحول به.

ہیں۔ ③ دوہری اذان صحیح روایات سے ثابت ہے، اس لیے حنابلہ اور احناف کا بے بنیاد تاویلات سے کام لے کر اس کا انکار کرنا درست نہیں۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اور بعض احناف نے اس کے جواز کو تسلیم کیا ہے۔ ④ نبی ﷺ کے سامنے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بلا ترجیع اذان کہتے تھے، اس لیے عمومی طور پر اکہری اذان کہنے میں کوئی حرج نہیں۔

(المعجم ٢٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي إِفْرَادِ الْإِقَامَةِ (التحفة ٢٧)

باب: 27۔ تکبیر اکہری کہنا

١٩٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ وَيَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَيُوتِرَ الْإِقَامَةَ.

[193] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو دفعہ کہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک دفعہ۔

وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: [وَ] حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ. وَبِهِ يَقُولُ مَالِكٌ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی آئی ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ صحابہ و تابعین میں سے بعض اہل علم کا قول یہی ہے۔ امام مالک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول بھی یہی ہے۔

فائدہ: ائمۂ حجاز کا عمل اسی حدیث پر ہے لیکن شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اقامت کے کلمات گیارہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک دس ہیں، کیونکہ وہ [قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ] کو بھی ایک ہی دفعہ کہتے ہیں۔ حنفیہ کے نزدیک کلمات اقامت سترہ ہیں: شہادتین چار بار، حیعلتین چار بار اور [قد قامت الصلاۃ] دو دفعہ، گویا اکہری اذان جس کے کلمات پندرہ ہیں اس میں حیعلتین کے بعد [قد قامت الصلاۃ] کا دو دفعہ اضافہ ہے۔ ہمارے اصحاب الحدیث کے نزدیک اذان اور اقامت کے کلمات کے بارے میں ہر وہ طریقہ جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، صحیح اور کافی ہے اور بعض احناف بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں (درس ترمذی: 461/1) لیکن آج کل اس اختلاف کو جواز اور عدم جواز پر محمول کر لیا گیا ہے۔ صحیح تر احادیث کی رو سے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی اذان اکہری تھی اور اقامت بھی اکہری، اس لیے بہتر یہی ہے کہ سیدنا بلال ہی کی اذان اور اقامت کو اپنایا جائے، کیونکہ وہ نبی ﷺ کے مؤذن تھے اور آپ ﷺ کے سامنے اذان اور اقامت کے اسی طریقے پر عمل پیرا تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اذان کے کلمات دو دو دفعہ تھے اور اقامت کے ایک ایک دفعہ تھے، سوائے [قد قامت الصلاۃ] کے۔ دیکھیے: (سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 510، وسنن النسائي، الأذان، حديث: 629) تاہم ترجیع (دوہری اذان) بھی جائز ہے کیونکہ یہ بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے اور دوہری اذان کی صورت میں اقامت بھی دوہری

١٩٣- أخرجه البخاري، الأذان، باب بدء الأذان، ح: ٦٠٣ ومسلم، الصلاة، باب الأمر بشفع الأذان وإيتار الإقامة إلا كلمة الإقامة فإنها مثناة، ح: ٣٧٨ من حديث خالد الحذّاء به * وفي الباب عن ابن عمر، [أبو داود، ح: ٥١٠، ٥١١].

ہوگی، تاہم دوہری اذان کے ساتھ کبھی کبھارا کہری تکبیر بھی کہی جاسکتی ہے۔

(المعجم ٢٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي أَنَّ الْإِقَامَةَ مَثْنٰى مَثْنٰى

(التحفة ٢٨)

باب: 28۔ اقامت کے کلمات دو دو بار کہنا

١٩٤ - حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ: حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: كَانَ أَذَانُ رَسُولِ اللهِ ﷺ شَفْعًا شَفْعًا: فِي الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ.

[194] سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اذان اور اقامت کے کلمات جوڑا جوڑا تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ رَوَاهُ وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى: أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ زَيْدٍ رَأَى الْأَذَانَ فِي الْمَنَامِ. وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى [قَالَ: حَدَّثَنَا أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ] أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ زَيْدٍ رَأَى الْأَذَانَ فِي الْمَنَامِ. وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى. وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ أَبِي لَيْلٰى لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ. [وَ] قَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: الْأَذَانُ مَثْنٰى مَثْنٰى، وَالْإِقَامَةُ مَثْنٰى مَثْنٰى. وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَأَهْلُ الْكُوفَةِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى: ابْنُ أَبِي لَيْلٰى هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى كَانَ قَاضِيَ الْكُوفَةِ، وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ شَيْئًا، إِلَّا أَنَّهُ يَرْوِي، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِيهِ].

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت امام وکیع بھی اپنی سند سے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اذان کے بارے میں خواب دیکھا تھا۔ اور امام شعبہ بھی اپنی سند سے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں (صحابۂ کرام) نے بتایا کہ عبداللہ بن زید نے اذان کے بارے میں خواب دیکھا تھا۔ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کی یہ حدیث (جو کہ وہ بالواسطہ بیان کرتے ہیں) محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے، کیونکہ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے عبداللہ بن زید سے سنا نہیں۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اذان کے کلمات دو دو بار ہیں اور اقامت کے کلمات بھی دو دو بار ہیں۔ اس مسئلے میں سفیان ثوری، ابن المبارک اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ابن ابی لیلیٰ سے مراد محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ہے جو کوفہ کا قاضی تھا اور اس نے اپنے باپ سے کچھ

١٩٤ـ [ضعيف] أخرجه الدارقطني: ١/ ٢٤٩، ح: ٩٢٥ من حديث أبي سعيد الأشج به وذكره ابن خزيمة في صحيحه، ح: ٣٨٠ ✽ ابن أبي ليلى ضعيف من جهة سوء حفظه وللحديث شواهد كلها ضعيفة.

نہیں سنا بلکہ وہ اپنے باپ سے ایک آدمی کے واسطے سے روایت کرتا ہے۔

فائدہ: امام شافعی، امام احمد رحمہ اللہ اور جمہور اہل علم کے نزدیک اقامت کے کلمات گیارہ ہیں: اول و آخر میں [اللہ أکبر] اور [قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ] دو دو بار ہے، لیکن دوہری اقامت کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے، تاہم دوسری روایات سے اس کا جواز ملتا ہے، البتہ افضل اکہری اقامت ہے۔

(المعجم ٢٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّرَسُّلِ فِي الْأَذَانِ (التحفة ٢٩)

باب: 29۔ اذان ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے کہنا

١٩٥- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ: حَدَّثَنَا الْمُعَلَّى ابْنُ أَسَدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمُنْعِمِ، هُوَ صَاحِبُ السِّقَاءِ، [قَالَ]: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْحَسَنِ وَعَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ [بْنِ عَبْدِاللهِ] أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لِبِلَالٍ: «يَا بِلَالُ! إِذَا أَذَّنْتَ فَتَرَسَّلْ فِي أَذَانِكَ، وَإِذَا أَقَمْتَ فَاحْدُرْ، وَاجْعَلْ بَيْنَ أَذَانِكَ وَإِقَامَتِكَ قَدْرَ مَا يَفْرُغُ الْآكِلُ مِنْ أَكْلِهِ، وَالشَّارِبُ مِنْ شُرْبِهِ، وَالْمُعْتَصِرُ إِذَا دَخَلَ لِقَضَاءِ حَاجَتِهِ، وَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي».

[195] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے بلال! جب اذان کہو تو ٹھہر ٹھہر کر اور جب اقامت کہو تو روانی سے کہو۔ اور اپنی اذان اور اقامت میں اس قدر فاصلہ رکھو کہ کھانے والا اپنے کھانے سے اور پینے والا اپنے پینے سے فارغ ہو جائے اور قضائے حاجت والا جب اپنی حاجت پوری کرنے کے لیے داخل ہو جائے تو فارغ ہو جائے۔ اور تم لوگ مجھے دیکھے بغیر اٹھا نہ کرو۔''

لغوی تشریح: [تَرَسَّلْ] توقف اور ٹھہراؤ اختیار کرو، یعنی کلماتِ اذان ٹھہر ٹھہر کر ادا کیا کرو۔ [فَاحْدُرْ] جلدی کرو، یعنی کلماتِ اقامت روانی اور تسلسل کے ساتھ کہو۔ یہ مسئلہ اتفاقی ہے کہ اذان میں تَرَسُّل اور اقامت میں حَدَر مسنون ہے۔ [اَلْمُعْتَصِر] بول و براز خارج کرنے والا، یعنی جسے پیشاب اور پاخانہ آیا ہوا ہو۔

١٩٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الْمُنْعِمِ نَحْوَهُ.

[196] امام ترمذی رحمہ اللہ ایک اور سند سے عبدالمنعم کی مذکورہ بالا روایت بیان کرتے ہیں۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ جَابِرٍ هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْمُنْعِمِ،

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ہم سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صرف اسی سند سے جانتے ہیں جو یہ

١٩٥- [ضعيف جدًا] أخرجه البيهقي: ١/ ٤٢٨ من حديث عبدالمنعم به * عبدالمنعم منكر الحديث، قاله البخاري، ويحيى البكاء ضعيف، ضعفه ابن معين وغيره، وللحديث طرق ضعيفة عند الحاكم: ١/ ٢٠٤ والبيهقي وغيرهما.

١٩٦- [ضعيف جدًا] انظر الحديث السابق.

وَهُوَ إِسْنَادٌ مَجْهُولٌ. [وَعَبْدُ الْمُنْعِمِ شَيْخٌ بَصْرِيٌّ].

عبدالمنعم بیان کرتا ہے اور یہ سند مجہول ہے۔ عبدالمنعم بصری شیخ ہے، یعنی قابل اعتماد اور لائق استناد نہیں ہے۔

(المعجم ٣٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي إِدْخَالِ الْإِصْبَعِ [فِي] الْأُذُنِ عِنْدَ الْأَذَانِ (التحفة ٣٠)

باب: 30۔ اذان کہتے وقت کان میں انگلی ڈالنا

١٩٧۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ بِلَالًا يُؤَذِّنُ وَيَدُورُ، وَيُتْبِعُ فَاهُ هَاهُنَا وَهَاهُنَا، وَإِصْبَعَاهُ فِي أُذُنَيْهِ، وَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي قُبَّةٍ لَهُ حَمْرَاءَ - أُرَاهُ قَالَ: مِنْ أَدَمٍ - فَخَرَجَ بِلَالٌ بَيْنَ يَدَيْهِ بِالْعَنَزَةِ فَرَكَزَهَا بِالْبَطْحَاءِ، فَصَلَّى إِلَيْهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ، وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَرِيقِ سَاقَيْهِ، قَالَ سُفْيَانُ: نُرَاهُ حِبَرَةً.

[197] عون بن ابی جحیفہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کہتے ہوئے دیکھا۔ وہ گھوم رہے تھے اور اپنا منہ ادھر ادھر کر رہے تھے اور ان کی دونوں انگلیاں ان کے دونوں کانوں میں تھیں۔ اور رسول اللہ ﷺ اپنے سرخ خیمے میں تھے۔ میرے خیال میں انھوں نے کہا: وہ چمڑے کا تھا، چنانچہ بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے آگے آگے نیزہ لے کر نکلے، پھر اسے بطحاء میں گاڑ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے سترہ بنا کر نماز پڑھی جبکہ آپ کے آگے سے کتا اور گدھا گزر رہے تھے اور آپ سرخ جوڑا زیب تن کیے ہوئے تھے، گویا میں آپ ﷺ کی پنڈلیوں کی چمک دمک دیکھ رہا ہوں۔ (آپ کی پنڈلیاں ننگی تھیں)۔ سفیان کہتے ہیں: ہمارے خیال میں وہ جوڑا دھاری دار تھا (خالص سرخ نہ تھا۔)

قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي جُحَيْفَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: يَسْتَحِبُّونَ أَنْ يُدْخِلَ الْمُؤَذِّنُ إِصْبَعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ فِي الْأَذَانِ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: وَفِي الْإِقَامَةِ أَيْضًا، يُدْخِلُ إِصْبَعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ. وَهُوَ قَوْلُ الْأَوْزَاعِيِّ. وَأَبُو جُحَيْفَةَ اسْمُهُ وَهْبُ [بْنُ عَبْدِ اللهِ] السُّوَائِيُّ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت حسن صحیح ہے۔ اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے۔ وہ مستحب سمجھتے ہیں کہ مؤذن، اذان کہتے وقت اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ وہ اقامت میں بھی اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لے۔ امام اوزاعی کا یہی قول ہے۔ ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کا نام وہب بن عبداللہ سوائی ہے۔

١٩٧۔ أخرجه البخاري، ح: ٦٣٤ ومسلم، ح: ٥٠٣ من حديث سفيان الثوري به بغير هذا المتن، ورواه شعبة وجماعة عن عون به.

لغوی تشریح: [يُتْبِعُ] وہ دائیں بائیں گھماتے تھے۔ [أَدَمٌ] أَدِيم کی جمع ہے یا اسم جمع ہے، یعنی چمڑا۔ [حُلَّة] جوڑا، ایک قسم کا تہ بند اور چادر، [حِبَرَة] دھاری دار یمنی چادر۔

فوائد و مسائل: ① اذان میں آواز کو بلند کرنا مقصود ہوتا ہے اور کان میں انگلی ڈالنے سے آواز بلند ہو جاتی ہے۔ آواز کو دائیں بائیں پہنچانے کے لیے حي علی الصلاۃ اور حي علی الفلاح دائیں بائیں منہ کر کے کہے جاتے ہیں، صرف سر موڑا جاتا ہے، پورا جسم نہیں پھیرا جاتا۔ لاؤڈ سپیکر پر اذان کہنے کی صورت میں اگرچہ اس کی ضرورت تو نہیں لیکن شرعی طریقے اور انداز کو قائم رکھنا ضروری ہے۔ ② امام سفیان رحمہ اللہ کے نزدیک چونکہ خالص سرخ کپڑا پہننا جائز نہیں اور احناف کا موقف بھی یہی ہے، اس لیے انھوں نے یہ تاویل کی ہے کہ وہ جوڑا خالص سرخ نہیں تھا، صرف سرخ دھاریاں تھیں۔ یہ مسئلہ باب اللباس میں آئے گا۔ إن شاء الله! ③ اذان میں آواز کو بلند کرنے کی ضرورت ہے، لیکن تکبیر میں اس کی ضرورت نہیں۔

(المعجم ٣١) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّثْوِيبِ فِي الْفَجْرِ (التحفة ٣١)

باب: 31۔ فجر کی اذان میں تثویب، یعنی [اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ] کہنا

١٩٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا أَبُوأَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُوإِسْرَائِيلَ عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ بِلَالٍ قَالَ: قَالَ [لِي] رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تُثَوِّبَنَّ فِي شَيْءٍ مِّنَ الصَّلَوَاتِ إِلَّا فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ».

[198] سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نمازِ فجر کے سوا کسی نماز کے لیے تثویب نہ کرنا۔“

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي مَحْذُورَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ بِلَالٍ لَّا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَبِي إِسْرَائِيلَ الْمُلَائِيِّ. وَأَبُو إِسْرَائِيلَ لَمْ يَسْمَعْ هٰذَا الْحَدِيثَ مِنَ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ قَالَ: إِنَّمَا رَوَاهُ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُمَارَةَ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ. وَأَبُو إِسْرَائِيلَ اسْمُهُ [إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ] وَلَيْسَ [هُوَ] بِذٰلِكَ الْقَوِيِّ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ. وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي تَفْسِيرِ التَّثْوِيبِ: فَقَالَ بَعْضُهُمْ:

اس مسئلے میں سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی ہے۔ ابو عیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ہم صرف ابو اسرائیل مُلائِی کی حدیث سے پہچانتے ہیں۔ اور ابو اسرائیل نے یہ حدیث حکم بن عتیبہ سے نہیں سنی بلکہ حسن بن عمارہ کے واسطے سے حکم بن عتیبہ سے روایت کی ہے۔ ابو اسرائیل کا نام اسماعیل بن ابی اسحاق ہے اور وہ محدثین کے ہاں قوی، یعنی ثقہ راوی نہیں ہے۔ تثویب کی تفسیر و توضیح میں اہل علم کا اختلاف ہے: بعض

١٩٨- [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الأذان، باب السنة في الأذان، ح: ٧١٥ من حديث أبي إسرائيل به وهو ضعيف والسند منقطع * وفي الباب عن أبي محذورة، [أبو داود، ح: ٥٠٠] * حديث ابن عمر وحديث مجاهد: أخرجه أبو داود، ح: ٥٣٨ وهو حديث حسن.

اَلتَّثْوِيبُ أَنْ يَّقُولَ فِي أَذَانِ الْفَجْرِ: الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ وَأَحْمَدَ. وَقَالَ إِسْحَاقُ فِي التَّثْوِيبِ غَيْرَ هٰذَا، قَالَ: [التَّثْوِيبُ الْمَكْرُوهُ] هُوَ شَيْءٌ أَحْدَثَهُ النَّاسُ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ، إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَاسْتَبْطَأَ الْقَوْمَ قَالَ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. [قَالَ]: وَهٰذَا الَّذِي قَالَ إِسْحَاقُ: هُوَ التَّثْوِيبُ الَّذِي [قَدْ] كَرِهَهُ أَهْلُ الْعِلْمِ، وَالَّذِي أَحْدَثُوهُ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ. وَالَّذِي فَسَّرَ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَأَحْمَدُ: أَنَّ التَّثْوِيبَ أَنْ يَّقُولَ الْمُؤَذِّنُ فِي أَذَانِ الْفَجْرِ: الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ. وَهُوَ قَوْلٌ صَحِيحٌ، وَيُقَالُ لَهُ التَّثْوِيبُ أَيْضًا. وَهُوَ الَّذِي اخْتَارَهُ أَهْلُ الْعِلْمِ وَرَأَوْهُ. وَرُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ: الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ. وَرُوِيَ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ مَسْجِدًا وَقَدْ أُذِّنَ فِيهِ، وَنَحْنُ نُرِيدُ أَنْ نُّصَلِّيَ فِيهِ، فَثَوَّبَ الْمُؤَذِّنُ، فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ مِنَ الْمَسْجِدِ وَقَالَ: اخْرُجْ بِنَا مِنْ عِنْدِ هٰذَا الْمُبْتَدِعِ وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ. [قَالَ] وَإِنَّمَا كَرِهَ عَبْدُ اللّٰهِ التَّثْوِيبَ الَّذِي أَحْدَثَهُ النَّاسُ بَعْدُ.

کے نزدیک تثویب سے مراد فجر کی اذان میں [اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ] کہنا ہے۔ ابن المبارک اور احمد رحمہ اللہ نے یہی تفسیر کی ہے۔ امام اسحاق نے تثویب کی ایک اور تفسیر کی ہے، یعنی وہ (مکروہ تثویب) جسے لوگوں نے نبی ﷺ کے بعد گھڑلیا ہے یہ ہے کہ جب مؤذن اذان کہہ دے اور لوگ نماز کے لیے آنے میں دیر کریں تو وہ اذان اور اقامت کے درمیان [قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ] وغیرہ کے کلمات کہے (تاکہ لوگ جلدی سے آ جائیں)۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسحاق رحمہ اللہ نے تثویب کی جو تشریح کی ہے یہ تثویب اہل علم کے نزدیک مکروہ ہے اور اس کو لوگوں نے نبی ﷺ کے بعد ایجاد کیا ہے۔ جو تفسیر امام ابن المبارک اور امام احمد رحمہ اللہ نے کی ہے کہ مؤذن صبح کی اذان میں [اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ] کہے، یہ ایک مشروع اور درست عمل ہے۔ اس کو بھی تثویب ہی کہتے ہیں۔ اہل علم نے اس کو اختیار کیا اور اپنایا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ وہ صبح کی اذان میں [اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ] کہتے تھے۔ امام مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک ایسی مسجد میں داخل ہوا جس میں اذان دی جا چکی تھی اور ہم اس میں نماز پڑھنا چاہتے تھے تو مؤذن نے تثویب (جدید) کہی، یعنی مذکورہ بالا بدعی تثویب تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مسجد سے نکل گئے اور فرمانے لگے: آؤ ہمیں اس بدعتی کے ہاں سے لے چلو اور انھوں نے اس مسجد میں نماز نہیں پڑھی۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسی تثویب کو مکروہ جانا جو لوگوں نے بعد میں ایجاد کر لی تھی۔

فائدہ: صبح کی اذان میں [اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ] کہنا بالاتفاق مسنون ہے اور صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ (تفصیل کے لیے نصب الرایہ میں اذان کی بحث دیکھیے) تثویب کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ اذان اور اقامت کے درمیانی وقت میں کسی جملے یا کسی

طریقے سے نماز کے لیے دوبارہ دعوت دینا، یہ بدعت اور مکروہ ہے کیونکہ یہ طریقہ عہد رسالت میں ثابت نہیں جیسا کہ آج کل اس کے لیے بعض جگہ درود کے بعض کلمات بار بار کہے جاتے ہیں۔ خیال رہے کہ گھر میں یا مجلس میں یا راہ چلتے ہوئے کسی غافل کو تنبیہ کر دینا یا سوئے ہوئے کو جگا دینا بالاتفاق جائز ہے اور اسے کوئی بھی تثویب نہیں کہتا۔

(المعجم ٣٢) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ مَنْ أَذَّنَ فَهُوَ يُقِيمُ (التحفة ٣٢)

باب: 32۔ جو اذان کہے وہی اقامت کہے

١٩٩- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ وَيَعْلَى [بْنُ عُبَيْدٍ] عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادِ بْنِ أَنْعُمٍ الْإِفْرِيقِيِّ، عَنْ زِيَادِ بْنِ نُعَيْمٍ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ زِيَادِ بْنِ الْحَارِثِ الصُّدَائِيِّ قَالَ: أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ أُؤَذِّنَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَأَذَّنْتُ، فَأَرَادَ بِلَالٌ أَنْ يُقِيمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ أَخَا صُدَاءٍ قَدْ أَذَّنَ، وَمَنْ أَذَّنَ فَهُوَ يُقِيمُ».

[199] سیدنا زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں فجر کی اذان کہوں تو میں نے اذان کہی۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہنی چاہی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس صداء خاندان کے آدمی نے اذان کہی ہے اور جس نے اذان کہی ہو وہی تکبیر بھی کہے۔''

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَحَدِيثُ زِيَادٍ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ الْإِفْرِيقِيِّ، وَالْإِفْرِيقِيُّ هُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ، ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ وَغَيْرُهُ، قَالَ أَحْمَدُ: لَا أَكْتُبُ حَدِيثَ الْإِفْرِيقِيِّ. قَالَ: وَرَأَيْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ يُقَوِّي أَمْرَهُ، وَيَقُولُ: هُوَ مُقَارِبُ الْحَدِيثِ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ: [أَنَّ] مَنْ أَذَّنَ فَهُوَ يُقِيمُ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی آتی ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: زیاد کی حدیث ہم صرف افریقی کی سند سے پہچانتے ہیں اور افریقی محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ یحییٰ بن سعید قطان وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں افریقی کی حدیث نہیں لکھتا۔ میں نے امام بخاری رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ اس کی بات کو اہمیت دیتے تھے اور فرماتے تھے: وہ مقارب الحدیث ہے۔ (اس کی احادیث ثقہ راویوں کی احادیث کے قریب قریب ہوتی ہیں۔) اور اکثر اہل علم کا عمل اس پر ہے کہ جو اذان کہے وہی اقامت کہے۔

فائدہ: یہ حدیث ضعیف ہے۔ مزید دیکھیے: (السلسلة الضعيفة، حديث: 35) اس لیے اس کی وجہ سے تکبیر کا استحقاق

١٩٩ـ [ضعيف] أخرجه أبو داود، الصلاة، باب الرجل يؤذن ويقيم آخر، ح: ٥١٤ من حديث عبدالرحمن الإفريقي به وهو ضعيف على الراجح * وفي الباب عن ابن عمر، [البيهقي: ١/ ٣٩٩ وقال: "تفرد به سعيد بن راشد وهو ضعيف" وقال أبوحاتم: منكر].

صرف مؤذن کے لیے ثابت کرنا صحیح نہیں، البتہ حکمت عملی کے اعتبار سے اسی کو اس کا ذمے دار ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ لیکن کسی اور کے لیے اسے ناجائز نہیں کہا جا سکتا۔

(المعجم ٣٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْأَذَانِ بِغَيْرِ وُضُوءٍ (التحفة ٣٣)

باب:33۔ وضو کے بغیر اذان کہنا مکروہ ہے

٢٠٠- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ يَحْيَى [الصَّدَفِيِّ]، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يُؤَذِّنُ إِلَّا مُتَوَضِّئٌ».

[200] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''باوضو شخص ہی اذان کہے۔''

٢٠١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: لَا يُنَادِي بِالصَّلَاةِ إِلَّا مُتَوَضِّئٌ.

[201] ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نماز کے لیے باوضو انسان ہی پکارے۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَهٰذَا أَصَحُّ مِنَ الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ.

[قَالَ أَبُو عِيسَى]: وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ لَمْ يَرْفَعْهُ ابْنُ وَهْبٍ، وَهُوَ أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ الْوَلِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ. وَالزُّهْرِيُّ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْأَذَانِ عَلٰى غَيْرِ وُضُوءٍ: فَكَرِهَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، وَإِسْحَاقُ. وَرَخَّصَ فِي ذٰلِكَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ [الثَّوْرِيُّ]، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَأَحْمَدُ.

ابو عیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ پہلی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ ابن وہب نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی نسبت نبی ﷺ کی طرف نہیں کی۔ اور یہ دوسری حدیث ولید بن مسلم کی (مذکورہ بالا پہلی) حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ زہری نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا نہیں۔ بلاوضو اذان کہنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک یہ عمل مکروہ ہے۔ امام شافعی اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم نے اس کی اجازت دی ہے۔ سفیان ثوری، ابن المبارک اور احمد رحمہم اللہ کا موقف یہی ہے۔

فائدہ: اس سلسلے میں کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں۔ مذکورہ حدیث اور اثر دونوں ضعیف ہیں، اس لیے اگر بے وضو شخص اذان کہہ دے تو کوئی حرج نہیں، البتہ بہتر اور اولیٰ یہی ہے کہ باوضو ہو کر اذان کہے، آدابِ عبادت کا تقاضا بھی طہارت و نظافت ہی ہے۔

٢٠٠ـ [ضعيف] أخرجه البيهقي: ١/ ٣٩٧ من حديث الوليد به وقال: "هكذا رواه معاوية بن يحيى وهو ضعيف".

٢٠١ـ [ضعيف لانقطاعه] أخرجه ابن أبي شيبة: ١/ ٢١١، ح: ٢١٩٥ من حديث الزهري به.

(المعجم ٣٤) بَابُ مَا جَاءَ: أَنَّ الْإِمَامَ أَحَقُّ بِالْإِقَامَةِ (التحفة ٣٤)

باب: 34۔ امام، تکبیر کا زیادہ حق دار ہے (تکبیر اس کی آمد ہی پر کہی جائے)

٢٠٢ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ: أَخْبَرَنِي سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ يَقُولُ: كَانَ مُؤَذِّنُ رَسُولِ اللهِ ﷺ يُمْهِلُ فَلَا يُقِيمُ، حَتّٰى إِذَا رَأٰى رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ خَرَجَ أَقَامَ الصَّلَاةَ حِينَ يَرَاهُ.

[202] سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا مؤذن ٹھہرا رہتا اور تکبیر نہ کہتا یہاں تک کہ جب وہ رسول اللہ ﷺ کو نکلتے ہوئے دیکھ لیتا تو آپ کو دیکھ کر تکبیر کہتا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ [هُوَ حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ]. وَحَدِيثُ [إِسْرَائِيلَ عَنْ] سِمَاكٍ لَّا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَهٰكَذَا قَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِنَّ الْمُؤَذِّنَ أَمْلَكُ بِالْأَذَانِ، وَالْإِمَامَ أَمْلَكُ بِالْإِقَامَةِ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اسرائیل کی سماک سے حدیث ہم صرف اسی سند سے پہچانتے ہیں۔ بعض اہل علم کا یہی قول ہے کہ اذان پر مؤذن کو اختیار ہے اور تکبیر کا اختیار امام کے پاس ہے۔

فائدہ: اذان کب کہنی ہے؟ اس کا خیال رکھنا مؤذن کی ذمے داری ہے۔ اور تکبیر امام کی آمد یا اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہونی چاہیے۔ اس پر تقریباً اتفاق ہے۔ یہ بات درست نہیں کہ امام کو دیکھے بغیر ہی تکبیر کہہ دی جائے۔ امام ابن العربی کے سامنے امام کے آجانے کا خیال کر کے تکبیر کہہ دی گئی، لیکن درحقیقت امام آیا نہیں تھا، لہٰذا دوسرے آدمی کو امام بنا دیا گیا تو ابن العربی نے تکبیر دوبارہ کہلوائی۔ (عارضة الأحوذي: 3/2)

(المعجم ٣٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْأَذَانِ بِاللَّيْلِ (التحفة ٣٥)

باب: 35۔ رات کو اذان کہنا

٢٠٣ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى تَسْمَعُوا

[203] سیدنا سالم اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بلال رات کو اذان کہتا ہے، اس لیے کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی اذان

٢٠٢ـ أخرجه أحمد: ٥/ ٧٦ عن عبدالرزاق به وهو في صحيح مسلم، ح: ٦٠٦ من حديث سماك نحو المعنى.

٢٠٣ـ أخرجه مسلم، الصيام، باب بيان أن الدخول في الصوم يحصل بطلوع الفجر . . . إلخ، ح: ١٠٩٢ من حديث الليث بن سعد، والبخاري، ح: ٦١٧ من حديث ابن شهاب الزهري به * وفي الباب عن ابن مسعود، [البخاري، ح: ٦٢١ ومسلم، ح: ١٠٩٣] وعائشة، [البخاري، ح: ٦٢٢، ٦٢٣ ومسلم، ح: ١٠٩٢] وأنيسة، [النسائي، ح: ٢/ ١١، ح: ٦٤١] وأنس، [أحمد: ٣/ ١٤٠] وأبي ذر، [أحمد: ٥/ ١٧١، ١٧٢] وسمرة بن جندب، [مسلم: ١٠٩٤] * حديث حماد بن سلمة، أخرجه أبو داود، ح: ٥٣٢ وحديث عبيدالله بن عمر وغيره، متفق عليه، وحديث ابن أبي روّاد، أخرجه أبو داود، ح: ٥٣٣.

تَأْذِينَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ».

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَعَائِشَةَ، وَأُنَيْسَةَ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي ذَرٍّ، وَسَمُرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْأَذَانِ بِاللَّيْلِ: فَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ بِاللَّيْلِ أَجْزَأَهُ وَلَا يُعِيدُ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِذَا أَذَّنَ بِلَيْلٍ أَعَادَ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ. وَرَوٰى حَمَّادُ ابْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ بِلَالًا أَذَّنَ بِلَيْلٍ، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُنَادِيَ: «إِنَّ الْعَبْدَ نَامَ». قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَيْرُ مَحْفُوظٍ، وَالصَّحِيحُ مَا رَوٰى عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ وَغَيْرُهُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ». [قَالَ]: وَرَوٰى عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي رَوَّادٍ عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ مُؤَذِّنًا لِعُمَرَ أَذَّنَ بِلَيْلٍ، فَأَمَرَهُ عُمَرُ أَنْ يُعِيدَ الْأَذَانَ. وَهٰذَا لَا يَصِحُّ أَيْضًا، لِأَنَّهُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عُمَرَ، مُنْقَطِعٌ. وَلَعَلَّ حَمَّادَ بْنَ سَلَمَةَ أَرَادَ هٰذَا الْحَدِيثَ. وَالصَّحِيحُ رِوَايَةُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ وَغَيْرِ وَاحِدٍ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: وَالزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ». قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَلَوْ كَانَ حَدِيثُ حَمَّادٍ صَحِيحًا لَمْ يَكُنْ لِهٰذَا الْحَدِيثِ مَعْنًى، إِذْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ» فَإِنَّمَا أَمَرَهُمْ فِيمَا يُسْتَقْبَلُ، فَقَالَ: «إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ» وَلَوْ أَنَّهُ أَمَرَهُ بِإِعَادَةِ الْأَذَانِ حِينَ أَذَّنَ قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ، لَمْ يَقُلْ: «إِنَّ

سن لو۔‘‘

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابن مسعود، سیدہ عائشہ، اُنیسہ، سیدنا انس، ابوذر اور سمرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ رات کی اذان کے بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے: بعض اہل علم کا نظریہ ہے کہ اگر مؤذن صبح کی اذان (طلوع فجر سے پہلے) رات کو دے دے تو وہ کفایت کر جائے گی۔ اس کو دوبارہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ امام مالک، ابن المبارک، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اگر اذان رات کو دے دے تو دوبارہ اذان کہے۔ سفیان ثوری کا قول یہی ہے۔ حماد بن سلمہ اپنی سند سے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے (ایک بار) رات کے وقت اذان دے دی تو نبی ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ اعلان کرو: ’’بندے کو نیند آ گئی تھی۔‘‘ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔ صحیح روایت وہی ہے جو عبیداللہ بن عمر وغیرہ نے بواسطہ نافع، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ’’بلال رات کو اذان دیتا ہے، اس لیے کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم اذان دے۔‘‘ سیدنا نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مؤذن نے رات کے وقت اذان دے دی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دوبارہ اذان کہنے کا حکم دیا۔ مگر یہ روایت بھی صحیح نہیں، کیونکہ نافع نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا، یعنی یہ روایت منقطع ہے۔ شاید حماد بن سلمہ کا مقصد یہی واقعہ بیان کرنا ہو۔ (اور غلطی سے اس کو بلال رضی اللہ عنہ اور نبی ﷺ کا واقعہ بنا ڈالا۔) صحیح روایت وہی ہے جو عبیداللہ بن عمر وغیرہ بواسطہ نافع اور زہری

بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ». قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ: حَدِيثُ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، هُوَ غَيْرُ مَحْفُوظٍ، وَأَخْطَأَ فِيهِ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ.

بواسطہ سالم، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بلال رات کے وقت اذان دیتا ہے۔'' ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اگر حماد کی حدیث صحیح مان لی جائے تو اس حدیث کا کوئی مقصد اور مفہوم نہیں بنتا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلال رات کے وقت اذان دے گا۔'' یعنی آپ نے انھیں آئندہ کے بارے میں بتایا اور فرمایا: ''بلال رات کے وقت اذان دے گا۔'' (تم اس وقت کھا پی سکتے ہو) تو اگر آپ نے انھیں طلوع فجر سے پہلے اذان دینے کی صورت میں دوبارہ اذان کہنے کا حکم دیا ہوتا تو آپ یہ نہ فرماتے: ''بلال رات کو اذان دیتا ہے۔'' امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حماد بن سلمہ کی ایوب کی سند سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث غیر محفوظ ہے۔ اس میں حماد بن سلمہ خطا کھا گئے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① امام حماد بن سلمہ کی روایت پر اعتراض کا جواب تو ہوسکتا ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب سیدنا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ رات کو اذان دیتے اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ صبح کی اذان دیتے تھے، بعد میں نبی ﷺ نے ترتیب بدل دی، بلال رات کی اور ابن ام مکتوم صبح کی اذان کہنے لگے یا ان کی باری بدلتی رہتی تھی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري: 136/2) لیکن اگر صبح کی اذان طلوع فجر سے پہلے دے دی جائے تو ائمہ حجاز مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ کے نزدیک دوبارہ اذان دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری رحمہما اللہ کے نزدیک اذان دوبارہ دینی ہوگی۔ صحیح موقف یہی ہے، کیونکہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ صبح سے پہلے اذان کہتے تھے جبکہ صبح کے لیے سیدنا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان دیا کرتے تھے۔ اس طرح مؤذن دو اذانیں الگ الگ کہہ سکتے ہیں۔ ② اس طرح اس حدیث سے یہ استدلال کرنا درست نہیں کہ پہلی اذان پر اکتفا کر لینا درست ہے۔ اسی طرح یہ استدلال کرنا بھی درست نہیں کہ صبح سے پہلے اذان صرف رمضان میں ہوتی تھی، کیونکہ آپ نے اذان کی یہ علت بیان فرمائی ہے [لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ وَلِيُنَبِّهَ نَائِمَكُمْ] (صحيح البخاري، الأذان، حديث: 621) تاکہ تمھارے قیام کرنے والے کو لوٹا دے (وہ کچھ وقت سو سکے یا بیٹھ کر آرام کرلے) اور سونے والے کو بیدار کر دے (کہ وہ اٹھ کر نماز کا اہتمام کرلے یا ضروریات سے فارغ ہوجائے۔) ③ عملی اعتبار سے یہ مسئلہ بے حد آسان ہے کہ اگر کہیں ایک اذان فجر ہی کہی جاتی ہو اور مؤذن نے بھول کر پانچ دس منٹ پہلے اذان دے دی تو دہرانے کی ضرورت نہیں لیکن اگر بہت زیادہ وقت پہلے کہی تو بروقت دوبارہ اذان کہی جائے۔ ④ صبح کی اذان کے علاوہ اگر کسی نماز کے لیے اذان وقت سے پہلے دے دی گئی تو بالاتفاق دوبارہ وقت پر اذان کہنی ہو گی، حافظ ابن المنذر نے اس پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے۔ دیکھیے: (المغني: 62/2)

(المعجم ٣٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْخُرُوجِ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْأَذَانِ (التحفة ٣٦)

باب: 36۔ اذان کے بعد مسجد سے نکل جانا ناپسندیدہ ہے

٢٠٤۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ [الْـ]ـمُهَاجِرِ، عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ قَالَ: خَرَجَ رَجُلٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ مَا أُذِّنَ فِيهِ بِالْعَصْرِ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصٰى أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ.

[204] ابوشعثاء رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عصر کی اذان کے بعد ایک آدمی مسجد سے نکل گیا تو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس آدمی نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُثْمَانَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى]: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَعَلٰى هٰذَا الْعَمَلُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ: أَنْ لَّا يَخْرُجَ أَحَدٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْأَذَانِ إِلَّا مِنْ عُذْرٍ: أَنْ يَّكُونَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوءٍ، أَوْ أَمْرٍ لَّا بُدَّ مِنْهُ. وَيُرْوٰى عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ أَنَّهُ قَالَ: يَخْرُجُ مَا لَمْ يَأْخُذِ الْمُؤَذِّنُ فِي الْإِقَامَةِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَهٰذَا عِنْدَنَا لِمَنْ لَهُ عُذْرٌ فِي الْخُرُوجِ مِنْهُ. وَأَبُو الشَّعْثَاءِ اسْمُهُ سُلَيْمُ بْنُ الْأَسْوَدِ وَهُوَ وَالِدُ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ. وَقَدْ رَوٰى أَشْعَثُ بْنُ أَبِي الشَّعْثَاءِ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِيهِ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی آئی ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ صحابۂ کرام اور بعد کے اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ اذان ہو جانے کے بعد کوئی شخص بلاعذر مسجد سے نہ نکلے، الا یہ کہ بے وضو ہو جائے یا کوئی ضروری کام ہو۔ ابراہیم نخعی سے مروی ہے، انھوں نے کہا: مؤذن کے تکبیر شروع کرنے سے پہلے نکل سکتا ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک اس قول کے معنی ومفہوم یہ ہیں کہ جس شخص کا کوئی (معقول) عذر ہو تو وہ تکبیر سے پہلے نکل سکتا ہے۔ ابوشعثاء کا نام سلیم بن اسود ہے اور یہ اشعث بن ابی شعثاء کے باپ ہیں۔ اشعث نے بھی یہ روایت اپنے باپ سے بیان کی ہے۔

فائدہ: اس حدیث کے مطابق ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اذان کے بعد بلاعذر مسجد سے نکلنا درست نہیں۔ عذر کی تفصیلات میں اختلاف ہوسکتا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کی تعبیر جامع ہے کہ ہر وہ کام جس کے لیے جائے بغیر گزارہ نہیں، مثلاً: بول و براز کی ضرورت یا بے وضو ہو جانے یا دوسری مسجد میں اذان کہنے یا امامت کروانے وغیرہ کی صورت میں نکل سکتا ہے۔

(المعجم ٣٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْأَذَانِ فِي السَّفَرِ (التحفة ٣٧)

باب: 37۔ سفر میں اذان کہنا

٢٠٤۔ أخرجه مسلم، المساجد، باب النهي عن الخروج من المسجد إذا أذن المؤذن، ح: ٦٥٥ من حديث إبراهيم بن المهاجر به * وفي الباب عن عثمان، [ابن ماجه، ح: ٧٣٤]

٢٠٥- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ: قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَا وَابْنُ عَمٍّ لِي، فَقَالَ لَنَا: «إِذَا سَافَرْتُمَا فَأَذِّنَا وَأَقِيمَا وَلْيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا».

[205] سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا چچا زاد، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ہمیں فرمایا: ''جب تم سفر پر نکلو تو اذان اور تکبیر کہو اور تم میں سے بڑا امامت کروائے۔''

قَالَ أَبُوعِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ: اخْتَارُوا الْأَذَانَ فِي السَّفَرِ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: تُجْزِئُ الْإِقَامَةُ، إِنَّمَا الْأَذَانُ عَلَى مَنْ يُرِيدُ أَنْ يَجْمَعَ النَّاسَ. وَالْقَوْلُ الْأَوَّلُ أَصَحُّ، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ.

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ وہ سفر میں اذان کہنے کو پسند کرتے ہیں۔ بعض اہل علم کے نزدیک اقامت کافی ہوجاتی ہے، اذان تو اس کے لیے ہے جو لوگوں کو جمع کرنا چاہتا ہو۔ بہرحال پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: سفر میں نماز کے لیے اذان اور اقامت دونوں مسنون ہیں اگرچہ دوسرے لوگوں کے جماعت میں شامل ہونے کی توقع نہ بھی ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے اس چرواہے کی تعریف فرمائی ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر اذان اور اقامت کہہ کر نماز پڑھتا ہے۔ (سنن النسائي، الأذان، حديث: 667) اس لیے ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سفر میں جماعت کے لیے اقامت کہنا ضروری ہے جبکہ اذان اور اقامت دونوں کو جمع کرنا افضل ہے۔

(المعجم ٣٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْأَذَانِ (التحفة ٣٨)

باب: 38۔ اذان کہنے کی فضیلت

٢٠٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو تُمَيْلَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَمْزَةَ عَنْ جَابِرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَذَّنَ سَبْعَ سِنِينَ مُحْتَسِبًا كُتِبَتْ لَهُ بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ».

[206] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس انسان نے سات برس حصولِ ثواب کی نیت سے اذان کہی، اس کے لیے آگ سے براءت و نجات کا پروانہ لکھ دیا جاتا ہے۔''

٢٠٥ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب الأذان للمسافرين إذا كانوا جماعةً والإقامة . . . إلخ، ح: ٦٣٠ من حديث سفيان الثوري، ومسلم، المساجد، باب من أحق بالإمامة؟، ح: ٦٧٤ من حديث خالد الحذاء به.

٢٠٦ـ [ضعيف جدًا] ※ جابر الجعفي ضعيف جدًا، ورواه ابن ماجه، ح: ٧٢٧ من حديث جابر الجعفي عن عكرمة عن ابن عباس به والحديث ضعفه العقيلي والبغوي وغيرهما ※ وفي الباب عن عبدالله بن مسعود، [أحمد: ١/ ٣٠٦، ٣٠٧] وثوبان [البخاري في الكنى: ٩/ ٦٨ من حديث محمد بن سعيد المصلوب] ومعاوية، (ابن أبي سفيان)، [مسلم، ح: ٣٨٧] وأنس، [أحمد: ٣/ ١٦٩، ٢٦٤] وأبي هريرة، [أبو داود، ح: ٥١٥] وأبي سعيد، [البخاري، ح: ٦٠٩] ※ قول وكيع صحيح عنه ولكنه مردود لأن جابرًا هذا ضعفه الجمهور بل كذبه بعضهم، ولعله قال في المزاح، والله أعلم، حماد هو ابن أبي سليمان وغيره أفقه منه بكثير.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ [عَبْدِ اللهِ] بْنِ مَسْعُودٍ، وَثَوْبَانَ، وَمُعَاوِيَةَ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي سَعِيدٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى]: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ غَرِيبٌ. وَأَبُو تُمَيْلَةَ اسْمُهُ [يَحْيَى بْنُ وَاضِحٍ]. وَأَبُو حَمْزَةَ السُّكَّرِيُّ اسْمُهُ [مُحَمَّدُ بْنُ مَيْمُونٍ]. وَجَابِرُ بْنُ يَزِيدَ الْجُعْفِيُّ ضَعَّفُوهُ، تَرَكَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: سَمِعْتُ الْجَارُودَ يَقُولُ: سَمِعْتُ وَكِيعًا يَقُولُ: لَوْلَا جَابِرٌ الْجُعْفِيُّ لَكَانَ أَهْلُ الْكُوفَةِ بِغَيْرِ حَدِيثٍ، وَلَوْلَا حَمَّادٌ لَكَانَ أَهْلُ الْكُوفَةِ بِغَيْرِ فِقْهٍ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن مسعود، ثوبان، معاویہ، انس، ابوہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث غریب ہے۔ ابوتمیلہ کا نام یحییٰ بن واضح ہے اور ابوحمزہ سکری کا نام محمد بن میمون ہے۔ جابر بن یزید جعفی کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ یحییٰ بن سعید اور عبدالرحمن بن مہدی نے اسے متروک ٹھہرایا ہے۔ (اس لیے اس کی حدیث قابل قبول نہیں ہے۔) امام وکیع فرماتے ہیں: اگر جابر جعفی نہ ہوتا تو اہل کوفہ حدیث سے محروم رہتے اور اگر حماد، یعنی ابن ابی سلیمان نہ ہوتے تو اہل کوفہ فقہ سے تہی دامن ہوتے۔

فوائد و مسائل: ① اذان دینے کی فضیلت کے بارے میں صحیح احادیث موجود ہیں، صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن مؤذن سب سے بلند گردن والے ہوں گے اور یہ مؤذن کے شرف و سیادت کی علامت ہے۔'' (صحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث: 387) اس لیے امام ترمذی رحمہ اللہ نے ایک مسلمہ بات کی حیثیت سے باب باندھا ہے۔ ② جابر جعفی اور عطاء کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے: [مَا رَأَيْتُ أَفْضَلَ مِنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ وَلَا أَكْذَبَ مِنْ جَابِرٍ الْجُعْفِيِّ: مَا أَتَيْتُهُ بِشَيْءٍ إِلَّا جَاءَنِي فِيهِ بِحَدِيثٍ] (معارف السنن: 227/2) ''میں نے عطاء سے بہتر کوئی شخص نہیں دیکھا اور نہ جابر جعفی سے بڑھ کر کوئی جھوٹا دیکھا۔ میں نے جو بھی مسئلہ بتایا اس نے اس کے بارے میں حدیث پیش کر دی۔'' ③ امام وکیع ایک جلیل القدر امام ہیں۔ ان کا قول ہے کہ اہل کوفہ کی احادیث کا منبع اور سرچشمہ جابر جعفی ہے۔ اگر اس کی احادیث کو الگ کر دیا جائے تو اہل کوفہ کے پاس زیادہ احادیث نہ رہیں۔ اس کا مطلب اس کی توثیق و تصدیق نہیں بلکہ اہل کوفہ جن روایات سے استدلال کرتے ہیں، ان کی حقیقت بیان کرنا ہے اور وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس قول ہی سے واضح ہو جاتی ہے کہ ''جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا شخص میں نے نہیں دیکھا۔'' اگر اس کا مقصد توثیق ہوتا تو امام وکیع جو اکثر احادیث اہل کوفہ سے بیان کرتے ہیں وہ جابر جعفی سے بھی روایات بیان کرتے، حالانکہ وہ جابر جعفی سے روایت بیان نہیں کرتے۔ اسی طرح اہل کوفہ کی فقہ کا مدار حماد بن ابی سلیمان پر ہے جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے استاد ہیں۔

(المعجم ٣٩) بَابُ مَا جَاءَ: أَنَّ الْإِمَامَ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنَ مُؤْتَمَنٌ (التحفة ٣٩)

باب: 39۔ امام ضامن (کفیل و محافظ) ہے اور مؤذن معتمد اور امانت دار ہے

٢٠٧- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلْإِمَامُ ضَامِنٌ وَّالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ، اَللّٰهُمَّ أَرْشِدِ الْأَئِمَّةَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِينَ».

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى]: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَحَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرَوٰى أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: حُدِّثْتُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرَوٰى نَافِعُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ هٰذَا الْحَدِيثَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَسَمِعْتُ أَبَا زُرْعَةَ يَقُولُ: حَدِيثُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ عَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: حَدِيثُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ عَائِشَةَ أَصَحُّ. وَذَكَرَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمَدِينِيِّ: أَنَّهُ لَمْ يُثْبِتْ حَدِيثَ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَلَا حَدِيثَ أَبِي صَالِحٍ عَنْ عَائِشَةَ فِي هٰذَا.

[207] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''امام ذمے دار اور کفیل ہے اور مؤذن قابل اعتماد اور امانت دار ہے۔ اے اللہ! اماموں کو راہِ راست پر قائم رکھ اور اذان دینے والوں کو معاف فرما۔''

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، سیدنا سہل بن سعد اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے احادیث آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سفیان ثوری اور حفص بن غیاث وغیرہ بہت سے راویوں نے اعمش کی سند سے مرفوعاً بیان کی ہے۔ اسباط بن محمد کہتے ہیں کہ اعمش نے کہا: مجھے یہ روایت ابوصالح سے بیان کی گئی ہے۔ (گویا براہِ راست ابوصالح سے نہیں سنی۔) اور نافع بن سلیمان یہ روایت ابوصالح کے بیٹے محمد سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث قرار دیتے ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ابوزرعہ نے ابوصالح کی اس حدیث کو جو وہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتا ہے، ابوصالح کی اس حدیث سے جسے وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتا ہے، زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: (اس کے برعکس) میں نے محمد (امام بخاری رحمہ اللہ) کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ابوصالح کی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث زیادہ صحیح ہے۔ اور وہ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ سے ذکر کرتے ہیں کہ اس (مسئلے) میں ابوصالح کی روایت نہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے اور نہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔

لغوی تشریح: [ضَامِن] نگران ومحافظ اور ذمے دار۔ [مُؤْتَمَن] معتمد اور امین۔

فائدہ: اس حدیث کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہے کہ امام کو نماز پورے اہتمام اور خشوع وخضوع کے ساتھ سنت کے

٢٠٧ـ أخرجه أبو داود، الصلاة، باب ما يجب على المؤذن من تعاهد الوقت، ح: ٥١٨ من حديث الأعمش به وله شاهد حسن عند أحمد: ٦/ ٦٥ وصححه ابن خزيمة، ح: ٣/ ١٦، ح: ١٥٣١ وابن حبان، ح: ٣٦٢ ❋ وفي الباب عن عائشة، [أحمد: ٦/ ٦٥] وسهل ابن سعد، [ابن ماجه، ح: ٩٨١] وعقبة بن عامر [لم نجده] ❋ حديث نافع بن سليمان، عند أحمد: ٦/ ٦٥.

مطابق پڑھانی چاہیے۔ وضو اور نماز میں کسی قسم کی سستی، کاہلی اور غفلت سے کام نہیں لینا چاہیے۔ اسی طرح مؤذن کو نماز، سحری اور افطاری کے اوقات کا لحاظ رکھنا چاہیے اور پورے فکر و اہتمام کے ساتھ اوقات اذان کی پابندی کرنی چاہیے، لیکن تقلیدی جمود کی بنا پر اس حدیث سے وہ مسائل ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور ان کے بارے میں واضح اور صریح نصوص موجود ہیں، مثلاً: کہا جاتا ہے کہ: * ''امام مقتدیوں کا کفیل اور ضامن ہے، اس لیے اس کی قراءت مقتدیوں کے لیے کافی ہے۔'' اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کفیل و ضامن کا یہی مفہوم ہے تو پھر اس کی تکبیر، ثناء، تسبیح، رکوع، سجود اور تشہد وغیرہ کیوں کافی نہیں ہوتے؟ * ایک استدلال یہ کیا گیا ہے کہ ''نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے، فرض نماز نہیں ہوتی۔'' جواب: کیا فرض اور نفل نماز کے فرائض اور آداب یا ان کے افعال میں کوئی فرق ہے؟ * تیسرا استدلال: ''عصر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے ظہر کی نماز نہیں ہوتی۔'' کیا دونوں فرض نمازوں کی رکعات، اور اسلوب و انداز میں کوئی فرق و امتیاز ہے؟ * چوتھا استدلال: ''امام کی نماز کا فساد، مقتدی کی نماز کے فساد کو لازم ہے۔'' اس کا جواب یہ ہے کہ اگر امام پورے اہتمام سے بلا وضو نماز پڑھا دیتا ہے اور مقتدی باوضو ہیں تو مقتدیوں کا اس میں کیا قصور ہے؟ اور اس مسئلے کی تائید میں سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کرنا ایک لطیفے سے کم نہیں ہے، اس میں صریح الفاظ ہیں: [فَإِنْ أَحْسَنَ فَلَهُ وَلَهُمْ] ''اگر وہ خوب کاری سے کام لیتا ہے تو اسے بھی اور انھیں بھی ثواب حاصل ہوگا۔'' [وَإِنْ أَسَاءَ، يَعْنِي فَعَلَيْهِ وَلَا عَلَيْهِمْ] ''اگر وہ خرابی کرتا ہے تو اس کا وبال اس پر ہے، ان (مقتدیوں) پر کوئی وبال نہیں ہے۔'' اس کے بعد یہ کہنا کہ سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے بھی وہی مطلب سمجھا ہے جو حنفیہ نے سمجھا ہے (درس ترمذی:474/1) تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تمھیں ہدایت دے۔ اور یہی لطیفہ علامہ بنوری کے استدلال میں موجود ہے کہ انھوں نے سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی ہے [مَنْ أَمَّ النَّاسَ فَأَصَابَ الْوَقْتَ فَلَهُ وَلَهُمْ] ''جس نے امامت کرائی اور صحیح وقت پر کرائی تو دونوں کی نماز ہوگئی۔'' [وَمَنِ انْتَقَصَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعَلَيْهِ وَلَا عَلَيْهِمْ] (سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 580) ''اور جس نے اس میں کچھ کمی اور کوتاہی کی تو اس کا وبال امام پر ہوگا، مقتدیوں پر نہیں۔'' (معارف:233/2) کیا مقتدیوں کی نماز فاسد قرار دینا ان کے لیے وبال اور مصیبت نہیں؟ اور [لَهُ وَلَهُمْ] کے معنی اگر دونوں کی نماز کا درست اور نافع ہونا ہیں تو [عَلَيْهِ وَلَا عَلَيْهِمْ] کے یہ معنی کیوں نہیں کہ اس کی نماز نہیں ہوئی اور ان مقتدیوں کی ہوگئی ہے۔ یہ معنی کیوں ہیں کہ مقتدیوں کی نماز فاسد ہے، لیکن گناہ امام پر ہے؟

(المعجم ٣٠) بَابُ [مَا جَاءَ] مَا يَقُولُ [الرَّجُلُ] إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ (التحفة ٣٠)

باب:40۔ جب مؤذن اذان دے تو سننے والا کیا کہے؟

٢٠٨- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ:

[208] سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ

٢٠٨ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب ما يقول إذا سمع المنادي، ح: ٦١١، ومسلم، الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه ... إلخ، ح: ٣٨٣ من حديث مالك به وهو في الموطا: ١/ ٦٧ (يحيى) * وفي الباب عن أبي رافع، [أحمد: ٦/ ٩، ٣٩١] وأبي هريرة، [ابن ماجه، ح: ٧١٨] وأم حبيبة، [ابن ماجه، ح: ٧١٩] وعبدالله بن عمرو، [مسلم، ح: ٣٨٤] وعبدالله بن ربيعة، [النسائي، ح: ٢/ ١٩، ٦٦٦] وعائشة، [أبو داود، ح: ٥٢٦] ومعاذ بن أنس، [أحمد: ٣/ ٤٣٨] ومعاوية، [البخاري، ح: ٦١٢].

حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ؛ ح:: وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ».

نے فرمایا: ''جب تم اذان سنو تو اسی طرح کہو یا وہی کچھ کہو جو مؤذن کہتا ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأُمِّ حَبِيبَةَ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، وَعَبْدِ اللهِ ابْنِ رَبِيعَةَ، وَعَائِشَةَ، وَمُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ، وَمُعَاوِيَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهٰكَذَا رَوٰى مَعْمَرٌ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ مِثْلَ حَدِيثِ مَالِكٍ. وَرَوٰى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ هٰذَا الْحَدِيثَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرِوَايَةُ مَالِكٍ أَصَحُّ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابورافع، ابوہریرہ، سیدہ ام حبیبہ، سیدنا عبداللہ بن عمرو، عبداللہ بن ربیعہ، سیدہ عائشہ، سیدنا معاذ بن انس اور معاویہ رضی اللہ عنہم کی روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ معمر وغیرہ نے بھی زہری سے امام مالک کی طرح حدیث بیان کی ہے۔ عبدالرحمن بن اسحاق نے یہ حدیث بواسطہ زہری، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ لیکن امام مالک کی (یہ مذکورہ بالا) حدیث زیادہ صحیح ہے۔

فائدہ: اذان سننے والے کو مؤذن ہی کی طرح کلماتِ اذان کہنے چاہئیں البتہ [حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ] اور [حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ] کے جواب میں [لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ] کہنا چاہیے۔ (صحيح البخاري، الأذان، حديث:613، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 385) جبکہ اقامت کا جواب اقامت ہی کی طرح ہے۔ [قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ] کے جواب میں [أَقَامَهَا اللهُ وَأَدَامَهَا] کے الفاظ صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہیں۔

(المعجم ٤١) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ أَنْ يَأْخُذَ [الْمُؤَذِّنُ] عَلَى الْأَذَانِ أَجْرًا (التحفة ٤١)

باب: 41۔ مؤذن کے لیے اذان کہنے کی اجرت لینا مکروہ ہے

٢٠٩- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو زُبَيْدٍ - [وَهُوَ عَبْثَرُ ابْنُ الْقَاسِمِ] - عَنْ أَشْعَثَ، عَنِ [الْ]حَسَنِ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ قَالَ: إِنَّ مِنْ آخِرِ مَا عَهِدَ إِلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنِ اتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَا يَأْخُذُ عَلَى أَذَانِهِ أَجْرًا.

[209] سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے آخری فرامین جن کی آپ نے مجھے تاکید فرمائی تھی، ان میں یہ بھی ہے کہ میں ایسا مؤذن مقرر کروں جو اپنی اذان کی مزدوری نہ لے۔

٢٠٩ـ أخرجه ابن ماجه، ح: ٧١٤ من حديث أشعث بن عبدالملك الحمراني به وله طريق آخر عند أبي داود، ح: ٥٣١ عن عثمان بن أبي العاص به وإسناده صحيح وصححه الحاكم على شرط مسلم: ١/ ٢٩٩، ٣٠٠ ووافقه الذهبي.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عُثْمَانَ حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ]. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: كَرِهُوا أَنْ يَأْخُذَ الْمُؤَذِّنُ عَلَى الْأَذَانِ أَجْرًا، وَاسْتَحَبُّوا لِلْمُؤَذِّنِ أَنْ يَحْتَسِبَ فِي أَذَانِهِ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا عمل اس پر ہے کہ مؤذن کے لیے اذان کی مزدوری لینا مکروہ ہے اور ان کے نزدیک افضل یہی ہے کہ وہ اجر وثواب کی نیت سے اذان کہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اذان صرف اجر وثواب کی نیت سے کہنی چاہیے، اس کی اجرت اور مزدوری لینا کسی طرح مناسب نہیں۔ اکثر علماء کا یہی قول ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کو مسجد کی دوسری ضروریات کے لیے خادم رکھا گیا ہو جیسا کہ فی الواقع آج کل معروف ہے اور اسے اجرت اور مزدوری ان دوسرے کاموں کی ملتی ہو اور وہ اذان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

(المعجم ٤٢) بَابُ [مَا جَاءَ] مَا يَقُولُ [الرَّجُلُ] إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ مِنَ الدُّعَاءِ (التحفة ٤٢)

باب: 42۔ اذان کے وقت کون سی دعا پڑھنی چاہیے؟

٢١٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ الْحُكَيْمِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدِ ابْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ: وَأَنَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، رَضِيتُ بِاللهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا: غَفَرَ اللهُ لَهُ ذُنُوبَهُ».

[210] سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے اذان سن کر یہ کلمات کہے: [وَأَنَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، رَضِيتُ بِاللهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا] ”اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق بندگی نہیں۔ وہ یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور بلاشبہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین (ضابطۂ حیات) ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر مطمئن (راضی) ہوں۔“ تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دے گا۔“

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ حُكَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ہم اسے صرف لیث بن سعد کی سند ہی سے پہچانتے ہیں۔

٢١٠- أخرجه مسلم، الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه ... إلخ، ح: ٣٨٦ عن قتيبة به.

(المعجم ۴۳) بَابٌ: مِنْهُ أَيْضًا (التحفة ۴۳)

باب:43۔اسی سلسلے میں ایک اور باب

٢١١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ عَسْكَرٍ الْبَغْدَادِيُّ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَا: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ [الْحِمْصِيُّ]: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ: اللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ، آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ، إِلَّا حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

[211] سیدنا جابر بن عبداللہ ؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے اذان سن کر یہ کلمات کہے: [اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ] ”اے اللہ! اے اس کامل دعوت و پکار اور ہمیشہ قائم رہنے والی نماز کے مالک! محمد ﷺ کو وسیلہ (قرب و نزدیکی) اور فضیلت سے نواز اور ان کو اس قابل تعریف مقام سے سرفراز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔“ ایسا شخص قیامت کے دن (میری) سفارش کا حق دار ہوگا۔“

قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ [صَحِيحٌ] حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، لَا نَعْلَمُ أَحَدًا رَوَاهُ غَيْرُ شُعَيْبِ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ [عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ وَأَبُو حَمْزَةَ اسْمُهُ دِينَارٌ].

ابوعیسیٰ (امام ترمذی ؒ) فرماتے ہیں: سیدنا جابر ؓ کی حدیث صحیح حسن اور غریب ہے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ شعیب بن ابی حمزہ کے علاوہ کسی اور نے اس کو محمد بن منکدر سے بیان کیا ہو اور ابوحمزہ کا نام دینار ہے۔

فوائد و مسائل: ① صحیح مسلم کی حدیث میں [وسیلہ] کی تشریح نبی ﷺ سے یہ منقول ہے کہ ”وہ اللہ تعالیٰ کی مقبولیت اور محبوبیت کا ایک خاص مقام و مرتبہ ہے اور جنت کا ایک ممتاز درجہ ہے جو اللہ تعالیٰ کسی ایک خاص بندے کو عنایت فرمائے گا۔“ اور [فضیلة] سے بھی کوئی بلند و بالا مقام و مرتبہ مراد ہے یا یہ بھی وسیلہ کی تفسیر و توضیح ہے۔ مقام محمود سے مراد وہ مقام عزت و شرف ہے جس پر فائز ہونے والا شخص، ہر انسان کی نگاہ میں محمود اور محترم ہوگا اور سب لوگ اس کی تعریف و توصیف کے گن گائیں گے۔ اس سے مراد شفاعت کبریٰ ہے، جس کے نتیجے میں تمام انسانوں کا حساب کتاب شروع ہوگا۔ ② اس حدیث میں اذان کو مکمل دعوت سے تعبیر کیا گیا ہے، کیونکہ اس میں پورے دین کا خلاصہ اور نچوڑ موجود ہے۔ نماز کو قائمہ سے تعبیر کیا گیا ہے، کیونکہ اس میں قیامت تک ترمیم و تنسیخ کا قطعاً کوئی احتمال نہیں۔ ③ اس دعا کا اہتمام کرنے والا نبی ﷺ کی سفارش کا حقدار ہوگا۔ ④ مذکورہ ثواب مسنون دعا پر موقوف ہے، اس لیے اسی پر اکتفا ضروری ہے۔ اس میں خود ساختہ الفاظ کا اضافہ جیسا کہ ٹی وی وغیرہ پر نشر ہونے والی دعا میں ہوتا ہے، ناجائز ہے۔

٢١١ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب الدعاء عند النداء، ح: ٦١٤ عن علي بن عياش به.

(المعجم ٤٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي أَنَّ الدُّعَاءَ لَا يُرَدُّ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ (التحفة ٤٤)

باب:44۔ اذان اور تکبیر کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی

٢١٢- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ [بْنُ غَيْلَانَ]: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ، وَأَبُو أَحْمَدَ، وَأَبُو نُعَيْمٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدٍ الْعَمِّيِّ، عَنْ أَبِي إِيَاسٍ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الدُّعَاءُ لَا يُرَدُّ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ».

[212] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اذان اور تکبیر کے درمیان کی گئی دعا رد نہیں کی جاتی (ضرور قبول ہوتی ہے)۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ]. وَقَدْ رَوَاهُ أَبُو إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ بُرَيْدِ ابْنِ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَ هٰذَا.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ ابواسحاق ہمدانی نے بھی ایک دوسری سند سے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت بیان کی ہے۔

فائدہ: دعا کی قبولیت کے لیے کچھ آداب وشروط ہیں، ان کو ملحوظ رکھ کر دعا کرنی چاہیے۔ ان میں سے ایک اوقاتِ قبولیت کا لحاظ رکھنا بھی ہے جو قبولیت کا سبب بنتا ہے، لہٰذا اس حدیث میں بیان کیے گئے وقت سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اس سے غافل رہنا بہت بڑی محرومی ہے۔

(المعجم ٤٥) بَابُ مَا جَاءَ: كَمْ فَرَضَ اللهُ عَلَى عِبَادِهِ مِنَ الصَّلَوَاتِ (التحفة ٤٥)

باب:45۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کتنی نمازیں فرض فرمائی ہیں؟

٢١٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى [النَّيْسَابُورِيُّ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: فُرِضَتْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ الصَّلَوَاتُ خَمْسِينَ، ثُمَّ نُقِصَتْ حَتَّى جُعِلَتْ خَمْسًا، ثُمَّ نُودِيَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنَّهُ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ

[213] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ پر معراج کی رات پچاس نمازیں فرض کی گئیں، پھر کم کرتے کرتے پانچ کردی گئیں، پھر اعلان کر دیا گیا: اے محمد! میرے ہاں بات میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ آپ کو ان پانچ سے پچاس ہی کا اجر وثواب ملے گا۔

٢١٢ـ [صحيح لغيره] أخرجه أبو داود، الصلاة، باب الدعاء بين الأذان والإقامة، ح: ٥٢١ من حديث سفيان الثوري به، زيد العمي ضعيف ولحديثه شاهد صحيح عند أحمد: ٣/ ٢٢٥ وصححه ابن خزيمة، ح: ٤٢٦، ٤٢٧ وبه صح الحديث.

٢١٣ـ أخرجه أحمد: ٣/ ١٦١ عن عبدالرزاق به، والبخاري، ح: ٣٤٩ ومسلم، ح: ١٦٣ من حديث الزهري به مطولاً * وفي الباب عن عبادة بن الصامت، [أبو داود، ح: ٤٢٥، ١٤٢٠] وطلحة بن عبيدالله، [البخاري، ح: ٤٦ ومسلم، ح: ١١] وأبي ذر، [البخاري، ح: ٣٤٩ ومسلم، ح: ١٦٣] وأبي قتادة، [ابن ماجه، ح: ١٤٠٣] ومالك بن صعصعة، [البخاري، ح: ٣٢٠٧ ومسلم، ح: ١٦٤] وأبي سعيد الخدري [عبدالرزاق: ١/ ٤٥٢، ٤٥٣، ح: ١٧٦٩ وفي السند، أبو هارون العبدي].

لَدَيَّ، وَإِنَّ لَكَ بِهٰذِهِ الْخَمْسِ خَمْسِينَ.

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، وَطَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، وَأَبِي ذَرٍّ، وَأَبِي قَتَادَةَ، وَمَالِكِ ابْنِ صَعْصَعَةَ، وَأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ.

اس مسئلے میں سیدنا عبادہ بن صامت، طلحہ بن عبید اللہ، ابوذر، ابوقتادہ، مالک بن صعصعہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

فائدہ: چونکہ اللہ کا رسول، اللہ تعالیٰ کا نمایندہ اور امت کا سربراہ ہوتا ہے، اس لیے اس پر فرض ہونے والی چیز پوری امت پر فرض ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعض حکمتوں اور مصلحتوں کے تحت، امت کے لیے تخفیف وسہولت اور اجر وثواب میں اضافے کے لیے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ نمازیں قولی اعتبار سے پچاس فرض کر کے تدریجاً کم کر دیں جو عملی طور پر پانچ رہ گئیں مگر اجر و ثواب کے اعتبار سے انھیں پچاس ہی رکھا تا کہ اس بات کا یقین پیدا ہوجائے کہ ہر نیکی کا کم از کم ثواب دس گنا ہے۔ اور یہ بھی اعلان فرمادیا کہ اس ضابطے اور قاعدے میں تبدیلی نہیں ہوگی۔ امت کے لیے سہولت اور آسانی پیدا کرنے کا یہ بھی ایک انداز ہے جس کے اسباب اللہ تعالیٰ نے خود ہی پیدا فرمائے۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰى ذٰلِكَ.

(المعجم ٤٦) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي فَضْلِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ (التحفة ٤٦)

باب: 46۔ پانچ نمازوں کی ادائیگی کی فضیلت

٢١٤۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ، مَا لَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرُ».

[214] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانچ نمازیں اور جمعہ اگلے جمعہ تک، ان کے درمیان میں ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہے بشرطیکہ بندہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب نہ ہو۔''

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ، وَأَنَسٍ، وَحَنْظَلَةَ الْأُسَيْدِيِّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا جابر، انس اور حنظلہ اُسیدی رضی اللہ عنہم کی روایات آئی ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر انسان کبیرہ گناہوں سے بچے تو عبادات اور نیکیاں چھوٹے گناہوں کی بخشش کا سبب بنتی ہیں۔ انفرادی طور پر ہر دو نمازیں، اپنے درمیانی گناہوں کا کفارہ ہیں اور مجموعی اعتبار سے دو جمعے درمیانی گناہوں

٢١٤۔ أخرجه مسلم، الطهارة، باب الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة ... إلخ، ح: ٢٣٣ عن علي بن حجر به * وفي الباب عن جابر، [مسلم، ح: ٦٦٨] وأنس لعله يشير إلى حديث الإسراء، [البخاري، ح: ٣٤٩، ١٦٣٦، ٣٣٤٢ ومسلم، ح: ١٦٣] وحنظلة الأسيدي الكاتب، [أحمد: ٤/ ٢٦٧].

کا کفارہ ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حسنات کرنے سے بڑے بڑے گناہ ختم نہیں ہوتے، ہاں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنی رحمت سے معاف فرما دے کیونکہ وہ مالک الملک ہے جو چاہے کرسکتا ہے۔ صحیح مسلم میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے: [وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ] ''ایک رمضان دوسرے رمضان تک، درمیان کے عرصے میں ہونے والے گناہوں کو مٹانے کا سبب ہے، بشرطیکہ انسان بڑے گناہوں سے بچے۔'' (صحیح مسلم، الطهارة، حدیث: 233) آیت قرآنی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيمًا﴾ (النسآء 4:31) ''اگر تم بڑے گناہوں سے بچو گے، جن سے تمھیں روکا جاتا ہے تو ہم تم سے تمھاری برائیاں دور کر دیں گے اور تمھیں عزت والے مقام میں داخل کریں گے۔''

(المعجم ۴) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْجَمَاعَةِ (التحفة ۴)

باب: 47۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت

۲۱۵- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ عَلَى صَلَاةِ الرَّجُلِ وَحْدَهُ بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً».

[215] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''باجماعت نماز ادا کرنا، اکیلے نماز پڑھنے والے شخص کی نماز سے ستائیس درجے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔''

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَأُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ، وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهٰكَذَا رَوَى نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «تَفْضُلُ صَلَاةُ الْجَمِيعِ عَلَى صَلَاةِ الرَّجُلِ وَحْدَهُ بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً». [قَالَ أَبُو عِيسَى]: وَعَامَّةُ مَنْ رَوَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ إِنَّمَا قَالُوا: «خَمْسٍ وَعِشْرِينَ» إِلَّا ابْنَ عُمَرَ فَإِنَّهُ قَالَ: «بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ».

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب، معاذ بن جبل، ابوسعید، ابوہریرہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت حسن صحیح ہے۔ امام نافع رحمہ اللہ بھی سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''باجماعت نماز اکیلے شخص کی نماز پر ستائیس درجے فضیلت رکھتی ہے۔'' ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: نبی ﷺ سے روایت کرنے والے اکثر یوں بیان کرتے ہیں کہ ''پچیس درجے زائد ہے'' مگر ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''ستائیس درجے زائد ہے۔''

۲۱۵- أخرجه مسلم، المساجد، باب فضل صلاة الجماعة ... إلخ، ح: ٦٥٠ من حديث عبيدالله بن عمر، والبخاري، الأذان، باب فضل صلاة الجماعة ... إلخ، ح: ٦٤٥ من حديث نافع به ❊ وفي الباب عن عبدالله بن مسعود، [مسلم، ح: ٦٥٤ وأحمد: ١/٣٧٦] وأبي بن كعب، [ابن ماجه، ح: ٧٩٠] ومعاذ بن جبل، [انظر مجمع الزوائد: ٢/٣٩] وأبي سعيد، [البخاري، ح: ٦٤٦] وأبي هريرة، [يأتي: ٢١٦] وأنس بن مالك، [انظر مجمع الزوائد: ٢/٣٨].

٢١٦- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ صَلَاةَ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تَزِيدُ عَلَى صَلَاتِهِ وَحْدَهُ بِخَمْسَةٍ وَعِشْرِينَ جُزْءًا».

[216] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ آدمی کی جماعت کے ساتھ نماز اس کی اکیلے کی نماز سے پچیس درجے بڑھ جاتی ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: انسان اگر کسی عذر اور مجبوری کی بنا پر جماعت کے بغیر، اکیلا نماز پڑھے تو اس کو جماعت کے ثواب سے بہت کم ثواب ملتا ہے۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والوں کو ستائیس یا پچیس درجے زائد ثواب ملتا ہے اور یہ کمی بیشی بھی مختلف وجوہ سے ہوتی ہے، مثلاً: رات اور دن کی نمازوں کا فرق ہے یا فرشتوں کی آمد والی نمازوں کا ثواب زیادہ ہے یا جماعت میں شامل افراد کی کمی بیشی سے فرق پڑ جاتا ہے یا مسجد میں آنے کی مسافت کی کمی بیشی فرق کا باعث بنتی ہے یا انسان کا فکر و اہتمام فرق کا سبب ہے یا نماز میں حاضری کی مشقت اور سہولت سے فرق پیدا ہو جاتا ہے، تاہم ستائیس اور پچیس درجے کے اضافے کی اصل حکمت اور راز اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ہماری عقلیں اس کی حکمت جاننے سے قاصر ہیں۔

(المعجم ٤٨) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَا يُجِيبُ (التحفة ٤٨)

باب: 48۔ جو شخص اذان سن کر نماز کے لیے حاضر نہ ہو

٢١٧- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ فِتْيَتِي أَنْ يَجْمَعُوا حُزَمَ الْحَطَبِ، ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلَاةِ فَتُقَامَ، ثُمَّ أُحَرِّقَ عَلَى أَقْوَامٍ لَا يَشْهَدُونَ الصَّلَاةَ».

[217] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنے نوجوانوں کو حکم دوں کہ وہ لکڑی کے گٹھے جمع کریں، پھر میں نماز کھڑی کرنے کا حکم دوں، پھر جو لوگ نماز میں حاضر نہیں ہوتے ان کو آگ لگا دوں (ان کے گھروں کو جلا دوں)۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى]: وَفِي الْبَابِ عَنْ [عَبْدِ اللهِ] بْنِ مَسْعُودٍ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَمُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ، وَجَابِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن مسعود، ابودرداء، ابن عباس، معاذ بن انس اور جابر رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ)

٢١٦ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب فضل صلاة الجماعة . . . إلخ، ح: ٦٤٩ من حديث مالك به وهو في الموطأ: ١/ ١٢٩ بألفاظ مختلفة نحو المعنى، وللحديث طرق عند البخاري ومسلم وغيرهما.

٢١٧ـ أخرجه مسلم، انظر الحديث السابق، ح: ٦٥١ من حديث وكيع، والبخاري، الأذان، باب وجوب صلاة الجماعة، ح: ٦٤٤ من حديث أبي هريرة به * وفي الباب عن عبدالله بن مسعود، [مسلم، ح: ٦٥٤] وأبي الدرداء، [أبو داود، ح: ٥٤٧] وابن عباس، [أبو داود، ح: ٥٥١] ومعاذ بن أنس، [أحمد: ٣/ ٤٣٩] وجابر، [أبو داود الطيالسي: ١٧١٧].

حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُمْ قَالُوا: مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يُجِبْ فَلَا صَلَاةَ لَهُ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: هٰذَا عَلَى التَّغْلِيظِ وَالتَّشْدِيدِ، وَلَا رُخْصَةَ لِأَحَدٍ فِي تَرْكِ الْجَمَاعَةِ إِلَّا مِنْ عُذْرٍ.

فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ کئی صحابۂ کرام سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اذان سن کر حاضر نہیں ہوتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ یہ حکم سختی اور شدت پر محمول ہے، تاہم کسی شخص کو جماعت چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے الّا یہ کہ کوئی خاص عذر ہو۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں باجماعت نماز نہ پڑھنے والوں کے لیے انتہائی سخت وعید اور تنبیہ ہے۔ نبی ﷺ نے ان کے خلاف انتہائی غصے کا اظہار فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے لیے جماعت میں شریک ہونا فرض عین ہے۔ اگر فرض کفایہ ہوتا تو آپ ﷺ کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ جماعت کرانا کفایت کر جاتا، اسی لیے امام داود ظاہری رحمہ اللہ نے وضو کی طرح جماعت کو بھی نماز کے لیے شرط قرار دیا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک جماعت میں شریک ہونا ہر فرد کے لیے فرض ہے اور بلا عذر اکیلے نماز پڑھنے کی صورت میں نماز نہیں ہوتی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث پر [باب وُجوب صلاةِ الجماعة] کے نام سے باب قائم کیا ہے۔ صحیح بات یہی ہے۔ ② احناف کے نزدیک جماعت واجب ہے۔ بعض احناف اور مالکیہ کے نزدیک فرض کفایہ ہے اور شوافع کا بھی یہی موقف ہے۔ بعض نے اس کو سنت مؤکدہ قرار دیا ہے، اس لیے ان حضرات کے نزدیک نماز تو ہو جاتی ہے لیکن بہت ناقص اور ثواب بہت کم ہوتا ہے اور نماز کا جو اصل مقصد اور ثمرہ ہے، یعنی رضائے الٰہی اور زندگی کے معاملات میں اس کا دلیل و رہنما ہونا، اس سے محرومی رہتی ہے، اس لیے ترک جماعت بہت بڑی محرومی اور بدبختی ہے اور اس کا تارک گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ (فتح الباري: 164/2، باب وجوب صلاة الجماعة)

٢١٨- قَالَ مُجَاهِدٌ: وَسُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ، عَنْ رَجُلٍ يَصُومُ النَّهَارَ وَيَقُومُ اللَّيْلَ، لَا يَشْهَدُ جُمُعَةً وَّلَا جَمَاعَةً؟ قَالَ: هُوَ فِي النَّارِ [قَالَ]: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ.

[قَالَ]: وَمَعْنَى الْحَدِيثِ: أَنْ لَّا يَشْهَدَ الْجَمَاعَةَ وَالْجُمُعَةَ، رَغْبَةً عَنْهَا وَاسْتِخْفَافًا بِحَقِّهَا وَتَهَاوُنًا بِهَا.

[218] امام مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسے انسان کے بارے میں پوچھا گیا جو دن بھر روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے لیکن جمعہ اور جماعت میں حاضر نہیں ہوتا؟ انھوں نے فرمایا: وہ دوزخی ہے۔

اس قول کا مقصد یہ ہے کہ جمعہ اور جماعت سے بے پروائی اختیار کرتے ہوئے اور ان کے حق کو حقیر سمجھتے ہوئے سستی و کاہلی کا شکار ہو کر یہ کام کرے (تو پھر وہ دوزخی ہے، اگر کسی عذر اور مجبوری کی بنا پر ایسا کرتا ہے تو یہ حکم نہیں۔)

٢١٨- [ضعيف موقوف] * عبدالرحمن بن محمد المحاربي عنعن وليث هو ابن أبي سليم، ضعيف مشهور.

(المعجم ٤٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّي وَحْدَهُ ثُمَّ يُدْرِكُ الْجَمَاعَةَ (التحفة ٤٩)

باب:49۔ اگر کوئی شخص (کسی عذر کی بنا پر) اکیلا نماز پڑھے، پھر جماعت کو پالے (تو کیا کرے؟)

٢١٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: أَخْبَرَنَا يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ: حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ [الْعَامِرِيُّ] عَنْ أَبِيهِ قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ حَجَّتَهُ، فَصَلَّيْتُ مَعَهُ صَلَاةَ الصُّبْحِ فِي مَسْجِدِ الْخَيْفِ، [قَالَ]: فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ انْحَرَفَ، فَإِذَا هُوَ بِرَجُلَيْنِ فِي أُخْرَى الْقَوْمِ لَمْ يُصَلِّيَا مَعَهُ، فَقَالَ: «عَلَيَّ بِهِمَا»، فَجِيءَ بِهِمَا تُرْعَدُ فَرَائِصُهُمَا، فَقَالَ: «مَا مَنَعَكُمَا أَنْ تُصَلِّيَا مَعَنَا؟» فَقَالَا: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّا كُنَّا قَدْ صَلَّيْنَا فِي رِحَالِنَا، قَالَ: «فَلَا تَفْعَلَا، إِذَا صَلَّيْتُمَا فِي رِحَالِكُمَا، ثُمَّ أَتَيْتُمَا مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَصَلِّيَا مَعَهُمْ، فَإِنَّهَا لَكُمَا نَافِلَةٌ».

[219] سیدنا جابر بن یزید بن اسود عامری رحمہ اللہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے حج میں آپ کے ساتھ حاضر تھا۔ میں نے صبح کی نماز آپ کے ساتھ مسجدِ خیف (منیٰ) میں ادا کی۔ جب آپ نے نماز ادا کر کے منہ پھیرا تو لوگوں کے آخر میں دو آدمیوں پر آپ کی نظر پڑی جنھوں نے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''ان کو میرے پاس لاؤ۔'' انھیں (آپ کے پاس) لایا گیا تو خوف سے ان کے شانے کا گوشت پھڑک رہا تھا۔ (وہ بہت ڈرے ہوئے تھے۔) آپ نے پوچھا: ''تم نے ہمارے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی؟'' دونوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم اپنی منزل میں نماز پڑھ چکے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''ایسے مت کیا کرو۔ جب تم اپنے پڑاؤ میں نماز پڑھ لو، پھر مسجد کی جماعت میں پہنچ جاؤ تو ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھو، یہ تمھارے لیے نفل بن جائے گی۔''

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ مِحْجَنٍ [الدِّيلِيِّ]، وَيَزِيدَ ابْنِ عَامِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ يَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ. قَالُوا: إِذَا صَلَّى الرَّجُلُ وَحْدَهُ ثُمَّ أَدْرَكَ الْجَمَاعَةَ فَإِنَّهُ يُعِيدُ الصَّلَوَاتِ كُلَّهَا فِي الْجَمَاعَةِ، وَإِذَا صَلَّى الرَّجُلُ الْمَغْرِبَ وَحْدَهُ ثُمَّ أَدْرَكَ الْجَمَاعَةَ، قَالُوا: فَإِنَّهُ يُصَلِّيهَا مَعَهُمْ وَيَشْفَعُ

اس مسئلے میں سیدنا محجن دِیلی اور یزید بن عامر رضی اللہ عنہما کی روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یزید بن اسود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بہت سے اہل علم کا یہی موقف ہے۔ سفیان ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر انسان اکیلے نماز پڑھ لے، پھر جماعت کو پالے تو جماعت کے ساتھ دوبارہ پڑھے اور سب نمازوں میں ایسے ہی کرے، البتہ مغرب کی نماز اکیلے پڑھی ہو اور پھر جماعت

٢١٩ـ أخرجه النسائي: ١١٢/٢، ١١٣، ح:٨٥٩ من حديث هشيم به وصححه ابن خزيمة، ح:١٢٧٩، وابن حبان، ح: ٤٣٤، ٤٣٥ ورواه أبو داود، ح: ٥٧٥، ٥٧٦ من حديث يعلى بن عطاء به وله شاهد عند النسائي، ح: ٨٥٦ وغيره.

بِرَكْعَةٍ، وَّالَّتِي صَلّٰى وَحْدَهُ هِيَ الْمَكْتُوبَةُ عِنْدَهُمْ.

پالے تو وہ بھی ان کے ساتھ پڑھے مگر ایک رکعت مزید پڑھ کر اس کو جفت بنالے اور جو نماز اکیلے پڑھی ہے وہ ان کے نزدیک فرض تصور ہوگی۔

لغوی تشریح: [فَرَائِص: فَرِيصَة] کی جمع ہے، پہلو شانے کا گوشت جو خوف کے وقت پھڑکتا ہے، گلے کی رگوں کو بھی کہہ دیتے ہیں۔ [رِحَال، رَحْل] کی جمع ہے، منزل، پڑاؤ۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص کسی عذر کی بنا پر اکیلے نماز پڑھ چکا ہو اور پھر مسجد میں آئے اور وہاں جماعت ہو رہی ہو تو وہ اس میں شامل ہو جائے۔ اس میں کسی نماز کی تخصیص نہیں ہے، کیونکہ یہ صبح کی نماز کا واقعہ ہے اور صبح کی نماز کے بعد نفل نہیں پڑھے جا سکتے، اس کے باوجود نبی ﷺ نے انھیں باجماعت نماز پڑھنے کا عام حکم دیا، اس لیے صحیح بات یہی ہے کہ پہلے پڑھی جانے والی نماز فرض ہوگی اور دوسری نفل ہوگی، لہٰذا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اس حکم سے فجر، عصر اور مغرب کو مستثنیٰ قرار دینا جبکہ یہ واقعہ ہی نمازِ فجر کا ہے، درست نہیں کیونکہ وہ اوقات جن میں نفل پڑھنا منع ہے، اس سے مراد بلا سبب نفل پڑھنا ہے۔ اسی طرح امام مالک اور امام ثوری رحمہما اللہ کا نمازِ مغرب کو مستثنیٰ قرار دینا بھی درست نہیں، ہاں مغرب کی نماز کی صورت میں ایک اور رکعت پڑھ لینا بہتر ہے تاکہ ایک رات میں دو وتر نہ ہو جائیں۔ ② بعض احناف نے اس حدیث سے جان چھڑانے کے لیے اس حدیث کو مضطرب قرار دیا ہے اور اضطراب دور کرنے کے لیے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ صبح کا نہیں ظہر کا واقعہ ہے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اس کے لیے جو روایات پیش کی ہیں، ان میں ایک اور شخص کا واقعہ ہے، اس لیے یہ دو الگ الگ واقعات ہیں، لہٰذا اس حدیث میں کوئی اضطراب ہے نہ کسی ترجیح کی ضرورت۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (شرح مسلم للنووي: 23/1، شرح المهذب: 224/4)

(المعجم ٥٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْجَمَاعَةِ فِي مَسْجِدٍ قَدْ صُلِّيَ فِيهِ مَرَّةً (التحفة ٥٠)

باب: 50۔ اس مسجد میں دوبارہ جماعت کرانا جس میں جماعت ہو چکی ہو

٢٢٠- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ النَّاجِيِّ [الْبَصْرِيِّ]، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ وَّقَدْ صَلّٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «أَيُّكُمْ يَتَّجِرُ عَلٰى هٰذَا؟» فَقَامَ

[220] سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی آیا جبکہ رسول اللہ ﷺ جماعت کرا چکے تھے تو آپ نے فرمایا: ''کون اس کے ساتھ تجارت کرے گا؟'' تو ایک آدمی نے اٹھ کر اس کے ساتھ نماز پڑھی۔

٢٢٠ـ أخرجه ابن أبي شيبة: ٢/ ٣٢٢، ح: ٧٠٩٦ عن عبدة بن سليمان به ورواه أبو داود، ح: ٥٧٤ من طريق آخر عن الناجي وصححه ابن خزيمة، ح: ١٦٣٢ وابن حبان، ح: ٤٣٦ والحاكم: ١/ ٢٠٩ والذهبي والحافظ في الفتح: ٢/ ١٤٢ وله شاهد عند الدارقطني: ١/ ٢٧٦ وسنده جيد كما اعترف به الزيلعي * وفي الباب عن أبي أمامة، [أحمد: ٥/ ٢٥٤، ٢٦٩] وأبي موسى، [لم نجده ولعله يشير إلى حديث ابن ماجه: ١٩٧٢] والحكم بن عمير [ابن عدي في الكامل: ٥/ ١٨٩٠] * جاء في المراسيل لأبي داود: رجل، هو أبو بكر الصديق رضي الله عنه.

رَجُلٌ فَصَلّٰى مَعَهُ.

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، وَأَبِي مُوسٰى، وَالْحَكَمِ بْنِ عُمَيْرٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَحَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ مِّنَ التَّابِعِينَ. قَالُوا: لَا بَأْسَ أَنْ يُصَلِّيَ الْقَوْمُ جَمَاعَةً فِي مَسْجِدٍ قَدْ صَلّٰى فِيهِ [جَمَاعَةً]. وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحٰقُ. وَقَالَ آخَرُونَ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ: يُصَلُّونَ فُرَادٰى. وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَمَالِكٌ، وَالشَّافِعِيُّ: يَخْتَارُونَ الصَّلَاةَ فُرَادٰى. [وَسُلَيْمَانُ النَّاجِيُّ بَصْرِيٌّ، وَيُقَالُ: سُلَيْمَانُ بْنُ الْأَسْوَدِ. وَأَبُو الْمُتَوَكِّلِ اسْمُهُ عَلِيُّ بْنُ دَاوُدَ].

اس مسئلے میں سیدنا ابوامامہ، ابوموسیٰ اور حکم بن عمیر رضی اللہ عنہم کی روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ صحابہ اور تابعین میں سے بہت سے اہل علم کا یہ قول ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ لوگ ایسی مسجد میں جماعت کرا لیں جہاں جماعت ہو چکی ہو۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ بعض دوسرے اہل علم کا قول ہے کہ (بعد میں آنے والے) الگ الگ نماز پڑھیں۔ سفیان ثوری، ابن المبارک، مالک اور شافعی رحمہم اللہ نے الگ الگ نماز پڑھنے کو اختیار کیا ہے۔ سلیمان ناجی بصری ہے۔ اس کو سلیمان بن اسود بھی کہتے ہیں۔ ابوالمتوکل کا نام علی بن داود ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی وجہ سے کوئی انسان جماعت سے رہ جائے جبکہ وہ جماعت میں شرکت کے لیے مسجد میں آیا تھا تو وہ کسی کو اپنے ساتھ ملا کر دوبارہ جماعت کرا سکتا ہے لیکن بلا وجہ دوسری جماعت کرانے کی نیت سے بیٹھے رہنا درست نہیں۔ ائمہ ثلاثہ: امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ نے دوسری جماعت سے جو منع کیا ہے ان کا اصل مقصد یہی ہے کہ اس سے مسجد کی اصل جماعت کا وقار اور احترام مجروح ہوتا ہے۔ لوگ اس کو اہمیت نہیں دیتے۔ اگر کبھی کبھار یہ ضرورت پیش آ جائے تو اور بات ہے لیکن اس کو وتیرہ یا عادت نہ بنا لیا جائے تو یہ ان کے نزدیک بھی جائز ہونا چاہیے۔ صاحب درسِ ترمذی لکھتے ہیں: بغیر تداعی (اعلان و پکار) کے، تکرار جماعت ہمارے نزدیک بھی جائز ہے بشرطیکہ کبھی کبھار ایسا کیا جائے۔

(درس ترمذی:1/458)

(المعجم ٥١) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْعِشَاءِ وَالْفَجْرِ فِي الْجَمَاعَةِ (التحفة ٥١)

باب: 51۔ عشاء اور فجر کی نماز با جماعت پڑھنے کی فضیلت

٢٢١- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ

[221] سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

٢٢١ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب فضل صلاة العشاء والصبح في جماعة، ح: ٦٥٦ من حديث سفيان الثوري به * وفي الباب عن ابن عمر، [أحمد: ٢/ ١١١] وأبي هريرة، [البخاري، ح: ٦٥٧ ومسلم، ح: ٦٥١] وأنس، [أحمد: ٣/ ١٥١، ١٥٢] وعمارة بن رويبة، [مسلم، ح: ٦٣٤] وجندب بن عبدالله البجلي، [يأتي: ٢٢٢] وأبي بن كعب، [أبو داود، ح: ٥٥٤] وأبي موسى، [لعله يشير إلى حديث البخاري، ح: ٦٥١ ومسلم، ح: ٦٦٢] وبريدة، [يأتي: ٢٢٣].

السَّرِيِّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ شَهِدَ الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ كَانَ لَهُ قِيَامُ نِصْفِ لَيْلَةٍ، وَمَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ فِي جَمَاعَةٍ كَانَ لَهُ كَقِيَامِ لَيْلَةٍ».

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی، اسے آدھی رات کے قیام کا ثواب ملے گا اور جس نے عشاء اور فجر دونوں نمازیں جماعت کے ساتھ پڑھیں، اسے پوری رات کے قیام کا ثواب ملے گا۔''

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَنَسٍ، وَعُمَارَةَ بْنِ رُوَيْبَةَ، وَجُنْدُبِ [بْنِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ سُفْيَانَ الْبَجَلِيِّ]، وَأُبَيِّ [بْنِ كَعْبٍ]، وَأَبِي مُوسٰى، وَبُرَيْدَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عُثْمَانَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ عُثْمَانَ مَوْقُوفًا، وَرُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عُثْمَانَ مَرْفُوعًا.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر، ابوہریرہ، انس، عمارہ بن رُوَیبہ، جندب بن عبداللہ بن سفیان بجلی، ابی بن کعب، ابوموسیٰ اور بریدہ رضی اللہ عنہم کی روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور یہ روایت عبدالرحمن بن ابی عمرہ کے واسطے سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے موقوفاً اور کئی سندوں سے مرفوعاً بیان کی گئی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عشاء اور فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے سے رات کے قیام کا اجر وثواب حاصل ہوتا ہے اور یہ دونوں نمازیں باجماعت پڑھنا قیام اللیل کا ثواب پانے کی ایک آسان صورت ہے جس سے ہر مسلمان فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ یہ قیام اللیل کا بلا اضافہ ثواب ہے۔ اگر انسان الگ طور پر قیام اللیل کرے تو پھر اس میں ان شاء اللہ ہر نیکی کا ثواب کم از کم دس گنا مزید ہوگا۔

۲۲۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ جُنْدَبِ بْنِ سُفْيَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللهِ، فَلَا تُخْفِرُوا اللهَ فِي ذِمَّتِهِ».

[222] سیدنا جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے صبح کی نماز (باجماعت) پڑھی وہ اللہ کی امان اور پناہ میں ہے، لہٰذا تم اللہ کے عہد وامان کو نہ توڑو۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ].

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جو انسان صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا تحفظ اور اس کی پناہ حاصل کر لیتا ہے، لہٰذا اسے کسی طرح کا نقصان پہنچانا اللہ تعالیٰ کے حفظ وامان کو توڑنا ہے جو ایک سنگین جرم ہے۔ صحیح مسلم میں نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ تعالیٰ کی امان اور ذمے داری میں ہے، لہٰذا اللہ تم سے اپنے ذمے کے بارے میں کسی چیز کا مطالبہ نہ کرے کیونکہ وہ جس سے اپنے ذمے کے بارے میں کسی چیز کا مطالبہ کرے گا، اسے پکڑے گا

۲۲۲- أخرجه مسلم، أيضًا، ح: ٦٥٧/ ٢٦٢ من حديث يزيد بن هارون به.

پھر اسے اس کے چہرے کے بل اوندھے منہ جہنم کی آگ میں ڈال دے گا۔'' (صحیح مسلم، المساجد، حدیث: 657)

٢٢٣۔ حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ أَبُو غَسَّانَ الْعَنْبَرِيُّ عَنْ إِسْمَاعِيلَ الْكَحَّالِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَوْسٍ الْخُزَاعِيِّ، عَنْ بُرَيْدَةَ الْأَسْلَمِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «بَشِّرِ الْمَشَّائِينَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

[223] سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو لوگ تاریکیوں اور اندھیروں میں (اہتمام سے) مساجد کی طرف جاتے ہیں، آپ انھیں قیامت کے دن کامل نور کی بشارت دے دیجیے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى]: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ [مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ، مَرْفُوعٌ، هُوَ صَحِيحٌ مُّسْنَدٌ وَّمَوْقُوفٌ إِلَى أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، وَلَمْ يُسْنَدْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ].

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے غریب اور مرفوع ہے، یعنی وہ حدیث جس کی سند نبی ﷺ تک پہنچتی ہو۔ اور نبی ﷺ کے صحابہ پر موقوف ہے، یعنی وہ حدیث جس کی سند نبی ﷺ تک نہ پہنچتی ہو۔

فائدہ: رات کی تاریکی اور اندھیرے میں عشاء اور فجر کی نماز میں شرکت کرنا، بہت محنت اور مشقت طلب کام ہے جسے ایمان ہی کی بنیاد پر سرانجام دیا جاسکتا ہے، اس لیے ایسے لوگوں کو قیامت کی تاریکیوں اور مشقتوں میں نور تام، یعنی مکمل نور حاصل ہوگا جو انھیں جنت میں لے جائے گا۔ اس نور کا تذکرہ سورۂ حدید، آیت: 12 اور سورۂ تحریم، آیت: 8 میں بھی کیا گیا ہے۔

(المعجم ٥٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ (التحفة ٥٢)

باب: 52۔ پہلی صف میں حاضر ہونے کی فضیلت

٢٢٤۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا، وَشَرُّهَا آخِرُهَا، وَخَيْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا، وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا».

[224] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مردوں کی صفوں میں سب سے بہتر پہلی صف ہے اور آخری صف بدتر ہے اور عورتوں کی صفوں میں سب سے بہتر آخری صف ہے اور بدتر پہلی صف ہے۔''

٢٢٣۔ [حسن بالشواهد] أخرجه أبو داود، الصلاة، باب ماجاء في المشي إلى الصلاة في الظلم، ح: ٥٦١ من حديث إسماعيل الكحال به وله شواهد عند ابن ماجه، ح: ٧٨٠، ٧٨١ وابن خزيمة، ح: ١٤٩٨ وغيرهما.

٢٢٤۔ أخرجه مسلم، الصلاة، باب تسوية الصفوف وإقامتها ... إلخ، ح: ٤٤٠ عن قتيبة به * وفي الباب عن جابر، [ابن ماجه، ح: ١٠٠١] وابن عباس، [انظر مجمع الزوائد: ٢/ ٩٣] وابن عمر [لم نجده وفي الباب عن عمر انظر المجمع: ٢/ ٩٣] وأبي سعيد، [أحمد: ٣/ ٣، ١٦ وصححه ابن خزيمة، ح: ١٥٦٢ وابن حبان، ح: ٣٨٠] وأُبي بن كعب [أبو داود، ح: ٥٥٤] وعائشة [عبدالرزاق، ح: ٢٤٧] والعرباض بن سارية [ابن ماجه، ح: ٩٩٦] وأنس، [أبو داود، ح: ٦٧١].

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، [وَابْنِ عُمَرَ]، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَأُبَيٍّ، وَعَائِشَةَ، وَالْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ، وَأَنَسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ كَانَ يَسْتَغْفِرُ لِلصَّفِّ الْأَوَّلِ ثَلَاثًا، وَلِلثَّانِي مَرَّةً.

اس مسئلے میں سیدنا جابر، ابن عباس، ابن عمر، ابوسعید، اُبی، سیدہ عائشہ، سیدنا عرباض بن ساریہ اور انس ﷺ کی روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ نبی ﷺ سے منقول ہے کہ آپ پہلی صف (کے لوگوں) کے لیے تین بار بخشش طلب کرتے تھے اور دوسری (والوں) کے لیے ایک بار۔

فائدہ: چونکہ پہلی صف امام کے قریب ہوتی ہے، بعد میں آنے والوں کے شوروغل سے دور ہوتی ہے اور امام کی صحیح اقتدا کرتی ہے، عورتوں سے دور ہونے کی وجہ سے ذہنی انتشار یا کسی قسم کی ذہنی گڑبڑ کا شکار نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت اور فرشتوں کی دعا کی خصوصی مستحق ہوتی ہے، اس لیے یہ سب سے بہتر قرار دی گئی۔ دوسری صف اگرچہ پہلی سے زیادہ دور نہیں ہوتی لیکن پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت اور فرشتوں کی دعا کی سعادت سے کم حصہ پاتی ہے، اس سے بعد والی صفوں کے بارے میں خود یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ وہ اس سعادت سے اور زیادہ محروم رہتے ہیں، ہاں نماز باجماعت کی فضیلت انھیں یقیناً حاصل ہوتی ہے۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت اور فرشتوں کی دعاؤں کے طالب کو چاہیے کہ وہ ہر حال میں پہلی صف ہی میں جگہ حاصل کرنے کی کوشش کرے اور مسجد میں پہلے پہنچے۔ اگر مردوں اور عورتوں کی نماز کے لیے الگ الگ انتظام ہو، آپس میں اختلاط اور میل جول کا بھی خدشہ نہ ہو تو پھر عورتوں کی پہلی صف بہترین ہوگی اور کم اجروثواب کا باعث بھی نہیں ہوگی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام سے دوری اور عورتوں سے قربت ونزدیکی کم اجروثواب کا باعث ہے، جس کو شر، یعنی بدتر ہونے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

٢٢٥- وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَوْ أَنَّ النَّاسَ يَعْلَمُونَ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَهِمُوا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوا عَلَيْهِ».

[225] نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوگوں کو علم ہوجائے کہ اذان کہنے اور پہلی صف میں کیا (خیروبرکت اور اجروثواب) ہے اور پھر انھیں اس کے حصول کے لیے قرعہ اندازی کے سوا کوئی صورت نظر نہ آئے تو وہ اس کے لیے قرعہ اندازی کریں گے۔''

[قَالَ]: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ إِسْحٰقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ.

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسحق بن موسیٰ انصاری کی سند سے بھی یہ حدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

لغوی تشریح: [لَاسْتَهَمُوا عَلَيْهِ] ''اس کے لیے قرعہ اندازی کرتے۔''

٢٢٥- متفق عليه، انظر الحديث الآتي.

فائدہ: امام قرطبی رحمہ اللہ کے نزدیک عَلَیْہِ میں ''ہ'' ضمیر کا مرجع کلام کا مفہوم و معنی ہے جس میں اذان اور صف اوّل دونوں شامل ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں مختلف افعال بیان کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴾ (الفرقان 68:25) ''جو یہ کام کرے گا وہ گناہ کو ملے گا۔'' حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کے نزدیک مرجع قریب والی چیز ہوتی ہے، لہٰذا مرجع پہلی صف ہوگی۔ لیکن مصنف عبدالرزاق میں ہے [علیھما] یعنی تثنیہ ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دونوں ہی مراد ہیں۔ (فتح الباري: 128/2)

٢٢٦- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ نَحْوَهُ.

[226] (امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں) ہمیں قتیبہ نے امام مالک کے واسطے سے اس کی مانند روایت بیان کی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہمیں ان حقیقتوں کا یقین ہو جائے جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہیں یا وہ ہمارے ذہن میں حاضر رہیں تو ہمارا طرز عمل اور رویہ یقیناً تبدیل ہو جائے۔ چونکہ ہمیں ان حقیقتوں کا یقین نہیں ہے اور نہ وہ حقیقتیں ہمارے ذہن میں حاضر ہیں، اس لیے ہمارے طرز عمل میں تبدیلی پیدا نہیں ہوتی اور زیادہ سے زیادہ خیر و برکت حاصل کرنے کا جذبہ نہیں ابھرتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یقین اور استحضار کی نعمت عنایت فرمائے۔ کاہلی، سستی اور غفلت کا شکار ہونے سے محفوظ رکھے۔ آمین!

(المعجم ٥٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي إِقَامَةِ الصُّفُوفِ (التحفة ٥٣)

باب: 53۔ صفوں کو سیدھا اور برابر کرنا

٢٢٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سِمَاكِ ابْنِ حَرْبٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُسَوِّي صُفُوفَنَا، فَخَرَجَ يَوْمًا فَرَأَى رَجُلًا خَارِجًا صَدْرُهُ عَنِ الْقَوْمِ، فَقَالَ: «لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ».

[227] سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو برابر کیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ ﷺ (حجرے سے) نکلے تو ایک آدمی کو دیکھا، اس کا سینہ لوگوں سے آگے نکلا ہوا تھا، تو آپ نے فرمایا: ''تم اپنی صفوں کو سیدھا اور بالکل برابر رکھا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمھارے رخ ایک دوسرے کے خلاف کر دے گا۔''

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، وَالْبَرَاءِ،

اس مسئلے میں سیدنا جابر بن سمرہ، براء، جابر بن عبداللہ،

٢٢٦ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب الاستهام في الأذان، ح: ٦١٥ ومسلم، الصلاة، باب تسوية الصفوف وإقامتها ... إلخ، ح: ٤٣٧ من حديث مالك به وهو في الموطأ: ١/ ٦٨ (يحيى).

٢٢٧ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب تسوية الصفوف وإقامتها ... إلخ، ح: ٤٣٦ عن قتيبة، والبخاري، الأذان، باب تسوية الصفوف عند الإقامة وبعدها، ح: ٧١٧ من حديث النعمان بن بشير به * وفي الباب عن جابر بن سمرة، [مسلم، ح: ٤٣٠] والبراء، [أبو داود، ح: ٦٦٤] وجابر بن عبدالله، [أحمد: ٣/ ٣٢٢] وأنس، [مسلم، ح: ٤٣٣، ٤٣٤] وأبي هريرة، [البخاري، ح: ٦١٥ ومسلم، ح: ٤٣٧] وعائشة، [ابن ماجه، ح: ٩٩٥] * "من تمام الصلاة إقامة الصف" [أحمد] حديث عمر وحديث علي وعثمان في الموطأ: ١/ ١٧٣ .

وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ إِقَامَةُ الصَّفِّ». وَرُوِيَ عَنْ عُمَرَ: أَنَّهُ كَانَ يُوَكِّلُ رِجَالًا بِإِقَامَةِ الصُّفُوفِ، فَلَا يُكَبِّرُ حَتّٰى يُخْبَرَ أَنَّ الصُّفُوفَ قَدِ اسْتَوَتْ. وَرُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ وَعُثْمَانَ: أَنَّهُمَا كَانَا يَتَعَاهَدَانِ ذٰلِكَ، وَيَقُولَانِ: اسْتَوُوا. وَكَانَ عَلِيٌّ يَقُولُ: تَقَدَّمْ يَا فُلَانُ، تَأَخَّرْ يَا فُلَانُ.

انس، ابوہریرہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم کی احادیث آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ نبی ﷺ سے بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''صفوں کو سیدھا اور برابر کرنا نماز کی تکمیل کا حصہ ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے صفیں برابر کرنے کے لیے آدمی مقرر کر رکھے تھے، اور اس وقت تک تکبیر تحریمہ نہیں کہتے تھے جب تک یہ نہ بتایا جاتا کہ صفیں برابر ہوگئی ہیں۔ سیدنا علی اور عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ بھی اس کا خاص دھیان اور نگرانی رکھتے تھے اور فرماتے تھے: سیدھے اور برابر ہوجاؤ۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: اے فلاں! آگے ہوجاؤ، اے فلاں! پیچھے ہٹو۔

فائدہ: قرآن مجید میں بار بار اقامت صلاۃ کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ مسلمانوں کا فرض اوّلین ہے۔ اس کی کامل ادائیگی کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ جماعت کی صفیں بالکل سیدھی اور برابر ہوں، اس لیے رسول اللہ ﷺ اور آپ کی اقتدا میں خلفائے راشدین اس مسئلے کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے اور لوگوں کو اس کی تلقین کرتے تھے۔ نبی ﷺ صفوں کو اس قدر سیدھا اور برابر کرتے تھے کہ وہ تیروں کو سیدھا اور برابر کرنے کے معیار اور پیمانے کا کام دے سکیں اور فرماتے تھے کہ اگر تم صفوں کو سیدھا اور برابر کرنے میں کوتاہی اور بے پروائی برتو گے تو اللہ تعالیٰ اس کی سزا میں تمھارے رخ ایک دوسرے کے خلاف کر دے گا، یعنی تمھاری وحدت و یگانگت اور اجتماعیت پارہ پارہ کردی جائے گی اور تم میں پھوٹ اور انتشار پیدا ہوجائے گا۔ جو قوموں اور امتوں کی تباہی و بربادی کا پیام ہے، لیکن افسوس آج صفوں کو برابر اور سیدھا کرنے میں انتہائی کوتاہی اور غفلت سے کام لیا جاتا ہے جس کی بنا پر باہمی بغض، عداوت اور اختلاف و انتشار کا دور دورہ ہے لیکن کوئی عبرت پکڑنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہ راست پر چلنے کی توفیق بخشے۔ دیکھیے: (عمدة القاري: 789/2، فتح الباري: 270/2، باب إقامة الصف من تمام الصلاة)

(المعجم ٥٤) بَابُ مَا جَاءَ لِيَلِيَنِي مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهٰى (التحفة ٥٤)

باب: 54۔ میرے قریب وہی لوگ کھڑے ہوں جو تم میں دانشمند اور سمجھدار ہوں

٢٢٨- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ: حَدَّثَنَا

[228] سیدنا عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

٢٢٨ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب تسوية الصفوف وإقامتها . . . إلخ، ح: ٤٣٢ من حديث يزيد بن زريع به ❁ وفي الباب عن أبي بن كعب، [النسائي، ح: ٨٠٩] وأبي مسعود، [مسلم، ح: ٤٣٢] وأبي سعيد، [مسلم، ح: ٤٣٨] والبراء، [أحمد: ٤/ ٢٩٦ والحاكم: ١/ ٥٧٣] وأنس، [ابن ماجه، ح: ٩٧٧].

يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لِيَلِيَنِي مِنكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهٰى، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، وَلَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ، وَإِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْأَسْوَاقِ».

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے عقل منداور سوجھ بوجھ والے میرے قریب کھڑے ہوں۔ پھر وہ لوگ جو (اس صفت میں) ان کے قریب ہوں۔ پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہوں۔ اور اختلاف نہ کرو (آگے پیچھے نہ ہو جاؤ) کہ (اس کی سزا میں) تمھارے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جائے، اور بازاروں کے سے شوروغل سے اپنے آپ کو بچاؤ۔''

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَأَبِي مَسْعُودٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَالْبَرَاءِ، وَأَنَسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ] غَرِيبٌ. [وَقَدْ] رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ كَانَ يُعْجِبُهُ أَنْ يَلِيَهُ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ، لِيَحْفَظُوا عَنْهُ. [قَالَ]: وَخَالِدٌ الْحَذَّاءُ هُوَ خَالِدُ بْنُ مِهْرَانَ يُكْنٰى أَبَا الْمُنَازِلِ. [قَالَ: وَ] سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ يَقُولُ [يُقَالُ:] إِنَّ خَالِدًا الْحَذَّاءَ مَا حَذَا نَعْلًا قَطُّ، إِنَّمَا كَانَ يَجْلِسُ إِلٰى حَذَّاءٍ فَنُسِبَ إِلَيْهِ. [قَالَ]: وَأَبُو مَعْشَرٍ اسْمُهُ زِيَادُ بْنُ كُلَيْبٍ.

اس مسئلے میں سیدنا ابی بن کعب، ابومسعود، ابوسعید، براء اور انس رضی اللہ عنہم کی روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن، صحیح، غریب ہے۔ اور نبی ﷺ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ کو یہ بات پسند تھی کہ مہاجرین اور انصار آپ کے قریب کھڑے ہوں تاکہ وہ آپ کے طریقے اور عمل کو یاد رکھیں۔ خالد حذاء سے مراد خالد بن مہران ہے جن کی کنیت ابومنازل ہے۔ میں نے امام بخاری رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مشہور ہے کہ خالد حذاء نے کبھی جوتے نہیں سیے۔ وہ تو بس ایک جوتے بنانے والے کے پاس بیٹھا کرتے تھے، اس لیے اس کی طرف منسوب کر دیے گئے۔ اور ابومعشر کا نام زیاد بن کلیب ہے۔

لغوی تشریح: [لِيَلِيَنِي] میرے قریب آئیں، میرے پاس کھڑے ہوں۔ [أُولُو الْأَحْلَامِ] عقل و دانش والے، [نُهٰى، نُهْيَة] عقل و دانش، [هَيْشَات، هَيْشَة] شوروغل، جنگ وجدل، اختلاف و جھگڑا، [أَحْلَام، حِلْم] عقل و دانش۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے وہ لوگ کھڑے ہوں جو اہل بصیرت ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے عقل و دانش سے نوازا ہو۔ ان کے بعد اس صفت میں درجہ دوم والے، پھر درجہ سوم والے۔ یہ ترتیب بالکل فطری اور تعلیم و تربیت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے تاکہ اگر امام سے بھول چوک ہو جائے تو یہ اصلاح کر سکیں اور لقمہ دے سکیں اور بوقت ضرورت امام کی جگہ کھڑے ہو سکیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اصحاب علم و فضل نماز اور صف اول میں امام کے قریب جگہ لینے کے لیے اول وقت میں بروقت حاضر ہوں۔ تبھی ان کا علم و فضل ثابت ہو سکے گا۔ اگر یہ لوگ پیچھے رہیں اور تاخیر سے آئیں تو دوسرے اور تیسرے درجے کے لوگ یقیناً ان کی جگہ لے لیں گے۔ سمجھ بوجھ والے لوگوں کا پیچھے رہنا اور پھر پہلے آنے والے عامی لوگوں پر جو صف اول میں جگہ لے چکے ہوں، ناگواری کا اظہار کرنا کسی طرح درست نہیں۔ ② بازاری شوروغل سے روکنے کا مطلب یہ

ہے کہ مساجد میں شوروغل کرنا، یا آوازوں کو ضرورت سے زیادہ بلند کرنا اور اختلاف و جھگڑا کرنا درست نہیں یا بازاری شوروغل میں مبتلا ہو کر نمازوں سے پیچھے رہنا قطعاً صحیح نہیں۔

(المعجم ٥٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الصَّفِّ بَيْنَ السَّوَارِي (التحفة ٥٥)

باب: 55۔ ستونوں کے درمیان صف بنانا مکروہ ہے

٢٢٩- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ هَانِئِ بْنِ عُرْوَةَ الْمُرَادِيِّ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ مَحْمُودٍ قَالَ: صَلَّيْنَا خَلْفَ أَمِيرٍ مِّنَ الْأُمَرَاءِ، فَاضْطَرَّنَا النَّاسُ فَصَلَّيْنَا بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ، فَلَمَّا صَلَّيْنَا قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: كُنَّا نَتَّقِي هٰذَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

[229] عبدالحمید بن محمود رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ایک امیر کے پیچھے نماز پڑھی تو لوگوں نے ہمیں (رش کی وجہ سے) ستونوں کے درمیان کھڑا ہو کر نماز پڑھنے پر مجبور کر دیا۔ جب ہم نماز پڑھ چکے تو سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے دور میں اس عمل سے بچا کرتے تھے۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ قُرَّةَ بْنِ إِيَاسٍ الْمُزَنِيِّ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ يُصَفَّ بَيْنَ السَّوَارِي. وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ. وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي ذٰلِكَ.

اس مسئلے میں سیدنا قرہ بن ایاس مزنی رضی اللہ عنہ کی روایت بھی آئی ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ کچھ اہل علم کے نزدیک ستونوں کے درمیان صف بنانا مکروہ ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم نے اس کی اجازت دی ہے۔

فائدہ: چونکہ نماز باجماعت میں صفوں میں برابری اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑا ہونا مطلوب ہے جبکہ ستون کے درمیان میں آ جانے سے صف میں وحدت و یگانگی اور اتحاد و انسلاک نہیں رہتا، اس لیے بلا ضرورت اور مجبوری ستونوں کے درمیان نماز پڑھنا جائز نہیں۔ مالکیہ، شافعیہ اور احناف کے ہاں ستونوں کے درمیان صف بنانا جائز ہے، کیونکہ اگر ستون درمیان میں ہو تو صف سیدھی بن سکتی ہے لیکن یہ موقف درست نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں برابر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے اور ستون کے درمیان میں آ جانے سے آپ ﷺ کے اس حکم کی تعمیل ممکن نہیں رہتی، اس لیے اس طرح کی صف بندی سے بچنا چاہیے جس میں صف کے درمیان ستون آ رہا ہو۔

٢٢٩- أخرجه أبو داود، ح: ٦٧٣ من حديث سفيان الثوري به وصرح بالسماع عند البيهقي: ٣/ ١٠٤ وصححه ابن خزيمة، ح: ١٥٦٨ وابن حبان (الإحسان): ٢٢١٥ والحاكم: ١/ ٢١٠، ٢١٨ ووافقه الذهبي * عبدالحميد ثقة كما في الكاشف وغيره * وفي الباب عن قرة بن إياس المزني، [ابن ماجه، ح: ١٠٠٢].

(المعجم ٥٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهُ (التحفة ٥٦)

٢٣٠- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ قَالَ: أَخَذَ زِيَادُ بْنُ أَبِي الْجَعْدِ بِيَدِي وَنَحْنُ بِالرَّقَّةِ فَقَامَ بِي عَلَى شَيْخٍ يُقَالُ لَهُ وَابِصَةُ بْنُ مَعْبَدٍ مِّنْ بَنِي أَسَدٍ فَقَالَ زِيَادٌ: حَدَّثَنِي هٰذَا الشَّيْخُ أَنَّ رَجُلًا صَلّٰى خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهُ - وَالشَّيْخُ يَسْمَعُ - فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يُعِيدَ الصَّلَاةَ.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: [وَ]حَدِيثُ وَابِصَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ يُّصَلِّيَ الرَّجُلُ خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهُ، وَقَالُوا: يُعِيدُ إِذَا صَلّٰى خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهُ. وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحٰقُ. وَقَدْ قَالَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يُجْزِئُهُ إِذَا صَلّٰى خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهُ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ. وَقَدْ ذَهَبَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ إِلٰى حَدِيثِ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ أَيْضًا، قَالُوا: مَنْ صَلّٰى خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهُ يُعِيدُ، مِنْهُمْ حَمَّادُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ، وَابْنُ أَبِي لَيْلٰى، وَوَكِيعٌ. وَرَوٰى حَدِيثَ حُصَيْنٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّثْلَ رِوَايَةِ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ وَابِصَةَ [بْنِ مَعْبَدٍ]. وَفِي حَدِيثِ حُصَيْنٍ مَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ هِلَالًا قَدْ

باب: 56۔ صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنا

[230] ہلال بن یساف رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ زیاد بن ابی الجعد نے میرا ہاتھ پکڑا جبکہ ہم رَقّہ مقام پر تھے اور مجھے بنو اسد کے بزرگ وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ نامی بزرگ کے پاس کھڑا کر دیا اور کہا: مجھے اس شیخ نے بتایا۔ اور شیخ یہ بات سن رہے تھے۔ کہ ایک شخص نے صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا۔

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اس مسئلے میں علی بن شیبان اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم سے حدیثیں وارد ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: وابصہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اور کچھ اہل علم کے نزدیک صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اگر وہ صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہو کر نماز پڑھے گا تو اسے نماز لوٹانی ہو گی۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ اور کچھ اہل علم کا خیال ہے کہ اگر صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہو کر نماز پڑھ لے تو وہ کفایت کر جائے گی۔ سفیان ثوری، ابن المبارک اور شافعی رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل کوفہ نے بھی وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اختیار کیا ہے کہ صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہو کر نماز پڑھنے والا شخص نماز دوبارہ پڑھے۔ حماد بن ابی سلیمان، ابن ابی لیلیٰ اور وکیع رحمہم اللہ ان میں شامل ہیں۔ حصین کی یہ حدیث ہلال بن یساف سے کئی راویوں

٢٣٠ـ أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب صلاة الرجل خلف الصف وحده، ح: ١٠٠٤ من حديث حصين بن عبدالرحمن به وصححه ابن الجارود، ح: ٣١٩ وابن حبان (الإحسان): ٢١٩٧ وأحمد وإسحاق وغيرهم وانظر الحديث الآتي * وفي الباب عن علي بن شيبان، [ابن ماجه، ح: ١٠٠٣] وابن عباس، [البزار: ١/ ٢٥٠، ح: ٥١٦].

أَدْرَكَ وَابِصَةَ فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْحَدِيثِ فِي هٰذَا: فَقَالَ بَعْضُهُمْ: حَدِيثُ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ رَاشِدٍ، عَنْ وَابِصَةَ [بْنِ مَعْبَدٍ] أَصَحُّ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: حَدِيثُ حُصَيْنٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ أَصَحُّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَهٰذَا عِنْدِي أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، لِأَنَّهُ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ حَدِيثِ هِلَالِ ابْنِ يَسَافٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ.

نے، ابوالاحوص کی روایت کی طرح بیان کی ہے۔ حصین کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ہلال کو سیدنا وابصہ رضی اللہ عنہ سے ملنے کا موقع ملا ہے۔ محدثین کا اس کے بارے میں اختلاف ہے: بعض کا خیال ہے کہ عمرو بن مرہ کی روایت (جو آگے آ رہی ہے) زیادہ صحیح ہے اور بعض کے نزدیک حصین کی روایت زیادہ صحیح ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: میرے نزدیک بھی حصین کی حدیث، عمرو بن مرہ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے، کیونکہ ہلال بن یساف کے علاوہ بھی یہ روایت زیاد بن ابی الجعد کے واسطے سے بیان کی گئی ہے۔

٢٣١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ وَابِصَةَ قَالَ: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ رَاشِدٍ، عَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ: أَنَّ رَجُلًا صَلّٰى خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهُ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُعِيدَ الصَّلَاةَ.

[231] عمرو بن راشد، سیدنا وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو نبی ﷺ نے اسے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: [وَ] سَمِعْتُ الْجَارُودَ يَقُولُ: سَمِعْتُ وَكِيعًا يَقُولُ: إِذَا صَلَّى الرَّجُلُ خَلْفَ الصَّفِّ [وَحْدَهُ] فَإِنَّهُ يُعِيدُ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: میں نے جارود سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ امام وکیع رحمہ اللہ کا قول ہے: جب آدمی صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو وہ اسے لوٹائے۔

فوائد و مسائل: ① صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جماعت اور اجتماعیت کے منافی ہے، اس لیے شریعت میں یہ اس قدر مکروہ اور ناپسندیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا، لیکن امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور اوزاعی رحمہم اللہ کے نزدیک یہ نماز ہو جائے گی۔ (المغني: 49/3) اور یہ حکم ان کے نزدیک استحباب پر محمول ہے، دلیل میں سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث پیش کرتے ہیں کہ انھوں نے صف میں شریک ہونے سے پہلے ہی رکوع کر لیا اور نبی ﷺ نے انھیں نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے پیچھے کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھی، بلکہ چلتے چلتے رکوع کر کے صف میں شریک ہو گئے تھے۔ دوسرے انھوں نے یہ کام ناواقفیت کی بنا پر کیا تھا اور پھر نبی ﷺ نے انھیں آئندہ اس طرح

٢٣١- [صحيح لغيره] أخرجه أبو داود، ح: ٦٨٢ من حديث شعبة به وصححه ابن حبان، ح: ٤٠٣ وانظر الحديث السابق * قول وكيع صحيح عنه.

کرنے سے منع بھی کر دیا تھا۔② اس بارے میں صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ پیچھے صف میں اکیلے نماز پڑھنا ممنوع ہے، اس لیے اگلی صف میں گنجائش کے باوجود جو شخص ایسا کرے گا، اس کے لیے نماز کو لوٹانا ضروری ہوگا۔ تاہم عدم گنجائش کی صورت میں اگر وہ مجبوراً اکیلا ہی صف میں کھڑا ہو کر نماز پڑھ لے گا تو امید ہے کہ اس کی نماز ہو جائے گی۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اگلی صف سے ایک شخص کو پیچھے کھینچ لے اور اس کو اپنے ساتھ ملا لے، یہ بات بعض احادیث میں بیان ہوئی ہے، لیکن یہ احادیث ضعیف اور نا قابل استدلال ہیں، اس لیے صف سے کھینچنے والی بات صحیح نہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الضعيفة: 323,322/2)

(المعجم ٥٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّي وَمَعَهُ رَجُلٌ (التحفة ٥٧)

باب: 57۔ جب ایک آدمی ایک ساتھی کے ساتھ مل کر نماز پڑھے

٢٣٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعَطَّارُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِرَأْسِي مِنْ وَرَائِي، فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ.

[232] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو میں آپ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے میرے پیچھے سے میرا سر پکڑ کر مجھے اپنی دائیں طرف کر لیا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: [وَ] حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ، قَالُوا: إِذَا كَانَ الرَّجُلُ مَعَ الْإِمَامِ يَقُومُ عَنْ يَمِينِ الْإِمَامِ.

ابو عیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی آئی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ نبی ﷺ کے صحابۂ کرام اور ان کے بعد والے اہل علم کا عمل اسی پر ہے کہ جب امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو تو وہ امام کی دائیں جانب کھڑا ہو۔

فائدہ: اس بات پر اجماع ہے کہ مقتدی ایک ہو تو وہ امام کی دائیں جانب کھڑا ہو۔ اکثر علماء کے نزدیک وہ امام کے برابر کھڑا ہو جبکہ بعض علماء کے نزدیک وہ امام کی ایڑیوں کے برابر پنجہ رکھے لیکن اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ (شرح المهذب: 292/4)

(المعجم ٥٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّي مَعَ الرَّجُلَيْنِ (التحفة ٥٨)

باب: 58۔ ایک آدمی دو آدمیوں کی معیت میں نماز پڑھے

٢٣٢ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب: إذا قام الرجل عن يسار الإمام . . . إلخ، ح: ٧٢٦ عن قتيبة به ومسلم، الصلاة، باب صلاة النبي ﷺ ودعائه بالليل، ح: ٧٦٣ من حديث عمرو بن دينار به * وفي الباب عن أنس، [مسلم، ح: ٢٦٩/٥١٢].

٢٣٣- حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ قَالَ: أَنْبَأَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا كُنَّا ثَلَاثَةً أَنْ يَتَقَدَّمَنَا أَحَدُنَا.

[233] سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ جب ہم تین افراد ہوں تو ہم میں سے ایک آگے کھڑا ہو۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى]: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَجَابِرٍ، [وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ]. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَحَدِيثُ سَمُرَةَ حَدِيثٌ [حَسَنٌ] غَرِيبٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، قَالُوا: إِذَا كَانُوا ثَلَاثَةً قَامَ رَجُلَانِ خَلْفَ الْإِمَامِ. وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ: أَنَّهُ صَلّٰى بِعَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ فَأَقَامَ أَحَدَهُمَا عَنْ يَمِينِهِ وَالْآخَرَ عَنْ يَسَارِهِ، وَرَوَاهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ النَّاسِ فِي إِسْمٰعِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ [الْمَكِّيِّ] مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اس بارے میں سیدنا ابن مسعود، جابر اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم کی روایات آئی ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے۔ اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ جب تین افراد ہوں تو دو آدمی امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔ البتہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے علقمہ اور اسود کی معیت میں نماز پڑھی تو ایک کو اپنی دائیں جانب کھڑا کیا اور دوسرے کو اپنی بائیں جانب اور اس فعل کو نبی ﷺ سے روایت کیا۔ بعض لوگوں نے اسماعیل بن مسلم مکی پر ان کے حافظے کے اعتبار سے جرح کی ہے۔

فائدہ: جمہور ائمہ اور فقہاء کے نزدیک اگر مقتدی ایک سے زائد ہوں تو امام آگے کھڑا ہوگا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں امام ابو یوسف کے نزدیک بھی اگر مقتدی دو ہوں تو امام درمیان میں کھڑا ہوگا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کبھی نبی ﷺ کے ساتھ نماز اس طرح پڑھی ہوگی، اس لیے وہ اس صورت کے استحضار کے لیے اس پر عمل کر لیتے تھے لیکن دوسری روایات سے وہ عمل ثابت ہے جو مذکورہ بالا حدیث میں بیان کیا گیا ہے اور یہی طرز عمل صحیح ہے۔

(المعجم ٥٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّي وَمَعَهُ رِجَالٌ وَنِسَاءٌ (التحفة ٥٩)

باب: 59۔ آدمی کی امامت کا بیان جبکہ اس کے ساتھ مرد اور عورتیں بھی ہوں

٢٣٤- حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ:

[234] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان

٢٣٣ـ [ضعيف] أخرجه الطبراني في الكبير: ٧/ ٢٢٨، ح: ٦٩٥١ من حديث إسماعيل بن مسلم به ولبعض الحديث شواهد عند ابن ماجه، ح: ٩٧٤ وابن خزيمة، ح: ١٥٣٦ وغيرهما * وفي الباب عن ابن مسعود، [مسلم، ح: ٥٣٤] وجابر، [مسلم، ح: ٣٠١٠] وأنس بن مالك، [البخاري، ح: ٣٨٠ ومسلم، ح: ٦٥٨/ ٢٦٦ والبيهقي: ٣/ ٦٩] * حديث ابن مسعود في علقمة والأسود، أخرجه مسلم، ح: ٥٣٤.

٢٣٤ـ أخرجه البخاري، الصلاة، باب الصلاة على الحصير، ح: ٣٨٠ ومسلم، المساجد، باب جواز الجماعة في النافلة... إلخ، ح: ٦٥٨ من حديث مالك به وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ١٥٣.

حَدَّثَنَا مَالِكُ [بْنُ أَنَسٍ] عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ، فَأَكَلَ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَ: «قُومُوا فَلْنُصَلِّ بِكُمْ». قَالَ أَنَسٌ: فَقُمْتُ إِلٰى حَصِيرٍ لَّنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُولِ مَا لُبِسَ، فَنَضَحْتُهُ بِالْمَاءِ، فَقَامَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَصَفَفْتُ عَلَيْهِ أَنَا وَالْيَتِيمُ وَرَاءَهُ، وَالْعَجُوزُ مِنْ وَّرَائِنَا، فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ.

کی نانی ملیکہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کے لیے بلایا جو انھوں نے تیار کیا تھا۔ آپ نے اس سے کچھ کھایا، پھر فرمایا: ”اٹھو! ہم تمھیں نماز پڑھائیں۔“ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں اپنے گھر کی ایک چٹائی کی طرف بڑھا جو کثرت استعمال سے سیاہ ہو چکی تھی، میں نے اس کو پانی سے صاف کیا۔ رسول اللہ ﷺ اس پر کھڑے ہو گئے جبکہ میں نے اور ایک یتیم بچے نے آپ ﷺ کے پیچھے صف باندھی اور بڑھیا ہمارے پیچھے کھڑی ہو گئی، تو آپ نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں۔ پھر آپ تشریف لے گئے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ [أَكْثَرِ] أَهْلِ الْعِلْمِ، قَالُوا: إِذَا كَانَ مَعَ الْإِمَامِ رَجُلٌ وَّامْرَأَةٌ، قَامَ الرَّجُلُ، عَنْ يَمِينِ الْإِمَامِ وَالْمَرْأَةُ خَلْفَهُمَا، وَقَدِ احْتَجَّ بَعْضُ النَّاسِ بِهٰذَا الْحَدِيثِ فِي إِجَازَةِ الصَّلَاةِ إِذَا كَانَ الرَّجُلُ خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهُ، وَقَالُوا: إِنَّ الصَّبِيَّ لَمْ تَكُنْ لَهُ صَلَاةٌ، وَكَانَ أَنَسٌ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ وَحْدَهُ، [فِي الصَّفِّ]. وَلَيْسَ الْأَمْرُ عَلٰى مَا ذَهَبُوا إِلَيْهِ لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَقَامَهُ مَعَ الْيَتِيمِ خَلْفَهُ، فَلَوْلَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَعَلَ لِلْيَتِيمِ صَلَاةً، لَمَا أَقَامَ الْيَتِيمَ مَعَهُ وَلَأَقَامَهُ عَنْ يَمِينِهِ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ مُوسَى بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَقَامَهُ، عَنْ يَمِينِهِ، وَفِي هٰذَا الْحَدِيثِ دَلَالَةٌ أَنَّهُ إِنَّمَا صَلّٰى تَطَوُّعًا، أَرَادَ إِدْخَالَ الْبَرَكَةِ عَلَيْهِمْ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ ان کا قول ہے: جب امام کے ساتھ ایک مرد اور ایک عورت ہو تو مرد امام کی دائیں جانب کھڑا ہوگا اور عورت ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہوگی۔ بعض لوگوں نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے: اگر صف کے پیچھے ایک آدمی اکیلا کھڑا ہو تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ وہ کہتے ہیں: بچے کی نماز ہوتی ہی نہیں، گویا اس طرح سیدنا انس رضی اللہ عنہ اکیلے ہی نبی ﷺ کے پیچھے کھڑے تھے۔ لیکن مسئلہ یوں نہیں ہے جو انھوں نے اختیار کیا ہے کیونکہ نبی ﷺ نے انس رضی اللہ عنہ کو بچے کے ساتھ اپنے پیچھے کھڑا کیا تھا۔ اگر نبی ﷺ بچے کی نماز درست نہ سمجھتے تو بچے کو انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا نہ کرتے اور اسے اپنی دائیں جانب کھڑا کر لیتے۔ موسیٰ بن انس، سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے انھیں اپنی دائیں طرف کھڑا کیا۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے گھر میں ان کے لیے برکت کی خاطر نماز پڑھی تھی۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر بچہ اکیلا ہو تو وہ صف میں مردوں کے ساتھ کھڑا ہوگا۔ عورت

مردوں کی صف میں کھڑی نہیں ہوسکتی، بلکہ اکیلی پیچھے کھڑی ہو اور اس کا صف میں اکیلے کھڑے ہونا جائز ہے۔ ② اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ صاحب تمیز بچے کی نماز صحیح ہے اور تراویح کے علاوہ بھی نفلی جماعت جائز ہے۔

(المعجم ٦٠) بَابُ [مَا جَاءَ] مَنْ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ (التحفة ٦٠)

باب:60۔ امامت کا حق دار کون ہے؟

٢٣٥- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ؛ ح: وَحَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَ[عَبْدُ اللهِ] بْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ الزُّبَيْدِيِّ، عَنْ أَوْسِ بْنِ ضَمْعَجٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيَّ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ، فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً، فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَكْبَرُهُمْ سِنًّا، وَلَا يُؤَمُّ الرَّجُلُ فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يُجْلَسُ عَلَى تَكْرِمَتِهِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ».

[235] سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کی امامت وہی کرائے جو کتاب اللہ کا زیادہ قاری ہو۔ اگر وہ قراءت میں برابر ہوں تو وہ جو اُن میں سنت کا زیادہ عالم ہو، اگر سنت کے علم میں بھی برابر ہوں تو وہ جس نے ہجرت پہلے کی ہو۔ اگر وہ ہجرت میں بھی برابر ہوں تو جو اُن میں عمر میں بڑا ہو اور کسی شخص کے علاقہ/اقتدار میں اس کی امامت نہ کرائی جائے اور نہ اس کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر اس کی عزت کی جگہ (مسند) پر بیٹھا جائے۔''

قَالَ مَحْمُودٌ [بْنُ غَيْلَانَ]: قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ فِي حَدِيثِهِ: «أَقْدَمُهُمْ سِنًّا». [قَالَ أَبُو عِيسَى]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَمَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، وَعَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَحَدِيثُ أَبِي مَسْعُودٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، قَالُوا: أَحَقُّ النَّاسِ بِالْإِمَامَةِ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ، وَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، وَقَالُوا: صَاحِبُ الْمَنْزِلِ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِذَا أَذِنَ صَاحِبُ الْمَنْزِلِ لِغَيْرِهِ فَلَا بَأْسَ أَنْ

محمود بن غیلان، ابن نمیر سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنی روایت میں [أَكْبَرُهُمْ سِنًّا] کی جگہ [أَقْدَمُهُمْ سِنًّا] کہا ہے۔ (دونوں کا مقصد ایک ہی ہے۔) امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابوسعید، انس بن مالک، مالک بن حویرث اور عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہم کی روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا عمل اس پر ہے کہ لوگوں میں سے امامت کا حق دار وہی ہے جو کتاب اللہ کی تلاوت زیادہ کرتا ہو اور سنت کا علم زیادہ رکھتا ہو۔ وہ

٢٣٥- أخرجه مسلم، المساجد، باب من أحق بالإمامة؟، ح: ٦٧٣ من حديث أبي معاوية الضرير به * وفي الباب عن أبي سعيد، [مسلم، ح: ٦٧٢] وأنس بن مالك، [أحمد: ٣/ ١٦٣،] ومالك بن الحويرث، [البخاري، ح: ٦٢٨ ومسلم، ح: ٦٧٤] وعمرو بن سلمة، [البخاري، ح: ٤٣٠٢].

يُصَلِّيَ بِهِ، وَكَرِهَهُ بَعْضُهُمْ، وَقَالُوا: السُّنَّةُ أَنْ يُصَلِّيَ صَاحِبُ الْبَيْتِ. قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: وَقَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ: «[وَ] لَا يُؤَمُّ الرَّجُلُ فِي سُلْطَانِهِ، وَلَا يُجْلَسُ عَلَى تَكْرِمَتِهِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ»، فَإِذَا أَذِنَ فَأَرْجُو أَنَّ الْإِذْنَ فِي الْكُلِّ، وَلَمْ يَرَ بِهِ بَأْسًا إِذَا أَذِنَ لَهُ أَنْ يُصَلِّيَ بِهِ.

کہتے ہیں: گھر کا مالک، امامت کا زیادہ حق دار ہے اور بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اگر صاحب خانہ دوسرے کو اجازت دے دے تو پھر اس کے نماز پڑھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور بعض اس کو مکروہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں: سنت یہی ہے کہ صاحب خانہ ہی نماز پڑھائے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ کا فرمان: ''کسی آدمی کے زیر اقتدار علاقے میں اس کی امامت نہ کرائی جائے اور نہ اس کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر اس کی عزت گاہ میں بیٹھا جائے، الا یہ کہ وہ اجازت دے دے۔'' پھر جب وہ اجازت دے دے تو میرے خیال میں اجازت کا تعلق دونوں چیزوں سے ہے۔ جب وہ اجازت دے دے تو اسے نماز پڑھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فوائد و مسائل: ① [أَقْرَأُ] کے معنی یہ کیے جاتے ہیں کہ جو قرآن کا زیادہ قاری ہو اور قرآن اسے زیادہ یاد ہو، اس لیے امام احمد اور ابو یوسف رحمہ اللہ کے موقف کے مطابق وہی امامت کا حق دار ہے۔ امام شافعی اور مالک رحمہ اللہ کا ایک قول بھی یہی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ [أَفْقَهُ وَ أَعْلَمُ] (زیادہ سوجھ بوجھ اور زیادہ علم والا) مقدم ہوگا۔ امام ابوحنیفہ، امام محمد اور اوزاعی رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ [أَقْرَأُ] سے مراد قرآن سے زیادہ شغف اور تعلق رکھنے والا فرد ہے اور جو قرآن سے زیادہ شغف اور تعلق رکھے گا وہ [أفقه] اور [أعلم] بھی ہوگا، اس لیے آپ ﷺ نے [أَقْرَؤُهُمْ] کے بعد [أَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ] فرمایا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بَابُ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ کے عنوان سے اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ [أَقْرَأُ] سے مراد اس کا زیادہ علم رکھنے والا ہے، اس لیے نبی ﷺ نے اپنے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام مقرر فرمایا۔ سیدنا ابی رضی اللہ عنہ کو [أَقْرَأُ] اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ انھوں نے اپنے آپ کو اس کی تدریس کے لیے وقف کر لیا تھا۔ ② [قَرَأَ] کے معنی پڑھنا بھی ہیں اور پڑھانا، یعنی سنانا بھی ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا﴾ ''اور جب آپ لوگوں کو قرآن پڑھ کر سناتے ہیں تو ہم تمھارے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، ایک مخفی پردہ کر دیتے ہیں۔'' (بني إسرآئيل 45:17) اس لیے صحیح بات یہی ہے کہ امامت کا حق دار وہی ہے جو علم و فضل سے متصف ہو۔ اچھے کردار اور پسندیدہ اخلاق کا مالک ہو، قرآن سے شغف و تعلق اور ربط و ضبط رکھتا ہو، صرف وہ فرد مراد نہیں جو صرف تجوید و قراءت میں مہارت رکھتا ہو، لیکن الفاظ کے معانی اور مطالب سے کورا ہو۔ ③ امام راتب (مقرر شدہ امام) کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر امامت کروانا درست نہیں۔ ④ اگر دو یا زائد جملوں کے بعد کوئی استثنا یا شرط آئے تو اس کا تعلق تمام جملوں سے ہوگا، اس لیے [إِلَّا بِإِذْنِهِ] کا تعلق دونوں معطوف جملوں سے ہے۔ صحیح بات یہی ہے۔

ہاں، اگر کوئی دلیلِ تخصیص موجود ہو تو پھر اس کا تعلق صرف آخری جملے سے ہوگا۔ (الوجيز في أصول الفقه، للدكتور عبدالكريم زيدان: 315) احناف کے نزدیک تعلق صرف آخری جملے سے ہوگا لیکن وہ بھی یہاں اجازت کا تعلق دونوں سے قائم کرتے ہیں۔

(المعجم ٦١) بَابُ مَا جَاءَ إِذَا أَمَّ أَحَدُكُمُ النَّاسَ فَلْيُخَفِّفْ (التحفة ٦١)

باب: 61۔ جب کوئی شخص امامت کرائے تو تخفیف اور آسانی کو ملحوظ رکھے

٢٣٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَمَّ أَحَدُكُمُ النَّاسَ فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الصَّغِيرَ وَالْكَبِيرَ وَالضَّعِيفَ وَالْمَرِيضَ، فَإِذَا صَلَّى وَحْدَهُ، فَلْيُصَلِّ كَيْفَ شَاءَ».

[236] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی لوگوں کی امامت کرائے تو وہ تخفیف کرے، (قراءت زیادہ لمبی نہ کرے) کیونکہ ان میں چھوٹے بھی ہوتے ہیں اور بڑے بھی، کمزور بھی ہوتے ہیں اور بیمار بھی (جن کے لیے لمبی قراءت تکلیف کا باعث بن سکتی ہے) اور جب وہ اکیلا نماز پڑھے تو جیسی چاہے پڑھ لے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، وَأَنَسٍ، وَجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، وَمَالِكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، وَأَبِي وَاقِدٍ، وَعُثْمَانَ بْنِ [أَبِي] الْعَاصِ، وَأَبِي مَسْعُودٍ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، وَابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ اخْتَارُوا أَنْ لَّا يُطِيلَ الْإِمَامُ الصَّلَاةَ مَخَافَةَ الْمَشَقَّةِ عَلَى الضَّعِيفِ وَالْكَبِيرِ وَالْمَرِيضِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَأَبُو الزِّنَادِ اسْمُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ ذَكْوَانَ وَالْأَعْرَجُ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ هُرْمُزَ [الْمَدَنِيُّ] [وَ] يُكْنٰى أَبَادَاوُدَ.

(امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) اس مسئلے میں سیدنا عدی بن حاتم، انس، جابر بن سمرہ، مالک بن عبداللہ، ابوواقد، عثمان بن (ابی) عاص، ابومسعود، جابر بن عبداللہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا قول اس کے مطابق ہے۔ انھوں نے اس بات کو اپنایا ہے کہ امام اتنی لمبی نماز نہ پڑھائے جس سے کمزور، بڑے (بوڑھے) اور بیمار کے لیے مشقت کا اندیشہ یا ڈر ہو۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ابوزناد کا نام عبداللہ بن ذکوان ہے اور اعرج سے مراد عبدالرحمن بن ہرمز مدنی ہے جس کی کنیت ابوداود ہے۔

٢٣٦- أخرجه مسلم، الصلاة، باب أمر الأئمة بتخفيف الصلاة في تمام، ح: ٤٦٧ عن قتيبة، والبخاري، الأذان، باب: إذا صلى لنفسه فليطول ماشآء، ح: ٧٠٣ من حديث أبي الزناد به * وفي الباب عن عدي بن حاتم، أحمد: ٤/ ٢٥٧، ٢٥٨ وأنس، [البخاري، ح: ٧٠٦، ٧٠٨ ومسلم، ح: ٤٦٩] وجابر بن سمرة، [أحمد: ٥/ ٩١] ومالك بن عبدالله، [أحمد: ٥/ ٢٢٥، ٢٢٦] وأبي واقد، [أحمد: ٥/ ٢١٨، ٢١٩] وعثمان بن أبي العاص، [مسلم، ح: ٤٦٨] وأبي مسعود، [البخاري، ح: ٧١٥٩ ومسلم، ح: ٤٦٦] وجابر بن عبدالله [البخاري، ح: ٧٠١ ومسلم، ح: ٤٦٥] وابن عباس، [انظر مجمع الزوائد: ٢/ ٧٣].

فائدہ: بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جو اپنے قبائل یا اپنے محلوں کی مساجد میں نماز پڑھاتے تھے، وہ اپنے ذوقِ عبادت اور جذبۂ اخلاص کی بنا پر بہت لمبی نماز پڑھا دیتے تھے جس کی وجہ سے کمزور، بیمار، مصروف اور بڑی عمر کے لوگوں کو بعض دفعہ بہت تکلیف اٹھانی پڑتی تھی، اس لیے نبی ﷺ نے یہ ہدایت فرمائی کہ امام کو اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ مقتدیوں میں کبھی کوئی بیمار، کمزور، بوڑھا یا تھکا ہارا بھی ہوتا ہے، اس لیے نماز زیادہ لمبی نہ پڑھائے، یہ مطلب نہیں ہے کہ ہمیشہ اور ہر وقت نماز میں چھوٹی چھوٹی سورتیں ہی پڑھی جائیں اور رکوع و سجود میں تین مرتبہ سے زائد کبھی تسبیح نہ پڑھی جائے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ خود جیسی معتدل نماز پڑھاتے تھے وہی امت کے لیے اصل معیار اور کامل نمونہ ہے جس کی روشنی میں نمازیں ادا کی جانی چاہئیں۔

٢٣٧۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ [بْنِ مَالِكٍ] قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ أَخَفِّ النَّاسِ صَلَاةً فِي تَمَامٍ.

[237] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز سب سے زیادہ ہلکی اور مکمل ہوتی تھی۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ [وَاسْمُ أَبِي عَوَانَةَ وَضَّاحٌ]. [قَالَ أَبُو عِيسٰى: سَأَلْتُ قُتَيْبَةَ قُلْتُ: أَبُو عَوَانَةَ مَا اسْمُهُ؟ قَالَ: وَضَّاحٌ. قُلْتُ: ابْنُ مَنْ؟ قَالَ: لَا أَدْرِي، كَانَ عَبْدًا لِامْرَأَةٍ بِالْبَصْرَةِ].

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن، صحیح ہے اور ابوعوانہ کا نام وضاح ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے قتیبہ سے پوچھا: ابوعوانہ کا نام کیا ہے؟ انھوں نے کہا: وضاح۔ میں نے پوچھا: کس کا بیٹا؟ انھوں نے کہا: مجھے پتا نہیں ہے، وہ بصرہ میں ایک عورت کا غلام تھا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل کسوٹی اور معیار آپ ﷺ کی قراءت اور تسبیحات ہیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہی بیان فرماتے ہیں: میں نے کسی کو اس نوجوان، یعنی عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے مشابہ نماز پڑھاتے نہیں دیکھا، اور وہ رکوع و سجود میں دس دس تسبیحات کہتے تھے۔ تخفیف کا تعلق دراصل قراءت سے ہے، دوسرے ارکان سے نہیں، اس لیے ہر نماز میں مسنون مقدار کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

(المعجم ٦٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَحْرِيمِ الصَّلَاةِ وَتَحْلِيلِهَا (التحفة ٦٢)

باب: 62۔ نماز کی تحریم اور تحلیل کا بیان

٢٣٨۔ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ

[238] سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ

٢٣٧ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب أمر الأئمة بتخفيف الصلاة في تمام، ح:٤٦٩ عن قتيبة، و البخاري، الأذان، باب الإيجاز في الصلاة وإكمالها، ح:٧٠٦ من حديث أنس به.

٢٣٨ـ [صحيح لغيره] أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب مفتاح الصلاة الطهور، ح:٢٧٦ من حديث أبي سفيان طريف السعدي به وللحديث شواهد كثيرة * وفي الباب عن علي [تقدم:٣] وعائشة، [مسلم، ح:٤٩٨ فيه الاستفتاح والتسليم] * قول ابن مهدي صحيح عنه.

[الْفُضَيْلِ] عَنْ أَبِي سُفْيَانَ طَرِيفِ السَّعْدِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ، وَلَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِالْحَمْدِ وَسُورَةٍ فِي فَرِيضَةٍ أَوْ غَيْرِهَا».

نے فرمایا: ''نماز کی کنجی طہارت ہی ہے اور اس کی تحریم تکبیر ہی ہے، یعنی اللہ اکبر کہنے سے نماز کے منافی اعمال حرام ہو جاتے ہیں۔ اور اس کی تحلیل سلام ہی ہے، یعنی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ کہنے سے مذکورہ اعمال جائز ہو جاتے ہیں۔ اور جس نے سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہوتی، نماز فرض ہو یا غیر فرض۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ]. وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَعَائِشَةَ. [قَالَ] وَحَدِيثُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ [فِي هٰذَا] أَجْوَدُ إِسْنَادًا وَأَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ. وَقَدْ كَتَبْنَاهُ فِي أَوَّلِ كِتَابِ الْوُضُوءِ، وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ: إِنَّ تَحْرِيمَ الصَّلَاةِ التَّكْبِيرُ، وَلَا يَكُونُ الرَّجُلُ دَاخِلًا فِي الصَّلَاةِ إِلَّا بِالتَّكْبِيرِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: [وَ] سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ مُحَمَّدَ ابْنَ أَبَانٍ [مُسْتَمْلِيَ وَكِيعٍ] يَقُولُ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ مَهْدِيٍّ يَقُولُ: لَوِ افْتَتَحَ الرَّجُلُ الصَّلَاةَ بِسَبْعِينَ اسْمًا مِّنْ أَسْمَاءِ اللهِ، وَلَمْ يُكَبِّرْ لَمْ يُجْزِهِ. وَإِنْ أَحْدَثَ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ أَمَرْتُهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ ثُمَّ يَرْجِعَ إِلٰى مَكَانِهِ وَيُسَلِّمَ إِنَّمَا الْأَمْرُ عَلٰى وَجْهِهِ. [قَالَ] وَأَبُو نَضْرَةَ اسْمُهُ [الْ]مُنْذِرُ بْنُ مَالِكِ بْنِ قُطَعَةَ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ اور اس مسئلے میں سیدنا علی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات وارد ہیں۔ اور سیدنا علی کی روایت کی سند سیدنا ابوسعید کی روایت سے زیادہ عمدہ اور صحیح تر ہے جو ہم کتاب الوضوء کے آغاز میں لکھ چکے ہیں۔ اہل علم صحابۂ کرام ہوں یا بعد کے لوگ، ان کا عمل اسی پر ہے۔ سفیان ثوری، ابن المبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کہتے ہیں: نماز کی تحریم تکبیر ہے اور انسان تکبیر کے بغیر نماز میں داخل نہیں سمجھا جائے گا۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: امام عبدالرحمن بن مہدی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اگر انسان نماز شروع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ستر نام بھی لے لے اور تکبیر (اللہ اکبر) نہ کہے تو کوئی بھی کفایت نہیں کرے گا۔ اور اگر وہ سلام پھیرنے سے پہلے بے وضو ہو جائے تو میں اسے حکم دوں گا کہ وہ نیا وضو کرے پھر اپنی جگہ پر واپس لوٹے اور سلام پھیرے۔ ہر کام اپنے خاص طریقے کے مطابق ہی ہونا چاہیے۔ ابونضرہ کا نام منذر بن مالک بن قطعہ ہے۔

لغوی تشریح: [مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ] نماز کی کنجی یا چابی جس کے بغیر نماز میں داخل نہیں ہوا جا سکتا۔ [تَحْرِيم] نماز میں داخل ہونے اور اس کا آغاز کر کے اس کے منافی چیزوں کو حرام ٹھہرانے والی چیز۔ [تَحْلِيل] نماز سے نکالنے والی چیز جس سے نماز کے سبب حرام ہونے والے اعمال حلال اور جائز ہو جاتے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① ائمۂ ثلاثہ، یعنی امام مالک، شافعی، احمد اور ابو یوسف رحمہم اللہ اور جمہور امت کے نزدیک نماز شروع کرنے کے لیے تکبیر کہنا فرض ہے اور یہ نماز کا اس طرح رکن اور حصہ ہے جس طرح کہ رکوع و سجود ہے، لہٰذا اگر کسی شخص نے تکبیر تحریمہ عمداً

یا بھول کر چھوڑ دی تو اس کی نماز نہیں ہوگی کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: [تَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ] ''اس کی تحریم تکبیر ہی ہے'' جبکہ بعض علماء کے نزدیک تکبیر تحریمہ بھول جانے کی صورت میں رکوع کی تکبیر کفایت کر جائے گی۔ اسی طرح نماز سے نکلنے کے لیے جمہور امت، ائمۂ ثلاثہ اور ابو یوسف کے نزدیک [اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ] کہنا فرض ہے۔ اگر کوئی شخص [اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ] کے علاوہ کسی اور طریقے سے نماز ختم کرے تو اس کی نماز نہیں ہوتی، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نماز کے منافی کوئی عمل و حرکت عمداً کر کے نماز سے نکلنا فرض ہے اور صیغۂ سلام واجب ہے، لہٰذا جو شخص صیغۂ سلام کے سوا کسی اور طریقے سے نماز سے نکلے گا اس کا فریضہ تو ادا ہو جائے گا لیکن نماز کا دہرانا واجب ہوگا۔ لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ موقف صحیح احادیث اور نبی ﷺ کے زندگی بھر کے معمول کے خلاف ہے۔ نبی ﷺ سلام کے بغیر کبھی نماز سے نہیں نکلے۔ ② ہر نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے اور یہ ہر رکعت میں پڑھی جائے گی۔ فاتحہ کے علاوہ کوئی اور سورت پڑھنا فرض نہیں ہے، امام مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں۔ یہ موضوع بڑا تفصیل طلب ہے۔ فاتحہ کے مسئلے میں عربی میں بہترین کتاب، محدث روپڑی رحمہ اللہ کی ''الكتاب المستطاب في جواب فصل الخطاب'' اور اردو میں مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی ''توضیح الکلام'' اور مولانا عبدالرحمن مبارک پوری رحمہ اللہ کی کتاب ''تحقیق الکلام'' قابل مطالعہ ہیں۔

(المعجم ٦٣) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي نَشْرِ الْأَصَابِعِ عِنْدَ التَّكْبِيرِ (التحفة ٦٣)

باب: 63۔ تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے انگلیاں کھولنا

٢٣٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَمَانٍ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ سَمْعَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا كَبَّرَ لِلصَّلَاةِ نَشَرَ أَصَابِعَهُ.

[239] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے تکبیر تحریمہ کہتے تو اپنی انگلیاں سیدھی کر لیتے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ [حَسَنٌ] [وَ] قَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَمْعَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ مَدًّا. وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ رِوَايَةِ يَحْيَى ابْنِ الْيَمَانِ، وَأَخْطَأَ ابْنُ يَمَانٍ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ.

ابو عیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اور کئی راویوں نے ابن ابی ذئب کی سند سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یوں بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ سیدھے لمبے اٹھاتے۔ یہ روایت یحییٰ بن یمان کی مذکورہ بالا روایت سے صحیح تر ہے۔ ابن یمان نے اس حدیث میں غلطی کھائی ہے۔

٢٣٩- [ضعيف] أخرجه ابن خزيمة، ح: ٤٥٨ من حديث أبي سعيد الأشج به وصححه ابن حبان، ح: ٤٤٦ والذهبي في تلخيص المستدرك: ١/ ٢٣٥ يحيى بن اليمان: صدوق عابد، يخطىء كثيرًا وقد تغير (تقريب: ٧٦٧٩) وحديثه في صحيح مسلم صحيح.

٢٤٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ الْحَنَفِيُّ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ مَدًّا.

[240] سعید بن سمعان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: میں نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ سیدھے لمبے اٹھاتے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: قَالَ عَبْدُ اللهِ [بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ]: وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ يَمَانٍ، وَحَدِيثُ يَحْيَى بْنِ يَمَانٍ خَطَأٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عبدالرحمن نے کہا: یہ حدیث یحییٰ بن یمان کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے اور یحییٰ بن یمان کی حدیث صحیح نہیں۔

لغوی تشریح: نشر دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے: ایک ضد القبض، یعنی انگلیوں کو سیدھا رکھنا، گویا موڑنے کی ضد ہے اور دوسرا ضد الضم، یعنی دو انگلیوں کے درمیان فاصلہ رکھنا، گویا ملانے کی ضد ہے اور یہاں پہلے معنی مراد ہیں، یعنی انگلیوں کو سیدھا اور اونچا کرنا اور مداً کے یہی معنی ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے نشر کے معنی مد کیے ہیں۔ (المغني: 138/2) اس تطبیق کی ضرورت اس وقت ہے جب دونوں روایتیں صحیح ہوں جبکہ صورت حال ایسی نہیں کیونکہ نشر والی روایت کی سند ضعیف ہے۔

(المعجم ٦٤) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي فَضْلِ التَّكْبِيرَةِ الْأُولٰى (التحفة ٦٤)

باب: 64۔ (جماعت میں) پہلی تکبیر (تکبیر تحریمہ) میں شمولیت کی فضیلت

٢٤١- حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ وَنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ [الْجَهْضَمِيُّ] قَالَا: حَدَّثَنَا [أَبُو قُتَيْبَةَ] سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ عَنْ طُعْمَةَ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ صَلّٰى لِلّٰهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا فِي جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيرَةَ الْأُولٰى كُتِبَتْ لَهُ بَرَاءَتَانِ: بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ، وَبَرَاءَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ».

[241] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے اللہ کی خاطر چالیس دن تک تکبیر اولیٰ کے ساتھ جماعت میں شرکت کی، اس کے لیے دو نجاتیں لکھ دی جاتی ہیں: آگ سے نجات اور نفاق سے براءت۔“

قَالَ أَبُو عِيسٰى: [وَ]قَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث سیدنا

٢٤٠- أخرجه أبوداود، ح: ٧٥٣ من حديث ابن أبي ذئب به وصححه ابن خزيمة، ح: ٤٧٣ وابن حبان (الإحسان): ١٧٧٤ والحاكم: ١/ ١٣٤ والذهبي.

٢٤١- أخرجه المزي في تهذيب الكمال: ٩/ ٢٣٢ من حديث نصر بن علي الجهضمي به وللحديث شواهد عند أحمد (٣/ ١٥٥) وغيره راجع للتفصيل: الصحيحة للألباني، حديث: ٢٦٥٢.

أَنَسٍ مَوْقُوفًا، وَلَا أَعْلَمُ أَحَدًا رَفَعَهُ إِلَّا مَا رَوٰى سَلْمُ ابْنُ قُتَيْبَةَ عَنْ طُعْمَةَ بْنِ عَمْرٍو [عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ] وَإِنَّمَا يُرْوٰى هٰذَا [الْحَدِيثُ] عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ الْبَجَلِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَوْلُهُ: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ خَالِدِ بْنِ طَهْمَانَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ الْبَجَلِيِّ، عَنْ أَنَسٍ قَوْلَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ، وَرَوٰى إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ هٰذَا. وَهٰذَا حَدِيثٌ غَيْرُ مَحْفُوظٍ، وَهُوَ حَدِيثٌ مُرْسَلٌ. وَعُمَارَةُ ابْنُ غَزِيَّةَ لَمْ يُدْرِكْ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ. [قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَبِيبُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ يُكْنٰى أَبَا الْكَشُوثٰى وَيُقَالُ: أَبُو عُمَيْرَةَ].

انس رضی اللہ عنہ کے قول کی حیثیت سے بیان کی گئی ہے اور میرے علم کے مطابق صرف سلم بن قتیبہ ہی نے اسے مرفوع بیان کیا ہے اور یہ حدیث حبیب بن ابی حبیب بجلی نے بھی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے موقوف ہی بیان کی ہے۔ ہمیں یہ موقوف روایت ہناد نے بھی وکیع کی سند سے موقوف ہی سنائی۔ اور یہی حدیث اسماعیل بن عیاش نے عمارہ بن غزیہ کی سند سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کی ہے۔ لیکن یہ حدیث محفوظ نہیں مرسل ہے، یعنی منقطع ہے۔ کیونکہ عمارہ بن غزیہ کو سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہے۔ امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حبیب بن ابی حبیب کی کنیت ابوکشوثی ہے اور انھیں ابوعمیرہ بھی کہا جاتا ہے۔

فوائد و مسائل: ① تکبیر اولیٰ سے مراد تکبیر تحریمہ ہے، اگرچہ اکثر فقہاء اس سے پہلی رکعت میں شریک ہونا مراد لیتے ہیں لیکن یہ ظاہر حدیث کے خلاف ہے۔ ② نماز سے مراد مسنون نماز ہے جو دکھلاوے کے لیے نہ ہو، نیز خالص عقیدۂ توحید بنیادی شرط ہے۔ یاد رہے کہ اس طرح کی جتنی بشارتیں ہیں ان میں توحید شرط لازم ہے۔

(المعجم ٦٥) بَابُ مَا يَقُولُ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ (التحفة ٦٥)

باب: 65۔ نماز کے آغاز میں کون سی دعا پڑھے؟

٢٤٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ الرِّفَاعِيِّ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ بِاللَّيْلِ كَبَّرَ ثُمَّ

[242] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہہ کر یہ دعا پڑھتے: [سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ]

٢٤٢ـ أخرجه أبو داود، الصلاة، باب من رأى الاستفتاح بسبحانك اللهم وبحمدك، ح: ٧٧٥ من حديث جعفر بن سليمان به وصححه ابن خزيمة، ح: ٤٦٧ * وفي الباب عن علي، [مسلم، ح: ٧٧١] و عائشة [يأتي: ٢٤٣] وعبدالله بن مسعود، [انظر مجمع الزوائد: ٢/١٠٦] وجابر، [النسائي، ح: ٨٩٧] وجبير بن مطعم، [أبو داود، ح: ٧٦٤] وابن عمر، [يأتي، ح: ٣٥٩٢ ومسلم، ح: ٦٠١].

يَقُولُ: «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالٰى جَدُّكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ»، ثُمَّ يَقُولُ: «اللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا» ثُمَّ يَقُولُ: «أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، مِنْ هَمْزِهِ وَنَفْخِهِ وَنَفْثِهِ».

''اے اللہ! تو اپنی ساری خوبیوں اور کمالات کے ساتھ پاک اور منزہ ہے۔ تیرا نام (پاک) بڑا بابرکت ہے اور تیری شان بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔'' پھر فرماتے: [اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا] ''اللہ سب سے بڑا ہے بہت ہی بڑا'' پھر فرماتے: [أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ هَمْزِهِ وَنَفْخِهِ وَنَفْثِهِ] ''میں شیطان مردود کے وسوسے، اس کے تکبر و گھمنڈ اور اس کے جادو سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں جو سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَعَائِشَةَ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَجَابِرٍ، وَجُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، وَابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَحَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ أَشْهَرُ حَدِيثٍ فِي هٰذَا الْبَابِ، وَقَدْ أَخَذَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ بِهٰذَا الْحَدِيثِ، وَأَمَّا أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ فَقَالُوا: إِنَّمَا يُرْوٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالٰى جَدُّكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ» وَهٰكَذَا رُوِيَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِينَ وَغَيْرِهِمْ. وَقَدْ تُكُلِّمَ فِي إِسْنَادِ حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ، كَانَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ يَتَكَلَّمُ فِي عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ [الرِّفَاعِيِّ] وَقَالَ أَحْمَدُ: لَا يَصِحُّ هٰذَا الْحَدِيثُ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا علی، عبداللہ بن مسعود، سیدہ عائشہ، سیدنا جابر، جبیر بن مطعم اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث سب سے زیادہ مشہور ہے اور بعض اہل علم نے اس حدیث کو قبول کیا ہے، لیکن اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ نبی ﷺ سے تو بس یہی منقول ہے کہ آپ فرماتے تھے: [سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ] سیدنا عمر بن خطاب اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے۔ تابعین اور دیگر اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند پر جرح کی گئی ہے۔ امام یحییٰ بن سعید، علی بن علی (رفاعی) پر جرح کرتے تھے۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح نہیں۔

٢٤٣- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ وَيَحْيَى بْنُ مُوسٰى قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ أَبِي الرِّجَالِ،

[243] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ جب نماز کا آغاز کرتے تو فرماتے: [سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ

٢٤٣- [حسن بالشواهد] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب افتتاح الصلاة، ح: ٨٠٦ من حديث أبي معاوية الضرير به وأعله ابن خزيمة، ح: ٤٧٠ والحديث السابق شاهد له.

عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ قَالَ: «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالٰى جَدُّكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ».

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ [مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ] إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَحَارِثَةُ قَدْ تُكُلِّمَ فِيهِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ. وَأَبُو الرِّجَالِ اسْمُهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ [الْمَدَنِيُّ].

بِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ] ”اے اللہ! تو اپنے کمالات و خوبیوں کے ساتھ پاک و منزہ ہے اور تیرا نام بڑا بابرکت ہے اور تیری شان و عظمت بہت بلند و بالا ہے اور تیرے سوا کوئی الہ نہیں ہے۔“

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں اور حارثہ پر اس کے حافظے کے سبب جرح کی گئی ہے۔ ابورجال کا نام محمد بن عبدالرحمان مدنی ہے۔

فائدہ: امام مالک رحمہ اللہ کے سوا باقی ائمہ دعائے استفتاح کے قائل ہیں اور اس سلسلے میں جو مختلف دعائیں نبی ﷺ سے منقول ہیں سب ہی کا پڑھنا درست ہے، صرف افضل میں اختلاف ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ اور احناف کے نزدیک مذکورہ دعا راجح اور افضل ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بقول بعض سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی [اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ... الخ] والی دعا افضل ہے اور بقول بعض سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منقول [وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ... الخ] بہتر ہے۔ صحیح تر ہونے کے اعتبار سے سب سے بہتر سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت ہے۔

(المعجم ٦٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَرْكِ الْجَهْرِ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ (التحفة ٦٦)

باب: 66۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ بلند آواز سے نہ پڑھنے کا بیان

٢٤٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ [بْنُ إِيَاسٍ] الْجُرَيْرِيُّ عَنْ قَيْسِ بْنِ عَبَايَةَ، عَنِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ: سَمِعَنِي أَبِي وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ أَقُولُ: ﴿بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ﴾ فَقَالَ لِي: أَيْ بُنَيَّ! مُحْدَثٌ، إِيَّاكَ وَالْحَدَثَ، قَالَ: وَلَمْ أَرَ أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ كَانَ أَبْغَضَ إِلَيْهِ الْحَدَثُ فِي الْإِسْلَامِ - يَعْنِي مِنْهُ - وَقَالَ: وَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ، وَمَعَ عُثْمَانَ فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِّنْهُمْ يَقُولُهَا،

[244] یزید بن عبداللہ بن مغفل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے نماز میں بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ اونچی آواز سے پڑھتے سنا تو فرمایا: اے میرے بیٹے! یہ نیا کام ہے اور اپنے آپ کو نئے کام سے بچاؤ، اور فرمایا: میں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا ہے کہ وہ اسلام میں نئی چیز نکالنے سے زیادہ کسی چیز کو ناپسند نہیں سمجھتے تھے (ان کو سب سے زیادہ غصہ بدعت پر آتا تھا)۔ اور فرمایا: میں نے نبی ﷺ، ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی اقتدا میں نماز پڑھی ہے تو میں نے ان میں سے کسی کو نہیں سنا کہ وہ بسم اللہ (بلند

٢٤٤ـ [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب افتتاح القراءة، ح: ٨١٥ من حديث إسماعيل وهو ابن علية به وابن عبدالله بن مغفل مجهول الحال لم يوثقه غير الترمذي.

فَلَا تَقُلْهَا، إِذَا أَنْتَ صَلَّيْتَ فَقُلْ: ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾.

آواز سے) پڑھتے ہوں، اس لیے تم بھی اس کو (بلند آواز سے) نہ پڑھو۔ جب نماز پڑھو تو کہو: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْهُمْ: أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَغَيْرُهُمْ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِّنَ التَّابِعِينَ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، لَا يَرَوْنَ أَنْ يَجْهَرَ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ، قَالُوا: وَيَقُولُهَا فِي نَفْسِهِ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اور اکثر اہل علم صحابۂ کرام، مثلاً: سیدنا ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم وغیرہ اور ان کے بعد اکثر تابعین کا اسی پر عمل تھا۔ سفیان ثوری، ابن المبارک، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بلند آواز سے نہ پڑھے بلکہ آہستہ آہستہ دل میں پڑھے۔

فائدہ: امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ آہستہ یا بلند آواز میں دونوں صورتوں میں نہیں پڑھی جائے گی۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کے نزدیک سراً (آہستہ پڑھنا) افضل ہے اور احناف کا بھی یہی نظریہ ہے۔ حافظ ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمہما اللہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جہری نماز میں جہراً اور سری نماز میں سراً پڑھی جائے۔ علامہ امیر یمانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ بسم اللہ قرآنی آیت ہے، اس لیے اس کا حکم بھی باقی قرآن والا ہے، جہاں قراءت جہری ہو وہاں بسم اللہ جہری ہوگی اور جہاں سری ہو وہاں سری ہوگی۔ (سبل السلام: 263/1 طبعة جمعية إحياء التراث الإسلامي) حقیقت یہ ہے کہ دونوں ہی طرح پڑھنا درست ہے، تاہم آہستہ آواز سے پڑھنا افضل ہے۔

(المعجم ٦٧) بَابُ مَنْ رَأَى الْجَهْرَ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ (التحفة ٦٧)

باب: 67۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بلند آواز سے پڑھنی چاہیے (ان کی دلیل)

٢٤٥- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ [الضَّبِّيُّ]: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ حَمَّادٍ عَنْ أَبِي خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَفْتَتِحُ صَلَاتَهُ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ.

[245] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نماز کا آغاز بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے کرتے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: [هٰذَا حَدِيثٌ] لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِذَاكَ، وَقَدْ قَالَ بِهٰذَا عِدَّةٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند قابل اعتماد نہیں ہے اگرچہ بہت سے اہل علم صحابہ کا یہی

٢٤٥- [ضعيف] أخرجه أبو داود كما في تحفة الأشراف: ٥/ ٢٦٥، ح: ٦٥٣٧ من حديث المعتمر به وقال 'ضعيف' / أبو خالد هو هرمز الوالبي الكوفي، ضعيف الحديث على الراجح * إسماعيل هو ابن حماد بن أبي سليمان.

أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْهُمْ: أَبُو هُرَيْرَةَ، وَابْنُ عُمَرَ، وَابْنُ عَبَّاسٍ، وَابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِّنَ التَّابِعِينَ، رَأَوُا الْجَهْرَ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ. وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ حَمَّادٍ هُوَ ابْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ، وَأَبُو خَالِدٍ يُقَالُ هُوَ أَبُو خَالِدٍ الْوَالِبِيُّ وَاسْمُهُ هُرْمُزٌ وَهُوَ كُوفِيٌّ.

قول ہے، مثلاً: سیدنا ابوہریرہ، ابن عمر، ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم اور بعض تابعین کا بھی موقف ہے کہ بسم اللہ جہری پڑھی جائے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور اسماعیل بن حماد (ابن ابی سلیمان) کا یہی قول ہے۔ ابو خالد جسے ابو خالد والبی کہتے ہیں، کا نام ہرمز ہے اور یہ کوفی ہیں۔

(المعجم ٦٨) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي افْتِتَاحِ الْقِرَاءَةِ: بِـ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (التحفة ٦٨)

باب: 68۔ قراءت کا آغاز ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ سے کیا جائے گا

٢٤٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ يَفْتَتِحُونَ الْقِرَاءَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

[246] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم قراءت کا آغاز ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ سے کیا کرتے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ، كَانُوا يَسْتَفْتِحُونَ الْقِرَاءَةَ بِالْحَمْدِ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. قَالَ الشَّافِعِيُّ: إِنَّمَا مَعْنَى هٰذَا الْحَدِيثِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ كَانُوا يَفْتَتِحُونَ الْقِرَاءَةَ بِالْحَمْدِ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، مَعْنَاهُ: أَنَّهُمْ كَانُوا يَبْدَأُونَ بِقِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ قَبْلَ السُّورَةِ، وَلَيْسَ مَعْنَاهُ أَنَّهُمْ كَانُوا لَا يَقْرَأُونَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ. وَكَانَ الشَّافِعِيُّ يَرٰى أَنْ يُبْدَأَ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ وَأَنْ يُجْهَرَ بِهَا إِذَا جُهِرَ بِالْقِرَاءَةِ.

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے اہل علم کا عمل اسی پر ہے، وہ قراءت کا آغاز ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ سے کیا کرتے تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث کہ نبی ﷺ، سیدنا ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم قراءت کا آغاز ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ سے کیا کرتے تھے، اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ کوئی سورت پڑھنے سے پہلے سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔ یہ معنی نہیں کہ وہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہیں پڑھتے تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ خیال تھا کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے آغاز کیا جائے اور بلند قراءت کے وقت اس کو بھی بلند آواز سے پڑھا جائے۔

فائدہ: اس حدیث سے بعض ائمہ نے استدلال کیا ہے کہ بسم اللہ قرآن مجید کا حصہ نہیں ہے۔ اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ

٢٤٦ـ أخرجه البخاري، ح: ٧٤٣ ومسلم، ح: ٣٩٩/ ٥٢ من حديث قتادة به وزاد مسلم: "لا يذكرون بسم الله الرحمن الرحيم، في أول قراءة، ولا في آخرها" يعني لا يجهرون بها.

بسم اللہ قرآن مجید کا جز ہے یا نہیں، مذاہب کی تفصیل اس طرح ہے کہ سورۂ نمل کے اندر بسم اللہ بالاتفاق قرآن مجید کا جز ہے اور سورۂ توبہ کے شروع میں نہیں پڑھی جائے گی اور باقی سورتوں کے آغاز میں جو بسم اللہ ہے، امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک وہ قرآن کا جز نہیں ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ سورۂ فاتحہ اور باقی سورتوں کا بھی جز ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہ سورۂ فاتحہ کا جز ہے، باقی سورتوں کا جز نہیں ہے اور نہ یہ قرآن ہے۔ امام اسحاق، ابوعبید رحمہما اللہ، اہل کوفہ، اہل مکہ اور اہل عراق کا یہی موقف ہے۔ (جامع الترمذي، بتحقيق أحمد محمد شاكر: 20/2) راجح بات یہ ہے کہ یہ قرآنِ مجید کا حصہ اور مستقل آیت ہے جو سورتوں کے درمیان فصل و امتیاز کے لیے ہے، تاہم سورۂ فاتحہ کی ایک آیت ہے جیسا کہ ایک حدیث میں صراحت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: [بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ إِحْدَاهَا] ''بسم اللہ، سورۂ فاتحہ کی ایک آیت ہے۔'' (السلسلة الصحيحة للألباني، حديث: 1183)

(المعجم ٦٩) بَابُ مَا جَاءَ: أَنَّهُ لَا صَلَاةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (التحفة ٦٩)

باب: 69۔ فاتحۃ الکتاب پڑھے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی

٢٤٧- حَدَّثَنَا [مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى] بْنِ أَبِي عُمَرَ [الْمَكِّيُّ أَبُو عَبْدِاللهِ الْعَدَنِيُّ] وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ [بْنُ عُيَيْنَةَ] عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَحْمُودِ ابْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ».

[247] سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے فاتحۃ الکتاب نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہے۔''

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَائِشَةَ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي قَتَادَةَ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عُبَادَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، مِنْهُمْ: عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَ[عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ]، وَجَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ، وَغَيْرُهُمْ، قَالُوا: لَا تُجْزِئُ صَلَاةٌ إِلَّا بِقِرَاءَةِ فَاتِحَةِ

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ، سیدہ عائشہ، سیدنا انس، ابوقتادہ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اکثر اہل علم صحابۂ کرام کا عمل اس پر ہے۔ ان میں سیدنا عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، جابر بن عبداللہ اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل ہیں۔ ان حضرات کا قول ہے کہ فاتحۃ الکتاب پڑھے بغیر نماز

٢٤٧- أخرجه البخاري، ح: ٧٥٦ ومسلم، ح: ٣٩٤ من حديث سفيان بن عيينة به. فائدة: هذا الحديث عام شامل للإمام والمأموم والمنفرد وكان عبادة رضي الله عنه الراوي يرى القراءة خلف الإمام وهو أعلم بتأويل هذا الحديث من غيره * وفي الباب عن أبي هريرة [يأتي: ٢٩٥٣] وعائشة، [ابن ماجه، ح: ٨٤٠] وأنس، [ابن حبان، ح: ٤٥٨، ٤٥٩] وأبي قتادة، [أحمد: ٣٠٨/٥] وعبدالله بن عمرو، [أحمد: ٢/ ٢٠٤، ٢١٥] [وجماعة من الصحابة فالحديث متواتر].

الْكِتَابِ. [وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: كُلُّ صَلَاةٍ لَمْ يُقْرَأْ فِيهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَهِيَ خِدَاجٌ غَيْرُ تَمَامٍ]. وَبِهِ يَقُولُ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. [سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي عُمَرَ يَقُولُ: اخْتَلَفْتُ إِلَى ابْنِ عُيَيْنَةَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَنَةً، وَكَانَ الْحُمَيْدِيُّ أَكْبَرَ مِنِّي بِسَنَةٍ. وَسَمِعْتُ ابْنَ أَبِي عُمَرَ يَقُولُ: حَجَجْتُ سَبْعِينَ حَجَّةً مَاشِيًا عَلَى قَدَمَيَّ].

کفایت نہیں کرتی۔ اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس نماز میں بھی فاتحۃ الکتاب نہیں پڑھی گئی وہ ناقص اور ادھوری ہے، مکمل نہیں ہے۔ ابن المبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ ابن ابی عمر رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں ابن عیینہ کی خدمت میں اٹھارہ سال تک حاضر ہوتا رہا ہوں اور حمیدی مجھ سے ایک سال بڑے ہیں۔ اور میں نے پیدل چل کر ستر حج کیے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① یہ حدیث مختصر ہے۔ سنن ابوداود میں تفصیلی روایت اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نمازِ فجر میں قراءت کی جو آپ کے لیے گراں اور مشکل ہوگئی۔ آپ نے فراغت کے بعد پوچھا: ''شاید تم امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو؟'' صحابہ نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''فاتحۃ الکتاب کے سوا کچھ نہ پڑھو کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔'' (سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: 823) یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ ہر نماز میں، دن کی ہو یا رات کی، سفر کی ہو یا حضر کی، نفل ہو یا فرض، ہر انسان منفرد ہو، امام ہو یا مقتدی، اس کے لیے سورت فاتحہ پڑھنا فرض ہے اور سورۂ فاتحہ نماز کا رکن ہے۔ اس کے بغیر کسی کی نماز نہیں ہوتی۔ (عمدۃ القاري: 64/3) کیونکہ دوسری جگہ [لَا صَلَاةَ] کی بجائے [لَا تُجْزِئُ صَلَاةٌ] آیا ہے، یعنی کوئی نماز کفایت نہیں کرتی اور بعض جگہ [لَا تُقْبَلُ] ''قبول نہیں کی جاتی'' آیا ہے۔ (فتح الباري: 313/2) اس لیے جمہور اور ائمۂ حجاز کے نزدیک سورۂ فاتحہ نماز کا رکن اور فرض ہے، اس کے پڑھے بغیر چارہ نہیں۔ لیکن احناف کے نزدیک سورۂ فاتحہ کا پڑھنا کسی پر بھی فرض نہیں، فرض مطلق قراءت ہے۔ فاتحہ واجب ہے کہ اس کے پڑھے بغیر نماز ہو تو جائے گی لیکن اسے لوٹانا ضروری ہوگا، کیونکہ حدیث خبرِ واحد ہے، اس لیے اس سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی، حالانکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب جزء القراءۃ میں اس کو متواتر قرار دیا ہے۔ ② صاحبِ درس ترمذی نے اپنے فقہی مذہب کو ثابت کرنے کے لیے ایک عجیب نکتہ نکالا ہے کہ حدیث: [لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ] میں فاتحۃ الکتاب پر ''با'' داخل کی گئی ہے، حالانکہ قرأ عموماً بلاواسطہ متعدی ہوتا ہے، آگے علامہ انور شاہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ جو افعال بلاواسطہ متعدی ہوتے ہیں ان کو کبھی کبھی ''با'' کے واسطہ سے بھی متعدی کر دیا جاتا ہے تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ مفعول بہ کل مفعول بہ نہیں ہے، بعض مفعول ہے، لہٰذا نماز میں صرف فاتحہ پڑھنا کافی نہیں ہے اس کے ساتھ اور سورت بھی ملائی جائے گی۔ (درس ترمذی: 509/1) حالانکہ یہ کوئی قاعدہ نہیں۔ اس کا تفصیلی جواب محدث روپڑی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الکتاب المستطاب في جواب فصل الخطاب'' میں دے چکے ہیں اور احناف نے آج تک اس کتاب کا جواب نہیں لکھا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے (الکتاب المستطاب: 65,64) اس کا آسان جواب یہ ہے کہ مسح کا لفظ بلاواسطہ بھی متعدی استعمال ہوا ہے۔ اور ''با'' کے ساتھ بھی [مَسَحْتُ الْجِدَارَ، مَسَحْتُ الرَّأْسَ] اسی طرح وضو کی احادیث میں کئی جگہ [مَسَحَ رَأْسَهُ] اور کئی جگہ [مَسَحَ بِرَأْسِهِ] آیا ہے اور قرآن مجید میں بھی: ﴿وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ﴾ (المائدۃ 6:5) آیا ہے اس کے باوجود حنفی پورے سر کا مسح فرض نہیں سمجھتے۔ تو کیا جہاں مَسَحَ بِرَأْسِهِ آیا ہے اس کے معنی یہ کرنا

ہوں گے کہ سر کے ساتھ اور چیز کا بھی مسح ہونا چاہیے، اسی طرح ایک اور جگہ ہے ﴿فَأْتُوا بِالتَّوْرٰىةِ﴾ تو کیا ''با'' کی وجہ سے معنی ہوں گے ''تورات کے ساتھ کچھ اور بھی لاؤ'' کیونکہ ''با'' کی وجہ سے یہ کل مفعول نہیں بلکہ بعض مفعول ہے۔

(المعجم ۷۰) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّأْمِينِ (التحفة ۷۰)

۲۴۸- حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ [مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ]: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ حُجْرِ بْنِ عَنْبَسٍ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾، وَقَالَ: «آمِين»، وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهُ.

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَبِهِ يَقُولُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ: يَرَوْنَ أَنْ يَرْفَعَ الرَّجُلُ صَوْتَهُ بِالتَّأْمِينِ وَلَا يُخْفِيهَا. وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. وَرَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ حُجْرٍ أَبِي الْعَنْبَسِ، عَنْ عَلْقَمَةَ ابْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ فَقَالَ: «آمِين»، وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: [وَ] سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: حَدِيثُ سُفْيَانَ أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ شُعْبَةَ فِي هٰذَا، وَأَخْطَأَ شُعْبَةُ فِي مَوَاضِعَ مِنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ: عَنْ حُجْرٍ أَبِي الْعَنْبَسِ، وَإِنَّمَا هُوَ

باب: 70- آمین کہنا

[248] سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ نے پڑھا: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ اور فرمایا: [آمین] اور اس کے ساتھ اپنی آواز کو بلند کیا۔

اس مسئلے میں سیدنا علی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایات آئی ہیں۔ ابو عیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت حسن ہے۔ بہت سے اہل علم صحابۂ کرام، تابعین عظام اور بعد کے لوگ اس کے قائل تھے۔ ان کا موقف یہ تھا کہ آدمی آمین کہتے وقت اپنی آواز بلند کرے۔ اسے آہستہ نہ کرے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ یہی روایت امام شعبہ اپنی سند سے سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے پڑھا: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ تو فرمایا [آمین] اور اپنی آواز کو پست کیا۔ ابو عیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: میں نے امام بخاری رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس مسئلے میں سفیان کی (مذکورہ بالا پہلی) حدیث شعبہ کی (اس بعد والی) حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ امام شعبہ نے اس

۲۴۸- أخرجه أبو داود، ح: ۹۳۲ من حديث سفيان الثوري به ورواية يحيى القطان عنه محمولة على تصريح السماع والحديث صححه الدارقطني: ۱/ ۳۳۴ وابن قيم وابن حجر (التلخيص الحبير: ۱/ ۲۳٦) وغيرهم ❊ وفي الباب عن علي، [ابن ماجه، ح: ۸۵٤] وأبي هريرة، [أبو داود، ح: ۹۳٤ وله طريق آخر عند الحاكم: ۱/ ۲۲۳، ۲۳۲، ۲۳۳ وغيره] وقال مسلم في "الأول من كتاب التمييز" (ص: ٤٠) "قد تواترت الروايات كلها أن النبي ﷺ جهر بآمين" ❊ حديث شعبة شاذ كما حققه أبو زرعة والبخاري وغيرهما.

حُجْرُ بْنُ الْعَنْبَسِ وَيُكْنٰى أَبَا السَّكَنِ، وَزَادَ فِيهِ: عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، وَلَيْسَ فِيهِ [عَنْ] عَلْقَمَةَ. وَإِنَّمَا هُوَ عَنْ حُجْرِ بْنِ عَنْبَسٍ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ وَقَالَ: وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ، وَإِنَّمَا هُوَ مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَسَأَلْتُ أَبَا زُرْعَةَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ: حَدِيثُ سُفْيَانَ فِي هٰذَا أَصَحُّ [مِنْ حَدِيثِ شُعْبَةَ كَمَا نُقِلَ]. قَالَ: رَوَى الْعَلَاءُ بْنُ صَالِحٍ الْأَسَدِيُّ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ نَحْوَ رِوَايَةِ سُفْيَانَ.

حدیث میں کئی جگہ غلطی کی ہے۔ عَنْ حُجْرٍ أَبِي الْعَنْبَسِ کہا، حالانکہ وہ حُجْرُ بْنُ الْعَنْبَس ہے جس کی کنیت ابو سکن ہے اور سند میں علقمہ بن وائل کا اضافہ کرڈالا، حالانکہ اس میں علقمہ کا ذکر نہیں ہے۔ سند یوں ہے حجر بن عنبس، عن وائل بن حجر اور [خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ] کہا، حالانکہ (صحیح الفاظ) [مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ] (اپنی آواز بلند کی) ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: میں نے اس حدیث کے بارے میں امام ابوزرعہ سے پوچھا تو انھوں نے کہا: اس مسئلے میں سفیان کی روایت زیادہ صحیح ہے اور بیان کیا کہ علاء بن صالح اسدی سلمہ بن کُہیل سے سفیان کی طرح [مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ] کے الفاظ سے روایت بیان کرتے ہیں (جو درج ذیل ہے۔)

٢٤٩ - قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ صَالِحٍ الْأَسَدِيُّ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ حُجْرِ بْنِ عَنْبَسٍ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ حَدِيثِ سُفْيَانَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ.

[249] امام ترمذی رحمہ اللہ علاء بن صالح کے واسطے سے سلمہ بن کُہیل سے روایت بیان کرتے ہیں جیسے کہ سفیان نے سلمہ بن کُہیل سے نقل کیا ہے۔

فوائد و مسائل: ① جمہور علماء کے نزدیک آمین امام و مقتدی دونوں کہیں گے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے مشہور قول کے مطابق صرف مقتدی کہے گا۔ بقول صاحب درسِ ترمذی اس پر اتفاق ہے کہ آمین جہراً (اونچی آواز سے) اور سراً (آہستہ آواز سے) دونوں طرح جائز ہے، اختلاف صرف افضلیت میں ہے۔ اس حدیث کی رو سے شوافع اور حنابلہ کے نزدیک آمین بلند آواز سے کہنا افضل ہے کیونکہ بعض روایات میں [جَهَرَ] اور [رَفَعَ] (بلند اور اونچی آواز) کے الفاظ آئے ہیں۔ احناف کے نزدیک آہستہ کہنا افضل ہے کیونکہ شعبہ کی روایت میں [خَفَضَ] (پست کیا) کا لفظ ہے۔ ② فقہی جمود وہ بیماری ہے جو بندے کو سنت کی راہ سے بہت دور لے جاتی ہے اور مقلد، لوگوں کو افضل اور غیر افضل کے چکر میں الجھا کر سنت سے ہٹانے کی لاحاصل کوشش کرتا ہے۔ یہاں اختلاف افضل اور غیر افضل کا نہیں بلکہ مسنون اور غیر مسنون کا ہے۔ جہری آواز میں آمین سنت ہے اور جہری نمازوں میں آمین باآواز بلند نہ کہنا نہ صرف یہ کہ غیر مسنون ہے بلکہ جانتے بوجھتے صحیح سنت کو ترک کرنا ہے، اس لیے نہیں کہ کوئی صحیح حدیث

٢٤٩ـ أخرجه أبو داود من حديث عبدالله بن نمير به كما في الخلافيات للبيهقي: ١/ ٥١ وانظر الحديث السابق، وجاء في سنن أبي داود، ح: ٩٣٣ "حدثنا علي بن صالح" وهو وهم كما ظهر من رواية البيهقي.

موجود ہے جس کا سہارا لیا گیا ہے بلکہ صرف اس لیے کہ مقلد امام کا یہ مسلک نہیں ہے، پھر امام بخاری اور ابوزرعہ رحمہما اللہ نے اس روایت کو مرجوح قرار دیا ہے اور نبی ﷺ سے صحیح روایت سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ بلند آواز سے کھینچ کر آمین کہتے تھے۔ (أصل صفة الصلاة للألباني، ص: 373-390) نیز صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی بلند آواز سے آمین کہتے تھے حتی کہ مسجد گونج اٹھتی تھی۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کی ترغیب دلاتے تھے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، الأذان، باب جهر الإمام بالتأمين)

(المعجم ۷۱) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ التَّأْمِينِ (التحفة ۷۱)

باب: 71۔ آمین کہنے کی فضیلت

٢٥٠- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ».

[250] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو، کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی، اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ، حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امام بلند آواز سے آمین کہے اور اس کی آواز سن کر مقتدی آمین کہیں اور اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔ ان سب کا بیک وقت آمین کہنا انسان کے گناہوں کی معافی کا باعث بنتا ہے۔ (أصل صفة الصلاة: 373-390)

(المعجم ۷۲) بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّكْتَتَيْنِ [فِي الصَّلَاةِ] (التحفة ۷۲)

باب: 72۔ نماز میں دو سکتے (وقفے) ہیں

٢٥١- حَدَّثَنَا [أَبُو مُوسَى] مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ

[251] سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو وقفے یاد رکھے ہیں تو اس پر سیدنا عمران بن

٢٥٠- أخرجه البخاري، الأذان، باب جهر الإمام بالتأمين، ح: ٧٨٠ ومسلم، الصلاة، باب التسميع والتحميد والتأمين، ح: ٤١٠ من حديث مالك به وهو في الموطأ: ١/ ٨٧ (يحيى).

٢٥١- [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب: في سكتتي الإمام، ح: ٨٤٤ من حديث عبد الأعلى بن عبد الأعلى به، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٥٧٨ وابن حبان (الإحسان)، ح: ١٨٠٤ والحاكم: ١/ ٢١٥ ووافقه الذهبي * وفي الباب عن أبي هريرة، [انظر صحيح البخاري، ح: ٧٤٤ ومسلم، ح: ٥٩٨ وابن حبان، ح: ٤٤٩ والمستدرك: ١/ ٢١٥].

الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ قَالَ: سَكْتَتَانِ حَفِظْتُهُمَا، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَأَنْكَرَ ذٰلِكَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ وَقَالَ: حَفِظْنَا سَكْتَةً، فَكَتَبْنَا إِلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ بِالْمَدِينَةِ، فَكَتَبَ أُبَيٌّ أَنْ: حَفِظَ سَمُرَةُ. قَالَ سَعِيدٌ: فَقُلْنَا لِقَتَادَةَ: مَا هَاتَانِ السَّكْتَتَانِ؟ قَالَ: إِذَا دَخَلَ فِي صَلَاتِهِ، وَإِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ، ثُمَّ قَالَ بَعْدَ ذٰلِكَ: وَإِذَا قَرَأَ: ﴿صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ﴾ قَالَ: وَكَانَ يُعْجِبُهُ إِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ أَنْ يَسْكُتَ حَتّٰى يَتَرَادَّ إِلَيْهِ نَفَسُهُ.

حصین رضی اللہ عنہما نے اعتراض کیا اور فرمایا: ہمیں تو ایک وقفہ یاد ہے، چنانچہ ہم نے مدینہ منورہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تو سیدنا ابی نے جواب لکھا کہ سیدنا سمرہ کو (صحیح) یاد ہے۔ سعید رحمہ اللہ کہتے ہیں ہم نے سیدنا قتادہ رحمہ اللہ سے پوچھا: یہ دو وقفے کون سے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: جب (نمازی) نماز میں داخل ہو (تو دعائے استفتاح کے لیے وقفہ) اور جب قراءت سے فارغ ہو (رکوع کرنے سے پہلے وقفہ)، پھر بعد میں کہا: اور جب ﴿وَلَا الضَّآلِّينَ﴾ پڑھے۔ اور بتایا کہ انھیں یہ بات پسند تھی کہ جب قراءت سے فارغ ہوں تو قدرے خاموش ہو جائیں تاکہ سانس لوٹ آئے۔

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُوعِيسٰى: حَدِيثُ سَمُرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، يَسْتَحِبُّونَ لِلْإِمَامِ أَنْ يَسْكُتَ بَعْدَ مَا يَفْتَتِحُ الصَّلَاةَ وَبَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الْقِرَاءَةِ. وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، وَأَصْحَابُنَا.

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ بہت سے اہل علم کا یہی موقف ہے۔ وہ مستحب سمجھتے ہیں کہ امام نماز کا آغاز کرنے کے بعد خاموشی اختیار کرے (فوراً ہی بلند قراءت شروع نہ کر دے) اور قراءت سے فراغت کے بعد بھی قدرے خاموش رہے۔ امام احمد و اسحاق رحمہما اللہ اور ہمارے اصحاب کا یہی موقف ہے۔

فائدہ: یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے، تاہم سورۂ فاتحہ سے پہلے دعائے استفتاح کے لیے سکتہ کرنا بالاتفاق مستحب اور صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

(المعجم ٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي وَضْعِ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ فِي الصَّلَاةِ (التحفة ٢)

باب: 73۔ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر رکھنا

٢٥٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ

[252] قبیصہ اپنے باپ ہلب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں

٢٥٢ـ [صحيح لغيره] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب وضع اليمين على الشمال في الصلاة، ح: ٨٠٩ من حديث أبي الأحوص به وروى أحمد: ٥/ ٢٢٦ بإسناد صحيح عن سماك بسنده وفيه "رأيت النبي ﷺ . . . يضع هذه على صدره" يعني في الصلاة، وسنده حسن * وفي الباب عن وائل بن حجر، [مسلم، ح: ٤٠١] وغطيف بن الحارث، [أحمد: ٤/ ١٠٥، ٥/ ٢٩٠] وابن عباس، [ابن حبان، ح: ٨٨٥ والبيهقي: ٢/ ٢٩] وابن مسعود، [أبو داود، ح: ٧٥٥] وسهل بن سعد، [البخاري، ح: ٧٤٠].

سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَؤُمُّنَا فَيَأْخُذُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ.

کہ رسول اللہ ﷺ ہماری امامت کرواتے تو اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے۔

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، وَغُطَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ مَسْعُودٍ، وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ هُلْبٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ: يَرَوْنَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ يَمِينَهُ عَلٰى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ. وَرَأٰى بَعْضُهُمْ أَنْ يَضَعَهُمَا فَوْقَ السُّرَّةِ، وَرَأٰى بَعْضُهُمْ أَنْ يَضَعَهُمَا تَحْتَ السُّرَّةِ، وَكُلُّ ذٰلِكَ وَاسِعٌ عِنْدَهُمْ. وَاسْمُ هُلْبٍ: يَزِيدُ بْنُ قُنَافَةَ الطَّائِيُّ.

ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا وائل بن حجر، غطیف بن حارث، ابن عباس، ابن مسعود اور سہل بن سعد رضی اللہ عنہم کی روایات آئی ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہلب کی حدیث حسن ہے۔ اہل علم صحابہ، تابعین اور ان کے بعد کے حضرات کا یہی موقف ہے کہ انسان نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھے۔ بعض کا خیال ہے کہ دونوں ہاتھ ناف سے اوپر رکھے اور بعض کا خیال ہے کہ ناف کے نیچے رکھے۔ ان کے ہاں دونوں کی گنجائش ہے۔ ہلب کا نام یزید بن قنافہ طائی ہے۔

فائدہ: جمہور علماء کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھے جائیں گے۔ امام مالک رحمہ اللہ کی بھی ایک روایت یہی ہے اور خود موطا میں ان کی روایت آئی ہے لیکن عام مالکی عملاً نماز میں ہاتھ چھوڑتے ہیں۔ احناف کے نزدیک عورت ہاتھ سینے پر باندھے اور مرد زیر ناف۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ایک قول کے مطابق ناف کے اوپر اور دوسرے کے مطابق سینے پر۔ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک تینوں قول ہیں اور بقول ابن قدامہ اس میں سب کی گنجائش ہے۔ (المغني: 141/2) محدثین کے نزدیک ہاتھ سینے پر باندھے جائیں اور دلائل کی رو سے یہی راجح اور افضل ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 217,215/1) رسول اللہ ﷺ ہاتھ سینے ہی پر باندھتے تھے۔ (صفة الصلاة: 88)

(المعجم ۷۴) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّكْبِيرِ عِنْدَ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ (التحفة ۷۴)

باب: 74۔ رکوع اور سجدے کے لیے تکبیر کہنا

۲۵۳- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي

[253] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

۲۵۳ـ[صحيح] أخرجه النسائي: ۲/ ۲۰۵، ح: ۱۰۸٤ من حديث أبي إسحاق السبيعي به وللحديث شواهد كثيرة جدًا * وفي الباب عن أبي هريرة، [البخاري، ح: ۷۸۹ ومسلم، ح: ۳۹۲] وأنس، [النسائي، ح: ۱۱۸۰] وابن عمر، [النسائي، ح: ۱۳۲۱ وابن خزيمة، ح: ۵۷٦۰] وأبي مالك الأشعري، [أحمد: ٥/ ٣٤١-٣٤٤] وأبي موسى، [أحمد: ٤/ ٣٩٢، ٤٠٠، ٤١١، ٤١٢، ٤١٥] وعمران بن حصين، [البخاري، ح: ۷۸٤ ومسلم، ح: ۳۹۳] ووائل بن حجر، [أحمد: ٤/ ٣١٦] وابن عباس، [البخاري، ح: ۷۸۷].

إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ خَفْضٍ وَرَفْعٍ، وَقِيَامٍ وَقُعُودٍ، وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ.

رسول اللہ ﷺ ہر جھکتے اور اٹھتے وقت اور کھڑے ہوتے اور بیٹھتے وقت تکبیر کہتے تھے۔ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی (ایسا ہی کرتے تھے۔)

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَنَسٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَأَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ، وَأَبِي مُوسٰى، وَعِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ، وَوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْهُمْ: أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَغَيْرُهُمْ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِينَ، وَعَلَيْهِ عَامَّةُ الْفُقَهَاءِ وَالْعُلَمَاءِ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ، انس، ابن عمر، ابومالک اشعری، ابوموسیٰ، عمران بن حصین، وائل بن حجر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر عمل تھا۔ ان میں سیدنا ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم وغیرہ کے نام شامل ہیں اور ان کے بعد تابعین اور عام فقہاء و علماء کا اسی پر عمل ہے۔

فوائد و مسائل: ① کسی دور میں جھکتے وقت تکبیرات بہت آہستہ کہی جاتی تھیں کیونکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بہت کمزور اور بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کی آواز پست ہو گئی تھی حتی کہ بعض لوگوں نے یہ خیال کر لیا کہ وہ یہ تکبیریں کہتے ہی نہیں۔ انھی کی متابعت میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے حضرات نے بھی جھکتے وقت تکبیریں آہستہ کہنا شروع کر دیا لیکن اس کے بعد امت کا اتفاق ہے کہ امام تمام تکبیرات بلند آواز سے کہے اور رکوع سے اٹھتے وقت [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَہ] کہے۔ اسے کلمۂ تسمیع کہتے ہیں۔ کلمۂ تسمیع کو بھی تغلیباً تکبیر سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔ (نيل الأوطار: 249/2) ② تکبیر تحریمہ جمہور کے نزدیک رکن ہے اور احناف کے نزدیک شرط۔ (فتح الباري: 282/2) جمہور کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے علاوہ دیگر تکبیرات مستحب ہیں۔ اور بعض کے نزدیک فرض ہیں۔ نبی ﷺ نے مُسِيءُ الصَّلاة (صحیح طرح سے نماز نہ پڑھنے والے) کو تکبیرات کہنے کا حکم دیا ہے، لہٰذا ان کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ (نيل الأوطار: 249/2)

(المعجم ٥٥) [بَابٌ: مِنْهُ آخَرُ] (التحفة ٥٥)

باب: 75۔ مذکورہ بالا مسئلے میں ایک اور باب

٢٥٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيرٍ [الْمَرْوَزِيُّ] قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ الْحَسَنِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ

[254] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ جھکتے ہوئے تکبیر کہتے تھے۔

٢٥٤ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب إثبات التكبير في كل خفض ورفع في الصلاة . . . إلخ، ح: ٣٩٢ من حديث ابن جريج، والبخاري، ح: ٨٠٣ من حديث الزهري به .

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُكَبِّرُ وَهُوَ يَهْوِي.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ، مِّنَ التَّابِعِينَ قَالُوا: يُكَبِّرُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَهْوِي، لِلرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ.

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد تابعین عظام کا یہی قول ہے کہ انسان رکوع اور سجود کے لیے جھکتے ہوئے اللہ اکبر کہے۔

فائدہ: انتقال (ایک حالت سے دوسری حالت میں جانے) کے لیے اللہ اکبر کہنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس حالت میں ہے اس میں اللہ اکبر کہنا شروع کرے اور دوسری حالت میں مکمل کرے، مثلاً: قیام میں اللہ اکبر کہنا شروع کرے اور رکوع میں جا کر اسے پورا کرے۔ رکوع میں شروع کر کے اعتدال اور قومہ میں پورا کرے۔

(المعجم ٧٦) بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الرُّكُوعِ (التحفة ٧٦)

باب: 76۔ رکوع کے لیے رفع الیدین کرنا (دونوں ہاتھ بلند کرنا)

٢٥٥۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ. وَزَادَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ فِي حَدِيثِهِ: وَكَانَ لَا يَرْفَعُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ.

[255] سیدنا سالم رحمہ اللہ اپنے باپ (ابن عمر رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر تک اٹھاتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے۔ ابن ابی عمر نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے اور آپ دونوں سجدوں کے درمیان ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

٢٥٦۔ قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ الصَّبَّاحِ

[256] جناب فضل بن صباح بغدادی کی سند سے مذکورہ

٢٥٥۔ أخرجه مسلم، الصلاة، باب استحباب رفع اليدين حذو المنكبين مع تكبيرة الإحرام والركوع ... الخ، ح: ٣٩٠ من حديث سفيان بن عيينة، والبخاري، ح: ٧٣٥ من حديث الزهري به وهو متواتر عن الزهري رحمه الله.

٢٥٦۔ انظر الحديث السابق * وفي الباب عن عمر، [البيهقي: ٢/ ٧٤] وعلي [يأتي: ٣٤٢٣] ووائل بن حجر، [مسلم، ح: ٤٠١] ومالك بن الحويرث، [البخاري، ح: ٧٣٧ ومسلم، ح: ٣٩١] وأنس، [ابن ماجه، ح: ٨٦٦] وأبي هريرة، [أبو داود، ح: ٧٣٨] وأبي حميد، [يأتي: ٣٠٤] وأبي أسيد [طرف من الحديث الآتي: ٣٠٤] وسهل بن سعد، [انظر السابق] ومحمد بن سلمة [السابق] وأبي قتادة [السابق] وأبي موسى الأشعري، [الدارقطني: ١/ ٢٩٢، ١١١١، ١١١٢] وجابر، [ابن ماجه، ح: ٨٦٨] وعمير الليثي، [ابن ماجه، ح: ٨٦١] * قول ابن المبارك في حديث الترك، صحيح عنه، وكذا آثار مالك ومعمر وابن عيينة صحيحة عنهم.

الْبَغْدَادِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ أَبِي عُمَرَ.

بالا حدیث کے ہم معنی ایک اور روایت آئی ہے۔

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ، وَعَلِيٍّ، وَوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، وَمَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي حُمَيْدٍ، وَأَبِي أُسَيْدٍ، وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، وَمُحَمَّدِ ابْنِ مَسْلَمَةَ، وَأَبِي قَتَادَةَ، وَأَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، وَجَابِرٍ، وَعُمَيْرٍ اللَّيْثِيِّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَبِهٰذَا يَقُولُ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، مِنْهُمْ: ابْنُ عُمَرَ، وَجَابِرُ بْنُ عَبْدِاللهِ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ، وَأَنَسٌ، وَابْنُ عَبَّاسٍ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ، وَغَيْرُهُمْ. وَمِنَ التَّابِعِينَ: الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ، وَعَطَاءٌ، وَطَاوُسٌ، وَمُجَاهِدٌ، وَنَافِعٌ، وَسَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَسَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ، وَغَيْرُهُمْ. وَبِهِ يَقُولُ [مَالِكٌ، وَمَعْمَرٌ، وَالْأَوْزَاعِيُّ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ، وَ]عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ. وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ: قَدْ ثَبَتَ حَدِيثُ مَنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ، وَذَكَرَ حَدِيثَ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، وَلَمْ يَثْبُتْ حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَرْفَعْ [يَدَيْهِ] إِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ. حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الْآمُلِيُّ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ زَمْعَةَ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ. [قَالَ: وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ: كَانَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ يَرٰى رَفْعَ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ. وَقَالَ يَحْيٰى: وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: كَانَ مَعْمَرٌ يَرٰى رَفْعَ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ. وَسَمِعْتُ الْجَارُودَ بْنَ مُعَاذٍ يَقُولُ: كَانَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ وَعُمَرُ بْنُ هَارُونَ

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا عمر، علی، وائل بن حجر، مالک بن حویرث، انس، ابوہریرہ، ابوحمید، ابواُسید، سہل بن سعد، محمد بن مسلمہ، ابوقتادہ، ابوموسیٰ اشعری، جابر اور عمیر لیثی رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام کا قول یہی ہے۔ ان میں ابن عمر، جابر بن عبداللہ، ابوہریرہ، انس، ابن عباس اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اور دوسرے لوگ شامل ہیں۔ اور تابعین میں سے حسن بصری، عطاء، طاؤس، مجاہد، نافع، سالم بن عبداللہ اور سعید بن جبیر رحمہم اللہ وغیرہ کا یہی قول ہے۔ امام مالک، معمر، اوزاعی، ابن عیینہ، عبداللہ بن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا موقف بھی یہی ہے۔ عبداللہ بن مبارک نے فرمایا: رفع الیدین کی حدیث ثابت ہے اور اس کے لیے انھوں نے مذکورہ بالا روایت بیان کی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث کہ نبی ﷺ نے صرف پہلی مرتبہ ہاتھ اٹھائے، ثابت نہیں ہے۔ عبداللہ بن مبارک کا یہ مذکورہ بالا قول ہمیں احمد بن عبدہ آملی نے اپنی سند سے سنایا۔ اور ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے اپنی سند سے بیان کیا کہ امام مالک بن انس کا موقف تھا کہ نماز میں رفع الیدین کیا جائے اور یحییٰ نے یہ بھی بیان کیا کہ امام معمر نماز میں رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ اور میں نے جارود بن معاذ کو کہتے ہوئے سنا کہ سفیان بن عیینہ، عمر بن ہارون اور نضر بن شمیل اپنے ہاتھ اٹھاتے تھے، جب نماز کا آغاز کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے۔

وَالنَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِذَا افْتَتَحُوا الصَّلَاةَ، وَإِذَا رَكَعُوا، وَإِذَا رَفَعُوا رُءُوسَهُمْ].

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ "جزء رفع الیدین" میں لکھا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی سے رفع الیدین نہ کرنا ثابت نہیں اور بقول حافظ ابن حجر، امام محمد بن نصر مروزی نے لکھا ہے کہ اہل کوفہ کے سوا تمام شہروں کے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ رفع الیدین شریعت سے ثابت ہے۔ امام ترمذی نے امام مالک کا قول رفع الیدین کا لکھا ہے اور امام ابن عبدالبر مالکی نے بھی یہی لکھا ہے کہ امام مالک سے رفع الیدین نہ کرنا صرف ابن القاسم نے بیان کیا ہے، دوسرے شاگردوں نے رفع الیدین کرنا بیان کیا ہے۔ (فتح الباري: 285/2) اور موطأ میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی رفع الیدین والی روایت بھی نقل کی ہے اور بقول ابن العربی مالکی اس کا طریقہ یہ ہے کہ انگلیوں کے کنارے کانوں کے برابر ہوں اور ہتھیلیاں کندھوں کے برابر۔ (عارضة الأحوذي: 59,58/2) مسئلے کی تفصیل کے لیے دیکھیے: (سنن ترمذي بتحقيق علامة أحمد محمد شاكر: 31/2-36)

(المعجم ...) [بَابُ مَا جَاءَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَرْفَعْ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ] (التحفة ...)

باب: (اس بات کی وضاحت کہ) نبی ﷺ نے صرف پہلی دفعہ ہاتھ اٹھائے

٢٥٧- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ: أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَصَلّٰى، فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ.

[257] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں؟ پھر انھوں نے نماز پڑھائی اور رفع الیدین صرف پہلی دفعہ کیا۔

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَبِهِ يَقُولُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ [الثَّوْرِيِّ] وَأَهْلِ الْكُوفَةِ.

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی ہے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اور بہت سے اہل علم صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے۔

فائدہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی اور جگہ رفع الیدین نہیں کیا، لیکن رفع الیدین کی احادیث بقول حافظ عراقی پچاس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں اور ان میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں۔ (طرح التثريب: 254/2) اس لیے

٢٥٧- [ضعيف] أخرجه أبو داود، الصلاة، باب من لم يذكر الرفع عند الركوع، ح: ٧٤٨ من حديث وكيع به، سفيان الثوري عنعن، والحديث ضعفه أبو داود والشافعي وأحمد وأبو حاتم والدارقطني والبخاري وغيرهم وأخطأ من صححه * وفي الباب عن البراء بن عازب، [أبو داود، ح: ٧٤٩، ٧٥٢ وقال: "هذا الحديث ليس بصحيح"].

نفی پر اثبات کو ترجیح حاصل ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت کو بہت سے کبار علماء نے ضعیف قرار دیا ہے جیسا کہ تخریج میں واضح ہے۔ رفع الیدین نہ کرنے کی جتنی روایات پیش کی جاتی ہیں وہ اس مقصد کے لیے مفید نہیں ہیں اور اگر ان میں رفع الیدین نہ کرنے کی تصریح ہے تو وہ صحیح نہیں ہیں۔ رفع الیدین کے مسئلے کی تفصیل کے لیے دیکھیے: نیل الأوطار: 188,186/2، ''التحقیق الراسخ'' از حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ، ''نور العينين في إثبات رفع اليدين'' از حافظ ابوطاہر زبیر علی زئی رحمہ اللہ، الرسائل فی تحقیق المسائل، مرتبہ عبدالرشید انصاری اور دیگر کتب۔

(المعجم ...) بَابُ مَا جَاءَ فِي وَضْعِ الْيَدَيْنِ عَلَى الرُّكْبَتَيْنِ فِي الرُّكُوعِ (التحفة ...)

باب: 77۔ رکوع میں دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھنا

٢٥٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ: حَدَّثَنَا أَبُو حَصِينٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ قَالَ: قَالَ لَنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ]: إِنَّ الرُّكَبَ سُنَّتْ لَكُمْ فَخُذُوا بِالرُّكَبِ.

[258] ابوعبدالرحمن سلمی رحمہ اللہ کہتے ہیں ہمیں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلاشبہ گھٹنوں کو پکڑنا تمھارے لیے سنت ہے، اس لیے گھٹنوں کو پکڑا کرو۔

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدٍ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي حُمَيْدٍ، وَأَبِي أُسَيْدٍ، وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، وَمُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ، وَأَبِي مَسْعُودٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ، لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ فِي ذٰلِكَ، إِلَّا مَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَبَعْضِ أَصْحَابِهِ: أَنَّهُمْ كَانُوا يُطَبِّقُونَ. وَالتَّطْبِيقُ مَنْسُوخٌ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ.

اس مسئلے میں سیدنا سعد، انس، ابوحمید، ابواُسید، سہل بن سعد، محمد بن مسلمہ اور ابومسعود رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم صحابہ، تابعین اور ان کے بعد والوں میں اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، ہاں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے بعض شاگرد تطبیق کرتے تھے۔ (دونوں ہاتھوں کو ملا کر دونوں گھٹنوں کے درمیان کر لیتے تھے) اور تطبیق اہل علم کے ہاں منسوخ ہے۔

٢٥٩- قَالَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ: كُنَّا نَفْعَلُ ذٰلِكَ فَنُهِينَا عَنْهُ وَأُمِرْنَا أَنْ نَضَعَ الْأَكُفَّ عَلَى الرُّكَبِ.

[259] سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم یہ عمل (تطبیق) کیا کرتے تھے، پھر ہمیں اس سے روک

٢٥٨ـ أخرجه ابن أبي شيبة، ح: ٢٥٣٨ من حديث أبي بكر بن عياش به وتابعه سفيان الثوري عند النسائي: ٢/ ١٨٥، ح: ١٠٣٦ وللحديث شواهد منها الحديث الآتي * وفي الباب عن سعد [يأتي: ٢٥٩] وأنس [انظر نصب الراية: ١/ ٣٧٢، ٣٧٣] وأبي حميد وأبي أسيد وسهل بن سعد ومحمد بن مسلمة، [انظر: ٢٢٧ المتقدم] وأبي مسعود، [أبو داود، ح: ٨٦٣].

٢٥٩ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب الندب إلى وضع الأيدي على الركب في الركوع ونسخ التطبيق، ح: ٥٣٥/ ٢٩ عن قتيبة، والبخاري، ح: ٧٩٠ من حديث أبي يعفور به.

[قَالَ] حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ سَعْدٍ بِهٰذَا.

دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ ہم اپنی ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھیں۔

[وَأَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ اسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَعْدِ بْنِ الْمُنْذِرِ، وَأَبُو أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ اسْمُهُ مَالِكُ ابْنُ رَبِيعَةَ، وَأَبُو حَصِينٍ اسْمُهُ عُثْمَانُ بْنُ عَاصِمٍ الْأَسَدِيُّ، وَأَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيُّ اسْمُهُ عَبْدُ اللهِ ابْنُ حَبِيبٍ، وَأَبُو يَعْفُورٍ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ نِسْطَاسٍ، وَأَبُو يَعْفُورٍ الْعَبْدِيُّ اسْمُهُ وَاقِدٌ - وَيُقَالُ: وَقْدَانُ - وَهُوَ الَّذِي رَوٰى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفٰى، وَكِلَاهُمَا مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ].

ابوحمید ساعدی کا نام عبدالرحمن بن سعد بن منذر ہے اور ابواُسید ساعدی کا نام مالک بن ربیعہ ہے اور ابوحصین کا نام عثمان بن عاصم اسدی ہے اور ابوعبدالرحمن سلمی کا نام عبداللہ بن حبیب ہے۔ ابویعفور عبدالرحمن بن عبید بن نِسطاس ہے اور ابویعفور عبدی کا نام واقد ہے، اسے وقدان بھی کہتے ہیں اور یہ وہی ہیں جنھوں نے سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی ؓ سے روایت بیان کی ہے اور دونوں (ابویعفور) کوفی ہیں۔

فوائد و مسائل: ① تطبیق کرنا یہ ہے کہ رکوع میں دونوں ہاتھوں کو ملا کر دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھ لیا جائے۔ یہ عمل ابتدائے اسلام میں مشروع تھا پھر یہ منسوخ ہوگیا جیسا کہ سیدنا سعد ؓ کی حدیث سے واضح ہے۔ بعد میں دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھنے کا حکم دے دیا گیا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ کو اس کے منسوخ ہونے کا علم نہیں ہو سکا، اس لیے وہ اسی پر عمل کرتے رہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، الأذان، حديث: 790، وصحيح مسلم، المساجد ومواضع الصلاة، حديث: 535) لہٰذا اب اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں اور ائمۂ اربعہ کے نزدیک دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر ان سے گھٹنے پکڑنے چاہئیں۔ ② اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ سے مروی حدیث جس میں صرف ایک مرتبہ رفع الیدین کا ذکر ہے، اوّل تو وہ صحیح نہیں، لیکن اگر اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو وہ اسی طرح ناقابل حجت ہوگی جیسے یہ تطبیق والی روایت ہے، کیونکہ یہ دونوں روایات، دوسری صحیح روایات کے خلاف ہیں۔

(المعجم ٨) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّهُ يُجَافِي يَدَيْهِ، عَنْ جَنْبَيْهِ فِي الرُّكُوعِ (التحفة ٨)

باب: 78۔ رکوع میں دونوں ہاتھ پہلوؤں سے دور رکھے جائیں

٢٦٠- حَدَّثَنَا [مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ] بُنْدَارٌ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ سَهْلٍ [بْنِ سَعْدٍ] قَالَ: اجْتَمَعَ أَبُو حُمَيْدٍ

[260] عباس بن سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوحمید، ابواُسید، سہل بن سعد اور محمد بن مسلمہ ؓ اکٹھے ہوئے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کا ذکر چھیڑ دیا

٢٦٠ـ أخرجه أبو داود، الصلاة، باب افتتاح الصلاة، ح: ٧٣٤ من حديث أبي عامر عبدالملك بن عمرو العقدي به وصححه ابن خزيمة، ح: ٥٨٩، ٦٠٨، ٦٣٧، ٦٨٩ وابن حبان، ح: ٤٩٤ وغيرهما وفيه رفع اليدين (انظر سنن ابن ماجه، ح: ٨٦٣) والحديث يأتي طرفه: ٢٩٣ * وفي الباب عن أنس [انظر نصب الراية: ١/ ٣٧٢، ٣٧٣].

وَأَبُو أُسَيْدٍ وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، فَذَكَرُوا صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ: أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَكَعَ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ كَأَنَّهُ قَابِضٌ عَلَيْهِمَا، وَوَتَّرَ يَدَيْهِ، فَنَحَّاهُمَا عَنْ جَنْبَيْهِ.

تو ابوحمید رضی اللہ عنہ کہنے لگے: رسول اللہ ﷺ کی نماز کے متعلق میں تم سب سے زیادہ آگاہ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے رکوع کیا تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھے، گویا کہ وہ ان کو پکڑے ہوئے ہیں اور دونوں ہاتھوں کو کمان کی تانت کی طرح تانا اور ان کو اپنے پہلوؤں سے دور رکھا۔

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي حُمَيْدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَهُوَ الَّذِي اخْتَارَهُ أَهْلُ الْعِلْمِ: أَنْ يُجَافِيَ الرَّجُلُ يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ.

اس بارے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوحمید کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم نے اسی کو اختیار کیا ہے کہ انسان رکوع اور سجدے میں اپنے ہاتھ اپنے پہلوؤں سے دور رکھے۔

فائدہ: رکوع اور سجدے میں ہاتھوں کو اپنے بدن سے دور رکھنا اتفاقی مسئلہ ہے اور ہاتھ کمان کی تانت کی طرح تنے ہوئے ہوں کیونکہ توتیر کے معنی ہیں: کمان پر تانت کسنا۔

(المعجم ٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّسْبِيحِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ (التحفة ٩)

باب: 79۔ رکوع و سجود میں تسبیح کہنا

٢٦١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ يَزِيدَ الْهُذَلِيِّ، عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِذَا رَكَعَ أَحَدُكُمْ فَقَالَ فِي رُكُوعِهِ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ تَمَّ رُكُوعُهُ، وَذٰلِكَ أَدْنَاهُ. وَإِذَا سَجَدَ فَقَالَ فِي سُجُودِهِ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَقَدْ تَمَّ سُجُودُهُ، وَذٰلِكَ أَدْنَاهُ».

[261] سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی رکوع کرے اور رکوع میں تین دفعہ کہے: [سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ] ''پاک ہے میرا رب، بڑی عظمت و بزرگی والا'' تو اس کا رکوع پورا ہوگیا اور یہ کم از کم مرتبہ ہے اور جب سجدہ کرے اور اپنے سجدے میں تین بار کہے: [سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى] ''پاک ہے میرا رب جو بلند و بالا ہے'' تو اس کا سجدہ پورا ہوگیا اور یہ کم از کم مرتبہ ہے۔''

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ حُذَيْفَةَ وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ لَيْسَ إِسْنَادُهُ

اس مسئلے میں سیدنا حذیفہ اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن

٢٦١ـ [ضعيف] أخرجه أبو داود، ح: ٨٨٦ وابن ماجه، ح: ٨٩٠ من حديث ابن أبي ذئب به وقال أبو داود: "وهذا مرسل، عون لم يدرك عبدالله" * وفي الباب عن حذيفة [يأتي: ٢٦٢ وابن ماجه، ح: ٨٨٨] وعقبة بن عامر، [أبو داود، ح: ٨٦٩ وابن ماجه: ٨٨٧].

بِمُتَّصِلٍ، عَوْنُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ لَمْ يَلْقَ ابْنَ مَسْعُودٍ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: يَسْتَحِبُّونَ إِلَّا يَنْقُصَ الرَّجُلُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ مِنْ ثَلَاثِ تَسْبِيحَاتٍ. وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ أَنَّهُ قَالَ: أَسْتَحِبُّ لِلْإِمَامِ أَنْ يُسَبِّحَ خَمْسَ تَسْبِيحَاتٍ لِكَيْ يُدْرِكَ مَنْ خَلْفَهُ ثَلَاثَ تَسْبِيحَاتٍ. وَهٰكَذَا قَالَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ.

مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند متصل نہیں ہے کیونکہ عون بن عبداللہ بن عتبہ کی سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ ان کے نزدیک پسندیدہ عمل یہی ہے کہ رکوع اور سجدے میں تین تسبیحات سے کم نہ کہے۔ ابن المبارک سے نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: میرے نزدیک امام کے لیے پانچ تسبیحات کہنا مستحب ہے تاکہ مقتدی تین تسبیحات کہہ سکیں۔ اسحاق بن ابراہیم کا قول بھی یہی ہے۔

٢٦٢- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ يُحَدِّثُ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ، عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ، عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَكَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ»، وَفِي سُجُودِهِ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى»، وَمَا أَتَى عَلَى آيَةِ رَحْمَةٍ إِلَّا وَقَفَ وَسَأَلَ، وَمَا [أَتَى] عَلَى آيَةِ عَذَابٍ إِلَّا وَقَفَ وَتَعَوَّذَ.

[262] سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ رکوع میں یہ دعا پڑھتے تھے: [سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ] اور اپنے سجدے میں: [سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى] اور (قراءت کرتے ہوئے) جب آپ کسی آیت رحمت پر پہنچتے تو (تھوڑا سا) ٹھہرتے اور دعا مانگتے اور جب آیت عذاب پر پہنچتے تو ٹھہرتے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرتے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٢٦٣- [قَالَ] وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ نَحْوَهُ. [وَقَدْ رُوِيَ عَنْ حُذَيْفَةَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ: أَنَّهُ صَلَّى بِاللَّيْلِ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ: فَذَكَرَ الْحَدِيثَ].

[263] امام ترمذی رحمہ اللہ محمد بن بشار کی سند سے اس کے ہم معنی روایت بیان کرتے ہیں۔ اور سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث ایک اور سند سے یوں بیان کی گئی ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کے ساتھ رات کو نماز پڑھی، پھر مذکورہ بالا روایت بیان کی۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان قراءت کے دوران میں آیات کے مضمون کے مطابق تسبیح، سوال اور تعوذ کر سکتا ہے۔ رات کے وقت یہ طرز عمل اختیار کرنے کے یہ معنی نہیں کہ یہ صرف نوافل یا رات کی نماز کے ساتھ خاص

٢٦٢- أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل، ح: ٧٧٢ من حديث الأعمش به وهو في مسند الطيالسي، ح: ٤١٥.

٢٦٣- انظر الحديث السابق.

ہے۔ شوافع اور حنابلہ اس کو عام رکھتے ہیں کہ فرائض اور نوافل دونوں میں جائز ہے۔ حنفیہ اور مالکیہ اس کو نوافل کے ساتھ خاص کرتے ہیں لیکن راجح بات یہ ہے کہ یہ عام ہے، نوافل کے ساتھ خاص نہیں۔ ② رکوع وسجود کی تسبیحات کی تعداد کے حوالے سے راجح بات یہ ہے کہ کم از کم ایک بار کہنا واجب ہے کیونکہ نبی ﷺ کے حکم کی تعمیل ایک دفعہ کہنے سے ہو جاتی ہے۔ تعداد کے تعین والی روایات کمزور ہیں، تاہم کمال کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ کم از کم تین مرتبہ تسبیحات کہی جائیں اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ البتہ امام کو مقتدیوں کا خیال ضرور رکھنا چاہیے۔ ابن قدامہ رحمہ اللہ نے المغني میں اسی موقف کو راجح قرار دیا ہے۔ شیخ ابن باز رحمہ اللہ اور دیگر کئی علماء کا بھی یہی موقف ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٨٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ (التحفة ٨٠)

باب: 80۔ رکوع وسجود میں قراءت کرنا منع ہے

٢٦٤- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ [بْنُ أَنَسٍ]؛ ح: وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ لُبْسِ الْقَسِّيِّ وَالْمُعَصْفَرِ، وَعَنْ تَخَتُّمِ الذَّهَبِ، وَعَنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي الرُّكُوعِ.

[264] سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے قَسّی (ریشمی) کپڑے، عُصفر (کسم) سے رنگے ہوئے کپڑے، سونے کی انگوٹھی پہننے اور رکوع میں قرآن پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ، كَرِهُوا الْقِرَاءَةَ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ.

اس باب میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم صحابہ اور بعد کے حضرات کا یہ قول ہے کہ رکوع اور سجدے میں قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔

لغوی تشریح: [قَسِّيّ] مصر کی قس نامی بستی میں بننے اور پہنے جانے والے کپڑے ہیں جو کتان اور ریشم کو ملا کر بنائے جاتے تھے یا قس، قز کا معرب ہے۔ قز ریشم کو کہتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں سجدے کا ذکر نہیں ہے، لیکن سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں رکوع اور سجدے دونوں کا ذکر ہے۔ (صحیح مسلم، الصلاة، حدیث: 479) کیونکہ یہ دونوں تواضع کی حالتیں ہیں، اس لیے ان میں کلام الٰہی کی قراءت کے بجائے تسبیح وتحمید اور فکر وسوال کرنا مناسب ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک یہ نہی، کراہت تنزیہ کے لیے اور بقول ابن حجر رحمہ اللہ بعض

٢٦٤ـ أخرجه النسائي: ٢/ ١٨٩، ح: ١٠٤٥ عن قتيبة به وهو في الموطأ: ١/ ٨٠ (يحيى) وأخرجه مسلم، ح: ٤٨٠ من حديث إبراهيم بن عبدالله بن حنين به * وفي الباب عن ابن عباس، [مسلم، ح: ٤٧٩].

کے نزدیک نہی تحریم کے لیے ہے اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے۔(المرقاۃ لعلي القاري: 541/1، نیل الأوطار: 257/2)

(المعجم ۸۱) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ لَّا يُقِيمُ صُلْبَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ (التحفة ۸۱)

باب: 81۔ جو شخص رکوع وسجود میں اپنی پشت سیدھی نہیں کرتا

۲۶۵- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ [الْبَدْرِيِّ] قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تُجْزِىءُ صَلَاةٌ لَّا يُقِيمُ فِيهَا الرَّجُلُ - يَعْنِي صُلْبَهُ - فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ».

[265] سیدنا ابومسعود انصاری بدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو آدمی رکوع اور سجدے میں اپنی پشت (ہموار اور) سیدھی نہیں کرتا اس کی نماز کفایت نہیں کرتی۔“

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَرِفَاعَةَ الزُّرَقِيِّ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي مَسْعُودٍ [الْأَنْصَارِيِّ] [حَدِيثٌ] حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ: يَرَوْنَ أَنْ يُقِيمَ الرَّجُلُ صُلْبَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ: مَنْ لَّا يُقِيمُ صُلْبَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ فَصَلَاتُهُ فَاسِدَةٌ، لِحَدِيثِ النَّبِيِّ ﷺ: «لَا تُجْزِىءُ صَلَاةٌ لَّا يُقِيمُ الرَّجُلُ فِيهَا صُلْبَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ» وَأَبُو مَعْمَرٍ اسْمُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَخْبَرَةَ، وَأَبُو مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيُّ الْبَدْرِيُّ اسْمُهُ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو.

اس مسئلے میں سیدنا علی بن شیبان، انس، ابوہریرہ اور رفاعہ زرقی رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم صحابہ اور بعد کے لوگوں کا اسی پر عمل ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ انسان کو رکوع وسجود میں اپنی پشت سیدھی رکھنی چاہیے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول ہے کہ جو انسان رکوع وسجود میں اپنی پشت سیدھی نہیں کرتا اس کی نماز فاسد اور رائیگاں ہے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ”ایسی نماز کفایت نہیں کرتی جس میں انسان اپنی پشت کو رکوع و سجود میں سیدھا نہیں کرتا۔“ ابومعمر کا نام عبداللہ بن سخبرہ ہے اور ابومسعود انصاری بدری رضی اللہ عنہ کا نام عقبہ بن عمرو ہے۔

لغوی تشریح: اقامت صلب سے مراد اور مقصود رکوع اور سجدے میں تعدیل اور اطمینان وسکون اختیار کرنا ہے تاکہ تمام اعضاء اپنے اپنے مقام پر آجائیں اور بالخصوص کمر سیدھی رہے۔

۲۶۵ـ أخرجه ابن ماجه، ح: ۸۷۰، والنسائي: ۲/ ۲۱٤، ح: ۱۱۱۲، وأبو داود، ح: ۸۵۵ من حديث الأعمش به وحسنه الحافظ في الفتح وصححه ابن خزيمة، ح: ۵۹۱، ۵۹۲، ٦٦٦ وابن حبان، ح: ۵۰۱، ۵۰۲ وغيرهما وصرح الأعمش بالسماع عند ابن حبان * وفي الباب عن علي بن شيبان، [ابن ماجه، ح: ۸۷۱] وأنس، [البخاري، ح: ۷٤۲ ومسلم، ح: ٤۲۵] وأبي هريرة، [البخاري، ح: ۷۵۷ ومسلم، ح: ۳۹۷] ورفاعة الزرقي، [يأتي: ۳۰۲].

فوائد و مسائل: ① اس حدیث کی رو سے ائمہ ثلاثہ اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک تعدیل ارکان، یعنی ہر رکن میں اطمینان وسکون فرض ہے۔ اس کے ترک سے نماز باطل ہوجاتی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو نماز نئے سرے سے پڑھنے کا حکم دیا تھا جس نے رکوع وسجود میں اعتدال اور اطمینان اختیار نہیں کیا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے رکوع، قومہ اور سجدہ اطمینان کے ساتھ کرنے کا حکم دیا تھا۔ (صحيح البخاري، الأذان، حديث: 793) لیکن احناف کے وضعی اور خود ساختہ قاعدے کی رو سے امام ابوحنیفہ اور محمد رحمہ اللہ کے نزدیک تعدیل ارکان فرض نہیں بلکہ واجب ہے، یعنی نماز کا فریضہ تو ادا ہو جائے گا لیکن واجب کے ترک کی بنا پر اس کا لوٹانا ضروری ہوگا۔ (درس ترمذي: 48/2، نيل الأوطار: 261/2) ② فرض و واجب کے اس خود ساختہ فرق کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ احناف میں عملاً تعدیل ارکان کی اہمیت بالکل ختم ہوگئی ہے اور نمازیوں کی اکثریت تعدیل کے بغیر ہی نماز پڑھتی ہے بلکہ نماز کیا پڑھتی ہے، صرف اٹھک بیٹھک کرتی اور ٹکریں مارتی ہے، لیکن ان کا کوئی عالم کسی کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیتا۔ فإلى الله المشتكى.

(المعجم ٨٢) بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ (التحفة ٨٢)

باب:82۔ انسان رکوع سے سر اٹھاتے وقت کیا کہے؟

٢٦٦- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ الْمَاجِشُونِ: حَدَّثَنَا عَمِّي عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَاوَاتِ وَ[مِلْءَ] الْأَرْضِ، وَمِلْءَ مَا بَيْنَهُمَا، وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ».

[266] سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے: [سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ] ''اللہ تعالیٰ نے سن لی اس کی بات جس نے اس کی تعریف کی۔ اے ہمارے رب! تیرے ہی لیے شکر و تعریف ہے۔ آسمانوں اور زمین کے بھراؤ کے برابر اور ان دونوں کے درمیانی (فاصلے کے) بھراؤ کے برابر اور اس کے بعد جس چیز کی بھرائی پُرائی تو چاہے۔''

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ أَبِي أَوْفَى، وَأَبِي جُحَيْفَةَ، وَأَبِي سَعِيدٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر، ابن عباس، ابن ابی اوفی، ابوجحیفہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے

٢٦٦- أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ ودعائه بالليل، ح: ٧٧١ من حديث الماجشون بن أبي سلمة عن الأعرج به وهو في مسند الطيالسي، ح: ١٥٢ بطوله * وفي الباب عن ابن عمر [تقدم: ٢٥٥ ويأتي: ٣٥٩٢] وابن عباس [مسلم، ح: ٤٧٨] وابن أبي أوفى، [مسلم، ح: ٤٧٦] وأبي جحيفة، [ابن ماجه، ح: ٨٧٩ وأبي سعيد، [مسلم، ح: ٤٧٧].

عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، قَالَ: يَقُولُ هٰذَا فِي الْمَكْتُوبَةِ وَالتَّطَوُّعِ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْكُوفَةِ: يَقُولُ هٰذَا فِي صَلَاةِ التَّطَوُّعِ وَلَا يَقُولُهَا فِي صَلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَإِنَّمَا يُقَالُ: الْمَاجِشُونِيُّ لِأَنَّهُ مِنْ وَلَدِ الْمَاجِشُونِ].

اور بعض اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ دعا فرائض اور نوافل دونوں میں پڑھی جا سکتی ہے (اور یہی صحیح ہے۔) بعض اہل کوفہ کا قول ہے کہ یہ دعا نفل نماز کے لیے ہے، فرض نماز میں نہ پڑھے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (عبدالعزیز بن عبداللہ کو) ماجشونی اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ماجشون کی اولاد میں سے ہیں۔

فائدہ: رکوع کے بعد کے اذکار میں سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے: [اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِي بِالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَالْمَاءِ الْبَارِدِ، اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِي مِنَ الذُّنُوبِ وَالْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْوَسَخِ] (صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 476) ''اے اللہ! مجھے برف، ٹھنڈک اور ٹھنڈے پانی سے پاک کر دے اور مجھے گناہوں اور لغزشوں سے اس طرح پاک صاف کر دے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔'' سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے: [أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ] (صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 477) ''اے ثنا، بزرگی اور عظمت کے مستحق! بندے کا صحیح ترین قول یہ ہے اور ہم سب تیرے ہی بندے ہیں، جو چیز تو عطا فرمائے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس چیز کو تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی کی عظمت و بزرگی تیرے مقابلے میں اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔''

(المعجم ٨٢) بَابٌ: مِّنْهُ آخَرُ (التحفة ٨٢)

باب: 83۔ اسی سلسلے کا ایک اور باب

٢٦٧- حَدَّثَنَا [إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى] الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ».

[267] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب امام [سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ] کہہ لے تو تم کہو: [رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ] بلاشبہ جس کی بات فرشتوں کی بات کے موافق ہوگئی، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم صحابہ اور بعد کے لوگوں کا اسی پر عمل ہے کہ امام

٢٦٧- أخرجه البخاري، الأذان، باب فضل: اللهم ربنا لك الحمد، ح: ٧٩٦ ومسلم، ح: ٤٠٧ من حديث مالك به وهو في الموطأ: ١/ ٨٨ (يحيى).

النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ: أَنْ يَقُولَ الْإِمَامُ: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. [رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ» وَيَقُولُ مَنْ خَلْفَ الْإِمَامِ: «رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ». وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ [وَ] قَالَ ابْنُ سِيرِينَ وَغَيْرُهُ: يَقُولُ مَنْ خَلْفَ الْإِمَامِ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ مِثْلَ مَا يَقُولُ الْإِمَامُ. وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ وَإِسْحَاقُ.

کہے: [سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ] اور مقتدی کہیں [رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ]. امام احمد رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ ابن سیرین وغیرہ کا قول ہے کہ مقتدی بھی امام کی طرح کہے: [سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ] امام شافعی اور اسحاق رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

فائدہ: منفرد کے بارے میں اتفاق ہے کہ وہ تسمیع، یعنی سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اور تحمید، یعنی رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ دونوں کہے گا۔ لیکن جماعت کی صورت میں مقتدی کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ صرف تحمید ہی کہے گا یا تسمیع [سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ] بھی جیسا کہ امام تسمیع اور تحمید دونوں کہے گا۔ اس میں علماء کی دونوں طرح کی آراء ہیں۔ راجح بات یہی ہے کہ امام بھی دونوں کلمات کہے اور مقتدی بھی۔ یہ موقف کہ امام صرف تسمیع کہے اور مقتدی تحمید، دلائل کے اعتبار سے کمزور ہے۔ اس موقف میں تعدیل سے یکسر انحراف ہے۔

(المعجم ٨٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي وَضْعِ الرُّكْبَتَيْنِ قَبْلَ الْيَدَيْنِ فِي السُّجُودِ (التحفة ٨٤)

باب: 84۔ سجدہ کو جاتے ہوئے ہاتھوں سے پہلے گھٹنے رکھنا

٢٦٨- حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيرٍ وَأَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِذَا سَجَدَ يَضَعُ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ، وَإِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ.

[268] سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے اپنے ہاتھوں سے پہلے رکھتے اور جب اٹھتے تو اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔

[قَالَ:] وَزَادَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فِي حَدِيثِهِ: قَالَ يَزِيدُ ابْنُ هَارُونَ: وَلَمْ يَرْوِ شَرِيكٌ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ إِلَّا هٰذَا الْحَدِيثَ. [قَالَ أَبُو عِيسَى]: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُ أَحَدًا رَوَاهُ مِثْلَ هٰذَا غَيْرَ شَرِيكٍ،

حسن بن علی نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے کہ یزید بن ہارون نے کہا: شریک، عاصم بن کلیب سے صرف یہی روایت بیان کرتا ہے۔ امام ابو عیسیٰ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمیں شریک کے سوا کسی کا علم نہیں

٢٦٨- [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب السجود، ح: ٨٨٢ عن الحسن بن علي الحلواني به ☆ شريك القاضي مدلس وعنعن ولم يصب من صححه.

وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ: يَرَوْنَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ. وَإِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ. وَرَوَى هَمَّامٌ عَنْ عَاصِمٍ هٰذَا مُرْسَلًا، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ.

جو یہ روایت بیان کرتا ہو، اور اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ ان کا خیال ہے کہ انسان اپنے دونوں گھٹنے اپنے ہاتھوں سے پہلے رکھے اور جب اٹھے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں سے پہلے اٹھائے۔ ہمام یہی روایت عاصم سے مرسل طور پر بیان کرتے ہیں اور وائل بن حجر کا ذکر نہیں کرتے۔

(المعجم ٨٥) بَابٌ: آخَرُ مِنْهُ (التحفة ٨٥)

باب: 85۔ اسی سلسلے کا دوسرا باب (گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھنا)

٢٦٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نَافِعٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ فَيَبْرُكُ فِي صَلَاتِهِ بَرْكَ الْجَمَلِ؟».

[269] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم میں سے کوئی ایک ارادہ کرتا ہے کہ وہ اپنی نماز میں اونٹ کی طرح بیٹھتا ہے؟''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي الزِّنَادِ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَعَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ وَغَيْرُهُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث غریب ہے۔ ہم اسے صرف ابوزناد کی اسی سند سے جانتے ہیں۔ یہ روایت عبداللہ بن سعید مقبری سے بھی بیان کی گئی ہے۔ عبداللہ بن سعید مقبری کو یحییٰ بن سعید قطان وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

فائدہ: جمہور ائمہ سفیان ثوری، شافعی، احمد، اسحاق اور ابوحنیفہ رحمہم اللہ کا قول ہے کہ سجدے میں جاتے وقت گھٹنے ہاتھوں سے پہلے رکھے جائیں۔ امام مالک اور دیگر محدثین رحمہم اللہ کے نزدیک ہاتھوں کو زمین پر گھٹنوں سے پہلے رکھا جائے کیونکہ اونٹ کی طرح بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے جبکہ اونٹ گھٹنے زمین پر پہلے رکھتا ہے، لیکن جمہور کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ اونٹ کے ہاتھوں ہی میں اس کے گھٹنے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پھر نبی ﷺ نے یہ کیوں فرمایا: [وَلْيَضَعْ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ؟] کہ اپنے گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھے۔ اگرچہ اونٹ کے ہاتھوں ہی میں گھٹنے ہیں لیکن زمین پر پہلے گھٹنے لگتے ہیں۔ (صفة الصلاة للألباني: 141) محدثین کے نزدیک سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث ضعیف ہے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ''جب تم سجدے میں

٢٦٩- أخرجه أبو داود، الصلاة، باب: كيف يضع ركبتيه قبل يديه، ح: ٨٤٠ والنسائي، ح: ٢/٢٠٧، ح: ١٠٩١، ١٠٩٢ من حديث محمد بن عبدالله بن حسن به وقواه النووي وغيره، وله شواهد * حديث عبدالله بن سعيد المقبري، أخرجه الطحاوي في معاني الآثار: ١/ ٢٥٥ وسنده ضعيف جدًا، عبدالله هذا متروك.

جاؤ تو اونٹ کی طرح نہ بیٹھو، گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھو۔'' (سنن النسائي، التطبيق، حديث: 1092) صحیح ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے ارواء الغلیل میں حدیث: 457 کے تحت دونوں حدیثوں پر تفصیلی بحث کی ہے۔ اور ترجیح اسی کو دی ہے کہ زمین پر گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھے جائیں۔ صحیح حدیث کا مفہوم ومنشا یہی ہے۔

(المعجم ٨٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي السُّجُودِ عَلَى الْجَبْهَةِ وَالْأَنْفِ (التحفة ٨٦)

باب: 86۔ پیشانی اور ناک پر سجدہ کرنا

٢٧٠- حَدَّثَنَا [مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ] بُنْدَارٌ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ [الْعَقَدِيُّ]: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ سَهْلٍ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا سَجَدَ أَمْكَنَ أَنْفَهُ وَجَبْهَتَهُ [مِنَ] الْأَرْضِ، وَنَحَّى يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ.

[270] سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنی ناک اور پیشانی اچھی طرح زمین پر رکھتے اور اپنے ہاتھ اپنے پہلوؤں سے دور رکھتے، اور اپنی ہتھیلیاں اپنے کندھوں کے برابر رکھتے۔

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي حُمَيْدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنْ يَسْجُدَ الرَّجُلُ عَلَى جَبْهَتِهِ وَأَنْفِهِ فَإِنْ سَجَدَ عَلَى جَبْهَتِهِ دُونَ أَنْفِهِ [فَقَدْ] قَالَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ: يُجْزِئُهُ، وَقَالَ غَيْرُهُمْ: لَا يُجْزِئُهُ حَتَّى يَسْجُدَ عَلَى الْجَبْهَةِ وَالْأَنْفِ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس، وائل بن حجر اور ابوسعید رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوحمید رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ انسان اپنی پیشانی اور اپنی ناک پر سجدہ کرے۔ اگر ناک چھوڑ کر صرف پیشانی پر سجدہ کرتا ہے تو کچھ لوگوں کے نزدیک اس کے لیے اس میں کفایت ہے اور دوسرے اہل علم کہتے ہیں ناک ٹکائے بغیر کفایت نہیں، پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرے۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ سے محبت اور عقیدت کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان کے سامنے جب صحیح اور صریح حدیث آ جائے تو فوراً اس پر عمل پیرا ہو۔ فقہی موشگافیوں میں نہ پڑے۔ مسئلہ زیر بحث میں نبی ﷺ سے پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنا ثابت ہے۔ اس کے خلاف ثابت نہیں ہے، اس لیے اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔ باقی سجدے میں ہاتھ کہاں رکھے جائیں؟ اس کے لیے اگلی حدیث اور اس کا فائدہ ملاحظہ فرمائیں۔

٢٧٠ـ تقدم: ٢٦٠ * وفي الباب عن ابن عباس [البخاري ح: ٨٠٩، ٨١٠ ومسلم: ٤٩٠ وأحمد: ١/ ٢٨٧] ووائل بن حجر، [أحمد: ٤/ ٣١٥، ٣١٧] وأبي سعيد، [البخاري، ح: ٨١٣ ومسلم: ١١٦٧].

(المعجم ٨٧) بَابُ مَا جَاءَ أَيْنَ يَضَعُ الرَّجُلُ وَجْهَهُ إِذَا سَجَدَ (التحفة ٨٧)

باب: 87۔ سجدے میں انسان چہرہ کہاں رکھے؟

٢٧١۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: قُلْتُ لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ: أَيْنَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَضَعُ وَجْهَهُ إِذَا سَجَدَ؟ فَقَالَ: بَيْنَ كَفَّيْهِ.

[قَالَ] وَفِي الْبَابِ عَنْ وَائِلِ [بْنِ حُجْرٍ] وَأَبِي حُمَيْدٍ. [قَالَ أَبُو عِيسَى]: حَدِيثُ الْبَرَاءِ حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ] غَرِيبٌ. هُوَ الَّذِي اخْتَارَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنْ تَكُونَ يَدَاهُ قَرِيبًا مِّنْ أُذُنَيْهِ.

[271] ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ نبی ﷺ جب سجدہ کرتے تھے تو اپنا چہرہ کہاں رکھتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا: اپنی ہتھیلیوں کے درمیان۔

اس مسئلے میں سیدنا وائل بن حجر اور ابو حمید رضی اللہ عنہما کی احادیث بھی آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا براء رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن (صحیح) غریب ہے۔ بعض اہل علم نے اسی بات کو اختیار کیا ہے کہ اس کے ہاتھ اس کے کانوں کے قریب ہوں۔

فائدہ: مختلف احادیث میں ہاتھوں کے رکھنے کے مختلف انداز آئے ہیں، سب ہی قابل عمل ہیں۔ سب سے جامع طریقہ یہ ہے کہ ہاتھوں کا وہ حصہ جو کلائی سے متصل ہے، اسے کندھوں کے مقابل اور اگلا حصہ کانوں اور چہرے کے مقابل رکھا جائے۔ (نیل الأوطار: 267/2)

(المعجم ...) بَابُ مَا جَاءَ فِي السُّجُودِ عَلَى سَبْعَةِ أَعْضَاءٍ (التحفة ٨٨)

باب: ۔ سجدہ سات اعضاء پر کیا جائے

٢٧٢۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا سَجَدَ الْعَبْدُ سَجَدَ مَعَهُ

[272] سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ سات اعضاء بھی سجدہ کرتے ہیں: اس کا چہرہ، اس کی دونوں ہتھیلیاں، اس

٢٧١۔ [حسن بالشواهد] أخرجه الطحاوي في معاني الآثار: ١/ ٢٥٧ من حديث حفص بن غياث به * الحجاج بن أرطاة ضعيف عنعن وللحديث شواهد عند مسلم (٤٠١) وغيره * وفي الباب عن وائل بن حجر، [مسلم، ح: ٤٠١] وأبي حميد، [يأتي: ٣٠٤].

٢٧٢۔ أخرجه مسلم، الصلاة، باب أعضاء السجود والنهي عن كف الشعر والثوب ... إلخ، ح: ٤٩١ عن قتيبة به * وفي الباب عن ابن عباس، [يأتي: ٢٧٣] وأبي هريرة [الطبراني في الأوسط: ٨/ ٣٦١، ح: ٧٧٣٦] وجابر، [الخطيب في تاريخ بغداد: ٨/ ٣٨٧] وأبي سعيد، [البيهقي: ٢/ ٨٥].

سَبْعَةُ آرَابٍ: وَجْهُهُ وَكَفَّاهُ وَرُكْبَتَاهُ وَقَدَمَاهُ».

کے دونوں گھٹنے اور اس کے دونوں پاؤں۔''

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَجَابِرٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ الْعَبَّاسِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس، ابوہریرہ، جابر اور ابوسعید رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔

فائدہ: چہرے میں پیشانی اور ناک دونوں داخل ہیں کیونکہ نبی ﷺ نے دونوں کو ایک شمار کیا۔ سنن نسائی کی حدیث میں سات اعضاء کی وضاحت میں پیشانی اور ناک دونوں کا ذکر موجود ہے اور انھیں ایک ہی شمار کیا گیا ہے۔ دیکھیے: (سنن النسائي، التطبيق، حديث: 1097)

٢٧٣ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أُمِرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْضَاءٍ، وَلَا يَكُفَّ شَعْرَهُ وَلَا ثِيَابَهُ.

[273] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی ﷺ کو حکم دیا گیا تھا کہ آپ سات اعضاء (ہڈیوں) پر سجدہ کریں اور اپنے بالوں کو سمیٹیں نہ اپنے کپڑوں کو۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں اپنے بال اور اپنے کپڑے سمیٹنا درست نہیں۔ جمہور کے نزدیک یہ عمل نماز میں داخل ہونے سے پہلے ہو یا نماز کے اندر دونوں طرح درست نہیں اور یہی بات راجح ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ کے نزدیک اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ جمہور کے نزدیک یہ تکبر و گھمنڈ کی علامت ہے لیکن نماز ہو جائے گی۔ امام داود ظاہری رحمہ اللہ کے نزدیک یہ کام نماز کے اندر کرنا درست نہیں، پہلے کر لینا درست ہے۔ (نيل الأوطار: 267/2)

(المعجم ٨٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّجَافِي فِي السُّجُودِ (التحفة ٨٩)

باب: 88۔ سجدے میں بازوؤں کو پہلو سے دور رکھنا

٢٧٤ـ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ

[274] سیدنا عبداللہ بن اقرم خزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے

٢٧٣ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب: لا يكف شعرًا، ح: ٨١٥ ومسلم، ح: ٤٩٠ من حديث حماد بن زيد به.

٢٧٤ـ أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب السجود، ح: ٨٨١ والنسائي: ٢/ ٢١٣، ح: ١١٠٩ من حديث داود بن قيس به

* وفي الباب عن ابن عباس، [أبو داود، ح: ٨٩٩] وابن بحينة، [البخاري، ح: ٣٩٠ ومسلم، ح: ٤٩٥] جابر، [أحمد: ٣/ ٢٩٤، ٢٩٥ وابن خزيمة: ٦٤٩] وأحمر بن جزء، [أبو داود، ح: ٩٠٠] وميمونة [مسلم ح: ٤٩٦/ ٢٣٧] وأبي حميد، [يأتي: ٣٠٤] وأبي أسيد [السابق] وأبي مسعود، [أحمد: ٥/ ٢٧٢] وسهل بن سعد ومحمد بن مسلمة، [أبو داود، ح: ٧٣٤] والبراء بن عازب، [أبو داود، ح: ٨٩٦] وعدي بن عميرة، [أحمد: ٤/ ٩٣ وابن خزيمة، ح: ٦٥٠] وعائشة [لم نجده ولعله يشير إلى حديث مسلم، ح: ٤٩٨].

عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَقْرَمَ الْخُزَاعِيِّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنْتُ مَعَ أَبِي بِالْقَاعِ مِنْ نَمِرَةَ فَمَرَّتْ رَكْبَةٌ، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ قَائِمٌ يُصَلِّي قَالَ: فَكُنْتُ أَنْظُرُ إِلَى عُفْرَتَيْ إِبْطَيْهِ إِذَا سَجَدَ، أَيْ: بَيَاضَهُ.

ہیں: میں اپنے باپ کے ساتھ نمرہ (عرفات) کے ایک میدان میں تھا کہ ایک قافلہ گزرا۔ میں نے اچانک دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ جب آپ ﷺ سجدے میں ہوتے تو میں آپ کی بغلوں کی سفیدی کو دیکھتا تھا۔

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ بُحَيْنَةَ، وَجَابِرٍ، وَأَحْمَرَ بْنِ جَزْءٍ، وَمَيْمُونَةَ، وَأَبِي حُمَيْدٍ، وَأَبِي أُسَيْدٍ، وَأَبِي مَسْعُودٍ، وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، وَمُحَمَّدِ ابْنِ مَسْلَمَةَ، وَالْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، وَعَدِيِّ بْنِ عَمِيرَةَ، وَعَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَقْرَمَ حَدِيثٌ حَسَنٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ، وَلَا يُعْرَفُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ أَقْرَمَ الْخُزَاعِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ غَيْرُ هٰذَا الْحَدِيثِ. وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ [أَكْثَرِ] أَهْلِ الْعِلْمِ [مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ]. وَأَحْمَرُ ابْنُ جَزْءٍ هٰذَا، رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ لَهُ حَدِيثٌ وَّاحِدٌ. وَعَبْدُ اللهِ بْنُ أَرْقَمَ الزُّهْرِيُّ كَاتِبُ أَبِي بَكْرِ الصِّدِّيقِ. وَعَبْدُ اللهِ بْنُ أَقْرَمَ الْخُزَاعِيُّ إِنَّمَا يُعْرَفُ لَهُ هٰذَا الْحَدِيثُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس، ابن بُحینہ، جابر، احمر بن جزء، میمونہ، ابوحمید، ابواُسید، ابومسعود، سہل بن سعد، محمد بن مسلمہ، براء بن عازب، عدی بن عمیرہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن اقرم رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ ہم اسے صرف داود بن قیس کی سند ہی سے جانتے ہیں اور عبداللہ بن اقرم خزاعی رضی اللہ عنہ کی نبی ﷺ سے صرف یہی ایک حدیث معروف ہے۔ اکثر اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل اسی پر ہے۔ احمر بن جزء رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور ان سے صرف ایک ہی حدیث مروی ہے۔ اور عبداللہ بن ارقم زہری رضی اللہ عنہ (نبی ﷺ کے صحابی اور) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کاتب (سیکرٹری) ہیں، نیز عبداللہ بن اقرم خزاعی رضی اللہ عنہ کی صرف یہی حدیث، نبی ﷺ سے معروف ہے۔

لغوی تشریح: [عُفْرَة] مٹیالہ رنگ، چونکہ اس میں سفیدی غالب تھی، اس لیے اس کی تفسیر [بَيَاض] (سفیدی) سے کی گئی ہے۔

فائدہ: اس پر ائمہ کا اتفاق ہے کہ سجدے میں دونوں ہاتھ پہلوؤں سے دور رکھے جائیں گے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سجدے میں اپنی ہتھیلیاں زمین پر رکھنا، اپنی کہنیوں کو زمین سے اٹھانا اور اپنے پہلوؤں سے دور رکھنا اور اپنی رانوں کو پیٹ سے الگ کرنا بالاتفاق نماز کے آداب کا حصہ اور مستحب ہے جس کا ترک کرنا درست نہیں، لیکن نماز ہو جائے گی۔ (شرح نووي: 193/1) یہی حکم عورتوں کے لیے بھی ہے۔ عورتوں کا زمین کے ساتھ چمٹ کر سجدہ کرنا، کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ کی کتاب ''کیا عورتوں کا طریقۂ نماز، مردوں سے مختلف ہے؟'' مطبوعہ دارالسلام، لاہور۔)

(المعجم ٨٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْاِعْتِدَالِ فِي السُّجُودِ
(التحفة ٩٠)

باب: 89۔ سجدے میں اعتدال اختیار کرنا

٢٧٥- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلْيَعْتَدِلْ، وَلَا يَفْتَرِشْ ذِرَاعَيْهِ افْتِرَاشَ الْكَلْبِ».

[275] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی ایک سجدہ کرے تو اعتدال اختیار کرے اور اپنے بازو کتے کی طرح زمین پر نہ پھیلائے۔''

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شِبْلٍ، وَأَنَسٍ، وَالْبَرَاءِ، وَأَبِي حُمَيْدٍ، وَعَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: يَخْتَارُونَ الْاِعْتِدَالَ فِي السُّجُودِ وَيَكْرَهُونَ الْاِفْتِرَاشَ كَافْتِرَاشِ السَّبُعِ.

اس مسئلے میں سیدنا عبدالرحمٰن بن شبل، براء، انس، ابوحمید اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ وہ سجدے میں اعتدال کو اختیار کرتے ہیں اور درندے کی طرح بازو زمین پر بچھانا مکروہ سمجھتے ہیں۔

فائدہ: بقول علامہ ابن العربی اعتدال کے معنی ہیں ''ساتوں اعضاء پر وزن ڈالنا'' تاکہ ہر عضو اس طرح رہے جس طرح اس کو ہونا چاہیے، کتے کی طرح بازو زمین پر نہیں بچھانے چاہئیں کیونکہ اس طرح سہارا صرف ان پر ہوگا چہرے پر نہیں اور چہرے کا فرض رہ جائے گا۔ سجدہ پورے اطمینان کے ساتھ کیا جائے ایسا نہ ہو کہ سر زمین پر رکھا اور فوراً اٹھالیا۔ (عارضة الأحوذي: 76/2)

٢٧٦- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ وَلَا يَنْبَسِطَنَّ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ فِي الصَّلَاةِ بَسْطَ الْكَلْبِ».

[276] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سجدہ اعتدال کے ساتھ کرو اور تم میں سے کوئی نماز میں اپنے بازو کتے کی طرح زمین پر نہ پھیلائے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: ایک مخصوص فقہ کی پابند عورتیں سجدہ بالکل اس طرح کرتی ہیں جس سے اس حدیث میں روکا گیا ہے۔ ان کے علماء

٢٧٥- أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب الاعتدال في السجود، ح: ٨٩١ من حديث الأعمش به وصححه ابن خزيمة، ح: ٦٤٤ وللحديث شاهد متفق عليه، البخاري، ح: ٥٣٢، ٨٢٢ ومسلم: ٤٩٣ * وفي الباب عن عبدالرحمن بن شبل، [أبو داود، ح: ٨٦٢] والبراء، [مسلم، ح: ٤٩٤] وأنس، [يأتي: ٢٧٦] وأبي حميد [تقدم: ٢٢٧، ٢٦٠] وعائشة، [مسلم، ح: ٤٩٨].

٢٧٦- أخرجه البخاري، الأذان، باب: لا يفترش ذراعيه في السجود، ح: ٨٢٢ ومسلم: ٤٩٣ من حديث شعبة به وهو في مسند أبي داود الطيالسي، ح: ١٩٧٧.

ان کو یہی بتاتے ہیں کہ تمھارے لیے یہی طریقہ مسنون ہے۔ یہ صریحاً ان کی طرف سے علمی خیانت کا ارتکاب ہے۔ کسی بھی صحیح حدیث میں عورتوں کے لیے یہ وضاحت نہیں ہے کہ وہ سجدے میں اپنے بازو زمین پر پھیلا کر رکھیں۔ مرد اور عورت دونوں کے لیے سجدے کا ایک ہی طریقہ ہے، اور دونوں ہی کے لیے کتے کی طرح بازو زمین پر پھیلانا ممنوع ہے۔ اس ممنوع طریقے کو عورتوں کے لیے ضروری قرار دینا، بلکہ اسے ان کے لیے مسنون کہنا، دنیا کا بہت بڑا جھوٹ ہے۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ.

(المعجم ٩٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي وَضْعِ الْيَدَيْنِ وَنَصْبِ الْقَدَمَيْنِ فِي السُّجُودِ (التحفة ٩١)

باب: 90- سجدے میں دونوں ہاتھ (ہتھیلیاں) زمین پر رکھنا اور پاؤں (قدم) کھڑے رکھنا

٢٧٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا الْمُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ [ابْنِ أَبِي وَقَّاصٍ]، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِوَضْعِ الْيَدَيْنِ وَنَصْبِ الْقَدَمَيْنِ.

[277] سیدنا سعد بن ابی وقاص ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دونوں ہاتھ زمین پر رکھنے اور دونوں پاؤں کھڑے رکھنے کا حکم دیا۔

٢٧٨- قَالَ عَبْدُ اللهِ: وَقَالَ الْمُعَلَّى [بْنُ أَسَدٍ]: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِوَضْعِ الْيَدَيْنِ. فَذَكَرَ نَحْوَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ: عَنْ أَبِيهِ.

[278] عامر بن سعد ؒ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دونوں ہاتھ زمین پر رکھنے کا حکم دیا۔ اوپر والی حدیث کی طرح حدیث بیان کی اور سند میں عامر نے اپنے باپ کا ذکر نہیں کیا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَرَوٰى يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِوَضْعِ الْيَدَيْنِ وَنَصْبِ الْقَدَمَيْنِ. مُرْسَلٌ. وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ وُهَيْبٍ. وَهُوَ الَّذِي أَجْمَعَ عَلَيْهِ أَهْلُ الْعِلْمِ وَاخْتَارُوهُ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید اور دوسرے راویوں نے یہ حدیث کہ نبی ﷺ نے دونوں ہاتھ زمین پر رکھنے اور دونوں پاؤں کھڑے کرنے کا حکم دیا، عامر بن سعد سے مرسل ہی بیان کی ہے۔ (سیدنا سعد ؓ کا واسطہ چھوڑ دیا ہے۔) اور یہ وہیب کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ اہل علم کا اس طرز عمل پر اتفاق ہے اور انھوں نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

٢٧٧- [صحيح لغيره] أخرجه البيهقي: ١٠٧/٢ من حديث وهيب به وابن عجلان صرح بالسماع عنده * محمد بن إبراهيم هو التيمي وللحديث شواهد.

٢٧٨- انظر الحديث السابق.

فائدہ: دونوں ہاتھ زمین پر رکھنے سے مراد یہ ہے کہ ہتھیلیاں زمین پر رکھی جائیں اور کہنیاں زمین سے اٹھالی جائیں جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔(صحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث: 494) بقول علامہ احمد محمد شاکر وہیب ثقہ راوی ہے۔اس کا اس حدیث کو متصل بیان کرنا ثقہ کا اضافہ ہے جو قابل قبول ہے۔

(المعجم ٩١) بَابُ مَا جَاءَ فِي إِقَامَةِ الصُّلْبِ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ وَالرُّكُوعِ (التحفة ٩٢)

باب: 91۔ رکوع اور سجدے سے سر اٹھا کر پشت کو سیدھا کرنا

٢٧٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسَى [الْمَرْوَزِيُّ]: حَدَّثَنَا [عَبْدُاللهِ] بْنُ الْمُبَارَكِ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، وَإِذَا سَجَدَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ قَرِيبًا مِّنَ السَّوَاءِ.

[279] سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی نماز، جب آپ رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور جب آپ سجدہ کرتے اور جب سجدے سے اپنا سر اٹھاتے تقریباً برابر ہوتی تھی۔

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ.

اس مسئلے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے حدیث آئی ہے۔

٢٨٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ نَحْوَهُ.

[280] محمد بن بشار کی سند سے بھی اس کے ہم معنی روایت مروی ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ الْبَرَاءِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ [وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: براء رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع، قومہ، سجدہ اور جلسہ تمام جگہوں پر اطمینان اور اعتدال اختیار کرنا چاہیے۔قومہ (رکوع سے اٹھنے) اور جلسہ (دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے) میں پشت کو بالکل اچھی طرح سیدھا کرنا چاہیے، یعنی نماز پورے اطمینان اور سکون سے پڑھنی چاہیے۔صحیح بخاری میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا رکوع، سجدہ، دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا اور رکوع سے اٹھنا یہ سب تقریباً برابر ہوتے تھے، البتہ قیام اور تشہد کچھ لمبے ہوتے تھے۔(صحیح البخاري، الأذان، حدیث: 792)

(المعجم ٩٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ أَنْ يُبَادِرَ الْإِمَامُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ (التحفة ٩٣)

باب: 92۔ رکوع اور سجدے میں امام سے پہل کرنا، ناجائز ہے

٢٧٩- أخرجه البخاري، الأذان، باب: وحدُّ إتمام الركوع والاعتدال فيه والاطمأنينة، ح: ٧٩٢ ومسلم، ح: ٤٧١ من حديث شعبة به ﷺ وفي الباب عن أنس، [البخاري، ح: ٨٢١ ومسلم، ح: ٤٧٢، ٤٧٣].

٢٨٠- انظر الحديث السابق.

٢٨١- حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ [مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ - وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ - قَالَ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَرَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ لَمْ يَحْنِ رَجُلٌ مِّنَّا ظَهْرَهُ حَتّٰى يَسْجُدَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَنَسْجُدَ.

[281] عبداللہ بن یزید کہتے ہیں ہمیں سیدنا براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، جو کسی طرح جھوٹے نہیں ہیں، وہ کہتے ہیں: ہم جب رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھتے اور آپ اپنا سر مبارک رکوع سے اٹھا لیتے تو ہم میں سے کوئی بھی اس وقت تک اپنی پشت نہ جھکاتا جب تک کہ رسول اللہ ﷺ سجدے میں نہ چلے جاتے، پھر ہم سجدہ کرتے۔

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ، وَمُعَاوِيَةَ، وَابْنِ مَسْعَدَةَ صَاحِبِ الْجُيُوشِ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ الْبَرَاءِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَبِهِ يَقُولُ أَهْلُ الْعِلْمِ: إِنَّ مَنْ خَلْفَ الْإِمَامِ إِنَّمَا يَتْبَعُونَ الْإِمَامَ فِيمَا يَصْنَعُ وَلَا يَرْكَعُونَ إِلَّا بَعْدَ رُكُوعِهِ، وَلَا يَرْفَعُونَ إِلَّا بَعْدَ رَفْعِهِ. وَلَا نَعْلَمُ بَيْنَهُمْ فِي ذٰلِكَ اخْتِلَافًا.

اس مسئلے میں سیدنا انس، معاویہ، لشکروں والے ابن مسعدہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا براء رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم اس کے قائل ہیں کہ امام کی اقتدا میں نماز پڑھنے والے، افعالِ نماز میں امام کی پیروی کریں۔ اس کے رکوع میں چلے جانے کے بعد رکوع کریں اور اس کے اٹھنے کے بعد ہی سر اٹھائیں۔ اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں۔

فوائد و مسائل: ① امام کی اقتدا کا تقاضا ہے کہ نماز کے تمام حالات میں مقتدی امام کی متابعت کرے، اس سے پہل اور جلدی کرے اور نہ اس کی برابری ہی کرے، یعنی رکوع وسجود اور دیگر افعالِ نماز میں اس کے ساتھ ساتھ بھی نہ چلے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک ہے: [إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ] (صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 411) ''امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔'' ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: [إِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا] (صحيح البخاري، الأذان، حديث: 688) ''جب وہ رکوع میں چلا جائے تب تم رکوع میں جاؤ اور جب وہ اٹھے تب تم اٹھو۔'' اور آپ نے مزید فرمایا: ''اے لوگو! میں تمھارا امام ہوں: [فَلَا تَسْبِقُونِي بِالرُّكُوعِ وَلَا بِالسُّجُودِ وَلَا بِالْقِيَامِ وَلَا بِالْاِنْصِرَافِ] ''اس لیے تم مجھ سے رکوع، سجدے، قیام اور سلام پھیرنے میں پہل نہ کرو۔'' (صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 426) اور فرمایا: ''جو شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے، کیا وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کا سر بنا دے۔'' (صحيح البخاري، الأذان، حديث:691، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 427) ② ائمہ اربعہ کے نزدیک تکبیر تحریمہ میں امام سے پہل کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک امام کی برابری سے بھی نماز فاسد ہوجاتی ہے، لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مقارنت (امام کے ساتھ ساتھ عمل کرنا) جائز ہے۔ علامہ عینی، حافظ ابن حجر اور امام

٢٨١- أخرجه البخاري، الأذان، باب: متى يسجد من خلف الإمام؟ ح: ٦٩٠ ومسلم، ح: ٤٧٤ من حديث سفيان الثوري به * وفي الباب عن أنس، [مسلم، ح:٤٢٦] ومعاوية، [أبو داود، ح:٦١٩] وابن مسعدة، [أحمد:٤/١٧٦] وأبي هريرة، [البخاري، ح: ٦٩١ ومسلم، ح:٤٢٨ وموارد الظمآن، ح: ٥٠٤].

نووی ﷭ تینوں نے ائمہ ثلاثہ کے موقف کو ترجیح دی ہے۔

(المعجم ٩٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْإِقْعَاءِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ (التحفة ٩٣)

باب: 93۔ دوسجدوں کے درمیان إقعاء کی صورت میں بیٹھنا ناجائز ہے

٢٨٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا عَلِيُّ! أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِي، وَأَكْرَهُ لَكَ مَا أَكْرَهُ لِنَفْسِي، لَا تُقْعِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ».

[282] سیدنا علی ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''اے علی! میں تیرے لیے وہ چیز پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں، اور میں تیرے لیے وہی چیز ناپسند کرتا ہوں جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہوں، دو سجدوں کے درمیان إقعاء نہ کرو۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ عَلِيٍّ، إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ. وَقَدْ ضَعَّفَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ الْحَارِثَ الْأَعْوَرَ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ: يَكْرَهُونَ الْإِقْعَاءَ. [قَالَ] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث ہم صرف حارث کے واسطے سے پہچانتے ہیں۔ بعض اہل علم نے حارث اعور کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور اکثر اہل علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل ہے۔ وہ إقعاء کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔ اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، سیدنا انس اور ابوہریرہ ؓ سے روایات آئی ہیں۔

فائدہ: [اَلْإِقْعَاء] کی دو تفسیریں ہیں: ① آدمی اپنے سرین زمین پر جما دے اور اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھ دے اور اپنے پاؤں اس طرح کھڑے کر لے کہ گھٹنے شانوں کے برابر ہو جائیں۔ یہ صورت بالاتفاق مکروہ ہے، کیونکہ یہ کتے کے بیٹھنے کی صورت ہے۔ ② دونوں پاؤں کو پنجوں کے بل کر کے ایڑیوں پر بیٹھا جائے۔ بقول علامہ ابن قدامہ ائمہ اربعہ اور اکثر اہل علم کے نزدیک یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ (المغني: 206/2) لیکن امام بیہقی، ابن صلاح اور نووی جو شافعی ائمہ میں سے ہیں انھوں نے امام شافعی ؒ کے نزدیک اس کو مسنون قرار دیا ہے۔ سیدنا ابن عباس ؓ بھی اس کو مسنون قرار دیتے ہیں جیسا کہ اگلے باب میں آ رہا ہے۔ سیدنا ابن عمر، ابن عباس اور ابن زبیر ؓ اس پر عمل کرتے تھے۔ (المغني: 206/2) لیکن سیدنا ابن عمر ؓ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ میں بڑھاپے کی وجہ سے ایسا کرتا ہوں، تم نہ کرو۔ رسول اللہ ﷺ کا عام معمول بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا ہے، اس لیے یہی بہتر طریقہ ہے جبکہ اقعاء کو منسوخ قرار دینا درست نہیں۔ دونوں حدیثوں میں اقعاء کا مفہوم الگ الگ

٢٨٢ـ [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب الجلوس بين السجدتين، ح: ٨٩٤ من حديث أبي إسحاق السبيعي به، والحارث الأعور ضعيف، ضعفه الجمهور وفيه علة أخرى، وحديث مسلم (٤٩٨) والحاكم (٢٧٦/١) يغني عنه * وفي الباب عن عائشة، [مسلم، ح: ٤٩٨] وأنس، [ابن ماجه، ح: ٨٩٦] وأبي هريرة، [أحمد: ٢٦٥/٢، ٣١١، ٣٣٢، ٣٦٧ وحسنه الهيثمي: ٧٩/٢، ٨٠].

ہے، اس لیے نسخ کی ضرورت نہیں ہے اور ضرورت کے وقت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما والا اقعاء جائز ہے۔ (جامع الترمذي، بتحقيق علامة أحمد محمد شاكر: 61/2)

(المعجم ۹۴) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الرُّخْصَةِ فِي الْإِقْعَاءِ

(التحفة ۹۵)

باب: 94۔ اقعاء کی رخصت

۲۸۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ طَاوُسًا يَقُولُ: قُلْنَا لِابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْإِقْعَاءِ عَلَى الْقَدَمَيْنِ؟ قَالَ: هِيَ السُّنَّةُ، فَقُلْنَا: إِنَّا لَنَرَاهُ جَفَاءً بِالرَّجُلِ؟ قَالَ: بَلْ هِيَ سُنَّةُ نَبِيِّكُمْ [ﷺ].

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ]. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَى هٰذَا الْحَدِيثِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ: لَا يَرَوْنَ بِالْإِقْعَاءِ بَأْسًا. وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَهْلِ مَكَّةَ مِنْ أَهْلِ الْفِقْهِ وَالْعِلْمِ. [قَالَ]: وَأَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ يَكْرَهُونَ الْإِقْعَاءَ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ.

[283] طاؤس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ہم نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قدموں کے بل بیٹھنے کے بارے میں دریافت کیا؟ انھوں نے فرمایا: یہ سنت ہے۔ ہم نے عرض کی: ہم تو اس کو (پاؤں یا) انسان کے ساتھ زیادتی سمجھتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: یہ تمھارے نبی ﷺ کا طریقہ ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن (صحیح) ہے۔ بعض اہل علم صحابہ کی رائے یہی ہے کہ قدموں کے بل بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔ مکہ کے بعض اہل فقہ وعلم کا یہی قول ہے اور اکثر اہل علم دو سجدوں کے درمیان اِقعاء کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

لغوی تشریح: [جَفَاء] درشتی وسنگدلی، بدسلوکی۔

فائدہ: اس میں اِقعاء کے انداز میں بیٹھنے کی رخصت ہے تو یہ اِقعاء کی وہ جائز صورت ہے جس کی وضاحت اس سے پہلے باب کے فائدے میں کی گئی ہے۔

(المعجم ۹۵) بَابُ مَا يَقُولُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

(التحفة ۹۶)

باب: 95۔ دو سجدوں کے درمیان کی دعا

۲۸۴- حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ

[284] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ

۲۸۳ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب جواز الإقعاء على العقبين، ح: ٥٣٦ من حديث عبدالرزاق به.

۲۸٤ـ أخرجه أبو داود، الصلاة، باب الدعاء بين السجدتين، ح: ٨٥٠ من حديث زيد ابن حباب به، وصححه الحاكم: ١/ ٢٦٢، ٢٧١ والذهبي وحسنه النووي في الأذكار ولبعض الحديث شاهد عند مسلم، ح: ٢٦٩٧ وانظر شرح السنة للبغوي: ٣/ ١٦٤ تحت، ح: ٦٦٧ وأخرجه البغوي من حديث الترمذي به وكان مكحول رحمه الله يقول بين السجدتين: "اللهم اغفرلي وارحمني واسترني وأجرني وارفعني" (رواه ابن المقرىء في المعجم ص٤١١ ح١٣٥٧ وسنده صحيح).

حُبَابٍ عَنْ كَامِلٍ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ: «اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاجْبُرْنِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي».

دو سجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھتے تھے: [اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي وَارْحَمْنِي وَاجْبُرْنِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي] ''اے اللہ! مجھے معاف فرما، مجھ پررحم کر، میرے نقصان کی تلافی فرما، مجھے ہدایت دے اور مجھے رزق عطا فرما۔''

٢٨٥۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ [الْحُلْوَانِيُّ]: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ زَيْدِ بْنِ حُبَابٍ، عَنْ كَامِلٍ أَبِي الْعَلَاءِ. نَحْوَهُ.

[285] یہ روایت حسن بن علی الخلال کی سند سے مذکورہ بالا حدیث کی مانند مروی ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ. وَهٰكَذَا رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ. وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ: يَرَوْنَ هٰذَا جَائِزًا فِي الْمَكْتُوبَةِ وَالتَّطَوُّعِ. وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ كَامِلٍ أَبِي الْعَلَاءِ مُرْسَلًا.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس طرح مروی ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ دعا فرض اور نفل دونوں میں پڑھی جائے گی۔ بعض راویوں نے یہ حدیث ابوعلاء کامل سے مرسل طور پر نقل کی ہے۔

لغوی تشریح: [أُجْبُرْنِي] میری ٹوٹ پھوٹ کا جبیرہ (تلافی) کر دے، یعنی میری کمی وکوتاہی اور نقصان کو دور فرما دے۔

فائدہ: حنفیہ اور مالکیہ نے بلا دلیل یہ موقف اختیار کیا ہے کہ فرائض میں یہاں کوئی ذکر مسنون نہیں اور اس دعا کا تعلق صرف نوافل سے ہے۔ (معارف السنن: 68/3) لیکن قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی کتاب [مَا لَا بُدَّ مِنه] میں جلسے کے لیے یہ دعا لکھی ہے: [اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي وَارْحَمْنِي وَعَافِنِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي وَاجْبُرْنِي وَارْفَعْنِي] ''اے اللہ! مجھے معاف فرما دے، مجھ پررحم فرما، مجھے عافیت سے نواز، مجھے ہدایت دے، مجھے رزق عطا کر، میرے نقصان کی تلافی فرما اور میرے درجے بلند فرما۔'' (معارف السنن: 68/3) علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے بھی اس کی تائید کی ہے۔

(المعجم ٩٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْاِعْتِمَادِ فِي السُّجُودِ (التحفة ٩٦)

باب: 96۔ سجدے میں سہارا لینا

٢٨٦۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: اشْتَكٰى [بَعْضُ] أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ [إِلَى النَّبِيِّ ﷺ]

[286] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ کے (بعض) صحابہ نے آپ سے شکایت کی کہ جب وہ سجدے میں ہاتھ پہلوؤں سے اور پیٹ رانوں سے دور رکھتے ہیں تو

٢٨٥۔ انظر الحديث السابق.

٢٨٦۔ [ضعيف] أخرجه أبو داود، الصلاة، باب الرخصة في ذلك للضرورة، ح: ٩٠٢ عن قتيبة به ✽ ابن عجلان عنعن وخالف الثقات.

مَشَقَّةَ السُّجُودِ عَلَيْهِمْ إِذَا تَفَرَّجُوا فَقَالَ: «اسْتَعِينُوا بِالرُّكَبِ».

انھیں مشقت ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''گھٹنوں سے مدد لے لو۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، مِنْ حَدِيثِ اللَّيْثِ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ. وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سُمَيٍّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ هٰذَا. وَكَأَنَّ رِوَايَةَ هٰؤُلَاءِ أَصَحُّ مِنْ رِوَايَةِ اللَّيْثِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بواسطہ لیث، ابن عجلان سے صرف اس سند سے معروف ہے اور سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ حدیث سمی سے وہ نعمان بن ابی عیاش کے واسطے سے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں (لہٰذا یہ روایت مرسل ہے کیونکہ نعمان تابعی ہے) اس طرح گویا یہ (مرسل) روایت، لیث کی (مرفوع) روایت سے زیادہ صحیح ہے۔

لغوی تشریح: [إِذَا تَفَرَّجُوا] جب وہ کہنیوں کو زمین سے اٹھا کر ہاتھوں کو پہلوؤں سے اور پیٹ کو رانوں سے دور رکھتے ہیں۔

(المعجم ٩٠) بَابُ [مَا جَاءَ] كَيْفَ النُّهُوضُ مِنَ السُّجُودِ (التحفة ٩٨)

باب: 97۔ سجدے سے کیسے اٹھا جائے؟

٢٨٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ اللَّيْثِيِّ: أَنَّهُ رَأٰى رَسُولَ اللهِ ﷺ يُصَلِّي، فَكَانَ إِذَا كَانَ فِي وِتْرٍ مِّنْ صَلَاتِهِ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ جَالِسًا.

[287] سیدنا مالک بن حویرث لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا، آپ ﷺ جب نماز کی طاق رکعت (پہلی یا تیسری) میں ہوتے تو جب تک سیدھے بیٹھ نہ جاتے، اس وقت تک کھڑے نہ ہوتے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَبِهِ يَقُولُ [إِسْحَاقُ، وَبَعْضُ] أَصْحَابِنَا [وَمَالِكٌ يُكْنٰى أَبَا سُلَيْمَانَ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ امام اسحاق اور ہمارے بعض اصحاب کا یہی موقف ہے۔ اور سیدنا مالک رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوسلیمان ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث اور ابوحمید ساعدی کی حدیث جو انھوں نے دس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں یہ کہہ کر بیان کی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ میں تم سب سے بہتر جانتا ہوں، سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلی اور تیسری رکعت میں جلسۂ استراحت کر کے اٹھنا چاہیے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے اور امام احمد رحمہ اللہ نے بھی اسی کو اختیار کر لیا تھا اور پہلا

٢٨٧- أخرجه البخاري، الأذان، باب من استوى قاعدًا في وتر من صلاته ثم نهض، ح: ٨٢٣ من حديث هشيم به.

موقف ترک کر دیا تھا۔ (المغني: 213/2) لیکن ابن قدامہ اور ابن قیم ؒ نے اس کو ضرورت پر محمول کیا ہے۔ (زاد المعاد: 234،233/1) ② امام مالک ؒ، امام ابوحنیفہ ؒ کی طرح جلسۂ استراحت کے قائل نہیں ہیں لیکن ان کے نزدیک امام شافعی کی طرح اٹھتے وقت دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر اٹھا جائے۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد ؒ کے نزدیک ہر صورت میں گھٹنوں کے سہارے، پیروں کی انگلیوں پر کھڑا ہوا جائے۔ (المغني: 214،213/2) ضرورت کی صورت میں بالاتفاق ہاتھوں کا سہارا لے۔ ③ دلائل کے اعتبار سے راجح موقف یہ ہے کہ ہر صورت میں جلسۂ استراحت ضرور کیا جائے۔ ضرورت اور عدم ضرورت کی تقسیم بے بنیاد ہے۔ اس روایت کے راوی سیدنا مالک ؓ نے اس حدیث کو کسی ضرورت پر محمول نہیں کیا اور احناف کے نزدیک راوی کا فہم مقدم ہے۔ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا تھا: [صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي] ''نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھا ہے۔'' (صحيح البخاري، الأذان، حديث: 631، نيل الأوطار: 279/2، صفة الصلاة: 155)

(المعجم ٩٨) بَابٌ: مِنْهُ أَيْضًا (التحفة ٩٩)

باب: 98۔ مذکورہ بالا مسئلے کے بارے میں ایک اور باب

٢٨٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ إِيَاسٍ. وَيُقَالُ: خَالِدُ بْنُ إِلْيَاسَ عَنْ صَالِحٍ مَوْلَى التَّوْأَمَةِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَنْهَضُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ.

[288] سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نماز میں اپنے دونوں قدموں کے سروں پر اٹھتے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ عَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: يَخْتَارُونَ أَنْ يَنْهَضَ الرَّجُلُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ. وَخَالِدُ بْنُ إِيَاسٍ [هُوَ] ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ. [قَالَ]: وَيُقَالُ خَالِدُ بْنُ إِلْيَاسَ أَيْضًا. وَصَالِحٌ مَوْلَى التَّوْأَمَةِ هُوَ صَالِحُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، وَأَبُو صَالِحٍ اسْمُهُ نَبْهَانُ [وَهُوَ] مَدَنِيٌّ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: اہل علم کا سیدنا ابوہریرہ ؓ کی حدیث پر عمل ہے اور وہ اس کو پسند کرتے ہیں کہ انسان نماز میں اپنے قدموں کے سروں پر اٹھے۔ خالد بن ایاس، محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ اس کو خالد بن الیاس بھی کہتے ہیں۔ توأمہ ؒ کے آزاد کردہ غلام صالح سے مراد صالح بن ابی صالح ہے اور ابو صالح کا نام نبہان مدنی ہے۔

فائدہ: یہ حدیث ضعیف ہے اور [صُدُورِ قَدَمَيْنِ] قدموں کے سروں پر اٹھنے کے بارے میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے اور اگر بعض احادیث میں جلسۂ استراحت کا ذکر موجود نہیں ہے تو ان سے قدموں کے بل اٹھنا ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود امام ترمذی ؒ کا یہ لکھنا عجیب ہے کہ [عَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ] ''اہل علم کا اس پر عمل ہے۔'' جس سے معلوم ہوتا

٢٨٨ـ [ضعيف] أخرجه ابن عدي في الكامل: ٣/ ٨٧٩ من حديث أبي معاوية الضرير به وهو في شرح السنة للبغوي: ٣/ ١٦٦، ح: ٦٦٩ من طريق الترمذي.

ہے کہ سب کا عمل اسی پر ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث ضعیف ہے اور پیچھے جلسۂ استراحت کی حدیث کو وہ خود صحیح قرار دے چکے ہیں۔

(المعجم ٩٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّشَهُّدِ (التحفة ١٠٠)

٢٨٩۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: عَلَّمَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَعَدْنَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ أَنْ نَقُولَ: التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

باب: 99۔ تشہد کا بیان

[289] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سکھایا کہ جب ہم دو رکعتوں کے بعد بیٹھیں تو یوں کہیں: [اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ] ''ادب و تعظیم کے تمام کلمات اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اور تمام بدنی عبادات اور تمام صدقات اللہ ہی کے واسطے ہیں۔ آپ پر سلام ہو اے نبی! اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ کے سب نیک بندوں پر۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں اور میں اس کی بھی شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔''

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَجَابِرٍ، وَأَبِي مُوسٰى، وَعَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ قَدْ رُوِيَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، وَهُوَ أَصَحُّ حَدِيثٍ [رُوِيَ] عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي التَّشَهُّدِ. وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِينَ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر، جابر، ابو موسیٰ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ان سے کئی سندوں سے مروی ہے اور تشہد کے بارے میں نبی ﷺ سے مروی روایات میں یہ سب سے صحیح روایت ہے۔ صحابۂ کرام اور ان کے بعد تابعین کے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ سفیان ثوری، ابن المبارک، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول

٢٨٩۔ أخرجه النسائي: ٢/ ٢٣٧، ٢٣٨، ح: ١١٦٣ عن يعقوب بن إبراهيم به وأصله متفق عليه، (البخاري، ح: ٨٣١ ومسلم، ح: ٤٠٢) * وفي الباب عن ابن عمر، [أبو داود، ح: ٩٧١] وجابر، [ابن ماجه، ح: ٩٠٢] وأبي موسى، [مسلم، ح: ٤٠٤] وعائشة، [البيهقي: ٧/ ١٤٤، ١٤٥] * خصيف ضعيف والرؤيا لا حجة فيه.

مُحَمَّدِ بْنِ مُوسَى: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ خُصَيْفٍ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي الْمَنَامِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ النَّاسَ قَدِ اخْتَلَفُوا فِي التَّشَهُّدِ؟ فَقَالَ: «عَلَيْكَ بِتَشَهُّدِ ابْنِ مَسْعُودٍ».

ہے۔ خُصیف رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں نبی ﷺ کو دیکھا تو پوچھا: اے اللہ کے رسول! لوگ تشہد کے بارے میں مختلف ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”تم ابن مسعود کے تشہد کی پابندی کرو۔“

لغوی تشریح: [اَلتَّحِيَّة] سلام، دوام وہمیشگی، عظمت وکبریائی، عیوب ونقائص سے سلامتی، اقتدار کو کہتے ہیں، لیکن یہاں مراد عجز و نیاز کے اظہار کے کلمات ہیں، یعنی قولی عبادتیں۔ [اَلصَّلَوَات] عبادات، دعوات، رحمتیں، مراد فعلی اور بدنی عبادتیں ہیں۔ [اَلطَّيِّبَاتُ] پاکیزہ اوصاف، اچھے اور نیک کام، تعریف وثنا کے کلمات، اچھے اقوال وافعال، لیکن یہاں مراد مالی عبادتیں ہیں۔

فوائد و مسائل: ① تشہد کے کلمات بقول حافظ ابن حجر تقریباً چوبیس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے تھوڑے تھوڑے فرق کے ساتھ مروی ہیں اور اس پر اتفاق ہے کہ ان میں سے جو بھی تشہد پڑھ لیا جائے جائز ہے لیکن صحیح تر حدیث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی کی ہے جو ان سے بیس سے زائد سندوں سے منقول ہے، اس لیے عام طور پر اس کو پڑھنا بہتر قرار دیا گیا ہے۔ احناف اور حنابلہ نے اسی کو افضل قرار دیا ہے لیکن امام مالک رحمہ اللہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی تشہد جس کے شروع کے الفاظ یہ ہیں: [اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ، الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ] اور امام شافعی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کلمات کو اختیار کیا ہے جو اگلے باب میں آرہے ہیں۔ (المغني: 220/2) ② صحیح بخاری میں ہے، صحابہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں [اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ] کہتے تھے اور آپ کی وفات کے بعد [اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ] کہنے لگے۔ بعض دوسری روایات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ (فتح الباري: 406/2) لیکن بہتر یہی ہے کہ ان الفاظ ہی کی پابندی کی جائے جو نبی ﷺ نے بڑے اہتمام کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خود سکھائے تھے۔ ③ پہلے تشہد میں درود شریف بھی پڑھنا ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق ان روایات میں کوئی صراحت نہیں ہے، اس لیے علماء کا ایک گروہ پہلے تشہد میں درود شریف پڑھنے کا قائل نہیں ہے۔ علماء کے ایک دوسرے گروہ کی رائے یہ ہے کہ پہلے تشہد میں درود پڑھنا بہتر ہے، اس لیے کہ نبی ﷺ سے رات کی نفل نماز سے پہلے تشہد میں بھی درود پڑھنا ثابت ہے۔ (سنن النسائي، قيام الليل، حديث: 1721) علاوہ ازیں بعض عمومی دلائل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (”تفسیر احسن البیان“ زیر آیت: ﴿صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (الأحزاب 56:33)) ④ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک نماز میں دونوں تشہد سنت مؤکدہ ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک پہلا تشہد واجب ہے۔ جان بوجھ کر چھوڑنے سے نماز باطل ہو جائے گی، لیکن بھول کر رہ گیا ہو تو سجدۂ سہو کافی ہو گا اور دوسرا تشہد رکن ہے، اسے عمداً یا سہواً چھوڑنے سے نماز باطل ہو جائے گی۔ احناف کے نزدیک دونوں تشہد واجب یا سنت مؤکدہ ہیں اور واجب کی تلافی، سجدۂ سہو سے ہو جاتی ہے۔ اس طرح ائمۂ اربعہ میں سے کسی نے بھی تشہد اول کو فرض قرار نہیں دیا۔ دوسرا تشہد امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک رکن نماز اور فرض ہے، جس کے چھوڑنے سے نماز باطل ہو جائے گی۔ دلائل کی رو سے یہی موقف راجح معلوم ہوتا ہے۔ احناف کے نزدیک قعدہ (بیٹھنا) فرض ہے اور امام اسحاق کے نزدیک عمداً چھوڑ دینے سے نماز باطل ہو جائے گی۔ احناف اور مالکیہ کے نزدیک درود پڑھنا ضروری نہیں۔ (المغني: 229،228/2، نيل الأوطار: 295/2)

(المعجم ۱۰۰) بَابٌ: مِنْهُ أَيْضًا (التحفة ۱۰۱)

۲۹۰- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَطَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا الْقُرْآنَ، فَكَانَ يَقُولُ: «اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ، سَلَامٌ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، سَلَامٌ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ».

باب:100۔تشہد کے بارے میں ایک اور باب

[290] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تشہد کی تعلیم قرآن کی طرح (پورے اہتمام کے ساتھ) دیتے تھے۔ آپ فرماتے تھے: [اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ، سَلَامٌ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، سَلَامٌ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ] ''برکت والے ادب وتعظیم کے تمام کلمات، بدن کی تمام عبادات اور تمام صدقات اللہ ہی کے لیے ہیں۔ سلام ہو آپ پر اے نبی! اور اللہ کی رحمتیں اور برکات ہوں۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں اور میں اس بات کی بھی شہادت دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ. وَقَدْ رَوٰى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حُمَيْدٍ الرُّؤَاسِيُّ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ نَحْوَ حَدِيثِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ. وَرَوٰى أَيْمَنُ بْنُ نَابِلٍ الْمَكِّيُّ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، وَهُوَ غَيْرُ مَحْفُوظٍ. وَذَهَبَ الشَّافِعِيُّ إِلٰى حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي التَّشَهُّدِ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ عبدالرحمن بن حمید رُؤاسی نے بھی ابوزبیر سے یہ حدیث لیث بن سعد کی حدیث کے ہم معنی بیان کی ہے۔ ایمن بن نابل مکی نے یہ حدیث بواسطہ ابوزبیر سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے اور یہ غیر محفوظ ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تشہد کو اختیار کیا ہے۔

فائدہ: امام دارقطنی نے اپنی ''علل'' میں لکھا ہے کہ ایمن کی متابعت ثوری اور ابن جریج دونوں نے کی ہے، اس لیے یہ حدیث بھی صحیح ہے، اسے غیر محفوظ قرار دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (سنن الترمذي: 67/2، علامہ أحمد محمد شاکر)

(المعجم ۱۰۱) بَابُ مَا جَاءَ: أَنَّهُ يُخْفِي التَّشَهُّدَ (التحفة ۱۰۲)

باب:101۔تشہد، آہستہ آواز میں پڑھا جائے

۲۹۰۔أخرجه مسلم، الصلاة، باب التشهد في الصلاة، ح:۴۰۳ عن قتيبة به.

٢٩١- حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يُخْفِيَ التَّشَهُّدَ.

[291] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سنت یہ ہے کہ تشہد آہستہ آواز سے پڑھا جائے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔

فائدہ: تشہد بالاتفاق خاموشی (آہستہ آواز) سے پڑھا جائے گا، تاہم اگر اونچی آواز سے پڑھ لیا جائے تو سجدۂ سہو لازم نہیں آئے گا۔

(المعجم ١٠٢) بَابُ [مَا جَاءَ] كَيْفَ الْجُلُوسُ فِي التَّشَهُّدِ (التحفة ١٠٢)

باب: 102۔ تشہد میں کیسے بیٹھا جائے؟

٢٩٢- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ [الْجَرْمِيُّ] عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، قُلْتُ: لَأَنْظُرَنَّ إِلٰى صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَلَمَّا جَلَسَ - يَعْنِي لِلتَّشَهُّدِ - افْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى - يَعْنِي عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى -، وَنَصَبَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى.

[292] سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں مدینہ منورہ آیا تو (دل میں) کہا: میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کا ضرور مشاہدہ کروں گا، پھر جب آپ تشہد کے لیے بیٹھے تو آپ نے اپنا بایاں پاؤں بچھا لیا اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھ لیا، اور دایاں پاؤں کھڑا کر لیا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ سفیان ثوری، اہل کوفہ اور ابن المبارک کا بھی یہی قول ہے۔

(المعجم ١٠٣) بَابٌ: مِنْهُ أَيْضًا (التحفة ١٠٣)

باب: 103۔ اس کے بارے میں ایک اور باب

٢٩١ـ أخرجه أبو داود، الصلاة، باب إخفاء التشهد، ح: ٩٨٦ من حديث يونس بن بكير به، وصححه ابن خزيمة، ح: ٧٠٦ والحاكم: ١/ ٢٦٧ على شرط مسلم ووافقه الذهبي، ورواه الحسن بن عبيدالله عن عبدالرحمن بن الأسود به، أخرجه الحاكم: ١/ ٢٣٠ وصححه على شرط الشيخين ووافقه الذهبي.

٢٩٢ـ أخرجه أبو داود، الصلاة، باب: كيف الجلوس، ح: ٩٥٧ والنسائي: ٣/ ٣٤، ٣٥، ح: ١٢٦٤ من حديث عاصم بن كليب به مطولاً، وصححه ابن خزيمة، ح: ٦٩٠.

٢٩٣- حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ [مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ]: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمَدَنِيُّ: حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ سَهْلٍ السَّاعِدِيُّ قَالَ: اجْتَمَعَ أَبُو حُمَيْدٍ وَأَبُو أُسَيْدٍ وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، فَذَكَرُوا صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ: أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ جَلَسَ - يَعْنِي لِلتَّشَهُّدِ - فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى، وَأَقْبَلَ بِصَدْرِ الْيُمْنَى عَلَى قِبْلَتِهِ، وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُمْنَى، وَكَفَّهُ الْيُسْرَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُسْرَى، وَأَشَارَ بِأُصْبُعِهِ - يَعْنِي السَّبَّابَةَ -.

[293] عباس بن سہل ساعدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوحمید، ابواسید، سہل بن سعد اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم اکٹھے ہوئے تو انھوں نے نبی ﷺ کی نماز کا تذکرہ کیا۔ ابوحمید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے متعلق تم سب سے زیادہ جانتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ تشہد کے لیے بیٹھے تو اپنا بایاں پاؤں بچھا لیا اور دائیں پاؤں کا اگلا حصہ قبلہ رخ کر لیا، یعنی دایاں پاؤں کھڑا کر لیا اور اپنی دائیں ہتھیلی اپنے دائیں گھٹنے پر رکھ لی اور بائیں ہتھیلی اپنے بائیں گھٹنے پر اور اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَبِهِ يَقُولُ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ، قَالُوا: يَقْعُدُ فِي التَّشَهُّدِ الْآخِرِ عَلَى وَرِكِهِ وَاحْتَجُّوا بِحَدِيثِ أَبِي حُمَيْدٍ، وَقَالُوا: يَقْعُدُ فِي التَّشَهُّدِ الْأَوَّلِ عَلَى رِجْلِهِ الْيُسْرَى وَيَنْصِبُ الْيُمْنَى.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور بعض اہل علم کا موقف بھی یہی ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نمازی آخری تشہد میں اپنی سرین پر بیٹھے اور دلیل میں ابوحمید کی روایت پیش کی ہے اور ان کے نزدیک پہلے تشہد میں بائیں پاؤں پر بیٹھے گا اور دایاں پاؤں کھڑا رکھے گا۔

فائدہ: تشہد کے لیے احادیث سے دو کیفیتیں یا شکلیں ثابت ہیں: * افتراش، یعنی بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جانا اور دایاں پاؤں کھڑا کر لینا۔ * تورک، بایاں پاؤں دائیں پنڈلی کے نیچے سے باہر نکال کر سرین پر بیٹھ جانا اور دایاں پاؤں کھڑا رکھنا۔ احناف کے نزدیک پہلے اور دوسرے تشہد میں افتراش افضل ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں میں تورک افضل ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ایک تشہد والی نماز میں افتراش ہے اور دو تشہد والی نماز میں دوسرے تشہد میں تورک افضل ہے۔ امام شافعی کے نزدیک سلام والے تشہد میں تورک افضل ہے اور جس کے بعد سلام نہ ہو اس میں افتراش افضل ہے۔ صحیح تر بات یہ ہے کہ پہلے تشہد میں افتراش پر عمل کرے اور سلام والے تشہد میں تورک اختیار کرے جیسا کہ سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث میں ہے۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، الأذان، حديث:828، ونيل الأوطار: 283،282/2)

٢٩٣ـ أخرجه أبو داود، الصلاة، باب من ذكر التورك في الرابعة، ح: ٩٦٧، ٧٣٤ من حديث أبي عامر عبدالملك بن عمرو العقدي به وتقدم طرفه، ح: ٢٦٠.

(المعجم ١٠٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْإِشَارَةِ [فِي التَّشَهُّدِ]
(التحفة ١٠٥)

باب: 104۔ تشہد میں انگلی سے اشارہ کرنا

٢٩٤۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ وَيَحْيَى بْنُ مُوسٰى [وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا]: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ وَرَفَعَ أُصْبُعَهُ الَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ [الْيُمْنٰى] يَدْعُو بِهَا، وَيَدُهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ بَاسِطَهَا عَلَيْهِ.

[294] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ نماز میں (تشہد کے لیے) بیٹھتے تو دایاں ہاتھ اپنے (دائیں) گھٹنے پر رکھ لیتے اور اپنی اس انگلی کو اٹھا لیتے جو دائیں انگوٹھے سے متصل ہے، اس سے اشارہ کرتے اور بایاں ہاتھ اپنے بائیں گھٹنے پر پھیلا لیتے۔

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَنُمَيْرٍ الْخُزَاعِيِّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي حُمَيْدٍ، وَوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ: يَخْتَارُونَ الْإِشَارَةَ فِي التَّشَهُّدِ، وَهُوَ قَوْلُ أَصْحَابِنَا.

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن زبیر، نمیر خزاعی، ابوہریرہ، ابوحمید اور وائل بن حجر رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن غریب ہے اور عبیداللہ بن عمر سے صرف اس سند سے معروف ہے۔ صحابہ اور تابعین میں سے بعض اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ تشہد میں اشارہ کرنا ان کے نزدیک پسندیدہ اور مختار ہے اور محدثین کا یہی موقف ہے۔

فوائد و مسائل: ① جمہور سلف و خلف اور ائمہ اربعہ کا شہادت والی انگلی سے اشارے کے مسنون ہونے پر اتفاق ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے اپنے موطا میں تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہ کا یہی قول ہے۔ ② اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ تشہد کے آغاز میں انگلی اٹھائی جائے جس کی احادیث سے مختلف صورتیں ثابت ہیں۔ ❁ تینوں انگلیاں بند کر لی جائیں شہادت والی انگلی کو کھڑا کر کے، انگوٹھے کو اس کی جڑ کے ساتھ ملا لیں گے، جس طرح ترپن (53) کا عدد بنایا جاتا ہے۔ ❁ دونوں چھوٹی انگلیاں بند کر لیں شہادت والی انگلی کو کھڑا کر لیں، انگوٹھے اور درمیانی انگلی سے حلقہ (دائرہ) بنالیں۔ ❁ تمام انگلیاں بند کر لیں صرف شہادت والی انگلی سے اشارہ کریں۔ ہر طریقہ درست ہے۔ شہادت والی انگلی کا رخ قبلے کی طرف ہو اور نظر اس پر رہے اور یہ توحید و اخلاص کا نشان ہے۔ اس کو بار بار حرکت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ (تحفة الأحوذي: 242/1، نيل الأوطار: 292/2) ③ سیدنا عبداللہ بن

٢٩٤۔ أخرجه مسلم، المساجد، باب صفة الجلوس في الصلاة، وكيفية وضع الفخذين، ح: ٥٨٠ من حديث عبدالرزاق به، وهو في المصنف، ح: ٣٢٣٨ * وفي الباب عن عبدالله بن الزبير، [مسلم، ح: ٥٧٩] ونمير الخزاعي [أبو داود، ح: ٩٩١] وأبي هريرة [يأتي: ٣٥٥٧ والنسائي، ح: ١٢٧٣] وأبي حميد [أبو داود، ح: ٧٣٤] ووائل بن حجر، [أبو داود، ح: ٧٢٦، ٩٥٧ والنسائي، ح: ٨٨٨، وابن ماجه، ح: ٨٦٧].

عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انگشت کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''یہ اخلاص کی علامت ہے۔'' کندھوں کے برابر دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا: ''یہ دعا ہے'' ہاتھ پھیلا کر بلند کر کے فرمایا: ''یہ ابتہال، یعنی گڑگڑانا اور عاجزی کا اظہار ہے۔'' (سنن البیهقي: 133/2، وصحیح الجامع الصغیر، حدیث: 6694) اس سے دعا کی تین صورتیں معلوم ہوئیں۔ ❶ دعاء التوحید و الاخلاص ❷ دعائے سوال (درخواست) ❸ دعائے ابتہال، یعنی عجز و نیاز کا اظہار۔ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اشارے کا انکار کیا ہے، لیکن علامہ یوسف بنوری نے اس کی پرزور تردید کی ہے۔ (معارف السنن: 103,101/3)

نوٹ: [لَا يُحَرِّكُهَا] والی حدیث کو امام نووی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے اور تحریک والی حدیث بھی صحیح ہے لیکن اس سے مراد بقول امام بیہقی اشارہ ہے، بار بار حرکت دینا نہیں۔ امام شوکانی رحمہ اللہ نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ (نیل الأوطار: 292/2) جبکہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے [لَا يُحَرِّكُهَا] والی حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور معلوم نہیں [يُشِيرُ شَدِيدًا] کے معنی بار بار حرکت دینا کیسے کر لیے ہیں، خوب اچھی طرح اشارہ کرنا کیوں مراد نہیں لیا جس سے دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہے اور حدیث کے معنی کی طرف بھی اشارہ ہو جاتا ہے۔ بار بار حرکت سے تو توحید اور اخلاص یا یکتائی کی طرف اشارہ نہیں ہوتا۔ امام البانی رحمہ اللہ نے مسند حمیدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام حمیدی نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی انگلی کھڑی کی۔ (صفة الصلاة: 198) اور [يُحَرِّكُهَا] کی تفسیر [يَدْعُوبِهَا] سے کی ہے اور دعا، انگلی کے اشارے سے ہوتی ہے نہ کہ تحریک سے، اس لیے دوسری روایت میں [أَشَارَ بِأُصْبُعِهِ] ''انگلی سے اشارہ کرتے'' آیا ہے۔ (صفة الصلاة: 158) بہر حال پہلے اور دوسرے، دونوں تشہد میں ابتدا ہی سے انگلی اٹھالی جائے اور آخر تک اٹھا کر رکھی جائے۔ اسی کا نام (اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا) اشارہ کرنا ہے۔ اس کو بار بار یا مسلسل حرکت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

(المعجم ١٠٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّسْلِيمِ فِي الصَّلَاةِ (التحفة ١٠٦)

باب: 105۔ نماز سے سلام پھیرنا

٢٩٥- حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ [مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ كَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ: «اَلسَّلَامُ

[295] سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنی دائیں اور بائیں جانب (ان الفاظ سے) سلام پھیرتے تھے: [اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ].

٢٩٥ـ أخرجه أبو داود، ح:٩٩٦ وابن ماجه، ح:٩١٤ والنسائي:٣/ ٦٣، ح:١٣٢٣ من حديث أبي إسحاق به وصرح بالسماع عند أحمد:١/ ٤٠٨ وصححه ابن خزيمة، ح:٧٢٨ وابن حبان (الإحسان): ١٩٩٠ وللحديث شواهد كثيرة * وفي الباب عن سعد بن أبي وقاص، [مسلم، ح:٥٨٢] وابن عمر، [النسائي، ح:١٣٢١ والبيهقي:٢/ ١٧٨] وجابر بن سمرة [مسلم، ح:٤٣١] والبراء، [البيهقي:٢/ ١٧٧ والدارقطني:١/ ٣٥٧ ح:١٣٣٥] وأبي سعيد، [ابن ماجه، ح:٩١٦] ووائل بن حجر، [أبو داود، ح:٩٩٧] وعدي بن عميرة، [أحمد: ٤/ ١٩٢، ١٩٣ وصححه ابن خزيمة، ح:٦٥٠] وجابر بن عبدالله [العقيلي في الضعفاء:١/ ١٧٧، ١٧٨].

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ».

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، وَالْبَرَاءِ، [وَأَبِي سَعِيدٍ]، وَعَمَّارٍ، وَوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، وَعَدِيِّ بْنِ عَمِيرَةَ، وَجَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ.

اس مسئلے میں سیدنا سعد بن ابی وقاص، ابن عمر، جابر بن سمرہ، براء، ابوسعید، عمار، وائل بن حجر، عدی بن عمیرہ اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ نبی ﷺ کے صحابہ اور بعد کے اہل علم میں سے اکثر کا عمل اسی پر ہے۔ سفیان ثوری، ابن المبارک، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: اس حدیث کی بنا پر جمہور اہل علم، حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا موقف یہی ہے کہ نماز میں سلام امام، منفرد اور مقتدی دونوں جانب پھیریں۔ لیکن ایک طرف سلام پھیرنے سے بالاتفاق نماز ہو جائے گی۔ (المغني: 243/2)

(المعجم ١٠٦) بَابٌ: مِّنْهُ أَيْضًا (التحفة ١٠٧)

باب: 106۔ سلام کے بارے میں ایک اور باب

٢٩٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُورِيُّ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ [أَبُو حَفْصٍ التِّنِّيسِيُّ] عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُسَلِّمُ فِي الصَّلَاةِ تَسْلِيمَةً وَاحِدَةً تِلْقَاءَ وَجْهِهِ، يَمِيلُ إِلَى الشِّقِّ الْأَيْمَنِ شَيْئًا.

[296] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں ایک ہی سلام، سامنے کی طرف کہتے تھے، پھر تھوڑا سا دائیں طرف مڑ جاتے تھے۔

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَحَدِيثُ عَائِشَةَ لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَهْلُ الشَّأْمِ يَرْوُونَ عَنْهُ مَنَاكِيرَ، وَرِوَايَةُ أَهْلِ الْعِرَاقِ عَنْهُ أَشْبَهُ [وَأَصَحُّ]. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: كَأَنَّ زُهَيْرَ بْنَ مُحَمَّدٍ الَّذِي كَانَ وَقَعَ

اس مسئلے میں سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مرفوعاً صرف اسی سند سے معروف ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل شام زہیر بن محمد سے منکر روایات بیان کرتے ہیں جبکہ اہل عراق کی اس سے روایات صحت کے زیادہ قریب ہوتی ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ

٢٩٦ـ [صحيح لغيره] أخرجه ابن خزيمة، ح: ٧٢٩ والحاكم: ١/ ٢٣٠، ٢٣١ من حديث عمرو بن أبي سلمة الشامي به ٭ زهير ابن محمد، يروي عنه أهل الشام مناكير وتابعه عبدالملك بن محمد الصنعاني عند ابن ماجه، ح: ٩١٩ وللحديث شواهد ٭ وفي الباب عن سهل بن سعد، [ابن ماجه، ح: ٩١٨].

عِنْدَهُمْ لَيْسَ هُوَ هٰذَا الَّذِي يُرْوٰى عَنْهُ بِالْعِرَاقِ، كَأَنَّهُ رَجُلٌ آخَرُ، قَلَبُوا اسْمَهُ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَقَدْ قَالَ بِهِ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي التَّسْلِيمِ فِي الصَّلَاةِ وَأَصَحُّ الرِّوَايَاتِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ تَسْلِيمَتَانِ، وَعَلَيْهِ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ. وَرَأٰى قَوْمٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ وَغَيْرِهِمْ تَسْلِيمَةً وَّاحِدَةً فِي الْمَكْتُوبَةِ. قَالَ الشَّافِعِيُّ: إِنْ شَاءَ سَلَّمَ تَسْلِيمَةً وَّاحِدَةً، وَّإِنْ شَاءَ سَلَّمَ تَسْلِيمَتَيْنِ.

کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: گویا زہیر بن محمد جس سے اہل شام بیان کرتے ہیں، یہ وہ نہیں ہے جس سے عراقی بیان کرتے ہیں۔ یہ گویا دوسرا آدمی ہے، انھوں نے اس کے نام میں تبدیلی کرلی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نماز کے سلام کے بارے میں بعض اہل علم کا موقف یہی ہے اور صحیح ترین روایات میں نبی ﷺ سے دو سلام ہی منقول ہیں۔ اکثر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور بعد میں آنے والے اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ کچھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے لوگوں کا موقف یہ ہے کہ فرض نماز میں ایک سلام کافی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: چاہے ایک سلام پھیر لے اور چاہے تو دونوں طرف سلام پھیر لے۔

فائدہ: امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب (الأم) میں امام، منفرد اور مقتدی تینوں کو دوطرف سلام پھیرنے کی تاکید کی ہے، حتی کہ مقتدی کو یہ حکم دیا ہے کہ اگر امام ایک طرف سلام پھیرے تو بھی مقتدی دونوں طرف سلام پھیرے۔ (سنن الترمذي: 74/2 بتحقيق أحمد شاكر) امام ابن قیم رحمہ اللہ نے ایک سلام پھیرنے کی احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (زاد المعاد: 252,250/1) لیکن صحیح بات یہ ہے کہ نبی ﷺ کا معمول دوطرف سلام پھیرنا رہا ہے اور آپ نے کبھی کبھار ایک طرف بھی سلام پھیرا ہے اور بقول علامہ احمد محمد شاکر اور علامہ البانی رحمہما اللہ یہ روایت صحیح ہے۔ (سنن الترمذي: 73/2، صفة الصلاة: 188 حاشية 2) اور بقول ابن قدامہ بہت سے صحابہ وتابعین کا بھی یہی موقف ہے۔ (المغني: 242,241/2) اس لیے کبھی کبھار ایک سلام پھیرنا بھی جائز ہے۔

(المعجم ۱۰۷) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ حَذْفَ السَّلَامِ سُنَّةٌ (التحفة ۱۰۸)

باب: 107۔ سلام میں اختصار، سنت ہے

۲۹۷- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَالْهِقْلُ بْنُ زِيَادٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ قُرَّةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: حَذْفُ السَّلَامِ سُنَّةٌ.

[297] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سلام میں اختصار سنت ہے۔

قَالَ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: وَقَالَ [عَبْدُ اللّٰهِ] بْنُ الْمُبَارَكِ:

امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس کے معنی یہ

۲۹۷۔ [ضعيف] أخرجه أبو داود، ح: ١٠٠٤ من حديث الأوزاعي به وصححه ابن خزيمة، ح: ٧٣٤ والحاكم على شرط مسلم: ١/ ٢٣١ ووافقه الذهبي، قرة بن عبدالرحمٰن ضعيف الحديث * قول إبراهيم النخعي [شرح السنة: ٣/ ٩٢].

يَعْنِي أَنْ لَا تَمُدَّهُ مَدًّا. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ الَّذِي يَسْتَحِبُّهُ أَهْلُ الْعِلْمِ. وَرُوِيَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ أَنَّهُ قَالَ: التَّكْبِيرُ جَزْمٌ، وَالسَّلَامُ جَزْمٌ. وَهِقْلٌ يُقَالُ: كَانَ كَاتِبَ الْأَوْزَاعِيِّ.

ہیں کہ اس کے حروف (مدہ) کو کھینچا نہ جائے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم اسی کو مستحب سمجھتے ہیں۔ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ تکبیر میں جزم (اختصار) ہے اور سلام میں جزم (اختصار) ہے۔ اور ہقل، امام اوزاعی کا کاتب تھا۔

(المعجم ١٠٨) بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا سَلَّمَ [مِنَ الصَّلَاةِ] (التحفة ١٠٩)

باب: 108۔ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد کیا کہے؟

٢٩٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا أَبُومُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا سَلَّمَ لَا يَقْعُدُ إِلَّا مِقْدَارَ مَا يَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ».

[298] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سلام پھیر لیتے تو صرف ان کلمات کے کہنے کے بقدر بیٹھتے: [اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ] ”اے اللہ! تو ہی سلام ہے اور تجھ ہی سے سلامتی ملتی ہے۔ اے عظمت وعزت والے! تو بڑی برکت والا ہے۔“

لغوی تشریح: [أَنْتَ السَّلَامُ] تو محفوظ اور منزہ ہے ہر عیب ونقص سے، حوادث وآفات سے دوچار ہونے سے اور ہر قسم کے تغیر وزوال کے شائبہ سے۔ [مِنْكَ السَّلَامُ] سلامتی تیرے قبضے میں ہے جس کے لیے چاہے، جب چاہے، جہاں چاہے، سلامتی کا فیصلہ کرے، جس کے لیے نہ چاہے نہ کرے۔ [تَبَارَكْتَ] تو بڑا فیض رساں اور بڑھوتری واضافے کا مالک ہے۔ عظمت وبرتری اور تعظیم وتکریم کا حق دار تو ہی ہے۔

فائدہ: اس سے بعض اوقات بیٹھنا یا پھر قبلہ رو ہو کر بیٹھنا مقصود ہے ورنہ رسول اکرم ﷺ سے سلام پھیر کر دیر تک جائے نماز پر بیٹھنا ثابت ہے حتی کہ فجر کے بعد طلوع آفتاب تک بھی آپ بیٹھتے تھے۔

٢٩٩- حَدَّثَنَا هَنَّادُ [بْنُ السَّرِيِّ]: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ ابْنُ مُعَاوِيَةَ [الْفَزَارِيُّ] وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ، وَقَالَ: «تَبَارَكْتَ يَا ذَا

[299] ہناد بن سری کی سند سے مذکورہ بالا روایت کی مانند مروی ہے، اس میں [تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ] آیا ہے۔ (اس میں ”یا“ کا اضافہ ہے جب کہ

٢٩٨- أخرجه مسلم، المساجد، باب ما يستعاذ منه في الصلاة، ح: ٥٩٢ من حديث أبي معاوية الضرير به.

٢٩٩- انظر الحديث السابق * وفي الباب عن ثوبان، [يأتي: ٣٠٠] وابن عمر، [النسائي، ح: ١٣٥٢] وابن عباس، [البخاري، ح: ٨٣١ ومسلم، ح: ٥٨٣] وأبي سعيد، [أبو يعلى في مسنده: ٢/ ٣٦٣، ح: ١١١٨ وفيه أبو هارون العبدي]، وأبي هريرة، [البخاري، ح: ٨٤٣ ومسلم، ح: ٥٩٥] والمغيرة بن شعبة، [البخاري، ح: ٨٤٤ ومسلم، ح: ٥٩٣].

الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ».

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ ثَوْبَانَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَالْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. [وَقَدْ رَوٰى خَالِدٌ الْحَذَّاءُ هٰذَا الْحَدِيثَ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ، عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ الْحَارِثِ: نَحْوَ حَدِيثِ عَاصِمٍ]. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ بَعْدَ التَّسْلِيمِ: «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ». وَرُوِيَ [عَنْهُ] أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: «سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ، وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ».

پہلی روایت میں نہیں ہے۔)

اس مسئلے میں سیدنا ثوبان، ابن عمر، ابن عباس، ابوسعید، ابوہریرہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔ خالد حذاء نے بھی یہ روایت عبداللہ بن حارث کے واسطے سے عاصم کی حدیث کی طرح بیان کی ہے۔ نبی ﷺ سے سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا بھی منقول ہے: [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ ... وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ] ''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ اکیلا اور یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں۔ حکومت اور فرمانروائی اسی کی ہے اور وہی حمد و ستائش اور شکریے کا حق دار ہے۔ اور وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔ اے اللہ! جو کچھ تو عنایت فرمائے، وہ کوئی روک نہیں سکتا اور جس چیز کو تو روک لے، اسے کوئی دے نہیں سکتا۔ اور کسی عظمت والے اور سرمایہ دار کو اس کی عظمت اور سرمایہ تجھ سے کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔'' اور آپ ﷺ سے یہ دعا بھی منقول ہے [سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ ...] ''پاک و منزہ ہے تیرا رب، عزت کا مالک، ان باتوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں اور سلام ہو رسولوں پر اور ہر قسم کی حمد و ستائش اللہ کے لیے ہے جو تمام کائنات کا مالک ہے۔''

٣٠٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسٰى قَالَ: أَخْبَرَنِي [عَبْدُ اللهِ] بْنُ الْمُبَارَكِ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنَا شَدَّادٌ أَبُو عَمَّارٍ: حَدَّثَنِي أَبُو أَسْمَاءَ الرَّحَبِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي ثَوْبَانُ مَوْلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنْصَرِفَ مِنْ صَلَاتِهِ

[300] سیدنا ثوبان جو رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنی نماز سے پھرنے کا ارادہ کرتے (سلام پھیرتے) تو تین دفعہ [أَسْتَغْفِرُ اللهَ] کہتے، پھر کہتے: [اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ]

٣٠٠ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، ح: ٥٩١ من حديث الأوزاعي به.

اسْتَغْفَرَ [اللهَ] ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ: «[اللّٰهُمَّ] أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ».

''اے اللہ! تو سراپا سلامتی ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی میسر ہے۔ تو بڑا ہی برکت والا ہے، اے بزرگی و برتری والے! تعظیم واکرام والے!''

قَالَ [أَبُو عِيسٰى]: هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] صَحِيحٌ. وَأَبُو عَمَّارٍ اسْمُهُ شَدَّادُ بْنُ عَبْدِ اللهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابوعمار کا نام شداد بن عبداللہ ہے۔

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ سلام پھیرنے کے بعد سب سے پہلے [اَللّٰهُ أَكْبَرُ] کہہ کر اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت کا اظہار فرماتے، پھر تین دفعہ [أَسْتَغْفِرُ اللهَ] کہتے جو کمال عبدیت کی دلیل ہے کہ نماز جیسی اہم عبادت کی ادائیگی کے بعد بھی اپنے آپ کو قصوروار اور حق عبادت ادا کرنے سے قاصر اور عاجز خیال کرتے ہوئے کمی وکوتاہی کی اللہ تعالیٰ سے معافی اور بخشش مانگی ہے۔ آپ ﷺ یہ دعا نماز کی ہیئت ونشست بدلنے سے پہلے پڑھتے اور پھر اس کے بعد دائیں بائیں جانب یا مقتدیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھ جاتے اور مختلف دعائیں پڑھتے جن کا مختلف صحیح احادیث میں تذکرہ موجود ہے۔ ② فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنے میں آج کل جو افراط وتفریط سے کام لیا جارہا ہے کہ بعض جگہ سلام پھیرنے کے بعد دعا میں بھی مقتدی نماز ہی کی طرح امام کے پابند رہتے ہیں، حتی کہ اگر کسی کو جلدی جانے کی ضرورت ہو تب بھی امام کے ساتھ دعا کیے بغیر اٹھ جانا، یا امام کا دعا نہ کرنا برا خیال کیا جاتا ہے، حالانکہ امامت اور اقتدا کا تعلق سلام پھیرنے پر ختم ہوجاتا ہے، اس لیے سلام کے بعد دعا میں امام کی اقتدا کی پابندی نہیں ہے، لیکن دوسری طرف امام کے ساتھ دعا کرنے کو بدعت قرار دیا جاتا ہے جبکہ اپنے طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی، اس لیے صحیح طریقہ یہ ہے کہ انفرادی طور پر جتنی چاہے اور جب چاہے، دعا کی جاسکتی ہے۔ اور امام بھی حسب ضرورت دعا کرسکتا ہے، لیکن امام کے لیے اس کا التزام کرنا اور اسے معمول بنالینا صحیح نہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 246,245/1) اور کتاب ''ادائے فرض کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کا ثبوت'' (مجموعہ مضامین سید احسان اللہ شاہ راشدی، سید محب اللہ شاہ راشدی، سید بدیع الدین شاہ راشدی۔)

(المعجم ١٠٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْاِنْصِرَافِ، عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ (التحفة ١١٠)

باب: 109۔ سلام پھیرنے کے بعد دائیں اور بائیں جانب سے مڑنا

٣٠١۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ

[301] سیدنا قبیصہ بن ہلب اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہماری امامت کرواتے تھے اور دونوں

٣٠١۔ [صحيح لغيره] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب الانصراف من الصلاة، ح: ٩٢٩ من حديث أبي الأحوص به، وصححه ابن عبدالبر في الاستيعاب: ٣/ ٦١٥ مع الإصابة. * وفي الباب عن عبدالله بن مسعود [البخاري، ح: ٨٥٢، ومسلم، ح: ٧٠٧/ ٥٩]، وأنس [مسلم، ح: ٧٠٨]، وعبدالله بن عمرو [ابن ماجه، ح: ٩٣١]، وأبي هريرة [البيهقي: ٢/ ١٩٠]. * حديث علي رضي الله عنه [أخرجه ابن أبي شيبة: ١/ ٣٠٥].

قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَؤُمُّنَا فَيَنْصَرِفُ عَلٰى جَانِبَيْهِ جَمِيعًا عَلٰى يَمِينِهِ وَعَلٰى شِمَالِهِ.

ہی جانب دائیں اور بائیں طرف سے پھر جاتے تھے۔

وَفِي الْبَابِ: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَأَنَسٍ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، وَأَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ هُلْبٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّهُ يَنْصَرِفُ عَلٰى أَيِّ جَانِبَيْهِ شَاءَ: إِنْ شَاءَ عَنْ يَمِينِهِ، وَإِنْ شَاءَ عَنْ يَسَارِهِ. وَقَدْ صَحَّ الْأَمْرَانِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ. وَيُرْوٰى عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ قَالَ: إِنْ كَانَتْ حَاجَتُهُ عَنْ يَمِينِهِ أَخَذَ عَنْ يَمِينِهِ، وَإِنْ كَانَتْ حَاجَتُهُ عَنْ يَسَارِهِ أَخَذَ عَنْ يَسَارِهِ.

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن مسعود، انس، عبداللہ بن عمرو اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ہُلب کی حدیث حسن ہے۔ اہل علم کا عمل اسی پر ہے کہ امام جس طرف چاہے رخ کر سکتا ہے، چاہے داہنے مڑ جائے اور چاہے تو بائیں۔ رسول اللہ ﷺ سے دونوں طرح ثابت ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر اسے ضرورت دائیں طرف ہو تو دائیں طرف اختیار کر لے اور اگر حاجت بائیں طرف ہو تو بائیں طرف مڑ جائے۔

فائدہ: امام سلام پھیرنے کے بعد اپنی جگہ پر مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے گا جیسا کہ سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب نبی ﷺ نماز پڑھ لیتے تو اپنا رخ مبارک ہماری طرف کر لیتے۔ (صحيح البخاري، الأذان، حديث: 845) مقتدیوں کی طرف متوجہ ہونے کے لیے دائیں طرف سے بھی گھوما جا سکتا ہے اور بائیں طرف سے بھی، دونوں طرح درست ہے۔

(المعجم ۱۱۰) بَابُ مَا جَاءَ فِي وَصْفِ الصَّلَاةِ (التحفة ۱۱۱)

باب: 110۔ نماز کی کیفیت وترکیب

۳۰۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادِ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ، [عَنْ أَبِيهِ]، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ رِفَاعَةَ ابْنِ رَافِعٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ يَوْمًا - قَالَ رِفَاعَةُ: وَنَحْنُ مَعَهُ - إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ كَالْبَدَوِيِّ، فَصَلّٰى، فَأَخَفَّ صَلَاتَهُ، ثُمَّ انْصَرَفَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «وَعَلَيْكَ، فَارْجِعْ فَصَلِّ

[302] سیدنا رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن مسجد میں تشریف فرما تھے...... رفاعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں...... اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے کہ اچانک آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا جو دیہاتی معلوم ہوتا تھا۔ اس نے نماز پڑھی اور نماز میں تخفیف کی، پھر مڑا اور نبی ﷺ کو سلام عرض کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: ''جاؤ نماز پھر پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔'' وہ

۳۰۲- أخرجه أبو داود، الصلاة، باب صلاة من لا يقيم صلبه في الركوع والسجود، ح: ۸٦١، والنسائي: ۲/ ۲۰، ح: ٦٦٨ من حديث إسماعيل بن جعفر عن يحيى بن علي عن أبيه عن جده عن رفاعة به، وصححه ابن خزيمة، ح: ٥٤٥، والحديث ذكره البغوي في شرح السنة: ۳/ ٦- ۸، ح: ٥٥٣ من حديث الترمذي به، وسقط عنه أيضًا "عن أبيه"، فالخطأ قديمة * وفي الباب عن أبي هريرة [يأتي: ۳۰۳]، وعمار بن ياسر [لم نجده، ولعله يشير إلى حديث النسائي، ح: ۱۳۰٦، ۱۳۰۷].

فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ» فَرَجَعَ فَصَلَّى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: «وَعَلَيْكَ، فَارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ»، [فَفَعَلَ ذٰلِكَ] مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، كُلُّ ذٰلِكَ يَأْتِي النَّبِيَّ ﷺ فَيُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَيَقُولُ النَّبِيُّ ﷺ: «وَعَلَيْكَ، فَارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ»، فَخَافَ النَّاسُ وَكَبُرَ عَلَيْهِمْ أَنْ يَكُونَ مَنْ أَخَفَّ صَلَاتَهُ لَمْ يُصَلِّ، فَقَالَ الرَّجُلُ فِي آخِرِ ذٰلِكَ: فَأَرِنِي وَعَلِّمْنِي، فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أُصِيبُ وَأُخْطِئُ، فَقَالَ: «أَجَلْ، إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَتَوَضَّأْ كَمَا أَمَرَكَ اللهُ بِهِ، ثُمَّ تَشَهَّدْ فَأَقِمْ أَيْضًا، فَإِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْآنٌ فَاقْرَأْ، وَإِلَّا فَاحْمَدِ اللهَ وَكَبِّرْهُ وَهَلِّلْهُ، ثُمَّ ارْكَعْ فَاطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ اعْتَدِلْ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ فَاعْتَدِلْ سَاجِدًا، ثُمَّ اجْلِسْ فَاطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ قُمْ، فَإِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ، وَإِنِ انْتَقَصْتَ مِنْهُ شَيْئًا انْتَقَصْتَ مِنْ صَلَاتِكَ»، قَالَ: وَكَانَ هٰذَا أَهْوَنَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْأُولَى أَنَّهُ مَنِ انْتَقَصَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا انْتَقَصَ مِنْ صَلَاتِهِ وَلَمْ تَذْهَبْ كُلُّهَا.

واپس گیا اور نماز پڑھی، پھر آیا اور آپ کو سلام عرض کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ”جاؤ نماز پھر پڑھو، کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔“ اس نے دو یا تین دفعہ ایسا کیا۔ وہ ہر دفعہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ کو سلام عرض کرتا تو آپ سلام کا جواب دیتے اور فرماتے: ”لوٹ جاؤ اور نماز پھر پڑھو، کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔“ چنانچہ لوگ ڈر گئے اور انھیں یہ بات بڑی بھاری لگی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو شخص ہلکی نماز پڑھتا ہو اس کی نماز نہ ہوتی ہو۔ بالآخر اس آدمی نے کہا: مجھے دکھایئے اور سکھایئے، کیونکہ میں انسان ہوں، صحیح کام بھی کرتا ہوں اور غلطی بھی کر جاتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں، جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو وضو اسی طرح کرو جس طرح تمھیں اللہ نے اس کا حکم دیا ہے۔ پھر شہادت دو (اذان کہو) اور اقامت بھی کہو۔ اگر قرآن یاد ہو تو پڑھو وگرنہ اللہ کی حمد، اس کی کبریائی اور تہلیل بیان کرو، پھر پوری طرح اطمینان سے رکوع کرو، پھر پوری طرح سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر سجدے میں اچھی طرح اعتدال کرو، پھر پورے اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاؤ، پھر کھڑے ہو جاؤ۔ جب تم اس طرح کرو گے تو یقیناً تمھاری نماز مکمل ہو جائے گی۔ اگر اس میں کچھ کمی کرو گے تو نماز میں کمی کرو گے (اس میں نقص پیدا ہوگا)۔“ (سیدنا رفاعہ رضی اللہ عنہ نے) کہا: آپ ﷺ کا یہ فرمان ان کے لیے پہلے فرمان سے آسان اور سہل تھا، کیونکہ جس نے ان افعال میں کمی کوتاہی کی اس نے اپنی نماز میں کمی و نقص پیدا کیا۔ نماز بالکل ہی ضائع نہیں ہوئی۔

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ رِفَاعَةَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ

اس مسئلے میں سیدنا ابو ہریرہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ رفاعہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث

وَجْهٍ. کئی سندوں سے آئی ہے۔

فوائد و مسائل: ① مسجد میں آنے والے شخص، سیدنا رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کے بھائی سیدنا خلاد بن رافع رضی اللہ عنہ تھے۔ انھوں نے آ کر تحیۃ المسجد کے طور پر دو رکعتیں پڑھیں، لیکن انھوں نے ان رکعتوں میں بہت جلدی کی اور رکوع و سجدہ وغیرہ جس طرح تعدیل و اطمینان کے ساتھ، یعنی ٹھہر ٹھہر کر کرنا چاہیے تھا، نہیں کیا، اس لیے نبی ﷺ نے ان کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ ② یہ دونوں بھائی بدری صحابی ہیں، لیکن چونکہ بھائی نے نماز میں جلد بازی سے کام لیا تھا، اس لیے انھوں نے اسے بدوی جیسا کہا۔ ③ چونکہ سیدنا خلاد رضی اللہ عنہ نے آپ سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے، اس لیے آپ نے بھی نہیں بتایا تا کہ وہ خود ہی اصلاح کر لے اور تعلیم و تربیت کے نقطۂ نظر سے یہی بہترین طریقہ تھا۔ انسان کو اس طریقے سے جو تعلیم دی جائے وہ زندگی بھر نہیں بھولتی۔ ④ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تعدیلِ ارکان کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ جس نے نماز جلدی جلدی اس طرح پڑھی کہ اس کے رکوع و سجود، اور قومہ و جلسہ میں اطمینان پیدا نہ ہوا تو ایسی نماز نا قابل اعتبار ہے اور اسے دوبارہ پڑھنا ہوگا۔ یہ نقص ایسا نقص ہے، جو اعادے کا سبب ہے۔ اگر یہ نقص ایسا تھا جس سے نماز ہو جاتی ہے تو سوچنا چاہیے کہ نبی ﷺ نے ان سے تین دفعہ اعادہ کیوں کروایا؟ ⑤ عجیب بات ہے کہ اس کے باوجود احناف کہتے ہیں کہ ایسے شخص کی نماز صحیح ہے، اس سے فرض ساقط ہو جاتا ہے۔ اور اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ وہ اسے واجب الاعادہ بھی کہتے ہیں، یعنی جس کا لوٹانا واجب ہے۔ یہ معمہ نا قابل فہم ہے کہ اگر وہ نماز صحیح ادا ہو گئی ہے یا فرض ساقط ہو گیا ہے تو پھر اعادے کا کیا مطلب؟ اور اس کی کیا ضرورت ہے؟ اور ان سب سے عجیب تر بات یہ ہے کہ واجب الاعادہ تسلیم کرنے کے باوجود کوئی شخص نماز لوٹاتا ہے نہ ان کے عالم کسی کو نماز لوٹانے کا حکم ہی دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ احناف کی اکثریت تعدیلِ ارکان کے بغیر ہی نماز پڑھتی ہے اور کوے کی طرح ٹھونگیں مار کر یہ جا اور وہ جا، والا معاملہ کرتی ہے۔ فَإِلَى اللهِ الْمُشْتَكَى! ⑥ نبی ﷺ نے اس موقع پر نماز کے تمام مسائل نہیں بتائے، صرف ان کی خاص غلطی جس کی بالخصوص اصلاح ضروری تھی، اس کی نشاندہی فرمائی، وگرنہ اس میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع الیدین، رکوع، قومہ، سجدہ اور جلسہ کی دعائیں، نیز آخری قعدہ، تشہد اور سلام کا بھی ذکر نہیں ہے۔ ⑦ آپ ﷺ کا فرمان: [تَشَهَّدْ فَأَقِمْ أَيْضًا] کے واضح اور صریح معنی یہ ہیں کہ نماز کے لیے اذان اور اقامت کا بھی اہتمام ہونا چاہیے اور نماز جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہیے، کیونکہ منفرد کے لیے اذان اور اقامت فرض نہیں ہے۔ ⑧ یہ حدیث مختلف الفاظ سے مختلف کتابوں میں موجود ہے۔ اس کا صحیح مفہوم تمام روایات کے جمع کرنے سے واضح ہوتا ہے۔ کسی ایک حدیث کے الفاظ پر اڑنا درست نہیں۔

٣٠٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلَ رَجُلٌ

[303] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو ایک آدمی داخل ہوا اور اس نے نماز پڑھی، پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: ''جا کر

٣٠٣- أخرجه البخاري، الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات كلها ... إلخ، ح: ٧٥٧ عن محمد بن بشار، ومسلم، ح: ٣٩٧ من حديث يحيى القطان به.

فَصَلّٰى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ، فَقَالَ: «ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ»، فَرَجَعَ الرَّجُلُ فَصَلّٰى كَمَا كَانَ صَلّٰى، ثُمَّ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَرَدَّ عَلَيْهِ، [السَّلَامَ] فَقَالَ لَهُ [رَسُولُ اللهِ ﷺ]: «ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ»، حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ! مَا أُحْسِنُ غَيْرَ هٰذَا، فَعَلِّمْنِي، فَقَالَ [لَهُ]: «إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، وَافْعَلْ ذٰلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا».

دوبارہ نماز پڑھو، کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔“ اس آدمی نے واپس جا کر نماز پڑھی جس طرح پہلے پڑھی تھی، پھر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام عرض کیا۔ آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: ”واپس جا کر نماز پڑھ، کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔“ حتی کہ اس نے تین دفعہ یہ کام کیا تو اس آدمی نے گزارش کی: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں اس سے بہتر طور پر نہیں پڑھ سکتا، لہٰذا آپ مجھے سکھا دیں۔ آپ نے فرمایا: ”جب نماز کے لیے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو، پھر قرآن سے پڑھو جو (تمھیں یاد ہو اور) آسان لگے، پھر خوب اطمینان کے ساتھ اچھی طرح رکوع کرو، پھر اٹھ کر ٹھیک طرح سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر پورے اطمینان کے ساتھ اچھی طرح سجدہ کرو، پھر اٹھ کر اچھی طرح بیٹھ جاؤ اور پوری نماز میں اسی طرح کرو۔“

قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.
[قَالَ]: وَقَدْ رَوَى ابْنُ نُمَيْرٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. وَرِوَايَةُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَصَحُّ. وَسَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ قَدْ سَمِعَ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَرَوٰى عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. وَأَبُو سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ اسْمُهُ كَيْسَانُ. وَسَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ يُكْنٰى أَبَا سَعْدٍ. [وَكَيْسَانُ: عَبْدٌ كَانَ مُكَاتَبًا لِّبَعْضِهِمْ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ یہی حدیث ابن نمیر نے عبیداللہ بن عمر سے بیان کی ہے لیکن عن ابیہ کا واسطہ ذکر نہیں کیا۔ یحییٰ بن سعید کی روایت جس میں ”عن ابیہ“ کا واسطہ ہے، زیادہ صحیح ہے۔ اگرچہ سعید مقبری کو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے براہ راست سماع حاصل ہے لیکن وہ ان سے اپنے باپ کے واسطے سے بھی بیان کرتا ہے۔ ابوسعید مقبری کا نام کیسان ہے اور سعید مقبری کی کنیت ابوسعد ہے۔ کیسان غلام تھے اور اپنے آقاؤں سے مکاتبت کی ہوئی تھی۔

فائدہ: [وَافْعَلْ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا] سے ثابت ہوتا ہے کہ قراءت کا تعلق تمام رکعات سے ہے، ہر رکعت میں قراءت فرض ہے۔ حنفیہ کا اس کے مقابلے میں سیدنا علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے اقوال سے استدلال حیران کن ہے۔ مرفوع صحیح روایت کی موجودگی میں اقوال صحابہ سے یہ استدلال کہاں کی دانشمندی ہے؟

[بَابٌ: مِّنْهُ]

٣٠٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ: سَمِعْتُهُ وَهُوَ فِي عَشَرَةٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَحَدُهُمْ أَبُو قَتَادَةَ بْنُ رِبْعِيٍّ يَقُولُ: أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، قَالُوا: مَا كُنْتَ أَقْدَمَنَا لَهُ صُحْبَةً وَّلَا أَكْثَرَنَا لَهُ إِتْيَانًا، قَالَ: بَلٰى، قَالُوا: فَاعْرِضْ، فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ اعْتَدَلَ قَائِمًا وَّرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: «اللهُ أَكْبَرُ»، وَرَكَعَ، ثُمَّ اعْتَدَلَ، فَلَمْ يُصَوِّبْ رَأْسَهُ وَلَمْ يُقْنِعْ، وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ»، وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَاعْتَدَلَ، حَتّٰى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ فِي مَوْضِعِهِ مُعْتَدِلًا، ثُمَّ هَوٰى إِلَى الْأَرْضِ سَاجِدًا، ثُمَّ قَالَ: «اللهُ أَكْبَرُ»، ثُمَّ جَافٰى عَضُدَيْهِ عَنْ إِبْطَيْهِ، وَفَتَحَ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ، ثُمَّ ثَنٰى رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَقَعَدَ عَلَيْهَا، ثُمَّ اعْتَدَلَ حَتّٰى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ فِي مَوْضِعِهِ مُعْتَدِلًا ثُمَّ هَوٰى سَاجِدًا، ثُمَّ قَالَ: «اللهُ أَكْبَرُ»، ثُمَّ ثَنٰى رِجْلَهُ وَقَعَدَ وَاعْتَدَلَ حَتّٰى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ فِي مَوْضِعِهِ، ثُمَّ نَهَضَ، ثُمَّ صَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ، حَتّٰى إِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ، كَمَا صَنَعَ

اس سلسلے میں ایک اور باب

[304] محمد بن عمرو بن عطاء رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے دس صحابۂ کرام کی مجلس میں یہ کہتے ہوئے سنا، اس مجلس میں سیدنا ابوقتادہ بن ربعی بھی تھے، کہ میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز سے آگاہ ہوں۔ انھوں نے کہا: آپ نہ رفاقت میں ہم سے قدیم ہیں اور نہ ہم سے زیادہ آپ کی مجلس میں حاضر باش رہے ہیں۔ سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں۔ انھوں نے کہا: (آپ کی نماز ہمارے سامنے) پیش کرو، تو اس نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو سیدھے کھڑے ہوجاتے اور دونوں ہاتھ بلند کرتے حتی کہ ان کو اپنے کندھوں کے برابر لے جاتے، پھر جب رکوع میں جانا چاہتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے حتی کہ کندھوں کے برابر لے جاتے، پھر [اَللهُ أَكْبَرُ] کہتے اور رکوع میں چلے جاتے اور اعتدال واطمینان سے رکوع کرتے۔ پشت سیدھی رکھتے، سر نہ نیچے جھکاتے اور نہ اوپر اٹھاتے (بلکہ پشت کے برابر رکھتے) اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھ لیتے، پھر [سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ] کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور سیدھے کھڑے ہوجاتے، حتی کہ کھڑے کھڑے ہر ہڈی اپنے مقام پر آجاتی، پھر سجدے کے لیے زمین پر جھکتے، پھر [اَللهُ أَكْبَرُ] کہتے، پھر اپنے دونوں بازوؤں کو اپنی بغلوں سے دور رکھتے اور اپنے دونوں پاؤں کی انگلیاں کھول لیتے، پھر اپنا بایاں پاؤں موڑ کر اس پر بیٹھ جاتے اور اعتدال واطمینان سے بیٹھتے کہ ہر ہڈی اپنی جگہ

٣٠٤- أخرجه أبو داود، الصلاة، باب ذكر التورك في الرابعة، ح: ٩٦٣، ٧٣٠ من حديث يحيى القطان به، وصححه ابن خزيمة، ح: ٥٨٧، ٥٨٨، وابن حبان، ح: ٤٤٢، ٤٩١، ٤٩٢، والبخاري في جزء رفع اليدين، وابن القيم وغيرهم.

حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، ثُمَّ صَنَعَ كَذٰلِكَ حَتّٰى كَانَتِ الرَّكْعَةُ الَّتِي تَنقَضِي فِيهَا صَلَاتُهُ أَخَّرَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَقَعَدَ عَلٰى شِقِّهِ مُتَوَرِّكًا، ثُمَّ سَلَّمَ.

پر آ جاتی۔ پھر سجدے کے لیے جھکتے، پھر کہتے: [اَللّٰهُ أَكْبَرُ] پھر اپنا پاؤں موڑ کر بیٹھ جاتے اور سیدھے ہو جاتے حتی کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آ جاتی، یعنی جلسۂ استراحت کرتے، پھر اٹھ کھڑے ہوتے اور دوسری رکعت میں اسی طرح کرتے حتی کہ جب دوسری رکعت سے اٹھتے [اَللّٰهُ أَكْبَرُ] کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر تک اٹھاتے جس طرح نماز کے آغاز کے وقت کرتے پھر اسی طرح کرتے حتی کہ وہ رکعت آ جاتی جس میں آپ کی نماز پوری ہو جاتی تو اپنا بایاں پاؤں پیچھے کر لیتے اور اس جانب کی ران پر بیٹھ جاتے، پھر سلام پھیرتے۔

قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. قَالَ: وَمَعْنٰى قَوْلِهِ: [وَرَفَعَ يَدَيْهِ] إِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ يَعْنِي إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور صحابی کے اس قول [وَرَفَعَ يَدَيْهِ إِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ] کے معنی ہیں: جب دوسری رکعت سے (تیسری کے لیے) اٹھتے تو رفع الیدین کرتے۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے انعال میں اعتدال اور اطمینان لازم ہے۔ ② چار مواقع پر رفع الیدین ہوگا: ۞ آغاز نماز میں ۞ رکوع میں جاتے وقت ۞ رکوع سے اٹھتے وقت ۞ اور تیسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت۔ ③ اسی طرح پہلی اور تیسری رکعت میں بیٹھ کر (جلسۂ استراحت کر کے) اٹھا جائے گا اور سلام والی رکعت میں تورک ہوگا، یعنی بائیں سرین پر بیٹھا جائے گا۔

٣٠٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ [الْخَلَّالُ] الْحُلْوَانِيُّ [وَسَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ] وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ [النَّبِيلُ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حُمَيْدٍ السَّاعِدِيَّ فِي عَشَرَةٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فِيهِمْ أَبُو قَتَادَةَ بْنُ رِبْعِيٍّ، فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ بِمَعْنَاهُ وَزَادَ فِيهِ أَبُو

[305] محمد بن بشار اور حسن بن علی الخلال حلوانی کی سند سے بھی مذکورہ بالا حدیث کی مانند مروی ہے۔ ان کی روایت میں اس بات کا اضافہ ہے کہ انھوں نے کہا: آپ نے سچ کہا، نبی ﷺ نے اسی طرح نماز پڑھی۔

٣٠٥- انظر الحديث السابق.

عَاصِمٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ هٰذَا الْحَرْفَ:
قَالُوا: صَدَقْتَ هٰكَذَا صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى: زَادَ أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ هٰذَا الْحَرْفَ قَالُوا: صَدَقْتَ هٰكَذَا صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں ابوعاصم ضحاک بن مخلد نے یہ اضافہ عبدالحمید بن جعفر سے بیان کیا ہے۔ انھوں نے کہا: آپ نے سچ کہا، نبی ﷺ نے اسی طرح نماز پڑھی۔

(المعجم ۱۱۱) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِرَاءَةِ فِي [صَلَاةِ] الصُّبْحِ (التحفة ۱۱۲)

باب: 111۔ صبح کی نماز میں قراءت

۳۰۶۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ وَسُفْيَانَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، عَنْ عَمِّهِ قُطْبَةَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ ﴿وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ﴾ [ق:۱۰] فِي الرَّكْعَةِ الْأُولٰى.

[306] سیدنا قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں سنا کہ آپ نے ﴿وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ﴾ (قٓ 10:50) کی قراءت فرمائی۔

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ، وَجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ، وَأَبِي بَرْزَةَ، وَأُمِّ سَلَمَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ قُطْبَةَ بْنِ مَالِكٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ قَرَأَ فِي الصُّبْحِ بِالْوَاقِعَةِ. وَرُوِيَ عَنْهُ: أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ مِنْ سِتِّينَ آيَةً إِلٰى مِائَةٍ. وَرُوِيَ عَنْهُ أَنَّهُ قَرَأَ: ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾. وَرُوِيَ عَنْ عُمَرَ: أَنَّهُ كَتَبَ إِلٰى أَبِي مُوسٰى: أَنِ اقْرَأْ فِي الصُّبْحِ بِطِوَالِ الْمُفَصَّلِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَعَلٰى هٰذَا الْعَمَلُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَبِهِ قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ.

اس مسئلے میں سیدنا عمرو بن حریث، جابر بن سمرہ، عبداللہ بن سائب، ابوبرزہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ نبی ﷺ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے صبح کی نماز میں سورۂ واقعہ پڑھی۔ اور آپ ﷺ کے بارے میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ صبح کی نماز میں ساٹھ سے سو آیات تک پڑھا کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ نے سورۂ تکویر ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ کی تلاوت بھی فرمائی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ صبح کی نماز میں طوال مفصل (سورۂ حجرات سے بروج تک کی سورتیں) پڑھا کرو۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔

۳۰۶۔ أخرجه مسلم، الصلاة، باب القراءة في الصبح، ح: ٤٥٧ من حديث سفيان الثوري به. * وفي الباب عن عمرو بن حريث [مسلم، ح: ٤٥٦]، وجابر بن سمرة [مسلم، ح: ٤٥٨]، وعبدالله بن السائب [مسلم، ح: ٤٥٥]، وأبي برزة [مسلم، ح: ٤٦١، والبخاري، ح: ٥٤١]، وأم سلمة [البخاري، ح: ١٦١٩]. * حديث عمر، أخرجه مالك وغيره وهو حديث صحيح.

سفیان ثوری، ابن المبارک اور شافعی رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔

فوائد و مسائل: ① قیام، رکوع، سجود اور تشہد کی طرح قرآن مجید کی قراءت بھی نماز کا ایک لازمی جز اور بنیادی رکن ہے اور اس کا موقع محل قیام ہے۔ ② قراءت کی ترتیب اس طرح ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا، تسبیح و تقدیس اور اپنی عبودیت کے اظہار کے لیے کوئی مسنون دعا پڑھی جاتی ہے۔ اس کے بعد قرآن مجید کی سب سے پہلی سورت، سورۂ فاتحہ جو گویا اس کا افتتاحیہ، دیباچہ اور نچوڑ ہے، اس کی جامعیت اور عظمت و اہمیت کی وجہ سے اس کا پڑھنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اس کے بعد قرآن مجید کی کوئی بھی سورت یا اس کا کچھ حصہ پڑھا جاسکتا ہے۔ اس میں انسان کی بھلائی اور رشد و ہدایت کے لیے، جس کی سورۂ فاتحہ میں ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ○﴾ کی صورت میں دعا مانگی گئی ہے...... کوئی نہ کوئی پیغام ہوگا۔ ③ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا تو لازمی ہے جبکہ اس کے بعد کچھ نہ کچھ قرآن مجید پڑھنا سنت ہے لیکن اگر کسی سے رہ جائے تو اس کے بغیر نماز ہوجائے گی۔ جس طرح قیام، رکوع، سجود، تشہد اور ان کے اوراد و وظائف میں امام مقتدی کو کفایت نہیں کرتا، یہ سب کام امام کے ساتھ مقتدی کو بھی کرنے ہوتے ہیں، اسی طرح قیام میں قراءت میں بھی امام مقتدی کو کفایت نہیں کرتا۔ جہری رکعتوں میں مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنی ہوگی۔ سری نمازوں اور سری رکعتوں میں جہاں امام بلند قراءت نہیں کرتا وہاں سورۂ فاتحہ کے ساتھ جس قدر قراءت ہو سکے، کی جائے گی۔ ④ مختلف نمازوں میں قراءت کی مسنون مقدار کے بارے میں تقریباً اتفاق ہے کہ عام طور پر فجر میں طوال مفصل (سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک) ظہر، عصر اور عشاء میں اوساط مفصل (﴿وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ﴾ سے ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ تک) اور مغرب میں قصار مفصل (اوساط سے بعد والی سورتیں) پڑھنا مسنون ہے لیکن کبھی کبھار نبی ﷺ نے مغرب کی نماز میں بڑی سورتیں، مثلاً: اعراف، طور، دخان اور مرسلات بھی پڑھی ہیں، اسی طرح نماز ظہر کو بھی بعض اوقات معمول سے زیادہ طویل پڑھا ہے، اس لیے وہ تمام سورتیں جو آپ ﷺ نے کسی نماز میں پڑھی ہیں، وقتاً فوقتاً ان کا پڑھنا جائز ہے ہمیشہ ایک ہی مقدار کی پابندی لازم نہیں۔

(المعجم ١١٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِرَاءَةِ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ (التحفة ١١٣)

باب: 112۔ ظہر اور عصر کی نماز میں قراءت

٣٠٧۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ

[307] سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

٣٠٧ـ أخرجه أبو داود، الصلاة، باب قدر القراءة في صلاة الظهر والعصر، ح: ٨٠٥، والنسائي: ١٦٦/٢، ح: ٩٨٠ من حديث حماد بن سلمة به، وصححه ابن حبان، ح: ٤٦٥، وللحديث شواهد عند الطبراني وغيره. * وفي الباب عن خباب [البخاري، ح: ٧٦٠]، وأبي سعيد [مسلم، ح: ٤٥٢]، وأبي قتادة [البخاري، ح: ٧٥٩، ومسلم، ح: ٤٥١]، وزيد بن ثابت [البيهقي: ٩٣/٢]، والبراء بن عازب [ابن ماجه، ح: ٨٣٠، والنسائي، ح: ٩٧٢]، * حديث «أنه قرأ في الظهر قدر تنزيل السجدة» أخرجه مسلم، ح: ٤٥٢، وحديث عمر: رواه أبو حفص كما في المغني لابن قدامة (١/ ٣٣٤ مسئلة: ٧٩٤)، لم أجده، وأثر إبراهيم النخعي: رواه ابن أبي شيبة (٣٥٧/١، ح: ٣٥٨٤، ٣٥٨٥)، وسنده ضعيف، وروى ابن أبي شيبة (٣٥٨٣) بسند صحيح عن إبراهيم، قال: "العصر والمغرب سواء".

هَارُونَ: أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ، وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ وَشِبْهِهِمَا.

اللہ ﷺ ظہر اور عصر میں ﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ﴾، ﴿وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ﴾ اور ان جیسی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ خَبَّابٍ وَأَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي قَتَادَةَ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَالْبَرَاءِ [بْنِ عَازِبٍ]. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ قَرَأَ فِي الظُّهْرِ قَدْرَ تَنْزِيلِ السَّجْدَةِ. وَرُوِيَ عَنْهُ: أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مِنَ الظُّهْرِ قَدْرَ ثَلَاثِينَ آيَةً، وَفِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ قَدْرَ [خَمْسَ عَشْرَةَ] آيَةً. وَرُوِيَ عَنْ عُمَرَ: أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى أَبِي مُوسَى: أَنِ اقْرَأْ فِي الظُّهْرِ بِأَوْسَاطِ الْمُفَصَّلِ. وَرَأَى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّ [الْقِرَاءَةَ فِي صَلَاةِ] الْعَصْرِ كَنَحْوِ الْقِرَاءَةِ فِي صَلَاةِ الْمَغْرِبِ: يَقْرَأُ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ. وَرُوِيَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ أَنَّهُ قَالَ: تَعْدِلُ صَلَاةُ الْعَصْرِ بِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ فِي الْقِرَاءَةِ. وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: تُضَاعَفُ صَلَاةُ الظُّهْرِ عَلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ فِي الْقِرَاءَةِ أَرْبَعَ مِرَارٍ.

اس مسئلے میں سیدنا خباب، ابوسعید، ابوقتادہ، زید بن ثابت اور براء بن عازب رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ یہ بھی منقول ہے کہ نبی ﷺ نے ظہر کی نماز میں سورۂ الم تنزیل السجدہ کے بقدر پڑھا۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ آپ ﷺ ظہر کی پہلی رکعت میں تیس آیات کے بقدر اور دوسری میں پندرہ آیات کے بقدر پڑھتے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا کہ ظہر میں اوساط مفصل پڑھا کرو۔ بعض اہل علم کا موقف یہ ہے کہ نماز عصر کی قراءت، مغرب کی قراءت کے بقدر ہے، اس میں قصار مفصل پڑھے۔ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ عصر کی نماز قراءت میں مغرب کی نماز کے برابر ہے۔ ابراہیم ہی کا قول ہے کہ ظہر کی قراءت عصر کی قراءت سے چار گنا زیادہ ہے۔ (لیکن صحیح حدیث سے دوگنا معلوم ہوتی ہے۔)

(المعجم ۱۱۳) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الْقِرَاءَةِ فِي الْمَغْرِبِ (التحفة ۱۱۴)

باب: 113۔ مغرب کی نماز میں قراءت

۳۰۸- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ [بْنُ سُلَيْمَانَ] عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ [بْنِ عُتْبَةَ]، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُمِّهِ أُمِّ

[308] سیدہ ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ اپنی بیماری کی وجہ سے اپنا سر باندھے ہوئے تھے تو آپ نے مغرب کی نماز

۳۰۸- أخرجه البخاري، الأذان، باب القراءة في المغرب، ح: ۸۶۳، ومسلم، ح: ٤٦٢ من حديث الزهري به أصل الحديث، وللحديث شواهد. * وفي الباب عن جبير بن مطعم [البخاري، ح: ۷٦٥، ومسلم، ح: ٤٦٣]، وابن عمر [ابن ماجه، ح: ۸۳۳]، وأبي أيوب [أحمد: ٥/ ۱۸٥، ٤١٨، وابن خزيمة، ح: ٥١٨، ٥٤٠]، وزيد بن ثابت [البخاري، ح: ٧٦٤].

الْفَضْلِ قَالَتْ: خَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ عَاصِبٌ رَأْسَهُ فِي مَرَضِهِ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، فَقَرَأَ بِالْمُرْسَلَاتِ، [قَالَتْ:] فَمَا صَلَّاهَا بَعْدُ حَتّٰى لَقِيَ اللهَ عَزَّوَجَلَّ.

پڑھائی اور سورۂ مرسلات کی تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے کوئی نماز نہیں پڑھائی حتی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَأَبِي أَيُّوبَ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ. قَالَ [أَبُو عِيسٰى]: حَدِيثُ أُمِّ الْفَضْلِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَ[قَدْ] رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالْأَعْرَافِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا. وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ. وَرُوِيَ عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ كَتَبَ إِلٰى أَبِي مُوسٰى: أَنِ اقْرَأْ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ. وَرُوِيَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ [الصِّدِّيقِ] أَنَّهُ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ. قَالَ: وَعَلٰى هٰذَا الْعَمَلُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَبِهِ يَقُولُ ابْنُ الْمُبَارَكِ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: وَذُكِرَ عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ يَكْرَهُ أَنْ يُقْرَأَ فِي صَلَاةِ الْمَغْرِبِ بِالسُّوَرِ الطِّوَالِ، نَحْوَ الطُّورِ وَالْمُرْسَلَاتِ. قَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا أَكْرَهُ ذٰلِكَ بَلْ أَسْتَحِبُّ أَنْ يُقْرَأَ بِهٰذِهِ السُّوَرِ فِي [صَلَاةِ الْمَغْرِبِ].

مغرب کی قراءت کے بارے میں سیدنا جبیر بن مطعم، ابن عمر، ابو ایوب اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ام الفضل رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔ نبی ﷺ کے بارے میں یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے مغرب کی نماز کی دونوں رکعتوں میں سورۂ اعراف مکمل پڑھی۔ اور یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے مغرب میں سورۂ طور پڑھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ مغرب میں قصار مفصل پڑھا کرو۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انھوں نے مغرب میں قصار مفصل پڑھیں۔ اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ ابن المبارک، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ مغرب کی نماز میں طور اور مرسلات جیسی لمبی سورتیں پڑھنا ناپسند کرتے تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں انھیں ناپسند نہیں کرتا بلکہ پسند کرتا اور مستحب سمجھتا ہوں کہ مغرب میں ان سورتوں کو پڑھا جائے۔

فوائد و مسائل: ① مرض الموت میں رسول اللہ ﷺ کی بیماری جب شدت اختیار کر گئی اور یہ جمعرات کا دن تھا تو آپ ﷺ نے مغرب کی نماز اپنے گھر میں حجرے سے باہر نکل کر پڑھائی اور اس میں لمبی قراءت کی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مغرب کی نماز میں لمبی قراءت جائز اور سنت ہے وگرنہ آپ ﷺ مرض الموت میں اتنی لمبی قراءت نہ فرماتے۔ سنن نسائی کی روایت میں گھر میں پڑھانے کی صراحت موجود ہے۔ (سنن النسائي، الافتتاح، حديث: 986) ② مغرب کے بارے میں معروف ہے کہ اس کا وقت بہت تھوڑا ہوتا ہے، اس لیے قراءت مختصر کرنی چاہیے، حالانکہ ایسی بات نہیں۔ مغرب کا وقت عشاء کا وقت شروع ہونے تک ہوتا ہے اور یہ کم وبیش ایک گھنٹہ بیس منٹ ہوتا ہے۔

(المعجم ۱۱۲) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِرَاءَةِ فِي صَلَاةِ الْعِشَاءِ (التحفة ۱۱۵)

باب:114۔عشاء کی نماز میں قراءت

۳۰۹- حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْخُزَاعِيُّ [الْبَصْرِيُّ]: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ: حَدَّثَنَا [حُسَيْنُ] ابْنُ وَاقِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ بِالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَنَحْوِهَا مِنَ السُّوَرِ.

[309] سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز میں ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا﴾ اور اس جیسی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ [وَأَنَسٍ].

قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ بُرَيْدَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ قَرَأَ فِي الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ بِالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ. وَرُوِيَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ: أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ بِسُوَرٍ مِّنْ أَوْسَاطِ الْمُفَصَّلِ نَحْوِ سُورَةِ الْمُنَافِقِينَ وَأَشْبَاهِهَا. وَرُوِيَ عَنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ: أَنَّهُمْ قَرَأُوا بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا وَأَقَلَّ: فَكَأَنَّ الْأَمْرَ عِنْدَهُمْ وَاسِعٌ فِي هٰذَا. وَأَحْسَنُ شَيْءٍ فِي ذٰلِكَ مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ قَرَأَ بِالشَّمْسِ وَضُحَاهَا، وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ.

اس مسئلے میں سیدنا براء بن عازب اور سیدنا انس رضی اللہ عنہما سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ نبی ﷺ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے عشاء کی نماز میں ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ پڑھی۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ عشاء کی نماز میں اوساط مفصل، سورۂ منافقون اور اس جیسی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ صحابہ اور تابعین کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے اس سے کم وبیش قراءت کی ہے۔ اس مسئلے میں ان کے ہاں وسعت ہے۔ اس سلسلے میں سب سے بہتر حدیث یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا﴾ اور سورۂ ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ پڑھی۔

۳۱۰- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ يَحْيَى ابْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنِ الْبَرَاءِ ابْنِ عَازِبٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ فِي الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ بِالتِّينِ

[310] سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے عشاء کی نماز میں ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ پڑھی۔

۳۰۹ـ أخرجه النسائي، الافتتاح، باب القراءة في العشاءالآخرة بـ "والشمس وضحٰها": ۲/ ۱۷۲، ۱۷۳، ح: ۱۰۰۰ من حديث حسين بن واقد به. ※ وفي الباب عن البراء بن عازب [يأتي: ۳۱۰]، وأنس [لم نجده].

۳۱۰ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب القراءة في العشاء، ح: ٤٦٤ من حديث يحيى الأنصاري، والبخاري، ح: ۷٦۷ من حديث عدي بن ثابت به.

وَالزَّيْتُونِ.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: مغرب کی نماز کو عشائے اولیٰ کہہ دیتے ہیں اور اس کے مقابلے میں عشاء کو عشائے آخرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

(المعجم ١١٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ (التحفة ١١٦)

باب: 115۔ امام کے پیچھے قراءت کرنا

٣١١- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: صَلّٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ الصُّبْحَ، فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: «إِنِّي أَرَاكُمْ تَقْرَءُونَ وَرَاءَ إِمَامِكُمْ؟» قَالَ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ! إِي وَاللهِ! قَالَ: «لَا تَفْعَلُوا إِلَّا بِأُمِّ الْقُرْآنِ، فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا».

[311] سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی تو آپ کے لیے قراءت کرنا مشکل ہو گیا، پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو پوچھا: ''میں سمجھتا ہوں کہ تم اپنے امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو؟'' ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہاں! اللہ کی قسم! آپ نے فرمایا: ''ام القرآن کے سوا کچھ نہ پڑھا کرو، کیونکہ جس نے اسے نہ پڑھا اس کی نماز نہیں ہوتی۔''

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَائِشَةَ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي قَتَادَةَ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عُبَادَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَرَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ الزُّهْرِيُّ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ». [قَالَ]: وَهٰذَا أَصَحُّ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ فِي الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ. وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ: يَرَوْنَ الْقِرَاءَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ.

اس مسئلے میں سیدنا ابو ہریرہ، سیدہ عائشہ، سیدنا انس، ابوقتادہ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ یہ حدیث امام زہری بھی بیان کرتے ہیں، اس کے الفاظ یہ ہیں: ''جس نے فاتحۃ الکتاب نہ پڑھی، اس کی نماز نہیں ہے۔'' اور یہ زیادہ صحیح ہے۔ امام کے پیچھے قراءت کے مسئلے میں اکثر اہل علم صحابہ وتابعین کا اسی پر عمل ہے۔ اور یہی قول ہے امام مالک بن انس، ابن المبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا۔ ان کا موقف ہے کہ امام کے پیچھے قراءت ہے۔

فائدہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے سوا تمام ائمہ، امام کے پیچھے قراءت کے قائل ہیں۔ بعض تمام نمازوں میں اور بعض سری نمازوں میں۔ بعض واجب قرار دیتے ہیں اور بعض مستحب، لیکن یہ حدیث صریح ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی اور [مَنْ] کا لفظ بھی بالاتفاق عام ہے، اس لیے یہ امام، منفرد اور مقتدی سب کو شامل ہے۔ مقتدی کو اس سے نکالنے کی کوئی صحیح اور صریح دلیل نہیں ہے، بلکہ اس حدیث کا پس منظر بھی یہی ہے کہ نبی ﷺ نے یہ ارشاد صبح کی نماز کی قراءت میں خلجان پیدا ہونے کی بنا پر ہی فرمایا تھا کہ ''تم امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھو'' یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ مقتدی اس میں داخل ہے، اور مختصر حدیث [لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ] (صحيح البخاري، الأذان، حديث:757، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 394) یہ روایت بالاتفاق صحیح ہے اور اس حدیث کے راوی عبادہ بن صامت نے اس حدیث کو امام اور مقتدی دونوں کے لیے سمجھا ہے۔ (درس ترمذی:75/2) اور سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، امام جب بلند آواز سے قراءت کرتا تو اس کے پیچھے سورۂ فاتحہ کی قراءت کرتے تھے۔ (سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 824) احناف کے نزدیک فہم راوی، اس کی روایت پر بھی راجح ہے تو ان حضرات کے نزدیک یہاں سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ جو کہ اس حدیث کے راوی ہیں، کا فہم کیوں راجح نہیں؟ مزید برآں یہ مختصر روایت درحقیقت مذکورہ بالا روایت ہی ہے۔ لیکن یہاں اس کا پس منظر حذف کر دیا گیا جبکہ مکحول کی روایت میں پس منظر بیان کیا گیا ہے۔ احناف کے سوا کوئی امام بھی تمام نمازوں میں سورۂ فاتحہ کی قراءت کو مکروہ تحریمی قرار نہیں دیتا اور احناف میں بھی بہت سے لوگ بقول علامہ عینی رحمہ اللہ تمام نمازوں میں اس کا پڑھنا بطور احتیاط مستحب قرار دیتے ہیں اور بعض سری نمازوں میں مستحب قرار دیتے ہیں۔ یہ مسئلہ بہت معرکہ آرا ہے اور اس پر اہلحدیث اور احناف کی طرف سے بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ احناف کی طرف سے ضخیم کتاب مولانا سرفراز خاں صفدر کی احسن الکلام ہے جس کا بہترین اور عمدہ جواب مولانا ارشاد الحق اثری نے توضیح الکلام (دو جلد) میں دے دیا ہے، جو قابل مطالعہ ہے۔

(المعجم ١١٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَرْكِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ إِذَا جَهَرَ الْإِمَامُ بِالْقِرَاءَةِ (التحفة ١١)

باب:116۔ جب امام بلند آواز سے قراءت کرے تو اس کے پیچھے قراءت ترک کرنا

٣١٢- حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكُ [بْنُ أَنَسٍ] عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ أُكَيْمَةَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةٍ جَهَرَ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ، فَقَالَ: «هَلْ قَرَأَ مَعِيَ أَحَدٌ

[312] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسی نماز سے سلام پھیرا جس میں آپ نے قراءت بلند آواز سے فرمائی تھی تو پوچھا: ''کیا ابھی تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قراءت کی ہے؟'' ایک آدمی

٣١٢- أخرجه أبو داود، ح: ٨٢٦، والنسائي: ٢/ ١٤١، ح: ٩٢٠ من حديث مالك به، وهو في الموطأ: ١/ ٨٦، وصححه ابن حبان، ح: ٤٥٤. * ابن أكيمة، حاله كنافع بن محمود المقدسي، جهلا، والراجح توثيقهما. * وفي الباب عن ابن مسعود، [أحمد: ١/ ٤٥١]. وعمران بن حصين [مسلم، ح: ٣٩٨]. وجابر بن عبدالله [ابن ماجه، ح: ٨٥٠، وهو حديث ضعيف من جميع طرقه]. * حديث «من صلى صلاة . . . إلخ» [يأتي: ٢٩٥٣]، وحديث أبي عثمان النهدي: أخرجه أبو داود، ح: ٨٢٠، وحديث جابر الأنصاري [يأتي بعده: ٣١٣].

مِّنكُمْ آنِفًا» ؟ فَقَالَ رَجُلٌ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «إِنِّي أَقُولُ مَا لِي أُنَازَعُ الْقُرْآنَ ؟» قَالَ: فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِيمَا يَجْهَرُ فِيهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنَ الصَّلَوَاتِ بِالْقِرَاءَةِ، حِينَ سَمِعُوا ذٰلِكَ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

نے کہا: جی ہاں! اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں سوچ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کی قراءت میں کھینچا تانی کیوں ہو رہی ہے؟'' امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں: تو لوگ جن نمازوں میں رسول اللہ ﷺ بلند آواز سے قراءت کرتے تھے آپ کے ساتھ، قراءت کرنے سے رک گئے جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَابْنُ أُكَيْمَةَ اللَّيْثِيُّ اسْمُهُ عُمَارَةُ وَيُقَالُ: عَمْرُو بْنُ أُكَيْمَةَ. وَرَوٰى بَعْضُ أَصْحَابِ الزُّهْرِيِّ هٰذَا الْحَدِيثَ وَذَكَرُوا هٰذَا الْحَرْفَ: قَالَ: قَالَ الزُّهْرِيُّ: فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ حِينَ سَمِعُوا ذٰلِكَ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ. وَلَيْسَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ مَا يَدْخُلُ عَلٰى مَنْ رَأَى الْقِرَاءَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ لِأَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ هُوَ الَّذِي رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ هٰذَا الْحَدِيثَ. وَرَوٰى أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «مَنْ صَلّٰى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ [فَهِيَ خِدَاجٌ] غَيْرُ تَمَامٍ» فَقَالَ لَهُ حَامِلُ الْحَدِيثِ إِنِّي أَكُونُ أَحْيَانًا وَرَاءَ الْإِمَامِ؟ قَالَ: اقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ. وَرَوٰى أَبُو عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أَمَرَنِي النَّبِيُّ ﷺ أَنْ أُنَادِيَ أَنْ لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ. وَاخْتَارَ [أَكْثَرُ] أَصْحَابِ الْحَدِيثِ أَنْ لَا يَقْرَأَ الرَّجُلُ إِذَا جَهَرَ الْإِمَامُ بِالْقِرَاءَةِ، وَقَالُوا: يَتَّبِعُ سَكَتَاتِ الْإِمَامِ. وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ، فَرَأٰى أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمُ الْقِرَاءَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ. وَبِهِ يَقُولُ مَالِكُ [بْنُ أَنَسٍ]، وَ[عَبْدُ اللهِ] بْنُ

اس مسئلے میں سیدنا ابن مسعود، عمران بن حصین اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ اور ابن اُکیمہ لیثی کا نام عمارہ ہے۔ انھیں عمرو بن اکیمہ بھی کہا جاتا ہے۔ امام زہری کے بعض تلامذہ نے اس حدیث کو روایت کرتے وقت یہ بات کہی ہے کہ امام زہری نے کہا: جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی یہ بات سنی تو وہ قراءت سے رک گئے۔ (جس کے معنی یہ ہوئے کہ یہ الفاظ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نہیں، بلکہ امام زہری رحمہ اللہ کے ہیں۔) یہ حدیث ان لوگوں کے خلاف دلیل نہیں بن سکتی جو امام کے پیچھے قراءت کے قائل ہیں، کیونکہ اس حدیث کے راوی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی نبی ﷺ سے یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جس نے کوئی نماز پڑھی اور اس میں ام القرآن کی قراءت نہ کی ہو تو وہ نماز ناقص ہے، کامل نہیں۔'' (خداج اونٹنی کا وہ کچا بچہ ہوتا ہے جو پورا ہونے سے پہلے ہی گر جائے۔) ان سے حدیث لینے والے نے پوچھا: میں بسا اوقات امام کے پیچھے ہوتا ہوں؟ تو انھوں نے کہا: اسے اپنے دل میں پڑھا کرو۔ (آہستہ آہستہ پڑھو۔) ابوعثمان نہدی کہتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نبی ﷺ نے حکم دیا کہ میں یہ اعلان کردوں کہ فاتحۃ الکتاب پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اکثر محدثین نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ جب

الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ. وَرُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ أَنَّهُ قَالَ: أَنَا أَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ وَالنَّاسُ يَقْرَءُونَ، إِلَّا قَوْمًا مِّنَ الْكُوفِيِّينَ، وَأَرٰى أَنَّ مَنْ لَمْ يَقْرَأْ، صَلَاتُهُ جَائِزَةٌ. وَشَدَّدَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي تَرْكِ قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَإِنْ كَانَ خَلْفَ الْإِمَامِ، فَقَالُوا: لَا تُجْزِىءُ صَلَاةٌ إِلَّا بِقِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَحْدَهُ كَانَ أَوْ خَلْفَ الْإِمَامِ، وَذَهَبُوا إِلٰى مَا رَوٰى عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَرَأَ عُبَادَةُ ابْنُ الصَّامِتِ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ خَلْفَ الْإِمَامِ، وَتَأَوَّلَ قَوْلَ النَّبِيِّ ﷺ: «لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ». وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، وَإِسْحَاقُ وَغَيْرُهُمَا. وَأَمَّا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ فَقَالَ: مَعْنٰى قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ» إِذَا كَانَ وَحْدَهُ. وَاحْتَجَّ بِحَدِيثِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ حَيْثُ قَالَ: مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ وَرَاءَ الْإِمَامِ. قَالَ أَحْمَدُ [بْنُ حَنْبَلٍ]: فَهٰذَا رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ تَأَوَّلَ قَوْلَ النَّبِيِّ ﷺ: «لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ»: أَنَّ هٰذَا إِذَا كَانَ وَحْدَهُ. وَاخْتَارَ أَحْمَدُ مَعَ هٰذَا الْقِرَاءَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ وَأَنْ لَا يَتْرُكَ الرَّجُلُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَإِنْ كَانَ خَلْفَ الْإِمَامِ.

امام بلند آواز سے قراءت کررہا ہو تو مقتدی قراءت نہ کرے بلکہ امام کے وقفوں کا خیال رکھے۔ (امام جب ایک آیت پڑھ کر وقفہ کرے تو مقتدی اس میں پڑھ لے۔) امام کے پیچھے قراءت کرنے کے بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثر اہل علم صحابہ، تابعین اور ان کے بعد کے حضرات، امام کے پیچھے قراءت کے قائل ہیں۔ امام مالک بن انس، امام عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں امام کے پیچھے قراءت کرتا ہوں اور لوگ بھی قراءت کرتے ہیں مگر کوفے کے کچھ لوگ قراءت نہیں کرتے۔ اور میرا خیال ہے کہ جس نے قراءت نہیں کی، اس کی نماز ہو جائے گی۔ اور کچھ اہل علم نے فاتحۃ الکتاب کی قراءت ترک کرنے کے بارے میں سخت موقف اختیار کیا ہے اگرچہ امام کے پیچھے ہی ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ فاتحۃ الکتاب پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی، انسان اکیلا ہو یا امام کے پیچھے۔ اور انھوں نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث کو اپنی دلیل بنایا ہے۔ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے عہد مبارک کے بعد امام کے پیچھے قراءت کرتے رہے اور انھوں نے اپنے اس عمل کو ارشاد مبارک "فاتحۃ الکتاب کی قراءت کے بغیر نماز نہیں ہوتی" کی تعمیل قرار دیا۔ امام شافعی اور اسحاق رحمہما اللہ وغیرہ کا یہی موقف ہے۔ رہے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تو وہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ کے فرمان کہ "جس نے فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں" کے معنی یہ ہیں: جب نمازی اکیلا نماز پڑھے۔ انھوں نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے قول کو دلیل بنایا ہے کہ جس نے کسی رکعت میں ام القرآن نہیں پڑھی، اس نے نماز نہیں پڑھی، الا یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ نبی ﷺ

کے صحابی ہیں اور نبی ﷺ کی حدیث ''جس نے فاتحہ الکتاب نہیں پڑھی، اس کی نماز نہیں'' کے معنی یہ لیتے ہیں کہ یہ اس انسان کے لیے ہے جو اکیلا ہو۔ اس کے باوجود امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ترجیح اس بات کو ہے کہ انسان فاتحہ الکتاب کی قراءت ترک نہ کرے اگرچہ امام کے پیچھے ہی ہو۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آدمی نے بلند آواز سے قراءت کی تھی اسی لیے نبی ﷺ کے ساتھ منازعت (کھینچا تانی) شروع ہوئی، اگر وہ بلند آواز سے قراءت نہ کرتا تو تنازع پیدا نہ ہوتا، پھر آپ ﷺ نے جہری نماز میں قراءت کرنے سے روک دیا جس کے معنی یہ ہوئے کہ سری نماز سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ② دوسری بات یہ ہے کہ سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کی گزشتہ باب میں مذکور روایت سے ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نے جس قراءت سے روکا تھا، اس کا تعلق فاتحہ کے بعد والی قراءت سے ہے۔ اب اگر غیر جانب داری سے کام لیتے ہوئے سوچا جائے تو یہ حقیقت آسانی سے واضح ہو جاتی ہے اور سمجھ میں آجاتی ہے کہ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے صرف سورۂ فاتحہ کی قراءت کی جائے گی اور سری نمازوں میں مکمل قراءت ہوگی۔ ③ اس روایت کے راوی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہی معنی سمجھے ہیں اور احناف کے اصول کے مطابق راوی کے فہم اور درایت کو تقدم حاصل ہے جبکہ یہ حضرات تو اس اصول کی آڑ میں صحیح حدیث کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں لیکن یہاں عجیب انداز اپنایا ہے کہ حدیث کے الفاظ [لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ] کے عموم کو نظر انداز کر دیا ہے اور سیدنا جابر بن عبداللہ کی تاویل کو مقدم رکھا ہے جبکہ اس حدیث کے راوی سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے فہم کو کہ یہ مقتدی کے لیے بھی ہے، نظر انداز کر دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کا اپنا اجتہاد ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے موقف کے بارے میں بھی یہی کہا ہے کہ یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے تو کیا سیدنا جابر رضی اللہ عنہ جو اس کے راوی بھی نہیں ہیں ان کی تاویل ان کا اجتہاد نہیں؟ جبکہ صریح روایت جو پچھلے باب میں گزری ہے اس میں مقتدیوں کو خطاب کر کے یہ فرمایا گیا ہے کہ فاتحہ کے بغیر چارہ نہیں ہے، نیز قراءت فاتحہ بھی رکوع، سجدہ اور تشہد وغیرہ کی طرح نماز کا رکن ہے، اگر باقی ارکان مقتدی سے ساقط نہیں ہو سکتے تو یہ رکن کیسے ساقط ہو گیا اور امام کی قراءت مقتدی کے لیے کیسے کافی ہو گئی؟ جبکہ احناف کا یہ قاعدہ ہے کہ بدنی عبادت میں نیابت نہیں ہو سکتی تو کیا قراءت بدنی عبادت نہیں ہے؟ اس لیے اتنی قراءت مقتدی کو بھی کرنی ہوگی جس کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور وہ صرف سورۂ فاتحہ ہے۔ اس سے زائد قراءت افضل اور مستحب ہے، لہٰذا وہ جہری نمازوں میں نہیں کی جائے گی، جبکہ سری نمازوں میں وہ بھی کی جائے گی۔ ④ سری نمازوں میں قراءت احناف کے سوا باقی تینوں اماموں کے نزدیک ثابت ہے، لیکن اصل دلیل و حجت تو رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔ اس کی موجودگی میں کسی صحابی، تابعی یا امام کا قول حجت نہیں۔ سیدنا عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما دونوں باپ بیٹا احرام کے غسل میں خوشبو کا استعمال جائز نہیں سمجھتے تھے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے سالم رحمہ اللہ کے سامنے جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قول کا تذکرہ ہوا تو وہ کہنے لگے: [سُنَّةُ رَسُولِ اللهِ أَحَقُّ أَنْ تُتَّبَعَ] اتباع و پیروی کا سب سے زیادہ حق صرف رسول اللہ ﷺ کی سنت کو حاصل ہے۔ اسی طرح ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کا تذکرہ ابراہیم نخعی کے سامنے ہوا تو وہ کہنے لگے: [مَا تَصْنَعُ بِقَوْلِهِ] کہ رسول اللہ ﷺ کے عمل

کی موجودگی میں ان کے قول کی طرف رجوع کی کیا ضرورت ہے؟ اور بقول حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رسول اللہ ﷺ کی سنت آرائے رجال سے مستغنی اور بے نیاز کر دیتی ہے اور تشفی بخش ہے۔ (فتح الباري: 501/3) ⑤ رسول اللہ ﷺ مطاع ومتبوع ہیں اور ائمہ اطاعت گزار اور تابع ہیں، مطاع ومتبوع نہیں ہیں، ائمہ کے قول کی خاطر رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی تاویل کرنا پسندیدہ شیوہ نہیں بلکہ بہت بڑی گستاخی اور جسارت ہے جس کا نتیجہ انتہائی سنگین بھی ہو سکتا ہے۔ اس کا اظہار اس ناروا اور کفریہ قول سے ہو رہا ہے: "مارا قول ابی حنیفہ باید، قول رسول کافی نیست" "ہمارے لیے ابوحنیفہ کا قول لاؤ، قول رسول کافی نہیں ہے۔" (العیاذ باللہ) یا [كُلُّ آيَةٍ أَوْ كُلُّ حَدِيثٍ يُخَالِفُ مَذْهَبَنَا فَهُوَ إِمَّا مَنْسُوخٌ أَوْ مُؤَوَّلٌ] "ہر آیت یا حدیث جو ہمارے مذہب کے خلاف ہوگی، اس کو منسوخ قرار دینا ہوگا یا اس کی تاویل کرنی ہوگی۔" گویا اصل دین ابوحنیفہ کا ہے اور قرآن وسنت اس کے تابع ہیں، ان کے وہی معنی لیے جا سکتے ہیں جو حنفی مذہب کے مطابق ہوں وگرنہ ان کو منسوخ کرنا ہوگا یا ان کی تاویل کرنی ہوگی۔ (الأقوال الأصولية لأبي الحسن الكرخي، ص: 146)

٣١٣- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي نُعَيْمٍ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ: مَنْ صَلَّى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ إِلَّا أَنْ يَكُونَ وَرَاءَ الْإِمَامِ.

[313] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جس نے کوئی رکعت بغیر فاتحہ کے پڑھی، اس نے نماز نہیں پڑھی الا یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى]: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا یہ موقف مرجوح ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان سب پر فائق اور راجح ہے جیسا کہ گزشتہ فوائد میں تفصیل گزر چکی ہے۔

(المعجم ١١) بَابُ مَا جَاءَ مَا يَقُولُ عِنْدَ دُخُولِهِ الْمَسْجِدَ (التحفة ١١٨)

باب: 117۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت کون سی دعا پڑھے؟

٣١٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ لَيْثٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَسَنِ، عَنْ أُمِّهِ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْحُسَيْنِ، عَنْ جَدَّتِهَا فَاطِمَةَ الْكُبْرٰى

[314] سیدہ فاطمۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوتے تو محمد ﷺ پر درود و سلام بھیجتے اور فرماتے: [رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي

٣١٣ـ أخرجه البيهقي: ٢/ ١٦٠ من حديث مالك به، وهو في الموطأ: ١/ ٨٤ (يحيى).

٣١٤ـ [صحيح لغيره دون جملة المغفرة] أخرجه ابن ماجه، المساجد والجماعات، باب الدعاء عند دخول المسجد، ح: ٧٧١ من حديث إسماعيل بن علية به، ليث بن أبي سليم ضعيف من جهة حفظه، وللحديث شاهد عند مسلم (٧١٣)، قال الألباني: صحيح دون جملة المغفرة كما في صحيح سنن الترمذي، رقم: (٣١٤).

قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ صَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: «رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ»، وَإِذَا خَرَجَ صَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: «رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ».

أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ] ''اے میرے رب! میرے گناہ معاف فرما دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔'' اور جب باہر نکلتے تو محمد ﷺ پر درود وسلام بھیجتے اور فرماتے: [رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ] ''اے میرے رب! میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنے فضل وکرم کے دروازے کھول دے۔''

فائدہ: مسجد دینی، روحانی اور اخروی نعمتوں کے حاصل کرنے کی جگہ ہے، اس لیے نبی ﷺ مسجد میں داخل ہوتے وقت گناہوں کی بخشش اور رحمت کے دروازے کھولنے کی درخواست کرتے اور مسجد کے باہر حصول معاش کا میدان ہے، اس لیے مسجد سے نکلتے وقت اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل، یعنی دنیاوی نعمتوں کی فراوانی کی درخواست کرتے۔ اصل مقصد یہ ہے کہ انسان مسجد میں ہو یا میدان عمل اور کار معاش میں کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہو کیونکہ رحمت ہو یا فضل ورزق ہر چیز اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے۔

٣١٥- وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: قَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: فَلَقِيتُ عَبْدَاللهِ بْنَ الْحَسَنِ بِمَكَّةَ فَسَأَلْتُهُ عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَحَدَّثَنِي بِهِ. قَالَ: كَانَ إِذَا دَخَلَ قَالَ: «رَبِّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ» وَإِذَا خَرَجَ قَالَ: «رَبِّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ».

[315] علی بن حجر رحمہ اللہ کی سند سے یوں مروی ہے کہ جب آپ ﷺ مسجد میں داخل ہونا چاہتے تو یہ دعا پڑھتے: [رَبِّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ] ''اے میرے رب! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔'' اور جب نکلتے تو یہ دعا کرتے: [رَبِّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ] ''اے میرے رب! میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ، وَأَبِي أُسَيْدٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ فَاطِمَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ الْحُسَيْنِ لَمْ تُدْرِكْ فَاطِمَةَ الْكُبْرٰى، إِنَّمَا عَاشَتْ فَاطِمَةُ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ أَشْهُرًا.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابو حمید، ابو اسید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن ہے مگر اس کی سند متصل نہیں ہے اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی فاطمہ رحمہا اللہ نے سیدہ فاطمۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا (اپنی دادی) کو دیکھا نہیں کیونکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے بعد صرف چند ماہ زندہ رہی تھیں۔

فائدہ: صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہونا چاہے تو کہے:

٣١٥- انظر الحديث السابق. * وفي الباب عن أبي حميد [ابن ماجه، ح: ٧٧٢، ومسلم، ح: ٧١٣]، وأبي أسيد [مسلم، ح: ٧١٣]، وأبي هريرة [ابن ماجه، ح: ٧٧٣].

[اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ] ''اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔'' اور جب نکلنا چاہے تو کہے: [اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ] ''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کی درخواست کرتا ہوں۔'' (صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، حدیث: 713)

(المعجم ١١٨) بَابُ مَا جَاءَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ (التحفة ١١٩)

باب: 118۔ مسجد میں داخل ہونے والا دو رکعتیں پڑھے

٣١٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ».

[316] سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھے۔''

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ، وَأَبِي أُمَامَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي ذَرٍّ، وَكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَحَدِيثُ أَبِي قَتَادَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ نَحْوَ رِوَايَةِ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ. وَرَوٰى سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَهٰذَا حَدِيثٌ غَيْرُ مَحْفُوظٍ، وَالصَّحِيحُ حَدِيثُ أَبِي قَتَادَةَ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَصْحَابِنَا: اسْتَحَبُّوا إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ الْمَسْجِدَ أَنْ لَا يَجْلِسَ حَتّٰى يُصَلِّيَ الرَّكْعَتَيْنِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ لَهُ عُذْرٌ. قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ: وَحَدِيثُ

اس مسئلے میں سیدنا جابر، ابوامامہ، ابوہریرہ، ابوذر اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ محمد بن عجلان اور دوسرے کئی راویوں نے یہ حدیث عامر بن عبداللہ بن زبیر سے امام مالک بن انس کی طرح ہی بیان کی ہے۔ سہیل بن ابی صالح نے یہ حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی ہے۔ اور یہ غیر محفوظ ہے، صحیح حدیث ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی ہے۔ ہمارے اصحاب کا عمل اسی پر ہے۔ وہ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ انسان جب مسجد میں داخل ہو تو دو رکعت نماز پڑھے بغیر نہ بیٹھے، الا یہ کہ کوئی عذر ہو۔ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ نے بھی سہیل بن ابی صالح کی روایت کو غلطی قرار دیا ہے (کہ اس نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی طرف

٣١٦- أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب تحية المسجد بركعتين ... إلخ، ح:٧١٤ عن قتيبة، والبخاري، ح:٤٤٤ من حديث مالك به، وهو في الموطأ:١/ ١٦٢ (يحيى). ✽ وفي الباب عن جابر (بن عبدالله الأنصاري) [البخاري، ح:٩٣١، ومسلم، ح:٨٧٥]، وأبي أمامة [أحمد:٥/ ٢٥٥]، وأبي هريرة [ابن ماجه، ح:١٠١٢]، وأبي ذر [ابن حبان، ح:٣٢٢]، وكعب بن مالك [البخاري، ح:٣٠٨٨، ومسلم، ح:٢٧٦٩ مطولاً].

سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ خَطَأٌ، أَخْبَرَنِي بِذٰلِكَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمَدِينِيِّ.

نسبت کی ہے۔)

فائدہ: مسجد کے ادب و احترام کا تقاضا یہ ہے کہ انسان جب مسجد میں داخل ہو اور بیٹھنا چاہے تو دو رکعت پڑھ کر بیٹھے، اگر غلطی سے بیٹھ جائے تو اٹھ کر پڑھ لے، رسول اکرم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اس دوران میں ایک صحابی آ کر بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے انھیں اٹھ کر دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا۔ (صحيح البخاري، حديث: 931) خطبۂ جمعہ سننا بالاتفاق فرض ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا حکم تاکیدی ہے۔ اور بغیر کسی شرعی عذر کے تحیۃ المسجد چھوڑنا درست نہیں۔ البتہ اگر کوئی شخص سنتیں آ کر مسجد میں پڑھتا ہے تو اس کے لیے وہ کافی ہو جائیں گی۔ یا فرضوں میں آ کر شامل ہوتا ہے تو اسے بعد میں تحیۃ المسجد پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ ائمۂ اربعہ کے نزدیک یہ حکم استحبابی ہے۔ (فتح الباري: 1/696)

(المعجم ١١٩) بَابُ مَا جَاءَ: أَنَّ الْأَرْضَ كُلَّهَا مَسْجِدٌ إِلَّا الْمَقْبَرَةَ وَالْحَمَّامَ (التحفة ١٢٠)

باب: 119۔ قبرستان اور حمام کے سوا تمام زمین سجدہ گاہ ہے (ہر جگہ نماز پڑھی جا سکتی ہے)

٣١٧- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ وَأَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ [الْمَرْوَزِيُّ] قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ إِلَّا الْمَقْبَرَةَ وَالْحَمَّامَ».

[317] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمام زمین سجدہ گاہ ہے، سوائے قبرستان اور حمام کے۔“

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَعَبْدِ اللهِ ابْنِ عَمْرٍو، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَجَابِرٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَحُذَيْفَةَ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي أُمَامَةَ، وَأَبِي ذَرٍّ قَالُوا: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا». قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ قَدْ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا علی، عبداللہ بن عمرو، ابوہریرہ، جابر، ابن عباس، حذیفہ، انس، ابوامامہ اور سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”میرے لیے تمام زمین جائے نماز اور ذریعۂ طہارت بنا دی گئی ہے۔“ امام ابوعیسیٰ

٣١٧_ أخرجه ابن ماجه، ح:٧٤٥، وأبو داود، ح:٤٩٢ من حديث عمرو بن يحيى به، وصححه ابن خزيمة، ح:٧٩١، وابن حبان، ح:٣٣٨، ٣٣٩، والحاكم:١/ ٢٥١ على شرط الشيخين، والذهبي. ❊ وفي الباب عن علي [أحمد:١/ ٩٨، ١٥٨، والبزار (كشف):٣/ ١٤٧، ح:٢٤٤٣]، وعبدالله بن عمرو [أحمد:٢/ ٢٢٢]، وأبي هريرة [يأتي:١٥٥٣]، وجابر [البخاري، ح:٣٣٥، ٤٣٨، ومسلم، ح:٥٢١]، وابن عباس [أحمد:١/ ٢٥٠، ٣٠١]، وحذيفة [مسلم، ح:٥٢٢]، وأنس [السراج في مسنده، مخطوط، ص:٤٨ الف وسنده صحيح]، وأبي أمامة [يأتي:١٥٥٣، وأحمد:٥/ ٢٤٨، ٢٥٦]، وأبي ذر [مسلم، ح:٥٢٠، والبخاري، ح:٣٣٦٦].

رُوِيَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مُحَمَّدٍ رِوَايَتَيْنِ: مِنْهُمْ مَنْ ذَكَرَ[هُ] عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ يَذْكُرْهُ. وَهٰذَا حَدِيثٌ فِيهِ اضْطِرَابٌ. رَوَى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلًا. وَرَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: وَكَانَ عَامَّةُ رِوَايَتِهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ [عَنِ النَّبِيِّ ﷺ]. وَكَأَنَّ رِوَايَةَ الثَّوْرِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَثْبَتُ وَأَصَحُّ [مُرْسَلًا].

رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبدالعزیز بن محمد سے سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت دوطرح بیان کی جاتی ہے: بعض نے ابوسعید کا نام لیا ہے اور بعض نے نہیں لیا۔ اور اس حدیث میں اضطراب ہے۔ سفیان ثوری نے یہ حدیث عمرو بن یحییٰ سے ابوسعید کے واسطے کے بغیر مرسل بیان کی ہے۔ اور حماد بن سلمہ نے عمرو بن یحییٰ سے ابوسعید کے واسطے کے ساتھ متصل بیان کی ہے۔ محمد بن اسحاق نے بھی اس کو عمرو بن یحییٰ سے مرسل ہی بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ یحییٰ کی عام روایات ابوسعید کے واسطے سے ہیں لیکن اس حدیث میں یہ واسطہ بیان نہیں کیا۔ گویا ثوری کی مرسل روایت ہی قابلِ اعتماد اور صحیح تر ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر پر یا قبروں اور غسل خانوں میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ اور اہل ظاہر کا موقف یہی ہے اور صحیح بات بھی یہی ہے، باقی ائمہ کے نزدیک یہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (عمدة القاري: 351/2)

(المعجم ١٢٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ بُنْيَانِ الْمَسْجِدِ (التحفة ١٢١)

باب: 120۔ مسجد بنانے کی فضیلت

٣١٨- حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَحْمُودِ ابْنِ لَبِيدٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا بَنَى اللّٰهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ».

[318] سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ”جس نے اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے مسجد تعمیر کی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ویسا ہی (گھر) تعمیر فرمائے گا۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعَلِيٍّ،

اس مسئلے میں سیدنا ابوبکر، عمر، علی، عبداللہ بن عمرو، انس،

٣١٨ـ أخرجه مسلم، ح: ٣٣٥/ ٢٥ من حديث عبدالحميد بن جعفر به، ورواه البخاري، ح: ٤٥٠ من طريق آخر عن عثمان رضي الله عنه. * وفي الباب عن أبي بكر [الطبراني في الأوسط: ٨/ ٥٦، ح: ٧١١٠]، وعمر [ابن ماجه، ح: ٧٣٥]، وعلي [ابن ماجه، ح: ١٧٣٧]، وعبدالله بن عمرو [أحمد: ٢/ ٢٢١]، وأنس [يأتي: ٣١٩]، وابن عباس [أحمد: ١/ ٢٤١]، وعائشة [الطبراني في الأوسط: ٧/ ٣٠٤، ح: ٦٥٨١، والبزار (كشف)، ح: ٤٠٤]، وأم حبيبة [ابن عدي في الكامل: ٣/ ١١٧٤، ٧/ ٢٥٧٩]، وأبي ذر [البزار: ١/ ٢٠٣، ٢٠٤، ح: ٤٠١]، وعمرو بن عبسة [يأتي: ١٦٣٥]، وواثلة بن الأسقع [أحمد: ٣/ ٤٩٠]، وأبي هريرة [الطبراني في الأوسط: ٥/ ٣٢٣، ٣٢٤، ح: ٤٦٣٨]، وجابر بن عبدالله [ابن ماجه، ح: ٧٣٨].

وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، وَأَنَسٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَائِشَةَ، وَأُمِّ حَبِيبَةَ، وَأَبِي ذَرٍّ، وَعَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ، وَوَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ. قَالَ أَبُوعِيسٰى: حَدِيثُ عُثْمَانَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ابن عباس، سیدہ عائشہ، ام حبیبہ، سیدنا ابوذر، عمرو بن عبسہ، واثلہ بن اسقع، ابوہریرہ اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

٣١٩- وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ [أَنَّهُ] قَالَ: «مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا صَغِيرًا كَانَ أَوْ كَبِيرًا بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ».

[319] نبی ﷺ سے بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''جس نے اللہ کی رضا کے لیے مسجد بنائی، چھوٹی ہو یا بڑی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔''

حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَوْلٰى قَيْسٍ، عَنْ زِيَادٍ النُّمَيْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهٰذَا. وَمَحْمُودُ بْنُ لَبِيدٍ قَدْ أَدْرَكَ النَّبِيَّ ﷺ، وَمَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ قَدْ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ، وَهُمَا غُلَامَانِ صَغِيرَانِ مَدَنِيَّانِ.

یہ روایت قتیبہ بن سعید اپنی سند سے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔ محمود بن لبید رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو پایا ہے (ملاقات کی ہے) اور محمود بن ربیع نے نبی ﷺ کو دیکھا ہے اور یہ دونوں چھوٹے مدنی بچے تھے۔

فائدہ: دنیا میں مسجدیں اللہ تعالیٰ کا گھر، اس کے دین کی نشرواشاعت، دعوت وتبلیغ کا مرکز اور اس کی یاد کا خاص مقام ہیں اور آخرت میں ہر عمل کا اجروثواب اس کی مناسبت سے ملتا ہے، لہٰذا مسجد کی تعمیر بہت بڑی سعادت کا کام ہے۔ جس قدر اخلاص زیادہ ہوگا اسی قدر جنت کا گھر شان دار ہوگا۔ مسجد کی تعمیر میں حصہ لینا بھی اس کی ایک صورت ہے۔

(المعجم ١٢١) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ أَنْ يَتَّخِذَ عَلَى الْقَبْرِ مَسْجِدًا (التحفة ١٢٢)

باب: 121۔ قبر پر مسجد تعمیر کرنا حرام ہے

٣٢٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ وَالْمُتَّخِذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ.

[320] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر جانے والی عورتوں، ان پر مساجد بنانے والوں اور وہاں دیے جلانے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔

٣١٩ـ [ضعيف] * عبدالرحمن مجهول، وزياد ضعيف كما في التقريب وغيره.

٣٢٠ـ [ضعيف] أخرجه النسائي: ٥/ ٩٥، ح: ٢٠٤٥ عن قتيبة به، وابن ماجه، ح: ١٥٧٥ من حديث عبدالوارث، وأبو داود، ح: ٣٢٣٦ من حديث محمد بن جحادة به. * باذام، أبوصالح مولى أم هانىء ضعيف مدلس، (تقريب) وحدث به بعد ما كبر، أي بعد اختلاطه. * وفي الباب عن أبي هريرة [يأتي: ١٠٥٦]، وعائشة [البخاري، ح: ١٣٣٠، ومسلم، ح: ٥٢٩].

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ. [وَأَبُو صَالِحٍ هٰذَا: هُوَ مَوْلٰى أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ وَاسْمُهُ بَاذَانُ وَيُقَالُ بَاذَامُ أَيْضًا].

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن ہے۔ اور ابوصالح، سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا بنت ابوطالب کا آزاد کردہ غلام ہے۔ اس کا نام باذان ہے اور اسے باذام بھی کہا گیا ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس روایت کی سند ضعیف ہے، تاہم اس مضمون کی دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا قبروں پر جا کر چیخ پکار کرنا، بے پردگی کا اظہار یا خلاف شریعت کام کرنا سب ناجائز ہے، لیکن اگر وہ کبھی کبھار محض عبرت اور سبق آموزی کے لیے جائیں کہ اس سے دنیا سے بے رغبتی اور فکر آخرت پیدا ہو تو پھر ان کو اجازت ہے۔ ② اسی طرح قبر پر مسجد بنانا حرام ہے کیونکہ انسان مسجد میں نماز پڑھتا ہے، اس طرح قبروں کو سجدہ ہوتا ہے، ان کی طرف منہ کر کے دعا کی جاتی ہے، نیز قبر والے کی تعظیم و بندگی کا جذبہ ابھرتا ہے اور آہستہ آہستہ ان کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا شروع کر دیا جاتا ہے جو صریح شرک ہے۔ ③ اسی طرح قبروں پر دیے اس لیے جلائے جاتے ہیں کہ ان قبر والوں کو نفع و نقصان کا مالک سمجھا جاتا ہے، ان کی خوشنودی حاصل کرنے کی نیت ہوتی ہے اور ان سے فریاد و درخواست کی جاتی ہے، لہٰذا یہ کام بھی انسان کو شرک کی طرف لے جاتا ہے۔ اس میں اسراف و تبذیر بھی ہے ورنہ قبر والے کو اس چراغ اور روشنی سے کیا حاصل ہے؟ قبروں پر مساجد وغیرہ بنانے کی ممانعت کے بارے میں تفصیل کے لیے دیکھیے: (عمدة القاري: 353/2، شرح المهذب: 298/5، روح المعاني، تفسیر سورۂ کہف زیر آیت: ﴿لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا﴾)

(المعجم ۱۲۲) بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّوْمِ فِي الْمَسْجِدِ (التحفة ۱۲۲)

باب: 122۔ مسجد میں سونا

۳۲۱- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كُنَّا نَنَامُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ وَنَحْنُ شَبَابٌ.

[321] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے دور میں مسجد میں سویا کرتے تھے جبکہ ہم نوجوان تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي النَّوْمِ فِي الْمَسْجِدِ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا يَتَّخِذْهُ مَبِيتًا وَ[لَا]

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ کچھ اہل علم حضرات نے مسجد میں سونے کی اجازت دی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ مسجد کو رات

۳۲۱- أخرجه البخاري، التهجد، باب فضل قيام الليل، ح: ۱۱۲۱، ومسلم، ح: ۲۴۷۹ من حديث معمر بن راشد به. * قول ابن عباس: لم أقف عليه.

مَقِيلًا. وَذَهَبَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَى قَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

کو سونے اور قیلولہ کرنے کی جگہ نہیں بنانا چاہیے۔ بعض اہل علم نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف قبول کیا ہے۔

فوائد و مسائل: ① اگر کسی شخص کا مسجد میں سونا شرعی اغراض و مقاصد کے لیے ہو کہ نماز با جماعت، تہجد، نوافل اور تلاوت واذکار وغیرہ میں اسے سہولت رہے تو بلاشبہ جائز ہے لیکن اسے ہمیشہ محض آرام گاہ کے طور پر استعمال کرنا ناجائز ہے، ہاں کوئی اتفاقی اور اضطراری صورت درپیش ہو تو جائز ہے۔ ② جن ائمہ نے مسجد میں سونے سے منع کیا ہے ان کا اصل مقصد یہی ہے وگرنہ مسجد میں سونا تو صریح احادیث سے ثابت ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کا کوئی گھر نہ تھا، انتہائی مضحکہ خیز ہے۔ ان کے والدین مدینے میں رہتے تھے، اور وہ کہیں باہر سے چند دن گزارنے کے لیے یہاں نہیں آئے تھے، تاہم مسافر اور بے گھر افراد کے لیے سب ائمہ نے اجازت دی ہے۔

(المعجم ١٢٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَإِنْشَادِ الضَّالَّةِ وَالشِّعْرِ فِي الْمَسْجِدِ (التحفة ١٢٣)

باب: 123۔ مسجد میں خرید و فروخت، گم شدہ چیز کا اعلان اور شعر پڑھنا مکروہ ہے

٣٢٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ: أَنَّهُ نَهَى عَنْ تَنَاشُدِ الْأَشْعَارِ فِي الْمَسْجِدِ، وَعَنِ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ فِيهِ، وَأَنْ يَتَحَلَّقَ النَّاسُ فِيهِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ.

[322] سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں ایک دوسرے کے مقابلے میں شعر پڑھنے، اس میں خرید و فروخت کرنے اور اس بات سے کہ لوگ اس میں جمعہ کے دن نماز سے پہلے حلقے بنالیں، منع فرمایا ہے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ بُرَيْدَةَ، وَجَابِرٍ، وَأَنَسٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَعَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ هُوَ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ. قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: رَأَيْتُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ، وَذَكَرَ غَيْرَهُمَا، يَحْتَجُّونَ بِحَدِيثِ عَمْرِو بْنِ

اس مسئلے میں سیدنا بریدہ، جابر اور انس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی روایت حسن ہے۔ عمرو بن شعیب کا نسب یوں ہے: شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عاص۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے احمد اور اسحاق وغیرہ محدثین کو عمرو بن شعیب کی حدیث سے

٣٢٢ـ أخرجه أبو داود، الصلاة، باب التحلق يوم الجمعة قبل الصلاة، ح:١٠٧٩، وابن ماجه، ح:٧٤٩، والنسائي:٢/ ٤٧، ٤٨، ح:٧١٥، ٧١٦ من حديث ابن عجلان به، وصرح بالسماع عند أحمد: ٢/ ١٧٩، وأطراف المسند: ٤/ ٣٢، ح:٥١٧١، وصححه ابن خزيمة: ١٣٠٤، ١٣٠٦. * وفي الباب عن بريدة [مسلم، ح:٥٦٩]، وجابر [لم أجده]، وأنس [لعله يشير إلى حديث الطبراني في الأوسط: ٢/ ٤٠٥، ح:١٦٩٨، وابن أبي شيبة: ٢/ ٤١٩].

شُعَيْبٍ. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَقَدْ سَمِعَ شُعَيْبُ بْنُ مُحَمَّدٍ مِنْ [جَدِّهِ] عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَمَنْ تَكَلَّمَ فِي حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ إِنَّمَا ضَعَّفَهُ لِأَنَّهُ يُحَدِّثُ عَنْ صَحِيفَةِ جَدِّهِ كَأَنَّهُمْ رَأَوْا أَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ هٰذِهِ الْأَحَادِيثَ مِنْ جَدِّهِ. قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: وَذُكِرَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَنَّهُ قَالَ: حَدِيثُ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عِنْدَنَا وَاهٍ. وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ فِي الْمَسْجِدِ. وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِينَ رُخْصَةٌ فِي الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ فِي الْمَسْجِدِ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَيْرِ حَدِيثٍ رُّخْصَةٌ فِي إِنْشَادِ الشِّعْرِ فِي الْمَسْجِدِ.

استدلال کرتے پایا ہے۔ اور شعیب بن محمد کو اپنے دادا عبداللہ بن عمرو سے سماع حاصل ہے۔ (انھوں نے ان سے احادیث سنی ہیں۔) امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جن حضرات نے عمرو بن شعیب کی حدیث پر جرح کی ہے، انھوں نے اس وجہ سے جرح کی ہے کہ وہ اپنے دادا کے صحیفے سے احادیث بیان کرتے ہیں، گویا بقول ان کے اس نے اپنے دادا سے یہ احادیث سنی نہیں ہیں۔ یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ کہتے تھے: عمرو بن شعیب کی حدیث ضعیف اور کمزور ہے۔ کچھ اہل علم نے مسجد میں خرید و فروخت کو ناپسندیدہ اور مکروہ قرار دیا ہے۔ امام احمد اور اسحاق کا یہی نظریہ ہے۔ اور بعض تابعین اہل علم سے مسجد میں خرید وفروخت کی رخصت منقول ہے۔ اور نبی ﷺ سے کئی احادیث میں، مسجد میں شعر پڑھنے کی رخصت بیان کی گئی ہے۔

فوائد و مسائل: ① تَنَاشُدِ أَشْعَار سے مراد ایک دوسرے پر فخر و مباہات کے اظہار کے لیے مقابلے میں شعر کہنا ہے، گویا مشاعرہ کرنا۔ مقابلے میں بیت بازی کرنا منع ہے لیکن وعظ و تقریر یا حمد و نعت کے طور پر اشعار پڑھنا منع نہیں۔ ② اسی طرح مسجد میں خرید وفروخت کرنا، گمشدہ چیز کا اعلان کرنا مسجد کے مقاصد اور آداب کے منافی ہونے کی وجہ سے جمہور اہلِ علم اور ائمۂ اربعہ کے نزدیک مکروہ ہے، ہاں اگر کوئی چیز مسجد ہی میں گم ہوئی ہو تو اس کے متعلق شور وغل کیے بغیر پوچھنے کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ ③ جمعہ کے دن نماز سے پہلے حلقے بنا کر بیٹھنا بھی مکروہ ہے کیونکہ اس دن جلدی آنے کا مقصد ذکر و عبادت میں مشغول ہونا ہے، گپ شپ لگانا نہیں۔

(المعجم ١٢٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى (التحفة ١٢٥)

باب: 124۔ وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے

٣٢٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ

[323] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

٣٢٣_ أخرجه أحمد: ٣/ ٢٣، ٩١ من حديث أنيس به، وإسناده حسن، وصححه ابن حبان (الإحسان): ١٦٢٤، والحاكم: ١/ ٤٨٧ على شرط مسلم، ووافقه الذهبي، وأخرجه مسلم من طريق آخر عن أبي سعيد الخدري به، كما سيأتي: ٣٠٩٩. * قول يحيى القطان في أنيس وأخيه: صحيح ثابت عنه.

عَنْ أُنَيْسِ بْنِ أَبِي يَحْيٰى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: امْتَرٰى رَجُلٌ مِّنْ بَنِي خُدْرَةَ وَرَجُلٌ مِّنْ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى فَقَالَ الْخُدْرِيُّ: هُوَ مَسْجِدُ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَقَالَ الْآخَرُ هُوَ مَسْجِدُ قُبَاءٍ، فَأَتَيَا رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي ذٰلِكَ، فَقَالَ: «هُوَ هٰذَا» يَعْنِي مَسْجِدَهُ، وَفِي ذٰلِكَ خَيْرٌ كَثِيرٌ.

بنوخدرہ اور بنوعمرو بن عوف کے دو آدمیوں نے اس مسجد کے بارے میں جھگڑا کیا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے؟ ان میں سے خدری آدمی نے کہا: وہ مسجد نبوی ہے اور دوسرے نے کہا: وہ مسجد قبا ہے، چنانچہ وہ دونوں اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: ''وہ یہی مسجد ہے، یعنی میری یہ مسجد، اور اس دوسری میں بھی بہت خیر ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. [قَالَ] حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: سَأَلْتُ يَحْيَى ابْنَ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَحْيَى الْأَسْلَمِيِّ، فَقَالَ: لَمْ يَكُنْ بِهِ بَأْسٌ، وَأَخُوهُ أُنَيْسُ بْنُ أَبِي يَحْيٰى أَثْبَتُ مِنْهُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام علی بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے محمد بن ابی یحییٰ اسلمی کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا: اس میں کوئی خرابی اور حرج والی بات نہیں ہے اور اس کا بھائی انیس بن ابی یحییٰ اس سے زیادہ ثقہ ہے۔

فائدہ: دونوں ساتھیوں کے اختلاف اور بحث سے محسوس ہوتا تھا کہ تقویٰ کی بنیاد پر بننے والی مسجد کا مصداق صرف مسجد قبا ہے، مسجد نبوی نہیں، حالانکہ اگر نبی ﷺ کے حکم کی تعمیل میں بننے والی مسجد، تقویٰ کی بنیاد پر مبنی ہے تو جس مسجد کی تعمیر میں آپ ﷺ نے بنفس نفیس خود حصہ لیا اور آپ ہی اس کے امام وخطیب اور مدرس رہے، وہ بالاولیٰ اس کا مصداق ہوگی، اس لیے آپ ﷺ نے نہایت حکیمانہ انداز میں یہ جواب دیا۔

(المعجم ١٢٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ (التحفة ١٢٦)

باب: 125۔ مسجد قبا میں نماز پڑھنا

٣٢٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَبُو كُرَيْبٍ وَسُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ [قَالَ]: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَبْرَدِ مَوْلٰى بَنِي خَطْمَةَ: أَنَّهُ سَمِعَ أُسَيْدَ بْنَ ظُهَيْرٍ الْأَنْصَارِيَّ - وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ - يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:

[324] سیدنا اسید بن ظہیر رضی اللہ عنہ جو نبی ﷺ کے صحابی ہیں، بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مسجد قبا میں نماز پڑھنا عمرہ کرنے کی مانند ہے۔''

٣٢٤ـ [صحيح لغيره] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ما جاء في الصلاة في مسجد قباء، ح: ١٤١١ والحاكم: ١/ ٤٨٧ من حديث أبي أسامة حماد بن أسامة به، وصححه المنذري في الترغيب والترهيب: ٢/ ٢١٧، ح: ١٧٨٢، وللحديث شواهد. * وفي الباب عن سهل بن حنيف [ابن ماجه، ح: ١٤١٢].

«الصَّلَاةُ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ كَعُمْرَةٍ».

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ. قَالَ [أَبُوعِيسٰى]: حَدِيثُ أُسَيْدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَلَا نَعْرِفُ لِأُسَيْدِ بْنِ ظُهَيْرٍ شَيْئًا يَصِحُّ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيثِ، وَلَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ. وَأَبُو الْأَبْرَدِ اسْمُهُ زِيَادٌ مَدِينِيٌّ.

اس مسئلے میں سیدنا سہل بن حنیف سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا اسید رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں سیدنا اسید رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے سوا کوئی صحیح حدیث نہیں ہے اور یہ حدیث بھی ہمارے نزدیک صرف ابواسامہ ہی عبدالحمید بن جعفر کے واسطے سے بیان کرتے ہیں۔ اور ابوالابرد کا نام زیاد مدینی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حرمین کے علاوہ عام مساجد کے مقابلے میں مسجد قبا میں نماز پڑھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے، اسی لیے نبی ﷺ ہر ہفتے پیدل یا سوار ہو کر مسجد قبا میں تشریف لے جاتے اور نماز پڑھتے تھے۔ (صحيح البخاري، فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة، حديث: 1193)

(المعجم ١٢٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي أَيِّ الْمَسَاجِدِ أَفْضَلُ (التحفة ١٢٧)

باب: 126۔ کون سی مسجد سب سے افضل ہے؟

٣٢٥۔ حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح: وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ رَبَاحٍ وَعُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْأَغَرِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ».

[325] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری اس مسجد (نبوی) میں نماز پڑھنا دوسری مساجد کی نسبت ہزار نماز سے بہتر ہے، سوائے مسجد حرام کے۔“

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَلَمْ يَذْكُرْ قُتَيْبَةُ فِي حَدِيثِهِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ إِنَّمَا ذَكَرَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْأَغَرِّ [عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ]. قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَبُو عَبْدِ اللهِ الْأَغَرُّ اسْمُهُ سَلْمَانُ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قتیبہ نے اپنی حدیث میں ”عن عبیداللہ“ نہیں کہا، صرف زید بن رباح سے حدیث بیان کی ہے۔ امام ابوعیسیٰ کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابوعبداللہ الاغر کا نام سلمان ہے۔ اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے۔ اس

٣٢٥۔ أخرجه البخاري، فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة، باب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة، ح: ١١٩٠ من حديث مالك، ومسلم، ح: ١٣٩٤ من حديث عبيدالله الأغر به، وهو في الموطأ: ١/ ١٩٦ (يحيى). * وفي الباب عن علي [الحارث بن أبي أسامة كما في المطالب العالية، ح: ١٢٥٩]، وميمونة [مسلم، ح: ١٣٩٦]، وأبي سعيد [يأتي: ٣٢٦]، وجبير ابن مطعم [أحمد: ٤/ ٨٠]، وعبدالله بن الزبير [أحمد: ٤/ ٥]، وابن عمر [مسلم، ح: ١٣٩٥]، وأبي ذر [الطبراني في الأوسط: ٧/ ٤٩٥، ح: ٦٩٧٩].

النَّبِيِّ ﷺ. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَمَيْمُونَةَ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَجُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، وَعَبْدِاللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَابْنِ عُمَرَ، وَأَبِي ذَرٍّ.

مسئلے میں سیدنا علی، میمونہ، ابوسعید، جبیر بن مطعم، عبداللہ بن زبیر، ابن عمر اور ابوذر رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔

فوائد و مسائل: ① صحیح احادیث کی رو سے مسجد نبوی میں نماز پڑھنا ہزار نماز سے افضل اور بہتر ثواب رکھتا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ اس سے ہزار نماز ادا ہو جاتی ہے۔ بعض ضعیف روایات میں پچاس ہزار نماز کے ثواب کا ذکر ہے۔ ② مسجد نبوی سے مراد، وہ تمام مسجد ہے جو نبی ﷺ کے بعد وقتاً فوقتاً اضافے کے ساتھ موجود ہے۔ ③ مسجد حرام کا ثواب ایک لاکھ نماز سے افضل اور بہتر ہے۔ ④ امام مالک رحمہ اللہ اور ان کے ہم نوا بعض دوسرے حضرات کا یہ موقف درست نہیں کہ مسجد نبوی کا ثواب بیت الحرام سے دوگنا ہے۔ ⑤ مسجد اقصیٰ کے بارے میں آیا ہے کہ اس کا ثواب ڈھائی سو نماز کے برابر ہے جبکہ پانچ سو نماز کے ثواب والی حدیث ضعیف ہے۔

٣٢٦- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ قَزَعَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِي هٰذَا، وَمَسْجِدِ الْأَقْصٰى».

[326] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رختِ سفر صرف تین مساجد ہی کے لیے باندھا جائے: مسجد حرام، میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ۔''

قَالَ [أَبُو عِيسٰى]: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی جگہ کو مقدس و متبرک یا حصول ثواب و فضیلت کا سبب سمجھ کر اس کی طرف سفر کرنا جائز نہیں، ہاں دوسرے مقاصد، مثلاً: حصولِ تعلیم، جہاد، تجارت، کسی عزیز کی ملاقات یا کسی اور جائز غرض سے سفر کرنا درست ہے۔ نبی ﷺ ہر ہفتے مسجد قبا تشریف لے جاتے تھے، لیکن اس کے لیے آپ ﷺ کو رخت سفر نہیں باندھنا پڑتا تھا۔ ② امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جو آپ ﷺ کی قبر کی زیارت کے لیے سفر اختیار کرنے سے منع کیا ہے، اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ صرف قبر مبارک کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا درست نہیں، یہ نہیں کہ وہ آپ ﷺ کی قبر کی زیارت کو درست نہیں سمجھتے۔ صحیح اور درست طریقہ یہ ہے کہ سفر مسجد نبوی کی زیارت کی نیت سے کیا جائے جو بلاشک وشبہ ایک جائز اور مبارک سفر ہے اور وہاں یقیناً آپ ﷺ کی قبر کی بھی زیارت ہو جائے گی جو ایک مستحب عمل ہے۔ گو یہ زیارت پس دیوار ہی ہوگی، کیونکہ خاص قبر پر پہنچنا اب ممکن نہیں۔ جمہور اس مسئلے میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ہم نوا نہیں ہیں۔ انھوں نے اس کو ایک جذباتی مسئلہ بنا دیا ہے جو صحیح نہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ جس نقطۂ نظر اور مقصد کے لیے ان تین مساجد کا سفر کیا جا سکتا ہے، ان

٣٢٦ـ أخرجه البخاري، فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة، باب مسجد بيت المقدس، ح: ١١٩٧، ومسلم، الحج، باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره، ح: ٨٢٧/ ٤١٥، من حديث عبدالملك بن عمير به.

مقاصد اور اغراض کے لیے کسی اور جگہ کا سفر اختیار کرنا درست نہیں اور اولیاء کی قبور کی خاطر سفر کرنے کے لیے یہ حدیث پیش کرنا کہ آپ ﷺ ہر سال کے آخر میں شہدائے احد کی قبور کے لیے جاتے تھے، درست نہیں، کیونکہ اس کے لیے آپ کو کوئی رخت سفر باندھنا نہیں پڑتا تھا۔ علاوہ ازیں قبروں کی زیارت کا تو حکم ہے، آپ ﷺ کا اُحد میں جانا اسی مقصد کے لیے ہوتا تھا۔

(المعجم ۱۲۷) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَشْيِ إِلَى الْمَسْجِدِ

(التحفة ۱۲۸)

باب: 127۔ مسجد کی طرف چل کر جانا

۳۲۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَأْتُوهَا وَأَنْتُمْ تَسْعَوْنَ، وَلٰكِنِ ائْتُوهَا وَأَنْتُمْ تَمْشُونَ، وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا».

[327] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب نماز کے لیے اقامت ہو جائے تو تم اس کے لیے دوڑتے ہوئے نہ آؤ بلکہ سکینت اور وقار و اطمینان کے ساتھ چل کر آؤ، پھر جس قدر نماز مل جائے ساتھ مل کر پڑھ لو اور جو رہ جائے اس کو مکمل کر لو۔''

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، وَجَابِرٍ، وَأَنَسٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْمَشْيِ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَمِنْهُمْ مَنْ رَأَى الْإِسْرَاعَ إِذَا خَافَ فَوْتَ التَّكْبِيرَةِ الْأُولٰى، حَتّٰى ذُكِرَ عَنْ بَعْضِهِمْ أَنَّهُ كَانَ يُهَرْوِلُ إِلَى الصَّلَاةِ، وَمِنْهُمْ مَنْ كَرِهَ الْإِسْرَاعَ، وَاخْتَارَ أَنْ يَمْشِيَ عَلٰى تُؤَدَةٍ وَوَقَارٍ. وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ وَقَالَا: الْعَمَلُ عَلٰى حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ. وَقَالَ إِسْحَاقُ: إِنْ خَافَ فَوْتَ [الـ]ـتَّكْبِيرَةِ الْأُولٰى فَلَا بَأْسَ أَنْ يُسْرِعَ فِي الْمَشْيِ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوقتادہ، ابی بن کعب، ابوسعید، زید بن ثابت، جابر اور سیدنا انس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل علم میں مسجد کی طرف چلنے کے مسئلے میں اختلاف ہے۔ بعض کا نظریہ ہے کہ اگر پہلی تکبیر (تکبیر تحریمہ) کے رہ جانے کا اندیشہ ہو تو تیز چلنا صحیح ہے حتی کہ بعض کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ نماز کے لیے دوڑتے ہوئے آتے تھے اور بعض نے تیز رفتاری کو ناپسند کیا ہے اور متانت و وقار کے ساتھ چلنے کو اختیار کیا ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی موقف ہے۔ وہ کہتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل ہوگا۔ اور امام اسحاق کا قول ہے کہ اگر تکبیر

۳۲۷۔ أخرجه البخاري، الجمعة، باب المشي إلى الجمعة، ح: ۹۰۸، ومسلم، ح: ۶۰۲ من حديث الزهري به. * وفي الباب عن أبي قتادة [البخاري، ح: ۶۳۸، ومسلم، ح: ۶۰۳]، وأبي بن كعب [مسلم، ح: ۶۶۳ في المشي إلى المسجد فقط]، وأبي سعيد [ابن ماجه، ح: ۷۷۶، ولفظه مختلف]، وزيد بن ثابت [الطبراني في الكبير: ۵/ ۱۱۷، ۱۱۸، ح: ۴۷۹۶، ۴۸۰۰]، وجابر [ابن حبان، وتحفة الأحوذي: ۱/ ۲۷۱]، وأنس [الطبراني في الأوسط: ۵/ ۲۰۶، ح: ۴۴۰۳].

تحریمہ فوت ہو جانے کا ڈر ہو تو تیز چلنے میں کوئی حرج نہیں۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے لیے آتے وقت وقار و متانت اور سنجیدگی کو اختیار کیا جائے اور ایسی چال و رفتار اختیار نہ کی جائے جو وقار اور سکینت کے منافی ہو لیکن نماز میں شرکت کے لیے کچھ تیز رفتاری اختیار کر لینے میں جو وقار و متانت کے منافی نہ ہو، کوئی حرج نہیں۔ اس کے منافی اقوال صحیح موقف کے خلاف اور بلا دلیل ہیں۔ ② ''جو رہ جائے اس کو مکمل کر لو'' اس سے معلوم ہوا کہ نمازی جب نماز میں شامل ہوگا تو یہ اس کی پہلی رکعت ہوگی، خواہ امام کی تیسری یا چوتھی ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ کسی چیز کی تکمیل کا مطلب اس کا باقی ماندہ حصہ پورا کرنا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ پہلے وہ چوتھی رکعت پڑھے اور پھر تیسری اور پھر دوسری اور آخر میں پہلی۔

٣٢٨- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ [نَحْوَ حَدِيثِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِمَعْنَاهُ، هٰكَذَا قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.] وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ يَزِيدَ بْنِ زُرَيْعٍ.

[328] حسن بن علی الخلال کی سند سے مذکورہ بالا حدیث کی مانند مروی ہے لیکن انھوں نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابوسلمہ رحمہ اللہ کی بجائے سعید بن مسیب سے حدیث بیان کی ہے اور یہ حدیث یزید بن زریع کی روایت سے زیادہ صحیح ہے۔

٣٢٩- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ.

[329] ابن ابی عمر کی سند سے یہ روایت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سعید بن مسیب کے واسطے سے مذکورہ بالا کی مانند مروی ہے۔

(المعجم ١٢٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقُعُودِ فِي الْمَسْجِدِ وَانْتِظَارِ الصَّلَاةِ مِنَ الْفَضْلِ (التحفة ١٢٩)

باب: 128- مسجد میں بیٹھنے اور نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت

٣٣٠- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ

[330] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ

٣٢٨- أخرجه أحمد: ٢/ ٢٧٠ عن عبدالرزاق به، وأخرجاه من حديث الزهري به، وانظر الحديث الآتي.

٣٢٩- انظر الحديث السابق، وأخرجه مسلم، المساجد، باب استحباب إتيان الصلاة بوقار وسكينة ... إلخ، ح: ٦٠٢ من حديث سفيان بن عيينة به.

٣٣٠- أخرجه مسلم، المساجد، باب فضل الصلاة المكتوبة في جماعة ... إلخ، ح: ٦٤٩ بعد، ح: ٦٦١ من حديث عبدالرزاق، والبخاري، ح: ٦٤٧ من حديث أبي هريرة به، والحديث في صحيفة همام بن منبه، ح: ١٣١ بالاختصار مع اختلاف يسير، والمعنىٰ واحد. * وفي الباب عن علي [أبو يعلى: ١/ ٣٧٩، ح: ٤٨٨، والبزار، ح: ٤٤٧، وصححه الحاكم: ١/ ١٣٢، ووافقه الذهبي]، وأبي سعيد [أبو داود، ح: ٤٢٢، ابن ماجه، ح: ٦٩٣]، وأنس [البخاري، ح: ٦٦١، ومسلم، ح: ٦٤٠]، وعبدالله بن مسعود [الطبراني في الكبير: ١٠/ ٢٧٣، ح: ١٠٥٣٢]، وسهل بن سعد [النسائي، ح: ٧٣٥].

الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا دَامَ يَنْتَظِرُهَا، وَلَا تَزَالُ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي الْمَسْجِدِ: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، مَا لَمْ يُحْدِثْ». فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ حَضْرَمَوْتَ: وَمَا الْحَدَثُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ: فُسَاءٌ أَوْ ضُرَاطٌ.

ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی جب تک نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے، نماز ہی میں ہے اور تم میں سے کوئی جب تک مسجد میں بیٹھا رہتا ہے، فرشتے اس کے لیے یہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اسے بخش دے۔ اے اللہ! اس پر رحم فرما، جب تک اس کا وضو نہ ٹوٹے۔'' حضرموت کے ایک آدمی نے پوچھا: اے ابوہریرہ! ''حدث'' (بے وضو ہونے) سے کیا مراد ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: آہستہ یا بلند آواز سے ہوا کا خارج ہونا۔

[قَالَ] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَأَنَسٍ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا علی، ابوسعید، انس، عبداللہ بن مسعود اور سہل بن سعد ﷺ سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ ؓ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: عبادت اللہ تعالیٰ کی یاد کا نام ہے اور نماز یاد الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور مسجد نماز کا محل ہے، اس لیے جو انسان مسجد میں بیٹھتا اور ذکر وفکر میں مشغول رہتا ہے گویا وہ نماز ہی میں ہے۔ نماز کے لیے طہارت شرط ہے، اس لیے اگر طہارت ختم ہوجائے یا کوئی ایسی حرکت کرے جو آداب عبادت کے منافی ہو تو پھر وہ نماز کے حکم میں نہیں رہتا۔ حافظ ابن حجر ؒ لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ اور زبان سے غلط حرکت کے ارتکاب سے بالاولیٰ بچنا چاہیے کیونکہ ان دونوں کی تکلیف ہوا کے نکلنے سے زیادہ شدید ہوتی ہے۔ اور صحیح بخاری میں ہے: [مَا لَمْ يُؤْذِ يُحْدِثْ] (صحيح البخاري، الصلاة، حديث: 477) ''جب تک اذیت نہ پہنچائے، بے وضو نہ ہو۔'' (اسے یہ فضیلت حاصل رہتی ہے۔) مسجد میں نماز کے انتظار ہی کی یہ فضیلت ہے کہ انسان فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق ٹھہرتا ہے، اگرچہ وہ نماز کے حکم میں تو اس صورت میں بھی شمار ہوجاتا ہے جب اپنے کاروبار میں مصروف ہو لیکن اس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو اور اس انتظار میں ہو کہ کب اذان ہو اور وہ مسجد میں حاضر ہو۔

(المعجم ١٢٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْخُمْرَةِ (التحفة ١٣٠)

باب: 129۔ چٹائی پر نماز پڑھنا

٣٣١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ

[331] سیدنا ابن عباس ؓ بیان فرماتے ہیں: رسول

٣٣١- [صحيح لغيره] أخرجه أحمد: ١/٢٦٩ من حديث سماك به، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٠٠٥، وابن حبان (الإحسان): ٢٣٠٧ وغيرهما، وسنده ضعيف، وله شواهد عند البخاري، ح: ٣٨٢، ومسلم، ح: ٥١٢ وغيرهما. * وفي الباب عن أم حبيبة [الطبراني في الكبير: ٢٣/ ٢٤٢، ح: ٤٨٢]، وابن عمر [أحمد: ٢/ ٩٨، ٩٢، وابن خزيمة، ح: ١٠١٣]، وأم سليم [أحمد: ٦/ ٣٧٦، ٣٧٧]، وعائشة [البخاري، ح: ٣٨٢، ومسلم، ح: ٥١٢، ٥١٤]، وميمونة [البخاري، ح: ٣٧٩، ومسلم، ح: ٥١٣]، وأم كلثوم بنت أبي سلمة بن عبدالأسد [ابن خزيمة، ح: ١٠٠٨]، وأم سلمة [أحمد: ٦/ ٣٠٢]، وله طريق آخر عند أبي يعلى والطبراني في الكبير.

سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ.

اللہ ﷺ چھوٹی چٹائی پر نماز پڑھتے تھے۔

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَأُمِّ سُلَيْمٍ، وَعَائِشَةَ، وَمَيْمُونَةَ، وَأُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الْأَسَدِ وَلَمْ تَسْمَعْ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ [وَأُمِّ سَلَمَةَ]. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَبِهِ يَقُولُ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَقَالَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ: قَدْ ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ الصَّلَاةُ عَلَى الْخُمْرَةِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَالْخُمْرَةُ: هُوَ حَصِيرٌ صَغِيرٌ.

اس مسئلے میں سیدہ ام حبیبہ، سیدنا ابن عمر، سیدہ ام سلیم، عائشہ، میمونہ، ام کلثوم بنت ابی سلمہ بن عبدالاسد اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں لیکن ام کلثوم نے نبی ﷺ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نہیں سنا۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور بعض اہل علم کا قول یہی ہے۔ امام احمد اور امام اسحاق رحمہما اللہ کا قول ہے کہ نبی ﷺ سے چھوٹی چٹائی پر نماز پڑھنا ثابت ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [خُمْرَة] چھوٹی چٹائی کو کہتے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① امام خطابی کے بقول "خمرہ" کھجور کے پتوں کی اس چٹائی کو کہتے ہیں جسے دھاگوں سے بنا جائے۔ چونکہ وہ سطح زمین کو ڈھانپ لیتی ہے، اس لیے اس کو خمرہ کہتے ہیں۔ بقول بعض اس کا عام اطلاق اس چٹائی پر ہوتا ہے جس پر سجدہ ہو سکے اگرچہ بعض دفعہ بڑی چٹائی، یعنی حصیر پر بھی اس کا اطلاق ہو جاتا ہے جیسا کہ ابن اثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔ ② امام ترمذی رحمہ اللہ کا اصل مقصد ان تینوں ابواب: خمرہ، حصیر اور بساط سے یہ ہے کہ براہِ راست زمین پر نماز پڑھنا ضروری نہیں، بلکہ مصلّٰی اور چٹائی وغیرہ بچھا کر نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے اور ان لوگوں کا موقف درست نہیں جو کہتے ہیں کہ زمین پر براہ راست سجدہ کرنا چاہیے یا کم از کم فرض نماز زمین پر بغیر کچھ بچھائے پڑھنی چاہیے۔

(المعجم ١٣٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْحَصِيرِ (التحفة ١٣١)

باب: 130۔ حصیر (بڑی چٹائی) پر نماز پڑھنا

٣٣٢- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى عَلَى حَصِيرٍ.

[332] سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بڑی چٹائی پر نماز پڑھی۔

[قَالَ] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ، وَالْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَحَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ.

اس مسئلے میں سیدنا انس اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کی روایات بھی آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

٣٣٢- أخرجه مسلم، المساجد، باب جواز الجماعة في النافلة ... إلخ، ح: ٦٦١ من حديث عيسى بن يونس به. * جابر هو ابن عبدالله الأنصاري رضي الله عنه. * وفي الباب عن أنس [البخاري، ح: ٣٨٠، ومسلم، ح: ٦٥٨]، والمغيرة بن شعبة [أبو داود، ح: ٦٥٩، وابن خزيمة، ح: ١٠٠٦].

وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ، إِلَّا أَنَّ قَوْمًا مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ اخْتَارُوا الصَّلَاةَ عَلَى الْأَرْضِ اسْتِحْبَابًا. [وَأَبُو سُفْيَانَ اسْمُهُ طَلْحَةُ بْنُ نَافِعٍ].

ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اکثر اہل علم کا اس پر عمل ہے مگر کچھ اہل علم استحبابی طور پر اس کو پسند کرتے ہیں کہ نماز، زمین پر پڑھی جائے۔ ابوسفیان کا نام طلحہ بن نافع ہے۔

(المعجم ۱۳۱) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْبُسُطِ (التحفة ۱۳۲)

باب: 131۔ بچھونے پر نماز پڑھنا

۳۳۳۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ الضُّبَعِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُخَالِطُنَا حَتّٰى [إِنْ] كَانَ يَقُولُ لِأَخٍ لِي صَغِيرٍ: «يَا أَبَا عُمَيْرٍ! مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟» قَالَ: وَنُضِحَ بِسَاطٌ لَّنَا فَصَلّٰى عَلَيْهِ.

[333] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ گھل مل جاتے تھے حتی کہ میرے چھوٹے بھائی سے یوں خطاب فرماتے: ”اے ابوعمیر! نغیر (بلبل) نے کیا کیا؟“ اور بیان کیا کہ ہمارا بچھونا صاف کیا گیا تو آپ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ، وَلَمْ يَرَوْا بِالصَّلَاةِ عَلَى الْبِسَاطِ وَالطُّنْفُسَةِ بَأْسًا. وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ. وَاسْمُ أَبِي التَّيَّاحِ: يَزِيدُ بْنُ حُمَيْدٍ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ نبی ﷺ کے صحابہ اور بعد والے اکثر اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ ان کے نزدیک بچھونوں اور قالین پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ امام احمد اور امام اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ ابوالتیاح کا نام یزید بن حمید ہے۔

لغوی تشریح: [بِسَاط] جو چیز زمین پر بچھائی جائے، کپڑا ہو یا کوئی اور چیز۔ [طُنْفُسَة] قالین، ڈوروں والا بچھونا۔

فائدہ: بعض تابعین نے قالین پر نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے لیکن امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک جائز ہے۔ اور جمہور فقہاء کا یہی موقف ہے۔

(المعجم ۱۳۲) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ فِي الْحِيطَانِ (التحفة ۱۳۳)

باب: 132۔ باغوں میں نماز پڑھنا

۳۳۴۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو

[334] سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ

۳۳۳۔ أخرجه البخاري، الأدب، باب الانبساط إلى الناس، ح: ٦١٢٩ من حديث شعبة، ومسلم، ح: ٢١٥٠ من حديث أبي التياح به. * وفي الباب عن ابن عباس [ابن ماجه، ح: ١٠٣٠].

۳۳٤۔ [ضعيف] أخرجه ابن عدي: ٢/ ٧١٨ من حديث أبي داود الطيالسي به. * الحسن بن أبي جعفر ضعيف و في السند علة أخرى.

دَاوُدَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَسْتَحِبُّ الصَّلَاةَ فِي الْحِيطَانِ.

باغ میں نماز پڑھنا پسند فرماتے تھے۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَعْنِي الْبَسَاتِينَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ مُعَاذٍ حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ. وَالْحَسَنُ بْنُ أَبِي جَعْفَرٍ قَدْ ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَغَيْرُهُ. وَأَبُو الزُّبَيْرِ اسْمُهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ تَدْرُسَ. وَأَبُو الطُّفَيْلِ اسْمُهُ: عَامِرُ بْنُ وَاثِلَةَ.

امام ابو داود طیالسی فرماتے ہیں: حیطان سے مراد باغ ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث غریب ہے۔ ہم اسے صرف حسن بن ابی جعفر کی روایت سے جانتے ہیں اور حسن بن ابی جعفر کو یحییٰ بن سعید وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابوزبیر کا نام محمد بن مسلم بن تدرس ہے۔ اور ابوطفیل کا نام عامر بن واثلہ ہے۔

لغوی تشریح: [حیطان] حائط کی جمع ہے، دیوار کو کہتے ہیں مگر یہاں چار دیواری والا باغ مراد ہے۔

(المعجم ١٣٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي سُتْرَةِ الْمُصَلِّي (التحفة ١٣٣)

باب: 133۔ نمازی کے لیے سترہ

٣٣٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَهَنَّادٌ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا وَضَعَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مُؤَخَّرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ وَلَا يُبَالِي مَنْ مَرَّ مِنْ وَرَاءِ ذٰلِكَ».

[335] موسیٰ بن طلحہ رحمہ اللہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی اپنے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی چیز رکھ لے تو نماز پڑھ لے اور پھر اس کے پیچھے سے گزرنے والی کسی چیز کی پروانہ کرے۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَسَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَسَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ [الْجُهَنِيِّ]، وَأَبِي جُحَيْفَةَ، وَعَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ طَلْحَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَقَالُوا: سُتْرَةُ الْإِمَامِ [سُتْرَةٌ] لِمَنْ خَلْفَهُ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ، سہل بن ابی حثمہ، ابن عمر، سبرہ بن معبد جہنی، ابوجحیفہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: طلحہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ اور کہتے ہیں کہ امام کا سترہ ہی مقتدیوں کے لیے سترہ ہوتا ہے۔

٣٣٥ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب سترة المصلي والندب إلى الصلاة إلى سترة ... إلخ، ح: ٤٩٩ عن قتيبة بن سعيد به. * وفي الباب عن أبي هريرة [أبو داود، ح: ٦٨٩، ٦٩٠، وابن ماجه، ح: ٩٤٣]، وسهل بن أبي حثمة [أبو داود، ح: ٦٩٥]، وابن عمر [البخاري، ح: ٤٩٤، ومسلم، ح: ٥٠١]، وسبرة بن معبد الجهني [أحمد: ٣/ ٤٠٤، وابن خزيمة، ح: ٨١٠]، وأبي جحيفة [البخاري، ح: ١٨٧، ومسلم، ح: ٥٠٣]، وعائشة [مسلم، ح: ٥٠٠].

فائدہ: مشہور قول کے مطابق ائمہ اربعہ کے نزدیک سترہ رکھنا مستحب ہے، فرض نہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ کا ایک قول یہ ہے کہ سترہ رکھنا فرض ہے، اگر کچھ نہ ملے تو خط ہی کھینچ لے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے ایک قول کے مطابق سترہ نہ رکھنا جائز ہے۔ (عمدة القاري: 486/2) صحیح بات یہ ہے کہ اگر آگے سے کسی کے گزرنے کا خطرہ ہو تو پھر سترہ رکھنے کا حکم تاکیدی ہے اور اگر نمازی ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں سے کسی کے گزرنے کا امکان ہو لیکن وہ سترہ نہیں رکھتا پھر کوئی اس کے آگے سے بلاضرورت گزرتا ہے تو دونوں ہی گناہ گار ہوں گے۔

(المعجم ١٣٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْمُرُورِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي (التحفة ١٣٥)

باب: 134۔ نمازی کے آگے سے گزرنا، ناجائز ہے

٣٣٦۔ حَدَّثَنَا [إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى] الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ: أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ أَرْسَلَهُ إِلَى أَبِي جُهَيْمٍ يَسْأَلُهُ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي؟ فَقَالَ أَبُو جُهَيْمٍ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ، لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِينَ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ» قَالَ أَبُو النَّضْرِ: لَا أَدْرِي قَالَ: أَرْبَعِينَ يَوْمًا، أَوْ شَهْرًا، أَوْ سَنَةً.

[336] سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوجہیم رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیج کر ان سے پوچھا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے نمازی کے آگے سے گزرنے والے کے بارے میں کیا سنا ہے؟ تو ابوجہیم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو اگر اس کا احساس ہو جائے کہ اس پر اس کا کس قدر وبال ہے تو اسے چالیس...... تک کھڑے رہنا (نمازی کے) آگے سے گزرنے سے بہتر ہوتا۔“ ابونضر رحمہ اللہ نے کہا: میں نہیں جانتا چالیس دن کہا یا چالیس ماہ، یا چالیس سال۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. قَالَ أَبُو عِيسَى: [وَ] حَدِيثُ أَبِي جُهَيْمٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «لَأَنْ يَقِفَ أَحَدُكُمْ مِائَةَ عَامٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابوسعید خدری، ابوہریرہ، ابن عمر اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ابوجہیم کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور نبی ﷺ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی سو سال تک کھڑا رہے تو

٣٣٦۔ أخرجه البخاري، الصلاة، باب إثم المار بين يدي المصلي، ح: ٥١٠، ومسلم، ح: ٥٠٧ من حديث مالك به، وهو في الموطأ: ١/ ١٥٤ (يحيى). * وفي الباب عن أبي سعيد الخدري [البخاري، ح: ٥٠٩، ومسلم، ح: ٥٠٥، والموطأ: ١/ ١٥٤]، وأبي هريرة [ابن ماجه، ح: ٩٤٦]، وابن عمر [البخاري، ح: ٤٩٤، وقبل، ح: ٥٠٩ موقوفًا، ومسلم، ح: ٥٠٦]، وعبدالله بن عمرو [الطبراني/ مجمع الزوائد: ٢/ ٦١ وقال: فيه من لم أجد من ترجمه] * حديث: "لأن يقف ... إلخ"، أخرجه ابن ماجه، ح: ٩٤٦.

أَخِيهِ وَهُوَ يُصَلِّي». وَالعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ، كَرِهُوا الْمُرُورَ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي، وَلَمْ يَرَوْا أَنَّ ذٰلِكَ يَقْطَعُ صَلَاةَ الرَّجُلِ. [وَاسْمُ أَبِي النَّضْرِ سَالِمٌ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ الْمَدَنِيُّ].

یہ اس کے حق میں اس سے بہتر ہے کہ اپنے نمازی بھائی کے آگے سے گزرے۔" اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے کہ کسی کے لیے نمازی کے آگے سے گزرنا جائز نہیں لیکن اگر کوئی گزر جائے تو نمازی کی نماز باطل نہیں ہوتی۔ ابونضر کا نام سالم ہے جو عمر بن عبیداللہ مدنی کے آزاد کردہ غلام تھے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنا انتہائی سنگین جرم اور کبیرہ گناہ ہے اور اگر گزرنے والے کو اس جرم اور گناہ کا احساس ہو جائے تو وہ ایک لمبے عرصے تک کھڑے رہنے کو ترجیح دے جبکہ نماز تو چند منٹوں میں ختم ہو جاتی ہے۔ ② آگے سے گزرنا اس وقت ہوگا جب وہ نمازی کی حد سجدہ سے گزرے اور اس کا گزرنا اس کے لیے تشویش کا باعث ہو۔ اس کی کم از کم حد بعض علماء نے تین صف کے برابر فاصلہ بتلایا ہے۔ ③ اس انتہائی سخت وعید ہی کی بنا پر علماء نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ لیکن افسوس کہ آج اس کی پرواہی نہیں کی جاتی۔

(المعجم ١٢٥) بَابُ مَا جَاءَ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ (التحفة ١٣٦)

باب: 135۔ کوئی چیز نماز نہیں توڑتی

٣٣٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كُنْتُ رَدِيفَ الْفَضْلِ عَلَى أَتَانٍ فَجِئْنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ بِمِنًى، قَالَ: فَنَزَلْنَا عَنْهَا، فَوَصَلْنَا الصَّفَّ، فَمَرَّتْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ فَلَمْ تَقْطَعْ صَلَاتَهُمْ.

[337] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک گدھی پر (اپنے بھائی) فضل کے پیچھے سوار تھا۔ ہم اس وقت منیٰ میں پہنچے جب کہ نبی ﷺ صحابۂ کرام کو نماز پڑھا رہے تھے۔ کہتے ہیں کہ ہم اس سے اتر گئے اور صف میں شامل ہو گئے تو وہ گدھی نمازیوں کے آگے سے گزری اور اس نے ان کی نماز نہیں توڑی۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَالْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: [وَ] حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، سیدنا ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ نبی ﷺ کے صحابۂ کرام اور ان کے بعد تابعین میں

٣٣٧ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب سترة المصلي والندب إلى الصلاة إلى سترة ... إلخ، ح:٥٠٤ من حديث معمر بن راشد، والبخاري، ح:٤٩٣ من حديث الزهري به. ﷺ وفي الباب عن عائشة [البخاري، ح:٣٨٢، ومسلم، ح:٥١٢]، والفضل بن عباس [أبو داود، ح:٧١٨]، وابن عمر [الدارقطني: ١/ ٣٦٧، ٣٦٨، ح:١٣٦٦].

وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِّنَ التَّابِعِينَ، قَالُوا: لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ. وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ [الثَّوْرِيُّ]، وَالشَّافِعِيُّ.

سے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے، وہ کہتے ہیں: کسی چیز (کے گزرنے) سے نماز باطل اور ختم نہیں ہوتی۔ سفیان ثوری اور شافعی ﷭ کا یہی موقف ہے۔

فائدہ: اس واقعے کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا نبی ﷺ کے سامنے سترہ تھا یا نہیں، امام بخاری ؒ کے خیال کے مطابق دیوار کے سوا کسی اور چیز کا سترہ تھا اور عام طور پر آپ نیزہ، بھالا یا برچھی بطور سترہ استعمال کرتے تھے۔ اگر سترہ تھا تو پھر بقول علامہ ابن قدامہ ائمۂ اربعہ کے نزدیک امام کا سترہ ہی مقتدیوں کا سترہ ہوتا ہے۔ (المغني: 281/3) اور یہی بات راجح ہے کیونکہ نبی ﷺ کا معمول یہی تھا کہ آپ سترے کے بغیر نماز نہیں پڑھتے تھے۔

(المعجم ١٣٦) بَابُ مَا جَاءَ: أَنَّهُ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ إِلَّا الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ (التحفة ١٢٠)

باب: 136۔ کتے، گدھے اور عورت کے سوا کوئی چیز نماز نہیں توڑتی

٣٣٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: حَدَّثَنَا يُونُسُ وَمَنْصُورُ بْنُ زَاذَانَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا صَلَّى الرَّجُلُ وَلَيْسَ بَيْنَ يَدَيْهِ كَآخِرَةِ الرَّحْلِ أَوْ كَوَاسِطَةِ الرَّحْلِ، قَطَعَ صَلَاتَهُ الْكَلْبُ الْأَسْوَدُ، وَالْمَرْأَةُ، وَالْحِمَارُ» فَقُلْتُ لِأَبِي ذَرٍّ: مَا بَالُ الْأَسْوَدِ مِنَ الْأَحْمَرِ مِنَ الْأَبْيَضِ؟ فَقَالَ: يَا ابْنَ أَخِي! سَأَلْتَنِي كَمَا سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «الْكَلْبُ الْأَسْوَدُ شَيْطَانٌ».

[338] سیدنا ابو ذر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب انسان ایسی حالت میں نماز پڑھے کہ اس کے سامنے پالان کے پچھلے یا جوڑنے والے حصے کے بقدر کوئی چیز نہ ہو تو سیاہ کتا، عورت اور گدھے کے گزرنے سے اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔“ عبداللہ بن صامت کہتے ہیں: میں نے ابوذر ؓ سے پوچھا: سیاہ کا حکم سرخ اور سفید سے جدا کیوں ہے؟ انھوں نے کہا: بھتیجے! تیرے سوال جیسا سوال میں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”سیاہ کتا شیطان ہوتا ہے۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَالْحَكَمِ [بْنِ عَمْرٍو] الْغِفَارِيِّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَنَسٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي ذَرٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَيْهِ قَالُوا: يَقْطَعُ الصَّلَاةَ الْحِمَارُ، وَالْمَرْأَةُ، وَالْكَلْبُ الْأَسْوَدُ. قَالَ أَحْمَدُ:

اس مسئلے میں سیدنا ابوسعید، حکم بن عمرو غفاری، ابوہریرہ اور انس ؓ سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: ابوذر ؓ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور بعض اہل علم کا موقف یہی ہے کہ گدھا، عورت اور سیاہ کتا نماز کو توڑ ڈالتے ہیں۔ امام احمد ؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اس

٣٣٨- أخرجه مسلم، الصلاة، باب قدر ما يستر المصلي، ح: ٥١٠ من حديث يونس بن عبيد به. * وفي الباب عن أبي سعيد [أبو داود، ح: ٧١٩]، والحكم بن عمرو الغفاري [الطبراني في الكبير: ٣/ ٢١١، ح: ٣١٦١]، وأبي هريرة [مسلم، ح: ٥١١]، وأنس [البزار: كشف الأستار: ١/ ٢٨١، ح: ٥٨٢].

الَّذِي لَا أَشُكُّ فِيهِ أَنَّ الْكَلْبَ الْأَسْوَدَ يَقْطَعُ الصَّلَاةَ، وَفِي نَفْسِي مِنَ الْحِمَارِ وَالْمَرْأَةِ شَيْءٌ. قَالَ إِسْحَاقُ: لَا يَقْطَعُهَا شَيْءٌ إِلَّا الْكَلْبُ الْأَسْوَدُ.

بارے میں کوئی شبہ نہیں کہ سیاہ کتا نماز توڑ دیتا ہے، لیکن گدھے اور عورت کے بارے میں میرے دل میں کھٹکا ہے۔ امام اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں: سیاہ کتے کے سوا کوئی چیز نماز نہیں توڑتی۔

فائدہ: نماز ٹوٹنے کا مفہوم بعض محدثین کے نزدیک یہ ہے کہ نمازی کے خشوع وخضوع میں فرق آ جاتا ہے اور اس کی برکت جاتی رہتی ہے۔ لیکن یہ موقف محل نظر ہے کیونکہ خشوع وخضوع تو کسی بھی چیز کے گزرنے سے متاثر ہوتا ہے، پھر اس خصوصیت کا کیا مطلب؟ اس لیے امام احمد، ابن القیم رحمہ اللہ اور بعض دوسرے ائمہ نے ظاہری مفہوم مراد لیا ہے کہ نماز باطل ہو جاتی ہے۔ اس کی تائید ایک حدیث سے ہوتی ہے جسے شیخ البانی رحمہ اللہ نے الصحیحة (959/7) میں ذکر کیا ہے۔ اس کے الفاظ ہیں: [تُعَادُ الصَّلَاةُ مِنْ مَمَرِّ الْحِمَارِ وَالْمَرْأَةِ وَالْكَلْبِ الْأَسْوَدِ] ”گدھے، عورت اور سیاہ فام کتے کے گزرنے پر نماز لوٹائی جائے۔“

(المعجم ١٣٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ (التحفة ١٣٨)

باب: 137۔ ایک کپڑے میں نماز پڑھنا

٣٣٩۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ [بْنُ سَعِيدٍ]: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ هِشَامٍ هُوَ ابْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ: أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللهِ ﷺ يُصَلِّي فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ مُشْتَمِلًا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ.

[339] سیدنا عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں دیکھا آپ ایک کپڑا اوڑھ کر نماز پڑھ رہے تھے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَجَابِرٍ، وَسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، وَأَنَسٍ، وَعَمْرِو بْنِ أَبِي أَسِيدٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَكَيْسَانَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَائِشَةَ، وَأُمِّ

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ، جابر، سلمہ بن اکوع، انس، عمرو بن ابی اسید، ابوسعید، کیسان، ابن عباس، سیدہ عائشہ، ام ہانی، سیدنا عمار بن یاسر، طلق بن علی اور عبادہ بن صامت

٣٣٩۔ أخرجه مسلم، الصلاة، باب الصلاة في ثوب واحد، وصفة لبسه، ح: ٥١٧ عن قتيبة، والبخاري، ح: ٣٥٥ من حدىث هشام بن عروة به. * وفي الباب عن أبي هريرة [البخاري، ح: ٣٥٨، ٣٥٩، ٣٦٠، ومسلم، ح: ٥١٥، ٥١٦]، وجابر [البخاري، ح: ٣٦١، ومسلم، ح: ٣٠١٠]، وسلمة بن الأكوع [أبو داود، ح: ٦٣٢]، وأنس [لم أجده]، وعمرو بن أبي أسيد (هو ابن أبي أسد) [أبو نعيم في معرفة الصحابة: ٤/ ٢٠٤٢، ح: ٥١٢٨، وقال: وهم فيه محمد بن بشر فقال عمرو بن أبي الأسد وصوابه ... عمر بن أبي سلمة بن عبدالأسد]، وأبي سعيد [ابن ماجه، ح: ١٠٢٩، ١٠٤٨]، وكيسان [ابن ماجه، ح: ١٠٥٠، ١٠٥١]، وابن عباس [أحمد: ١/ ٢٥٦، ٣٠٣، وابن أبي شيبة: ٣١٦٢]، وعائشة [أبو داود، ح: ٦٣١]، وأم هانىء [البخاري، ح: ٣٥٧، ومسلم، ح: ٣٣٦]، وعمار بن ياسر [ابن عساكر تحفة الأحوذي: ١/ ٢٧٧]، وطلق بن علي [أبو داود، ح: ٦٢٩]، وعبادة بن الصامت [ابن عساكر/ تحفة الأحوذي: ١/ ٢٧٨]. * صامت الأنصاري حديثه في أسد الغابة: ٣/ ١٠.

هَانِئٍ، وَعَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، وَطَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ، وَعُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ الْأَنْصَارِيِّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عُمَرَ ابْنِ أَبِي سَلَمَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِّنَ التَّابِعِينَ وَغَيْرِهِمْ. قَالُوا: لَا بَأْسَ بِالصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ. وَقَدْ قَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: يُصَلِّي الرَّجُلُ فِي ثَوْبَيْنِ.

انصاری رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ صحابہ و تابعین اور بعد کے اکثر اہل علم کا اس پر عمل ہے کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ آدمی دو کپڑوں میں نماز پڑھے۔

فوائد و مسائل: ① اسلام ایک آفاقی اور عالمگیر دین ہے جس میں اکثریت کے حالات کا لحاظ رکھا گیا ہے اور ایسے اصول وضوابط طے کیے گئے ہیں جن کی پابندی ہر انسان کے لیے ممکن ہو۔ اسی اصول کے مطابق اس میں بھی آسانی، سہولت اور تخفیف کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور ہر دور میں ہر انسان کے لیے ستر پوشی سے زائد کپڑے کا میسر ہونا ضروری نہیں۔ کیونکہ نماز کے لیے ستر پوشی شرط ہے اس سے زائد کپڑا بہتر اور احسن ہے، اس لیے کپڑا اگر تنگ ہو تو اس کو کمر پر باندھ لیا جائے اور اگر اس سے بڑا ہو تو گلے میں باندھ لیا جائے اور اس سے بڑا ہو تو کندھوں کو اچھی طرح ڈھانپ لیا جائے۔ اگر ایک سے زائد کپڑے ہوں تو جس قدر حسن و جمال کا باعث ہوں، بہتر ہوگا، اس لیے ہر انسان کو اپنی وسعت وقدرت اور حالات کے مطابق کپڑے پہن کر نماز پڑھنی چاہیے۔ ایک یا دو تین کی کوئی قید نہیں ہے، جتنے میسر ہوں اتنے میں پڑھ لے۔ ② سیدنا عمر بن ابی سلمہ کی یہ روایت متفق علیہ ہے۔ صحیحین میں یہ اضافہ بھی ہے کہ آپ نے دونوں کنارے اپنے کندھوں پر رکھے ہوئے تھے۔ (صحيح البخاري، الصلاة، حدیث: 355)

(المعجم ۱۲۸) بَابُ مَا جَاءَ فِي ابْتِدَاءِ الْقِبْلَةِ (التحفة ۱۲۹)

باب: 138۔ قبلہ (رخ ہونے) کی ابتدا

۳۴۰- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَدِينَةَ صَلّٰى نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا. وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُحِبُّ أَنْ يُوَجَّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿قَدْ

[340] سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے اور رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پسند تھی کہ آپ کا رخ کعبہ کی طرف پھیر دیا جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری:

۳۴۰- أخرجه البخاري، الإيمان، باب: الصلاة من الإيمان، ح: ٤٠، ومسلم، ح: ٥٢٥ من حديث أبي إسحاق السبيعي به.

* وفي الباب عن ابن عمر [يأتي: ٣٤١]، وابن عباس [يأتي: ٢٩٦٤]، وعمارة بن أوس [أبو نعيم في معرفة الصحابة: ٤/ ٢٠٧٩، ح: ٥٢٢٩]، وعمرو بن عوف المزني [البخاري في التاريخ الكبير: ٦/ ٣٠٧]، وأنس [مسلم، ح: ٥٢٧].

نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ [البقرة:١٤٤] فَوَجَّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ، وَكَانَ يُحِبُّ ذٰلِكَ، فَصَلّٰى رَجُلٌ مَعَهُ الْعَصْرَ، ثُمَّ مَرَّ عَلٰى قَوْمٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُمْ رُكُوعٌ فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَقَالَ: هُوَ يَشْهَدُ أَنَّهُ صَلّٰى مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَأَنَّهُ قَدْ وُجِّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ. قَالَ: فَانْحَرَفُوا وَهُمْ رُكُوعٌ.

﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ ... الخ﴾ ''ہم آپ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں۔ ہم آپ کا رخ اس سمت (قبلہ) کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں، سو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیجیے۔'' چنانچہ آپ ﷺ نے اپنا رخ کعبے کی طرف کر لیا اور یہی آپ کو پسند تھا۔ آپ ﷺ کے ساتھ ایک آدمی نے عصر کی نماز پڑھی پھر انصار کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا۔ (وہ نماز عصر پڑھ رہے تھے) اور وہ رکوع میں تھے۔ ان کا رخ بیت المقدس کی طرف تھا۔ اس نے کہا: میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور آپ کا رخ کعبے کی طرف پھیر دیا گیا ہے، چنانچہ وہ سب رکوع کی حالت ہی میں (کعبے کی طرف) مڑ گئے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَعُمَارَةَ بْنِ أَوْسٍ، وَعَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيِّ، وَأَنَسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: [وَ] حَدِيثُ الْبَرَاءِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر، ابن عباس، عمارہ بن اوس، عمرو بن عوف مزنی اور انس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور سفیان ثوری نے بھی اس کو ابو اسحاق کی سند سے بیان کیا ہے۔

٣٤١۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانُوا رُكُوعًا فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ.

[341] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ صبح کی نماز میں رکوع میں تھے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَحَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فوائد و مسائل: ① نبی ﷺ جب مکہ مکرمہ میں تھے تو بقول بعض آپ کا قبلہ، کعبہ تھا اور جب مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو اہل کتاب کو قریب اور مانوس کرنے کے لیے بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم ملا اور آپ ﷺ نے بیت المقدس کی

٣٤١۔ أخرجه البخاري، الصلاة، باب ماجاء في القبلة ... إلخ، ح:٤٠٣، ومسلم، ح:٥٢٦ من حديث عبدالله بن دينار به.

طرف رخ کرلیا جو مدینے سے شمال میں پڑتا ہے لیکن آپ اپنے آبائی قبلہ، کعبہ کی طرف رخ کرنا پسند کرتے تھے اور بقول بعض آپ ﷺ مکہ ہی میں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے لیکن وہاں نماز اس طرح پڑھتے کہ کعبہ اور بیت المقدس دونوں کی طرف رخ ہو جاتا، مدینہ طیّبہ میں آ کر یہ ممکن نہ رہا کیونکہ مدینے سے کعبہ جنوب میں ہے اور بیت المقدس شمال میں، اس لیے یہاں ابراہیمی قبلے کا احساس شدت سے پیدا ہوا۔ ② آپ ﷺ 12 ربیع الاول کو مدینہ طیبہ پہنچے تھے اور اگلے سال 15 رجب کو قبلہ تبدیل ہوا جبکہ آپ مسجد بنی سلمہ جسے مسجد القبلتین کہتے ہیں، میں ظہر کی نماز کی دو رکعت ادا کر چکے تھے۔ پھر آپ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور پہلی مکمل نماز کعبے کی طرف رخ کر کے پڑھائی لیکن سب محلوں میں اس کا علم نہ ہو سکا۔ عصر کی نماز مسجد نبوی میں پڑھ کر عباد بن بشر یا عباد بن نہیک مسجد بنو حارثہ سے گزرے، جبکہ وہ ابھی عصر کی نماز پڑھ رہے تھے تو انھوں نے سیدنا عباد رضی اللہ عنہ کے کہنے پر نماز کے اندر ہی اپنا رخ شمال سے جنوب کی طرف کرلیا۔ امام صاحب صفوں کے پیچھے چلے گئے اور مقتدیوں نے اپنی اپنی جگہ کھڑے کھڑے اپنا رخ تبدیل کرلیا۔ پہلی صف آخری صف بن گئی اور عورتیں پیچھے آ گئیں۔ ③ یہ واقعہ خبر واحد کی حجیت میں دلیل قاطع ہے کہ ایک شخص کے بتلانے پر ہی سب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پہلے حکم کو منسوخ تسلیم کرلیا۔ ④ 12 ربیع الاول سے 12 رجب تک سولہ ماہ بنتے ہیں۔ ایک قول کے مطابق شعبان میں قبلہ تبدیل ہوا تھا۔ 12 ربیع الاول کے قول کی بنا پر اگر اوپر والے تین دن نظر انداز کر دیے جائیں تو سولہ ماہ ہوں گے، اگر ان کو شمار کرلیا جائے تو سترھواں ماہ شروع ہو جائے گا۔ ⑤ پھر اگلے دن صبح کی نماز میں مسجد قبا والوں کو بھی سیدنا عباد رضی اللہ عنہ ہی نے اطلاع دی اور جیسے جیسے کسی مسجد والوں کو اطلاع دی گئی وہ اپنا رخ تبدیل کرتے گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے بیک وقت سب کو آگاہ کرنا ضروری نہیں سمجھا، آہستہ آہستہ سب تک اطلاع پہنچائی گئی۔ (فتح الباري: 651/1)

(المعجم ١٣٩) بَابُ مَا جَاءَ: أَنَّ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ (التحفة ١٤٠)

باب: 139۔ مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے

٣٤٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي مَعْشَرٍ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ».

[342] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔''

٣٤٣- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي مَعْشَرٍ مِّثْلَهُ.

[343] یحییٰ بن موسیٰ کی سند سے مذکورہ بالا کی مثل مروی ہے۔

٣٤٢- [صحيح لغيره] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب القبلة، ح:١٠١١ من حديث أبي معشر به، والحديث الآتي: ٣٤٤ شاهد له.

٣٤٣- انظر الحديث السابق.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ قَدْ رُوِيَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ. وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي أَبِي مَعْشَرٍ مِّنْ قِبَلِ حِفْظِهِ، وَاسْمُهُ نَجِيحٌ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ. قَالَ مُحَمَّدٌ: لَا أَرْوِي عَنْهُ شَيْئًا وَقَدْ رَوٰى عَنْهُ النَّاسُ. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَحَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيِّ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْأَخْنَسِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَقْوٰى وَأَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي مَعْشَرٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کئی دوسری سندوں سے بھی مروی ہے۔ بعض اہل علم نے ابومعشر پر اس کے حافظے کی بنا پر جرح کی ہے۔ اس کا نام نجیح ہے اور یہ بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں اس سے کوئی روایت بیان نہیں کرتا جبکہ لوگوں نے اس سے روایات بیان کی ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن جعفر مخرمی کی روایت (جو آگے آرہی ہے) وہ ابومعشر کی روایت سے زیادہ قوی اور صحیح تر ہے۔

٣٤٤- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بَكْرٍ الْمَرْوَزِيُّ: حَدَّثَنَا الْمُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيُّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْأَخْنَسِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ».

[344] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔''

وَإِنَّمَا قِيلَ عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيُّ لِأَنَّهُ مِنْ وَلَدِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ «مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ» مِّنْهُمْ: عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَّابْنُ عَبَّاسٍ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: إِذَا جَعَلْتَ الْمَغْرِبَ عَنْ يَمِينِكَ، وَالْمَشْرِقَ عَنْ يَسَارِكَ فَمَا بَيْنَهُمَا قِبْلَةٌ إِذَا اسْتَقْبَلْتَ الْقِبْلَةَ. وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ. هٰذَا لِأَهْلِ الْمَشْرِقِ. وَاخْتَارَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ التَّيَاسُرَ لِأَهْلِ مَرْوَ.

عبداللہ بن جعفر کو مخرمی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ سیدنا مسور بن مخرمہ کی اولاد سے ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ نبی ﷺ کے کئی صحابہ سے یہ مروی ہے کہ ''مشرق اور مغرب کا مابین قبلہ ہے۔'' ان راویوں میں سیدنا عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب قبلہ رخ ہوکر آپ مغرب کو دائیں جانب اور مشرق کو بائیں جانب کرلیں تو ان کا مابین قبلہ ہوگا۔ ابن المبارک فرماتے ہیں: مشرق اور مغرب کا درمیان قبلہ ہے۔ یہ مدینہ سے اہل مشرق کے لیے ہے۔ اور عبداللہ بن مبارک نے اہل مرو کے لیے بائیں طرف میلان کو پسند کیا ہے۔

٣٤٤- انظر رقم: ٣٤٢، وللحديث شواهد.

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں اہل مدینہ اور جو مقامات مدینہ طیبہ کی سمت میں واقع ہیں، ان کا قبلہ بیان کیا گیا ہے کیونکہ کعبہ مدینے سے جنوب میں واقع ہے اور اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قبلے کی طرف رخ کرنے کے لیے اس کی جہت کی طرف رخ کرنا کافی ہے، جبکہ کعبہ نظر نہ آ رہا ہو۔ جمہور کا یہی موقف ہے۔ امام ابوحنیفہ، مالک اور احمد رحمہم اللہ کا قول بھی یہی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا نظریہ یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو عین کعبہ کا رخ کیا جائے اور مابین کے یہ معنی نہیں ہیں کہ نصف دائرے کی پوری قوس قبلہ ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ قبلہ اس کے وسط میں ہے۔ ② سیدنا عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ مرو کے باشندے تھے جو خراسان میں واقع ہے۔

(المعجم ۱۴۰) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّي لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ فِي الْغَيْمِ (التحفة ۱۴۱)

باب: 140۔ نمازی بادلوں کی بنا پر غیر قبلے کی طرف نماز پڑھ لے (تو اس کا حکم)

۳۴۵- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ سَعِيدٍ السَّمَّانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ، فَلَمْ نَدْرِ أَيْنَ الْقِبْلَةُ، فَصَلَّى كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا عَلَى حِيَالِهِ، فَلَمَّا أَصْبَحْنَا ذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَنَزَلَ: ﴿فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ﴾ [البقرة:١١٥].

[345] سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم ایک تاریک رات میں ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے تو ہمیں قبلے کا پتہ نہ چل سکا، چنانچہ ہر شخص نے اپنے سامنے کی طرف نماز پڑھ لی۔ جب صبح ہوئی تو ہم نے اس کا تذکرہ نبی ﷺ سے کیا، اس پر یہ آیت اتری: ﴿فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ﴾ ”تم جس طرف بھی رخ کرو، وہیں اللہ کا چہرہ ہے۔“

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِذَاكَ، لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَشْعَثَ السَّمَّانِ، وَأَشْعَثُ ابْنُ سَعِيدٍ أَبُو الرَّبِيعِ السَّمَّانُ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ. وَقَدْ ذَهَبَ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَى هٰذَا، قَالُوا: إِذَا صَلَّى فِي الْغَيْمِ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ، ثُمَّ اسْتَبَانَ لَهُ بَعْدَ مَا صَلَّى أَنَّهُ صَلَّى لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ فَإِنَّ صَلَاتَهُ جَائِزَةٌ. وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند قابل اعتماد نہیں ہے۔ ہم اسے صرف اشعث سمان کی سند سے پہچانتے ہیں اور ابوربیع اشعث بن سعید سمان، حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ اکثر اہل علم کا اسی کے مطابق عمل ہے۔ ان کا قول ہے کہ جب کسی نے بادلوں میں غیر قبلے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ لی اور بعد میں یہ حقیقت کھلی کہ اس نے غیر قبلے کی طرف نماز پڑھی ہے تو اس کی نماز ہو

۳۴۵- [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب من يصلي لغير القبلة وهو لا يعلم، ح:١٠٢٠ من حديث أشعث السمان به، وتابعه عمرو بن قيس [والصحيح عمر بن قيس المعروف بسندل] عند أبي داود الطيالسي، ح:١١٤٥ وعمر هذا متروك أيضًا مثل أشعث. * عاصم بن عبيدالله ضعيف (تقريب)، وللحديث شواهد ضعيفة عند البيهقي وابن مردويه وغيرهما ولكن كلها ساقطة الاعتبار، انظر تفسير ابن كثير: ١/ ١٦٣ وغيره.

جائے گی۔ سفیان ثوری، ابن المبارک، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: جب کسی شخص کو قبلے کا رخ معلوم نہ ہو تو اسے دریافت کرنا چاہیے اور اگر کوئی آگاہ کرنے والا نہ ہو تو اسے کوشش کر کے رخ متعین کرنا چاہیے اور جس جانب قبلہ ہونے کا گمان غالب ہو، اس جانب رخ کر کے نماز پڑھ لے، اگر نماز کے دوران میں کوئی صحیح جہت کی نشان دہی کردے یا کسی اور طریقے سے معلوم ہو جائے، مثلاً: بادل چھٹ جائیں اور سورج نکل آئے اور اس سے جہت کا پتا چل جائے تو نماز کے اندر ہی رخ صحیح کرلے، سابقہ نماز قائم رہے گی۔ اور اگر نماز سے فراغت کے بعد صحیح رخ کا علم ہو تو اکثر اہل علم کے نزدیک نئے سرے سے نماز پڑھنا واجب نہیں۔ لیکن امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اعادہ واجب ہے، چاہے وقت کے اندر پتا چلے یا وقت کے بعد۔ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اگر نماز کا وقت باقی ہو تو اعادہ مستحب ہے۔ (المغني: 113,111/2)

(المعجم ١٤١) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ مَا يُصَلَّى إِلَيْهِ وَفِيهِ (التحفة ١٤٢)

باب: 141۔ جن چیزوں کی طرف اور جن جگہوں میں نماز پڑھنا جائز نہیں

٣٤٦۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا الْمُقْرِئُ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ زَيْدِ بْنِ جَبِيرَةَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى أَنْ يُصَلَّى فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ: فِي الْمَزْبَلَةِ، وَالْمَجْزَرَةِ، وَالْمَقْبَرَةِ، وَقَارِعَةِ الطَّرِيقِ، وَفِي الْحَمَّامِ، وَ[فِي] مَعَاطِنِ الْإِبِلِ، وَفَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللهِ.

[346] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سات مقامات پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے: کوڑا پھینکنے کی جگہ، قصاب خانہ، قبرستان، راستے کے درمیان، غسل خانہ، اونٹوں کا باڑہ اور بیت اللہ کی چھت کے اوپر۔

لغوی تشریح: [مَجْزَرَة] بوچڑ خانہ۔ [مَقْبَرَة] باء پر تینوں حرکات آسکتی ہیں، قبرستان۔ [مَزْبَلَة] با پر تینوں حرکات آسکتی ہیں، کوڑا کرکٹ کی جگہ۔ [مَعَاطِن] مَعْطِنٌ کی جمع ہے، اونٹوں کا باڑا۔

فائدہ: اس روایت کی سند سخت ضعیف ہے، تاہم دیگر دلائل کی روشنی میں ان جگہوں پر نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ مزبلہ اور مجزرہ میں بدبو اور غلاظت ہوتی ہے اور نجاست کا بھی عین امکان ہے۔ کوئی بھی سلیم الفطرت طبعاً پسند نہیں کرتا کہ عبادت کا عمل ایسے مقام پر ادا کرے۔ قبرستان میں نماز پڑھنے سے مشرکوں اور قبوریوں سے مشابہت ہے اور قارعة الطريق (راستے کے درمیان) کی صورت میں لوگوں کے لیے اذیت اور تکلیف ہے، کیونکہ راستہ بند ہو جائے گا اور خود نمازی کو بھی سکون حاصل نہیں ہوگا۔ بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنا بے ادبی ہے اور اس کا رخ بھی بیت اللہ کی طرف نہیں ہوگا۔

٣٤٦۔ [ضعيف جدًا] أخرجه ابن ماجه، المساجد والجماعات، باب المواضع التي تكره فيها الصلاة، ح: ٧٤٦ من حديث أبي عبدالرحمن المقرىء به، زيد متروك وحدث عن داود بن الحصين بحديث منكر جدًا، ح: ٧٤٧.

٣٤٧۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ زَيْدِ بْنِ جَبِيرَةَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِمَعْنَاهُ وَنَحْوَهُ.

[347] علی بن حجر کی سند سے یہی روایت مذکورہ بالا کے ہم معنی مروی ہے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي مَرْثَدٍ، وَجَابِرٍ وَأَنَسٍ. [أَبُو مَرْثَدٍ اسْمُهُ كَنَّازُ بْنُ حُصَيْنٍ]. قَالَ أَبُو عِيسَى: [وَ] حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ إِسْنَادُهُ لَيْسَ بِذَاكَ الْقَوِيِّ. وَقَدْ تُكُلِّمَ فِي زَيْدِ بْنِ جَبِيرَةَ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ. [قَالَ أَبُو عِيسَى: وَزَيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ الْكُوفِيُّ أَثْبَتُ مِنْ هٰذَا وَأَقْدَمُ وَقَدْ سَمِعَ مِنِ ابْنِ عُمَرَ]. وَقَدْ رَوَى اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ الْعُمَرِيِّ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ. وَحَدِيثُ [دَاوُدَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ] ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَشْبَهُ وَأَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ. وَعَبْدُ اللهِ ابْنُ عُمَرَ الْعُمَرِيُّ ضَعَّفَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ، مِنْهُمْ: يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ.

اور اس مسئلے میں سیدنا ابومرثد، جابر اور انس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ ابومرثد رضی اللہ عنہ کا نام کناز بن حصین ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی سند قوی و مستحکم نہیں ہے۔ زید بن جبیرہ پر اس کے حافظے کے سبب جرح کی گئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زید بن جبیر کوفی (ابن جبیرہ کی نسبت) قدیم اور حافظے میں قوی تر ہے اور اس نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا ہے۔ لیث بن سعد نے یہی حدیث عبداللہ بن عمر عمری کے واسطے سے نافع کی سند سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔ داود کی روایت لیث بن سعد کی روایت سے صحت کے زیادہ قریب اور درست تر ہے۔ عبداللہ بن عمر عمری کو بعض محدثین نے ان کے حافظے کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے۔ ان میں یحییٰ بن سعید القطان بھی ہیں۔

(المعجم ١٤٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَأَعْطَانِ الْإِبِلِ (التحفة ١٤٢)

باب: 142۔ بکریوں اور اونٹوں کے باڑوں میں نماز پڑھنا

٣٤٨۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ

[348] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھ لیا

٣٤٧۔ [ضعيف] انظر الحديث السابق. * وفي الباب عن أبي مرثد [مسلم، ح: ٩٧٢]، وجابر [ابن عدي في الكامل/ تحفة الأحوذي: ١/ ٢٨١]، وأنس [ابن حبان، ح: ٣٤٣، وأبو يعلى: ٥/ ١٧٥]. * حديث الليث عن العمري، أخرجه ابن ماجه، ح: ٧٤٧.

٣٤٨۔ أخرجه ابن ماجه، المساجد والجماعات، باب الصلاة في أعطان الإبل ومراح الغنم، ح: ٧٦٨ من حديث هشام [بن حسان] به، وصححه ابن خزيمة، ح: ٧٩٥ وابن حبان، ح: ٣٣٦، والبوصيري، وله شواهد عند مسلم (٣٦٠) وغيره. انظر الحديث الآتي.

أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «صَلُّوا فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَلَا تُصَلُّوا فِي أَعْطَانِ الْإِبِلِ».

کرو لیکن اونٹوں کے باڑوں میں نماز نہ پڑھو۔''

لغوی تشریح: [مَرَابِض] مَرْبِض کی جمع ہے، بکریوں کا باڑا، جہاں وہ بند کی جاتی ہیں یا باندھی جاتی ہیں۔ [أَعْطَان] عَطَن کی جمع ہے جس طرح [مَعَاطِن] مَعْطَن کی جمع ہے، اونٹوں کا باڑا۔

٣٤٩- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ أَوْ بِنَحْوِهِ.

[349] ابوکریب کی سند سے مذکورہ بالا کی مانند مروی ہے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، وَالْبَرَاءِ، وَسَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ الْجُهَنِيِّ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَأَنَسٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ أَصْحَابِنَا. وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. وَحَدِيثُ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ حَدِيثٌ غَرِيبٌ. وَرَوَاهُ إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَوْقُوفًا وَلَمْ يَرْفَعْهُ. وَاسْمُ أَبِي حَصِينٍ عُثْمَانُ بْنُ عَاصِمٍ الْأَسَدِيُّ.

اس مسئلے میں سیدنا جابر بن سمرہ، براء، سبرہ بن معبد جہنی، عبداللہ بن مغفل، ابن عمر اور سیدنا انس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ محدثین کا اسی پر عمل ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ دوسری حدیث جو ابو حصین بیان کرتے ہیں، غریب ہے۔ اسرائیل اسے ابوحصین سے موقوف (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول) بیان کرتے ہیں، مرفوعاً بیان نہیں کرتے۔ ابوحصین کا نام عثمان بن عاصم اسدی ہے۔

٣٥٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ الضُّبَعِيِّ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ.

[350] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَبُو التَّيَّاحِ [الضُّبَعِيُّ] اسْمُهُ يَزِيدُ بْنُ حُمَيْدٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابوالتیاح ضُبعی کا نام یزید بن حمید ہے۔

فوائد و مسائل: ① بکری ایک شریف جانور ہے جس سے کسی قسم کا ڈر اور خوف محسوس نہیں ہوتا، اس لیے اس کی موجودگی میں بلا خوف وخطر نماز پڑھی جا سکتی ہے جبکہ اونٹ ایک وحشی، تنومند اور شریر جانور ہے جو کسی وقت بھی انسان پر حملہ آور ہو سکتا

٣٤٩ـ أخرجه ابن خزيمة، ح:٧٩٦ عن أبي كريب محمد بن العلاء به. * وفي الباب عن جابر بن سمرة [مسلم، ح:٣٦٠]، والبراء [تقدم:٨١]، وسبرة بن معبد الجهني [ابن ماجه، ح:٧٧٠]، وعبدالله بن مغفل [ابن ماجه، ح:٧٦٩]، وابن عمر [تقدم:٣٤٦، ٣٤٧]، وأنس [يأتي:٣٥٠].

٣٥٠ـ أخرجه البخاري، الصلاة، باب الصلاة في مرابض الغنم، ح:٤٢٩، ومسلم، ح:٥٢٤ من حديث شعبة به.

ہے، اس لیے ان کے باڑے میں نماز پڑھنا تشویش و اضطراب کا باعث بنتا ہے، لیکن اگر وہ باڑے میں موجود نہ ہو یا اس کا گھٹنا باندھ کر بٹھا دیا گیا ہو جس سے کسی خطرے کا اندیشہ نہ ہو تو پھر باڑے میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ ② امام احمد اور اہل ظاہر اونٹوں کے باڑے میں نماز سے نہی کو امر تعبدی سمجھتے ہیں جس کی حکمت و مصلحت ہمیں معلوم نہیں، اس لیے ان کے نزدیک اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنا منع ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ نہی تنزیہی ہے، اس لیے اگر کوئی نماز پڑھ لے تو ہو جائے گی۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اونٹ کو سامنے بٹھا کر نماز پڑھنا اور یہ کہنا کہ میں نے نبی ﷺ کو ایسے کرتے دیکھا ہے۔ (صحیح البخاري، الصلاة، حديث: 430) اس بات کی دلیل ہے کہ اگر تشویش کی بات نہ ہو تو نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (نیل الأوطار: 153/2)

(المعجم ۱۴۳) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الدَّابَّةِ حَيْثُ مَا تَوَجَّهَتْ بِهِ (التحفة ۱۴۳)

باب: 143۔ چوپائے (سواری) پر نماز، جدھر بھی اس کا رخ ہو

٣٥١۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَيَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ ﷺ فِي حَاجَةٍ فَجِئْتُهُ وَهُوَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ، وَالسُّجُودُ أَخْفَضُ مِنَ الرُّكُوعِ.

[351] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھے کسی ضرورت کے لیے بھیجا، چنانچہ میں (واپس) آپ کے پاس آیا جبکہ آپ ﷺ اپنی سواری پر مشرق کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے اور آپ سجدہ کرتے وقت رکوع کی نسبت زیادہ جھک جاتے تھے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَعَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. [وَقَدْ] رُوِيَ [هٰذَا الْحَدِيثُ] مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، عَنْ جَابِرٍ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ، لَا نَعْلَمُ بَيْنَهُمُ اخْتِلَافًا. لَا يَرَوْنَ بَأْسًا أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ عَلَى رَاحِلَتِهِ تَطَوُّعًا حَيْثُمَا كَانَ وَجْهُهُ إِلَى الْقِبْلَةِ أَوْ غَيْرِهَا.

اس مسئلے میں سیدنا انس، ابن عمر، ابو سعید اور عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہم کی روایات موجود ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا جابر کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور یہ حدیث سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے کئی طرق (سندوں) سے مروی ہے۔ تمام اہل علم کا اسی پر عمل ہے اور ہمیں اس بارے میں کسی اختلاف کا علم نہیں ہے۔ ان کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں کہ انسان اپنی سواری پر نفلی نماز پڑھے اور اس کا رخ قبلے کی طرف ہو یا کسی اور سمت۔

٣٥١۔ أخرجه أبو داود، صلاة السفر، باب التطوع على الراحلة والوتر، ح: ١٢٢٧ من حديث وكيع به، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٢٧٠، وابن حبان (الإحسان): ٢٥١٥، ٢٥١٦، والبغوي في شرح السنة، ح: ١٠٣٨، وأخرجه مسلم، ح: ٥٤٠ من طريق أبي الزبير به. ❊ وفي الباب عن أنس [أبو داود، ح: ١٢٢٥]، وابن عمر [يأتي: ٣٥٢]، وأبي سعيد [أحمد: ٣/ ٧٣]، وعامر بن ربيعة [البخاري، ح: ١٠٩٣، ومسلم، ح: ٧٠١].

فوائد و مسائل: ① جمہور علماء کے نزدیک سفر میں نفل نماز جانور اور سواری پر پڑھنا جائز ہے، اس کا رخ قبلے کی طرف ہو یا کسی اور سمت، لہٰذا بسوں، موٹروں اور ٹرینوں میں بغیر استقبالِ قبلہ کے نفل نماز اشارے سے پڑھی جا سکتی ہے۔ سجدے کے لیے رکوع سے زیادہ جھکا جائے، البتہ فرائض کے لیے استقبالِ قبلہ، قیام، رکوع اور سجود ضروری ہیں۔ اگر قیام ممکن نہ ہو اور رکوع و سجود بھی پوری طرح نہ ہو سکتا ہو اور نماز کا وقت نکل رہا ہو اور جمع بین الصلاتین بھی ممکن نہ ہو تو پھر قبلہ رخ بیٹھ کر نماز پڑھنے کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ ② نفل نماز میں اگر ممکن ہو تو تکبیر تحریمہ کے وقت قبلہ رخ ہو جائے۔ (نیل الأوطار: 192/2)

(المعجم ١٤٤) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الصَّلَاةِ إِلَى الرَّاحِلَةِ (التحفة ١٤٥)

باب: 144۔ سواری کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا

٣٥٢- حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ عُبَيْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى إِلَى بَعِيرِهِ أَوْ رَاحِلَتِهِ وَكَانَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ لَا يَرَوْنَ بِالصَّلَاةِ إِلَى الْبَعِيرِ بَأْسًا أَنْ يَسْتَتِرَ بِهِ.

[352] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے اونٹ یا سواری کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی اور آپ ﷺ اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے اس کا رخ جدھر بھی ہوتا۔

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور بعض اہل علم کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں کہ اونٹ کو سترہ بنا کر اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی جائے۔

فوائد و مسائل: ① دابة اور راحلة جمہور اہل لغت کے نزدیک مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک صرف مؤنث کے لیے ہے۔ ② اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حیوان کو سترہ بنانا جائز ہے، جبکہ اس کے بھاگنے اور حرکت کرنے کا خطرہ نہ ہوتا کہ نماز میں تشویش اور پریشانی نہ ہو۔

(المعجم ١٤٥) بَابُ مَا جَاءَ إِذَا حَضَرَ الْعَشَاءُ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَءُوا بِالْعَشَاءِ (التحفة ١٤٦)

باب: 145۔ جب شام کا کھانا سامنے آ جائے اور نماز کھڑی ہو جائے تو پہلے کھانے کا بیان

٣٥٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِذَا

[353] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: "جب شام کا کھانا سامنے آ جائے اور نماز کھڑی ہو

٣٥٢- أخرجه البخاري، الصلاة، باب الصلاة في مواضع الإبل، ح: ٤٣٠، ومسلم، ح: ٥٠٢ من حديث أبي خالد الأحمر به.

٣٥٣- أخرجه مسلم، المساجد، باب كراهة الصلاة بحضرة الطعام ... إلخ، ح: ٥٥٧ من حديث سفيان بن عيينة، والبخاري، ح: ٦٧٢ من حديث الزهري. * وفي الباب عن عائشة [البخاري، ح: ٥٤٦٥، ومسلم، ح: ٥٥٨، ٥٦٠]، وابن عمر [يأتي: ٣٥٤]، وسلمة بن الأكوع [أحمد: ٤/ ٤٩، ٥٤]، وأم سلمة [أحمد: ٥/ ٢٥٠]. * قول وكيع، سنده صحيح.

حَضَرَ الْعَشَاءُ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَأُوا بِالْعَشَاءِ».

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، وَأُمِّ سَلَمَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْهُمْ: أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَابْنُ عُمَرَ. وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، يَقُولَانِ: يَبْدَأُ بِالْعَشَاءِ وَإِنْ فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ فِي الْجَمَاعَةِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى]: سَمِعْتُ الْجَارُودَ يَقُولُ: سَمِعْتُ وَكِيعًا يَقُولُ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ: يَبْدَأُ بِالْعَشَاءِ إِذَا كَانَ الطَّعَامُ يُخَافُ فَسَادُهُ. وَالَّذِي ذَهَبَ إِلَيْهِ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ أَشْبَهُ بِالْاِتِّبَاعِ، وَإِنَّمَا أَرَادُوا أَلَّا يَقُومَ الرَّجُلُ إِلَى الصَّلَاةِ وَقَلْبُهُ مَشْغُولٌ بِسَبَبِ شَيْءٍ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ: لَا نَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ وَفِي أَنْفُسِنَا شَيْءٌ.

جائے تو پہلے کھانا کھالو۔‘‘

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، سیدنا ابن عمر، سلمہ بن اکوع اور سیدہ ام سلمہ ؓ سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: سیدنا انس ؓ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم صحابہ، مثلاً: ابوبکر، عمر اور ابن عمر ؓ کا عمل اسی پر ہے۔ امام احمد اور اسحاق ؒ کا قول بھی یہی ہے کہ پہلے شام کا کھانا کھالے اگرچہ جماعت چھوٹ جائے۔ امام ابو عیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: امام وکیع اس حدیث کو اس پر محمول کرتے تھے کہ اگر کھانے کے خراب ہونے کا خطرہ ہو تو پھر پہلے کھانا کھائے۔ صحابۂ کرام اور دیگر بعض اہل علم نے جو موقف اختیار کیا ہے وہی اتباع کے زیادہ لائق ہے، کیونکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ انسان نماز کے لیے اس حالت میں کھڑا نہ ہو کہ اس کا دل کسی اور شغل میں اٹکا ہوا ہو یا کسی وجہ سے مشغول ہو۔ سیدنا ابن عباس ؓ سے منقول ہے، انھوں نے فرمایا: ہم نماز کے لیے ایسی حالت میں نہیں اٹھتے کہ ہمارے دل میں کسی چیز کی رغبت اور خواہش موجود ہو۔

٣٥٤۔ وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «إِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَأُوا بِالْعَشَاءِ».

[354] سیدنا ابن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ’’جب شام کا کھانا لگادیا جائے اور نماز کھڑی ہوجائے تو پہل کھانے سے کرو۔‘‘

قَالَ: وَتَعَشَّى ابْنُ عُمَرَ وَهُوَ يَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ. [قَالَ:] حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ.

حدیث کے راوی نافع نے کہا: سیدنا ابن عمر ؓ نے شام کا کھانا کھایا جبکہ وہ امام کی قراءت سن رہے تھے۔ یہ مذکورہ بالا حدیث اور واقعہ ہناد کی سند سے مروی ہے۔

فوائد و مسائل: ① اگر انسان کھانے کی رغبت اور خواہش رکھتا ہو، شدید بھوک لگی ہو اور کھانا سامنے آجائے تو پہلے کھانا کھالینا چاہیے تاکہ نماز میں توجہ اور رغبت کھانے ہی کی طرف نہ رہے لیکن اگر کھانا سامنے نہیں آیا یا بھوک شدید نہ ہو اور نماز میں کھانا ہی توجہ کا مرکز نہ بن رہا ہو تو پھر پہلے نماز پڑھ لینی چاہیے۔ ② عام طور پر یہ معاملہ روزے دار کو شام کے وقت پیش آتا

٣٥٤۔ أخرجه البخاري، الأذان، باب: إذا حضر الطعام وأقيمت الصلاة، ح: ٦٧٣، ومسلم، ح: ٥٥٩ من حديث عبيدالله بن عمر عن نافع عن ابن عمر به.

ہے، اس لیے ان روایات میں شام کے کھانے کی تخصیص کی گئی ہے، لیکن بعض روایات میں مطلقاً کھانے کا ذکر ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: [لَا صَلَاةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ] ''کھانا سامنے آنے کے بعد نماز نہیں۔'' (صحیح مسلم، المساجد، حدیث: 560) بعض ائمہ نے اس حکم کی علت یہ بیان کی ہے کہ کھانا سامنے آنے کے بعد اگر نماز میں مشغول ہو جائیں تو کھانا خراب ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ امام وکیع اور امام غزالی کا یہی موقف ہے، گویا اگر کھانا خراب ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو پھر نماز پڑھنا مقدم ہوگا۔ بعض شافعیہ کا قول یہ ہے کہ انسان کو بھوک لگی ہو اور بعد میں کھانا ملنے کی امید نہ ہو۔ مالکیہ کہتے ہیں کھانا کم ہو کہ اگر نماز میں مشغول ہو گیا تو اسے کچھ نہ ملے گا۔ حنفیہ کہتے ہیں: کھانا چھوڑ کر نماز میں مشغول ہو جائے تو دل و دماغ کھانے میں لگا رہے اور نماز میں خشوع پیدا نہ ہو سکے گا۔ ان سب میں قدر مشترک یہی ہے کہ جب صورت حال ایسی ہو کہ دل نماز کی بجائے کھانے کی طرف متوجہ رہے تو پھر کھانا پہلے کھا لینا چاہیے۔ اگر کھانے کی رغبت و خواہش نہ ہو تو پہلے نماز پڑھ لے۔ شدید بھوک اور کھانا لگ جانے کی صورت میں اگر نماز پڑھے گا تو بعض صحابہ اور ائمہ کی طرف یہ قول منسوب ہے کہ نماز نہیں ہوگی لیکن جمہور کے نزدیک یہ حکم استحبابی ہے، اس لیے نماز ہو جائے گی۔ (فتح الباري: 208/2، عمدة القاري: 726/2)

(المعجم ۱۴۶) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ النُّعَاسِ (التحفة ۱۴۷)

باب: 146۔ اونگھنے کی حالت میں نماز پڑھنا

۳۵۵- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْكِلَابِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّي فَلْيَرْقُدْ حَتَّى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى وَهُوَ يَنْعَسُ لَعَلَّهُ يَذْهَبُ لِيَسْتَغْفِرَ فَيَسُبَّ نَفْسَهُ».

[355] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھتے ہوئے اونگھنے لگے تو اسے چاہیے کہ سو جائے تاکہ اس کی نیند پوری ہو جائے کیونکہ جب کوئی اونگھتے ہوئے نماز پڑھے گا تو ہو سکتا ہے کہ اپنے لیے بخشش طلب کرنے کی بجائے اپنے نفس کو برا بھلا کہہ بیٹھے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا انس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے احادیث آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: انسان جب نماز پڑھ رہا ہو اور اس پر نیند کا اس قدر غلبہ ہو کہ اسے یہ پتا نہ چل سکے کہ وہ زبان سے کیا کہہ رہا ہے، اس طرح نماز سے بیزار ہو رہا ہو اور اس کا دل نماز پڑھنے کو نہ چاہ رہا ہو تو پھر اسے سلام پھیر کر سو جانا چاہیے، ہو سکتا ہے کہ وہ نیند

۳۵۵- أخرجه البخاري، الوضوء، باب الوضوء من النوم، ومن لم ير ... إلخ، ح: ۲۱۲، ومسلم، ح: ۷۸٦ من حديث هشام بن عروة به. * وفي الباب عن أنس [البخاري، ح: ۱۱۵۰، ومسلم، ح: ۷۸٤]، وأبي هريرة [مسلم، ح: ۷۸۷].

کے غلبے کی بنا پر دعا کی جگہ بددعا کا لفظ بول بیٹھے جیسا کہ [اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي] ''اے اللہ! مجھے معاف فرما دے۔'' کی جگہ کہہ ڈالے: [اَللّٰهُمَّ اعْفِرْلِي] ''اے اللہ! مجھے مٹی میں لت پت کر دے۔'' یعنی ذلیل و خوار کر دے۔ اسی طرح یوں کہہ بیٹھے: [اَللّٰهُمَّ لَا تَرْحَمْنِي، اَللّٰهُمَّ لَا تَغْفِرْلِي] ''اے اللہ! مجھ پر رحم نہ فرما۔ اے اللہ! مجھے معاف نہ کر۔'' سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی رات کو قیام کرے اور اس کی زبان پر قراءت کرنا مشکل ہو جائے اور اسے پتا نہ چلے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے تو وہ لیٹ جائے۔'' (صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، حدیث: 787)

(المعجم ۱۴۷) بَابُ مَا جَاءَ [فِي] مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَا يُصَلِّ بِهِمْ (التحفة ۱۴۸)

باب: 147۔ جو کہیں ملاقات کے لیے جائے تو لوگوں کی امامت نہ کرائے

۳۵۶۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبَانَ بْنِ يَزِيدَ الْعَطَّارِ، عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ الْعُقَيْلِيِّ، عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ، رَجُلٍ مِّنْهُمْ قَالَ: كَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ يَأْتِينَا فِي مُصَلَّانَا يَتَحَدَّثُ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ يَوْمًا فَقُلْنَا لَهُ تَقَدَّمْ فَقَالَ: لِيَتَقَدَّمْ بَعْضُكُمْ، حَتّٰى أُحَدِّثَكُمْ لِمَ لَا أَتَقَدَّمُ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَا يَؤُمَّهُمْ وَلْيَؤُمَّهُمْ رَجُلٌ مِّنْهُمْ».

[356] ابوعطیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہماری مسجد میں تشریف لاتے اور بات چیت کرتے رہتے، ایک دن نماز کا وقت ہو گیا تو ہم نے ان سے کہا کہ آگے بڑھیے، تو انھوں نے کہا: تمھی میں سے کوئی آگے ہو۔ میں تمھیں بتاتا ہوں کہ میں کیوں آگے نہیں ہوتا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ''جو لوگوں کی ملاقات کے لیے جائے، وہ ان کی امامت نہ کرائے۔ ان کی امامت انھی میں سے کوئی کرائے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ. قَالُوا: صَاحِبُ الْمَنْزِلِ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ مِنَ الزَّائِرِ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِذَا أَذِنَ لَهُ فَلَا بَأْسَ أَنْ يُصَلِّيَ بِهِ. وَقَالَ إِسْحَاقُ بِحَدِيثِ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ وَشَدَّدَ فِي أَنْ لَّا يُصَلِّيَ أَحَدٌ بِصَاحِبِ الْمَنْزِلِ وَإِنْ أَذِنَ لَهُ صَاحِبُ الْمَنْزِلِ، قَالَ: وَكَذٰلِكَ فِي الْمَسْجِدِ [لَا يُصَلِّي بِهِمْ فِي الْمَسْجِدِ] إِذَا زَارَهُمْ، يَقُولُ: يُصَلِّي بِهِمْ رَجُلٌ مِّنْهُمْ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اکثر اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسروں کا اسی پر عمل ہے۔ ان کے نزدیک گھر کا مالک، امامت کا ملاقاتی سے زیادہ حق دار ہے۔ اور بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اگر گھر کا مالک اسے اجازت دے دے تو پھر اسے نماز پڑھانے میں کوئی حرج نہیں۔ امام اسحاق رحمہ اللہ نے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق موقف اختیار کیا ہے۔ وہ اس بارے میں بڑی سختی کرتے تھے اور فرماتے کہ گھر کے مالک کی امامت کوئی نہ کروائے اگرچہ وہ اجازت بھی دے دے۔ وہ

۳۵٦۔ [ضعیف والمرفوع منه حسن بالشواهد] أخرجه أبو داود، الصلاة، باب إمامة الزائر، ح: ٥٩٦، والنسائي: ٢/ ٨٠، ح: ٧٨٨ من حديث أبان العطار به، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٥٢٠ وللحديث شواهد.

فرماتے ہیں: مسجد کا حکم بھی یہی ہے کہ جب ملاقات کے لیے جائے تو مسجد میں بھی لوگوں کا امام نہ بنے، ان کا امام انھی میں سے کوئی شخص بنے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر صاحب حق کو اس کا حق دینا چاہیے۔ گھر کا مالک، امامت کا حق دار ہے، لیکن اگر وہ اپنے سے کسی بڑے صاحب علم وفضل کو اس کے احترام وتکریم کا لحاظ کرتے ہوئے اجازت دے دے تو پھر اکثر اہل علم ملاقاتی کے لیے جماعت کرانے کو صحیح سمجھتے ہیں۔ لیکن صاحب البیت اور امام کی اجازت کے بغیر امامت کرانا درست نہیں۔

(المعجم ١٤٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ أَنْ يَخُصَّ الْإِمَامُ نَفْسَهُ بِالدُّعَاءِ (التحفة ١٤٩)

باب: 148۔ امام کے لیے خصوصی طور پر اپنے لیے دعا مانگنا جائز نہیں

٣٥٧۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ: حَدَّثَنِي حَبِيبُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِي حَيٍّ الْمُؤَذِّنِ الْحِمْصِيِّ، عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَحِلُّ لِامْرِىءٍ أَنْ يَنْظُرَ فِي جَوْفِ بَيْتِ امْرِىءٍ حَتَّى يَسْتَأْذِنَ، فَإِنْ نَظَرَ فَقَدْ دَخَلَ، وَلَا يَؤُمُّ قَوْمًا فَيَخُصَّ نَفْسَهُ بِدَعْوَةٍ دُونَهُمْ، فَإِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَانَهُمْ وَلَا يَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ وَهُوَ حَقِنٌ».

[357] سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے کے گھر میں جھانکے حتی کہ اجازت لے لے۔ اگر اس نے دیکھ لیا تو گویا وہ (بلا اجازت ہی) داخل ہو گیا۔ اور نہ یہ جائز ہے کہ لوگوں کا امام بن کر ان کو چھوڑ کر خصوصی طور پر اپنے لیے دعا کرے۔ اگر اس نے ایسے کیا تو ان سے خیانت کی۔ اور نہ وہ نماز کے لیے اس حالت میں اٹھے کہ اسے پیشاب، پاخانے کی حاجت ہو۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي أُمَامَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ثَوْبَانَ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنِ السَّفْرِ بْنِ نُسَيْرٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَكَأَنَّ حَدِيثَ

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ اور ابوامامہ رضی اللہ عنہما کی احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ یہ حدیث ایک دوسری سند سے سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے بھی آئی ہے۔ علاوہ ازیں ایک اور سند سے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی گئی ہے۔ گویا سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث سنداً بہتر اور زیادہ مشہور ہے۔

٣٥٧۔[ضعيف لأجل يزيد بن شريح والحديث صحيح بالشواهد دون قصة دعاء الإمام نفسه] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب: أيصلي الرجل وهو حاقن؟، ح: ٩٠ من حديث إسماعيل بن عياش به. * وفي الباب عن أبي هريرة [أبو داود، ح: ٩١]، وأبي أمامة [أحمد: ٥/ ٢٥٠، ٢٦٠، ٢٦١] من حديث معاوية بن صالح. * حديث يزيد بن شريح عن أبي هريرة، أخرجه الحاكم: ١/ ١٦٨، وصححه ووافقه الذهبي، وحديث يزيد عن أبي حي عن ثوبان، أخرجه أبو داود، ح: ٩٠.

يَزِيدَ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِي حَيٍّ الْمُؤَذِّنِ عَنْ ثَوْبَانَ فِي هٰذَا أَجْوَدُ إِسْنَادًا وَأَشْهَرُ.

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کے گھر میں بلا اجازت جھانکنا حرام ہے۔ اجازت لینے کا مقصد ہی یہی ہے کہ گھر والوں پر اچانک نظر نہ پڑ جائے۔ اگر جھانک لیا تو اجازت کی کیا ضرورت رہی، یوں گویا وہ بلا اجازت ہی داخل ہوگیا جو جائز نہیں۔ ② اگر انسان کو بیت الخلا جانے کی حاجت ہو تو وہ اس کو روک کر نماز نہ پڑھے کیونکہ اس سے وہ ذہنی انتشار اور پراگندہ خیالی کا شکار رہے گا اور پوری دلجمعی سے نماز نہیں پڑھ سکے گا۔

(المعجم ۱۴۹) بَابُ مَا جَاءَ [فِي] مَنْ أَمَّ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ (التحفة ۱۵۰)

باب: 149۔ ایسے لوگوں کی امامت کرانا جو اسے ناپسند کرتے ہوں

۳۵۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ وَاصِلِ [بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى] الْكُوفِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قَاسِمٍ الْأَسَدِيُّ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ دَلْهَمٍ، عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَةً: رَجُلٌ أَمَّ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ، وَامْرَأَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ، وَرَجُلٌ سَمِعَ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، ثُمَّ لَمْ يُجِبْ.

[358] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین افراد پر لعنت بھیجی ہے: ایسا آدمی جو لوگوں کی امامت اس حالت میں کرائے کہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں۔ ایسی عورت جس نے اس حال میں رات گزاری کہ اس کا خاوند اس پر ناراض رہا۔ ایسا آدمی جس نے حي على الفلاح (آؤ کامیابی کی طرف) کی صدا سنی پھر اس پر لبیک نہ کہا، یعنی نماز کے لیے نہ آیا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَطَلْحَةَ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، وَأَبِي أُمَامَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَنَسٍ لَا يَصِحُّ، لِأَنَّهُ قَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ، عَنِ الْحَسَنِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلٌ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَمُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ تَكَلَّمَ فِيهِ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَضَعَّفَهُ وَلَيْسَ بِالْحَافِظِ. وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ يَؤُمَّ الرَّجُلُ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ، فَإِذَا

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس، طلحہ، عبداللہ بن عمرو اور ابوامامہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح نہیں کیونکہ حسن رحمہ اللہ نے اسے نبی ﷺ سے مرسل روایت کیا ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: محمد بن قاسم پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے جرح کی ہے اور اسے ضعیف قرار دیا ہے اور وہ حافظ (یاد رکھنے والا) نہیں ہے۔ اہل علم کے ایک گروہ نے

۳۵۸ـ [ضعيف جدًا] وهو في العلل المتناهية لابن الجوزي: ١/ ٤٤٠، ح: ٧٤٤ (الموضوعات: ٢/ ٩٩) من طريق الترمذي به. * محمد بن القاسم الأسدي: كذبوه، وشيخه لين، ورمي بالاعتزال (تقريب)، ولبعض الحديث شواهد. * وفي الباب عن ابن عباس [ابن ماجه: ٩٧١]، وطلحة [الطبراني في الكبير: ١/ ١١٥، ح: ٢١٠]، وعبد الله بن عمرو [أبو داود، ح: ٥٩٣، وابن ماجه، ح: ٩٧٠]، وأبي أمامة [يأتي، ح: ٣٦٠].

كَانَ الْإِمَامُ غَيْرَ ظَالِمٍ، فَإِنَّمَا الْإِثْمُ عَلَى مَنْ كَرِهَهُ. وَقَالَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ فِي هٰذَا: إِذَا كَرِهَ وَاحِدٌ أَوِ اثْنَانِ أَوْ ثَلَاثَةٌ فَلَا بَأْسَ أَنْ يُصَلِّيَ بِهِمْ حَتّٰى يَكْرَهَهُ أَكْثَرُ الْقَوْمِ.

اس بات کو ناپسند کیا ہے کہ انسان ایسے لوگوں کا امام بنے جو اس کو ناپسند کرتے ہوں اور اگر امام ظالم نہ ہو (نماز شرعی آداب سے پڑھاتا ہو اور اخلاق میں بھی معیوب نہ ہو) تو گناہ گار نہیں ہے۔ گناہ ان پر ہوگا جو اس کو ناپسند کرتے ہوں۔ امام احمد اور اسحاق ﷭ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر ایک، دو یا تین افراد ناپسند کرتے ہوں تو جب تک اکثریت کراہت کا اظہار نہ کرے امامت کرانے میں کوئی حرج نہیں۔

٣٥٩- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الْمُصْطَلِقِ قَالَ: كَانَ يُقَالُ: أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا [يَوْمَ الْقِيَامَةِ] اثْنَانِ: امْرَأَةٌ عَصَتْ زَوْجَهَا، وَإِمَامُ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ.

[359] عمرو بن حارث بن مصطلق بیان کرتے ہیں کہ (صحابۂ کرام میں) یہ بات کہی جاتی تھی کہ قیامت کے دن دو قسم کے انسانوں کو سب سے زیادہ سخت عذاب ہوگا: وہ عورت جو اپنے خاوند کی نافرمان ہو اور وہ امام جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں۔

[قَالَ هَنَّادٌ:] قَالَ جَرِيرٌ: قَالَ مَنْصُورٌ: فَسَأَلْنَا عَنْ أَمْرِ الْإِمَامِ. فَقِيلَ لَنَا: إِنَّمَا عَنَى بِهٰذَا الْأَئِمَّةَ الظَّلَمَةَ، فَأَمَّا مَنْ أَقَامَ السُّنَّةَ فَإِنَّمَا الْإِثْمُ عَلَى مَنْ كَرِهَهُ.

منصور ﷫ کہتے ہیں: ہم نے امام کے بارے میں پوچھا تو ہمیں بتایا گیا کہ اس سے مراد ظالم ائمہ ہیں (جن کے طور طریقے درست نہیں۔) رہا وہ امام جو سنت کا پابند ہو تو پھر گناہ ناپسند کرنے والوں پر ہے، (امام پر کوئی عیب نہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔)

٣٦٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ ابْنُ الْحَسَنِ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ وَاقِدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو غَالِبٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ثَلَاثَةٌ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ آذَانَهُمْ: الْعَبْدُ الْآبِقُ حَتّٰى يَرْجِعَ، وَامْرَأَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ، وَإِمَامُ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ».

[360] سیدنا ابو امامہ ﷜ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین افراد کی نماز ان کے کانوں سے اوپر نہیں اٹھتی (قبول نہیں ہوتی): بھگوڑا غلام، جب تک کہ آقا کے پاس لوٹ نہ آئے۔ اور وہ عورت جو اس حال میں رات گزارے کہ اس کا خاوند اس پر ناراض ہو اور ایسا امام جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں۔''

٣٥٩- [صحيح لغيره] أخرجه ابن أبي شيبة: ١/ ٤٠٧ من حديث جرير به، جرير هو ابن عبدالحميد الضبي رحمه الله.

٣٦٠- [صحيح لغيره] أخرجه ابن أبي شيبة: ٤/ ٣٠٧ عن علي بن الحسن بن شقيق به، وهو في شرح السنة للبغوي: ٣/ ٤٠٤، ح: ٨٣٨ من طريق الترمذي به، وحسنه البغوي.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَأَبُو غَالِبٍ اسْمُهُ حَزَوَّرٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے اور ابوغالب کا نام حزوّر ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب لوگ بالخصوص اہل علم اور اصحابِ دین کسی کو دین میں خلل و خرابی کے باعث ناپسند کرتے ہوں، یعنی اس کے جہل وفسق، بدعت یا بدکرداری کی وجہ سے نہ کہ دنیوی بغض اور ذاتی عناد کی بنیاد پر تو پھر ایسے شخص کا امامت سے چمٹے رہنا درست نہیں۔ ایسے امام کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ اگر کراہت کی وجہ دنیا اور ذاتی مفاد و عناد ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ ② اگر کسی عورت کا خاوند اس کی بداخلاقی، گستاخی اور نافرمانی کی وجہ سے ناراض ہو تو اس عورت کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ ③ بھاگ جانے والے غلام کی نماز قبول نہیں ہوتی یہاں تک کہ وہ واپس لوٹ آئے۔

(المعجم ١٥٠) بَابُ مَا جَاءَ إِذَا صَلَّى الْإِمَامُ قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا (التحفة ١٥١)

باب: 150۔ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں

٣٦١۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ: خَرَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ فَصَلّٰى بِنَا قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا مَعَهُ قُعُودًا، ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ: «إِنَّمَا الْإِمَامُ» أَوْ قَالَ: «إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا، وَإِذَا صَلّٰى قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا أَجْمَعُونَ».

[361] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے گر گئے جس سے آپ کا جسم چھل گیا۔ آپ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی، تو ہم نے بھی آپ کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھی۔ پھر آپ ﷺ نے سلام پھیر کر فرمایا: ''بس! امام اس لیے ہوتا ہے'' یا فرمایا: ''امام صرف اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے، لہٰذا جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ اور جب وہ اٹھ کھڑا ہو تو تم بھی اٹھ کھڑے ہو۔ اور جب وہ [سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ] کہے تو تم کہو: [رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ] اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔ اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَجَابِرٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَمُعَاوِيَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: [وَ]

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، سیدنا ابوہریرہ، جابر، ابن عمر اور معاویہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ

٣٦١۔ أخرجه مسلم، الصلاة، باب ائتمام المأموم بالإمام، ح: ٤١١ عن قتيبة، والبخاري، ح: ٦٨٩ من حديث ابن شهاب الزهري به. * وفي الباب عن عائشة [البخاري، ح: ٦٨٨، ومسلم، ح: ٤١٢]، وأبي هريرة [البخاري، ح: ٧٢٢، ومسلم، ح: ٤١٤]، وجابر [مسلم، ح: ٤١٣]، وابن عمر [أحمد: ٢/ ٩٣]، ومعاوية [الطبراني في الكبير: ١٩/ ٣٣٣، ح: ٧٦٤].

حَدِيثُ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَّ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ، حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى هٰذَا الْحَدِيثِ، مِنْهُمْ: جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَأُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ، وَغَيْرُهُمْ، وَبِهٰذَا الْحَدِيثِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ. [وَ] قَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِذَا صَلَّى الْإِمَامُ جَالِسًا، لَمْ يُصَلِّ مَنْ خَلْفَهُ إِلَّا قِيَامًا، فَإِنْ صَلَّوْا قُعُودًا لَمْ تُجْزِهِمْ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ.

فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ نبی ﷺ گھوڑے سے گر پڑے اور زخمی ہو گئے، حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض صحابۂ کرام کا یہی موقف ہے۔ ان میں سیدنا جابر بن عبداللہ، اسید بن حضیر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل ہیں۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھیں۔ اگر بیٹھ کر نماز پڑھیں گے تو وہ ان کے لیے کافی نہیں ہوگی۔ سفیان ثوری، مالک بن انس، ابن المبارک اور شافعی رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

لغوی تشریح: [جُحِشَ] بدن چھل گیا، رگڑ اور خراشیں آ گئیں۔

فائدہ: یہ اتفاقی اور اجماعی مسئلہ ہے کہ امام اور منفرد کے لیے بغیر کسی عذر کے فرض نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں۔ ایسی صورت میں اس کی نماز نہیں ہوگی۔ لیکن اگر امام کسی عذر کی بنا پر بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدیوں کو اقتدا کیسے کرنی چاہیے؟ اس سلسلے میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں۔ راجح قول یہ ہے کہ مقتدیوں کے بیٹھ کر پڑھنے کا مذکورہ حکم منسوخ ہے، کیونکہ مرض الموت میں نبی ﷺ نے بیٹھ کر نماز ادا کی ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی اقتدا کھڑے ہو کر کی ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کرتے رہے۔ اس سے یہی استدلال کیا گیا ہے کہ امام کسی وجہ سے بیٹھنے پر مجبور ہو تو مقتدی کھڑے ہوئے ہی نماز پڑھیں گے۔

(المعجم ١٥١) بَابٌ: مِنْهُ (التحفة ١٥٢)

باب: 151۔ اس سلسلے میں ایک اور باب

٣٦٢- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا شَبَابَةُ [ابْنُ سَوَّارٍ] عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ قَاعِدًا.

[362] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض الموت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے

٣٦٢ـ أخرجه النسائي: ٢/ ٧٩، ح: ٧٨٧ (الإمامة، باب صلاة الإمام خلف رجل من رعيته) من حديث شعبة به، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٦٢٠، وابن حبان (الإحسان): ٢١١٦. * حديث أنس: انظر الحديث الآتي.

قَالَ: «إِذَا صَلَّى الْإِمَامُ جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا». وَرُوِيَ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ فِي مَرَضِهِ وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فَصَلَّى إِلَى جَنْبِ أَبِي بَكْرٍ، وَالنَّاسُ يَأْتَمُّونَ بِأَبِي بَكْرٍ وَأَبُوبَكْرٍ يَأْتَمُّ بِالنَّبِيِّ ﷺ. وَرُوِيَ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ قَاعِدًا. وَرُوِيَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ وَهُوَ قَاعِدٌ.

کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔'' اور ان سے یہ بھی منقول ہے کہ نبی ﷺ اپنی بیماری میں گھر سے نکلے جبکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے تو آپ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھی۔ لوگ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کر رہے تھے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی اقتدا کر رہے تھے۔ اور ان سے یہ بھی مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی یہ مروی ہے کہ نبی ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔

٣٦٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ: حَدَّثَنَا شَبَابَةُ ابْنُ سَوَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي مَرَضِهِ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ قَاعِدًا فِي ثَوْبٍ مُتَوَشِّحًا بِهِ.

[363] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی جبکہ آپ ﷺ ایک کپڑا لپیٹے ہوئے تھے۔

قَالَ أَبُوعِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. [قَالَ:] وَهٰكَذَا رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ حُمَيْدٍ، [عَنْ ثَابِتٍ]، عَنْ أَنَسٍ، وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ: عَنْ ثَابِتٍ، وَمَنْ ذَكَرَ فِيهِ: عَنْ ثَابِتٍ فَهُوَ أَصَحُّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور یحییٰ بن ایوب کی سند سے بھی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت بیان ہوئی ہے اور بہت سے راویوں نے حمید اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے درمیان ثابت کا واسطہ بیان نہیں کیا اور جنھوں نے ثابت کا واسطہ بیان کیا ہے ان کی روایت زیادہ صحیح ہے۔

فائدہ: اس باب کی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مرض الموت میں نبی ﷺ نے امام بن کر بھی نماز پڑھائی ہے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں بیٹھ کر نماز پڑھی بھی ہے، اگر عذر کی بنا پر مقتدی امام کی اقتدا چھوڑ کر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے تو پھر اگر امام معذور ہو اور مقتدی معذور نہ ہو تو امام کی اقتدا میں بیٹھنا کیوں ضروری ہے؟ اس لیے ان اختلافات سے بچنے کی یہی صورت ہے کہ معذور شخص امام نہ بنے اور اقتدا اس وقت ہی ضروری ہے جب دونوں ہی صحیح و سالم ہوں اور ان میں سے کوئی بھی معذور نہ ہو۔

٣٦٣- أخرجه الطحاوي: ٤٠٦/١ معاني الآثار من حديث حميد به، وصححه ابن حبان (الإحسان): ٢١٢٢، وأخرجه النسائي: ٧٩/٢، ح: ٧٨٦ من حديث حميد عن أنس به، وصرح بالسماع عند الطحاوي.

(المعجم ١٥٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْإِمَامِ يَنْهَضُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ نَاسِيًا (التحفة ١٥٢)

٣٦٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: صَلَّى بِنَا الْمُغِيرَةُ ابْنُ شُعْبَةَ فَنَهَضَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ فَسَبَّحَ بِهِ الْقَوْمُ وَسَبَّحَ بِهِمْ، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ سَلَّمَ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ وَهُوَ جَالِسٌ، ثُمَّ حَدَّثَهُمْ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَعَلَ بِهِمْ مِثْلَ الَّذِي فَعَلَ.

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، وَسَعْدٍ، وَعَبْدِ اللهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي ابْنِ أَبِي لَيْلَى مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ. قَالَ أَحْمَدُ: لَا يُحْتَجُّ بِحَدِيثِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى. وَقَالَ مُحَمَّدُ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ: ابْنُ أَبِي لَيْلَى وَهُوَ صَدُوقٌ وَلَا أَرْوِي عَنْهُ لِأَنَّهُ لَا يَدْرِي صَحِيحَ حَدِيثِهِ مِنْ سَقِيمِهِ، وَكُلُّ مَنْ كَانَ مِثْلَ هٰذَا فَلَا أَرْوِي عَنْهُ شَيْئًا. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، وَرَوَى سُفْيَانُ عَنْ جَابِرٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُبَيْلٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ وَجَابِرٌ

باب: 152- امام اگر بھول کر دوسری رکعت میں (تشہد کے بغیر) اٹھ کھڑا ہو

[364] امام شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی تو وہ دوسری رکعت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ لوگوں نے انھیں سبحان اللہ کہا تو انھوں نے لوگوں کو سبحان اللہ کہا (کہ وہ بھی اٹھ کھڑے ہوں)۔ جب انھوں نے نماز مکمل کر لی تو سلام پھیرا اور پھر بیٹھے بیٹھے سہو کے دو سجدے کیے، پھر انھیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام کے ساتھ ایسے ہی کیا تھا جیسے میں نے کیا ہے۔

اس مسئلے میں سیدنا عقبہ بن عامر، سعد اور عبداللہ ابن بحینہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت کئی سندوں سے مروی ہے۔ اور بعض اہل علم نے ابن ابی لیلیٰ پر ان کے حافظے کی وجہ سے جرح کی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن ابی لیلیٰ کی حدیث حجت نہیں بن سکتی۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن ابی لیلیٰ صدوق ہے، لیکن میں اس سے روایت نہیں لیتا کیونکہ وہ اپنی صحیح اور سقیم (ضعیف) حدیثوں میں امتیاز نہیں کر سکتا اور جس کی یہ حالت ہو، میں اس سے کوئی روایت نہیں لیتا۔ یہ حدیث مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے اور سندوں سے بھی آئی ہے۔ سفیان یہ حدیث جابر کی سند سے بیان کرتے ہیں اور جابر جعفی کو

٣٦٤ـ [صحيح لغيره] أخرجه أحمد: ٤/ ٢٤٨ من حديث محمد بن عبدالرحمن بن أبي ليلىٰ به، وهو ضعيف، ولحديثه شواهد عند الطحاوي في معاني الآثار (١/ ٤٤٠). * وفي الباب عن عقبة بن عامر، [الطبراني/ تحفة الأحوذي: ١/ ٢٩٠]، وسعد بن أبي وقاص [أبو يعلى، ح: ٧٥٩، ٧٨٥]، وعبدالله ابن بحينة [البخاري، ح: ٨٢٩، ومسلم، ح: ٥٧٠]. * حديث سفيان الثوري عن جابر الجعفي، أخرجه أبو داود، ح: ١٠٣٦.

الْجُعْفِيُّ قَدْ ضَعَّفَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ، تَرَكَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَغَيْرُهُمَا. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا قَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مَضٰى فِي صَلَاتِهِ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ. مِنْهُمْ مَنْ رَأٰى قَبْلَ التَّسْلِيمِ، وَمِنْهُمْ مَنْ رَأٰى بَعْدَ التَّسْلِيمِ، وَمَنْ رَأٰى قَبْلَ التَّسْلِيمِ فَحَدِيثُهُ أَصَحُّ لِمَا رَوَى الزُّهْرِيُّ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ.

بعض اہل علم نے ضعیف قرار دیا ہے۔ یحییٰ بن سعید اور عبدالرحمن بن مہدی وغیرہ نے اسے متروک قرار دیا ہے۔ اس مسئلے میں اہل علم کا اس پر عمل ہے کہ انسان جب دوسری رکعت سے (تشہد کے بغیر) کھڑا ہوجائے تو وہ اپنی نماز جاری رکھے (بیٹھے نہیں) اور دو سجدے کرلے۔ بعض کے نزدیک سلام پھیرنے سے پہلے اور بعض کے نزدیک سلام پھیرنے کے بعد۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ سلام پھیرنے سے پہلے سجدے کرے، ان کی بات زیادہ صحیح ہے کیونکہ زہری اور یحییٰ بن سعید انصاری نے عبدالرحمٰن اعرج کے واسطے سے عبداللہ ابن بُحینہ سے یہی نقل کیا ہے۔

فائدہ: اگر پہلا تشہد رہ جائے تو بالاتفاق اس کی جگہ سجدۂ سہو کرلیا جائے گا اور سجدۂ سہو سلام سے پہلے ہے یا بعد میں اس کی بحث سجود سہو کے مسئلے میں آگے آئے گی۔

٣٦٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنِ الْمَسْعُودِيِّ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ قَالَ: صَلّٰى بِنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَلَمَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ قَامَ وَلَمْ يَجْلِسْ، فَسَبَّحَ بِهِ مَنْ خَلْفَهُ فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنْ قُومُوا، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ سَلَّمَ، وَسَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: هٰكَذَا صَنَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ.

[365] زیاد بن علاقہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ جب انھوں نے دو رکعتیں پڑھ لیں تو بیٹھے بغیر کھڑے ہوگئے۔ مقتدیوں نے انھیں سبحان اللہ کہا تو انھوں نے انھیں اشارے سے کہا: کھڑے ہوجاؤ، جب وہ اپنی نماز سے فارغ ہوئے، سلام پھیرا تو سہو کے دو سجدے کیے، سلام پھیرا اور کہا: رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا تھا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ روایت کئی سندوں سے سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کی گئی ہے۔

(المعجم ١٥٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي مِقْدَارِ الْقُعُودِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ (التحفة ١٥٣)

باب: 153۔ دو رکعتوں کے بعد (درمیانی تشہد میں) بیٹھنے کی مقدار

٣٦٥- أخرجه أبو داود، الصلاة، باب من نسي أن يتشهد وهو جالس، ح: ١٠٣٧ من حديث يزيد به، وللحديث شواهد عند الطحاوي (معاني الآثار: ١/ ٤٤٠) وغيره وهو في مسند الدارمي، ح: ١٥٠٩.

٣٦٦۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ هُوَ الطَّيَالِسِيُّ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ كَأَنَّهُ عَلَى الرَّضْفِ.

[366] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب پہلی دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو گویا وہ گرم پتھر پر بیٹھے ہوتے۔

قَالَ شُعْبَةُ: ثُمَّ حَرَّكَ سَعْدٌ شَفَتَيْهِ بِشَيْءٍ، فَأَقُولُ: حَتّٰى يَقُومَ؟ فَيَقُولُ: حَتّٰى يَقُومَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، إِلَّا أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ يَخْتَارُونَ أَنْ لَّا يُطِيلَ الرَّجُلُ الْقُعُودَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ، وَلَا يَزِيدَ عَلَى التَّشَهُّدِ شَيْئًا فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ، وَقَالُوا: إِنْ زَادَ عَلَى التَّشَهُّدِ فَعَلَيْهِ سَجْدَتَا السَّهْوِ. هٰكَذَا رُوِيَ عَنِ الشَّعْبِيِّ وَغَيْرِهِ.

امام شعبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: پھر سعد رحمہ اللہ نے اپنے ہونٹ ہلائے تو میں نے پوچھا: حتی کہ کھڑے ہوجاتے؟ تو انھوں نے کہا: حتی کہ کھڑے ہوجاتے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے، مگر ابوعبیدہ نے اپنے باپ (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے) نہیں سنا۔ اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ وہ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ انسان پہلی دو رکعتوں کے بعد زیادہ دیر تک نہ بیٹھے، اور پہلی دو رکعتوں کے بعد تشہد سے زائد کچھ نہ پڑھے۔ وہ کہتے ہیں: اگر وہ تشہد پر اضافہ کرے گا تو اسے سجدۂ سہو کرنا ہوگا۔ امام شعبی رحمہ اللہ وغیرہ سے یہی منقول ہے۔

فائدہ: امام ابن قدامہ نے لکھا ہے، بہتر یہی ہے کہ دو رکعتوں کے بعد صرف تشہد پڑھے۔ لیکن امام شعبی اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک درود پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ (المغني: 223/2) اور بعض روایات سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ اسی لیے شیخ البانی رحمہ اللہ اور دیگر متعدد علماء پہلے تشہد میں بھی وجوباً یا استحباباً درود شریف پڑھنے کے قائل ہیں۔ دیکھیے: (صفة صلاة النبي، للألباني، ص: 45) اس لیے احناف کا یہ کہنا کہ [اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ] یا اس سے کم وبیش درود پڑھنے پر سجدۂ سہو لازم ہوگا، بلا دلیل ہے۔ اور علامہ احمد محمد شاکر نے تلخیص الحبیر کے حوالے سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تائید میں سیدنا ابوبکر اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہم کا فعل اور مسند احمد اور ابن خزیمہ کے حوالے سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے ایک مرفوع حدیث پیش کی ہے۔ (سنن الترمذي، تحقيق أحمد شاكر، مرعاة: 159/2، تحفة الأحوذي، حديث: 366)

(المعجم ١٥٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْإِشَارَةِ فِي الصَّلَاةِ (التحفة ١٥٥)

باب: 154۔ نماز میں اشارہ کرنا

٣٦٦۔ [ضعيف] أخرجه أبو داود، الصلاة، باب: في تخفيف القعود، ح: ٩٩٥ من حديث شعبة به، وهو في مسند أبي داود الطيالسي، ح: ٣٣١، وعلته ظاهرة، بينها الترمذي رحمه الله.

٣٦٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ نَابِلٍ صَاحِبِ الْعَبَاءِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ: مَرَرْتُ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّي فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَرَدَّ إِلَيَّ إِشَارَةً وَقَالَ: لَا أَعْلَمُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: إِشَارَةً بِإِصْبَعِهِ.

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ بِلَالٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَنَسٍ، وَعَائِشَةَ.

[367] سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا جبکہ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے آپ کو سلام عرض کیا تو آپ نے اشارے سے جواب دیا۔ نابل کہتے ہیں: میرے علم کے مطابق ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: انگلی سے اشارہ کیا، یعنی جواب دیا۔

اس مسئلے میں سیدنا بلال، ابوہریرہ، انس اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔

فائدہ: ائمہ اربعہ کے نزدیک بالاتفاق نماز میں سلام کا جواب الفاظ کے ساتھ دینا جائز نہیں، تاہم اشارے سے جواب دینا جائز ہے جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایسا کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ ان کے نزدیک منسوخ ہے۔ مگر اس دعوائے نسخ کی کوئی صحیح دلیل ان کے پاس نہیں ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 291/1)

٣٦٨- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قُلْتُ لِبِلَالٍ: كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ حِينَ كَانُوا يُسَلِّمُونَ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ، قَالَ: كَانَ يُشِيرُ بِيَدِهِ.

[368] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا: جب صحابۂ کرام نماز میں رسول اللہ ﷺ کو سلام کہتے تھے تو آپ ان کے سلام کا جواب کیسے دیتے تھے؟ انھوں نے کہا: ہاتھ سے اشارہ فرماتے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَحَدِيثُ صُهَيْبٍ حَسَنٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ اللَّيْثِ عَنْ بُكَيْرٍ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قُلْتُ لِبِلَالٍ: كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْنَعُ حَيْثُ كَانُوا يُسَلِّمُونَ عَلَيْهِ فِي مَسْجِدِ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ؟ قَالَ: كَانَ يَرُدُّ إِشَارَةً. وَكِلَا الْحَدِيثَيْنِ عِنْدِي صَحِيحٌ، لِأَنَّ قِصَّةَ حَدِيثِ صُهَيْبٍ غَيْرُ قِصَّةِ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور سیدنا صہیب کی روایت حسن ہے۔ اسے ہمارے علم میں صرف لیث ہی بکیر سے بیان کرتے ہیں۔ سیدنا زید بن اسلم سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا: جب صحابۂ کرام بنو عمرو بن عوف کی مسجد میں آپ کو سلام کہتے تھے تو نبی ﷺ کیا طریقہ اختیار کرتے تھے؟ انھوں نے کہا: آپ ﷺ اشارے سے جواب دیتے

٣٦٧- [صحيح لغيره] أخرجه أبو داود، الصلاة، باب رد السلام في الصلاة، ح: ٩٢٥، والنسائي: ٣/ ٥، ح: ١١٨٧ عن قتيبة به، وصححه ابن خزيمة، ح: ٨٨٨ وابن حبان (الإحسان): ٢٢٥٥، وابن الجارود، ح: ٢١٦، والحاكم: ٣/ ١٢، والذهبي من طريق آخر، أخرجه ابن ماجه، ح: ١٠١٧، وللحديث شواهد. * وفي الباب عن بلال [يأتي: ٣٦٨]، وأبي هريرة [أبو داود، ح: ٩٤٤]، وأنس [أبو داود، ح: ٩٤٣]، وعائشة [البخاري، ح: ٦٨٨، ومسلم، ح: ٤١٢، وفيه: "فأشار إليهم أن اجلسوا"].
٣٦٨- أخرجه أبو داود، الصلاة، باب رد السلام في الصلاة، ح: ٩٢٧ من حديث هشام بن سعد به، و صححه ابن الجارود، ح: ٢١٥، وحديث زيد بن أسلم، أخرجه ابن ماجه، ح: ١٠١٧ سمعه من ابن عمر رضي الله عنهما كما في صحيح ابن خزيمة.

حَدِيثِ بِلَالٍ، وَإِنْ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَوَى عَنْهُمَا، فَاحْتَمَلَ أَنْ يَكُونَ سَمِعَ مِنْهُمَا جَمِيعًا.

تھے۔ میرے نزدیک دونوں حدیثیں صحیح ہیں کیونکہ صہیب رضی اللہ عنہ کی حدیث کا واقعہ، بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث کے واقعے سے جدا ہے، اگرچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دونوں سے بیان کیا ہے۔ یہ احتمال ہے کہ انھوں نے دونوں سے سنا ہو۔

فائدہ: جب دونوں ہی حدیثیں صحیح ہیں تو نماز میں سلام کا جواب انگلی سے دیا جائے یا ہاتھ کے اشارے سے، دونوں طرح جائز ہوگا۔

(المعجم ١٥٥) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ التَّسْبِيحَ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيقَ لِلنِّسَاءِ (التحفة ١٥٦)

باب: 155۔ مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں تالی بجائیں

٣٦٩- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ».

[369] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مردوں کے لیے تسبیح ہے اور عورتوں کے لیے تصفیق (تالی بجانا) ہے۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، وَجَابِرٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَابْنِ عُمَرَ [وَ]قَالَ عَلِيٌّ: كُنْتُ إِذَا اسْتَأْذَنْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّي سَبَّحَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ.

اس مسئلے میں سیدنا علی، سہل بن سعد، جابر، ابوسعید اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں جب آپ ﷺ سے اجازت طلب کرتا جبکہ آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تو آپ سبحان اللہ کہتے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: اگر نماز کے اندر نمازی کو ضرورت پیش آجائے کہ وہ کسی کو متنبہ یا آگاہ کرے تو مرد کو سبحان اللہ کہنا چاہیے اور عورت کو تصفیق سے کام لینا چاہیے، یعنی ایک ہاتھ کی پشت پر دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی مارے۔ یا دائیں ہاتھ کی دو انگلیاں بائیں ہاتھ کی پشت پر مارے۔ ائمۂ اربعہ (چاروں مشہور امام) بھی اسی کے قائل ہیں۔

٣٦٩- أخرجه مسلم، الصلاة، باب تسبيح الرجل وتصفيق المرأة إذا نابهما شيء في الصلاة، ح: ٤٢٢ من حديث أبي معاوية الضرير، والبخاري، ح: ١٢٠٣ من حديث أبي هريرة به. * وفي الباب عن علي [ابن ماجه، ح: ٣٧٠٨]، وسهل بن سعد [ابن ماجه، ح: ١٠٣٥]، وجابر [أحمد: ٣/ ٣٤٠، ٣٤٨، ٣٥٧]، وأبي سعيد [ابن عدي في الكامل: ٥/ ١٧٣٣، ١٧٣٤]، وابن عمر [ابن ماجه، ح: ١٠٣٦]. * حديث علي: أخرجه ابن ماجه، ح: ٣٧٠٨، وأحمد: ١/ ٧٩، ٩٨، ١١٢.

(المعجم ۱۵۶) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ التَّثَاؤُبِ فِي الصَّلَاةِ (التحفة ۱۵۷)

باب: 156۔ نماز میں جمائی لینا ناپسندیدہ ہے

۳۷۰- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «التَّثَاؤُبُ فِي الصَّلَاةِ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ».

[370] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ”نماز میں جمائی لینا شیطان کی طرف سے ہے، چنانچہ جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ممکن ہو، اس کو روک لے۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَجَدِّ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ التَّثَاؤُبَ فِي الصَّلَاةِ. قَالَ إِبْرَاهِيمُ: إِنِّي لَأَرُدُّ التَّثَاؤُبَ بِالتَّنَحْنُحِ.

اس بارے میں سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اور عدی بن ثابت کے دادا کی روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور کچھ اہل علم نے نماز میں جمائی کو ناپسند کیا ہے۔ ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں کھانس کر جمائی کو دور کرتا ہوں۔

فائدہ: جمائی آنا سستی، کاہلی اور غفلت کی علامت ہے جو عام طور پر زیادہ کھانے کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے جس سے کام میں انسان کا جی نہیں لگتا اور وہ اسے بے دلی سے کرتا ہے۔ یہ کیفیت شیطان کو پسند ہے، اس لیے اس کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی ہے کیونکہ وہی انسان کو بسیار خوری، یعنی زیادہ کھانے پر آمادہ کر کے سستی و کاہلی کا شکار بنانا چاہتا ہے، اس لیے اس سے بچنے اور اس کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے، چاہے اس کے لیے منہ بند کرنا پڑے یا اس پر ہاتھ رکھنا پڑے۔

(المعجم ۱۵۷) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ صَلَاةَ الْقَاعِدِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ (التحفة ۱۵۸)

باب: 157۔ بیٹھ کر نماز پڑھنا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے آدھے ثواب کا باعث ہے

۳۷۱- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ

[371] سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے

۳۷۰- أخرجه مسلم، الزهد، باب تشميت العاطس وكراهة التثاؤب، ح: ۲۹۹٤ عن علي بن حجر به، وله طريق آخر عند البخاري، ح: ٦٢٢٦ عن أبي هريرة به. * وفي الباب عن أبي سعيد الخدري [مسلم، ح: ۲۹۹٥]، وجد عدي بن ثابت [يأتي: ۲۷٤۸].

۳۷۱- أخرجه البخاري، التقصير، باب صلاة القاعد، ح: ۱۱۱٥ من حديث حسين المعلم به. * وفي الباب عن عبدالله بن عمرو [مسلم، ح: ۷۳٥]، وأنس [أبو يعلى/ تحفة الأحوذي: ۱/ ۲۹۳]، والسائب [أحمد: ۳/ ٤۲٥]، وابن عمر [البزار، (كشف الأستار): ۱/ ۲۷٤، ح: ٥٦۷، وحسنه الهيثمي في المجمع: ۲/ ۱٤۹].

بُرَيْدَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ: «مَنْ صَلّٰى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ، وَمَنْ صَلّٰى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ، وَمَنْ صَلّٰى نَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ».

میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ''جس نے کھڑے ہوکر نماز پڑھی تو وہ افضل ہے اور جس نے بیٹھ کر نماز پڑھی تو اس کو کھڑے ہوکر نماز پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملے گا اور جس نے لیٹ کر نماز پڑھی تو اس کو بیٹھنے والے سے آدھا ثواب ملے گا۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، وَأَنَسٍ، وَالسَّائِبِ، [وَابْنِ عُمَرَ]. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن عمرو، انس، سائب اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: جمہور کے نزدیک اس حدیث کا تعلق نفل نماز سے ہے کہ کھڑے ہونے کی طاقت کے باوجود بیٹھ کر یا لیٹ کر پڑھی جا سکتی ہے لیکن اجر میں کمی ہو جائے گی، جبکہ فرض نماز میں قیام کی قدرت کی صورت میں بیٹھنا جائز نہیں، لیکن امام خطابی کے بقول اگر مریض آدمی جس کے لیے کھڑے ہوکر نماز پڑھنا تکلیف و مشقت کا باعث ہو، پھر بھی وہ شدید مشقت اور تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے کھڑے ہوکر نماز پڑھتا ہے تو اس کو بیٹھ کر جو پورا ثواب ملنا تھا اس سے دوگنا ثواب ملے گا۔ گویا اس کو تندرستوں سے دوگنا ثواب حاصل ہوگا۔ اگر رخصت پر عمل کرتے ہوئے بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز پڑھے گا تو صحت و تندرستی والا ثواب ملے گا۔ اگلی حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ خصوصاً اس لیے کہ لیٹ کر نماز پڑھنے کی اجازت عذر ہی کی صورت میں ہے۔

٣٧٢- وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ، إِلَّا أَنَّهُ يَقُولُ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ صَلَاةِ الْمَرِيضِ فَقَالَ: «صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ».

[372] سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیمار کی نماز کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ''کھڑے ہوکر نماز پڑھو۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھو۔ اور اگر اس کی طاقت و استطاعت نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر پڑھو۔''

حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ بِهٰذَا الْحَدِيثِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: [وَ] لَا نَعْلَمُ أَحَدًا رَوٰى عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ نَحْوَ رِوَايَةِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ، وَقَدْ رَوٰى أَبُو أُسَامَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ نَحْوَ رِوَايَةِ عِيسَى بْنِ يُونُسَ، وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ بَعْضِ

ہناد نے بھی اپنی سند سے، ابراہیم بن طہمان کے واسطے سے یہ حدیث حسین معلم سے بیان کی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے علم کے مطابق یہ حدیث حسین معلم سے ابراہیم بن طہمان کی طرح کسی نے روایت نہیں کی اور حسین معلم سے ابواسامہ اور کئی دوسرے راویوں نے عیسیٰ بن یونس کی طرح (حدیث 371 کے مطابق)

٣٧٢- أخرجه البخاري، التقصير، باب: إذا لم يطق قاعدًا صلى على جنب، ح: ١١١٧ من حديث إبراهيم بن طهمان به. * قول الحسن البصري، سنده صحيح.

أَهْلِ الْعِلْمِ فِي صَلَاةِ التَّطَوُّعِ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: إِنْ شَاءَ الرَّجُلُ صَلَّى صَلَاةَ التَّطَوُّعِ قَائِمًا وَجَالِسًا وَمُضْطَجِعًا. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي صَلَاةِ الْمَرِيضِ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ جَالِسًا. فَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: يُصَلِّي عَلَى جَنْبِهِ الْأَيْمَنِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: يُصَلِّي مُسْتَلْقِيًا عَلَى قَفَاهُ وَرِجْلَاهُ إِلَى الْقِبْلَةِ، وَقَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ: مَنْ صَلَّى جَالِسًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ قَالَ: هٰذَا لِلصَّحِيحِ وَلِمَنْ لَيْسَ لَهُ عُذْرٌ [يَعْنِي فِي النَّوَافِلِ] فَأَمَّا مَنْ كَانَ لَهُ عُذْرٌ مِّنْ مَّرَضٍ أَوْ غَيْرِهِ فَصَلَّى جَالِسًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ الْقَائِمِ، وَقَدْ رُوِيَ فِي بَعْضِ هٰذَا الْحَدِيثِ مِثْلُ قَوْلِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ.

روایت کی ہے اور بعض اہل علم نے اس حدیث کو نفل نماز پر محمول کیا ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: انسان جس طرح چاہے، کھڑے ہو کر، بیٹھ کر اور لیٹ کر نفل نماز پڑھ سکتا ہے۔ بیمار شخص اگر بیٹھ کر نماز نہ پڑھ سکے تو اہل علم کا اس کی نماز کے بارے میں اختلاف ہے: بعض اہل علم کا خیال ہے کہ وہ دائیں پہلو پر لیٹ کر پڑھے اور بعض کہتے ہیں گدی کے بل چت لیٹ کر پاؤں قبلہ رخ کر کے نماز پڑھے۔ سفیان ثوری نے اس حدیث کے بارے میں کہا: جس نے بیٹھ کر نماز پڑھی اسے کھڑے ہونے والے سے آدھا ثواب ملے گا۔ کہا کہ یہ حکم تندرست کے لیے ہے اور اس کے لیے جو معذور نہیں، جبکہ نماز نفل ہو اور وہ شخص جسے مرض یا کوئی اور عذر ہو اور وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔ بعض حدیثوں سے سفیان ثوری کے اس قول کی تائید ہوتی ہے۔

فائدہ: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے بقول یہ دونوں حدیثیں الگ الگ ہیں اور دونوں ہی صحیح ہیں۔ ایک کا تعلق نفل نماز سے ہے اور دوسری کا تعلق مریض کی نماز سے ہے۔ مریض کی نماز کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ اس کو اس کے نیک عمل کا ثواب تندرستی کی حالت میں کیے جانے والے عمل کی طرح ملتا ہے جیسا کہ مسافر کو اقامت کی حالت میں کیے جانے والے عمل کی طرح ثواب ملتا ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، الجهاد والسير، حديث: 2996)

(المعجم ١٥٨) بَابُ [مَا جَاءَ] فِيمَنْ يَتَطَوَّعُ جَالِسًا (التحفة ١٥٩)

باب: 158۔ جو شخص بیٹھ کر نفل پڑھتا ہے

٣٧٣- حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَبِي وَدَاعَةَ السَّهْمِيِّ، عَنْ

[373] نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی نفل نماز بیٹھ کر پڑھتے نہیں دیکھا تھا حتی کہ آپ اپنی وفات سے ایک سال

٣٧٣- أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب جواز النافلة قائما وقاعدًا . . . إلخ، ح: ٧٣٣ من حديث مالك به، وهو في الموطأ: ١/ ١٣٧ . ﴿ وفي الباب عن أم سلمة [لعله يشير إلى حديث عبدالرزاق، ح: ٤١٢٥]، وأنس بن مالك [تقدم: ٣٧١ (في الباب)]. ﴿ حديث: "إنه كان يصلي من الليل جالسًا . . . إلخ"، [يأتي: ٣٧٤] "وأنه يصلي قاعدًا . . . إلخ" [يأتي: ٣٧٥].

حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلّٰى فِي سُبْحَتِهِ قَاعِدًا حَتّٰى كَانَ قَبْلَ وَفَاتِهِ ﷺ بِعَامٍ، فَإِنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فِي سُبْحَتِهِ قَاعِدًا وَيَقْرَأُ بِالسُّورَةِ وَيُرَتِّلُهَا حَتّٰى تَكُونَ أَطْوَلَ مِنْ أَطْوَلَ مِنْهَا.

پہلے نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے لگے۔ اور آپ سورت کو ترتیل کے ساتھ (ٹھہر ٹھہر کر) پڑھتے حتی کہ وہ اس سے لمبی سورت سے بھی لمبی ہو جاتی۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ حَفْصَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ جَالِسًا، فَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَتِهِ قَدْرُ ثَلَاثِينَ أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً، قَامَ فَقَرَأَ، ثُمَّ رَكَعَ، ثُمَّ صَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ. وَرُوِيَ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي قَاعِدًا، فَإِذَا قَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ، رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ، وَإِذَا قَرَأَ وَهُوَ قَاعِدٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَاعِدٌ. قَالَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ: وَالْعَمَلُ عَلٰى كِلَا الْحَدِيثَيْنِ كَأَنَّهُمَا رَأَيَا كِلَا الْحَدِيثَيْنِ صَحِيحًا مَعْمُولًا بِهِمَا.

اس مسئلے میں سیدہ ام سلمہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایات بھی آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور نبی ﷺ کے بارے میں یہ بھی منقول ہے کہ آپ رات کو بیٹھ کر نماز پڑھتے رہتے تھے، پھر جب تیس یا چالیس آیات کے بقدر آپ کی قراءت باقی ہوتی تو آپ ﷺ کھڑے ہو کر تلاوت فرماتے، پھر رکوع کرتے اور دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرتے۔ اور آپ ﷺ کے بارے میں یہ بھی منقول ہے کہ آپ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ جب قراءت کھڑے ہو کر کرتے تو کھڑے کھڑے رکوع اور پھر سجدہ کرتے اور جب آپ بیٹھ کر تلاوت کرتے تو بیٹھے بیٹھے رکوع اور سجدہ کرتے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا قول ہے کہ دونوں حدیثوں کے مطابق عمل ہو گا، گویا ان دونوں کے نزدیک دونوں حدیثیں صحیح اور قابل عمل ہیں۔

فائدہ: نبی کریم ﷺ نفل نماز میں قراءت ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر کرتے تھے حتی کہ ایک چھوٹی سورت ترتیل کی بنا پر ایک لمبی سورت سے، اگر وہ حدر (تیزی و روانی) سے پڑھی جائے، تو اس سے بھی لمبی ہو جاتی تھی۔ بعض دفعہ آپ ﷺ پوری قراءت بیٹھے بیٹھے کرتے اور اسی حالت میں رکوع اور سجدہ کرتے اور بعض دفعہ قراءت کھڑے کھڑے کرتے اور اخیر عمر میں قراءت بیٹھ کر کرتے، پھر اخیر میں کھڑے ہو جاتے اور تیس چالیس آیات کے بقدر کھڑے ہو کر تلاوت کرتے، پھر اس کے بعد کھڑے ہو کر ہی رکوع کرتے اور پھر سجدے کو جاتے۔

٣٧٤- حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ

[374] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھتے اور بیٹھ کر تلاوت کرتے اور جب آپ کی

٣٧٤- أخرجه البخاري، التقصير، باب: إذا صلى قاعدًا ثم صح أو وجد خفة تمم ما بقي، ح: ١١١٩، ومسلم، ح: ٧٣١ من حديث مالك به، وهو في الموطأ: ١/ ١٣٨.

النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي جَالِسًا فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ، فَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَتِهِ قَدْرُ مَا يَكُونُ ثَلَاثِينَ أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً، قَامَ فَقَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ، ثُمَّ صَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ.

قراءت سے تیس یا چالیس آیات کے بقدر قراءت باقی رہ جاتی تو کھڑے ہو جاتے اور کھڑے کھڑے تلاوت کرتے، پھر رکوع کرتے اور سجدے کو جاتے، پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرتے۔

قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٣٧٥- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: أَخْبَرَنَا خَالِدٌ وَهُوَ الْحَذَّاءُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَ: سَأَلْتُهَا عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، عَنْ تَطَوُّعِهِ قَالَتْ: كَانَ يُصَلِّي لَيْلًا طَوِيلًا قَائِمًا، وَلَيْلًا طَوِيلًا قَاعِدًا فَإِذَا قَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ، وَإِذَا قَرَأَ وَهُوَ جَالِسٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ جَالِسٌ.

[375] عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی نفل نماز کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: آپ ﷺ رات کا خاصا حصہ کھڑے کھڑے نماز پڑھتے اور کسی رات کا خاصا حصہ بیٹھے بیٹھے نماز پڑھتے۔ جب آپ کھڑے کھڑے قراءت کرتے تو رکوع اور سجود بھی کھڑے کھڑے کرتے (مراد ہے رکوع کے بعد سجدے کو جاتے) اور جب قراءت بیٹھ کر کرتے تو رکوع اور سجدہ بھی بیٹھے بیٹھے کر لیتے۔

قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بعض اوقات پوری قراءت کھڑے ہو کر کرتے اور اس کے بعد رکوع اور سجدہ کرتے اور بعض اوقات پوری قراءت بیٹھ کر کرتے اور پھر اسی حالت میں رکوع میں جاتے اور سجدہ کرتے، لیکن آخری عمر میں بیٹھ کر قراءت کرنے کے بعد کچھ قراءت کھڑے ہو کر کر لیتے۔ پھر رکوع اور سجدہ کرتے اور بعض دفعہ پوری قراءت بیٹھے بیٹھے کر لیتے۔

(المعجم ١٥٩) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: إِنِّي لَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فِي الصَّلَاةِ فَأُخَفِّفُ (التحفة ١٦٠)

باب: 159 - نبی ﷺ کا فرمان کہ ”میں نماز میں بچے کے رونے کی آواز سن کر تخفیف کر لیتا ہوں“

٣٧٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ

[376] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول

٣٧٥- أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب جواز النافلة قائما وقاعدًا ... إلخ، ح: ٧٣٠ من حديث هشيم به.

٣٧٦- أخرجه البخاري، الأذان، باب من أخف الصلاة عند بكاء الصبي، ح: ٧٠٨، ومسلم، ح: ٤٧٠ من حديث أنس به. * وفي الباب عن أبي قتادة [البخاري، ح: ٧٠٧، ٨٦٨]، وأبي سعيد [ابن أبي شيبة: ١/٤٠٧، ح: ٤٦٨١]، وأبي هريرة [البخاري، ح: ٧٠٣، ومسلم، ح: ٤٦٧].

الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «وَاللهِ! إِنِّي لَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ فَأُخَفِّفُ مَخَافَةَ أَنْ تُفْتَتَنَ أُمُّهُ».

اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں نماز میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اسے ہلکی کر دیتا ہوں اس ڈر سے کہ کہیں اس کی والدہ کسی امتحان میں نہ پڑ جائے (پریشان نہ ہو)۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوقتادہ، ابوسعید اور ابوہریرہ ؓ کی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: سیدنا انس ؓ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کو مقتدیوں کے جذبات و احساسات کا دھیان رکھنا چاہیے۔ اگر نماز کے دوران میں ایسی صورت حال پیدا ہو جائے جو مقتدیوں کے لیے تشویش اور پریشانی کا باعث بن سکتی ہو تو قراءت اپنے معمول یا ارادے سے کم کر دینی چاہیے، اسی طرح اگر کچھ نامعلوم افراد وضو کر رہے ہوں تو ان کی خاطر کچھ قراءت طویل کی جا سکتی ہے، بشرطیکہ وہ مقتدیوں کے لیے بے چینی اور پریشانی کا باعث نہ ہو۔ ② بچے کے رونے سے اس کی ماں کا اطمینان و سکون ختم ہو جاتا ہے اور وہ پریشان ہو جاتی ہے بلکہ دوسرے نمازی بھی متاثر ہوتے ہیں اور ان کا دھیان بچے کے رونے کی طرف ہو جاتا ہے، اس لیے ایسی صورت میں نماز میں تخفیف کرنا بہتر ہے۔

(المعجم ١٦٠) بَابُ مَا جَاءَ لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ الْمَرْأَةِ الْحَائِضِ إِلَّا بِخِمَارٍ (التحفة ١٦١)

باب:160۔ نوجوان عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر نہیں ہوتی

٣٧٧- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ صَفِيَّةَ ابْنَةِ الْحَارِثِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ الْحَائِضِ إِلَّا بِخِمَارٍ».

[377] سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بالغہ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں ہوتی۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. [وَقَوْلُهُ: الْحَائِضُ يَعْنِي: الْمَرْأَةَ الْبَالِغَ إِذَا حَاضَتْ]. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ،

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن عمرو ؓ سے بھی روایت آئی ہے۔ اور حائض سے مراد وہ بالغہ عورت ہے جسے حیض آتا ہو۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: عائشہ ؓ کی حدیث

٣٧٧- أخرجه ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب: إذا حاضت الجارية لم تصل إلا بخمار، ح: ٦٥٥، وأبو داود، ح: ٦٤١ من حديث حماد بن سلمة به، وصححه ابن خزيمة، ح: ٧٧٥، وابن حبان (الإحسان): ١٧٠٨، ١٧٠٩، والحاكم: ١/ ٢٥١ على شرط مسلم، ووافقه، وله شاهد صحيح عند ابن الأعرابي في معجم شيوخه (١٩٩٦). * وفي الباب عن عبدالله بن عمرو [لم نجده].

وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا أَدْرَكَتْ فَصَلَّتْ وَشَيْءٌ مِّنْ شَعْرِهَا مَكْشُوفٌ لَا تَجُوزُ صَلَاتُهَا. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ قَالَ: لَا تَجُوزُ صَلَاةُ الْمَرْأَةِ وَشَيْءٌ مِّنْ جَسَدِهَا مَكْشُوفٌ، قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَقَدْ قِيلَ إِنْ كَانَ ظَهْرُ قَدَمَيْهَا مَكْشُوفًا فَصَلَاتُهَا جَائِزَةٌ.

حسن ہے اور اہل علم کا عمل اسی پر ہے کہ عورت جب بالغہ ہو جائے تو نماز میں اس کے کچھ بال ننگے ہوں تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ یہ شافعی ؒ کا قول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اگر عورت کے بدن کا کوئی حصہ ننگا ہو تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ امام شافعی ؒ فرماتے ہیں: یہ کہا گیا ہے کہ اگر عورت کے قدم کی پشت ننگی ہو تو اس کی نماز ہو جائے گی۔

فوائد و مسائل: ① جمہور ائمہ کے نزدیک قابل ستر مقامات کو ڈھانپنا نماز کے لیے شرط ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔ اکثر ائمہ کے نزدیک ہاتھ اور چہرہ قابل ستر نہیں ہیں کیونکہ جو حصہ قابل ستر ہو اس کا خاوند کے سوا کسی کے سامنے اظہار جائز نہیں مگر کام کاج میں عورت کو اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں ہوتا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کا پردہ بھی نہیں ہے، غیر محرموں سے ان کو یقینا چھپانا ہوگا۔ ② قدم کے بارے میں اختلاف ہے: امام شافعی اور ابوحنیفہ ؒ اس کو قابل ستر شمار نہیں کرتے۔ امام مالک ؒ کا ایک قول یہی ہے۔ بعض لوگ سنن ابوداود کی ایک حدیث کی بنیاد پر قدم کی پشت کو ڈھانپنا بھی ضروری قرار دیتے ہیں۔ لیکن اکثر محققین کے نزدیک وہ روایت صحیح نہیں۔ ③ سر بالاتفاق قابل ستر ہے، اس لیے اس کا ڈھانپنا ضروری ہے۔ صحیح یہی ہے کہ نماز میں ہاتھ اور منہ کے سوا تمام بدن کا ڈھانپنا ضروری ہے کیونکہ ایک قول کے مطابق ائمہ اربعہ کے نزدیک آزاد عورت کا تمام بدن، چہرے اور ہاتھوں کے سوا قابل ستر ہے۔ (المغني: 327,326/2 اور حاشیہ) (اس حدیث میں مردوں کی ننگے سر نماز کے بارے میں بھی واضح ہوگیا کہ سر کا ڈھانپنا بالغ عورتوں کو واجب ہے نہ کہ مردوں کو، تاہم مردوں کا ننگے سر رہنے کو معمول بنا لینا بھی نبی ﷺ اور صحابہ و تابعین کے معمول کے خلاف ہے۔ ننگے سر نماز کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں، لیکن مستقل طور پر ننگے سر رہنا، کیا یہ اسلامی روایات کے مطابق ہے؟ اس پر غور کرنا چاہیے۔)

(المعجم ١٦١) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ (التحفة ١٦٢)

باب: 161۔ نماز میں سدل ناجائز ہے

٣٧٨۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عِسْلِ بْنِ سُفْيَانَ، عَنْ عَطَاءِ [بْنِ أَبِي رَبَاحٍ]، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ.

[378] سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے نماز میں سدل سے منع فرمایا ہے۔

٣٧٨۔ [حسن بالشواهد] أخرجه أبو داود، الصلاة، باب السدل في الصلاة، ح: ٦٤٣ تعليقًا، والدارمي، ح: ١٣٨٦ من حديث عسل به وللحديث شواهد عند أحمد وابن حبان.* وفي الباب عن أبي جحيفة [الطبراني في الصغير: ٢/ ٣٨ والأوسط: ٧/ ٩٥، ٩٦، ح: ٦١٦٠، وفيه حفص بن أبي داود متروك].

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عِسْلِ بْنِ سُفْيَانَ، وَقَدِ وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ. فَكَرِهَ بَعْضُهُمُ السَّدْلَ فِي الصَّلَاةِ، وَقَالُوا: هٰكَذَا تَصْنَعُ الْيَهُودُ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّمَا كُرِهَ السَّدْلُ فِي الصَّلَاةِ إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ، فَأَمَّا إِذَا سَدَلَ عَلَى الْقَمِيصِ فَلَا بَأْسَ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ. وَكَرِهَ ابْنُ الْمُبَارَكِ السَّدْلَ فِي الصَّلَاةِ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہمارے علم کے مطابق صرف عسل بن سفیان ہی عطاء کے واسطے سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔ سدل کے نماز کے اندر مکروہ ہونے میں علماء کا اختلاف ہے: ان میں سے بعض نے نماز میں سدل کو مکروہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ یہود کا طریقہ ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ نماز میں سدل صرف اس صورت میں ممنوع ہے جب وہ بدن پر ایک ہی کپڑا اوڑھے ہوئے ہو، لیکن اگر وہ قمیص کے اوپر سدل کرے تو کوئی حرج نہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ اور ابن المبارک رحمہ اللہ نے نماز میں سدل کو (ہر صورت میں) ناپسند کیا ہے۔

فائدہ: سدل کی تفسیر میں اختلاف ہے، اس کے بارے میں معروف قول چار ہیں: * اپنے جسم پر کپڑا آگے (سامنے) سمیٹے بغیر کھلا چھوڑ دینا۔ سمیٹنے کی صورت میں سدل نہیں ہوگا۔ * جسم پر ایک کپڑا لپیٹ کر ہاتھ اندر داخل کر لینا اور اسی طرح رکوع وسجود کرنا۔ یہود کا طریقہ یہی تھا۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ نیچے قمیص وغیرہ کچھ پہنا ہو یا نہ۔ * چادر کا درمیانی حصہ سر پر رکھ کر اس کو دائیں بائیں چھوڑ دینا، جبکہ کندھوں پر نہ ہو۔ * کپڑے کو چھوڑ دینا حتی کہ وہ زمین پر جا لگے، یعنی تہ بند کا زمین پر پڑنا۔ علامہ عراقی نے بالوں کا کھلا چھوڑنا بھی اس میں داخل کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے نقطۂ نظر کے مطابق اس سے مراد وہ ہیئت وشکل ہے جو عرف وعادت کے خلاف اور حسن وجمال کے منافی ہو۔ (حجة الله البالغة: 195/1)

(المعجم ١٦٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ مَسْحِ الْحَصٰى فِي الصَّلَاةِ (التحفة ١٦٣)

باب: 162۔ نماز میں کنکریاں صاف کرنا (ہٹانا) مکروہ ہے

٣٧٩۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا

[379] سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جب کوئی نماز میں کھڑا ہو تو کنکریوں کو صاف نہ کرے کیونکہ رحمت اس کے سامنے ہوتی ہے۔''

٣٧٩۔ [ضعيف بهذه اللفظة] أخرجه أبو داود، الصلاة، باب مسح الحصى في الصلاة، ح: ٩٤٥، وابن ماجه، ح: ١٠٢٧، والنسائي: ٦/٣، ح: ١١٩٢ من حديث سفيان بن عيينة به، قال ابن حجر عنه مقبول ولكن ما توبع على هذه اللفظة بل خالفه مجاهد انظر: الإرواء: ٩٨/٢* وفي الباب عن علي [تقدم: ٢٨٢ مختصرًا، وأحمد: ١٤٦،٨٢/١]، وحذيفة [أحمد: ٥/ ٤٠٢،٣٨٥]، وجابر بن عبدالله [أحمد: ٣/ ٣٠٠، ٣٢٨، ٣٨٤، ٣٩٣]، ومعيقيب [يأتي: ٣٨٠].

قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَا يَمْسَحِ الْحَصٰى فَإِنَّ الرَّحْمَةَ تُوَاجِهُهُ».

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَحُذَيْفَةَ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ، وَمُعَيْقِيبٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي ذَرٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَرِهَ الْمَسْحَ فِي الصَّلَاةِ وَقَالَ: «إِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَمَرَّةً وَاحِدَةً»، كَأَنَّهُ رُوِيَ عَنْهُ رُخْصَةٌ فِي الْمَرَّةِ الْوَاحِدَةِ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ.

اس مسئلے میں سیدنا علی بن ابی طالب، حذیفہ، جابر بن عبداللہ اور سیدنا معیقیب رضی اللہ عنہم سے احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اور نبی ﷺ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے نماز میں کنکریاں ہٹانے کو ناپسند کیا اور فرمایا: ''اگر یہ کام کرنا ہی ہو تو ایک دفعہ کرلو۔'' گویا آپ ﷺ نے ایک دفعہ یہ کام کرنے کی اجازت دی ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔

فائدہ: انسان جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اللہ کی رحمت وکرم کا رخ اس کی طرف ہوتا ہے اور کسی اور کام کی طرف توجہ کرنا یا کسی اور کام میں مشغول ہونا یہ رحمت الٰہی سے بے رخی برتنا ہے جو آداب نماز کے منافی ہے۔ اس لیے نماز میں مکمل توجہ نماز ہی کی طرف ہونی چاہیے، نماز میں سجدہ گاہ سے مٹی، کنکر یا کوئی اور چیز ہٹانا نماز سے توجہ کو پھیرنا ہے، اس لیے جمہور کے نزدیک ایسی کوئی حرکت درست نہیں ہے۔ (نیل الأوطار: 377/2)

٣٨٠- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ ابْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ مُعَيْقِيبٍ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، عَنْ مَسْحِ الْحَصٰى فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ: «إِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَمَرَّةً وَاحِدَةً».

[380] سیدنا معیقیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں کنکر ہٹانے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''اگر تمھیں کرنا ہی ہے تو ایک دفعہ کرلو۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: نماز پڑھنے کی جگہ میں اگر کوئی ایسی چیز پڑی ہو جو نماز میں پریشانی اور پراگندہ خیالی کا باعث بن سکتی ہو تو اسے نماز سے پہلے ہٹا لینا چاہیے، اگر نماز کے اندر کسی ایسی چیز پر نظر پڑے تو اسے بار بار ہٹانے کے بجائے ایک ہی دفعہ ہٹا دینے کی رخصت ہے۔

(المعجم ١٦٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ النَّفْخِ فِي الصَّلَاةِ (التحفة ١٦٤)

باب: 163۔ نماز میں پھونکیں مارنا مکروہ ہے

٣٨٠- أخرجه البخاري، العمل في الصلاة، باب مسح الحصى في الصلاة، ح: ١٢٠٧، ومسلم، ح: ٥٤٦ من حديث يحيى ابن أبي كثير به. *

٣٨١- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ: أَخْبَرَنَا مَيْمُونٌ أَبُو حَمْزَةَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ مَوْلَى طَلْحَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: رَأَى النَّبِيُّ ﷺ غُلَامًا لَنَا يُقَالُ لَهُ أَفْلَحُ إِذَا سَجَدَ نَفَخَ فَقَالَ: «يَا أَفْلَحُ! تَرِّبْ وَجْهَكَ».

[381] سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ہمارے أفلح نامی غلام کو دیکھا کہ جب وہ سجدہ کرتا تو (زمین پر) پھونک مارتا تھا (تاکہ مٹی ہٹ جائے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے أفلح! چہرے کو مٹی لگنے دو۔''

قَالَ أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: [وَ] كَرِهَ عَبَّادُ [بْنُ الْعَوَّامِ] النَّفْخَ فِي الصَّلَاةِ وَقَالَ: إِنْ نَفَخَ لَمْ يَقْطَعْ صَلَاتَهُ. قَالَ أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: وَبِهِ نَأْخُذُ. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَرَوَى بَعْضُهُمْ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ هٰذَا الْحَدِيثَ وَقَالَ مَوْلًى لَنَا يُقَالُ لَهُ: رَبَاحٌ.

احمد بن منیع رحمہ اللہ کہتے ہیں: عباد بن عوام نے نماز میں پھونک مارنے کو مکروہ بتایا ہے، تاہم اگر کوئی پھونک مار دے تو اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔ احمد بن منیع کہتے ہیں: ہمارا بھی یہی موقف ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں: بعض نے ابوحمزہ سے یہ روایت بیان کرتے ہوئے کہا: ہمارا آزاد کردہ غلام، جسے رباح کہا جاتا تھا۔

٣٨٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ مَيْمُونٍ أَبِي حَمْزَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ. وَقَالَ: غُلَامٌ لَنَا يُقَالُ لَهُ: رَبَاحٌ.

[382] احمد بن عبدہ ضبی کی سند سے مذکورہ بالا کی مانند مروی ہے اور کہا: ہمارا رباح نامی غلام۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَحَدِيثُ أُمِّ سَلَمَةَ إِسْنَادُهُ لَيْسَ بِذَاكَ وَمَيْمُونٌ أَبُو حَمْزَةَ قَدْ ضَعَّفَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي النَّفْخِ فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنْ نَفَخَ فِي الصَّلَاةِ اسْتَقْبَلَ الصَّلَاةَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: يُكْرَهُ النَّفْخُ فِي الصَّلَاةِ وَإِنْ نَفَخَ فِي صَلَاتِهِ لَمْ تَفْسُدْ صَلَاتُهُ وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث قابل اعتماد نہیں ہے۔ ابوحمزہ میمون کو بعض اہل علم نے ضعیف قرار دیا ہے اور نماز میں پھونک مارنے کے بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے: بعض کہتے ہیں کہ اگر نماز میں پھونک ماری تو نئے سرے سے نماز کا آغاز کرے۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ اور اہل کوفہ کا یہی موقف ہے۔ اور بعض کہتے ہیں: نماز میں پھونک مارنا مکروہ ہے، تاہم اگر نماز میں پھونک ماردی تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔

٣٨١ـ [ضعيف] أخرجه أحمد: ٦/ ٣٢٣، ح: ٢٧٢٧٠، والحاكم: ١/ ٢٧١ من حديث أبي حمزة به إسناده ضعيف * ميمون أبوحمزة الأعور، القصاب: ضعيف (تقريب)، وتابعه سعيد أبو عثمان الوراق عند أحمد: ٦/ ٣٠١، ح: ٢٧١٠٧، وداود بن أبي هند عند ابن حبان، ح: ٤٨٣، وأبو صالح ضعيف للحديث على الراجح هو مولٰى آل طلحة.

٣٨٢ـ [ضعيف كسابقه] أخرجه أحمد: ٦/ ٣٢٣ من حديث حماد بن زيد به.

(المعجم ۱۶۴) بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنِ الْاِخْتِصَارِ فِي الصَّلَاةِ (التحفة ۱۶۵)

باب:164۔نماز میں کوکھوں پر ہاتھ رکھنا منع ہے

۳۸۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا.

[383] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اس حالت میں نماز پڑھے کہ اس کے ہاتھ کوکھ پر ہوں۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ الْاِخْتِصَارَ فِي الصَّلَاةِ، وَالْاِخْتِصَارُ: أَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ عَلَى خَاصِرَتِهِ فِي الصَّلَاةِ وَكَرِهَ بَعْضُهُمْ أَنْ يَّمْشِيَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا. [أَوْ يَضَعُ يَدَيْهِ جَمِيعًا عَلَى خَاصِرَتَيْهِ]. وَيُرْوٰى أَنَّ إِبْلِيسَ إِذَا مَشٰى يَمْشِي مُخْتَصِرًا.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بھی ہے۔امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔اور بعض اہل علم نے نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا ناپسند کیا ہے۔اور اختصار یہ ہے کہ انسان نماز میں اپنا ہاتھ اپنی کوکھ پر رکھے یا دونوں ہاتھ دونوں کوکھوں پر رکھے اور بعض نے اس حالت میں چلنے کو بھی ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔بیان کیا جاتا ہے کہ ابلیس جب چلتا ہے تو کوکھ پر ہاتھ رکھ کر چلتا ہے۔

فائدہ: اختصار کی تین تفسیریں بیان کی گئی ہیں: * جمہور محدثین اور فقہاء کے نزدیک کوکھ یا پہلو پر ہاتھ رکھنے کا نام "اختصار" ہے۔انداز اور رفتار کی یہ شکل ابلیس کی ہے یا بقول بعض جہنمیوں کی راحت و آرام کا انداز ہے،اس لیے نماز میں اور نماز کے علاوہ دونوں جگہ ناپسندیدہ ہے اور اگر اس حالت و کیفیت کو خشوع و خضوع کے منافی سمجھا جائے تو پھر نماز کے ساتھ خاص ہے۔* اس سے مراد لاٹھی اور عصا کا سہارا لینا ہے۔* سورت کے آخر سے دو یا تین آیات کا پڑھنا مراد ہے یا درمیان سے سجدے والی آیت کو حذف کر دینا ہے۔پہلی تفسیر ہی صحیح ہے۔امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور اوزاعی رحمہم اللہ کے نزدیک یہ مکروہ تحریمی ہے اور اہل ظاہر کے نزدیک حرام ہے۔(نیل الأوطار: 375/2)

(المعجم ۱۶۵) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ كَفِّ الشَّعْرِ فِي الصَّلَاةِ (التحفة ۱۶۶)

باب:165۔نماز میں بال سمیٹنا مکروہ ہے

۳۸۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا عَبْدُ

[384] سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس

۳۸۳۔ أخرجه مسلم، المساجد، باب كراهة الاختصار في الصلاة، ح:٥٤٥ من حديث أبي أسامة حماد بن أسامة، والبخاري، ح:١٢٢٠ من حديث هشام بن حسان به. * وفي الباب عن ابن عمر [أبو داود، ح:٩٠٣].

۳۸٤۔ أخرجه أبو داود، الصلاة، باب الرجل يصلي عاقصًا شعره، ح:٦٤٦ من حديث عبدالرزاق به، وهو في المصنف له، ح:٢٩٩١، وابن جريج صرح بالسماع عنده، وصححه ابن خزيمة، ح:٩١١، وابن حبان، ح:٤٧٤، والحاكم: ١/ ٢٦١، ٢٦٢، والذهبي. * عمران بن موسى حسن الحديث، وثقه الجمهور. * وفي الباب عن أم سلمة [ابن أبي حاتم في العلل/ تحفة الأحوذي: ١/ ٢٩٨]، وعبدالله بن عباس [البخاري، ح:٨١٥، ومسلم، ح: ٤٩٠ و٤٩٢/ ٢٣٢].

الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ مُوسٰى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ أَنَّهُ مَرَّ بِالْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَهُوَ يُصَلِّي وَقَدْ عَقَصَ ضَفْرَتَهُ فِي قَفَاهُ فَحَلَّهَا، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ الْحَسَنُ مُغْضَبًا، فَقَالَ: أَقْبِلْ عَلٰى صَلَاتِكَ وَلَا تَغْضَبْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «ذٰلِكَ كِفْلُ الشَّيْطَانِ».

سے گزرے جبکہ وہ اس حال میں نماز پڑھ رہے تھے کہ انھوں نے اپنے بال اپنی گدی پر باندھ رکھے تھے، تو ابورافع رضی اللہ عنہ نے انھیں کھول دیا۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے ان کو غصے سے دیکھا تو ابورافع رضی اللہ عنہ نے کہا: اپنی نماز کی طرف توجہ رکھو اور ناراض نہ ہو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ''یہ شیطان کا حصہ ہے (اس کے بیٹھنے کی جگہ ہے)۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي رَافِعٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ كَرِهُوا أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ وَهُوَ مَعْقُوصٌ شَعْرُهُ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَعِمْرَانُ بْنُ مُوسٰى هُوَ الْقُرَشِيُّ الْمَكِّيُّ وَهُوَ أَخُو أَيُّوبَ ابْنِ مُوسٰى.

اس مسئلے میں سیدہ ام سلمہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایات بھی آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ وہ اس بات کو مکروہ جانتے ہیں کہ مرد اپنے بال باندھ (سمیٹ) کر نماز پڑھے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عمران بن موسیٰ قرشی مکی ہے اور ایوب بن موسیٰ کا بھائی ہے۔

فائدہ: سنن ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ یوں ہیں: رسول اللہ ﷺ نے بال باندھے ہوئے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابن ماجه، حديث: 1042) اس سے معلوم ہوا کہ ایسا کرنا حرام ہے کیونکہ جس کام سے منع کیا جائے وہ کام کرنا حرام ہوتا ہے اور کوئی دوسری دلیل بھی ایسی نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ ایسا کرنا جائز ہے۔ علامہ عراقی کا موقف ہے کہ اس کا تعلق صرف مردوں سے ہے، عورت اپنے بال گوندھے گی کیونکہ وہ اس کے ستر میں داخل ہیں جن کا چھپانا ضروری ہے۔ ان کے لیے تو فرض غسل میں بھی بال کھولنا ضروری قرار نہیں دیا گیا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے لیے بال گوندھنا جائز ہے اور ہر نماز کے لیے ان کو کھولنا مشقت و تکلیف کا سبب ہے۔ (نيل الأوطار: 379/2)

(المعجم ١٦٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّخَشُّعِ فِي الصَّلَاةِ (التحفة ١٦٧)

باب: 166۔ نماز میں خشوع وخضوع کا بیان

٣٨٥- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي أَنَسٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ نَافِعٍ

[385] سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نماز دو دو رکعت ہے۔ اور ہر دو رکعت میں تشہد ہے اور یہ کہ تم عجز و نیاز اختیار کرو، گڑگڑاؤ، بے

٣٨٥- [ضعيف] أخرجه النسائي في السنن الكبرى، ح: ٦١٥ عن سويد بن نصر به، وأعله ابن خزيمة، ح: ١٢١٣ * عبد الله ابن نافع بن العمياء مجهول (تقريب)، وحديث شعبة أخرجه [أبو داود، ح: ١٢٩٦].

ابْنِ الْعَمْيَاءِ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الصَّلَاةُ مَثْنٰى مَثْنٰى، تَشَهُّدٌ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ، وَتَخَشُّعٌ وَتَضَرُّعٌ وَتَمَسْكُنٌ [وَتَذَرُّعٌ] وَتُقْنِعُ يَدَيْكَ - يَقُولُ: تَرْفَعُهُمَا - إِلٰى رَبِّكَ مُسْتَقْبِلًا بِبُطُونِهِمَا وَجْهَكَ، وَتَقُولُ: يَا رَبِّ! يَا رَبِّ! وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَهُوَ كَذَا وَكَذَا».

چارگی اور عاجزی اختیار کرو، بازو اٹھاؤ اور اپنے ہاتھ بلند کرو، یعنی اپنے رب کے سامنے ہاتھ اٹھاؤ اوران کا اندرونی حصہ منہ کے سامنے رکھو اور عرض کرو، اے میرے آقا! اے میرے مالک! اور جس نے یہ طرزِ عمل نہ اپنایا تو وہ ایسا ویسا ہے۔“

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَقَالَ غَيْرُ ابْنِ الْمُبَارَكِ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ: مَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَهُوَ خِدَاجٌ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ يَقُولُ: رَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ فَأَخْطَأَ فِي مَوَاضِعَ فَقَالَ: عَنْ أَنَسِ بْنِ أَبِي أَنَسٍ: وَهُوَ عِمْرَانُ بْنُ أَبِي أَنَسٍ. وَقَالَ: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ: وَإِنَّمَا هُوَ عَبْدُ اللهِ بْنُ نَافِعِ بْنِ الْعَمْيَاءِ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَقَالَ شُعْبَةُ: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ الْمُطَّلِبِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: وَإِنَّمَا هُوَ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ مُحَمَّدٌ: وَحَدِيثُ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ [هُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ يَعْنِي] أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ شُعْبَةَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں: عبداللہ بن مبارک کے علاوہ دوسرے راوی نے اس حدیث میں کہا: ”جس نے نماز میں ایسا نہ کیا وہ نماز ناقص اور نامکمل ہے۔“ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد بن اسماعیل، یعنی امام بخاری رحمہ اللہ کو یہ فرماتے سنا کہ شعبہ نے یہ روایت عبدربہ بن سعید سے روایت کی ہے اور اس میں کئی جگہ غلطی کی ہے: عمران بن ابی انس کی جگہ انس بن ابی انس کہا، عبداللہ بن نافع بن عمیاء کو عبداللہ بن حارث بنا ڈالا۔ اور ربیعہ بن حارث کی جگہ عبداللہ بن حارث کہا اور فضل بن عباس کی جگہ عن المطلب عن النبی کہا، حالانکہ ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب عن الفضل بن عباس عن النبی ﷺ ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں: لیث بن سعد کی حدیث صحیح، یعنی شعبہ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

لغوی تشریح: [تَخَشُّع] اور [تَضَرُّع] وغیرہ بعض اہلِ علم کے نزدیک مصدر کے صیغے ہیں جبکہ علامہ عراقی کے نزدیک فعل مضارع ہیں جن سے ایک تاء محذوف ہے۔ [تَخَشُّع] بدن، یعنی آواز، آنکھ اور دل کا جھک جانا اور عجز وانکسار اختیار کرنا۔ [تَضَرُّع] گڑگڑانا، اصرار کے ساتھ مانگنا۔ [تَمَسْكُن] مسکینی و بیچارگی کا اظہار کرنا۔ [تَذَرُّع] اپنے بازو بلند کرنا۔ [تُقْنِعُ] ہاتھ اٹھانا۔ ان تمام افعال سے اصل مقصود انتہائی تواضع وانکسار کے ساتھ، الحاح و عاجزی اور اصرار کرتے ہوئے دعا مانگنا ہے۔

(المعجم ١٦٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ التَّشْبِيكِ بَيْنَ الْأَصَابِعِ فِي الصَّلَاةِ (التحفة ١٦٨)

باب: 167۔ نماز میں تشبیک (انگلیاں، انگلیوں میں ڈالنا) مکروہ ہے

٣٨٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يُشَبِّكَنَّ بَيْنَ أَصَابِعِهِ فَإِنَّهُ فِي صَلَاةٍ».

[386] سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی اچھی طرح وضو کرکے مسجد کی طرف جانے کے ارادے سے نکلے، تو وہ اپنی انگلیاں، انگلیوں میں داخل نہ کرے کیونکہ وہ (حکماً) نماز میں ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ مِثْلَ حَدِيثِ اللَّيْثِ، وَرَوَى شَرِيكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيثِ. وَحَدِيثُ شَرِيكٍ غَيْرُ مَحْفُوظٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو کئی راویوں نے بواسطہ ابن عجلان لیث کی حدیث کی طرح بیان کیا ہے اور شریک نے یہی روایت محمد بن عجلان کی سند سے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی ہے مگر شریک کی یہ روایت غیر محفوظ ہے۔

فائدہ: نماز کے لیے دل جمعی اور حضور قلب کی ضرورت ہے اور بلاضرورت ہاتھ کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈالنا فضول اور بے فائدہ کام ہے، اس لیے دوران نماز میں ممنوع ہے اور نمازی جب نماز کے لیے جارہا ہو یا نماز کے انتظار میں بیٹھا ہو تو چونکہ وہ حکماً نماز کی حالت میں ہے، اس لیے یہ حرکت پسندیدہ نہیں ہے لیکن کسی غرض کے لیے نماز سے باہر تشبیک جائز ہے جیسا کہ بعض مواقع پر نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے اتحاد و اتفاق کی برکت اور مسلمانوں کے باہمی ربط کو بطور تمثیل تشبیک کے ذریعے سے واضح فرمایا۔ (صحیح البخاري، الصلاة، حدیث: 481) لیکن نماز کی حالت میں کسی صورت میں بھی یہ درست نہیں، اس پر علماء کا اتفاق ہے۔

(المعجم ١٦٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي طُولِ الْقِيَامِ فِي الصَّلَاةِ (التحفة ١٦٩)

باب: 168۔ نماز میں لمبا قیام کرنا

٣٨٧- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَيُّ الصَّلَاةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «طُولُ الْقُنُوتِ».

[387] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سی نماز افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''طویل قیام۔''

٣٨٦- [حسن بالشواهد والمتابعات] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب مايكره في الصلاة، ح: ٩٦٧ من حديث ابن عجلان به، وصرح بالسماع عند الطبراني في الكبير في رواية سفيان الثوري، وله طريق آخر عند أبي داود، ح: ٥٦٢، ※ رجل: هو أبوثمامة الحناط، ومن طريقه رواه أبو داود، ح: ٥٦٢ وغيره، وإسناده حسن، وصححه ابن خزيمة، ح: ٤٤١، وابن حبان، ح: ٣١٦.

٣٨٧- أخرجه الحميدي، ح: ١٢٧٦ عن سفيان بن عيينة، ومسلم، ح: ٧٥٦ من حديث أبي الزبير به. ※ وفي الباب عن عبدالله ابن حبشي [أبو داود، ح: ١٣٢٥، ١٤٤٩] وأنس بن مالك [البزار (كشف): ١/ ١٧٧، ١٧٨، ح: ٣٥١].

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُبْشِيٍّ وَأَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ [عَنِ النَّبِيِّ ﷺ]. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ جَابِرِ [بْنِ عَبْدِ اللهِ] حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ.

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن حبشی اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور کئی سندوں سے منقول ہے۔

فائدہ: قنوت کا لفظ مختلف معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے، مثلاً: اطاعت، خشوع، نماز، عبادت، دعا، قیام، لمبا قیام اور سکوت۔ موقع ومحل کی مناسبت سے معنی مراد ہوتے ہیں۔ یہاں جمہور کے نزدیک اس کے معنی قیام کے ہیں اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہی معنی مراد لیے ہیں کیونکہ عبداللہ بن حبشی رضی اللہ عنہ کی روایت میں طول القیام کا لفظ ہے۔

(المعجم ١٦٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَثْرَةِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ [وَفَضْلِهِ] (التحفة ١٧٠)

باب: 169۔ رکوع اور سجدے زیادہ کرنے کی فضیلت

٣٨٨۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ: [حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ: وَحَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ رَجَاءٌ قَالَ:] حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي الْوَلِيدُ بْنُ هِشَامٍ الْمُعَيْطِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي مَعْدَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْيَعْمَرِيُّ قَالَ: لَقِيتُ ثَوْبَانَ مَوْلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ لَهُ: دُلَّنِي عَلٰى عَمَلٍ يَنْفَعُنِي اللهُ بِهِ وَيُدْخِلُنِيَ اللهُ الْجَنَّةَ؟ فَسَكَتَ عَنِّي مَلِيًّا، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيَّ فَقَالَ: عَلَيْكَ بِالسُّجُودِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْجُدُ لِلّٰهِ سَجْدَةً إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ بِهَا دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةً».

[388] معدان بن طلحہ یعمری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے ملا تو ان سے عرض کی کہ مجھے ایسا عمل بتائیے جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع پہنچائے اور اس کے ذریعے سے مجھے جنت میں داخل فرما دے۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہے، پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا: سجدوں کو لازم پکڑو، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ''جو بندہ اللہ کی رضا کے لیے ایک سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور اس کا ایک گناہ معاف کر دیتا ہے۔''

٣٨٩۔ قَالَ مَعْدَانُ [بْنُ طَلْحَةَ]: فَلَقِيتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ فَسَأَلْتُهُ عَمَّا سَأَلْتُ عَنْهُ ثَوْبَانَ فَقَالَ: عَلَيْكَ بِالسُّجُودِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْجُدُ لِلّٰهِ سَجْدَةً إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ بِهَا دَرَجَةً،

[389] معدان بن طلحہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ پھر میری ملاقات سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو میں نے ان سے بھی وہی سوال کیا جو سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے کیا تھا، انھوں نے کہا: سجدوں کی پابندی کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ

٣٨٨۔ أخرجه مسلم، الصلاة، باب فضل السجود والحث عليه، ح: ٤٨٨ من حديث الوليد بن مسلم به.
٣٨٩۔ أخرجه مسلم (انظر الحديث السابق) مختصرًا، وابن ماجه، ح: ١٤٢٣ من حديث معدان به. * وفي الباب عن أبي هريرة [مسلم، ح: ٤٨٢]، وأبي أمامة [انظر الحديث الآتي: ٢٩١١]، وأبي فاطمة [ابن ماجه، ح: ١٤٢٢].

وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةً».

فرماتے سنا ہے: ''جو بندہ اللہ کے لیے ایک سجدہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ایک گناہ معاف کر دیتا ہے۔''

[قَالَ: مَعْدَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْيَعْمَرِيُّ وَيُقَالُ: ابْنُ أَبِي طَلْحَةَ]. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، [وَأَبِي أُمَامَةَ،] وَأَبِي فَاطِمَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ثَوْبَانَ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ فِي كَثْرَةِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي هٰذَا [الْبَابِ]، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: طُولُ الْقِيَامِ فِي الصَّلَاةِ أَفْضَلُ مِنْ كَثْرَةِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: كَثْرَةُ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ أَفْضَلُ مِنْ طُولِ الْقِيَامِ. وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: قَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي هٰذَا حَدِيثَانِ، وَلَمْ يَقْضِ فِيهِ بِشَيْءٍ. وَقَالَ إِسْحَاقُ: أَمَّا بِالنَّهَارِ فَكَثْرَةُ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، وَأَمَّا بِاللَّيْلِ فَطُولُ الْقِيَامِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ لَهُ جُزْءٌ بِاللَّيْلِ يَأْتِي عَلَيْهِ، فَكَثْرَةُ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ فِي هٰذَا أَحَبُّ إِلَيَّ لِأَنَّهُ يَأْتِي عَلٰى جُزْئِهِ وَقَدْ رَبِحَ كَثْرَةَ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَإِنَّمَا قَالَ إِسْحَاقُ هٰذَا لِأَنَّهُ كَذَا وُصِفَ صَلَاةُ النَّبِيِّ ﷺ بِاللَّيْلِ، وَوُصِفَ طُولُ الْقِيَامِ. وَأَمَّا بِالنَّهَارِ فَلَمْ يُوصَفْ مِنْ صَلَاتِهِ مِنْ طُولِ الْقِيَامِ مَا وُصِفَ بِاللَّيْلِ.

معدان بن طلحہ یعمری کو ابن ابی طلحہ بھی کہا جاتا ہے۔ اور اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ، ابوامامہ اور ابوفاطمہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رکوع اور سجود کی کثرت کے بارے میں ثوبان اور ابودرداء رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اس مسئلے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں: نماز میں لمبا قیام، رکوع و سجود کی کثرت سے افضل ہے اور بعض کہتے ہیں کہ رکوع اور سجدوں کی کثرت لمبے قیام سے افضل ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سلسلے میں نبی ﷺ سے دونوں قسم کی احادیث مروی ہیں اور انھوں نے (توقف اختیار کیا ہے) اس بارے میں فیصلہ نہیں کیا۔ امام اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں: دن کے وقت رکوع اور سجدوں کی کثرت افضل ہے اور رات کو لمبا قیام، الا یہ کہ کسی نے رات کو اپنا ایک وظیفہ طے کیا ہو جس کی وہ پابندی کرتا ہو تو پھر اس صورت میں میرے نزدیک رکوع اور سجود کی کثرت محبوب ہے کیونکہ وہ اپنے وظیفے کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ رکوع اور سجود کی کثرت سے بھی فائدہ اٹھا لیتا ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام اسحاق رحمہ اللہ نے یہ بات اس لیے کہی ہے کیونکہ نبی ﷺ کی رات کی نماز کی یہی کیفیت بیان کی گئی ہے اور اس کے ساتھ لمبا قیام بھی تھا۔ اور آپ ﷺ کی دن کی نماز میں قیام کی وہ طوالت اور لمبائی بیان نہیں کی گئی جو رات کی نماز میں بیان کی گئی ہے۔

فائدہ: امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کا مُفتٰی بہ قول (جس قول کے مطابق ان کا فتویٰ ہے) یہ ہے کہ رکعات کی کثرت کے مقابلے میں قیام کی طوالت اور لمبائی افضل ہے کیونکہ سیدنا ثوبان اور ابو درداء رضی اللہ عنہما کی روایت میں [عَلَيْكَ بِالسُّجُود]

(سجدوں کا التزام کرو) کے معنی بظاہر نماز ہیں، سجدہ نہیں۔ امام محمد کے نزدیک رکعات کی کثرت افضل ہے۔ امام اسحاق اور ابو یوسف کے نزدیک دن میں رکعات کی کثرت افضل ہے اور رات کو قیام کی لمبائی۔ اور یہ انداز رسول اللہ ﷺ کے طرز عمل کے مطابق ہے۔ لیکن اگر کسی آدمی نے رات کو اپنا وظیفہ مقرر کیا ہو (مخصوص قراءت وتلاوت) تو پھر رکعات کی کثرت افضل ہے تاکہ اس کا وظیفہ بھی ادا ہو جائے اور کثرتِ رکوع وسجود کا ثواب بھی مل جائے۔ اس طرح اپنے اپنے حالات اور طریقے کے مطابق کسی کے لیے ایک چیز افضل ہے اور کسی کے لیے دوسری چیز۔

(المعجم ١٧٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي قَتْلِ الْأَسْوَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ (التحفة ١٧١)

باب: 170۔ دو سیاہ جانوروں (سانپ اور بچھو) کو نماز کے دوران میں بھی قتل کر دینا چاہیے

٣٩٠ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ [وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ] عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ ضَمْضَمِ بْنِ جَوْسٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِقَتْلِ الْأَسْوَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ: الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ.

[390] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو سیاہ جانوروں (سانپ اور بچھو) کو نماز کے دوران میں (بھی) قتل کر دینے کا حکم دیا ہے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي رَافِعٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. وَكَرِهَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ قَتْلَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ فِي الصَّلَاةِ [وَ] قَالَ إِبْرَاهِيمُ: إِنَّ فِي الصَّلَاةِ لَشُغْلًا. وَالْقَوْلُ الْأَوَّلُ أَصَحُّ.

اور اس بارے میں سیدنا ابن عباس اور ابو رافع رضی اللہ عنہم سے احادیث آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام اور دوسرے لوگوں کا اسی پر عمل ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم نے نماز میں سانپ اور بچھو کا قتل مکروہ سمجھا ہے۔ ابراہیم کہتے ہیں: نماز میں ایک قسم کی مشغولیت ہوتی ہے لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے۔

فوائد ومسائل: ① نماز کی مشغولیت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ انسان پوری توجہ اور اہتمام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور یہ تبھی ممکن ہے جب اس کی توجہ اور اہتمام کو خراب کرنے والی کوئی چیز پیش نہ آئے۔ نماز میں سانپ یا بچھو کا سامنے آنا اس کی توجہ میں خلل اور خرابی کا باعث بنتا ہے، اس لیے پوری دلجمعی اور توجہ کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ اس میں خلل ڈالنے والی چیز سے نجات حاصل کی جائے، لہٰذا شریعت نے ان کو قتل کرنے کی رخصت دی ہے۔ جمہور ائمہ کا موقف اس کے مطابق ہے۔ ② سانپ اور بچھو کی انسان کے ساتھ ازلی وفطری دشمنی ہے، اس لیے شریعت نے کسی موقع پر انھیں چھوڑنے کی

٣٩٠ـ أخرجه أبو داود، الصلاة، باب العمل في الصلاة، ح: ٩٢١ من حديث علي بن المبارك به، وصححه ابن خزيمة، ح: ٨٦٩، وابن حبان، ح: ٥٢٨، والحاكم: ١/ ٢٥٦ والذهبي. * يحيى بن أبي كثير صرح بالسماع عند أحمد: ٢/ ٤٧٣.

اجازت نہیں دی، نیز صاحب ایمان کو کسی طرح بھی بزدل نہیں ہونا چاہیے اور سانپوں کے بدلہ لینے کا وہم پالنا بھی غلط ہے۔ نماز میں مشغولیت کا عذر، فرمانِ رسول ﷺ کے بعد کوئی معنی نہیں رکھتا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (سنن أبي داود، الأدب، حديث: 5261،5248)

(المعجم ١٧١) بَابُ مَا جَاءَ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ قَبْلَ السَّلَامِ (التحفة ١٧٢)

باب: 171۔ سلام پھیرنے سے پہلے سجدۂ سہو کرنا

٣٩١۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ الْأَسَدِيِّ حَلِيفِ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَامَ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ وَعَلَيْهِ جُلُوسٌ، فَلَمَّا أَتَمَّ صَلَاتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ سَجْدَةٍ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ، وَسَجَدَهُمَا النَّاسُ مَعَهُ مَكَانَ مَا نَسِيَ مِنَ الْجُلُوسِ.

[391] سیدنا عبداللہ ابن بُحینہ اسدی رضی اللہ عنہ سے، جو بنو عبدالمطلب کے حلیف تھے، روایت ہے کہ نبی ﷺ نمازِ ظہر میں کھڑے ہو گئے جبکہ انھیں (تشہد اول میں) بیٹھنا تھا۔ پھر جب آپ ﷺ نے اپنی نماز پوری کر لی تو آپ نے دو سجدے کیے اور ہر سجدے کے ساتھ تکبیر کہی جبکہ آپ (ابھی) سلام پھیرنے سے پہلے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ لوگوں نے بھی دو سجدے کیے اور یہ اس بیٹھنے کے بدلے میں تھے جو آپ ﷺ بھول گئے تھے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى وَأَبُو دَاوُدَ قَالَا: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ وَ[عَبْدَاللهِ بْنَ] السَّائِبِ الْقَارِىءَ كَانَا يَسْجُدَانِ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ قَبْلَ التَّسْلِيمِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ بُحَيْنَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ]، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ يَرَى سُجُودَ السَّهْوِ كُلَّهُ قَبْلَ السَّلَامِ وَيَقُولُ: هٰذَا النَّاسِخُ لِغَيْرِهِ مِنَ الْأَحَادِيثِ، وَيَذْكُرُ أَنَّ آخِرَ فِعْلِ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ عَلٰى

اس مسئلے میں سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اپنے استاد محمد بن بشار رحمہ اللہ کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوہریرہ اور سیدنا عبداللہ بن سائب قاری رضی اللہ عنہما سہو کے سجدے سلام پھیرنے سے پہلے کیا کرتے تھے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن بُحینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور بعض اہل علم کا عمل اسی کے مطابق ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول یہی ہے کہ سہو (بھول) کے تمام سجدے سلام پھیرنے سے پہلے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: یہ حدیث دوسری احادیث کی ناسخ ہے۔ وہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ کا آخری عمل اسی کے مطابق

٣٩١۔ أخرجه البخاري، السهو، باب: يكبر في سجدتي السهو، ح: ١٢٣٠، ومسلم، ح: ٥٧٠ عن قتيبة به. ✽ وفي الباب عن عبدالرحمن بن عوف [يأتي: ٣٩٨]. ✽ أثر هشام الدستوائي عن يحيى عن محمد بن إبراهيم بن الحارث التيمي، إسناده ضعيف، يحيى بن أبي كثير مدلس، وعنعن.

هٰذَا. وَقَالَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ: إِذَا قَامَ الرَّجُلُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ فَإِنَّهُ يَسْجُدُ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ قَبْلَ السَّلَامِ عَلٰى حَدِيثِ ابْنِ بُحَيْنَةَ. وَعَبْدُ اللهِ ابْنُ بُحَيْنَةَ هُوَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَالِكٍ [وَهُوَ] ابْنُ بُحَيْنَةَ، مَالِكٌ أَبُوهُ وَبُحَيْنَةُ أُمُّهُ. هٰكَذَا أَخْبَرَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ عَلِيِّ [بْنِ عَبْدِ اللهِ] بْنِ الْمَدِينِيِّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ مَتٰى يَسْجُدُهُمَا الرَّجُلُ قَبْلَ السَّلَامِ أَوْ بَعْدَهُ؟ فَرَأٰى بَعْضُهُمْ أَنْ يَسْجُدَهُمَا بَعْدَ السَّلَامِ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: يَسْجُدُهُمَا قَبْلَ السَّلَامِ، وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ الْفُقَهَاءِ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، مِثْلِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ وَرَبِيعَةَ وَغَيْرِهِمَا، وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِذَا كَانَتْ زِيَادَةً فِي الصَّلَاةِ فَبَعْدَ السَّلَامِ، وَإِذَا كَانَ نُقْصَانًا فَقَبْلَ السَّلَامِ، وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ. وَقَالَ أَحْمَدُ: مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ فَيُسْتَعْمَلُ كُلٌّ عَلٰى جِهَتِهِ، يَرٰى إِذَا قَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ عَلٰى حَدِيثِ ابْنِ بُحَيْنَةَ فَإِنَّهُ يَسْجُدُهُمَا قَبْلَ السَّلَامِ، وَإِذَا صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا فَإِنَّهُ يَسْجُدُهُمَا بَعْدَ السَّلَامِ وَإِذَا سَلَّمَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَإِنَّهُ يَسْجُدُهُمَا بَعْدَ السَّلَامِ، وَكُلٌّ يُسْتَعْمَلُ عَلٰى جِهَتِهِ وَكُلُّ سَهْوٍ لَيْسَ فِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ذِكْرٌ فَإِنَّ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ فِيهِ قَبْلَ السَّلَامِ. وَقَالَ إِسْحَاقُ نَحْوَ قَوْلِ أَحْمَدَ فِي هٰذَا كُلِّهِ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: كُلُّ سَهْوٍ لَيْسَ فِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ذِكْرٌ، فَإِنْ كَانَتْ زِيَادَةً فِي الصَّلَاةِ يَسْجُدُهُمَا بَعْدَ السَّلَامِ وَإِنْ كَانَ نُقْصَانًا يَسْجُدُهُمَا قَبْلَ السَّلَامِ.

تھا۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کہتے ہیں: جب امام دو رکعت کے بعد کھڑا ہو جائے تو وہ ابن بُحینہ کی حدیث کے مطابق سجدۂ سہو سلام پھیرنے سے پہلے کرے۔ عبداللہ ابن بُحینہ سے مراد عبداللہ بن مالک ہیں اور یہی ابن بُحینہ ہیں۔ مالک ان کے باپ اور بُحینہ ان کی ماں کا نام ہے۔ اسحاق بن منصور نے علی بن عبداللہ بن المدینی سے یوں ہی مجھے بتایا۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل علم کا سجودِ سہو کے بارے میں اختلاف ہے کہ انسان انھیں کب کرے۔ سلام سے پہلے یا بعد میں۔ بعض کا خیال ہے وہ سجود سہو سلام کے بعد کرے۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی موقف ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ سلام سے پہلے کرے۔ اہل مدینہ کے اکثر فقہاء کا یہی قول ہے، مثلاً: یحییٰ بن سعید، ربیعہ اور ان کے علاوہ امام شافعی رحمہ اللہ بھی یہی کہتے ہیں۔ اور بعض کا خیال ہے کہ اگر نماز میں اضافہ ہوا ہو تو سلام کے بعد کرے اور کمی واقع ہوئی ہو تو سلام سے پہلے کرے۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سجدۂ سہو کے بارے میں جس طرح روایات نبی ﷺ سے مروی ہیں، ان پر اسی کے مطابق عمل ہو۔ جب امام دو رکعت سے اٹھ کھڑا ہو تو ابن بُحینہ کی حدیث کے مطابق سجدے سلام سے پہلے ہوں۔ اور اگر ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھ لے تو سلام کے بعد سجدے کرے۔ اور اگر ظہر یا عصر کی دوسری رکعت کے بعد سلام پھیر دے تو سلام کے بعد سجدے کرے۔ ہر حدیث پر اسی کے مطابق عمل کرے۔ اور اگر بھول کسی ایسی صورت میں ہوئی ہو جہاں نبی ﷺ سے کوئی طریقہ منقول نہیں ہے تو پھر سہو کے سجدے سلام سے پہلے کرے۔ اور امام اسحاق رحمہ اللہ کا قول امام احمد رحمہ اللہ کے قول سے ملتا جلتا ہے مگر آخری صورت میں وہ کہتے ہیں

کہ جس سہو میں نبی ﷺ سے کوئی طریقہ منقول نہ ہو تو پھر نماز میں اضافے کی صورت میں سجدے سلام کے بعد کرے اور اگر کمی واقع ہوئی ہو تو سجدے سلام سے پہلے کرے۔

فوائد و مسائل: ① نبی اکرم ﷺ کے بھول جانے کی درج ذیل صورتیں ہیں: ⊙ چار رکعت والی نماز میں پہلا تشہد کیے بغیر تیسری رکعت کے لیے اٹھ بیٹھے۔ ⊙ چار رکعت والی نماز میں دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیا۔ ⊙ پانچ رکعات پڑھا کر سلام پھیرا۔ ⊙ تیسری رکعت کے بعد سلام پھیرا۔ صحیح بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دوسری رکعت کے بعد سلام پھیرا ہے تیسری رکعت کے لیے اٹھنا تھا، اس لیے اسے تیسری رکعت میں سلام پھیرنے سے تعبیر کیا گیا۔ ② سجود سہو کے سلام سے پہلے یا بعد میں ہونے کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے ائمہ اربعہ کے مذاہب کی مکمل تفصیل دے دی ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ نے آٹھ اقوال بیان کیے ہیں اور اپنا موقف یہ بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ سے جو صورتیں ثابت ہیں ان کے مطابق عمل ہو، اگر کوئی نئی صورت پیش آ جائے تو پھر اختیار ہے، پہلے کرے یا بعد میں۔ یہی صورت بہتر محسوس ہوتی ہے۔ اس طرح ساری حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے۔ (نیل الأوطار: 128,126/3)

(المعجم ١٧٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ بَعْدَ السَّلَامِ وَالْكَلَامِ (التحفة ١٧٢)

باب: 172۔ سجود سہو سلام اور کلام کے بعد کرنا

٣٩٢- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُودٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا فَقِيلَ لَهُ: أَزِيدَ فِي الصَّلَاةِ أَمْ نَسِيتَ؟ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ.

[392] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ظہر کی پانچ رکعات پڑھیں تو آپ سے پوچھا گیا: کیا نماز میں اضافہ ہو گیا ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کیے۔

قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٣٩٣- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَجَدَ سَجْدَتَيِ

[393] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سہو کے دو سجدے گفتگو کے بعد کیے۔

٣٩٢ـ أخرجه البخاري، السهو، باب: إذا صلى خمسًا، ح: ١٢٢٦، ومسلم، ح: ٥٧٢/ ٩١ من حديث شعبة به.

٣٩٣ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب السهو في الصلاة والسجود له، ح: ٥٧٢/ ٩٥ من حديث أبي معاوية الضرير، والبخاري، ح: ٤٠١ من حديث إبراهيم النخعي به. * وفي الباب عن معاوية [أبو داود، ح: ١٠٢٣]، وعبدالله بن جعفر [أبو داود، ح: ١٠٣٣]، وأبي هريرة [يأتي: ٣٩٤].

السَّهْوِ بَعْدَ الْكَلَامِ.

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ مُعَاوِيَةَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ.

اس مسئلے میں سیدنا معاویہ، عبداللہ بن جعفر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔

٣٩٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَجَدَهُمَا بَعْدَ السَّلَامِ.

[394] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سجودِ سہو سلام کے بعد کیے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوَاهُ أَيُّوبُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ. وَحَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوا: إِذَا صَلَّى الرَّجُلُ الظُّهْرَ خَمْسًا فَصَلَاتُهُ جَائِزَةٌ وَسَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ، وَإِنْ لَمْ يَجْلِسْ فِي الرَّابِعَةِ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِذَا صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا وَلَمْ يَقْعُدْ فِي الرَّابِعَةِ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ فَسَدَتْ صَلَاتُهُ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَبَعْضِ أَهْلِ الْكُوفَةِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابن سیرین رحمہ اللہ سے یہ روایت ایوب اور دوسرے کئی ایک راویوں نے بیان کی ہے۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور بعض اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ وہ کہتے ہیں: اگر انسان ظہر کی نماز پانچ رکعات پڑھ لے تو اس کی نماز ہوجائے گی اور وہ سہو کے دو سجدے کرے اگرچہ وہ چوتھی رکعت کے بعد نہ بیٹھا ہو۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ بعض کہتے ہیں: جب ظہر کی رکعات پانچ پڑھ لے اور چوتھی کے بعد بقدر تشہد نہ بیٹھا ہو تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا قول یہی ہے۔

فوائد و مسائل: ① ائمۂ حجاز کے نزدیک اس حدیث کے مطابق اگر نمازی بھول کر پانچ رکعت پڑھ لے جبکہ وہ چوتھی رکعت کے بعد بیٹھا نہ ہو تو نماز ہوجائے گی۔ رہا یہ اعتراض کہ چوتھی رکعت پر قعدہ فرض ہے، اس لیے یہ فرض نماز نہیں ہوگی، محض ایک فقہی موشگافی ہے۔ صحیح حدیث کی موجودگی میں اس نماز کو فاسد کہنا غلط ہے۔ مزید برآں پانچ رکعات پڑھنے والا، اپنی دانست کے مطابق چوتھی ہی پر بیٹھا ہے اور اس نے قعدہ کرلیا ہے اور اس حدیث کی یہ تاویل کرنا کہ آپ چوتھی رکعت کے بعد بقدر تشہد بیٹھ گئے تھے، یہ محض سینہ زوری ہے جبکہ ایک حدیث میں یہ بات صراحتاً موجود ہے کہ آپ بیٹھے نہیں تھے۔ (عمدة القاري: 640,639/5) حنفیہ کے نزدیک اگر بقدر تشہد نہیں بیٹھا اور اٹھ کھڑا ہوا تو پھر نماز باطل ہوجائے گی۔ ② سجدۂ سہو سلام سے پہلے کرنا ہے یا سلام پھیرنے کے بعد، یہ مسئلہ اختلافی ہے اور اس کی تفصیل گزر چکی ہے لیکن ایک طرف سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرنا جیسا کہ احناف کا عمل ہے، کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

٣٩٤- أخرجه البخاري، السهو، باب: يكبر في سجدتي السهو، ح: ١٢٢٩، ومسلم، ح: ٥٧٣ من حديث محمد بن سيرين به، ويأتي: ٣٩٩.

(المعجم ١٧٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّشَهُّدِ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ (التحفة ١٧٣)

باب: 173۔ سہو کے دو سجدوں کے لیے تشہد کا بیان

٣٩٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى [النَّيْسَابُورِيُّ]: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَشْعَثُ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِهِمْ فَسَهَا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ تَشَهَّدَ ثُمَّ سَلَّمَ.

[395] سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے انھیں نماز پڑھائی تو آپ بھول گئے پھر آپ نے دو سجدے کیے، پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیرا۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ [صَحِيحٌ]. وَرَوٰى [مُحَمَّدُ] بْنُ سِيرِينَ عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ وَهُوَ عَمُّ أَبِي قِلَابَةَ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيثِ. وَرَوٰى مُحَمَّدٌ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ. وَأَبُو الْمُهَلَّبِ اسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَمْرٍو وَيُقَالُ أَيْضًا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو. وَقَدْ رَوٰى عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ وَهُشَيْمٌ وَغَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ بِطُولِهِ، وَهُوَ حَدِيثُ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَلَّمَ فِي ثَلَاثِ رَكَعَاتٍ مِّنَ الْعَصْرِ فَقَامَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ الْخِرْبَاقُ. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي التَّشَهُّدِ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: يَتَشَهَّدُ فِيهِمَا وَيُسَلِّمُ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَيْسَ فِيهِمَا تَشَهُّدٌ وَتَسْلِيمٌ وَإِذَا سَجَدَهُمَا قَبْلَ التَّسْلِيمِ لَمْ يَتَشَهَّدْ. وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ قَالَا: إِذَا سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ قَبْلَ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے ابومہلب سے، جو ابوقلابہ کے چچا ہیں، اس کے علاوہ دوسری حدیث بیان کی ہے۔ لیکن محمد (بن سیرین) نے یہ حدیث بواسطہ خالد حذاء عن ابی قلابہ عن ابی المہلب بیان کی ہے، یعنی درمیان میں دو واسطے ہیں۔ اور ابوالمہلب کا نام عبدالرحمن بن عمرو ہے اور اسے معاویہ بن عمرو بھی کہا جاتا ہے۔ عبدالوہاب ثقفی، ہشیم اور بہت سے دوسرے راویوں نے یہ حدیث کامل طور پر خالد حذاء کے واسطے سے بیان کی ہے اور یہ عمران بن حصین کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے عصر کی تیسری رکعت پر سلام پھیر دیا تو خرباق نامی ایک آدمی کھڑا ہوا۔ اہل علم کا سجدۂ سہو کے تشہد کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں: ان کے لیے تشہد پڑھ کر سلام پھیرے۔ بعض کہتے ہیں: ان کے لیے تشہد اور سلام نہیں ہے۔ جب سلام سے پہلے سجدے کرے تو تشہد نہیں ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا

٣٩٥ـ [شاذ بذكر التشهد] أخرجه أبو داود، الصلاة، باب سجدتي السهو فيها تشهد وتسليم، ح: ١٠٣٩ من حديث الأنصاري به، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٠٦٢، وابن حبان، ح: ٥٣٦، والحاكم على شرط الشيخين: ١/ ٣٢٣، ووافقه الذهبي، انظر للتفصيل: الإرواء: ٢/ ١٢٨ .

السَّلَامِ لَمْ يَتَشَهَّدْ.

یہی قول ہے۔ وہ کہتے ہیں: جب سلام سے پہلے سہو کے دو سجدے کر لیے تو تشہد نہیں پڑھے گا۔

فائدہ: ایک شخص بھول کر نماز کی تکمیل سے پہلے سلام پھیر دیتا ہے تو پھر اسے نماز کی تکمیل کرنی ہوگی اور آخری قعدہ بیٹھنا ہوگا۔ مسنون دعاؤں سے فراغت کے بعد سہو کے دو سجدے کرے گا اور سلام پھیرے گا اور یہاں سجدۂ سہو کے بعد نئے تشہد کی ضرورت نہیں ہے، نہ الگ سلام کی ضرورت ہے، لیکن کسی اور وجہ سے سجدۂ سہو کرنا ہو تو پھر اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک ہر صورت میں سجدۂ سہو سے پہلے سلام پھیرنا ہوگا اور نئے سرے سے تشہد پڑھیں گے اور پھر سلام پھیرنا ہوگا۔ بعض حضرات کے نزدیک سجدۂ سہو کے بعد سلام پھیریں گے، تشہد کی ضرورت نہیں ہے۔ اور بعض حضرات کے نزدیک سجدۂ سہو ہی کافی ہے۔ تشہد اور سلام کی ضرورت نہیں ہے۔ صحیح یہی ہے کہ جب سجدۂ سہو سے پہلے تشہد پڑھ لیا ہے تو اب دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، سلام پھیرا جائے گا۔ (نیل الأوطار: 139/3)

(المعجم ۱۷۳) بَابٌ: فِيمَنْ يَشُكُّ فِي الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ (التحفة ۱۷۵)

باب: 174۔ نمازی کو شک ہو کہ اس نے نماز میں کمی بیشی کی ہے

۳۹۶- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِيَاضٍ [يَعْنِي] ابْنَ هِلَالٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي سَعِيدٍ: أَحَدُنَا يُصَلِّي فَلَا يَدْرِي كَيْفَ صَلَّى فَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلَمْ يَدْرِ كَيْفَ صَلَّى فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ».

[396] عیاض بن ہلال رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ہم میں سے کوئی نماز پڑھتا ہے اور اسے پتا نہیں چلتا کہ اس نے نماز کیسے پڑھی ہے (کم یا زیادہ) تو انھوں نے جواب دیا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے اور اسے پتا نہ چلے کہ اس نے نماز کیسے پڑھی ہے تو وہ بیٹھے بیٹھے دو سجدے کر لے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُثْمَانَ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَعَائِشَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مِّنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ. وَ[قَدْ] رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي الْوَاحِدَةِ وَالثِّنْتَيْنِ

اس مسئلے میں سیدنا عثمان، ابن مسعود، سیدہ عائشہ اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت حسن ہے۔ اور ابوسعید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت دوسری سند سے بھی منقول ہے۔ اور نبی ﷺ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اگر تم میں سے

۳۹۶- أخرجه أبو داود، الصلاة، باب من قال يتم على أكثر ظنه، ح: ۱۰۲۹، وابن ماجه، ح: ۱۲۰٤ من حديث إسماعيل ابن علية به، وصححه ابن خزيمة، ح: ۲۹، والحاكم على شرط الشيخين: ۱/ ۳۲٤، ووافقه الذهبي. * وفي الباب عن عثمان [أحمد: ۱/ ٦۳]، وابن مسعود [تقدم: ۳۹۲]، وعائشة [البيهقي في السنن الكبرى: ۲/ ۳٤٦]، وأبي هريرة [يأتي: ۳۹۷]. * حديث: "إذا شك أحدكم في الواحدة . . . إلخ" يأتي: ۳۹۸.

فَلْيَجْعَلْهُمَا وَاحِدَةً، وَإِذَا شَكَّ فِي الثِّنْتَيْنِ وَالثَّلَاثِ فَلْيَجْعَلْهُمَا ثِنْتَيْنِ وَيَسْجُدْ فِي ذٰلِكَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ». وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَصْحَابِنَا. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِذَا شَكَّ فِي صَلَاتِهِ فَلَمْ يَدْرِ كَمْ صَلّٰى فَلْيُعِدْ.

کسی کو ایک اور دو کے بارے میں شک ہو تو وہ اس کو ایک قرار دے اور اگر دو اور تین ہونے کے بارے میں شک ہو تو وہ ان کو دو قرار دے اور اس صورت میں سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کرے۔'' ہمارے اصحاب (محدثین) کا اسی پر عمل ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اگر اسے اپنی نماز کے بارے میں شک ہو اور اسے پتا نہ چلے کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے تو وہ نئے سرے سے نماز پڑھے۔

فائدہ: اس مسئلے میں مختلف احادیث آئی ہیں، ان میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ بعض احادیث میں یقین پر بنیاد رکھنے کا حکم ہے کہ جتنی رکعات کا ہونا یقینی ہو اسی کے مطابق تکمیل کرے۔ بعض میں تَحَرِّي، یعنی درستی اور صواب تک پہنچنے کی کوشش کرنا، آیا ہے۔ بعض میں کم رکعات کو بنیاد بنانے کا حکم ہے اور بعض میں سجدۂ سہو کا حکم ہے۔ بعض میں اعادے کا حکم ہے، لیکن اعادے کی احادیث ضعیف ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ شک پہلی دفعہ پڑا ہو یا بار بار، غور وفکر سے رکعات کی صحیح تعداد متعین کرنے کی کوشش کی جائے، مثلاً: پتا ہی نہیں کہ کتنی رکعات پڑھی ہیں، دو یا تین یا چار تو تحری، یعنی اس کی تعیین کرنے کی کوشش کی جائے، اگر غالب گمان کی، جس سے دل مطمئن ہو تعیین ہو جائے تو اس پر عمل ہوگا۔ اگر تعیین نہ ہو سکے تو دو، تین، چار میں سے جو کم ہیں اس کے مطابق نماز پوری کر لی جائے۔ اس طرح ان احادیث کا تعلق مختلف حالات سے ہے، ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (تحفة الأحوذي:364/1، نیل الأوطار:132,131/3) حسن بصری اور کچھ حضرات کے نزدیک اگر کمی بیشی کا شک ہو تو صرف دو سجدے کرے، اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے اور ائمۂ اربعہ کے نزدیک ہر اس رکعت میں تشہد بیٹھنا ہوگا جس کے بارے میں یہ امکان ہو کہ یہ آخری رکعت ہو سکتی ہے۔

٣٩٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْتِي أَحَدَكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَيَلْبِسُ عَلَيْهِ حَتّٰى لَا يَدْرِي كَمْ صَلّٰى، فَإِذَا وَجَدَ ذٰلِكَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ».

[397] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کسی کے پاس نماز میں شیطان آتا ہے اور اس کے دل میں (نماز کے بارے میں) شبہات اور گڑبڑ پیدا کر دیتا ہے حتی کہ اسے پتا نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعات پڑھی ہیں۔ جب تم میں سے کوئی یہ حالت پائے تو بیٹھے بیٹھے دو سجدے کر لے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں صرف سجدۂ سہو کا ذکر ہے، باقی تفصیلات دوسری احادیث سے ثابت ہیں اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ

٣٩٧- أخرجه مسلم، المساجد، باب السهو في الصلاة والسجود له، ح: ٣٨٩/ ٨٢ عن قتيبة، والبخاري، ح: ١٢٣٢ من حديث ابن شهاب الزهري به.

ایک مسئلے سے متعلق تمام احادیث کو جمع کر کے ان کا ایسا مفہوم لیا جائے جس کی بنا پر تمام احادیث پر عمل ہو سکے۔

٣٩٨۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ ابْنُ عَثْمَةَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا سَهَا أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلَمْ يَدْرِ وَاحِدَةً صَلّٰى أَوْ ثِنْتَيْنِ فَلْيَبْنِ عَلٰى وَاحِدَةٍ، فَإِنْ لَّمْ يَدْرِ ثِنْتَيْنِ صَلّٰى أَوْ ثَلَاثًا فَلْيَبْنِ عَلٰى ثِنْتَيْنِ، فَإِنْ لَّمْ يَدْرِ ثَلَاثًا صَلّٰى أَوْ أَرْبَعًا فَلْيَبْنِ عَلٰى ثَلَاثٍ وَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُّسَلِّمَ».

[398] سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''جب تم میں سے کوئی نماز میں بھول جائے اور اسے پتا نہ چلے کہ اس نے ایک رکعت پڑھی ہے یا دو تو وہ ایک پر بنیاد رکھے (ایک سمجھ لے)، اور اگر یہ پتا نہ چلے کہ دو پڑھی ہیں یا تین تو دو پر بنیاد رکھے اور اگر یہ پتا نہ چلے کہ تین پڑھی ہیں یا چار تو تین پر بنیاد رکھے اور سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کر لے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ [غَرِيبٌ] صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ مِّنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ. رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔ اور یہ حدیث سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے دوسری سند سے بھی مروی ہے جسے امام زہری رحمہ اللہ نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ کی سند سے بیان کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر تَحَرِّي (غور و فکر) سے شک دور نہ ہو سکے اور دو یا تین رکعات کا ہونا یقینی ہو تو پھر بنا علی الاقل، یعنی کم رکعت پر بنیاد ہوگی اور یہی صورت تین یا چار ہونے کی صورت میں اپنائی جائے گی۔

(المعجم ١٧٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُسَلِّمُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ (التحفة ١٧٦)

باب: 175۔ اگر نمازی ظہر یا عصر کی دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے

٣٩٩۔ حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا

[399] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ

٣٩٨۔[حسن بالشواهد] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ما جاء فيمن شك في صلاته فرجع إلى اليقين، ح: ١٢٠٩ من حديث محمد بن إسحاق بن يسار به وصرح بالسماع عند أبي يعلى، ح: ٨٣٩، وصححه الحاكم على شرط مسلم: ١/ ٣٢٤، ٣٢٥، ووافقه الذهبي.

٣٩٩۔أخرجه البخاري، السهو، باب من لم يتشهد في سجدتي السهو، ح: ١٢٢٨ من حديث مالك، ومسلم، ح: ٥٧٣ من حديث أيوب السختياني به. ❊ وفي الباب عن عمران بن حصين [تقدم: ٣٩٥]، وابن عمر [أبو داود، ح: ١٠١٧]، وذي اليدين [عبد الله بن أحمد في الزوائد المسند: ٤/ ٧٧، والبيهقي: ٢/ ٣٦٦، ٣٦٧].

مَالِكٌ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ أَبِي تَمِيمَةَ وَهُوَ السَّخْتِيَانِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ انْصَرَفَ مِنَ اثْنَتَيْنِ فَقَالَ لَهُ ذُوالْيَدَيْنِ: أَقُصِرَتِ الصَّلَاةُ أَمْ نَسِيتَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ؟ فَقَالَ النَّاسُ: نَعَمْ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ كَبَّرَ فَرَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ.

نے دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا تو ذوالیدین نے آپ سے دریافت کیا: کیا نماز کم کردی گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ اے اللہ کے رسول! نبی ﷺ نے پوچھا: ''کیا ذوالیدین ٹھیک کہہ رہا ہے؟'' لوگوں نے جواب دیا: جی ہاں! اس پر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوگئے اور دو رکعات اور پڑھیں، پھر سلام پھیر دیا۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کیا جو نماز کے سجدے جیسا یا اس سے لمبا تھا، پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدے سے اُٹھے۔ پھر (دوسرا) سجدہ کیا جو نماز کے سجدے جیسا یا اس سے لمبا تھا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَابْنِ عُمَرَ، وَذِي الْيَدَيْنِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ. فَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْكُوفَةِ: إِذَا تَكَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ نَاسِيًا أَوْ جَاهِلًا أَوْ مَا كَانَ، فَإِنَّهُ يُعِيدُ الصَّلَاةَ وَاعْتَلُّوا بِأَنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ كَانَ قَبْلَ تَحْرِيمِ الْكَلَامِ فِي الصَّلَاةِ. [وَقَالَ:] وَأَمَّا الشَّافِعِيُّ فَرَأٰى هٰذَا حَدِيثًا صَحِيحًا فَقَالَ بِهِ، وَقَالَ: هٰذَا أَصَحُّ مِنَ الْحَدِيثِ الَّذِي رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الصَّائِمِ إِذَا أَكَلَ نَاسِيًا فَإِنَّهُ لَا يَقْضِي، وَإِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ رَزَقَهُ اللهُ؛ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَفَرَّقُوا هٰؤُلَاءِ بَيْنَ الْعَمْدِ وَالنِّسْيَانِ فِي أَكْلِ الصَّائِمِ لِحَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ. وَقَالَ أَحْمَدُ فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ: إِنْ تَكَلَّمَ الْإِمَامُ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاتِهِ وَهُوَ يَرٰى أَنَّهُ قَدْ أَكْمَلَهَا ثُمَّ عَلِمَ أَنَّهُ لَمْ يُكْمِلْهَا يُتِمُّ صَلَاتَهُ، وَمَنْ تَكَلَّمَ خَلْفَ الْإِمَامِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّ عَلَيْهِ بَقِيَّةً مِنَ الصَّلَاةِ فَعَلَيْهِ أَنْ يَسْتَقْبِلَهَا. وَاحْتَجَّ بِأَنَّ الْفَرَائِضَ كَانَتْ تُزَادُ وَتُنْقَصُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَإِنَّمَا تَكَلَّمَ ذُو الْيَدَيْنِ وَهُوَ عَلٰى

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں عمران بن حصین، ابن عمر اور ذوالیدین رضی اللہ عنہم سے احادیث آئی ہیں۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا اس حدیث کے سلسلے میں اختلاف ہے۔ بعض اہل کوفہ کا قول ہے کہ اگر نمازی نماز میں بھول کر یا جہالت سے یا کسی اور وجہ سے گفتگو کرلے تو وہ نئے سرے سے نماز پڑھے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کا تعلق اس دور سے ہے جب نماز میں کلام کرنا حرام نہیں تھا۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، اس لیے ان کا قول اس کے مطابق ہے، وہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس حدیث سے زیادہ صحیح ہے جس میں نبی ﷺ سے یہ روایت ہے: ''روزے دار جب بھول کر کھالے تو اس پر قضا نہیں ہے (اس کو نیا روزہ نہیں رکھنا پڑے گا) وہ تو رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عنایت فرمایا ہے۔'' اور اہل کوفہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بنا پر روزے دار کے جان بوجھ کر اور بھول کر کھانے میں فرق کے قائل ہیں، یعنی جان بوجھ کر کھانے کی صورت میں قضا اور کفارہ ہے اور بھول کر کھانے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی

يَقِينٍ مِّنْ صَلَاتِهِ أَنَّهَا تَمَّتْ، وَلَيْسَ هٰكَذَا الْيَوْمَ لَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَتَكَلَّمَ عَلٰى مَعْنٰى مَا تَكَلَّمَ ذُو الْيَدَيْنِ لِأَنَّ الْفَرَائِضَ الْيَوْمَ لَا يُزَادُ فِيهَا وَلَا يُنْقَصُ. قَالَ أَحْمَدُ نَحْوًا مِّنْ هٰذَا الْكَلَامِ. وَقَالَ إِسْحَاقُ نَحْوَ قَوْلِ أَحْمَدَ فِي هٰذَا الْبَابِ.

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر امام نماز میں یہ سمجھ کر گفتگو کرلے کہ اس نے نماز پوری کر لی ہے، پھر اسے پتا چلے کہ اس نے نماز مکمل نہیں کی تو وہ اس کو مکمل کر لے اور جو امام کے پیچھے یہ جانتے ہوئے گفتگو کرے کہ ابھی اس کے ذمے نماز باقی ہے تو وہ اسے نئے سرے سے پڑھے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ کے دور میں فرائض میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی اور ذوالیدین نے اس یقین کے ساتھ کلام کیا تھا کہ اس کی نماز مکمل ہو چکی ہے اور آج یہ صورت حال نہیں ہے، اس لیے کسی کے لیے یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ ذوالیدین کے انداز میں گفتگو کرے، کیونکہ اب فرائض میں کمی بیشی کا احتمال نہیں ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اسی قسم کی گفتگو فرمائی ہے اور امام اسحاق رحمہ اللہ کا قول بھی اس مسئلے میں امام احمد کی طرح ہے۔

فائدہ: اس مسئلے پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں جان بوجھ کر گفتگو کرتا ہے اور اس کا تعلق نماز کی اصلاح اور درستی سے نہ ہو تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اور یہ بات بھی بالاتفاق درست ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی شخصی اور انفرادی ضرورت کے تحت نماز میں گفتگو کرے تو اس کی نماز باطل ہے، لیکن حرمت کلام کی آیت اور حدیث جس کا تعلق انفرادی اور شخصی گفتگو سے ہے، ان سے نماز کی اصلاح اور درستی کے لیے گفتگو کی حرمت ثابت کرنا درست نہیں، کیونکہ یہ ایک اجتماعی ضرورت ہے اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں اگر کمی بیشی ہو جائے تو اس سلسلے میں امام کو مخاطب کیا جا سکتا ہے اور گفتگو ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کو ضرورت کی حد تک محدود رکھنا چاہیے، اسے بلاوجہ طول دینا اور ہر ایک کا اس میں حصہ لینا درست نہیں۔ ائمہ ثلاثہ کا ایک قول یہی ہے کہ نماز، اصلاح نماز کی گفتگو سے باطل نہ ہوگی، لیکن احناف کے نزدیک نماز باطل ہو جائے گی جبکہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا تقاضا یہی ہے کہ اصلاح نماز کے لیے گفتگو، نماز کے لیے فساد کا باعث نہیں ہے اور یہ واقعہ حرمت کلام کے بعد کا ہے جو 3 ہجری میں حرام ہوگئی تھی اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی آمد 7 ہجری میں ہوئی ہے۔ صحیح مسلم، حدیث: 573 میں یہ صراحت موجود ہے کہ وہ بذات خود اس واقعہ کے وقت موجود تھے۔

* افسوس ناک روش: علمائے احناف نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ صحیح حدیث، جس میں ذوالیدین کا واقعہ بیان ہوا ہے، رد کرنے کے لیے عجیب قسم کی تاویلات کا سہارا لیا ہے تا کہ کسی طرح ان کا فقہی مسئلہ غلط ثابت نہ ہو۔ یہ روش تقلید کی مجبوری تو یقیناً ہو سکتی ہے، لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ کیا یہ روش کسی مسلمان کے لائق بھی ہے؟

(المعجم ١٧٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ فِي النِّعَالِ (التحفة ١٧٧)

باب: 176۔ جوتوں میں نماز پڑھنا

٤٠٠- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ أَبِي مَسْلَمَةَ قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي فِي نَعْلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ.

[400] ابو مسلمہ سعید بن یزید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ اپنے جوتوں میں نماز پڑھ لیتے تھے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي حَبِيبَةَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ وَشَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ وَأَوْسٍ الثَّقَفِيِّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَطَاءٍ رَجُلٍ مِنْ بَنِي شَيْبَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ.

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن ابی حبیبہ، عبداللہ بن عمرو، عمرو بن حریث، شداد بن اوس، اوس ثقفی، ابوہریرہ اور بنو شیبہ کے ایک آدمی عطاء رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اہل علم کا اس پر عمل ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پاک صاف جوتوں میں نماز پڑھنا نہ صرف جائز اور درست ہے بلکہ جہاں اس کے جواز سے بھی انکار کیا جا رہا ہو، وہاں مستحب ہے، کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''یہود اپنی جوتیوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے تو تم ان کی مخالفت کرو۔'' (سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 652) اس لیے بعض حالات میں اس پر عمل کرنا مستحب ہوگا، تاہم مسئلے کی اس نوعیت کو سمجھتے ہوئے اس پر عمل کرنا مشکل ہو تو اس پر عمل کرنا ضروری بھی نہیں۔ کیونکہ یہ کوئی فرض وواجب بات تو نہیں ہے جس پر عمل کرنا ہر صورت میں ضروری ہو، جیسے آج کل مساجد کی صورت حال ہے کہ کچے فرشوں کی بجائے انتہائی قیمتی قالین، دریاں یا صفیں بچھی ہوتی ہیں۔ ان حالات میں جوتوں سمیت نماز پڑھنے پر اصرار، دوسرے نمازیوں کے لیے دلی پریشانی کا باعث ہوگا، علاوہ ازیں قالین کی صفائی وعمدگی بھی، جوتوں کی صفائی وطہارت کے باوجود، جوتوں کے وجود کی متحمل نہ ہوگی، تاہم مسئلے کے جواز اور اس کی سُنّیت سے انکار یکسر غلط ہوگا کیونکہ مساجد کے علاوہ بھی نماز پڑھنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے، جیسے صحراؤں وغیرہ میں، بالخصوص فوجیوں کو مورچوں وغیرہ میں۔ ایسے مقامات پر جوتوں سمیت نماز پڑھنا بالکل جائز اور صحیح ہے،

٤٠٠- مسند أحمد: ٣/ ١٨٩ عن إسماعيل وهو ابن علية، والبخاري، ح: ٣٨٦، ومسلم، ح: ٥٥٥ من حديث سعيد بن يزيد به. * وفي الباب عن عبدالله بن مسعود [ابن ماجه، ح: ١٠٣٩]، وعبدالله بن أبي حبيبة [أحمد: ٤/ ٢٢١]، وعبدالله بن عمرو [أبو داود، ح: ٦٥٣]، وعمرو بن حريث [الترمذي في الشمائل: ٧٩]، وشداد بن أوس [أبو داود، ح: ٦٥٢، وأوس الثقفي [ابن ماجه، ح: ١٠٣٧]، وأبي هريرة [أبو داود، ح: ٦٢٤، وغيره]، وعطاء رجل من بني شيبة [أبو نعيم في معرفة الصحابة: ٤/ ٢٢١١، ح: ٥٥٣٠].

صرف یہ دیکھنا ضروری ہے کہ ان میں ظاہری طور پر کوئی نجاست لگی ہوئی نہ ہو۔ مزید دیکھیے: (فتاوی شیخ الإسلام ابن تیمیة: 340/11، طبع جدید، طبع قدیم: 121/22، فتاوی اللجنة الدائمة: 217،213/6)

(المعجم ۱۷۷) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقُنُوتِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ (التحفة ۱۷۸)

باب: 177۔صبح کی نماز میں قنوت کرنا

۴۰۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا: حَدَّثَنَا [غُنْدَرٌ] مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْنُتُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ وَالْمَغْرِبِ.

[401] سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ صبح اور شام کی نماز میں قنوت (دعا) فرمایا کرتے تھے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَأَنَسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَخُفَافِ بْنِ أَيْمَاءَ بْنِ رَحْضَةَ الْغِفَارِيِّ.
قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ الْبَرَاءِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.
وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْقُنُوتِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَرَأَى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمُ الْقُنُوتَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ. وَهُوَ قَوْلُ [مَالِكٍ وَ] الشَّافِعِيِّ، وَقَالَ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ: لَا يَقْنُتُ فِي الْفَجْرِ إِلَّا عِنْدَ نَازِلَةٍ تَنْزِلُ بِالْمُسْلِمِينَ، فَإِذَا نَزَلَتْ نَازِلَةٌ فَلِلْإِمَامِ أَنْ يَدْعُوَ لِجُيُوشِ الْمُسْلِمِينَ.

اس مسئلے میں سیدنا علی، انس، ابوہریرہ، ابن عباس، خفاف بن ایماء بن رحضہ غفاری رضی اللہ عنہم سے روایات منقول ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا براء رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا صبح کی نماز میں قنوت کرنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے اہل علم کے نزدیک صبح کی نماز میں قنوت ہے۔ امام مالک اور شافعی رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا قول ہے کہ فجر کی نماز میں قنوت صرف اس وقت ہے جب مسلمان کسی مصیبت اور حادثے سے دوچار ہوں، لہٰذا جب کوئی مصیبت نازل ہو تو امام کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کے لشکروں کے حق میں دعا کرے۔

فائدہ: صحیح بات یہی ہے کہ مسلمان جب مصائب و مشکلات میں گرفتار ہوں تو سب نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھنی چاہیے اور قنوت اس صورت میں کسی نماز کے ساتھ خاص نہیں ہے، ہاں حالات کے لحاظ سے سب نمازوں میں یا صبح و شام کی نمازوں میں

۴۰۱۔ أخرجه مسلم، المساجد، باب استحباب القنوت في جميع الصلوات ... إلخ، ح: ٦٧٨ عن محمد بن المثنى به. * وفي الباب عن علي [الدارقطني: ٢/ ٣٢، ٤٠، ٤١، والحاكم: ١/ ٢٩٩]، وأنس [البخاري، ح: ١٠٠٤، ومسلم، ح: ٦٧٧]، وأبي هريرة [البخاري، ح: ٧٩٧، ومسلم، ح: ٦٧٥]، وابن عباس [أبو داود، ح: ١٤٤٣]، وخفاف بن أيماء بن رحضة الأنصاري [مسلم، ح: ٦٧٩].

قنوت ہونی چاہیے۔ آج کل مسلمان دین و دنیا دونوں اعتبار سے مصائب و مشکلات کا شکار ہیں، لیکن بدقسمتی سے مسلمان اللہ تعالیٰ کے حضور گڑ گڑا کر قنوت نازلہ پڑھنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اور اس حدیث سے صرف صبح کی نماز میں ہمیشہ قنوت کرنے پر استدلال کرنا درست نہیں۔

(المعجم ١٧٨) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي تَرْكِ الْقُنُوتِ (التحفة ١٧٩)

باب: 178۔ قنوت نہ کرنا

٤٠٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي: يَا أَبَةِ إِنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ هَاهُنَا بِالْكُوفَةِ، نَحْوًا مِّنْ خَمْسِ سِنِينَ، [أَ]كَانُوا يَقْنُتُونَ؟ قَالَ: أَيْ بُنَيَّ مُحْدَثٌ.

[402] ابو مالک اشجعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے دریافت کیا: ابا جان! آپ نے رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم اور یہاں کوفے میں پانچ سال سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، کیا یہ حضرات قنوت کرتے تھے؟ انھوں نے کہا: اے بیٹے! یہ بدعت ہے۔

٤٠٣- حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ.

[403] صالح بن عبداللہ کی سند سے مذکورہ بالا روایت کے ہم معنی مروی ہے۔

قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَقَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ: إِنْ قَنَتَ فِي الْفَجْرِ فَحَسَنٌ، وَإِنْ لَمْ يَقْنُتْ فَحَسَنٌ وَاخْتَارَ أَنْ لَّا يَقْنُتَ. وَلَمْ يَرَ ابْنُ الْمُبَارَكِ الْقُنُوتَ فِي الْفَجْرِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَأَبُو مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ اسْمُهُ سَعْدُ بْنُ طَارِقِ بْنِ أَشْيَمَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اکثر اہل علم کا عمل اسی کے مطابق ہے۔ امام سفیان ثوری کہتے ہیں: اگر فجر میں قنوت کرلے تو ٹھیک ہے اور اگر قنوت نہ کرے تو بھی اچھا ہے اور ان کے نزدیک قنوت نہ کرنا بہتر ہے۔ ابن المبارک رحمہ اللہ بھی صبح کی نماز میں (مستقل) قنوت کے قائل نہ تھے۔ امام ابوعیسیٰ فرماتے ہیں: ابو مالک اشجعی کا نام سعد بن طارق بن اشیم ہے۔

فائدہ: نبی اکرم ﷺ سے جب کسی نماز میں التزام اور پابندی کے ساتھ قنوت ثابت نہیں ہے تو پھر اس کا التزام اور پابندی بدعت ہے، لیکن اگر کسی کے نزدیک دوسری احادیث سے ثابت ہو تو اس کے نزدیک بدعت نہیں ہوگا، کیونکہ مثبت، نافی پر مقدم ہے، اس لیے کسی ایک صحابی کی نفی سے کسی فعل کا بدعت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ یہ ان کا اپنا موقف ہے۔ کسی فعل کے ثبوت یا نفی

٤٠٢- أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في القنوت في صلاة الفجر، ح: ١٢٤١ من حديث يزيد بن هارون به.
٤٠٣- انظر الحديث السابق.

کے لیے دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال وعمل کو بھی دیکھنا ہوگا، اس لیے بالاتفاق قنوت نازلہ ثابت ہے، بدعت نہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (نیل الأوطار: 387,385/2)

(المعجم ١٧٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَعْطِسُ فِي الصَّلَاةِ (التحفة ١٨٠)

باب:179۔نماز میں چھینک کا آنا

٤٠٤۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا رِفَاعَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيُّ عَنْ عَمِّ أَبِيهِ مُعَاذِ ابْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَعَطَسْتُ فَقُلْتُ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ، كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضَى، فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ انْصَرَفَ فَقَالَ: «مَنِ الْمُتَكَلِّمُ فِي الصَّلَاةِ؟» فَلَمْ يَتَكَلَّمْ أَحَدٌ ثُمَّ قَالَهَا الثَّانِيَةَ: «مَنِ الْمُتَكَلِّمُ فِي الصَّلَاةِ؟» فَلَمْ يَتَكَلَّمْ أَحَدٌ ثُمَّ قَالَهَا الثَّالِثَةَ: «مَنِ الْمُتَكَلِّمُ فِي الصَّلَاةِ؟» فَقَالَ رِفَاعَةُ بْنُ رَافِعٍ ابْنُ عَفْرَاءَ: أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: «كَيْفَ قُلْتَ؟» قَالَ: قُلْتُ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ، كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضَى، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَقَدِ ابْتَدَرَهَا بِضْعَةٌ وَّثَلَاثُونَ مَلَكًا أَيُّهُمْ يَصْعَدُ بِهَا».

[404] سیدنا معاذ بن رفاعہ رحمہ اللہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو مجھے چھینک آ گئی جس پر میں نے یہ دعا پڑھی: [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَ يَرْضَى] ''ہر قسم کی تعریف اللہ کے لائق ہے، بہت زیادہ، پاکیزہ، افزائش و برکت والی اور بڑھوتری و برکت والی، جیسا کہ ہمارا رب محبوب رکھتا اور پسند فرماتا ہے۔'' پھر جب رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا تو فرمایا: ''نماز میں کس نے کلام کیا؟'' تو کوئی نہ بولا۔ پھر آپ نے دوبارہ پوچھا: ''نماز میں گفتگو کس نے کی؟'' تو کوئی نہ بولا۔ پھر آپ ﷺ نے تیسری دفعہ فرمایا: ''نماز میں بولنے والا کون ہے؟'' تو رفاعہ بن رافع ابن عفراء نے کہا: میں ہوں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''تو نے کون سے کلمات کہے؟'' میں نے کہا: [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَ يَرْضَى] تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ان کلمات کی طرف تیس سے زائد فرشتے لپکے کہ ان میں سے کون ان کو لے کر چڑھتا ہے۔''

٤٠٤۔ أخرجه أبو داود، الصلاة، باب ما يستفتح به الصلاة من الدعاء، ح: ٧٧٣، والنسائي: ٢/ ١٤٥، ح: ٩٣٢ عن قتيبة به، وله طريق آخر عند البخاري، ح: ٧٩٩. * وفي الباب عن أنس [مسلم، ح: ٥٣٧]، ووائل بن حجر [النسائي، ح: ٩٣٣]، وعامر بن ربيعة [أبو داود، ح: ٧٧٤].

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وَوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ وَعَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ رِفَاعَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَكَأَنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّهُ فِي التَّطَوُّعِ، لِأَنَّ غَيْرَ وَاحِدٍ مِّنَ التَّابِعِينَ قَالُوا: إِذَا عَطَسَ الرَّجُلُ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ إِنَّمَا يَحْمَدُ اللهَ فِي نَفْسِهِ، وَلَمْ يُوَسِّعُوا بِأَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ.

اس مسئلے میں سیدنا انس، وائل بن حجر اور عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہم سے احادیث مروی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رفاعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اور بعض اہل علم کے نزدیک اس حدیث کا تعلق نفل نماز سے ہے، کیونکہ بہت سے تابعین کا قول ہے کہ جب فرض نماز میں کسی شخص کو چھینک آ جائے تو وہ دل میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے، اس سے زیادہ گنجائش انھوں نے پیدا نہیں کی۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ چھینک آنے پر مذکورہ دعائیہ کلمات پڑھنا، انتہائی فضیلت اور اجر و ثواب کا باعث ہے۔ ② نماز میں بھی یہ کلمات بلند آواز میں پڑھے جا سکتے ہیں۔ اور دل میں کہنا تو بالاتفاق جائز ہے لیکن نماز میں چھینکنے والے کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔ ③ اس حدیث کی یہ تاویل کہ اس کا تعلق نفل نماز سے ہے، درست نہیں کیونکہ بعض روایات میں نماز مغرب کی صراحت موجود ہے۔ (فتح الباري: 370/2)

(المعجم ١٨٠) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي نَسْخِ الْكَلَامِ فِي الصَّلَاةِ (التحفة ١٨١)

باب: 180۔ نماز میں کلام کا منسوخ ہونا

٤٠٥- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شُبَيْلٍ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: كُنَّا نَتَكَلَّمُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي الصَّلَاةِ، يُكَلِّمُ الرَّجُلُ مِنَّا صَاحِبَهُ إِلَى جَنْبِهِ حَتّٰى نَزَلَتْ: ﴿وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ﴾ [البقرة:٢٣٨] فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوتِ وَنُهِينَا عَنِ الْكَلَامِ.

[405] سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے گفتگو کر لیا کرتے تھے۔ ہم میں سے کوئی اپنے پہلو میں کھڑے ساتھی سے بھی کوئی بات کر لیتا تھا حتی کہ یہ آیت اتری ﴿وَقُومُوا لِلّٰهِ قٰنِتِينَ﴾ ''اللہ کے حضور عجز و نیاز اور سکون سے کھڑے ہوا کرو۔'' تو ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور گفتگو سے روک دیا گیا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَمُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ

اس مسئلے میں سیدنا ابن مسعود اور معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہما سے بھی روایات آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اکثر اہل علم کا اس

٤٠٥- أخرجه مسلم، المساجد، باب تحريم الكلام في الصلاة . . . إلخ، ح: ٥٣٩ من حديث هشيم، والبخاري، ح: ١٢٠٠ من حديث إسماعيل بن أبي خالد به. * وفي الباب عن ابن مسعود [البخاري، ح: ١١٩٩، ومسلم، ح: ٥٣٨]، ومعاوية بن الحكم [مسلم، ح: ٥٣٧].

قَالُوا: إِذَا تَكَلَّمَ الرَّجُلُ عَامِدًا فِي الصَّلَاةِ أَوْ نَاسِيًا أَعَادَ الصَّلَاةَ. وَهُوَ قَوْلُ [سُفْيَانَ] الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ [وَأَهْلِ الْكُوفَةِ]. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِذَا تَكَلَّمَ عَامِدًا [فِي الصَّلَاةِ] أَعَادَ الصَّلَاةَ، وَإِنْ كَانَ نَاسِيًا أَوْ جَاهِلًا أَجْزَأَهُ. وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ.

پر عمل ہے۔ ان کے بقول جب انسان نماز میں جان بوجھ کر یا بھول کر بولے تو اس کو نماز نئے سرے سے پڑھنی ہوگی۔ سفیان ثوری، ابن المبارک اور اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے۔ اور بعض کہتے ہیں: اگر نماز میں جان بوجھ کر گفتگو کرے تو نماز نئے سرے سے ادا کرے، اگر بھول کر یا ناواقفیت سے بولے تو نماز ہو جائے گی۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ میں بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے نماز میں گفتگو کر لیتے تھے اور یہ گفتگو اپنی ضرورت و حاجت کے بارے میں ہوتی تھی۔ اس کا نماز کی اصلاح سے کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا۔ (نیل الأوطار: 352/2) نیز سورۂ اعراف کی آیت: ''جب قراءت ہو رہی ہو تو اس کو دھیان سے سنو اور خاموش رہو۔'' سے نماز میں گفتگو کی ممانعت نہ ہوئی تو پھر اس آیت سے سورت فاتحہ کا پڑھنا کیسے ممنوع ہو گیا؟ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ مدنی صحابی ہیں اور احناف بڑے زور شور سے اس سے ثابت کرتے ہیں کہ نماز میں گفتگو مدینے میں ممنوع ہوئی اور یہ گفتگو عمداً، جان بوجھ کر ہوتی تھی۔ اس سے بھول کر یا جہالت اور نادانی کے سبب گفتگو سے نماز کا باطل ہونا کیسے ثابت ہو گیا؟ اور بقول علامہ نووی جمہور کا موقف یہی ہے کہ بھول کر گفتگو کرنے سے نماز باطل نہیں ہوگی۔ صرف احناف کے نزدیک باطل ہوگی۔ (نیل الأوطار: 355,354/2)

(المعجم ١٨١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ التَّوْبَةِ (التحفة ١٨٢)

باب: 181۔ توبہ کے لیے نماز پڑھنا

٤٠٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ ابْنِ الْحَكَمِ الْفَزَارِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ: إِنِّي كُنْتُ رَجُلًا إِذَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ حَدِيثًا نَفَعَنِي اللهُ مِنْهُ بِمَا شَاءَ أَنْ يَنْفَعَنِي بِهِ، وَإِذَا حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ اسْتَحْلَفْتُهُ، فَإِذَا حَلَفَ لِي صَدَّقْتُهُ، وَإِنَّهُ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ، وَصَدَقَ أَبُو بَكْرٍ.

[406] سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ایسا شخص تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ سے کوئی بات سن لیتا تو اللہ تعالیٰ اس سے مجھے جس قدر چاہتا نفع پہنچاتا۔ اور جب صحابہ میں سے مجھے کوئی حدیث سناتا تو میں اس سے قسم لیتا تھا، سو جب وہ قسم اٹھا لیتا تو میں اس کی تصدیق کرتا۔ صورت حال یہ ہے کہ مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیث سنائی اور ابوبکر نے سچ بولا۔ (ان سے قسم لینے کی ضرورت ہی نہیں۔)

٤٠٦- أخرجه أبو داود، الوتر، باب: في الاستغفار، ح: ١٥٢١ من حديث أبي عوانة الوضاح بن عبدالله به، وصححه ابن حبان، ح: ٢٤٥٤، وحسنه ابن عدي وغيره، وأعل بعلة غير قادحة. * وفي الباب عن ابن مسعود [يأتي: ٣١١٤]، وأبي الدرداء [الطبراني/ تحفة الأحوذي: ١/ ٣١٣]، وأنس [البخاري، ح: ٦٨٢٣، ومسلم، ح: ٢٧٦٤]، وأبي أمامة [مسلم، ح: ٢٧٦٥]، ومعاذ [يأتي: ٣١١٣]، وواثلة [ابن حبان، ح: ٢٥٩، والنسائي في الكبرى، وأحمد: ٣/ ٤٩١]، وأبي اليسر [يأتي: ٣١١٥].

قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا مِنْ رَجُلٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ يَقُومُ فَيَتَطَهَّرُ ثُمَّ يُصَلِّي ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللهَ، إِلَّا غَفَرَ اللهُ لَهُ» ثُمَّ قَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللهَ﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ [آل عمران: ١٣٥]. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ وَأَنَسٍ وَأَبِي أُمَامَةَ وَمُعَاذٍ وَوَاثِلَةَ وَأَبِي الْيَسَرِ، واسْمُهُ كَعْبُ بْنُ عَمْرٍو. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ وَرَوٰى عَنْهُ شُعْبَةُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ فَرَفَعُوهُ مِثْلَ حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ. وَرَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَمِسْعَرٌ فَأَوْقَفَاهُ وَلَمْ يَرْفَعَاهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ مِسْعَرٍ هٰذَا الْحَدِيثُ مَرْفُوعًا أَيْضًا. [وَلَا نَعْرِفُ لِأَسْمَاءَ بْنِ الْحَكَمِ حَدِيثًا مَرْفُوعًا إِلَّا هٰذَا].

انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جو شخص کسی قسم کا گناہ کر بیٹھے، پھر (ندامت و پشیمانی سے) اٹھ کر اچھی طرح وضو کرے اور پھر نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ''وہ لوگ کہ جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں، یا اپنے آپ ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں (اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں۔'') اس مسئلے میں سیدنا ابن مسعود، ابودرداء، انس، ابوامامہ، معاذ، واثلہ اور ابوالیسر رضی اللہ عنہم (اور ان کا نام کعب بن عمرو ہے) سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ ہم اسے صرف عثمان بن مغیرہ کی سند ہی سے جانتے ہیں۔ اس سے شعبہ اور بہت سے دوسرے لوگوں نے بھی ابوعوانہ کی طرح مرفوعاً بیان کیا ہے اور امام سفیان ثوری اور مسعر نے موقوف بیان کیا ہے اور نبی ﷺ کی طرف اس کی نسبت نہیں کی، تاہم مسعر سے یہ حدیث مرفوعاً بھی منقول ہے۔ اور ہمارے علم میں اسماء بن حکم کی مرفوع حدیث صرف یہی ایک ہے۔

فائدہ: توبہ اور استغفار ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ توبہ کے معنی لوٹنا اور رجوع کرنا ہیں، یعنی ندامت و پشیمانی کا اظہار کر کے غلط کام چھوڑ کر صحیح طرز عمل اپنا لینا اور آیندہ اس پر قائم رہنے کا عزم کرنا۔ اور استغفار کے معنی ہیں: بخشش اور معافی طلب کرنا۔

(المعجم ١٨٢) بَابُ مَا جَاءَ مَتٰى يُؤْمَرُ الصَّبِيُّ بِالصَّلَاةِ (التحفة ١٨٢)

باب: 182۔ بچے کو کس عمر میں نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے؟

٤٠٧۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: أَخْبَرَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ

[407] سیدنا سبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

٤٠٧۔ أخرجه أبو داود، الصلاة، باب: متى يؤمر الغلام بالصلاة، ح: ٤٩٤ من حديث عبدالملك به، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٠٠٢، وابن الجارود، ح: ١٤٧، والحاكم: ١/ ٢٠١ على شرط مسلم، ووافقه الذهبي. * وفي الباب عن عبدالله بن عمرو [أبو داود، ح: ٤٩٥].

عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ الْجُهَنِيُّ عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «عَلِّمُوا الصَّبِيَّ الصَّلَاةَ ابْنَ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُ عَلَيْهَا ابْنَ عَشَرَةَ».

نے فرمایا: ''بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز سکھاؤ اور دس سال کا ہو جائے تو اس (میں کوتاہی کرنے) پر اسے مارو۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ الْجُهَنِيِّ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ: وَقَالَا: مَا تَرَكَ الْغُلَامُ بَعْدَ الْعَشْرِ مِنَ الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ يُعِيدُ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَسَبْرَةُ هُوَ ابْنُ مَعْبَدٍ الْجُهَنِيُّ وَيُقَالُ هُوَ ابْنُ عَوْسَجَةَ.

اس مسئلے میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت بھی آئی ہے۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سبرۃ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور بعض اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے، وہ کہتے ہیں: دس سال کے بعد بچے کی جو نماز رہ جائے وہ اس کو لوٹائے۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سبرہ سے مراد، ابن معبد جہنی ہیں۔ انھیں ابن عوسجہ بھی کہتے ہیں۔

فائدہ: دین میں نماز کی اہمیت اور مقام و مرتبے کے پیش نظر، بچے پر نماز فرض ہونے سے پہلے ہی اس کو نماز کی تعلیم اور تربیت دی جائے تاکہ وہ شعور و تمیز کے آغاز ہی سے اس کا عادی بن سکے، اگرچہ وہ فرض بالغ ہونے کے بعد ہوتی ہے اور عادی بنانے کی خاطر دس سال کی عمر کے بعد اس سلسلے میں کوتاہی کرنے پر اس کی باز پرس کی جائے اور ضرورت پڑنے پر اسے سزا بھی دی جائے۔ اس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ اگر بلوغت کے بعد یہ کوتاہی کرے تو کس قدر سنگین جرم ہوگا اور اس کا مؤاخذہ کس قدر شدید ہوگا۔

(المعجم ١٨٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُحْدِثُ بَعْدَ التَّشَهُّدِ (التحفة ١٨٢)

باب: 183۔ تشہد کے بعد آدمی بے وضو ہو جائے تو؟

٤٠٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ [بْنِ مُوسَى الْمُلَقَّبُ مَرْدُوَيْهِ، قَالَ]: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زِيَادِ بْنِ أَنْعُمٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ رَافِعٍ وَبَكْرَ بْنَ سَوَادَةَ أَخْبَرَاهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا

[408] سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص بے وضو ہو جائے جبکہ وہ نماز کے آخری حصے میں بیٹھا ہو، ابھی سلام نہ پھیرا ہو تو اس کی نماز ہو جائے گی۔''

٤٠٨- [ضعيف] أخرجه أبو داود، الصلاة، باب الإمام يحدث بعد ما يرفع رأسه من آخر ركعة، ح:٦١٧ من حديث عبدالرحمن بن زياد الإفريقي به، وهو ضعيف كما في التقريب وغيره، وقال الدارقطني: ١/ ٣٧٩ "عبدالرحمن بن زياد ضعيف لا يحتج به"

أَحْدَثَ - يَعْنِي الرَّجُلَ - وَقَدْ جَلَسَ فِي آخِرِ صَلَاتِهِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ فَقَدْ جَازَتْ صَلَاتُهُ».

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ [بِذَاكَ] الْقَوِيِّ، وَقَدِ اضْطَرَبُوا فِي إِسْنَادِهِ. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَى هٰذَا، قَالُوا: إِذَا جَلَسَ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ وَأَحْدَثَ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِذَا أَحْدَثَ قَبْلَ أَنْ يَتَشَهَّدَ وَقَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ أَعَادَ الصَّلَاةَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ. وَقَالَ أَحْمَدُ: إِذَا لَمْ يَتَشَهَّدْ وَسَلَّمَ أَجْزَأَهُ لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ» وَالتَّشَهُّدُ أَهْوَنُ. قَامَ النَّبِيُّ ﷺ فِي اثْنَتَيْنِ فَمَضَى فِي صَلَاتِهِ وَلَمْ يَتَشَهَّدْ. وَقَالَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: إِذَا تَشَهَّدَ وَلَمْ يُسَلِّمْ أَجْزَأَهُ، وَاحْتَجَّ بِحَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ حِينَ عَلَّمَهُ النَّبِيُّ ﷺ التَّشَهُّدَ فَقَالَ: «إِذَا فَرَغْتَ مِنْ هٰذَا فَقَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ». قَالَ أَبُو عِيسَى: وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زِيَادِ [بْنِ أَنْعُمٍ] هُوَ الْإِفْرِيقِيُّ وَقَدْ ضَعَّفَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ، مِنْهُمْ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے اور اس کی سند میں اضطراب بھی ہے۔ بعض اہل علم کا موقف اس کے مطابق ہے۔ وہ کہتے ہیں: جب نماز میں بقدر تشہد بیٹھ چکا ہو اور سلام پھیرنے سے پہلے بے وضو ہو جائے تو اس کی نماز مکمل ہوگئی۔ اور بعض اہل علم کہتے ہیں: جب نمازی تشہد سے پہلے یا سلام پھیرنے سے پہلے بے وضو ہو جائے تو وہ نئے سرے سے نماز پڑھے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب اس نے تشہد نہیں پڑھا اور سلام پھیر دیا تو اس کی نماز کفایت کر جائے گی کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''نماز کی تحلیل سلام ہے (نماز میں حرام ہونے والی چیزیں سلام سے حلال ہو جاتی ہیں)۔'' اور تشہد کا معاملہ آسان اور سہل ہے۔ نبی ﷺ دوسری رکعت کے بعد کھڑے ہو گئے تو آپ نے نماز جاری رکھی جبکہ تشہد کے لیے نہیں بیٹھے تھے۔ امام اسحاق بن ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب تشہد پڑھ لیا اور سلام نہیں پھیرا تو یہ نماز کفایت کر جائے گی اور دلیل کے طور پر انھوں نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی کہ جب نبی ﷺ نے انھیں تشہد سکھایا تو فرمایا: ''جب تم اس سے فارغ ہو جاؤ تو تم نے اپنی ذمے داری پوری کر دی۔'' امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبدالرحمن بن زیاد، جو افریقی ہے، اسے بعض محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ان میں یحییٰ بن سعید قطان اور احمد بن حنبل رحمہما اللہ شامل ہیں۔

فائدہ: مولانا رشید احمد گنگوہی کہتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف اس حدیث کے مطابق ہے کیونکہ فرض تو بس نماز سے نکلنا ہے، اپنی حرکت و عمل لازم نہیں ہے۔ (الكوكب الدري: 370/1) لیکن یہ حدیث ضعیف ہے اور ان صحیح احادیث کے خلاف ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ سلام پھیرنا فرض ہے اور اللہ تعالیٰ بے وضو کی نماز قبول نہیں فرماتا، جب کہ نمازی وضو توڑ چکا ہے یا

اس کا وضوٹوٹ گیا ہے اور رہی سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ ''تو نے اپنی ذمے داری پوری کر دی'' تو اس کے یہ معنی ہیں کہ جب تشہد پڑھ لیا تو اب سلام پھیر دو کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ معنی نہیں ہیں کہ تشہد کے بعد سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حدیث کے وہ معنی لینے چاہئیں جس سے اس کی دوسری احادیث سے مخالفت لازم نہ آئے۔

(المعجم ۱۸۴) بَابُ مَا جَاءَ إِذَا كَانَ الْمَطَرُ فَالصَّلَاةُ فِي الرِّحَالِ (التحفة ۱۸۵)

باب: 184۔ بارش میں نماز گھروں میں پڑھنے کا بیان

۴۰۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ [الْبَصْرِيُّ]: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَأَصَابَنَا مَطَرٌ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنْ شَاءَ فَلْيُصَلِّ فِي رَحْلِهِ».

[409] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے تو بارش نے ہمیں آ لیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو چاہے اپنے پڑاؤ میں نماز پڑھ لے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَسَمُرَةَ وَأَبِي الْمَلِيحِ، عَنْ أَبِيهِ وَعَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ. قَالَ أَبُوعِيسٰى: حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَخَّصَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْقُعُودِ، عَنِ الْجَمَاعَةِ وَالْجُمُعَةِ فِي الْمَطَرِ وَالطِّينِ وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. قَالَ [أَبُو عِيسٰى]: سَمِعْتُ أَبَا زُرْعَةَ يَقُولُ: رَوٰى عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَلِيٍّ حَدِيثًا وَقَالَ أَبُو زُرْعَةَ: لَمْ أَرَ بِالْبَصْرَةِ أَحْفَظَ مِنْ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ: عَلِيِّ بْنِ الْمَدِينِيِّ وَابْنِ الشَّاذَكُونِيِّ وَعَمْرِو بْنِ عَلِيٍّ. وَأَبُو الْمَلِيحِ بْنُ أُسَامَةَ اسْمُهُ عَامِرٌ وَيُقَالُ زَيْدُ بْنُ أُسَامَةَ بْنِ عُمَيْرٍ الْهُذَلِيُّ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر، سمرہ، ابوملیح کی اپنے باپ سے اور عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہم سے روایات بھی آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اہل علم نے بارش اور کیچڑ کی صورت میں جمعہ اور جماعت سے بیٹھ رہنے، یعنی نماز گھر میں پڑھنے کی رخصت دی ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے ابوزرعہ کو یہ کہتے سنا: عفان بن مسلم نے عمرو بن علی سے ایک حدیث بیان کی ہے اور ابوزرعہ نے کہا: میں نے بصرے میں ان تین حضرات: علی بن المدینی، ابن الشاذکونی اور عمرو بن علی سے بڑھ کر کسی کو حافظ نہیں پایا۔ ابوملیح بن اسامہ کا نام عامر ہے اور اسے زید بن اسامہ بن عمیر ہذلی بھی کہا جاتا ہے۔

فائدہ: دین اسلام میں سہولت و آسانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور مشقت و تکلیف سے بچایا گیا ہے، اس لیے اگر موسم ایسا ہو کہ

۴۰۹۔ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب الصلاة في الرحال في المطر، ح: ٦٩٨ من حديث زهير بن معاوية به، وهو في مسند أبي داود الطيالسي، ح: ١٧٣٦. * وفي الباب عن ابن عمر [البخاري، ح: ٦٦٦، ومسلم، ح: ٦٩٧]، وسمرة [أحمد: ٥/ ٨]، وأبي المليح عن أبيه [أبو داود: ١٠٥]، وعبدالرحمن بن سمرة [أحمد: ٥/ ٦٢، وابن خزيمة، ح: ١٨٦٢].

بارش، کیچڑ، سخت سردی یا شدید آندھی وغیرہ سے مسجد میں آنا دشواری اور دقت کا باعث ہو تو جمہور کے نزدیک مشقت سے بچنے کے لیے گھر میں نماز پڑھ لینا جائز ہے اگرچہ نماز جمعہ ہی کیوں نہ ہو اور یہ رخصت ہے عزیمت نہیں، اس لیے اصحابِ استطاعت کے لیے مسجد میں آنا ہی بہتر ہے۔

(المعجم ١٨٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّسْبِيحِ فِي أَدْبَارِ الصَّلَاةِ (التحفة ١٨٦)

باب: 185۔ نماز کے بعد تسبیح، یعنی سبحان اللہ کہنا

٤١٠- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ [الْبَصْرِيُّ] وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا: حَدَّثَنَا عَتَّابُ ابْنُ بَشِيرٍ عَنْ خُصَيْفٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ وَعِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: جَاءَ الْفُقَرَاءُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ الْأَغْنِيَاءَ يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ وَلَهُمْ أَمْوَالٌ يُعْتِقُونَ وَيَتَصَدَّقُونَ قَالَ: «فَإِذَا صَلَّيْتُمْ فَقُولُوا: سُبْحَانَ اللهِ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ مَرَّةً. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ مَرَّةً. وَاللهُ أَكْبَرُ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ مَرَّةً. وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ عَشْرَ مَرَّاتٍ، فَإِنَّكُمْ تُدْرِكُونَ بِهِ مَنْ سَبَقَكُمْ وَلَا يَسْبِقُكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ».

[410] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فقیر محتاج قسم کے لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مالدار لوگ ہماری طرح نمازیں پڑھتے اور ہماری طرح روزے رکھتے ہیں اور ان کے پاس مال ہے جس سے وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور صدقہ وخیرات کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''جب تم نماز پڑھ لو تو تینتیس (33) دفعہ سبحان اللہ، تینتیس (33) دفعہ الحمد للہ اور چونتیس (34) دفعہ اللہ أکبر کہا کرو اور دس مرتبہ لا إلہ إلا اللہ کہو، تو تم اس (وظیفے) سے اپنے سے آگے بڑھنے والوں تک پہنچ جاؤ گے اور تمھارے بعد والے تم سے آگے نہیں بڑھ سکیں گے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ وَأَنَسٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ وَابْنِ عُمَرَ وَأَبِي ذَرٍّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: [وَ] حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. [وَفِي الْبَابِ أَيْضًا، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَالْمُغِيرَةِ]. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ

اس مسئلے میں سیدنا کعب بن عجرہ، انس، عبداللہ بن عمرو، زید بن ثابت، ابو درداء، ابن عمر اور ابوذر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن غریب ہے۔ سیدنا ابوہریرہ اور مغیرہ رضی اللہ عنہما سے بھی اس مسئلے میں روایات آئی ہیں۔ نبی ﷺ سے یہ

٤١٠- [ضعيف بهذا السياق والصحيح بدون التعشير والتهليل] أخرجه النسائي: ٣/ ٧٨، ح: ١٣٥٤ (السهو، باب نوع آخر) عن علي بن حجر به. * خصيف ضعيف. * وفي الباب عن كعب بن عجرة [مسلم، ح: ٥٩٦/ ١٤٥]، وأنس [يأتي: ٣٤٨١]، وعبدالله بن عمرو [يأتي: ٣٤١٠]، وزيد بن ثابت [يأتي: ٣٤١٣]، وأبي الدرداء [النسائي في الكبرى، ح: ٩٩٧٦، وعمل اليوم والليلة، ح: ١٤٨٠، وأحمد: ٦/ ٤٤٦]، وابن عمر [النسائي، ح: ١٣٥٢]، وأبي ذر [ابن ماجه، ح: ٩٢٧]، وأبي هريرة [البخاري، ح: ٨٤٣، ومسلم، ح: ٥٩٥]، والمغيرة [البخاري، ح: ٨٤٤، ومسلم، ح: ٥٩٣]. * حديث: "خصلتان لا يحصيهما رجل مسلم ... إلخ" يأتي: ٣٤١٠.

قَالَ: «خَصْلَتَانِ لَا يُحْصِيهِمَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ: يُسَبِّحُ اللهَ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَيَحْمَدُهُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَيُكَبِّرُهُ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ وَيُسَبِّحُ اللهَ عِنْدَ مَنَامِهِ عَشْرًا وَيَحْمَدُهُ عَشْرًا وَيُكَبِّرُهُ عَشْرًا».

بھی نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''دو خوبیاں ایسی ہیں کہ جو مسلمان ان کی پابندی کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا: ہر نماز کے بعد تینتیس (33) دفعہ سبحان اللہ، تینتیس (33) دفعہ الحمد للہ، اور چونتیس (34) دفعہ اللہ أکبر کہے۔ اور سوتے وقت دس دفعہ سبحان اللہ، دس دفعہ الحمد للہ، اور دس دفعہ اللہ أکبر کہے۔''

(المعجم ١٨٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الدَّابَّةِ فِي الطِّينِ وَالْمَطَرِ (التحفة ١٨٧)

باب: 186۔ بارش اور کیچڑ میں سواری پر نماز پڑھنا

٤١١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الرَّمَّاحِ [الْبَلْخِيُّ] عَنْ كَثِيرِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ بْنِ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُمْ كَانُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَانْتَهَوْا إِلَى مَضِيقٍ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَمُطِرُوا، السَّمَاءُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَالْبِلَّةُ مِنْ أَسْفَلَ مِنْهُمْ، فَأَذَّنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى رَاحِلَتِهِ وَأَقَامَ [أَوْ أَقَامَ] فَتَقَدَّمَ عَلَى رَاحِلَتِهِ فَصَلّٰى بِهِمْ يُومِئُ إِيمَاءً، يَجْعَلُ السُّجُودَ أَخْفَضَ مِنَ الرُّكُوعِ.

[411] سیدنا یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے۔ وہ ایک تنگ جگہ پر پہنچ گئے تو نماز کا وقت ہوگیا اور بارش شروع ہوگئی۔ اوپر بارش تھی اور نیچے کیچڑ تو رسول اللہ ﷺ نے سواری ہی پر اذان کہی اور اقامت بھی۔ پھر اپنی سواری ہی پر آگے بڑھے اور انھیں اشارے سے نماز پڑھائی۔ سجدے میں رکوع سے زیادہ جھکتے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ تَفَرَّدَ بِهِ عُمَرُ ابْنُ الرَّمَّاحِ الْبَلْخِيُّ لَا يُعْرَفُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِهِ. وَقَدْ رَوٰى عَنْهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَكَذَا رُوِيَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ صَلّٰى فِي مَاءٍ وَطِينٍ عَلٰى دَابَّتِهِ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ اس حدیث کے بیان کرنے میں عمر بن رماح بلخی متفرد ہے۔ (وہ اکیلا ہی اسے بیان کرتا ہے۔) اور وہ صرف اپنی اسی حدیث سے جانا جاتا ہے۔ اس سے بہت سے اہل علم نے روایت لی ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی منقول ہے کہ انھوں نے پانی اور کیچڑ کی بنا پر اپنی سواری پر نماز پڑھی۔ اہل علم کا اسی پر عمل ہے اور امام احمد

٤١١- [ضعيف] أخرجه أحمد: ٤/ ١٧٣، ١٧٤ من حديث عمر بن ميمون بن بحر بن سعد البلخي به. * عمرو بن عثمان بن يعلى مستور، لم يوثقه غير ابن حبان، وأبوه مجهول.

اور اسحاق ؒ کا یہی قول ہے۔

فوائد و مسائل: ① یہ حدیث سنداً ضعیف ہے، تاہم نفل نماز بالاتفاق ہر قسم کے حالات میں سواری پر پڑھنا جائز ہے لیکن فرض نماز بالاتفاق صرف اس صورت میں سواری پر پڑھی جاسکتی ہے جب سواری سے اتر کر زمین پر نماز پڑھنا ممکن نہ ہو، مثلاً: زمین پر پانی اور گارا ہو اور اس پر کوئی چیز بچھانا بھی ممکن نہ ہو، یا سواری سے اترنے سے جان و مال یا عزت و ناموس کے بارے میں یقینی طور پر خطرہ لاحق ہو۔ ② ائمۂ حجاز اور امام محمد ؒ کے نزدیک اس صورت میں باجماعت نماز پڑھنا صحیح ہے، لیکن امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف ؒ کے نزدیک سواری پر نماز انفرادی اور شخصی طور پر ادا کی جائے، جماعت نہ کرائی جائے الا یہ کہ امام اور مقتدی ایک ہی سواری پر سوار ہوں۔

(المعجم ۱۸۷) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْاِجْتِهَادِ فِي الصَّلَاةِ (التحفة ۱۸۸)

باب: 187۔ نماز کے لیے محنت و کوشش کرنا

۴۱۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَبِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ [الْعَقَدِيُّ] قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: صَلّٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتّٰى انْتَفَخَتْ قَدَمَاهُ فَقِيلَ لَهُ: أَتَتَكَلَّفُ هٰذَا وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: «أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا».

[412] سیدنا مغیرہ بن شعبہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی حتی کہ آپ کے پاؤں مبارک سوج گئے، تو آپ سے عرض کی گئی: کیا آپ اس قدر تکلیف اٹھاتے ہیں، حالانکہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیے گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا ابو ہریرہ اور سیدہ عائشہ ؓ سے بھی احادیث آئی ہے۔ امام ابو عیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: مغیرہ بن شعبہ ؓ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: [غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ] ”آپ ﷺ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے ہیں“ کی وضاحت میں یہ بات پیش نظر رہے کہ رسول اللہ ﷺ بندگی اور تقرب الٰہی کے انتہائی بلند و بالا مقام پر فائز تھے کہ آپ کے بعض امور جو ایک اعتبار سے یقیناً صحیح اور درست تھے مگر دوسری جانب آپ کی رفعت شان اور مقامِ بلند سے فروتر قرار دیے گئے تو انھیں ”ذنب“ سے تعبیر کیا گیا، مثلاً: بعض اوقات آپ ﷺ نے طبعی نرمی اور شفقت کی بنا پر کچھ لوگوں سے چشم پوشی سے کام لیا تو تنبیہ کی گئی: ﴿عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ﴾ ”اللہ نے آپ کو معاف فرما دیا ہے آپ نے ان لوگوں کو (جہاد سے غیر حاضری کی)

۴۱۲۔ أخرجه مسلم، صفات المنافقين، باب إكثار الأعمال والاجتهاد في العبادة، ح: ۸۱۹، عن قتيبة، والبخاري، ح: ۱۱۳۰ من حديث زياد بن علاقة به. * وفي الباب عن أبي هريرة [النسائي، ح: ۱٦٤٦]، وعائشة [البخاري، ح: ٤٨۳۷، ومسلم، ح: ۲۸۲۰].

اجازت کیوں دی؟'' (التوبة 43:9) کبھی کفار سے دلجوئی کرتے ہوئے ان کے ساتھ بیٹھ گئے تو فرمایا گیا: ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ﴾ ''اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔'' (الکھف 28:18) اسی طرح کے کچھ امور کو آپ ﷺ کے ''ذنب'' (گناہ) کہا گیا ہے جو آپ کے مقام بلند کے اعتبار سے لغزشیں قرار دی گئی ہیں۔ اسی سلسلے میں یہ مشہور مقولہ ہے: [حَسَنَاتُ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِينَ] ''نیک لوگوں کی نیکیاں مقرب لوگوں کے اعتبار سے لغزشیں شمار ہوتی ہیں۔'' بہرحال اللہ عزوجل نے نبی ﷺ کی تمام لغزشیں معاف فرما دیں تو آپ نے بھی عبادت میں احسان وتشکر کی وجہ سے اضافہ فرما دیا۔ قاضی عیاض ؒ نے اپنی کتاب ''الشفاء'' کی قسم ثالث کے باب اول میں اس مسئلے پر طویل بحث کی ہے۔ نیز دیکھیے: (''رحمۃ للعالمین'' ج:3 خصوصیت 12)

(المعجم ۱۸۸) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الصَّلَاةُ (التحفة ۱۸۹)

٤١٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ: حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ حَمَّادٍ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ: حَدَّثَنِي قَتَادَةُ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ حُرَيْثِ بْنِ قَبِيصَةَ قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَقُلْتُ: اللّٰهُمَّ يَسِّرْ لِي جَلِيسًا صَالِحًا قَالَ: فَجَلَسْتُ إِلَى أَبِي هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ: إِنِّي سَأَلْتُ اللهَ أَنْ يَرْزُقَنِي جَلِيسًا صَالِحًا فَحَدِّثْنِي بِحَدِيثٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَعَلَّ اللهَ أَنْ يَنْفَعَنِي بِهِ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ، فَإِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ، فَإِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيضَتِهِ شَيْءٌ قَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ: انْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ؟ فَيُكَمَّلُ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيضَةِ، ثُمَّ يَكُونُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلَى ذٰلِكَ».

باب:188۔ قیامت کے دن انسان کا سب سے پہلے نماز کے بارے میں محاسبہ ہوگا

[413] حریث بن قبیصہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ آیا اور دعا کی: اے اللہ! مجھے کسی اچھے ساتھی کی رفاقت میسر فرما! سو میں سیدنا ابوہریرہ ؓ کے پاس بیٹھا اور میں نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ مجھے کسی اچھے ساتھی کی رفاقت عنایت فرمائے۔ تو آپ مجھے وہ حدیث سنائیں جو آپ نے براہ راست رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے نفع دے۔ انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ''قیامت کے دن انسان کے اعمال میں سے سب سے پہلے اس کی نماز کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ اگر وہ ٹھیک اور درست نکلی تو وہ کامیاب اور بامراد نجات یافتہ ہوگا اور اگر وہ خراب نکلی تو وہ ناکام اور نامراد ہوگا۔ پھر اگر اس کے فرض میں کوئی کمی ہوئی تو رب تبارک و تعالیٰ فرمائے گا: دیکھو! کیا میرے بندے کے کوئی نفل ہیں؟ تو وہ ان نوافل سے فرضوں کی کمی

٤١٣- [صحيح لغيره] أخرجه النسائي، الصلاة، باب المحاسبة على الصلاة، ح:٤٦٦ من حديث همام به وله شواهد عند النسائي، ح:٤٦٨ وغيره. * وفي الباب عن تميم الداري [أبو داود، ح:٨٦٦]. * حديث أنس بن حكيم، أخرجه أبو داود، ح:٨٦٤.

پوری فرما دے گا۔ پھر باقی اعمال کی صورت بھی یہی ہوگی۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. وَقَدْ رَوٰى بَعْضُ أَصْحَابِ الْحَسَنِ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ حُرَيْثٍ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيثِ. وَالْمَشْهُورُ هُوَ قَبِيصَةُ بْنُ حُرَيْثٍ. وَرُوِيَ عَنْ أَنَسِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوُ هٰذَا.

اس مسئلے میں سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس سند سے حسن غریب ہے اور یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے دوسری سندوں سے بھی بیان کی گئی ہے۔ اور حسن کے بعض شاگردوں نے قبیصہ بن حریث سے اس کے علاوہ دیگر احادیث بیان کی ہیں اور مشہور یہی ہے کہ راوی قبیصہ بن حریث ہے (حریث بن قبیصہ نہیں۔) اور انس بن حکیم سے بواسطہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے ہم معنی مرفوع روایت منقول ہے۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن آدمی کی نماز اس کی پوری زندگی کے اعمال کا معیار اور مقیاس ہوگی اور اس کسوٹی پر اس کی پوری زندگی کو پرکھا جائے گا۔ اگر وہ اس میں کامیاب وکامران نکلا تو فوز وفلاح اور نجات سے ہمکنار ہوگا ورنہ ناکامی، نامرادی اور گھاٹے سے دوچار ہوگا۔ ② انسان پر اللہ تعالیٰ کا یہ فضل وکرم اور احسان ہے کہ اگر سستی وکاہلی اور غفلت کی بنا پر اس کے فرائض میں کوئی کمی کوتاہی رہ جائے، نماز کے سنن وآداب کے اعتبار سے یا بھول چوک سے چھوٹ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کمی کوتاہی کو سنن ونوافل سے پورا فرما دے گا، اس لیے سنن ونوافل کی بڑی تاکید اور ترغیب آئی ہے۔ اگرچہ بعض ائمہ کا موقف یہ ہے کہ جان بوجھ کر چھوڑی گئی نماز کا خسارہ نوافل پورا نہیں کر سکیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے اور پھر نمازی انسان کو توبہ واستغفار کی توفیق بھی ملتی رہتی ہے جس سے جان بوجھ کر چھوڑی گئی نماز سے بھی معافی مل جاتی ہے۔ نوٹ: جن احادیث میں یہ آیا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے فیصلہ خون کے بارے میں ہوگا تو وہ حقوق العباد کے اعتبار سے ہے، حقوق اللہ کے اعتبار سے سب سے پہلے محاسبہ نماز کا ہوگا۔

(المعجم ١٨٩) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ صَلّٰى فِي يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِّنَ السُّنَّةِ [وَ] مَا لَهُ [فِيهِ] مِنَ الْفَضْلِ (التحفة ١٩٠)

باب: 189۔ دن رات میں بارہ رکعات سنت پڑھنے کی فضیلت

٤١٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ النَّيْسَابُورِيُّ:

[414] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

٤١٤ـ أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في ثنتي عشرة ركعة من السنة، ح: ١١٤٠، والنسائي: ٣/ ٢٦١، ح: ١٧٩٥ من حديث إسحاق بن سليمان به، وضعفه، والصواب خلافه. * مغيرة بن زياد وثقه الجمهور، ولحديثه شواهد عند مسلم وغيره، وانظر الحديث الآتي. * وفي الباب عن أم حبيبة [يأتي: ٤١٥]، وأبي هريرة [ابن ماجه، ح: ١١٤٢، والنسائي، ح: ١٨١٢]، وأبي موسى [أحمد: ٤/ ٤١٣]، وابن عمر [البخاري، ح: ٩٣٧، ومسلم، ح: ٧٢٩].

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّازِيُّ: حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ ابْنُ زِيَادٍ عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ ثَابَرَ عَلَى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِّنَ السُّنَّةِ بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ: أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ».

نے فرمایا: ”جس نے بارہ رکعات سنت پر دوام اور ہمیشگی اختیار کی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا: چار رکعت ظہر سے پہلے، دو رکعت اس کے بعد، دو رکعت مغرب کے بعد، دو رکعت عشاء کے بعد اور دو رکعت فجر سے پہلے۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي مُوسَى وَابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَمُغِيرَةُ بْنُ زِيَادٍ قَدْ تَكَلَّمَ فِيهِ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ.

اس مسئلے میں سیدہ ام حبیبہ، سیدنا ابوہریرہ، ابوموسیٰ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات منقول ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس سند سے غریب ہے اور مغیرہ بن زیاد پر بعض اہل علم نے اس کے حافظے کی بنا پر جرح کی ہے۔

لغوی تشریح: [ثَابَرَ] دوام و ہمیشگی کی، ان کا اہتمام کیا اور پابندی کی۔

٤١٥- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ [هُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ]: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ صَلَّى فِي يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ: أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ صَلَاةَ الْغَدَاةِ».

[415] سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے (روزانہ) دن رات میں بارہ رکعات پڑھیں اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جائے گا: چار رکعات ظہر سے پہلے، دو رکعات بعد میں، دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعتیں عشاء کے بعد اور دو رکعتیں نماز فجر سے پہلے۔“

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَحَدِيثُ عَنْبَسَةَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ فِي هٰذَا الْبَابِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَنْبَسَةَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عنبسہ کی سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے حدیث اس باب میں حسن صحیح ہے۔ اور عنبسہ رحمہ اللہ سے یہ روایت دوسری سند سے بھی مروی ہے۔

٤١٥- [صحيح لغيره] أخرجه النسائي: ٣/ ٢٦٢، ح: ١٨٠٣، ١٨٠٤ (قيام الليل، باب ثواب من صلى في اليوم والليلة ثنتي عشرة ركعة ... إلخ) من حديث أبي إسحاق السبيعي به، وتابعه إسماعيل بن أبي خالد عند ابن ماجه، ح: ١١٤١، والحديث صححه ابن خزيمة، ح: ١١٨٩، ورواه مسلم، صلاة المسافرين، باب فضل السنن الراتبة قبل الفرائض وبعدهن، وبيان عددهن، ح: ٧٢٨ من حديث عنبسة به.

فائدہ: حدیث میں رکعات کی تعیین کے ساتھ ان کے وقت کی بھی تعیین کردی گئی ہے، اس لیے ان اوقات میں ادا کرنا ہی اصل مطلوب ہے، اور اس پر ہمیشگی ہونی چاہیے۔ ان بارہ رکعات کو سنت مؤکدہ کا نام دیا جاتا ہے، اور یہی سنن رواتب ہیں۔ غیر مؤکدہ سنن ان کے علاوہ ہیں۔ ان کا بھی اہتمام کرنا چاہیے تاکہ فرائض میں کمی ان سے پوری ہو سکے۔

(المعجم ١٩٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ مِنَ الْفَضْلِ (التحفة ١٩١)

باب: 190۔ صبح کی دو رکعت (سنتوں) کی فضیلت

٤١٦- حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللهِ [التِّرْمِذِيُّ]: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا».

[416] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فجر کی دو رکعتیں دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس (سب کچھ) سے بہتر ہیں۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوٰى أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ عَبْدِ اللهِ التِّرْمِذِيِّ حَدِيثَ عَائِشَةَ.

اس مسئلے میں سیدنا علی، ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔ یہ روایت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی بیان کی ہے۔

فائدہ: دنیا اور دنیا کی ہر چیز عارضی اور فانی ہے اور صبح کی دو رکعات کی پابندی جنت میں لے جانے کا باعث ہے۔ جنت اور اس کی ہر نعمت اعلیٰ اور برتر بھی ہے اور دائمی و پائیدار بھی، اس لیے ان دو رکعتوں کا اہتمام دنیا و مافیھا سے بہتر ہے۔ اور یہ نعمت اسے ہی میسر آ سکتی ہے جو بروقت جاگنے کا اہتمام کرتا ہو۔

(المعجم ١٩١) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَخْفِيفِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَمَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِيهِمَا (التحفة ١٩٢)

باب: 191۔ صبح کی سنتوں میں تخفیف اور ان میں نبی ﷺ کی قراءت کا بیان

٤١٧- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ وَأَبُو عَمَّارٍ قَالَا:

[417] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں ایک ماہ

٤١٦ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب ركعتي سنة الفجر، والحث عليهما . . . إلخ، ح: ٧٢٥ من حديث أبي عوانة به. * وفي الباب عن علي [لعله يشير إلى حديث علي عند أحمد: ١/١٤٧]، وابن عمر [الطبراني في الكبير: ١٢/٤٠٨، ح: ١٣٥٠٢]، وابن عباس [النسائي، ح: ١٧٨٣].

٤١٧ـ أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء فيما يقرأ في الركعتين قبل الفجر، ح: ١١٤٩ من حديث أبي أحمد محمد ابن عبدالله الزبيري به، وهو حسن الحديث، سفيان هو الثوري، وللحديث شواهد عند مسلم، ح: ٧٢٦ وغيره. * وفي الباب عن ابن مسعود [يأتي: ٤٣١]، وأنس [البزار، (كشف): ١/٣٣٨، ح: ٧٠٤]، وأبي هريرة [مسلم، ح: ٧٢٦]، وابن عباس [مسلم، ح: ٧٢٧]، وحفصة [البخاري، ح: ٦١٨]، وعائشة [البخاري، ح: ٦١٩، ومسلم، ح: ٧٢٤].

حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَمَقْتُ النَّبِيَّ ﷺ شَهْرًا فَكَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ بِـ﴿قُلْ يَآأَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ وَ﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ﴾.

تک نبی ﷺ کا جائزہ لیتا رہا تو میں نے پایا کہ آپ فجر سے پہلے دو رکعتوں میں ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ○﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○﴾ پڑھتے تھے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَّأَنَسٍ وَّأَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّحَفْصَةَ وَعَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَلَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ الثَّوْرِيِّ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَبِي أَحْمَدَ وَالْمَعْرُوفُ عِنْدَ النَّاسِ حَدِيثُ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي أَحْمَدَ، عَنْ إِسْرَائِيلَ هٰذَا الْحَدِيثُ أَيْضًا. وَأَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ ثِقَةٌ حَافِظٌ قَالَ: سَمِعْتُ بُنْدَارًا يَقُولُ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ حِفْظًا مِّنْ أَبِي أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيِّ. وَ[أَبُو أَحْمَدَ] اسْمُهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِيُّ الْأَسَدِيُّ الْكُوفِيُّ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن مسعود، انس، ابوہریرہ، ابن عباس، سیدہ حفصہ اور عائشہ ؓ سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: ابن عمر ؓ کی حدیث حسن ہے۔ ہمارے علم کے مطابق اسے صرف ابواحمد ہی ثوری سے بیان کرتے ہیں جبکہ لوگوں کے ہاں معروف یہ ہے کہ یہ اسرائیل کی روایت ہے۔ اور ابو احمد بھی یہ روایت اسرائیل سے بیان کرتے ہیں۔ (ابو احمد اور ثوری دونوں ابواسحاق سے بیان کرتے ہیں۔) اور ابواحمد زبیری ثقہ اور حافظ ہے۔ بندار کہتے ہیں: میں نے ابواحمد سے بہتر حافظہ کسی کا نہیں پایا۔ اور اس کا نام محمد بن عبداللہ بن زبیری اسدی کوفی ہے۔

فائدہ: فجر کی نماز میں قراءت طویل ہوتی ہے، اس لیے نبی ﷺ سنتوں میں قراءت انتہائی مختصر کرتے تھے۔ سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی دو رکعتیں پڑھتے اور ان میں تخفیف کرتے حتی کہ میں سوچتی کیا آپ ﷺ نے ان میں سورۂ فاتحہ بھی پڑھی ہے یا نہیں؟ دیکھیے: (صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، حدیث: 724) اور عموماً یہی دونوں سورتیں پڑھتے تھے۔ لیکن بعض اوقات دوسری قراءت بھی فرماتے تھے جیسا کہ سیدنا ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی دو رکعتوں میں، پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ کی آیت: ﴿قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا﴾ (البقرۃ 136:2) پڑھتے، جبکہ دوسری رکعت میں آل عمران کی آیت: ﴿اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○﴾ (آل عمران 52:3) پڑھتے تھے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، حدیث: 727) فجر کے وقت ان سورتوں (الکافرون اور اخلاص) کی تلاوت میں یہ تفاؤل ہے کہ بندہ شرک و مشرکین سے براءت، اسلام پر ثبات اور اللہ ذوالجلال کی توحید خالص کا اقرار و اظہار کرتا ہے۔

(المعجم ۱۹۲) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْكَلَامِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ (التحفۃ ۱۹۲)

باب: 192۔ فجر کی سنتوں کے بعد گفتگو کرنا

٤١٨- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى [الْمَرْوَزِيُّ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَإِنْ كَانَتْ لَهُ إِلَيَّ حَاجَةٌ كَلَّمَنِي وَإِلَّا خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ.

[418] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ جب فجر کی سنتیں پڑھ لیتے تو اگر مجھ سے کوئی ضرورت ہوتی تو گفتگو فرماتے، ورنہ نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ كَرِهَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمُ الْكَلَامَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ حَتّٰى يُصَلِّيَ صَلَاةَ الْفَجْرِ إِلَّا مَا كَانَ مِنْ ذِكْرِ اللهِ أَوْ مَا لَا بُدَّ مِنْهُ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے اہل علم نے طلوع فجر کے بعد نماز فجر پڑھنے تک گفتگو کو ناپسند کیا ہے الا یہ کہ اللہ کا ذکر ہو یا کوئی ضروری گفتگو جس کے بغیر چارہ نہ ہو۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: فرضوں سے پہلے سنتیں مقرر کرنے کا مقصد بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ذریعے سے بندہ دنیوی امور سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے اور فرائض میں حضورِ قلب کے ساتھ شامل ہو۔ سنتوں کے بعد بات چیت میں مصروف ہو جانا حضورِ قلب میں رکاوٹ بنتا ہے، اس لیے بلا مقصد بات چیت سے بچنا چاہیے، لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ اگر کوئی بات چیت کر لے تو سنتیں باطل ہو جائیں گی، خاص کر صبح کی سنتیں۔ جمہور کا یہی موقف ہے، اس لیے ان فقہاء کا موقف غلط ہے جو کہتے ہیں کہ صبح کی سنتوں کے بعد گفتگو کرنے سے یہ سنتیں باطل ہو جاتی ہیں۔

(المعجم ١٩٣) بَابُ مَا جَاءَ لَا صَلَاةَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلَّا رَكْعَتَيْنِ (التحفة ١٩٣)

باب: 193۔ طلوع فجر کے بعد صرف دو رکعت نماز ہے

٤١٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ قُدَامَةَ بْنِ مُوسٰى، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ أَبِي عَلْقَمَةَ، عَنْ يَسَارٍ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا

[419] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”فجر کے بعد صرف دو رکعت نماز ہے۔“

٤١٨ـ أخرجه أبو داود، التطوع، باب الاضطجاع بعدها، ح: ١٢٦٢ من حديث مالك به، وأخرجه البخاري، ح: ١١١٩، ومسلم، ح: ٧٤٣ من حديث سالم أبي النضر به.

٤١٩ـ [صحيح بطرقه وشواهده] أخرجه أبو داود، ح: ١٢٧٨ من حديث قدامة بطوله. ※ محمد بن الحصين: مجهول، وللحديث طرق وشواهد، وأخرج مسلم، ح: ٧٢٣ وغيره: "كان رسول الله ﷺ، إذا طلع الفجر، لايصلي إلا ركعتين خفيفتين". ※ وفي الباب عن عبدالله بن عمرو [عبد بن حميد، ح: ٣٣٣، والبيهقي: ٢/ ٤٦٥، ٤٦٦] وحفصة [يأتي: ٤٣٣].

صَلَاةَ بَعْدَ الْفَجْرِ إِلَّا سَجْدَتَيْنِ».

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَحَفْصَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ قُدَامَةَ بْنِ مُوسَى، وَرَوَى عَنْهُ غَيْرُ وَاحِدٍ، وَهُوَ مَا أَجْمَعَ عَلَيْهِ أَهْلُ الْعِلْمِ، كَرِهُوا أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلَّا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ. وَمَعْنَى هٰذَا الْحَدِيثِ إِنَّمَا يَقُولُ: لَا صَلَاةَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلَّا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن عمرو اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسے صرف قدامہ بن موسیٰ نے بیان کیا ہے اور اس سے کئی راویوں نے بیان کیا ہے۔ اور اس مسئلے پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ طلوع فجر کے بعد سنت فجر کے سوا کوئی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ طلوع فجر کے بعد (فرضوں سے پہلے) دوسنتوں کے علاوہ کوئی نماز نہیں۔

فائدہ: طلوع فجر کے بعد بلاوجہ اور بلاسبب نفل پڑھنا بالاتفاق درست نہیں۔ ہاں سببی نماز کے بارے میں اختلاف ہے: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام ترمذی رحمہ اللہ کے دعوائے اجماع پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ اس مسئلے میں اختلاف موجود ہے، لیکن محسوس ہوتا ہے کہ وجہ اختلاف سببی نماز ہے، مثلاً: امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر رات کی نماز رہ جائے تو وہ طلوع فجر کے بعد پڑھ لے۔ اور یہ ایک اہم سبب ہے۔ بہرحال دلیل کا تقاضا یہی ہے کہ طلوع فجر کے بعد بلاسبب نفل پڑھنا جائز نہیں اور سببی نماز ایک استثنائی صورت ہے جو عام ضابطے پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ (فتح الباري: 79,78/2، طبع دارالسلام) فتح الباری کے حاشیے میں شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے حافظ ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمہما اللہ کا موقف یہی قرار دیا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا ایک قول بھی یہی ہے۔

(المعجم ١٩٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْاِضْطِجَاعِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ (التحفة ١٩٥)

باب: 194۔ فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنا

٤٢٠- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الْعَقَدِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيَضْطَجِعْ عَلٰى يَمِينِهِ».

[420] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی فجر کی سنتیں پڑھ لے تو وہ اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جائے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بھی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے۔ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے

٤٢٠- أخرجه أبو داود، التطوع، باب الاضطجاع بعدها، ح: ١٢٦١ من حديث عبدالواحد به، وصححه ابن خزيمة، ح: ١١٢٠، وابن حبان، ح: ٦١٢. * وفي الباب عن عائشة [تقدم: ٤١٨].

إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فِي بَيْتِهِ اضْطَجَعَ عَلَى يَمِينِهِ. وَقَدْ رَأَى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ يُفْعَلَ هٰذَا اسْتِحْبَابًا.

کہ نبی ﷺ جب اپنے گھر میں صبح کی سنتیں پڑھ لیتے تو اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔ بعض اہل علم کے نزدیک یہ عمل مستحب ہے۔

فائدہ: صحیح بات یہی ہے کہ سنت فجر کے بعد لیٹنا مستحب ہے اور اس میں افراط وتفریط درست نہیں۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ اس کے بغیر صبح کی نماز بھی نہیں ہوتی، افراط ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ یہ بدعت ہے، تفریط ہے۔ اسی طرح احناف کا یہ کہنا کہ نبی ﷺ کے اس عمل کی حیثیت ایک عام عادت کی سی تھی نہ کہ تشریعی سنت کی، بلا دلیل ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (علامہ عظیم آبادی کی کتاب ''أَعْلَامُ أَهْلِ الْعَصْرِ بِأَحْكَامِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ'')

(المعجم ١٩٥) بَابُ مَا جَاءَ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ (التحفة ١٩٦)

باب: 195۔ جب اقامت شروع ہو جائے تو فرض نماز کے سوا کسی نماز کے نہ ہونے کا بیان

٤٢١- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ».

[421] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب نماز کے لیے اقامت شروع ہو جائے تو فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز نہیں ہوتی۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ بُحَيْنَةَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَبْدِ اللهِ بْنِ سَرْجِسَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَنَسٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَهٰكَذَا رَوَى أَيُّوبُ وَوَرْقَاءُ بْنُ عُمَرَ وَزِيَادُ بْنُ سَعْدٍ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرَوَى حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَسُفْيَانُ بْنُ

اس مسئلے میں سیدنا ابن بُحینہ، عبداللہ بن عمرو، عبداللہ بن سرجس، ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ یہ حدیث ایوب، ورقاء بن عمر، زیاد بن سعد، اسماعیل بن مسلم اور محمد بن جحادہ نے عمرو بن دینار سے اسی طرح بیان کی ہے۔ حماد بن زید اور سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار سے اسے بیان کیا لیکن نبی ﷺ کی طرف نسبت

٤٢١ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب كراهة الشروع في النافلة بعد شروع المؤذن . . . إلخ، ح: ٧١٠ من حديث روح ابن عبادة به. * وفي الباب عن ابن بحينة [البخاري، ح: ٦٦٣ ومسلم، ح: ٧١١]، وعبدالله بن عمرو [البزار، (كشف): ١/ ٢٤٥، ح: ٥٠٣]، وعبدالله بن سرجس [مسلم، ح: ٧١٢]، وابن عباس [ابن خزيمة، ح: ١١٢٤، والحاكم في المستدرك: ١/ ٣٠٧، والبيهقي: ٢/ ٤٨٢]، وأنس [ابن خزيمة، ح: ١١٢٦]. * أخرج أحمد: ٢/ ٣٥٢ من حديث عياش بن عباس عن أبي تميم الزهري عن أبي هريرة به.

عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ وَلَمْ يَرْفَعَاهُ. وَالْحَدِيثُ الْمَرْفُوعُ أَصَحُّ عِنْدَنَا. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ، رَوَاهُ عَيَّاشُ بْنُ عَبَّاسٍ الْقِتْبَانِيُّ الْمِصْرِيُّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ [نَحْوَ هٰذَا]. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ [بَعْضِ] أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ أَنْ لَّا يُصَلِّيَ الرَّجُلُ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ. وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ.

نہیں کی۔ (بلکہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیا ہے۔) ہمارے نزدیک اس کا مرفوع ہونا ہی صحیح تر ہے۔ یہ حدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری سند سے بھی مرفوعاً اسی طرح مروی ہے، یعنی عیاش بن عباس قتبانی مصری کے واسطے سے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسروں کا اسی پر عمل ہے کہ جب اقامت شروع ہوجائے تو انسان صرف فرض نماز پڑھے۔ سفیان ثوری، ابن المبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہ اللہ کا قول اس حدیث کے مطابق ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے صراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ جب فرض نماز کھڑی ہوجائے تو کسی قسم کے نفل مؤکد ہوں یا غیر مؤکد، پڑھنا جائز نہیں۔ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء چاروں نمازوں کی سنتیں نہ پڑھنے پر اجماع ہے۔ لیکن صبح کی سنتوں کے بارے میں بعض ائمہ نے جواز نکالنے کی کوشش کی ہے اور دلیل میں بعض صحابہ و تابعین کا عمل پیش کیا ہے، حالانکہ صحیح اور صریح حدیث کی موجودگی میں کسی صحابی کا قول حجت و دلیل نہیں بن سکتا۔

(المعجم ۱۹۶) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ تَفُوتُهُ الرَّكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ يُصَلِّيهِمَا بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ (التحفة ۱۹۷)

باب: 196۔ جس کی فجر کی سنتیں رہ جائیں، وہ انھیں نماز فجر کے بعد پڑھ لے

۴۲۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو السَّوَّاقُ [الْبَلْخِيُّ] [قَالَ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ جَدِّهِ قَيْسٍ قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ الصُّبْحَ ثُمَّ انْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ فَوَجَدَنِي أُصَلِّي فَقَالَ: «مَهْلًا يَا قَيْسُ أَصَلَاتَانِ مَعًا؟» قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي لَمْ أَكُنْ رَكَعْتُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، قَالَ: «فَلَا إِذَنْ».

[422] سیدنا قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو نماز کے لیے اقامت کہی گئی اور میں نے آپ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ پھر نبی ﷺ نے نماز سے سلام پھیرا تو آپ نے مجھے دیکھا کہ میں نماز پڑھنے لگا ہوں تو آپ نے فرمایا: ''اے قیس! ٹھہرو۔ کیا دو نمازیں اکٹھی کررہے ہو؟'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھیں۔ آپ نے فرمایا: ''تب کوئی

۴۲۲- أخرجه أبو داود، التطوع، باب من فاتته متى يقضيها، ح: ۱۲۶۷، وابن ماجه، ح: ۱۱۵٤ من حديث سعد بن سعيد به، وصححه ابن خزيمة: ۲/ ۱٦٤، ۱٦٥، ح: ۱۱۱٦، والسند منقطع، وله شاهد صحيح عند الدارقطني والبيهقي وغيرهما، وصححه ابن خزيمة، ح: ۱۱۱٦، وابن حبان، ح: ٦۲٤، والحاكم: ۱/ ۲۷٤، ۲۷٥، والذهبي، وللحديث طرق.

حرج نہیں۔‘‘

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ لَا نَعْرِفُهُ مِثْلَ هٰذَا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ. وَقَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ: سَمِعَ عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ مِّنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ. وَإِنَّمَا يُرْوٰى هٰذَا الْحَدِيثُ مُرْسَلًا. وَقَدْ قَالَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ مَكَّةَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ: لَمْ يَرَوْا بَأْسًا أَنْ يُّصَلِّيَ الرَّجُلُ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ. قَالَ أَبُوعِيسٰى: وَسَعْدُ بْنُ سَعِيدٍ هُوَ أَخُو يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ. [قَالَ] وَقَيْسٌ هُوَ جَدُّ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ [الْأَنْصَارِيِّ]. وَيُقَالُ هُوَ قَيْسُ بْنُ عَمْرٍو. وَيُقَالُ هُوَ قَيْسُ بْنُ قَهْدٍ. وَإِسْنَادُ هٰذَا الْحَدِيثِ لَيْسَ بِمُتَّصِلٍ، مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ قَيْسٍ. وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ فَرَأٰى قَيْسًا. [وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ کی حدیث اس انداز میں ہم صرف سعد بن سعید ہی سے جانتے ہیں۔ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: عطاء بن ابی رباح نے یہ حدیث سعد بن سعید سے سنی ہے اور یہ حدیث صرف مرسلا مروی ہے۔ اہل مکہ کے کچھ لوگوں کا عمل اس حدیث پر ہے۔ ان کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں کہ انسان نماز فجر کے بعد سورج نکلنے سے پہلے فجر کی سنتیں پڑھ لے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سعد بن سعید، یحییٰ بن سعید انصاری کا بھائی ہے اور قیس، یحییٰ بن سعید انصاری کا دادا ہے۔ اسے قیس بن عمرو کہتے ہیں اور قیس بن قہد بھی کہا گیا ہے۔ اس حدیث کی سند متصل نہیں ہے۔ محمد بن ابراہیم تیمی نے قیس سے نہیں سنا۔ بعض نے یہ حدیث اس طرح بیان کی ہے کہ محمد بن ابراہیم نے کہا: نبی ﷺ تشریف لائے تو قیس کو دیکھا۔ اور یہ سند (مرسل روایت) مذکورہ سند سے زیادہ صحیح ہے۔

فائدہ: یہ حدیث اگرچہ امام ترمذی رحمہ اللہ کی سند سے صحیح نہیں لیکن بعض دوسرے ائمہ کی سند سے ثابت ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر صبح کی سنتیں رہ جائیں تو وہ فرض نماز کے بعد پڑھی جاسکتی ہیں، لیکن مالکیہ اور حنفیہ کے نزدیک صبح کی نماز کے بعد فجر کی سنتیں پڑھنا درست نہیں بلکہ طلوع شمس کے بعد پڑھے۔ اور عجیب بات ہے کہ دیوبندی حضرات [فَلَا إِذَنْ] کا ترجمہ [فَلَا بَأْسَ إِذَنْ] کے بجائے یہ کرتے ہیں: [فَلَا تُصَلِّ إِذَنْ] ’’تب بھی نہ پڑھو‘‘ حالانکہ [فَلَا إِذَنْ] کا واضح ترجمہ یہی ہے کہ ’’تب کوئی حرج نہیں‘‘ جیسا کہ قدیم حنفیوں نے یہی معنی سمجھے ہیں۔ لیکن آج کل کے احناف کی جسارت دیکھیے، وہ کہتے ہیں: ’’تب بھی نہ پڑھ‘‘ توجیہ اگرچہ تبادُر (سیاق) کے خلاف ہے، لیکن مذکورہ ’’دلائل‘‘ کی بنا پر اسے اختیار کیے بغیر چارہ نہیں۔ (درس ترمذی: 191/2) حالانکہ خود بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ بعض روایات میں [فَلَا إِذَنْ] کی جگہ ہے [فَسَكَتَ النَّبِيُّ ﷺ] اور بعض میں ہے [فَسَكَتَ النَّبِيُّ ﷺ وَمَضٰى وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا] نبی ﷺ خاموش ہو کر چل دیے اور کچھ نہ فرمایا۔ (درس ترمذی: 191/2) جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ [فَلَا إِذَنْ] کے معنی یہی ہیں ’’تب کوئی حرج نہیں۔‘‘ اور اس کے وہ معنی کسی صورت میں نہیں ہو سکتے جو یہ حضرات کر رہے ہیں۔ أَعَاذَنَا اللهُ مِنْهُ. سند کی بحث کے لیے دیکھیے: (سنن الترمذي: 221,219/2 از علامہ احمد محمد شاکر)

(المعجم ۱۹۷) بَابُ مَا جَاءَ فِي إِعَادَتِهِمَا بَعْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ (التحفة ۱۹۸)

باب: 197۔ فجر کی سنتیں سورج نکلنے کے بعد پڑھنے کا بیان

۴۲۳۔ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ لَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ».

[423] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں، وہ انھیں سورج نکلنے کے بعد پڑھ لے۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ فَعَلَهُ وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ قَالَ: وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ، عَنْ هَمَّامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ هٰذَا إِلَّا عَمْرَو بْنَ عَاصِمٍ الْكِلَابِيَّ. وَالْمَعْرُوفُ مِنْ حَدِيثِ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ».

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل یہی بیان کیا گیا ہے اور بعض اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ سفیان ثوری، شافعی، احمد، اسحاق اور ابن مبارک رحمہم اللہ اس کے قائل ہیں۔ اور ہمارے علم کے مطابق ہمام سے یہ حدیث اس سند سے اس انداز میں صرف عمرو بن عاصم کلابی ہی نے بیان کی ہے۔ دراصل قتادہ کی معروف حدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یوں ہے: ''جس نے سورج نکلنے سے پہلے صبح کی ایک رکعت پالی تو اس نے صبح کی نماز پالی۔''

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو وہ انھیں سورج نکلنے کے بعد پڑھ سکتا ہے، لیکن یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سورج نکلنے سے پہلے نہ پڑھے۔ دونوں حدیثوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ اگر چاہے تو سورج نکلنے سے پہلے پڑھ لے اور چاہے تو سورج نکلنے کے بعد پڑھ لے، یہ نہیں کہ اگر سورج نکلنے سے پہلے نہ پڑھی ہوں تو بعد میں نہیں پڑھ سکتا۔ (نیل الأوطار: 29/3) اور عجیب بات ہے کہ احناف کے نزدیک فجر کے بعد سورج طلوع ہونے تک نماز کی ممانعت ہے۔ باوجود صحیح احادیث کے ان کے نزدیک فجر کی سنتوں کا استثنا مذکورہ بالا حدیث سے ثابت نہیں۔ لیکن اقامت صلوٰۃ (تکبیر) ہوجانے کے بعد سنتوں کی عام ممانعت سے فجر کی سنتوں کو مستثنیٰ کہتے ہیں کہ مسجد کے کسی گوشے میں یا عام جماعت سے ہٹ کر ادا کی جاسکتی ہیں بشرطیکہ جماعت کے فوت ہوجانے کا اندیشہ نہ ہو، حالانکہ صحیح حدیث میں عام ممانعت آئی ہے۔ گویا ان کے

۴۲۳۔ أخرجه ابن خزيمة، ح: ۱۱۱۷ من حديث عمرو بن عاصم به: "بلفظ من نسي ركعتي الفجر فليصلها إذا طلعت الشمس"، وصححه ابن حبان، ح: ۶۱۳، والحاكم: ۱/ ۲۷۴ على شرط الشيخين، ووافقه الذهبي.

نزدیک فضیلت اور تاکید عجیب شے ہے کہ کہیں تو استثنا کا باعث ہے اور کہیں باعث نہیں۔ بہر حال گزشتہ باب میں صحیح حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ بعد از نماز فجر سورج طلوع ہونے سے پہلے سنتیں ادا کر لینا جائز ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ١٩٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْأَرْبَعِ قَبْلَ الظُّهْرِ (التحفة ١٩٩)

باب: 198۔ظہر سے پہلے چار رکعات کا بیان

٤٢٤۔ حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ [الْعَقَدِيُّ]: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ.

[424] سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعات اور بعد میں دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَأُمِّ حَبِيبَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ. حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْعَطَّارُ قَالَ: قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: كُنَّا نَعْرِفُ فَضْلَ حَدِيثِ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ عَلٰى حَدِيثِ الْحَارِثِ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ: يَخْتَارُونَ أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَإِسْحَاقَ [وَأَهْلِ الْكُوفَةِ]. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: صَلَاةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنٰى مَثْنٰى، يَرَوْنَ الْفَصْلَ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ.

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہما سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم عاصم بن ضمرہ کی حدیث کو حارث (اعور) کی حدیث سے عمدہ سمجھتے ہیں۔ اکثر اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد والوں کا عمل اس پر ہے۔ وہ اسی بات کو پسند کرتے ہیں کہ انسان ظہر سے پہلے چار رکعات پڑھے۔ سفیان ثوری، ابن المبارک، اسحاق رحمہم اللہ اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم کہتے ہیں کہ دن، رات کی نماز دو دو رکعت ہے، ہر دو رکعت کو الگ پڑھنا چاہیے۔ امام شافعی اور احمد رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔

فوائد و مسائل: ① جمہور صحابہ اور تابعین کا یہی موقف ہے کہ ظہر سے پہلے چار رکعات پڑھی جائیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول دو رکعتوں کا ہے اور امام احمد رحمہ اللہ کا موقف بھی یہی ہے، لیکن راجح چار رکعات ہیں جو بہت سی احادیث سے ثابت ہیں اگرچہ نبی ﷺ نے بعض دفعہ دو رکعتیں بھی پڑھی ہیں۔ بعض حضرات نے اس کی تاویل کی ہے کہ آپ گھر میں چار رکعات پڑھ کر

٤٢٤۔ أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء فيما يستحب من التطوع بالنهار، ح:١١٦١، والنسائي:٢/ ١١٩، ح:٨٧٥ من حديث أبي إسحاق به، وصححه ابن خزيمة، ح:١٢١١. ※ سفيان هو الثوري، وتابعه شعبة عند الترمذي، ح:٥٩٨، ٥٩٩، وللحديث شواهد. ※ وفي الباب عن عائشة [تقدم: ٤١٤]، وأم حبيبة [تقدم: ٤١٥]. ※ قول سفيان الثوري: "كنا نعرف فضل . . . إلخ" سنده صحيح.

آئے تھے اور مسجد میں تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں پڑھیں، حالانکہ تاویل کی ضرورت ہی نہیں، بعض دفعہ آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ ② رات کی نماز جمہور کے نزدیک دو دو رکعتیں پڑھی جائیں۔ امام ابو یوسف اور محمد رحمہما اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دو، چار، چھ، آٹھ ہر طرح پڑھنا صحیح ہے۔ اور دن کی نماز امام مالک اور شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک دو دو رکعتیں ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک بھی دو دو پڑھنا بہتر ہے۔ لیکن چار اکٹھی پڑھنا جائز ہے جبکہ احناف اور امام اسحاق کے نزدیک چار اکٹھی پڑھنا بہتر ہے۔ (المغني: 797,796/1) ③ راجح قول امام احمد رحمہ اللہ کا ہے۔

(المعجم ۱۹۹) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ (التحفة ۲۰۰)

باب: 199۔ ظہر کے بعد کی دو رکعتوں کا بیان

۴۲۵- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا.

[425] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں اور بعد میں بھی دو رکعتیں پڑھیں۔

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّعَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا علی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی احادیث آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: امام شافعی رحمہ اللہ کے ایک قول کے مطابق اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ظہر سے پہلے اور بعد میں دو دو رکعتیں ہیں۔ امام ابو حنیفہ، مالک اور بقول ابن قدامہ اور ابو اسحاق شیرازی امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی ظہر سے پہلے چار رکعات اور بعد میں امام مالک رحمہ اللہ کے سوا سب کے نزدیک دو رکعتیں ہیں اور امام مالک کے نزدیک بعد میں بھی چار ہیں جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے اور یہ حدیث آگے آ رہی ہے۔

(المعجم ۲۰۰) بَابٌ: [مِّنْهُ] آخَرُ (التحفة ۲۰۱)

باب: 200۔ (ظہر کی سنتوں کے بارے میں) ایک اور باب

۴۲۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ الْعَتَكِيُّ

[426] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: نبی ﷺ جب

۴۲۵ـ أخرجه ابن خزيمة، ح: ۱۱۹۷ عن أحمد بن منيع، وأحمد: ۲/ ٦ عن إسماعيل ابن علية به، ورواه البخاري، ح: ۱۱۸۰ من حديث أيوب السختياني به، وانظر، ح: ٤٣٣، وله طريق آخر عند مسلم، ح: ۷۲۹/ ۱۰٤ . * وفي الباب عن علي [تقدم: ٤٢٤]، وعائشة [تقدم: ٤١٤].

٤٢٦ـ أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب من فاتته الأربع قبل الظهر، ح: ١١٥٨ بلفظ «صلاها بعد الركعتين بعد الظهر».

الْمَرْوَزِيُّ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا لَمْ يُصَلِّ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ صَلَّاهُنَّ بَعْدَهَا.

ظہر سے پہلے چار رکعات نہ پڑھ سکتے تو انھیں بعد میں پڑھ لیتے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ الْمُبَارَكِ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَرَوَاهُ قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ نَحْوَ هٰذَا. وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا رَوَاهُ عَنْ شُعْبَةَ غَيْرَ قَيْسِ ابْنِ الرَّبِيعِ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوُ هٰذَا.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسے صرف ابن المبارک سے اس سند سے جانتے ہیں۔ قیس بن ربیع نے بھی اسے شعبہ سے اس کی مانند بیان کیا ہے۔ لیکن ہمارے علم کے مطابق شعبہ سے قیس بن ربیع کے سوا کسی اور نے بیان نہیں کیا۔ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے بھی نبی ﷺ سے اس کے ہم معنی روایت کیا گیا ہے۔

فائدہ: جمہور کا موقف یہی ہے کہ اگر ظہر سے پہلے سنتیں رہ جائیں تو انھیں بعد میں پڑھ لیا جائے۔

٤٢٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الشُّعَيْثِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ صَلّٰى قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا أَرْبَعًا حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ».

[427] سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ظہر سے پہلے اور اس کے بعد چار چار رکعات پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کو آگ پر حرام کر دے گا۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے اور اس کے علاوہ کئی سندوں سے مروی ہے۔

٤٢٨- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْبَغْدَادِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ يُوسُفَ التِّنِّيسِيُّ الشَّامِيُّ: حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ [هُوَ] ابْنُ الْحَارِثِ عَنِ الْقَاسِمِ أَبِي عَبْدِ

[428] ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''جو شخص ظہر سے پہلے چار رکعات اور بعد میں چار رکعات کی پابندی اور حفاظت کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے آگ پر حرام کر

٤٢٧ـ [صحيح لغيره] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في من صلى قبل الظهر أربعا وبعدها أربعا، ح: ١١٦٠ من حديث يزيد بن هارون، والنسائي: ٣/ ٢٦٦، ح: ١٨١٨ من حديث محمد بن عبدالله الشعيثي به، وأبو داود، ح: ١٢٦٩ من حديث عنبسة به.

٤٢٨ـ أخرجه النسائي: ٣/ ٢٦٥، ح: ١٨١٤ (قيام الليل، باب الاختلاف على إسماعيل بن أبي خالد) من حديث القاسم أبي عبدالرحمن به، وإسناده قوي، وللحديث طرق.

الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ قَالَ: سَمِعْتُ أُخْتِي أُمَّ حَبِيبَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ تَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ حافَظَ عَلٰى أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ».

دے گا۔"

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَالْقَاسِمُ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يُكْنٰى أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَهُوَ مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ ثِقَةٌ شَامِيٌّ وَهُوَ صَاحِبُ أَبِي أُمَامَةَ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے۔ اور قاسم، عبدالرحمن کا بیٹا ہے۔ اس کی کنیت ابوعبدالرحمن ہے اور وہ عبدالرحمن بن خالد بن یزید بن معاویہ کا آزاد کردہ غلام ہے۔ ثقہ اور شامی ہے اور سیدنا ابوامامہ ؓ کا رفیق ہے۔

فائدہ: عبادات کا اصل نتیجہ اور اثر یہی ہے کہ انسان آگ سے محفوظ ہو جاتا ہے لیکن یہ نتیجہ اس صورت میں ظاہر ہوگا جب عبادت کو اس انداز سے ادا کیا ہو جو سنت کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کے ہاں منظور و مقبول ہو، علاوہ ازیں کوئی اور شرعی رکاوٹ بھی نہ ہو۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ظہر سے پہلے اور بعد میں دونوں جگہ چار چار رکعات پڑھنا افضل ہے۔ (نيل الأوطار: 19/3)

(المعجم ٢٠١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْأَرْبَعِ قَبْلَ الْعَصْرِ (التحفة ٢٠٢)

باب: 201۔ عصر سے پہلے چار رکعات کا بیان

٤٢٩۔ حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ [هُوَ الْعَقَدِيُّ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو]: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيمِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ.

[429] سیدنا علی ؓ بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ عصر سے پہلے چار رکعات پڑھا کرتے تھے، درمیان میں مقرب فرشتوں اور (نیکی میں) ان کے پیروکار مسلمانوں اور مومنوں پر سلام بھیج کر امتیاز و فصل (علیحدگی کیا) کرتے تھے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. وَقَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَاخْتَارَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَنْ لَا يُفْصَلَ فِي

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر اور عبداللہ بن عمرو ؓ سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: سیدنا علی ؓ کی حدیث حسن ہے۔

٤٢٩۔ أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء فيما يستحب من التطوع بالنهار، ح: ١١٦١ من حديث سفيان الثوري به وتابعه شعبة عند النسائي (٨٧٥) * وفي الباب عن ابن عمر [يأتي: ٤٣٠] وعبدالله بن عمرو [الطبراني في الأوسط: ٣/ ٢٧٥، ٢٧٦، ح: ٢٦٠١].

الْأَرْبَعِ قَبْلَ الْعَصْرِ، وَاحْتَجَّ بِهٰذَا الْحَدِيثِ، وَقَالَ [إِسْحَاقُ]: مَعْنٰى قَوْلِهِ أَنَّهُ يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيمِ يَعْنِي التَّشَهُّدَ. وَرَأَى الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ: صَلَاةَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنٰى مَثْنٰى، يَخْتَارَانِ الْفَصْلَ [فِي الْأَرْبَعِ قَبْلَ الْعَصْرِ].

اسحاق بن ابراہیم اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ عصر سے پہلے چار رکعات میں فصل (علیحدگی) نہ ہو (بلکہ اکٹھی پڑھی جائیں) اور یہاں سلام سے فصل کے معنی تشہد پڑھنا ہے۔ (سلام پھیرنا نہیں) امام شافعی اور احمد ﷫ کا موقف ہے کہ دن، رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں۔ وہ عصر سے پہلے چار رکعات کو الگ الگ پڑھنا پسند کرتے ہیں۔

فائدہ: ائمۂ اربعہ کے نزدیک عصر سے پہلے چار رکعات، سنن مؤکدہ نہیں مگر ان کا اجر وثواب بہت زیادہ ہے۔ لیکن ابوالخطاب حنبلی کے نزدیک یہ چار رکعات بھی سنن مؤکدہ میں داخل ہیں۔ (المغني: 798/1)

٤٣٠- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى وَأَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ مِهْرَانَ سَمِعَ جَدَّهُ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «رَحِمَ اللهُ امْرَءًا صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا».

[430] سیدنا ابن عمر ﷠ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ”اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعات پڑھتا ہے۔“

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ ﷫ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(المعجم ٢٠٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَالْقِرَاءَةِ فِيهِمَا (التحفة ٢٠٢)

باب: 202۔ مغرب کے بعد دو رکعتیں اور ان میں قراءت کا بیان

٤٣١- حَدَّثَنَا [أَبُو مُوسٰى] مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَعْدَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ

[431] سیدنا عبداللہ بن مسعود ﷜ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بے شمار دفعہ رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ مغرب کے بعد کی دو رکعتوں اور نماز فجر سے پہلے دو رکعتوں میں

٤٣٠_ أخرجه أبو داود، التطوع، باب الصلاة قبل العصر، ح: ١٢٧١ عن أحمد بن إبراهيم الدورقي به، وصححه، وابن خزيمة، ح: ١١٩٣، وابن حبان، ح: ٦١٦ وغيرهما. * وقع في مسند أبي داود الطيالسي، ح: ١٩٣٦، ومن طريقه البيهقي: ٢/ ٤٧٣: "أبو داود قال: حدثنا أبو إبراهيم محمد بن المثنى عن أبيه عن جده" وهو خطأ.

٤٣١_ [صحيح لغيره] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ما يقرأ في الركعتين بعد المغرب، ح: ١١٦٦ من حديث بدل به، وسنده ضعيف وللحديث شواهد، انظر: الصحيحة للألباني، ح: ٣٣٢٨ والنسائي، ح: ٩٩٣ وغيره. * وفي الباب عن ابن عمر [النسائي، ح: ٩٩٣].

عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ قَالَ: مَا أُحْصِي مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ: يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ بِـ ﴿قُلْ يَآأَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾ وَ ﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ﴾.

﴿قُلْ يَآأَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ○﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ ○﴾ کی تلاوت فرماتے تھے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ عَاصِمٍ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث غریب ہے۔ ہمارے علم کے مطابق اسے عاصم سے صرف عبدالملک بن معدان ہی روایت کرتا ہے۔

فائدہ: ان دونوں سورتوں میں کفر وشرک سے براءت، اخلاص عبودیت اور توحید خالص کا بیان ہے، اس لیے نبی ﷺ دن اور رات کے آغاز کی سنتوں میں ان سورتوں کی قراءت کرتے تھے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے سوا دیگر ائمہ کا یہی موقف ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک شام کے بعد چھ رکعات پڑھنی چاہئیں، امام مالک کے سوا دیگر ائمہ کے نزدیک صبح وشام کی سنتوں میں یہی دونوں سورتیں پڑھنا مستحب ہے۔ دیکھیے: (معارف السنن: 109/4)

(المعجم ۲۰۳) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّهُ يُصَلِّيهِمَا فِي الْبَيْتِ (التحفة ۲۰۳)

باب: 203۔ مغرب کی سنتیں گھر میں پڑھی جائیں

۴۳۲- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي بَيْتِهِ.

[432] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے مغرب کے بعد کی دو رکعتیں نبی ﷺ کے ساتھ آپ کے گھر میں پڑھیں۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ وَكَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا رافع بن خدیج اور کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہما سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: جمہور اہل علم اور امام ابوحنیفہ، شافعی اور احمد رحمہم اللہ کے نزدیک تمام سنن ونوافل کا گھر میں پڑھنا افضل ہے، کیونکہ اس سے انسان ریا سے محفوظ ہو جاتا ہے، خشوع زیادہ ہونے کا امکان بھی ہوتا ہے۔ یہ عمل بیوی بچوں کے لیے ترغیب وتربیت اور گھر میں برکت کا باعث بھی ہے۔ امام مالک اور ثوری رحمہما اللہ کے نزدیک، دن کی سنن راتبہ (سنن مؤکدہ) مسجد میں اور رات کی گھر میں

۴۳۲۔ انظر، ح: ۴۲۵ . * وفي الباب عن رافع بن خديج [ابن ماجه، ح: ۱۱۶۵]، وكعب بن عجرة [يأتي: ۶۰۴].

پڑھنا افضل ہے۔

۴۳۳۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ [الْخَلَّالُ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: حَفِظْتُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَشْرَ رَكَعَاتٍ كَانَ يُصَلِّيهَا بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ: رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ. قَالَ: وَحَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الْفَجْرِ رَكْعَتَيْنِ.

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[433] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دن اور رات میں دس رکعات یاد رکھی ہیں جو آپ پڑھتے تھے: دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں بعد میں، دو رکعتیں مغرب کے بعد، دو رکعتیں عشاء کے بعد اور مجھے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ آپ ﷺ فجر سے پہلے بھی دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۴۳۴۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[434] حسن بن علی کی سند سے مذکورہ بالا کی مثل مروی ہے۔

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(المعجم ۲۰۴) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ التَّطَوُّعِ سِتَّ رَكَعَاتٍ بَعْدَ الْمَغْرِبِ (التحفة ۲۰۵)

باب: 204۔ مغرب کے بعد چھ رکعات نفل پڑھنے کی فضیلت کا بیان

۴۳۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ يَعْنِي مُحَمَّدَ بْنَ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيَّ الْكُوفِيَّ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ أَبِي خَثْعَمٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيمَا بَيْنَهُنَّ بِسُوءٍ عُدِلْنَ لَهُ بِعِبَادَةِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً».

[435] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے نماز مغرب کے بعد کوئی بری بات کیے بغیر چھ رکعات پڑھیں، وہ اس کے لیے بارہ سال کی عبادت کے برابر ہوں گی۔''

۴۳۳۔ أخرجه أحمد: ۲/ ۳۵ عن عبدالرزاق به، وهو متفق عليه، البخاري، ح: ۱۱۸۰ من طريق أيوب السختياني، ومسلم، ح: ۷۲۹/ ۱۰۴ من حديث نافع به.

۴۳۴۔ أخرجه (أبو داود، ح: ۱۱۳۲ عن الحسن بن علي)، والبخاري، ح: ۱۱۶۵، ومسلم من حديث الزهري به.

۴۳۵۔ [ضعيف جدًا] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ما جاء في الست الركعات بعد المغرب، ح: ۱۱۶۷، ۱۳۷۴ من حديث زيد بن حباب به. ٭ حديث: "من صلى بعد المغرب عشرين ركعة . . . إلخ" موضوع، أخرجه ابن ماجه، ح: ۱۳۷۳.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ عِشْرِينَ رَكْعَةً بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ». قَالَ أَبُوعِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ. لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ زَيْدِ ابْنِ الْحُبَابِ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي خَثْعَمٍ. قَالَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ يَقُولُ: عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي خَثْعَمٍ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ وَضَعَّفَهُ جِدًّا.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے مغرب کے بعد بیس رکعات پڑھیں، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔“ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسے صرف زید بن حباب ہی عمر بن ابی خثعم سے بیان کرتا ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں: میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ سے سنا، وہ فرما رہے تھے کہ عمر بن عبداللہ بن ابی خثعم منکر الحدیث ہے اور انھوں نے اسے بہت ہی ضعیف قرار دیا ہے۔

فائدہ: مغرب کے بعد صحیح روایات سے صرف دو رکعتیں ہی ثابت ہیں، چار، چھ اور بیس کے بارے میں ضعیف احادیث آئی ہیں یا بعض صحابہ وتابعین کا عمل ہے۔ عرف عام میں اس کو صَلَاةُ الْأَوَّابِين کے نام سے یاد کرتے ہیں جبکہ صحیح احادیث کی رو سے صلاۃ الاوابین چاشت کی نماز کا نام ہے۔ اگرچہ نفل کی حیثیت سے زیادہ رکعات پڑھ لے تو گنجائش ہے لیکن اس کو مسنون قرار نہیں دیا جا سکتا۔ (نیل الأوطار: 64,62/3)

(المعجم ٢٠٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ (التحفة ٢٠٦)

باب: 205۔ عشاء کے بعد کی دو رکعتوں کا بیان

٤٣٦- حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ ثِنْتَيْنِ، وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ، وَقَبْلَ الْفَجْرِ ثِنْتَيْنِ.

[436] عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی (نفل) نماز کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب دیا: آپ ظہر سے پہلے دو رکعتیں، بعد میں دو رکعتیں، مغرب کے بعد دو رکعتیں، عشاء کے بعد دو رکعتیں اور فجر سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ عَائِشَةَ حَدِيثٌ

اس مسئلے میں سیدنا علی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی

٤٣٦۔ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب جواز النافلة قائمًا وقاعدًا . . . إلخ، ح: ٧٣٠/ ١٠٥ من حديث خالد الحذاء به مطولًا . * وفي الباب عن علي [أبو داود، ح: ١٢٧٥]، وابن عمر [تقدم: ٤٣٣].

حَسَنٌ صَحِيحٌ.

حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: یہ سنن راتبہ یا مؤکدہ ہیں۔ بعض روایات میں ظہر کے بعد بھی چار رکعات، اور اکثر روایات میں ظہر سے پہلے چار رکعات کا بیان آیا ہے۔ سنن غیر مؤکدہ عصر، شام اور عشاء سے پہلے بھی ہیں۔ عصر سے پہلے چار، شام سے پہلے دو اور عشاء سے پہلے متعین عدد کا ذکر نہیں ہے، بعد میں چار اور چھ رکعات پڑھنے کا ذکر بھی آیا ہے۔ (نیل الأوطار: 21/3)

(المعجم ٢٠٦) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ صَلَاةَ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى (التحفة ٢٠٧)

باب: 206۔ رات کی نماز دو دو رکعات ہے

٤٣٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى، فَإِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ، وَاجْعَلْ آخِرَ صَلَاتِكَ وِتْرًا».

[437] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''رات کی نماز دو دو رکعت ہے اور جب تمھیں صبح ہو جانے کا خطرہ ہو تو ایک رکعت وتر پڑھ لو اور تمھاری نماز کا آخری حصہ وتر ہی ہونا چاہیے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّ صَلَاةَ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی آئی ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا عمل اس پر ہے کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔ سفیان ثوری، ابن المبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

فوائد و مسائل: ① جمہور ائمہ اور صاحبین کا مسلک یہی ہے کہ رات کے نفل دو دو رکعت ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک چار رکعت ایک سلام کے ساتھ پڑھنا ناجائز ہے۔ دوسروں کے نزدیک دو دو رکعت پڑھنا افضل ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک چار چار رکعت پڑھنا افضل ہے اور بقول مولانا تقی عثمانی دلیل کے اعتبار سے جمہور ہی کا مسلک راجح ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت یہی ہے اور متاخرین نے فتویٰ بھی اسی پر دیا ہے۔ (درس ترمذی: 199/2) ② اگر رات کو نماز پڑھنے کی عادت ہو تو پھر وتر آخر ہی میں پڑھنا چاہیے۔ اگر عادت نہ ہو تو وتر پڑھ کر سونا چاہیے۔ اگر جاگ آ جائے تو نوافل پڑھ لے، وتر دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

(المعجم ٢٠٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ صَلَاةِ اللَّيْلِ (التحفة ٢٠٨)

باب: 207۔ رات کی نماز کی فضیلت کا بیان

٤٣٧- أخرجه النسائي: ٣/ ٢٢٧، ٢٢٨، ح: ١٦٧٢ (قيام الليل، باب كيف صلاة الليل) عن قتيبة به، وأخرجه البخاري، ح: ٤٧٢، ٩٩٠، ومسلم، ح: ٧٥١ من حديث نافع به. * وفي الباب عن عمرو بن عبسة [أحمد: ٤/ ٣٨٧].

٤٣٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ شَهْرُ اللهِ الْمُحَرَّمُ، وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ».

[438] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ماہ رمضان کے بعد افضل روزے اللہ تعالیٰ کے مہینے محرم کے ہیں اور فرض نمازوں کے بعد افضل نماز، رات کی نماز ہے۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ، وَبِلَالٍ، وَأَبِي أُمَامَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ]. [قَالَ أَبُو عِيسٰى] وَأَبُو بِشْرٍ اسْمُهُ جَعْفَرُ بْنُ إِيَاسٍ، وَهُوَ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي وَحْشِيَّةَ.

اس مسئلے میں سیدنا جابر، بلال اور ابوامامہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابوبشر کا نام جعفر بن ایاس ہے۔ اور یہی جعفر بن ابی وحشیہ ہے۔ (اور ابو وحشیہ کا نام ایاس ہے۔)

فائدہ: ماہ محرم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف تعظیم واحترام کے لیے ہے، جیسے: بیت اللہ اور ناقۃ اللہ وغیرہ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرض روزوں کے بعد سب سے افضل روزے ماہ محرم کے ہیں، چند ہوں یا زیادہ یا عاشورہ کا روزہ۔ اور رات کی نماز تمام نوافل سے، خواہ مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ، افضل ہے کیونکہ اس میں محنت ومشقت زیادہ ہے اور اخلاص وخشیت اور خشوع و خضوع کا امکان بھی زیادہ ہے۔ بعض شوافع کا موقف یہی ہے۔ اور بعض حضرات کا موقف یہ ہے کہ چونکہ سنن مؤکدہ فرائض کا تتمہ ہیں، اس لیے ان کے تابع ہونے کی بنا پر افضل ہیں۔ اور رات کی نماز واجب یا سنت مؤکدہ نہیں۔ جمہور کا یہی موقف ہے، اس لیے رات کی نماز سنن مؤکدہ کے علاوہ نوافل سے افضل ہے۔ اکثر علماء کا نظریہ یہی ہے۔

(المعجم ٢٠٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي وَصْفِ صَلَاةِ النَّبِيِّ ﷺ بِاللَّيْلِ (التحفة ٢٠٩)

باب: 208۔ نبی ﷺ کی رات کی نماز کی کیفیت

٤٣٩- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ: كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ [بِاللَّيْلِ] فِي

[439] ابوسلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ رمضان میں رات کی نماز کیسے پڑھتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا: رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد نہیں

٤٣٨_ أخرجه مسلم، الصيام، باب فضل صوم المحرم، ح: ١١٦٣ عن قتيبة به. * وفي الباب عن جابر [مسلم، ح: ٧٥٧]، وبلال [يأتي: ٣٥٤٩]، وأبي أمامة [يأتي: ٣٥٤٩].

٤٣٩_ أخرجه البخاري، صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، ح: ٢٠١٣، ومسلم، ح: ٧٣٨ من حديث مالك به، وهو في الموطأ: ١/ ١٢٠ (يحيى).

رَمَضَانَ؟ فَقَالَتْ: مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ؟ فَقَالَ: «يَا عَائِشَةُ، إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي».

پڑھتے تھے۔ چار رکعات پڑھتے، ان کے حسن وخوبی اور لمبائی کے بارے میں نہ پوچھیے۔ پھر چار رکعات پڑھتے، ان کے حسن اور لمبائی کے بارے میں سوال نہ کیجیے۔ پھر تین رکعات پڑھتے۔ سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں: میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں، میرا دل نہیں سوتا۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٤٤٠- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ، فَإِذَا فَرَغَ مِنْهَا اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ.

[440] سیدہ عائشہ ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ رات کو گیارہ رکعات پڑھتے تھے اور ان میں وتر ایک ہوتا تھا۔ پھر جب اس سے فارغ ہو جاتے تو اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔

٤٤١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ نَحْوَهُ.

[441] امام صاحب اس کے ہم معنی روایت قتیبہ عن مالک کی سند سے بھی بیان کرتے ہیں۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فوائد ومسائل: ① ابوسلمہ ؒ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات اس طرح پڑھتے تھے کہ پہلے چار رکعات پڑھتے اور انتہائی حسن وخوبی اور لمبائی سے ادا فرماتے۔ اسی انداز میں پھر چار رکعات پڑھتے، پھر سو جاتے اور پھر اٹھ کر تین رکعات پڑھتے، لیکن عروہ ؒ کی صحیح مسلم کی روایت (736) سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ گیارہ رکعات اس طرح پڑھتے تھے کہ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے اور آخر میں ایک وتر پڑھ لیتے۔ سیدنا زید بن خالد جہنی ؓ کی روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، حدیث: 765) علامہ ابن عبدالبر ؒ نے اس میں تطبیق اس طرح دی ہے کہ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے تھے، اس طرح چار رکعات حسن وخوبی اور لمبائی کے ساتھ پڑھ لیتے اور کچھ آرام کرتے، پھر چار رکعات دو دو کر کے پڑھتے اور چار کے بعد آرام فرماتے تھے، اس کے بعد وتر پڑھتے۔ اس لیے اس

٤٤٠ـ [صحيح إلّا الاضطجاع فإنه شاذ] أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ في الليل ... إلخ، ح: ٧٣٦/ ١٢١ من حديث مالك به بلفظ آخر، وهو في الموطأ: ١/ ١٢٠ (يحيى) وانظر الحديث الآتي، وعنده الاضطجاع بعد الركعتين وهو الصواب.

٤٤١ـ أخرجه البخاري، الوتر، باب ماجاء في الوتر، ح: ٩٩٤، ١١٢٣، ٦٣١٠ من حديث الزهري به.

حدیث سے چار رکعات اکٹھی پڑھنے پر استدلال کرنا درست نہیں۔ علامہ انور شاہ کشمیری نے اس کو تسلیم کیا ہے اور ان احناف کو جواب دیا ہے جو اس حدیث سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے موقف کی تائید کرتے ہیں کہ رات کی نماز چار رکعات ایک سلام سے پڑھنا افضل ہے۔ (معارف السنن: 119/4) ② رات کی نماز کے بارے میں امام ترمذی نے نبی ﷺ سے تہجد کی تعداد میں مختلف روایات بیان کی ہیں۔ آپ کا عام معمول یہی تھا کہ آپ گیارہ رکعات پڑھتے تھے لیکن بعض دفعہ وقت کی تنگی اور نشاط میں کمی یا بیماری کی وجہ سے آپ نے کم رکعات بھی پڑھی ہیں۔ اور آپ کے فرمان: [صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى، فَإِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ] (جامع الترمذي، حديث: 437) ''رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔ جب تم صبح کا خطرہ محسوس کرو تو ایک رکعت وتر پڑھ لو۔'' سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے اپنے حالات کے مطابق کمی بیشی کرنا جائز ہے۔

(المعجم ٢٠٩) بَابٌ مِّنْهُ (التحفة ٢١٠)

باب: 209۔ مذکورہ بالا مسئلے کے بارے میں ایک اور باب

٤٤٢- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ [قَالَ]: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ [الضُّبَعِيِّ]، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً.

[442] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو تیرہ رکعات پڑھا کرتے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. [وَأَبُو جَمْرَةَ الضُّبَعِيُّ اسْمُهُ نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ الضُّبَعِيُّ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابو جمرہ ضُبعی کا نام نصر بن عمران ضُبعی ہے۔

فائدہ: بعض دفعہ نبی ﷺ نے گیارہ رکعت کے آغاز میں دو ہلکی پھلکی رکعتیں پڑھی ہیں، اس طرح تعداد تیرہ بنتی ہے۔

(المعجم ٢١٠) بَابٌ مِّنْهُ (التحفة ٢١١)

باب: 210۔ مذکورہ مسئلے کے بارے میں ایک اور باب

٤٤٣- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ [بْنِ يَزِيدَ]، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ

[443] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ (بعض دفعہ) رات کو 9 رکعات پڑھتے تھے۔

٤٤٢ـ أخرجه البخاري، التهجد، باب: كيف صلاة النبي ﷺ؟ وكم كان النبي ﷺ يصلي بالليل؟، ح: ١١٣٨، ومسلم، ح: ٧٦٤ من حديث شعبة به.

٤٤٣ـ أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في كم يصلي بالليل، ح: ١٣٦٠، والنسائي: ٣/ ٢٦٣، ح: ١٧٢٦ عن هناد به، وصححه ابن حبان (الإحسان): ٢٦٠٦، وله شواهد عند مسلم (ح: ٧٣٠، صلاة المسافرين، باب: ١٦) وغيره. * وفي الباب عن أبي هريرة [مسلم، ح: ٧٦٨]، وزيد بن خالد [مسلم، ح: ٧٦٥، والترمذي في الشمائل، ح: ٢٦٨]، والفضل بن عباس [تقدم: ٣٨٥].

رَكَعَاتٍ.

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، وَالْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ] غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ، زید بن خالد اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس سند سے حسن (صحیح) غریب ہے۔

٤٤٤- وَرَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنِ الْأَعْمَشِ نَحْوَ هٰذَا: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ آدَمَ عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ.

[444] یہی روایت سفیان ثوری نے اعمش سے مذکورہ بالا کی مانند بیان کی ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَأَكْثَرُ مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مَّعَ الْوِتْرِ، وَأَقَلُّ مَا وُصِفَ مِنْ صَلَاتِهِ مِنَ اللَّيْلِ تِسْعُ رَكَعَاتٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ کی رات کی نماز میں زیادہ سے زیادہ وتر سمیت تیرہ رکعات منقول ہیں اور کم سے کم نو رکعات۔

فائدہ: مگر صحیح تر بات یہ ہے کہ کم سے کم رکعات سات ہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں مسروق رحمہ اللہ کی روایت میں آیا ہے۔ (صحيح البخاري، التهجد، حديث: 1139)

(المعجم ...) [بَابٌ: إِذَا نَامَ عَنْ صَلَاتِهِ بِاللَّيْلِ صَلَّى بِالنَّهَارِ] (التحفة ...)

باب: اگر رات کو سوتا رہ جائے اور نماز نہ پڑھ سکے تو دن کو (12 رکعات) پڑھے

٤٤٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفٰى، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا لَمْ يُصَلِّ مِنَ اللَّيْلِ مَنَعَهُ مِنْ ذٰلِكَ النَّوْمُ أَوْ غَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً.

[445] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب (کبھی) نبی ﷺ نیند کی وجہ سے یا آنکھوں کے غلبے کی وجہ سے رات کو نماز نہ پڑھ سکتے تو دن کو بارہ رکعات پڑھ لیتے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ: حَدَّثَنَا عَتَّابُ بْنُ الْمُثَنّٰى عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ قَالَ: كَانَ زُرَارَةُ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بہز بن حکیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: زرارہ بن اوفی رحمہ اللہ بصرہ کے قاضی اور بنوقشیر کے امام تھے۔ انھوں نے ایک دن صبح

٤٤٤- أخرجه النسائي في الكبرى، ح: ١٣٤٩ عن محمود بن غيلان به.

٤٤٥- أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب جامع صلاة الليل ... إلخ، ح: ٧٤٦ عن قتيبة به. * أثر زرارة بن أوفى، أخرجه ابن سعد: ٧/ ١٥٠، وأبونعيم في حلية الأولياء: ٢/ ٢٥٨، ٢٥٩ من حديث عتاب به.

ابْنُ أَوْفَى قَاضِي الْبَصْرَةِ فَكَانَ يَؤُمُّ [فِي] بَنِي قُشَيْرٍ فَقَرَأَ يَوْمًا فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ ﴿فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ * فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ﴾ [المدثر: ٨، ٩] خَرَّ مَيِّتًا فَكُنْتُ فِيمَنِ احْتَمَلَهُ إِلَى دَارِهِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَسَعْدُ بْنُ هِشَامٍ هُوَ ابْنُ عَامِرٍ الْأَنْصَارِيُّ وَهِشَامُ بْنُ عَامِرٍ هُوَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ.

کی نماز میں ان آیات کی تلاوت کی: ﴿فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ○ فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ○﴾ ”جب صور میں پھونک ماری جائے گی تو وہ انتہائی کٹھن اور مشکل دن ہوگا۔“ تو وہ فوت ہوکر گر گئے۔ اور میں ان لوگوں میں تھا جو انھیں اٹھا کر ان کے گھر لے گئے تھے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ نے کہا: سعد بن ہشام، عامر انصاری کا بیٹا ہے اور سیدنا ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے صحابی ہیں۔

فوائد و مسائل: ① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث سے استدلال کرتے ہوئے بعض علماء نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ دن کے وقت وتر کی قضا جفت عدد میں دی جائے، مثلاً: تین وتر کی جگہ چار رکعات، 5 وتر کی جگہ 6 رکعات، 7 وتر کی جگہ 8 رکعات ادا کی جائیں، جیسے نبی ﷺ نے 11 رکعات کی جگہ دن کو 12 رکعات پڑھیں۔ یہ صورت ان لوگوں کے لیے تو یقیناً مستحب قرار دی جاسکتی ہے جو وتر سمیت رات کے قیام کی قضا دے سکتے ہوں یا دینا چاہتے ہوں لیکن جو صرف وتر کی قضا دینا چاہیں تو وہ طلوعِ فجر، یا نمازِ فجر یا طلوعِ آفتاب کے بعد صرف وتر کی قضا بھی دے سکتے ہیں، جیسے ایک حدیث میں ہے: [مَنْ نَامَ عَنِ الْوِتْرِ أَوْ نَسِيَهُ فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَ وَإِذَا اسْتَيْقَظَ] (جامع الترمذي، حديث: 465) ”جس کے وتر نیند یا بھول کی وجہ سے رہ گئے تو وہ اسے یاد آنے پر پڑھ لے یا جب وہ بیدار ہو۔“ اس طرح دونوں قسم کی روایات یا نبی ﷺ کے عمل اور حکم کے درمیان تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔ واللہ أعلم. ② تطبیق کی ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ بعض احادیث میں قیام اللیل (نمازِ تہجد) کو وتر سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ اس تعبیر کی رُو سے اس حدیث کو سامنے رکھا جائے جس میں فرمایا گیا ہے: ”جس کے وتر نیند کی وجہ سے رہ جائیں تو وہ صبح پڑھ لے۔“ (جامع الترمذي، حديث: 466) اور اسی طرح آپ کے اس عمل کو سامنے رکھا جائے کہ آپ نیند کے غلبے یا کسی تکلیف کی وجہ سے رات کو نماز نہ پڑھ سکتے تو آپ دن کو بارہ رکعات پڑھتے تھے۔ گویا پہلی حدیث میں وتر کی قضا ادا کرنے کا حکم ہے اور دوسری حدیث میں اس قضا کو ادا کرنے کی عملی صورت ہے۔ اس طرح اس حکم اور عمل دونوں کو ملانے سے یہ واضح ہوا کہ جس کی نمازِ تہجد رہ جائے تو وہ دن کو 11 رکعات کی بجائے 12 رکعات ادا کرے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٢١١) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي نُزُولِ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا كُلَّ لَيْلَةٍ

(التحفة ٢١٢)

باب: 211- اللہ تعالیٰ ہر رات آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے

٤٤٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْإِسْكَنْدَرَانِيُّ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «يَنْزِلُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا كُلَّ لَيْلَةٍ حِينَ يَمْضِي ثُلُثُ اللَّيْلِ الْأَوَّلُ، فَيَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ مَنْ ذَا الَّذِي يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ ؟ مَنْ ذَا الَّذِي يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ ؟، مَنْ ذَا الَّذِي يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ ؟، فَلَا يَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يُضِيءَ الْفَجْرُ».

[446] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ ہر رات کو، جب اس کا پہلا تہائی حصہ گزر جاتا ہے، آسمان دنیا پر اترتا ہے اور فرماتا ہے: میں ہی بادشاہ ہوں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے اور میں اسے عنایت کروں؟ کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اسے معاف کر دوں؟ اور یہ اعلان فجر کے روشن ہونے تک ہوتا رہتا ہے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَّأَبِي سَعِيدٍ وَّرِفَاعَةَ الْجُهَنِيِّ وَجُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ وَّابْنِ مَسْعُودٍ وَّأَبِي الدَّرْدَاءِ وَعُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ أَوْجُهٍ كَثِيرَةٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [وَرُوِيَ عَنْهُ] أَنَّهُ قَالَ: «يَنْزِلُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ». وَهٰذَا أَصَحُّ الرِّوَايَاتِ.

اس مسئلے میں سیدنا علی بن ابی طالب، ابوسعید، رفاعہ جہنی، جبیر بن مطعم، ابن مسعود، ابو الدرداء اور عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور یہ روایت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کئی سندوں سے آئی ہے۔ اور ان سے یہ بھی مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی ہوتا ہے تو اترتا ہے۔'' اور صحیح ترین روایت یہی ہے (کہ آخری تہائی میں اترتا ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر رات کے آخری تہائی حصے میں آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور ضرورت مندوں کی دعائیں، التجائیں اور اپیلیں سننے اور قبول فرمانے کا اعلان فرماتا ہے، اس لیے ہمیں اس رحمت والے بابرکت وقت سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔ ② اللہ تعالیٰ کا یہ نزول یا اترنا اس کی شانِ خالقیت کے اعتبار سے ہے اور اس کی ہر صفت کی صورت یہی ہے، لہٰذا جس طرح اس کی ذات کی حقیقت اور کیفیت کو جاننا ہماری عقل سے باہر ہے، اسی طرح اس کی کسی صفت کی کیفیت وحقیقت کو جاننا بھی ہمارے لیے ممکن نہیں، اس لیے ہم اپنے اللہ کی تمام صفات کی طرح صفت

٤٤٦ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب الترغيب في الدعاء والذكر . . . إلخ، ح:٧٥٨ عن قتيبة به، وله طريق آخر يأتي:٣٤٩٨ . وأخرجه البخاري، ح:١١٤٥ من حديث أبي هريرة به. ❊ وفي الباب عن علي بن أبي طالب [أحمد:١/ ١٢٠، والدارمي، ح:١٤٩١، ١٤٩٣]، وأبي سعيد الخدري [مسلم، ح:٧٥٨/ ١٧٢]، ورفاعة الجهني [ابن ماجه، ح:١٣٦٧]، وجبير بن مطعم [أحمد:٤/ ٨١، والنسائي في الكبرى، ح:١٠٣٢١، والدارمي، ح:١٤٨٨]، وابن مسعود [أحمد:١/ ٣٨٨، ٤٠٣، ٤٤٦]، وأبي الدرداء [الدارقطني في كتاب النزول، ص:١٥١، ١٥٢، ح:٧٣، والبزار: ٤/ ٨٣، ح:٣٢٥٣]، وعثمان ابن أبي العاص [أحمد:٤/ ٢٢، ١١٧، ٢١٨ بالاختصار].

نزول کو بھی بلاتشبیہ و بلا تکییف اور بلا تعطیل و بلا تاویل مانتے ہیں۔ ③ نزول کے لغوی معنی معلوم ہیں لیکن اس کی کیفیت و صورت اور حقیقت معلوم نہیں ہے، اس لیے اس کی کیفیت ہم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ ائمۂ اربعہ اور جمہور سلف، صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کا یہی موقف ہے۔ اور یہی موقف حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ہے۔ ان کے موقف اور جمہور سلف کے موقف میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(المعجم ۲۱۲) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِرَاءَةِ بِاللَّيْلِ

(التحفة ۲۱۲)

باب:212۔ رات کی قراءت کا بیان

۴۴۷۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِسْحَاقَ [هُوَ السَّالِحِينِيُّ]: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَبَاحٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ: «مَرَرْتُ بِكَ وَأَنْتَ تَقْرَأُ وَأَنْتَ تَخْفِضُ مِنْ صَوْتِكَ» فَقَالَ: إِنِّي أَسْمَعْتُ مَنْ نَاجَيْتُ، قَالَ: «ارْفَعْ قَلِيلًا». وَقَالَ لِعُمَرَ: «مَرَرْتُ بِكَ وَأَنْتَ تَقْرَأُ وَأَنْتَ تَرْفَعُ صَوْتَكَ»، فَقَالَ: إِنِّي أُوقِظُ الْوَسْنَانَ وَأَطْرُدُ الشَّيْطَانَ، قَالَ: «اخْفِضْ قَلِيلًا».

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَأُمِّ هَانِئٍ وَأَنَسٍ وَأُمِّ سَلَمَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثُ أَبِي قَتَادَةَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ. وَإِنَّمَا أَسْنَدَهُ يَحْيَى بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، وَأَكْثَرُ النَّاسِ إِنَّمَا رَوَوْا هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَبَاحٍ مُرْسَلًا.

[447] سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”میں تمھارے پاس سے گزرا اور تم پست آواز سے قراءت کر رہے تھے۔“ انھوں نے عرض کی: میں جس سے سرگوشی کر رہا تھا اس کو میں نے سنا دیا تھا۔ آپ نے فرمایا: ”آواز کو کچھ بلند کرلو۔“ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”میں تمھارے پاس سے گزرا اور تم قراءت بلند آواز سے کر رہے تھے۔“ انھوں نے عرض کی: میں اونگھنے والے کو جگاتا اور شیطان کو بھگاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اپنی آواز کو قدرے پست کرلو۔“

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، ام ہانی، ام سلمہ، سیدنا انس اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ اس کو صرف یحییٰ بن اسحاق نے مسند (متصل) بیان کیا ہے جبکہ اکثر راوی مرسل بیان کرتے ہیں۔

فائدہ: رات کو جب انسان اپنی نماز پڑھے تو افضل یہ ہے کہ قراءت میں اپنی آواز مناسب حد تک بلند رکھے، نہ اس قدر

۴۴۷۔ أخرجه أبو داود، التطوع، باب رفع الصوت بالقراءة في صلاة الليل، ح:۱۳۲۹ من حديث يحيى بن إسحاق به، وصححه ابن خزيمة، ح:۱۱۶۱، وابن حبان، ح:۶۵۶، والحاكم:۱/ ۳۱۰ على شرط مسلم، ووافقه الذهبي. * وفي الباب عن عائشة [يأتي: ۴۴۸، ۴۴۹]، وأم هانيء [الترمذي في الشمائل، ح:۱۷]، وأنس [الطبراني في مسند الشاميين: ۴/ ۳۰۵، ح:۳۳۷۸]، وأم سلمة [يأتي:۲۹۲۳]، وابن عباس [أبو داود، ح:۱۳۲۷، والترمذي في الشمائل، ح:۳۲۰].

اونچی کہ دوسروں کے لیے پریشانی کا باعث بنے اور نہ اس قدر پست کہ خود بھی نہ سن سکے۔ جہری قراءت فہم وتدبر میں بہت زیادہ معاون ہوتی ہے۔ اور تف ہے ایسے فکر ونظر پر جو ایسے پاکیزہ ومطہر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر مختلف انداز میں زبان طعن دراز کرتے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ راتوں کو اٹھ اٹھ کر ان کے اعمال کا جائزہ لیتے اور ان کا تزکیہ فرماتے رہے!!

۴۴۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ نَافِعٍ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ ابْنِ مُسْلِمٍ الْعَبْدِيِّ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيِّ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَامَ النَّبِيُّ ﷺ بِآيَةٍ مِّنَ الْقُرْآنِ لَيْلَةً.

[448] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک رات قیام کیا اور صرف ایک آیت ہی (بار بار) پڑھتے رہے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت اس سند سے حسن غریب ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بار بار ایک آیت کو تکرار کے ساتھ پڑھنا اور اس کے معانی ومطالب میں غور وفکر کرتے رہنا جائز ہے کیونکہ نبی ﷺ نے پورا قیام اس ایک آیت: ﴿إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○﴾ المآئدة 118:5) پر مکمل فرمایا۔ لیکن اس سے یہ استدلال کرنا کہ آپ نے سورۂ فاتحہ بھی نہیں پڑھی، عجیب منطق ہے کیونکہ آپ تو اکیلے نماز پڑھ رہے تھے اور اکیلے شخص کے لیے سورۂ فاتحہ پڑھنا احناف کے نزدیک بھی واجب ہے اور کسی واجب کا چھوڑنا، کراہت تحریمی ہے اور اس سے نماز لوٹانا لازم ہے، نماز لوٹانے کے بغیر یہ بہت بڑا گناہ ہے، تو کیا آپ ﷺ رات بھر واجب کو چھوڑ کر کے نماز لوٹاتے رہے یا نعوذ باللہ گناہ کے مرتکب ہوتے رہے!! تقلید کے یہ کرشمے بھی خوب ہیں کہ اپنے فقہی مسئلے کے اثبات کے لیے رسول اللہ ﷺ تک بھی ان کی زد سے محفوظ نہیں رہے۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ.

۴۴۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ ابْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ كَيْفَ كَانَ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ ﷺ بِاللَّيْلِ؟ [أَكَانَ يُسِرُّ بِالْقِرَاءَةِ أَمْ يَجْهَرُ؟] فَقَالَتْ: كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ، رُبَّمَا أَسَرَّ بِالْقِرَاءَةِ وَرُبَّمَا جَهَرَ فَقُلْتُ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً.

[449] عبداللہ بن ابی قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رات کے وقت نبی ﷺ قراءت کیسے فرماتے تھے؟ پوشیدہ ہوتی تھی یا جہری؟ انھوں نے جواب دیا: دونوں طرح کرتے تھے۔ بعض دفعہ قراءت پوشیدہ کرتے تھے اور بعض دفعہ بلند آواز سے۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، جس نے اس مسئلے میں وسعت و گنجائش رکھی۔

٤٤٨ـ أخرجه الترمذي في الشمائل، (٢٧١). أبوبكر هو محمد بن أحمد بن نافع، وللحديث شاهد حسن عند ابن ماجه، ح: ١٣٥٠، والنسائي: ٢/ ١٧٧، ح: ١٠١١.

٤٤٩ـ أخرجه أبو داود، الوتر، باب: في وقت الوتر، ح: ١٤٣٧ عن قتيبة بن سعيد به، وصححه ابن خزيمة، ح: ١١٦٠، والحاكم على شرط مسلم: ١/ ٣١٠، ووافقه الذهبي، وأصله في صحيح مسلم، ح: ٣٠٧/ ٢٦.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] صَحِيحٌ غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

(المعجم ٢١٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ فِي الْبَيْتِ (التحفة ٢١٣)

باب: 213۔ گھر میں نفل نماز پڑھنے کی فضیلت

٤٥٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «أَفْضَلُ صَلَاتِكُمْ فِي بُيُوتِكُمْ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ».

[450] سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''فرض نماز کے سوا تمھاری افضل نماز وہ ہے جو گھر میں پڑھی جائے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَجَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَعَائِشَةَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدٍ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَدِ اخْتَلَفُوا فِي رِوَايَةِ هٰذَا الْحَدِيثِ، فَرَوَاهُ مُوسَى ابْنُ عُقْبَةَ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي النَّضْرِ [عَنْ أَبِي النَّضْرِ] مَرْفُوعًا. وَأَوْقَفَهُ بَعْضُهُمْ وَرَوَاهُ مَالِكٌ [بْنُ أَنَسٍ] عَنْ أَبِي النَّضْرِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ، وَالْحَدِيثُ الْمَرْفُوعُ أَصَحُّ.

اس مسئلے میں سیدنا عمر بن خطاب، جابر بن عبداللہ، ابوسعید، ابوہریرہ، ابن عمر، سیدہ عائشہ، عبداللہ بن سعد اور زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اس حدیث کی روایت میں اختلاف ہے۔ موسیٰ بن عقبہ اور ابراہیم بن ابی نضر نے اسے مرفوعاً بیان کیا ہے۔ اور امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے اسے موقوفاً روایت کیا ہے جبکہ مرفوع روایت زیادہ صحیح ہے۔

٤٥١- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «صَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا».

[451] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''گھروں میں نماز پڑھا کرو، انھیں قبرستان نہ بنا ڈالو۔''

٤٥٠- أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب صلاة النافلة في بيته ... إلخ، ح: ٧٨١ من حديث محمد بن جعفر به مطولًا، والبخاري، ح: ٧٣١ من حديث سالم أبي النضر به. * وفي الباب عن عمر بن الخطاب [ابن ماجه، ح: ١٣٧٥]، وجابر ابن عبدالله [مسلم، ح: ٧٧٨]، وأبي سعيد [ابن ماجه، ح: ١٣٧٦]، وأبي هريرة [مسلم، ح: ٧٨٠]، وابن عمر [يأتي: ٤٥١]، وعائشة [أحمد: ٦/ ٦٥]، وعبدالله بن سعد [ابن ماجه، ح: ١٣٧٨، والترمذي في الشمائل، ح: ٢٩٦]، وزيد بن خالد الجهني [أحمد: ٥/ ١٩٢، ١١٤].

٤٥١- أخرجه البخاري، الصلاة، باب كراهية الصلاة في المقابر، ح: ٤٣٢ ومسلم، ح: ٧٧٧ من حديث عبيدالله بن عمر به.

قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.　امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قبرستان میں نماز جائز نہیں اور گھروں میں قبریں بنانا درست نہیں، ہاں نوافل کی ادائیگی گھروں ہی میں افضل ہے، اس لیے گھروں میں نوافل کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہیے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(المعجم ٣) أَبْوَابُ الْوِتْرِ (التحفة ...)

وتر کے احکام و مسائل

(المعجم ١) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْوِتْرِ (التحفة ٢١٥)

باب: 1۔ نماز وتر کی فضیلت

٤٥٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَاشِدٍ الزَّوْفِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُرَّةَ الزَّوْفِيِّ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ حُذَافَةَ أَنَّهُ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «إِنَّ اللهَ أَمَدَّكُمْ بِصَلَاةٍ هِيَ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ، الْوِتْرُ جَعَلَهُ اللهُ لَكُمْ فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى أَنْ يَطْلُعَ الْفَجْرُ».

[452] خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے ایک نماز کا اضافہ کیا ہے جو تمھارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ وہ وتر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے نماز عشاء سے طلوع فجر تک کے درمیان پڑھنا مقرر کیا ہے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَبُرَيْدَةَ وَأَبِي بَصْرَةَ [الْغِفَارِيِّ] صَاحِبِ النَّبِيِّ ﷺ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ خَارِجَةَ بْنِ حُذَافَةَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ. وَقَدْ وَهِمَ بَعْضُ الْمُحَدِّثِينَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ، عبداللہ بن عمرو، بریدہ اور ابوبصرہ غفاری رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی حدیث غریب ہے۔ اسے ہم صرف یزید بن ابی حبیب کی سند سے جانتے ہیں۔ بعض محدثین کو اس حدیث کی سند میں وہم ہوا تو انھوں نے

٤٥٢- [صحيح لغيره دون قوله: «هي خيرلكم من حمر النعم»] أخرجه أبو داود، الوتر، باب استحباب الوتر، ح: ١٤١٨ عن قتيبة به، وقال ابن حبان: "إسناده منقطع ومتنه باطل"، وصححه الحاكم: ١/ ٣٠٦، والذهبي (ا)، وللحديث شواهد صحيحة عند الطبراني في مسند الشاميين (نصب الراية: ٢/ ١١١)، وأحمد: ٦/ ٧ وغيرهما دون قوله: "هي خير لكم من حمر النعم"، * وفي الباب عن أبي هريرة [أحمد: ٢/ ٤٤٣، وابن خزيمة، ح: ١٠٧١]، وعبدالله بن عمرو [أحمد: ٢/ ١٨٠، ٢٠٨]، وبريدة [أبو داود، ح: ١٤١٩]، وأبي بصرة الغفاري [أحمد: ٦/ ٧، ٣٩٧].

فَقَالَ: [عَنْ] عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَاشِدٍ الزُّرَقِيِّ وَهُوَ وَهْمٌ [فِي هٰذَا وَأَبُو بَصْرَةَ الْغِفَارِيُّ اسْمُهُ حُمَيْلُ بْنُ بَصْرَةَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: جَمِيلُ بْنُ بَصْرَةَ وَلَا يَصِحُّ وَأَبُو بَصْرَةَ الْغِفَارِيُّ رَجُلٌ آخَرُ يَرْوِي عَنْ أَبِي ذَرٍّ وَهُوَ ابْنُ أَخِي أَبِي ذَرٍّ].

عبداللہ بن راشد زوفی کو زرقی بنا ڈالا اور ابوبصرہ غفاری کا نام حمیل بن بصرہ ہے اور بعض نے اسے جمیل بن بصرہ کہا ہے جو درست نہیں۔ اور ابوبصرہ غفاری نام کا ایک اور آدمی بھی ہے جو سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ وہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کا بھتیجا ہے۔

فائدہ: [أَمَدَّ] کے معنی بڑھانا، کمک اور مدد پہنچانا ہیں اور نفلی نماز، فرض نماز کے لیے کمک اور مدد ہے جو اس کی کمی کو پورا کرتی ہے۔

(المعجم ٢) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْوِتْرَ لَيْسَ بِحَتْمٍ (التحفة ٢١٦)

باب: 2۔ وتر ضروری یا لازمی نہیں ہے

٤٥٣۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: الْوِتْرُ لَيْسَ بِحَتْمٍ كَصَلَاتِكُمُ الْمَكْتُوبَةِ، وَلٰكِنْ سَنَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللّٰهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ، فَأَوْتِرُوا يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ».

[453] سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وتر فرض نماز کی طرح حتمی اور لازمی نہیں ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے مسنون قرار دیا ہے۔ آپ کا فرمان ہے: ''اللہ طاق ہے، طاق کو پسند فرماتا ہے۔ اے قرآن والو! وتر پڑھا کرو۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُوعِيسٰى: حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ.

اس بارے میں سیدنا ابن عمر، ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی احادیث بھی آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔

٤٥٤۔ وَرَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَغَيْرُهُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: الْوِتْرُ لَيْسَ بِحَتْمٍ كَهَيْئَةِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ، وَلٰكِنْ سُنَّةٌ سَنَّهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ.

[454] سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: وتر فرض نماز کی طرح قطعی اور لازم نہیں لیکن ایک طریقہ اور عمل ہے جو رسول اللہ ﷺ نے مسنون قرار دیا ہے۔

٤٥٣ـ أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ما جاء في الوتر، ح: ١١٦٩، والنسائي: ٣/ ٢٢٨، ٢٢٩، ح: ١٦٧٦ من حديث أبي بكر بن عياش به، ولم ينفرد به، ولبعض الحديث شواهد عند أحمد: ١/ ١٠٧ وغيره. * وفي الباب عن ابن عمر [أحمد: ٢/ ٢٩، ح: ٤٨٣٤، ٢/ ٥٨، والموطأ: ١/ ١٢٤]، وابن مسعود [أبو داود، ح: ١٤١٧]، وابن عباس [أحمد: ١/ ٣٣١].

٤٥٤ـ أخرجه النسائي: ٣/ ٢٢٩، ح: ١٦٧٧ (قيام الليل، باب الأمر بالوتر) من حديث سفيان الثوري به، وللحديث شواهد، منها الحديث السابق: ٤٥٣.

حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ بُنْدَارٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ، [عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ]. وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ. وَقَدْ رَوٰى مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ نَحْوَ رِوَايَةِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ.

اور اس قول کی یہ سند، ابوبکر بن عیاش والی مذکورہ بالا سند سے زیادہ صحیح ہے۔ اور منصور بن معتمر نے ابوبکر بن عیاش کی متابعت کی ہے۔

فوائد و مسائل: ① اگر وتر سے مراد رات کی نماز اور تہجد ہو تو اہل قرآن سے مراد حفاظ اور قراء ہو سکتے ہیں، اگر معروف وتر مراد ہوں تو پھر اس سے مراد تمام مسلمان ہیں جو قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ ② وتر ائمہ حجاز رحمہم اللہ، صاحبین اور جمہور کے نزدیک سنت مؤکدہ ہیں، واجب نہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہیں، انھوں نے اس کے لیے أَمَدَّ بمعنی زَادَ سے استدلال کیا ہے، حالانکہ یہی الفاظ جو وتر کے لیے آئے ہیں أَمَدَّ کی جگہ زَادَ کے لفظ سے صبح کی سنتوں کے لیے بھی آئے ہیں۔ (تحفة الأحوذي: 460/2) سنتوں کو کوئی بھی واجب نہیں کہتا۔ بہرحال عام نوافل کے مقابلے میں اس کا حکم تاکیدی ہے، جس طرح فجر کی سنتوں کی تاکید زیادہ ہے۔ نبی ﷺ ان کو سفر اور حضر میں چھوڑتے نہیں تھے۔ (نیل الأوطار: 34/3، المغني: 829،827/1)

(المعجم ٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ النَّوْمِ قَبْلَ الْوِتْرِ (التحفة ٢١)

باب: 3۔ وتر پڑھے بغیر سونا ناپسندیدہ ہے

٤٥٥- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ عِيسَى بْنِ أَبِي عَزَّةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أَبِي ثَوْرٍ الْأَزْدِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ أُوتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ.

[455] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کروں۔

قَالَ عِيسَى بْنُ أَبِي عَزَّةَ، وَكَانَ الشَّعْبِيُّ يُوتِرُ أَوَّلَ اللَّيْلِ ثُمَّ يَنَامُ. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَأَبُو ثَوْرٍ الْأَزْدِيُّ اسْمُهُ حَبِيبُ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ. وَقَدِ اخْتَارَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ

(حدیث کے راوی) عیسیٰ بن ابی عزہ اپنے استاد شعبی رحمہ اللہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ رات کے ابتدائی حصے میں وتر پڑھ کر سوتے تھے۔ اور اس باب میں سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس سند سے حسن

٤٥٥ـ أخرجه الدارقطني ـ ومن طريقه المزي في تهذيب الكمال: ٢١/ ١٣٠ ـ من حديث أبي كريب محمد بن العلاء به مطولًا، وأخرجه النسائي في الكبرى، ح: ٤٥٥ مختصرًا من حديث يحيى بن زكريا بن أبي زائدة به، طرفه الآخر في الأمر بركعتي الفجر، وللحديث شواهد. ◆ وفي الباب عن أبي ذر [النسائي، ح: ٢٤٠٦]. ◆ حديث: "من خشي منكم . . . إلخ" أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب من خاف أن لا يقوم من آخر الليل فليوتر أوله، ح: ٧٥٥/ ١٦٢، من حديث أبي معاوية الضرير به.

النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ أَنْ لَّا يَنَامَ الرَّجُلُ حَتّٰى يُوتِرَ. وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «مَنْ خَشِيَ مِنْكُمْ أَنْ لَّا يَسْتَيْقِظَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوتِرْ مِنْ أَوَّلِهِ، وَمَنْ طَمِعَ مِنْكُمْ أَنْ يَقُومَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوتِرْ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، فَإِنَّ قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ فِي آخِرِ اللَّيْلِ مَحْضُورَةٌ، وَهِيَ أَفْضَلُ». حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ [بِذٰلِكَ].

غریب ہے۔ اور ابوثور ازدی کا نام حبیب بن ابی ملیکہ ہے۔ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے اہل علم نے اس بات کو پسند کیا ہے کہ انسان وتر پڑھ کر سوئے۔ اور نبی ﷺ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: ”جسے یہ خطرہ ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں بیدار نہیں ہو سکے گا تو وہ رات کے ابتدائی حصے میں وتر پڑھ لے اور جسے یہ امید ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں بیدار ہو گا تو وہ رات کے آخری پہر میں وتر پڑھے، کیونکہ رات کے آخری پہر کی قراءت میں (فرشتوں کی طرف سے) حاضری دی جاتی ہے اور وہ افضل ہے۔“ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بھی نبیٔ اکرم ﷺ سے یہ روایت بیان کرتے ہیں۔

فائدہ: جس شخص کو رات کے وقت کوئی ضروری دینی یا دنیوی مصروفیات ہوں جن کی سرانجام دہی لازم ہو، اس کے لیے رات کے آخری حصے میں اٹھنا مشکل ہوتا ہے، اس لیے اسے سونے سے پہلے وتر پڑھ لینے چاہئیں جیسا کہ آپ ﷺ نے سیدنا ابوہریرہ، ابوالدرداء اور ابوذر رضی اللہ عنہم کے حالات کے پیش نظر انھیں یہ تاکید فرمائی تھی کہ وہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کریں۔ اور جو شخص رات کے آخری حصے میں اٹھ سکتا ہو اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ رات کے آخری حصے میں وتر پڑھے جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، حدیث: 755) لیکن بلاوجہ اور بلاسبب رات کے ابتدائی حصے میں جاگتے رہنا اور آخری حصے میں سونا اور اللہ تعالیٰ کے حضور قیام نہ کرنا بدقسمتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رات کے آخری حصے میں اٹھنے کی سعادت بخشے۔ آمین۔

(المعجم ٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوِتْرِ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ وَآخِرِهِ (التحفة ٢١٨)

باب:4۔ وتر رات کے ابتدائی حصے اور آخری حصے میں پڑھنے کا بیان

٤٥٦- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ: حَدَّثَنَا أَبُو حَصِينٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ وَثَّابٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ: أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ وِتْرِ النَّبِيِّ ﷺ؟ فَقَالَتْ:

[456] مسروق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ کے وتر کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا: نبی ﷺ نے رات کے ہر حصے میں، اول،

٤٥٦- أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ في الليل ... إلخ، ح: ٧٤٥ من حديث أبي حصين، والبخاري، ح: ٩٩٦ من حديث مسروق به. * وفي الباب عن علي [ابن ماجه، ح: ١١٨٦]، وجابر [تقدم تحت، ح: ٤٥٥]، وأبي مسعود الأنصاري [أحمد: ٤/ ١١٩]، وأبي قتادة [أبو داود، ح: ١٤٣٤].

مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ قَدْ أَوْتَرَ أَوَّلَهُ وَأَوْسَطَهُ وَآخِرَهُ، فَانْتَهٰى وِتْرُهُ حِينَ مَاتَ فِي وَجْهِ السَّحَرِ.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: أَبُو حَصِينٍ اسْمُهُ عُثْمَانُ بْنُ عَاصِمٍ الْأَسَدِيُّ. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَجَابِرٍ وَأَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ وَأَبِي قَتَادَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ الَّذِي اخْتَارَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: الْوِتْرُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ.

درمیان اور آخر میں وتر پڑھے ہیں اور وفات کے (قریبی) زمانے میں آپ ﷺ سحری کے وقت وتر پڑھا کرتے تھے۔

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوحصین کا نام عثمان بن عاصم اسدی ہے۔ اور اس مسئلے میں سیدنا علی، جابر، ابومسعود انصاری اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم نے وتر رات کے آخری حصے میں پڑھنا مختار (پسندیدہ) قرار دیا ہے۔

فائدہ: رات کے آخری حصے میں دل ودماغ حاضر ہوتے ہیں، رحمت کے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں کی دعائیں، التجائیں اور درخواستیں سننے کے لیے آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے، اس لیے اگر کسی کو تہجد کے لیے اٹھنے کی توفیق میسر ہو تو اسے وتر آخری پہر میں پڑھنے چاہئیں۔

(المعجم ٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوِتْرِ بِسَبْعٍ (التحفة ٢١٩)

باب:5۔ سات رکعت وتر پڑھنے کا بیان

٤٥٧- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُوتِرُ بِثَلَاثَ عَشْرَةَ [رَكْعَةً] فَلَمَّا كَبِرَ وَضَعُفَ أَوْتَرَ بِسَبْعٍ.

[457] سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ تیرہ رکعت وتر پڑھا کرتے تھے، پھر جب آپ بوڑھے اور کمزور ہو گئے تو سات وتر پڑھنے لگے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أُمِّ سَلَمَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ الْوِتْرُ بِثَلَاثَ عَشْرَةَ وَإِحْدٰى عَشْرَةَ وَتِسْعٍ وَسَبْعٍ وَخَمْسٍ وَثَلَاثٍ وَوَاحِدَةٍ. قَالَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: مَعْنٰى مَا رُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثَ عَشْرَةَ قَالَ: إِنَّمَا مَعْنَاهُ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مَعَ الْوِتْرِ فَنُسِبَتْ صَلَاةُ اللَّيْلِ إِلَى الْوِتْرِ. وَرَوٰى فِي ذٰلِكَ حَدِيثًا عَنْ عَائِشَةَ.

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن ہے۔ اور نبی ﷺ سے تیرہ، گیارہ، نو، سات، پانچ، تین اور ایک (رکعت) وتر پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔ امام اسحاق بن ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ حدیث کہ آپ تیرہ (رکعت) وتر پڑھتے تھے، کے معنی یہ ہیں کہ آپ رات کو وتر سمیت تیرہ رکعت پڑھتے تھے اور رات کی نماز کو وتر کا نام دے دیا گیا۔ اور امام اسحاق نے اس کی تائید میں سیدہ

٤٥٧- أخرجه النسائي، قيام الليل، باب ذكر الاختلاف على حبيب بن أبي ثابت . . . إلخ: ٣/ ٢٣٧، ٢٣٨، ح: ١٧٠٩، من حديث أبي معاوية الضرير به، وصححه الحاكم على شرط الشيخين: ١/ ٣٠٦، ووافقه الذهبي، وللحديث شواهد كثيرة عند مسلم (٧٤٦) وغيره. * وفي الباب عن عائشة [البخاري، ح: ١١٣٩، ومسلم، ح: ٧٤٦].

وَاحْتَجَّ بِمَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ [أَنَّهُ] قَالَ: «أَوْتِرُوا يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ». قَالَ: إِنَّمَا عُنِيَ بِهِ قِيَامُ اللَّيْلِ، يَقُولُ: إِنَّمَا قِيَامُ اللَّيْلِ عَلَى أَصْحَابِ الْقُرْآنِ.

عائشہ ؓ کی روایت بھی پیش کی ہے اور اس حدیث سے بھی استدلال کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے اہل قرآن! وتر پڑھا کرو۔'' اس سے آپ کا مقصد قیام اللیل تھا۔ اور فرماتے ہیں کہ قیام اللیل حفاظ قرآن کے لیے ہے۔

فائدہ: قیام اللیل کو وتر کا نام دیا جاتا ہے اور اس کی تعداد اور کیفیت نبی ﷺ کے مختلف اوقات اور مختلف احوال میں مختلف ہوتی تھی۔ عام طور پر آپ گیارہ رکعات پڑھتے تھے جن میں تین وتر ہوتے تھے۔ بعض دفعہ ان کا آغاز ہلکی پھلکی دو رکعات سے کرتے تھے تو تیرہ رکعات ہو جاتیں۔ بعض دفعہ دس رکعات دو دو کر کے پڑھ لیتے اور آخر میں ایک رکعت وتر پڑھتے۔ بعض دفعہ دس رکعات تین وتر، آٹھ رکعات تین وتر، چھ رکعات تین وتر، چار رکعات اور تین وتر پڑھتے۔ بعض دفعہ پانچ رکعات پڑھتے اور تشہد صرف آخر میں بیٹھتے۔ بعض اوقات سات رکعات وتر پڑھتے، کبھی چھٹی رکعت میں تشہد بیٹھتے اور کبھی چھٹی میں تشہد بیٹھے بغیر صرف آخری تشہد پر اکتفا کرتے۔ آپ ﷺ سے منقول تمام صورتیں، اپنے اپنے حالات کے مطابق پڑھی جا سکتی ہیں، اور احناف کی طرح بے جا تاویل کرنے کی ضرورت نہیں کہ پانچ رکعات میں بیٹھنے کی نفی کے معنی یہ ہیں کہ طویل جلوس نہیں کرتے تھے۔ احناف کی تاویلات کے لیے دیکھیے: (درس ترمذی: 219/2۔ حاشیہ: 2) حالانکہ احناف کے نزدیک وتر صرف تین ہیں، اس طرح تو دو رکعات پر سلام پھیر کر تین وتر پڑھنا ہوں گے تو کیا سلام والا قعدہ طویل نہیں ہوتا، حالانکہ ایک روایت میں صراحت ہے کہ نبی ﷺ نے پانچ وتر پڑھے [لَا يَجْلِسُ فِي شَيْءٍ مِّنْهُنَّ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ] (جامع الترمذي، حديث: 458) ''ان میں کسی جگہ نہ بیٹھتے تھے مگر آخری رکعت میں۔'' اسی طرح صحیح مسلم کی روایت ہے کہ آپ نو رکعات پڑھتے اور آٹھویں رکعت پر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر، حمد اور دعا فرماتے اور سلام نہ پھیرتے، پھر نویں رکعت کے لیے اٹھتے اور اس میں بیٹھتے، اللہ کا ذکر، حمد اور دعا کرتے تھے، پھر بلند آواز سے سلام پھیرتے۔ (صحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 746) آخر ان روایات میں کھینچا تانی کے بغیر تاویل کیسے ہو سکے گی؟ کیا ایک تابع فرمان مسلمان بندے کی طرح یہ موقف اختیار کرنا درست نہیں کہ ان تمام صورتوں کی گنجائش ہے جو نبی ﷺ سے ثابت ہیں؟

(المعجم ٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوِتْرِ بِخَمْسٍ (التحفة ٢٢٠)

باب: 6۔ پانچ رکعات وتر پڑھنے کا بیان

٤٥٨- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ [الْكَوْسَجُ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُوتِرُ مِنْ ذٰلِكَ بِخَمْسٍ

[458] سیدہ عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ رات کو رسول اللہ ﷺ کی نماز تیرہ رکعات ہوتی تھی۔ ان میں پانچ وتر ہوتے اور ان میں آپ آخری رکعت کے سوا کہیں نہ بیٹھتے اور جب مؤذن اذان دے لیتا تو اٹھ کر دو ہلکی پھلکی رکعتیں

٤٥٨ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ في الليل . . . إلخ، ح: ٧٣٧ من حديث عبدالله بن نمير به. * وفي الباب عن أبي أيوب [أبو داود، ح: ١٤٢٢، وابن ماجه، ح: ١١٩٠، والنسائي، ح: ١٧١١].

لَا يَجْلِسُ فِي شَيْءٍ مِّنْهُنَّ، إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ، فَإِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ قَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ.

پڑھ لیتے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَحَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَأَى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمُ الْوِتْرَ بِخَمْسٍ، وَقَالُوا: لَا يَجْلِسُ فِي شَيْءٍ مِّنْهُنَّ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ. [قَالَ أَبُو عِيسَى: وَسَأَلْتُ أَبَا مُصْعَبٍ الْمَدَنِيَّ، عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُوتِرُ بِالتِّسْعِ وَالسَّبْعِ، قُلْتُ: كَيْفَ يُوتِرُ بِالتِّسْعِ وَالسَّبْعِ؟ قَالَ: يُصَلِّي مَثْنَى مَثْنَى وَيُسَلِّمُ وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ].

اس مسئلے میں ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کے حضرات کا یہ موقف ہے کہ وتر پانچ رکعات پڑھنے کی صورت میں آخری رکعت کے سوا کسی رکعت میں نہ بیٹھے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے ابومصعب مدنی سے اس حدیث کے بارے میں کہ "نبی ﷺ نو اور سات وتر پڑھتے تھے۔" دریافت کیا کہ نو اور سات وتر کیسے پڑھے؟ انھوں نے کہا: (پہلے) دو دو رکعت پڑھے اور (آخر میں) ایک وتر پڑھ لے۔

فائدہ: امام شافعی، سفیان ثوری اور بعض ائمہ کا موقف یہی ہے کہ پانچ رکعات وتر پڑھنے کی صورت میں صرف پانچویں رکعت پر بیٹھا جائے اور حدیث کا صحیح تقاضا بھی یہی ہے۔

(المعجم ...) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوِتْرِ بِثَلَاثٍ (التحفة ٢٢١)

باب: 7۔ تین وتر پڑھنے کا بیان

٤٥٩- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ يَقْرَأُ فِيهِنَّ بِتِسْعِ سُوَرٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ يَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ بِثَلَاثِ سُوَرٍ آخِرُهُنَّ ﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ﴾.

[459] سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین وتر پڑھتے اور ان میں نو مفصل سورتیں تلاوت فرماتے۔ ہر رکعت میں تین سورتیں پڑھتے۔ ان میں آخری سورت ﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ ۝﴾ ہوتی۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَعَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي أَيُّوبَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ. وَيُرْوَى أَيْضًا عَنْ عَبْدِ

اس مسئلے میں سیدنا عمران بن حصین، سیدہ عائشہ، سیدنا ابن عباس، ابوایوب اور عبدالرحمٰن بن ابزیٰ بواسطہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ یہ روایت براہ راست

٤٥٩- [ضعيف جدًا] أخرجه أحمد: ١/ ٨٤ من حديث أبي بكر بن عياش به مختصرًا وتابعه إسرائيل عن أبي إسحاق به، الحارث الأعور ضعيف جدًا. * وفي الباب عن عمران بن حصين [لعله يشير إلى حديث النسائي، ح: ١٧٤٤]، وعائشة [تقدم: ٤٣٩]، وابن عباس [يأتي: ٤٦٢]، وأبي أيوب [تقدم ذكره في تخريج، ح: ٤٥٨]، وعبدالرحمن بن أبزى عن أبي بن كعب [ابن ماجه، ح: ١١٨٢، والنسائي، ح: ١٧٠٠]. * حديث عبدالرحمن بن أبزى عن النبي ﷺ عند النسائي.

الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. هٰكَذَا رَوٰى بَعْضُهُمْ فَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ عَنْ أُبَيٍّ. وَذَكَرَ بَعْضُهُمْ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزٰى، عَنْ أُبَيٍّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَقَدْ ذَهَبَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ إِلٰى هٰذَا، وَرَأَوْا أَنْ يُّوتِرَ الرَّجُلُ بِثَلَاثٍ. قَالَ سُفْيَانُ: إِنْ شِئْتَ أَوْتَرْتَ بِخَمْسٍ، وَّإِنْ شِئْتَ أَوْتَرْتَ بِثَلَاثٍ، وَّإِنْ شِئْتَ أَوْتَرْتَ بِرَكْعَةٍ. قَالَ سُفْيَانُ: وَالَّذِي أَسْتَحِبُّ: أَنْ أُوتِرَ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ. وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ.

عبدالرحمن بن ابزیٰ سے بھی مروی ہے۔ وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔ بعض نے اسی طرح بیان کیا ہے، یعنی درمیان میں سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا واسطہ ذکر نہیں کیا اور بعض نے ابی بن کعب کا واسطہ ذکر کیا ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں: کچھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے اہل علم کا موقف یہی ہے کہ انسان تین وتر پڑھے۔ امام سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر چاہو تو پانچ وتر پڑھ لو، چاہو تو تین پڑھ لو اور اگر چاہو تو ایک پڑھ لو۔ امام سفیان نے کہا: مجھے یہ پسند ہے کہ تین وتر پڑھے جائیں۔ ابن المبارک رحمہ اللہ اور اہل کوفہ کا قول بھی یہی ہے۔

٤٦٠- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَعْقُوبَ الطَّالَقَانِيُّ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ: كَانُوا يُوتِرُونَ بِخَمْسٍ وَّبِثَلَاثٍ وَّبِرَكْعَةٍ، وَّيَرَوْنَ كُلَّ ذٰلِكَ حَسَنًا.

[460] امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحابہ و تابعین پانچ یا تین یا ایک وتر پڑھتے تھے اور ہر صورت کو اچھا خیال کرتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① احناف کے سوا کسی کا بھی یہ موقف نہیں کہ وتر صرف تین ہیں، نہ کم نہ زیادہ۔ اور ان کے نزدیک تین رکعات مغرب کی نماز کی طرح پڑھی جائیں، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے تین رکعات وتر مغرب کی نماز کی طرح پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ احناف نے اس کی یہ نرالی تاویل کی ہے کہ نماز مغرب کی طرح صرف تین رکعات پر اکتفا نہ کرو، بلکہ اس سے پہلے تہجد بھی پڑھو۔ تو کیا نماز مغرب سے پہلے اور بعد میں نماز نہیں ہے؟ نیز کیا سبھی احناف تین وتروں سے پہلے تہجد پڑھتے ہیں؟ حالانکہ معنی واضح ہیں کہ مغرب کی طرح درمیان میں نہ بیٹھو۔ اسی طرح احناف کے نزدیک تین وتر اکٹھے پڑھنا ضروری ہیں، حالانکہ نبی ﷺ سے ایک رکعت الگ پڑھنا بھی ثابت ہے۔ تفصیل اگلے باب میں ملاحظہ ہو۔ ② حدیث سنداً ضعیف ہے جبکہ اس کا متن شواہد کی بنا پر صحیح اور قابل حجت ہے۔

(المعجم ٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوِتْرِ بِرَكْعَةٍ (التحفة ٢٢٢)

باب: 8۔ ایک وتر پڑھنے کا بیان

٤٦١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ

[461] انس بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے

٤٦٠ـ [ضعيف] هشام عنعن وهو مدلس والمتن صحيح بأدلة أخرى.

٤٦١ـ أخرجه البخاري، الوتر، باب ساعات الوتر، ح: ٩٩٥، ومسلم، ح: ٧٤٩ من حديث حماد بن زيد به. * وفي الباب عن عائشة [تقدم: ٤٤٠، ٤٤١]، وجابر [ابن خزيمة، ح: ١٠٧٥، ١٢٦١]، والفضل بن عباس [أبو داود، ح: ١٣٥٥]، وأبي أيوب [أبو داود: ١٤٢٢]، وابن عباس [مسلم، ح: ٧٥٣].

أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ فَقُلْتُ: أُطِيلُ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ؟ فَقَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى، وَيُوتِرُ بِرَكْعَةٍ، وَكَانَ يُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ وَالْأَذَانُ فِي أُذُنِهِ [يَعْنِي يُخَفِّفُ].

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا میں صبح کی سنتیں لمبی پڑھ سکتا ہوں؟ انھوں نے جواب دیا: نبی ﷺ رات کو دو دو رکعت پڑھتے اور ایک وتر پڑھ لیتے۔ اور صبح کی سنتیں اس طرح پڑھتے گویا تکبیر ہوا چاہتی ہے (کانوں میں تکبیر کی آواز ہے)، یعنی ہلکی پڑھتے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَجَابِرٍ وَالْفَضْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي أَيُّوبَ وَابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ: رَأَوْا أَنْ يَفْصِلَ الرَّجُلُ بَيْنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَالثَّالِثَةِ، يُوتِرُ بِرَكْعَةٍ. وَبِهِ يَقُولُ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ.

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، سیدنا جابر، فضل بن عباس، ابوایوب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اہل علم کا عمل اسی پر ہے کہ انسان دو رکعتوں کو تیسری سے الگ کر کے ایک وتر پڑھے۔ امام مالک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول یہی ہے۔

فائدہ: صحیح موقف یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ ہر طریقہ درست اور صحیح ہے۔ تین وتر پڑھنے کا طریقہ یہی ہے کہ عام طور پر ایک رکعت الگ پڑھی جائے اور کبھی کبھار تینوں اکٹھی پڑھائی جائیں۔ (نيل الأوطار: 37,36/3 المغني: 819/1) لیکن احناف صریح روایات کے باوجود تاویل کرتے ہیں، مثلاً: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک وتر کو دو رکعتوں سے سلام کے ذریعے سے الگ کرتے اور سلام ہمیں سناتے۔ (آثار السنن: 185) اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی ﷺ دو رکعت پر سلام پھیر کر ایک رکعت پڑھتے۔ [كَانَ يَتَكَلَّمُ بَيْنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَالرَّكْعَةِ] ''دو رکعتوں اور ایک رکعت کے درمیان گفتگو فرماتے۔'' [كَانَ يُوتِرُ بِرَكْعَةٍ] ''ایک وتر پڑھتے۔'' (معارف السنن: 264/4) اور اس کی یہ لاجواب تاویل کی ہے کہ وتر اور فجر کی سنتوں کے درمیان گفتگو کرتے۔ یہ تاویل ہے یا مضحکہ خیز تحریف جس پر مولانا انور شاہ کشمیری کو فخر ہے کہ چودہ سال کے غور وفکر کے بعد انھوں نے اس بات کا یہ تسلی بخش جواب تلاش کر لیا ہے۔ (معارف: 264/4) کیا خوب! رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ حدیث کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے بجائے اسے اپنے امام کے مذہب کے مطابق ڈھالنے کے لیے چودہ سال غور وفکر میں صرف کر دیے! ''ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے!'' یہی وہ ''خدمت حدیث'' ہے جس پر بالآخر مولانا کشمیری کو اپنی آخری عمر میں ندامت وتأسف کا اظہار کرنا پڑا۔ (وحدتِ امت۔ از مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی)

(المعجم ۹) بَابُ مَا جَاءَ [فِي] مَا يُقْرَأُ [بِهِ] فِي الْوِتْرِ (التحفة ۲۲۳)

باب:9۔ وتر میں کیا پڑھا جائے گا؟

٤٦٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْوِتْرِ بِـ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾، وَ﴿قُلْ يَآأَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾، وَ﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ﴾ فِي رَكْعَةٍ رَكْعَةٍ.

[462] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی نماز میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾، ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ کی قراءت کرتے اور ہر رکعت میں ان میں سے ایک سورت پڑھا کرتے تھے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَعَائِشَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزٰى، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ [وَيُرْوٰى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزٰى] عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ قَرَأَ فِي الْوِتْرِ فِي الرَّكْعَةِ الثَّالِثَةِ بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ وَقُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ. وَالَّذِي اخْتَارَهُ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ أَنْ يَقْرَأَ بِـ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾، وَ﴿قُلْ يَآأَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ وَ﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ﴾. يَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ مِّنْ ذٰلِكَ بِسُورَةٍ.

اس باب میں سیدنا علی، سیدہ عائشہ اور عبدالرحمن بن ابزیٰ بواسطہ سیدنا ابی بن کعب اور خود عبدالرحمن بن ابزیٰ سے مرفوع روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے وتروں کی تیسری رکعت میں مُعَوِّذَتَيْنِ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھی۔ اکثر اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے حضرات نے اس طریقے کو پسند کیا ہے کہ (وتر پڑھنے والا) ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾، ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ کی قراءت کرے اور ہر رکعت میں ان میں سے ایک سورت (ترتیب سے) پڑھے۔

٤٦٣- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْحَرَّانِيُّ عَنْ خُصَيْفٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يُوتِرُ رَسُولُ اللهِ ﷺ؟ قَالَتْ: كَانَ يَقْرَأُ فِي الْأُولٰى بِـ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ وَفِي الثَّانِيَةِ بِـ ﴿قُلْ يَآأَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾، وَفِي الثَّالِثَةِ بِـ ﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ﴾ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ.

[463] عبدالعزیز بن جریج رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ وتروں میں کیا پڑھتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا: پہلی رکعت میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾، دوسری میں ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور تیسری میں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور مُعَوِّذَتَيْنِ پڑھتے تھے۔

٤٦٢- أخرجه النسائي: ٣/ ٢٣٦، ح: ١٧٠٣، وابن ماجه، ح: ١١٧٢ من حديث أبي إسحاق به، وله شواهد عند النسائي، ح: ١٧٠٠، والدارقطني: ٤/ ٣١، ح: ١٦٤٤ وغيرهما. * وفي الباب عن علي [تقدم: ٤٥٩]، وعائشة [يأتي: ٤٦٣]، وعبدالرحمن ابن أبزى عن أبي بن كعب [النسائي، ح: ١٧٠٠، وابن ماجه، ح: ١١٨٢]، وعن عبدالرحمن بن أبزى عن النبي ﷺ.

٤٦٣- [صحيح لغيره دون قوله والمعوذتين] أخرجه أبو داود، الوتر، باب ما يقرأ في الوتر، ح: ١٤٢٤، وابن ماجه، ح: ١١٧٣ من حديث محمد بن سلمة به، وخصيف ضعيف، ولبعض حديثه شواهد، منها الحديث السابق.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. [قَالَ:] وَعَبْدُ الْعَزِيزِ هٰذَا هُوَ وَالِدُ ابْنِ جُرَيْجٍ صَاحِبُ عَطَاءٍ. وَابْنُ جُرَيْجٍ اسْمُهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ ابْنِ جُرَيْجٍ. وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور ابن جریج کا والد عبدالعزیز عطاء کا مصاحب اور ہم نشین ہے۔ اور ابن جریج کا نام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ہے۔ اور یحییٰ بن سعید انصاری نے بھی یہ روایت عمرہ کے واسطے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کی ہے۔

فائدہ: سیدنا ابن عباس اور سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کی روایت میں مُعَوِّذَتَيْنِ کا ذکر نہیں ہے اور بعض ائمہ (احمد اور یحییٰ بن معین) نے اس کا انکار کیا ہے، اس لیے آخری رکعت میں صرف ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھنے کو پسند کیا گیا ہے۔

(المعجم ١٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقُنُوتِ فِي الْوِتْرِ (التحفة ٢٢٣)

باب: 10۔ وتر میں قنوت کا بیان

٤٦٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ أَبِي الْحَوْرَاءِ [السَّعْدِيِّ] قَالَ: قَالَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ [رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا]: عَلَّمَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ كَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ فِي الْوِتْرِ «اَللّٰهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ، فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ، وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ».

[464] سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کچھ کلمات سکھائے جنھیں میں وتروں میں پڑھا کروں: [اَللّٰهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ... الخ] ''اے اللہ! مجھے ہدایت یافتہ لوگوں میں ہدایت پر جما دے اور جن لوگوں کو تو نے عافیت وصحت بخشی ہے، ان میں مجھے بھی عافیت بخش۔ اور جن لوگوں کو تو نے اپنی عنایت و حفاظت سے نوازا ہے، مجھے بھی ان میں اپنی نگہداشت میں رکھ۔ اور جو کچھ تو نے مجھے عنایت فرمایا ہے اس میں میرے لیے برکت پیدا فرما۔ اور جس شر و مصیبت کا تو نے فیصلہ فرمایا مجھے اس سے بچا، کیونکہ فیصلہ تو فرماتا ہے، تیرے خلاف فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور جس کو تو اپنی محبت و عنایت سے نواز دے وہ ذلیل و خوار نہیں ہو سکتا۔ اے ہمارے رب! تو بہت برکت والا اور بلند و بالا ہے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا

اس مسئلے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث آئی ہے۔

٤٦٤ـ أخرجه النسائي: ٣/ ٢٤٨، ح: ١٧٤٦ عن قتيبة به، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٠٩٥. * أبو إسحاق تابعه يونس بن أبي إسحاق عند أحمد: ١/ ١٩٩، وابن الجارود، ح: ٢٧٢ وغيرهما، وتابعهما شعبة عند ابن حبان، ح: ٥١٢، ٥١٣ مختصرًا. * وفي الباب عن علي [يأتي: ٣٥٦٦، والحاكم: ١/ ٣٠٦]، وأثر علي ينظر فيه.

حَدِيثٌ حَسَنٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ أَبِي الْحَوْرَاءِ السَّعْدِيِّ وَاسْمُهُ رَبِيعَةُ بْنُ شَيْبَانَ. وَلَا نَعْرِفُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْقُنُوتِ [فِي الْوِتْرِ] شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ هٰذَا. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْقُنُوتِ فِي الْوِتْرِ، فَرَأَى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ الْقُنُوتَ فِي الْوِتْرِ فِي السَّنَةِ كُلِّهَا، وَاخْتَارَ الْقُنُوتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ. وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَإِسْحَاقُ وَأَهْلُ الْكُوفَةِ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ كَانَ لَا يَقْنُتُ إِلَّا فِي النِّصْفِ الْآخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، وَكَانَ يَقْنُتُ بَعْدَ الرُّكُوعِ. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلٰى هٰذَا. وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ ہم اسے صرف ابوحوراء سعدی کی سند ہی سے جانتے ہیں اور اس کا نام ربیعہ بن شیبان ہے۔ اور ہمارے علم میں نبی ﷺ سے دعائے قنوت کے بارے میں اس سے بہتر کوئی روایت نہیں ہے۔ اہل علم کا وتر میں دعائے قنوت کے بارے میں اختلاف ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک قنوت سارا سال ہے اور انھوں نے رکوع سے پہلے قنوت کرنا پسند فرمایا ہے۔ بعض اہل علم اس کے قائل ہیں اور سفیان ثوری، ابن المبارک، اسحاق رحمہ اللہ اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ صرف رمضان کے آخری نصف میں رکوع کے بعد قنوت کرتے تھے۔ بعض اہل علم کا یہی موقف ہے۔ امام شافعی اور احمد رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: قنوت وتر کے بارے میں اختلاف ہے کہ اس میں ہاتھ اٹھائے جائیں یا نہیں اور یہ رکوع سے پہلے ہے یا بعد میں، اس بارے میں روایات سے جو واضح ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ قنوت نازلہ رکوع کے بعد ہے اور اس میں ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں، تاہم قنوتِ وتر میں (رفع الیدین) ہاتھ اٹھانے کی صراحت نہیں ملتی۔ لیکن امام احمد رحمہ اللہ کے بقول (قنوتِ نازلہ پر قیاس کرتے ہوئے) قنوتِ وتر میں بھی یہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے اور بقول علامہ مبارک پوری خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی قنوت رکوع کے بعد کرتے تھے اور یہ بھی جائز ہے کہ رکوع سے پہلے کرے اور رفع الیدین نہ کرے کیونکہ قنوت وتر میں ہاتھ اٹھانے کی کسی مرفوع روایت میں صراحت نہیں ہے لیکن صحابہ وتابعین کے عمل سے ثابت ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 343/1، والمغني: 23,822/1)

(المعجم ١١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَنَامُ، عَنِ الْوِتْرِ أَوْ يَنْسٰى (التحفة ٢٢٥)

باب: 11۔ انسان، وتر پڑھنے سے سو یا رہ جائے یا بھول جائے تو؟

٤٦٥- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «مَنْ نَامَ عَنِ الْوِتْرِ أَوْ نَسِيَهُ فَلْيُصَلِّ

[465] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو وتر سے سو جائے یا وتر (پڑھنا) بھول جائے تو یاد آنے پر یا بیدار ہونے پر پڑھ لے۔“

٤٦٥- أخرجه أبو داود، الوتر، باب: في الدعاء بعد الوتر، ح: ١٤٣١ بإسناد صحيح عن زيد بن أسلم به، وصححه الحاكم على شرط البخاري: ١/ ٣٠٢، ووافقه الذهبي.

إِذَا ذَكَرَ وَإِذَا اسْتَيْقَظَ».

٤٦٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِهِ فَلْيُصَلِّ إِذَا أَصْبَحَ».

[466] سیدنا زید بن اسلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو اپنے وتر سے سویا رہا تو وہ صبح ہونے پر پڑھ لے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَهٰذَا أَصَحُّ مِنَ الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] سَمِعْتُ أَبَا دَاوُدَ السِّجْزِيَّ يَعْنِي سُلَيْمَانَ بْنَ الْأَشْعَثِ يَقُولُ: سَأَلْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ؟ فَقَالَ: أَخُوهُ عَبْدُ اللهِ لَا بَأْسَ بِهِ. [قَالَ:] وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَذْكُرُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ ضَعَّفَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، وَقَالَ: عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ثِقَةٌ. [قَالَ:] وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْكُوفَةِ إِلَى هٰذَا الْحَدِيثِ. وَقَالُوا: يُوتِرُ الرَّجُلُ إِذَا ذَكَرَ وَإِنْ كَانَ بَعْدَ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ. وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت پہلی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے عبدالرحمن بن زید بن اسلم کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: اس کے بھائی عبداللہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور علی بن عبداللہ (المدینی) نے عبدالرحمن بن زید بن اسلم کو ضعیف قرار دیا ہے اور عبداللہ بن زید بن اسلم کو ثقہ کہا۔ اہل کوفہ میں سے بعض کا عمل اس حدیث پر ہے کہ انسان کو جب یاد آجائے، اگرچہ سورج نکل چکا ہو، وہ وتر پڑھ لے۔ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: امام مالک، احمد اور شافعی رحمہم اللہ کے ایک قول کے مطابق، وتر کی قضا صبح کی نماز سے پہلے پہلے ہے، لیکن امام ابوحنیفہ اور شافعی رحمہما اللہ کے دوسرے قول کے مطابق جس کو شوافع نے اختیار کیا ہے، قضا بعد میں بھی دی جاسکتی ہے، تاہم قضا کے حکم سے وتر کے وجوب پر استدلال درست نہیں۔ نبی ﷺ نے فجر کی سنتوں کے بارے میں بھی یہ حکم دیا ہے کہ وہ ان کو سورج نکلنے کے بعد پڑھے تو کیا وہ بھی واجب ہیں؟ حنفیہ کے نزدیک وتر واجب ہے، اس لیے اس کی قضا بھی واجب ہے اور باقی ائمہ کے نزدیک وتر واجب نہیں، اس لیے قضا بھی واجب نہیں اور احناف کے نزدیک دعائے قنوت پڑھنا بھی واجب ہے جبکہ جمہور علماء کے نزدیک واجب نہیں۔ امام ابن ہمام نے جمہور کے قول کو قوی قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (نيل الأوطار: 36,35/3)

(المعجم ١٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي مُبَادَرَةِ الصُّبْحِ بِالْوِتْرِ (التحفة ٢٢٦)

باب: 12۔ صبح سے پہلے پہلے وتر پڑھنا

٤٦٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ

[467] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے

٤٦٦- انظر الحديث السابق * قول أحمد في عبدالله بن زيد بن أسلم، صحيح ثابت عنه، وكذا قول علي بن المديني.

٤٦٧- أخرجه أبو داود، الوتر، باب: في وقت الوتر، ح:١٤٣٦ من حديث يحيى بن زكريا به، وصححه ابن خزيمة، ح:١٠٨٧، وابن حبان (الإحسان): ٢٤٣٦، ورواه مسلم، ح: ٧٥٠ من حديث ابن عمر

زَكَرِيَّا بنِ أَبِي زَائِدَةَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «بَادِرُوا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ».

فرمایا: ”وتر صبح سے پہلے پہلے پڑھنے کا اہتمام کرو۔“

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٤٦٨- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَوْتِرُوا قَبْلَ أَنْ تُصْبِحُوا».

[468] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”صبح سے پہلے وتر پڑھو۔“

٤٦٩- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسٰى، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ فَقَدْ ذَهَبَ كُلُّ صَلَاةِ اللَّيْلِ وَالْوِتْرُ فَأَوْتِرُوا قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ».

[469] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب صبح طلوع ہو جائے تو رات کی ہر نماز اور وتر کا وقت ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا طلوع فجر سے پہلے وتر پڑھو۔“

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَسُلَيْمَانُ بْنُ مُوسٰى قَدْ تَفَرَّدَ بِهِ عَلٰى هٰذَا اللَّفْظِ وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «لَا وِتْرَ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ». وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ: لَا يَرَوْنَ الْوِتْرَ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان الفاظ کے بیان میں سلیمان بن موسیٰ منفرد اور اکیلا ہے۔ اور نبی ﷺ سے یہ منقول ہے کہ صبح کی نماز کے بعد وتر نہیں ہے۔ بہت سے اہل علم کا یہی قول ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ یہ حضرات صبح کی نماز کے بعد وتر کے قائل نہیں ہیں۔

فائدہ: وتر کا وقت صبح سے پہلے پہلے ہے، اس لیے اگر کوئی شخص جان بوجھ کر صبح سے پہلے وتر نہیں پڑھتا تو وہ شخص وقت نکلنے کے بعد وتر نہیں پڑھ سکتا۔ لیکن اگر کوئی شخص سویا رہا یا بھول گیا تو پھر وہ صبح کے بعد بھی پڑھ سکتا ہے کیونکہ نفل نماز کی قضا دی جا سکتی ہے اور اپنے معمول کی پابندی کے لحاظ سے قضا بہتر ہے جیسا کہ پیچھے ائمہ کا موقف بیان ہو چکا ہے۔

(المعجم ١٣) بَابُ مَا جَاءَ لَا وِتْرَانِ فِي لَيْلَةٍ (التحفة ٢٢)

باب: 13- ایک رات میں دو دفعہ وتر نہیں ہیں

٤٦٨- أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة الليل مثنى مثنى، والوتر ركعة من آخر الليل، ح: ٧٥٤ من حديث معمر بن راشد به.

٤٦٩- أخرجه أحمد: ٢/ ١٤٩، ١٥٠ عن عبدالرزاق به، وابن جريج صرح بالسماع عند ابن خزيمة: ٢/ ١٤٨، وأحمد، وله طريق آخر عند مسلم، ح: ٧٥٠ وغيره. * حديث: "لا وتر بعد صلاة الصبح" ضعيف، أخرجه ابن حبان، ح: ٦٧٤، والحاكم: ١/ ٣٠١، ٣٠٢.

٤٧٠- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: أَخْبَرَنَا مُلَازِمُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بَدْرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا وِتْرَانِ فِي لَيْلَةٍ».

[470] سیدنا طلق بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''ایک رات میں دو دفعہ وتر نہیں ہیں۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الَّذِي يُوتِرُ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ ثُمَّ يَقُومُ مِنْ آخِرِهِ، فَرَأَى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ نَقْضَ الْوِتْرِ، وَقَالُوا: يُضِيفُ إِلَيْهَا رَكْعَةً وَيُصَلِّي مَا بَدَا لَهُ، ثُمَّ يُوتِرُ فِي آخِرِ صَلَاتِهِ لِأَنَّهُ لَا وِتْرَانِ فِي لَيْلَةٍ، وَهُوَ الَّذِي ذَهَبَ إِلَيْهِ إِسْحَاقُ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: إِذَا أَوْتَرَ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ مِنْ آخِرِهِ: فَإِنَّهُ يُصَلِّي مَا بَدَا لَهُ، وَلَا يَنْقُضُ وِتْرَهُ وَيَدَعُ وِتْرَهُ عَلَى مَا كَانَ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ ابْنِ أَنَسٍ وَأَحْمَدَ وَابْنِ الْمُبَارَكِ [وَالشَّافِعِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ] وَهٰذَا أَصَحُّ لِأَنَّهُ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ صَلَّى بَعْدَ الْوِتْرِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اہل علم کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ ایک شخص رات کے شروع میں وتر پڑھ لیتا ہے، پھر رات کے آخری حصے میں بیدار ہو جاتا ہے، تو بعض اہل علم صحابۂ کرام اور بعد کے لوگوں میں سے اس کے قائل ہیں کہ وہ پہلے وتر کو اس طرح ختم کر دے کہ ایک رکعت اس کے ساتھ ملا دے (پہلے ایک رکعت پڑھے اس طرح وہ دو رکعت ہو جائیں گی۔) اس کے بعد جس قدر چاہے نماز پڑھتا رہے۔ پھر اپنی نماز کے آخر میں وتر پڑھ لے، کیونکہ ایک رات میں دو دفعہ وتر نہیں پڑھے جا سکتے۔ امام اسحاق نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اور بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے کچھ حضرات اس کے قائل ہیں کہ اگر رات کے پہلے حصے میں وتر پڑھ لیے ہوں اور سو گیا تو رات کے آخر میں جاگنے پر جس قدر چاہے نماز پڑھ لے اور اپنے (پہلی رات کے پڑھے ہوئے) وتر ختم نہ کرے اور اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دے۔ سفیان ثوری، مالک بن انس، احمد، ابن المبارک، شافعی رحمہم اللہ اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔ اور یہی بات صحیح تر ہے کیونکہ نبی ﷺ سے وتر کے بعد نماز پڑھنا کئی سندوں سے ثابت ہے۔

٤٧١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ

[471] سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ

٤٧٠- أخرجه النسائي قيام الليل، باب نهي النبي ﷺ عن الوترين في ليلة: ٣/ ٢٢٩، ٢٣٠، ح: ١٦٨٠، عن هناد بن السري به مطولًا، وصححه ابن خزيمة، ح: ١١٠١، وابن حبان، ح: ٦٧١، وحسنه الحافظ في الفتح: ٢/ ٤٨١.

٤٧١- أخرجه ابن ماجه، ح: ١١٩٥ عن محمد بن بشار به، وللحديث شواهد كثيرة عند مسلم، ح: ٧٣٨/ ١٢٦ وغيره. * حديث أبي أمامة [أحمد: ٥/ ٢٦٠، ٢٦٩]، وعائشة [مسلم، ح: ٧٣٨ب].

مَسْعَدَةَ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مُوسَى الْمَرَائِيِّ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْوِتْرِ رَكْعَتَيْنِ.

وتروں کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَقَدْ رُوِيَ نَحْوُ هٰذَا عَنْ أَبِي أُمَامَةَ وَعَائِشَةَ وَغَيْرِ وَاحِدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً مذکورہ بالا کی مانند مروی ہے۔

فائدہ: اگر کسی شخص کا تہجد کے لیے اٹھنے کا معمول نہ ہو اور وہ اپنی عادت کے مطابق نماز عشاء کے بعد وتر پڑھ کر سو جائے پھر کسی دن جاگ آ جائے اور وہ نماز پڑھنا چاہے تو ائمۂ اربعہ اور جمہور کا یہی موقف ہے کہ وہ نماز پڑھ لے۔ پہلے وتر کو ختم کر کے دوبارہ وتر پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ''اپنی رات کی نماز کے آخر میں وتر پڑھو'' کے معنی یہ ہیں کہ جب آخر رات میں نماز پڑھنا تمھارا معمول ہو تو وتر آخر میں پڑھو۔ نبی ﷺ نے بعض دفعہ وتر کے بعد دو رکعات پڑھی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر آخر میں پڑھنے کا حکم استحباب کے لیے ہے، وجوب کے لیے نہیں، اس لیے جمہور کا موقف پسندیدہ ہے۔

(المعجم ١٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوِتْرِ عَلَى الرَّاحِلَةِ (التحفة ٢٢٨)

باب: 14۔ وتر سواری پر پڑھنے کا بیان

٤٧٢۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: كُنْتُ [أَمْشِي] مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِي سَفَرٍ فَتَخَلَّفْتُ عَنْهُ فَقَالَ: أَيْنَ كُنْتَ؟ فَقُلْتُ: أَوْتَرْتُ، فَقَالَ: أَلَيْسَ لَكَ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ؟ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُوتِرُ عَلٰى رَاحِلَتِهِ.

[472] سعید بن یسار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا تو میں ان سے پیچھے رہ گیا۔ انھوں نے پوچھا: تم کہاں رہ گئے تھے؟ میں نے کہا: میں وتر پڑھنے لگ گیا تھا۔ انھوں نے فرمایا: کیا رسول اللہ ﷺ تمھارے لیے بہترین نمونہ نہیں ہیں؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ سواری پر وتر پڑھ رہے تھے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ إِلٰى هٰذَا، وَرَأَوْا أَنْ يُوتِرَ الرَّجُلُ عَلٰى رَاحِلَتِهِ. وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ:

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے حضرات میں سے بعض اہل علم کا موقف یہی ہے کہ آدمی اپنی سواری پر وتر پڑھ لے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کی رائے یہی

٤٧٢۔ أخرجه البخاري، الوتر، باب الوتر على الدابة، ح: ٩٩٩، ومسلم، ح: ٧٠٠/ ٣٦ من حديث مالك به، وهو في الموطأ: ١/ ١٢٤ (يحيى). * وفي الباب عن ابن عباس [ابن ماجه، ح: ١٢٠١].

لَا يُوتِرُ الرَّجُلُ عَلَى الرَّاحِلَةِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُوتِرَ نَزَلَ فَأَوْتَرَ عَلَى الْأَرْضِ، وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَهْلِ الْكُوفَةِ.

[آخِرُ أَبْوَابِ الْوِتْرِ].

ہے۔ اور بعض اہل علم کہتے ہیں کہ آدمی سواری پر وتر نہ پڑھے بلکہ اتر کر زمین پر وتر پڑھے۔ بعض اہل کوفہ کا قول یہی ہے۔

فائدہ: ائمہ ثلاثہ کا موقف یہی ہے کہ وتر واجب نہیں ہے، اس لیے سواری پر پڑھنا صحیح ہے۔ اور صحیح موقف یہی ہے، ہاں اگر کوئی سواری سے اتر کر پڑھنا چاہے تو اس پر کوئی پابندی نہیں۔ لیکن چونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وتر واجب ہے، اس لیے ان کے نزدیک سواری پر پڑھنا جائز نہیں۔ اور احناف اس کی خاطر صحیح احادیث کی بلاوجہ تاویل کرتے ہیں بلکہ ان کے درمیان تعارض پیدا کرنے سے بھی نہیں چوکتے تاکہ ان کے لیے قیاسی گھوڑے دوڑانے آسان ہو جائیں۔

(المعجم ١٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ الضُّحٰى (التحفة ٢٢٩)

باب: 15۔ چاشت کی نماز کا بیان

٤٧٣۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ فُلَانِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ عَمِّهِ ثُمَامَةَ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ صَلَّى الضُّحٰى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بَنَى اللهُ لَهُ قَصْرًا فِي الْجَنَّةِ مِنْ ذَهَبٍ».

[473] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص چاشت کی بارہ رکعات پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں سونے کا محل تعمیر فرمائے گا۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ هَانِئٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَنُعَيْمِ بْنِ هَمَّارٍ وَأَبِي ذَرٍّ وَعَائِشَةَ وَأَبِي أُمَامَةَ وَعُتْبَةَ ابْنِ عَبْدٍ السُّلَمِيِّ وَابْنِ أَبِي أَوْفٰى وَأَبِي سَعِيدٍ وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ وَابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

اس مسئلے میں سیدہ ام ہانی، سیدنا ابوہریرہ، نعیم بن ہمار، ابوذر، سیدہ عائشہ، سیدنا ابوامامہ، عتبہ بن عبد سلمی، ابن ابی اوفی، ابوسعید، زید بن ارقم اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث غریب ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

٤٧٤۔ حَدَّثَنَا أَبُو مُوسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا

[474] عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ

٤٧٣ـ [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ما جاء في صلاة الضحٰى، ح: ١٣٨٠ عن أبي كريب به. * موسى بن فلان مجهول (تقريب). * وفي الباب عن أم هانيء [يأتي: ٤٧٤]، وأبي هريرة [يأتي: ٤٧٦]، ونعيم بن همار [أبو داود، ح: ١٢٨٩]، وأبي ذر [يأتي: ٤٧٥]، وعائشة [مسلم، ح: ٧١٩، والترمذي في الشمائل، ح: ٢٨٧]، وأبي أمامة [أحمد: ٥/ ٢٦٥]، وعتبة بن عبدالسلمي [الطبراني في الكبير: ٨/ ١٧٤، ح: ٧٦٤٩، ص: ١٨٠، ح: ٧٦٦٣، وانظر: ١٧/ ١٢٩، ح: ٣١٧]، وابن أبي أوفى [عبد بن حميد، ح: ٥٢٧]، وأبي سعيد [يأتي: ٤٧٧]، وزيد بن أرقم [مسلم، ح: ٧٤٨]، وابن عباس [الطبراني في الأوسط: ٥/ ٢٢٥، ٢٢٦، ح: ٤٤٤٦].

٤٧٤ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب صلاة الضحى ... إلخ، ح: ٣٣٦/ ٨٠ بعد، ح: ٧١٩ عن محمد بن المثنى، والبخاري، ح: ١١٧٦ من حديث شعبة به.

مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى قَالَ: مَا أَخْبَرَنِي أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي الضُّحٰى إِلَّا أُمُّ هَانِئٍ، فَإِنَّهَا حَدَّثَتْ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَاغْتَسَلَ فَسَبَّحَ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ مَا رَأَيْتُهُ صَلّٰى صَلَاةً قَطُّ أَخَفَّ مِنْهَا، غَيْرَ أَنَّهُ كَانَ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَكَأَنَّ أَحْمَدَ رَأٰى أَصَحَّ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ حَدِيثَ أُمِّ هَانِئٍ. وَاخْتَلَفُوا فِي نُعَيْمٍ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: نُعَيْمُ بْنُ خَمَّارٍ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: ابْنُ هَمَّارٍ، وَيُقَالُ: ابْنُ هَبَّارٍ، وَيُقَالُ: ابْنُ هَمَّامٍ، وَالصَّحِيحُ ابْنُ هَمَّارٍ. وَأَبُو نُعَيْمٍ وَهِمَ فِيهِ فَقَالَ: ابْنُ خَمَّارٍ وَأَخْطَأَ فِيهِ، ثُمَّ تَرَكَ فَقَالَ: نُعَيْمٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَ]أَخْبَرَنِي بِذٰلِكَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِي نُعَيْمٍ.

مجھے سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی نے نہیں بتایا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن ان کے ہاں تشریف لائے، غسل فرمایا اور آٹھ نفل پڑھے۔ میں نے آپ ﷺ کو اس سے ہلکی نماز پڑھتے کبھی نہیں دیکھا، ہاں آپ رکوع اور سجدے مکمل طور پر (اطمینان سے) کرتے تھے۔

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ اس مسئلے میں حدیثِ ام ہانی ہی کو سب سے صحیح سمجھتے تھے۔ نعیم کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے نعیم بن خمار (خ کے ساتھ) اور بعض نے ابن ہمار کہا، ابن ہبار بھی کہا گیا ہے اور ابن ہمام بھی، صحیح ابن ہمار ہے۔ ابو نعیم کو اس کے متعلق وہم ہوا ہے اور انھوں نے اسے ابن خمار کہہ دیا بلکہ بعد میں صرف نعیم کہنے لگے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ بات مجھے عبد بن حمید نے ابونعیم سے بیان کی۔

فائدہ: جس طرح بندوں کے آرام و راحت کے لیے عشاء کی نماز کے بعد سے لے کر طلوع فجر تک کا وقفہ رکھا گیا ہے اور اس میں کوئی نماز فرض نہیں کی گئی جبکہ تہجد کے فضائل و برکات بیان کر کے اس کی ترغیب دی گئی ہے، اسی طرح انسانوں کی معاشی ضروریات اور مصروفیات کا لحاظ رکھتے ہوئے نماز فجر کے بعد سے لے کر نماز ظہر تک کا طویل وقفہ رکھا گیا ہے اور اس میں کوئی نماز فرض نہیں کی گئی، ہاں طلوع آفتاب کے تھوڑی دیر بعد اشراق اور سورج کے خاصا بلند ہونے کے بعد چاشت کی نماز پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے اور اس کی برکات وفوائد بیان کر کے اس کا شوق دلایا گیا ہے، لیکن اس کے لیے کوئی حتمی تعداد مقرر نہیں کی گئی، ہر شخص اپنے شوق و حوصلے اور حالات کے مطابق پڑھ سکتا ہے۔

٤٧٥- حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ السِّمْنَانِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْحُسَيْنِ: حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ بَحِيرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَوْ أَبِي ذَرٍّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ: عَنِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى أَنَّهُ قَالَ: «ابْنَ

[475] سیدنا ابودرداء یا سیدنا ابوذر رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ”اے آدم کے بیٹے! تو دن کے آغاز میں میرے لیے چار رکعات پڑھ، میں دن کے آخری حصے تک تجھے کفایت کروں گا۔“

٤٧٥- أخرجه أحمد: ٦/ ٤٤٠ من حديث أبي الدرداء وحده وللحديث شواهد عند أبي داود، ح:١٢٨٩، والنسائي في الكبرى، ح:٤٦٨ وغيرهما.

آدَمَ ارْكَعْ لِي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ مِّنْ أَوَّلِ النَّهَارِ أَكْفِكَ آخِرَهُ».

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کا جو بندہ اللہ تعالیٰ کے وعدے پر یقین و اعتماد رکھتے ہوئے، دن کے آغاز میں پورے اخلاص اور حسن نیت کے ساتھ اللہ کی رضامندی کے حصول کی خاطر چار رکعات پڑھے گا، اللہ تعالیٰ دن بھر کے کاموں اور مسائل میں اس کے لیے کفایت کرے گا۔

٤٧٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ نَهَّاسِ بْنِ قَهْمٍ، عَنْ شَدَّادٍ أَبِي عَمَّارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ حَافَظَ عَلٰى شُفْعَةِ الضُّحٰى غُفِرَ لَهُ ذُنُوبُهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ».

[476] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص چاشت کی دو رکعات پر ہمیشگی کرے گا، اس کے تمام گناہ معاف کردیے جائیں گے، خواہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَ[قَدْ] رَوٰى وَكِيعٌ وَالنَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْأَئِمَّةِ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ نَهَّاسِ بْنِ قَهْمٍ وَلَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو وکیع اور نضر بن شمیل وغیرہ کئی ائمہ نے نہاس بن قہم کے واسطے سے روایت کیا ہے اور ہم بھی اسے اس کی اسی حدیث ہی سے جانتے ہیں۔

٤٧٧- حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ الْبَغْدَادِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الضُّحٰى حَتّٰى نَقُولَ: لَا يَدَعُ، وَيَدَعُهَا حَتّٰى نَقُولَ: لَا يُصَلِّي.

[477] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کبھی (مسلسل) چاشت کی نماز پڑھتے رہتے حتیٰ کہ ہم یہ خیال کرتے کہ آپ (کبھی) نہیں چھوڑیں گے اور (کبھی مسلسل) چھوڑے رکھتے حتیٰ کہ ہمیں گمان ہوتا کہ آپ (کبھی) پڑھیں گے ہی نہیں۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(المعجم ١٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ الزَّوَالِ (التحفة ٢٣٠)

باب: 16۔ زوال کے وقت کی نماز کا بیان

٤٧٦- [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في صلاة الضحى، ح: ١٣٨٢ من حديث النهاس به، وهو ضعيف كما في التقريب وغيره.

٤٧٧- [ضعيف] أخرجه أحمد: ٣/ ٢١ من حديث فضيل بن مرزوق به، عطية العوفي ضعيف مدلس.

٤٧٨- حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ أَبِي الْوَضَّاحِ، هُوَ أَبُو سَعِيدٍ الْمُؤَدِّبُ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْجَزَرِيِّ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي أَرْبَعًا بَعْدَ أَنْ تَزُولَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ فَقَالَ: «إِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَأُحِبُّ أَنْ يَصْعَدَ لِي فِيهَا عَمَلٌ صَالِحٌ».

[478] سیدنا عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ زوال کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعات پڑھتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''یقیناً یہ ایسی گھڑی ہے جس میں آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اس میں میرا نیک عمل اوپر چڑھے۔''

[وَقَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَأَبِي أَيُّوبَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَ[قَدْ] رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ بَعْدَ الزَّوَالِ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ.

اس مسئلے میں سیدنا علی اور ابو ایوب رضی اللہ عنہما سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے۔ اور نبی ﷺ کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ آپ زوال کے بعد ایک سلام سے چار رکعات پڑھتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سورج ڈھلنے کے بعد چار رکعات، سنت زوال کے طور پر پڑھتے تھے۔

(المعجم ١٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ الْحَاجَةِ (التحفة ٣٢١)

باب: 17۔ حاجت کی نماز کا بیان

٤٧٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عِيسَى بْنِ يَزِيدَ الْبَغْدَادِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ: وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ مُنِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بَكْرٍ، عَنْ فَائِدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ كَانَتْ لَهُ إِلَى اللهِ حَاجَةٌ أَوْ إِلَى أَحَدٍ مِّنْ بَنِي آدَمَ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيُحْسِنِ الْوُضُوءَ ثُمَّ لِيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ لِيُثْنِ عَلَى اللهِ وَلْيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ

[479] سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کو کوئی حاجت اور ضرورت اللہ تعالیٰ سے متعلق ہو یا اولاد آدم میں سے کسی سے، وہ وضو کرے اور خوب اچھا وضو کرے۔ پھر دو رکعتیں نماز پڑھے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے اور نبی ﷺ پر درود بھیجے، پھر یہ دعا کرے: [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ...] ''اللہ کے سوا کوئی لائق بندگی نہیں جو بڑا ہی

٤٧٨- أخرجه النسائي في الكبرى، ح: ٣٣١ من حديث أبي داود الطيالسي به، وهو في شرح السنة للبغوي: ٣/ ٤٦٥، ح: ٨٩٠ من طريق الترمذي به. * وفي الباب عن علي [تقدم: ٤٢٤، ويأتي: ٥٩٨]، وأبي أيوب [أبو داود، ح: ١٢٧٠، وابن ماجه، ح: ١١٥٧].

٤٧٩- [ضعيف جدًا] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في صلاة الحاجة، ح: ١٣٨٤ من حديث فائد به، وهو متروك متهم.

لِيَقُلْ: لَاإِلٰهَ إِلَّا اللهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، أَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالْغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ لَاتَدَعْ لِي ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَّجْتَهُ، وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ».

بردبار بہت جود وسخا والا ہے، پاک اور مقدس ہے اللہ جو عظیم عرش کا مالک ہے۔ ساری حمد و تعریف کا حقدار وہ اللہ ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔ میں تجھ سے ایسے اعمال کا سوال کرتا ہوں جو تیری رحمت کا موجب بنیں اور جو تیری بخشش اور مغفرت کا پختہ ذریعہ اور وسیلہ ہوں۔ میں تجھ سے ہر نیکی سے فائدہ اٹھانے اور ہر گناہ سے بچے رہنے کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! میرے سارے گناہ معاف کر دے اور ہر فکر و پریشانی سے راحت نصیب فرما اور میری ہر ضرورت جس سے تو راضی ہو اس کو پورا کر دے، اے سب مہربانوں سے بڑھ کر بڑے مہربان!‘‘

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَفِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ. فَائِدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ. وَفَائِدٌ هُوَ أَبُو الْوَرْقَاءِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند میں کلام (جرح) ہے۔ فائد بن عبدالرحمن راوی کو حدیث کے سلسلے میں ضعیف قرار دیا گیا ہے اور فائد کی کنیت ابوورقاء ہے۔

فائدہ: یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے جس میں کسی مسلمان کے لیے کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ ساری مخلوق کی تمام ضرورتوں اور مشکلات کا حل اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے اور بظاہر جو کام انسانوں کے ہاتھوں سرانجام پاتے ہیں وہ بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے سرانجام پاتے ہیں۔ ہر نیکی کی توفیق اسی کی طرف سے ملتی ہے۔ ہر برائی اور گناہ سے بھی اللہ تعالیٰ ہی بچاتا ہے اور ہر فکر و پریشانی کا ازالہ بھی وہی کرتا ہے۔ یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے، اس لیے اس دعا کا پڑھنا مسنون نہیں، تاہم قرآن مجید ہر قسم کے مصائب میں صبر اور نماز سے مدد لینے کا حکم دیتا ہے اور رسول اللہ ﷺ بھی پریشانی کے موقع پر نماز سے مدد لیتے تھے، اس لیے نیک لوگ اپنی ضرورتیں پوری کرانے کے لیے رب کریم کے حضور گڑگڑانا اور نماز پڑھنا ایک اکسیر نسخہ سمجھتے ہیں۔ حدیث نبوی ہے، آپ ﷺ نے سابقہ انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: [وَكَانُوا إِذَا فَزِعُوا فَزِعُوا إِلَى الصَّلَاةِ ...] ’’جب وہ پریشان ہوتے تو گھبرا کر نماز کی طرف جاتے۔‘‘ (مسند أحمد: 16/6) بنا بریں دو رکعتیں پڑھ کر اپنی ضرورت و حاجت کے مطابق اپنے الفاظ میں دعا کر لی جائے۔ یا دعائے استخارہ بھی پڑھی جا سکتی ہے۔

(المعجم ۱۸) بَابُ مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ الْاِسْتِخَارَةِ

(التحفة ۲۲۲)

باب: 18۔ نماز استخارہ (طلبِ خیر) کا بیان

٤٨٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا الْإِسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ، يَقُولُ: «إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ ثُمَّ لِيَقُلْ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ، اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِّي فِي دِينِي وَمَعِيشَتِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي أَوْ قَالَ: فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَيَسِّرْهُ لِي، ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِّي فِي دِينِي وَمَعِيشَتِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي، أَوْ قَالَ: فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ. قَالَ: وَيُسَمِّي حَاجَتَهُ».

[480] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تمام معاملات میں استخارے کا طریقہ اس اہتمام کے ساتھ سکھاتے تھے جس اہتمام سے قرآن کی سورت کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ فرماتے: ''جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو فرض نماز کے علاوہ دو رکعتیں (نفل) پڑھے، اس کے بعد یہ دعا کرے: [اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ ...] ''اے اللہ! میں تیرے علم اور جاننے کے سبب تجھ سے خیر اور بھلائی کا طالب ہوں اور تیری قدرت وطاقت کے سبب تجھ سے قدرت وقوت کا طالب ہوں اور میں تجھ سے تیرے عظیم فضل وکرم کا سوالی ہوں، کیونکہ تو قادر ہے اور میں عاجز و بے بس۔ تو علم رکھتا ہے اور میں ناواقف ہوں (انجام نہیں جانتا)۔ اور تو تمام پوشیدہ اور مخفی چیزوں سے خوب آگاہ ہے۔ اے میرے اللہ! اگر تیرے علم میں یہ کام میرے حق میں بہتر ہے میرے دین، میری معیشت اور میرے انجام کے اعتبار سے'' یا یہ لفظ فرمائے: ''میرے فوری معاملے کے اعتبار سے اور تاخیر کے لحاظ سے (آخرت کے لحاظ سے) تو اسے میرے لیے آسان بنا دے۔ پھر میرے لیے اس کو برکت والا بنا دے اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ معاملہ میرے حق میں برا ہے، میرے دین، میری معیشت اور میرے معاملے کے انجام اور نتیجے کے لحاظ سے'' یا فرمایا: ''میرے معاملے کے فوری نتیجے کے لحاظ سے اور اس کے انجام کے اعتبار سے تو اس کام کو مجھ سے پھیر دے (کہ میں اسے نہ کرسکوں) اور مجھے اس سے پھیر دے (میرا رجحان ومیلان اس سے ختم کردے)۔ اور

٤٨٠- أخرجه البخاري، التهجد، باب ما جاء في التطوع مثنى مثنى، ح:١١٦٢ عن قتيبة به. * وفي الباب عن عبدالله بن مسعود [الطبراني في الكبير: ١٠/ ٩٥، ح: ١٠٠١٢، وسنده ضعيف جدًا]، وأبي أيوب [أحمد: ٥/ ٤٢٣، وابن خزيمة، ح: ١٢٢٠، وابن حبان: ٦٨٥، والمستدرك للحاكم: ٢/ ١٦٥، ٣١٤].

جہاں (اور جس کام میں) میرے لیے خیر و بھلائی ہو اسے میرے لیے مقدر فرمادے۔ پھر مجھے اس پر راضی اور مطمئن کردے۔'' اور آپ نے فرمایا: ''اپنی حاجت وضرورت کا نام لے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَّأَبِي أَيُّوبَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى : حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبِي الْمَوَالِي وَهُوَ شَيْخٌ [مَدَنِيٌّ] ثِقَةٌ، رَوٰى عَنْهُ سُفْيَانُ حَدِيثًا، وَقَدْ رَوٰى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْأَئِمَّةِ [وَهُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الْمَوَالِي].

اس باب میں سیدنا عبداللہ بن مسعود اور ابوایوب رضی اللہ عنہما سے بھی روایات آئی ہیں: امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ہم اسے صرف عبدالرحمن بن ابی الموالی کی سند ہی سے جانتے ہیں اور وہ مدنی اور ثقہ شیخ ہے۔ اس سے سفیان نے ایک روایت بیان کی ہے، نیز اور بھی بہت سے ائمہ اس سے روایت بیان کرتے ہیں اور اس کا پورا نام عبدالرحمن بن زید بن ابی الموالی ہے۔

فوائد ومسائل: ① زمانۂ جاہلیت میں عربوں کی یہ عادت تھی کہ اگر انھیں کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا، مثلاً: نکاح، سفر اور خرید وفروخت وغیرہ تو وہ اس کے لیے تیر اور پانسے استعمال کر کے ان سے فال نکالتے تھے، اس کو قرآن مجید [اِسْتِقْسَام بِالْأَزْلَام] سے تعبیر کرتا ہے۔ ② چونکہ بندوں کا علم ناقص ہے، اس لیے وہ اپنے معاملات کے انجام سے آگاہ نہیں ہوتے اور نہیں جانتے کہ مستقبل میں اس کا نتیجہ کیا نکلے گا اور انھیں اپنے کام کے انجام کی بڑی فکر ہوتی ہے۔ ③ اسلام میں جب [اِسْتِقْسَام بِالْأَزْلَام] سے روک دیا گیا تو اس کی جگہ ایک بہترین اور اعلیٰ طریقہ مقرر کیا کہ جب تمھیں کوئی اہم معاملہ درپیش ہو یا اہم ضرورت لاحق ہو تو دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرو۔ ④ دعائے استخارہ میں انسان اپنی بے بسی و عاجزی اور ناواقفیت و جہالت کا اعتراف کرتا ہے اور اپنا معاملہ اپنے قادر مطلق اور عالم الغیب آقا و مالک کے سپرد کردیتا ہے کہ اس کے نزدیک جو بہتر صورت ہو وہی عمل میں آئے، تو ممکن نہیں کہ وہ رب کریم اور فضل عظیم کا مالک، اپنے بندے کی اخلاص بھری دعا کو قبول نہ فرمائے اور اسے رہنمائی اور مدد سے محروم رکھے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ یہ کام ایک ہی دن کے استخارہ کرنے سے حاصل ہوجائے۔ دعا کے بعد اگر دل کا تردد اور تذبذب ختم نہ ہو یا اس کام کے کرنے کی طرف مائل نہ ہو یا اس کی طرف سے اچاٹ نہ ہوجائے تو استخارہ بار بار کرنا چاہیے اور دعا میں آنے والے لفظ [هٰذَا الْأَمْر] کی جگہ اپنی ضرورت وحاجت کا نام لے۔

(المعجم ١٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ التَّسْبِيحِ (التحفة ٢٢٣)

باب: 19۔ نمازِ تسبیح کا بیان

٤٨١- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسٰى: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ: أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ غَدَتْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: عَلِّمْنِي كَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ فِي صَلَاتِي، فَقَالَ: «كَبِّرِي اللهَ عَشْرًا، وَسَبِّحِي اللهَ عَشْرًا، وَاحْمَدِيهِ عَشْرًا ثُمَّ سَلِي مَا شِئْتِ، يَقُولُ: نَعَمْ نَعَمْ».

[481] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: آپ مجھے کچھ کلمات سکھائیں جو میں اپنی نماز میں پڑھا کروں۔ آپ نے فرمایا: ”دس دفعہ اللہ اکبر کہو، دس دفعہ سبحان اللہ کہو اور دس دفعہ الحمد للہ کہو، پھر جو چاہو مانگ لو۔ اللہ فرمائے گا: ہاں، ہاں۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَالْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي رَافِعٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ غَيْرُ حَدِيثٍ فِي صَلَاةِ التَّسْبِيحِ وَلَا يَصِحُّ مِنْهُ كَبِيرُ شَيْءٍ. وَقَدْ رَوَى ابْنُ الْمُبَارَكِ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ صَلَاةَ التَّسْبِيحِ وَذَكَرُوا الْفَضْلَ فِيهِ. حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الْآمُلِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُووَهْبٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الْمُبَارَكِ عَنِ الصَّلَاةِ الَّتِي يُسَبَّحُ فِيهَا قَالَ: يُكَبِّرُ ثُمَّ يَقُولُ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالٰى جَدُّكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ، ثُمَّ يَقُولُ: خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ يَتَعَوَّذُ وَيَقْرَأُ ﴿بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ﴾، وَفَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُورَةً، ثُمَّ يَقُولُ عَشْرَ مَرَّاتٍ سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ ثُمَّ يَرْكَعُ فَيَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس، عبداللہ بن عمرو، فضل بن عباس اور ابورافع رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے۔ اور نبی ﷺ سے نماز تسبیح کے بارے میں کئی حدیثیں بیان کی گئی ہیں اور وہ کچھ زیادہ صحیح نہیں ہیں۔ ابن المبارک اور بہت سے اہل علم نمازِ تسبیح کے قائل ہیں اور اس کی فضیلت بیان کرتے تھے۔ ابووہب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے اس نماز کے بارے میں پوچھا جس میں تسبیحات پڑھی جاتی ہیں تو انھوں نے کہا: اللہ اکبر کہہ کر دعائے استفتاح پڑھے [سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ... الخ] ”اے اللہ! تو اپنی حمد و ثنا کے ساتھ پاک ہے اور تیرا نام بہت بابرکت ہے اور تیرا مقام و شان بہت بلند و بالا ہے اور تیرے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں۔“ پھر پندرہ دفعہ کہے: [سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ] پھر أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پڑھ کر بِسْمِ

٤٨١- أخرجه النسائي: ٣/ ٥١، ح: ١٣٠٠ من حديث عكرمة بن عمار به، وصححه ابن خزيمة، ح: ٨٥٠، وابن حبان (الإحسان): ٢٠٠٨، والحاكم على شرط مسلم: ١/ ٣١٧، ٣١٨، ووافقه الذهبي. * وفي الباب عن ابن عباس [أبو داود، ح: ١٢٩٧، وابن ماجه، ح: ١٣٨٧]، وعبدالله بن عمرو [أبو داود، ح: ١٢٩٨]، والفضل بن عباس [ابن طولون الدمشقي في الترشيح لبيان صلاة التسبيح، ص: ٥٢، ٥٣ وهو حديث موضوع]، وأبي رافع [يأتي: ٤٨٢]. * أثر ابن المبارك إسناده صحيح، وأخرجه الحاكم: ١/ ٣١٩، ٣١٠ من حديث أبي وهب به، وقال الذهبي: "هذا ثابت عن عبدالله".

[مِنَ الرُّكُوعِ] فَيَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ يَسْجُدُ فَيَقُولُهَا عَشْرًا، ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ [فَ]يَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ يَسْجُدُ الثَّانِيَةَ فَيَقُولُهَا عَشْرًا، يُصَلِّي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ عَلٰى هٰذَا فَذٰلِكَ خَمْسٌ وَّسَبْعُونَ تَسْبِيحَةً فِي كُلِّ رَكْعَةٍ، يَبْدَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ بِخَمْسَ عَشْرَةَ تَسْبِيحَةً، ثُمَّ يَقْرَأُ ثُمَّ يُسَبِّحُ عَشْرًا، فَإِنْ صَلّٰى لَيْلًا فَأَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يُسَلِّمَ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ، وَإِنْ صَلّٰى نَهَارًا فَإِنْ شَاءَ سَلَّمَ وَإِنْ شَاءَ لَمْ يُسَلِّمْ. قَالَ أَبُو وَهْبٍ: وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ هُوَ ابْنُ أَبِي رِزْمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ قَالَ: يَبْدَأُ فِي الرُّكُوعِ بِسُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ، وَفِي السُّجُودِ بِسُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى ثَلَاثًا ثُمَّ يُسَبِّحُ التَّسْبِيحَاتِ. قَالَ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ: [وَ]حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ زَمْعَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ، وَهُوَ ابْنُ أَبِي رِزْمَةَ قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ إِنْ سَهَا فِيهَا يُسَبِّحُ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ عَشْرًا عَشْرًا؟ قَالَ: لَا، إِنَّمَا هِيَ ثَلَاثُمِائَةِ تَسْبِيحَةٍ.

اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ پڑھے اور سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی سورت پڑھ لے، پھر دس دفعہ کہے: [سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ] پھر رکوع کرے اور اس میں یہ کلمات دس دفعہ کہے، پھر رکوع سے سر اٹھا کر یہ کلمات دس دفعہ کہے، پھر سجدہ کرے اور اس میں دس دفعہ یہ کلمات کہے، پھر اس سے سر اٹھا کر دس دفعہ یہ کلمات کہے، پھر دوسرا سجدہ کرے اور اس میں دس دفعہ یہ کلمات کہے، اس طرح چار رکعات پڑھے اور ہر رکعت میں پچھتر (75) دفعہ تسبیحات کہے۔ ہر رکعت کا آغاز پندرہ تسبیحات سے کرے، پھر قراءت کے بعد دس دفعہ تسبیح کہے۔ اگر رات کو پڑھے تو میرے نزدیک پسندیدہ طریقہ یہ ہے کہ ہر دو رکعت پر سلام پھیرے اور اگر دن کو پڑھے تو چاہے سلام پھیرے چاہے سلام نہ پھیرے۔ (چار رکعات ایک سلام سے پڑھ لے)۔ ابو وہب کہتے ہیں کہ مجھے عبدالعزیز نے جو ابورزمہ کا بیٹا ہے، عبداللہ بن مبارک سے بتایا کہ رکوع میں پہلے تین دفعہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کہے اور سجدے میں تین دفعہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى کہے، پھر (مذکورہ) تسبیحات پڑھے۔ اور عبدالعزیز، یعنی ابن ابی رزمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے پوچھا کہ اگر نماز میں بھول جائے تو کیا سہو کے سجدوں میں بھی دس دس دفعہ تسبیحات کہے گا؟ انھوں نے کہا: نہیں، تسبیحات صرف تین سو دفعہ ہی ہیں۔

فوائد ومسائل: ① نمازِ تسبیح میں پڑھے جانے والے کلمات کو تغلیباً تسبیح کہا گیا۔ ② سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کی حدیث کا تعلق معروف نماز تسبیح سے نہیں ہے بلکہ یہ کلمات نماز کے بعد بھی کہے جاسکتے ہیں۔ اہل علم اسی کے قائل ہیں۔ مصنف کے باب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نماز کے اندر بھی تسبیح کہنا جائز سمجھتے ہیں اور اس کو بھی نماز تسبیح ہی کی ایک شکل خیال کرتے ہیں، لیکن یہ معروف نماز تسبیح نہیں ہے۔ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ ③ ابن مبارک رحمہ اللہ کے بتائے ہوئے طریقے میں قراءت کے بعد دس مرتبہ تسبیح پڑھنے کا ذکر ہے جبکہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کے بجائے دوسرے سجدے کے بعد پڑھنے کا ذکر ہے اور اس جگہ

پندرہ دفعہ تسبیح ہے اور قراءت سے پہلے نہیں ہے اور یہی صحیح ہے۔

۴۸۲- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ الْعُكْلِيُّ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُبَيْدَةَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِلْعَبَّاسِ: «يَا عَمِّ أَلَا أَصِلُكَ، أَلَا أَحْبُوكَ، أَلَا أَنْفَعُكَ؟» قَالَ: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: «يَا عَمِّ صَلِّ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ تَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ، فَإِذَا انْقَضَتِ الْقِرَاءَةُ فَقُلْ: اَللهُ أَكْبَرُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللهِ [وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ] خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً قَبْلَ أَنْ تَرْكَعَ، ثُمَّ ارْكَعْ فَقُلْهَا عَشْرًا، ثُمَّ ارْفَعْ رَأْسَكَ فَقُلْهَا عَشْرًا، ثُمَّ اسْجُدْ فَقُلْهَا عَشْرًا ثُمَّ ارْفَعْ رَأْسَكَ فَقُلْهَا عَشْرًا ثُمَّ اسْجُدِ [الثَّانِيَةَ] فَقُلْهَا عَشْرًا ثُمَّ ارْفَعْ رَأْسَكَ فَقُلْهَا عَشْرًا قَبْلَ أَنْ تَقُومَ، فَذَلِكَ خَمْسٌ وَسَبْعُونَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ وَهِيَ ثَلَاثُ مِائَةٍ فِي أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ فَلَوْ كَانَتْ ذُنُوبُكَ مِثْلَ رَمْلِ عَالِجٍ لَغَفَرَهَا اللهُ لَكَ». قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ وَمَنْ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَقُولَهَا فِي [كُلِّ] يَوْمٍ؟ قَالَ: «فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ أَنْ تَقُولَهَا فِي [كُلِّ] يَوْمٍ فَقُلْهَا فِي جُمُعَةٍ، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ أَنْ تَقُولَهَا فِي جُمُعَةٍ فَقُلْهَا فِي شَهْرٍ»، فَلَمْ يَزَلْ يَقُولُ لَهُ حَتَّى قَالَ: «فَقُلْهَا فِي سَنَةٍ».

[482] سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے چچا! کیا میں آپ سے صلہ رحمی نہ کروں؟ کیا میں آپ کو عطیہ نہ دوں؟ کیا میں آپ کو نفع نہ پہنچاؤں؟'' انھوں نے کہا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے چچا! چار رکعات پڑھیں، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کسی سورت کی قراءت کریں۔ جب قراءت ختم ہو جائے تو رکوع سے پہلے پندرہ دفعہ [اَللهُ أَكْبَرُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ] کہیے۔ پھر رکوع کریں اور رکوع میں یہ کلمات دس دفعہ کہیں۔ پھر رکوع سے سر اٹھا کر یہ کلمات دس دفعہ کہیں۔ پھر سجدہ کریں اور اس میں یہ کلمات دس دفعہ کہیں۔ پھر سر اٹھائیں اور یہ کلمات دس دفعہ کہیں۔ پھر دوسرا سجدہ کریں اور یہ کلمات دس دفعہ کہیں۔ پھر اپنا سر اٹھائیں اور کھڑے ہونے سے پہلے (جلسۂ استراحت میں) یہ کلمات دس دفعہ کہیں، اس طرح ایک رکعت میں یہ کلمات پچھتر دفعہ ہو گئے اور چار رکعات میں تین سو دفعہ ہو گئے، اگر آپ کے گناہ مقام عالج کی ریت کے (ذروں کے) برابر بھی ہوئے تو اللہ تعالیٰ وہ بخش دے گا۔'' سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہر روز کون اتنی دفعہ (کی پابندی) کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اگر روزانہ یہ کلمات نہ کہہ سکو تو ہر جمعہ (ہفتہ بھر) میں ایک دفعہ کہہ لو۔ اور اگر ہر جمعہ میں نہ کہہ سکو تو ایک ماہ میں کہہ لو۔'' آپ ﷺ نے کہتے کہتے یہاں تک فرما دیا: ''سال میں ایک دفعہ کہہ لو۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِّنْ حَدِيثِ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابورافع کی سند سے یہ

۴۸۲- [حسن بالشواهد] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في صلاة التسبيح، ح: ۱۳۸٦ من حديث زيد بن حباب به. * موسى بن عبيدة ضعيف، وللحديث شواهد عند ابن ماجه، ح: ۱۳۸۷، وأبي داود، ح: ۱۲۹۷ وغيرهما.

أَبِي رَافِعٍ.

حدیث غریب ہے۔

فوائد و مسائل: ① نماز تسبیح کی حدیث تقریباً گیارہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ کثرتِ طرق کی بنا پر محدثین کا ایک گروہ اس حدیث کی تحسین کرتا ہے اور اسے قابل عمل قرار دیتا ہے۔ ② نماز تسبیح کا صحیح طریقہ وہی ہے جو مرفوع روایت میں آیا ہے۔ ③ کسی روایت میں اس کا باجماعت ادا کرنا ثابت نہیں۔ ایک نفل نماز کی حیثیت سے اس کو پڑھ لینا بہت سے ائمہ سے ثابت ہے۔...... آج کل رمضان المبارک میں جو اس کو اہمیت دی جاتی ہے، اس کے لیے تشہیر اور اعلانات ہوتے ہیں اور اس کو باجماعت پڑھا جاتا ہے یہ قطعاً درست نہیں، ہاں کبھی بلا اعلان و تشہیر، مسجد میں موجود لوگوں کو بطور تعلیم پڑھا دی جائے اور اس کا التزام نہ کیا جائے تو جائز ہے جیسا کہ نوافل کی جماعت کبھی کبھار آپ ﷺ سے ثابت ہے۔ (تحفة الأحوذي: 514,513/2)

(المعجم ٢٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ (التحفة ٢٢٤)

باب: 20۔ نبی ﷺ پر درود بھیجنے کی صورت

٤٨٣- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنِي أَبُو أُسَامَةَ عَنْ مِّسْعَرٍ وَّالْأَجْلَحِ وَمَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، هٰذَا السَّلَامُ عَلَيْكَ قَدْ عَلِمْنَا فَكَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكَ؟ قَالَ: «قُولُوا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ وَّبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ».

[483] سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ سلام تو ہم نے جان لیا کہ آپ کی خدمت میں کس طرح پیش کریں لیکن آپ پر درود کیسے بھیجا کریں؟ آپ نے فرمایا: یوں کہا کرو: [اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ ... الخ] ''اے اللہ! اپنی رحمت (وعنایت) فرما سیدنا محمد ﷺ پر اور سیدنا محمد کے گھر والوں پر جیسے کہ تو نے عنایت و رحمت فرمائی ہے سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر۔ تو حمد و تعریف کا حقدار اور عظمت و بزرگی والا ہے، اور برکت نازل فرما سیدنا محمد ﷺ پر اور سیدنا محمد ﷺ کے گھر والوں پر جیسے کہ تو نے برکت نازل فرمائی ہے سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر۔ یقیناً تو حمد و تعریف کا حق دار اور عظمت و بزرگی والا ہے۔''

قَالَ مَحْمُودٌ: قَالَ أَبُو أُسَامَةَ: وَزَادَنِي زَائِدَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي

محمود بن غیلان فرماتے ہیں: زائدہ کے طریق سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے اس میں یہ اضافہ کیا: ہم کہتے

٤٨٣- أخرجه البخاري، التفسير، باب قوله: "إن الله وملائكته يصلون على النبي ﷺ"، ح:٤٧٩٧، ومسلم، ح:٤٠٦ من حديث مسعر به. * وفي الباب عن علي [ابن عدي في الكامل: ٢/ ٨٣٠]، وأبي حميد [البخاري، ح:٣٣٦٩، ٦٣٦٠، ومسلم، ح:٤٠٧]، وأبي مسعود [مسلم، ح:٤٠٥]، وطلحة (بن عبيدالله) [النسائي، ح:١٢٩١]، وأبي سعيد [البخاري، ح:٤٧٩٨، ٦٣٥٨]، وبريدة [أحمد: ٥/ ٣٥٣]، وزيد بن خارجة [النسائي، ح:١٢٩٣]، وأبي هريرة [أبو داود، ح:٩٨٢].

لَيْلٰى قَالَ: وَنَحْنُ نَقُولُ: وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَأَبِي حُمَيْدٍ وَأَبِي مَسْعُودٍ وَطَلْحَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ وَبُرَيْدَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَارِجَةَ، وَيُقَالُ: ابْنُ جَارِيَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي لَيْلٰى كُنْيَتُهُ أَبُو عِيسٰى. وَأَبُو لَيْلٰى اسْمُهُ يَسَارٌ.

ہیں: ان کے ساتھ ہم پر بھی۔ اس مسئلے میں سیدنا علی، ابوحمید، ابومسعود، طلحہ، ابوسعید، بریدہ، زید بن خارجہ جنھیں ابن جاریہ بھی کہا جاتا ہے اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کعب بن عجرہ کی روایت حسن صحیح ہے۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی کنیت ابوعیسیٰ ہے اور ابولیلیٰ کا نام یسار ہے۔

فوائد و مسائل: ① سورۂ احزاب کی آیت میں نبی ﷺ پر صلاۃ وسلام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن اس میں نماز یا غیر نماز کا کوئی ذکر نہیں ہے لیکن آپ نے تشہد میں سلام بھیجنے کا طریقہ سکھایا، اسی لیے سوال میں ہے کہ ہم سلام بھیجنے کا طریقہ جان چکے ہیں۔ اب صلاۃ کا طریقہ سکھایئے، تو گویا نماز میں صلاۃ بھیجنے کا طریقہ پوچھا جا رہا ہے۔ بعض صحابہ کی روایات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ امام ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے: [كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ إِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا عَلَيْكَ فِي صَلَوَاتِنَا] ''جب ہم آپ پر اپنی نمازوں میں درود پڑھیں تو کس طرح پڑھیں۔'' (نيل الأوطار: 317/2) اور اسی طرح سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو پہلے اپنے رب کی حمد و ثنا کرے، پھر نبی ﷺ پر درود بھیجے، پھر جو چاہے دعا کرے۔ (جامع الترمذي، الدعوات، حديث: 3477) اسی بنا پر جمہور اہل علم کے نزدیک دوسرے تشہد میں درود بھیجنا سنت ہے۔ حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کا ایک قول ہے اور بقول ابن قدامہ صحیح رائے کی رو سے واجب ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک فرض ہے اور امام اسحاق کے نزدیک اس کے بغیر نماز ہی نہیں ہوگی۔ (المغني: 614،613/1) ② رسول اکرم ﷺ کا اسم گرامی سن کر درود پڑھنا ضروری ہے۔ آپ کا اسم گرامی سن کر درود نہ پڑھنے والا سخت بخیل اور شدید وعید کا مستحق ہے۔ ③ آل کا لفظ عام ہے۔ اس کا اطلاق ہر تعلق رکھنے والے پر ہوتا ہے۔ یہ تعلق نسبت و رشتے کا ہو یا رفاقت و معیت کا، عقیدت و محبت کا ہو یا اطاعت و اتباع کا۔ لیکن اس سلسلے میں آنے والی مجموعی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور آپ کی نسل و اولاد ہے۔ اس مسئلے میں اختلاف کی تفصیل کے لیے دیکھیے: (نيل الأوطار: 325،324/1) ④ علامہ البانی رحمہ اللہ نے درود کا تعلق بعض روایات کی روشنی میں ہر تشہد سے جوڑا ہے، پہلے اور پچھلے کی تخصیص نہیں کی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ درود پہلے تشہد میں بھی پڑھا جا سکتا ہے لیکن اس سے لزوم و فرضیت ثابت نہیں ہوتی، تاہم استحباب سے انکار نہیں۔ جمہور اہل علم کے نزدیک اس کا تعلق دوسرے تشہد سے ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے۔ (نيل الأوطار: 321،317/2)

(المعجم ٢١) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ (التحفة ٣٣٥)

باب: 21۔ نبی ﷺ پر درود بھیجنے کی فضیلت

٤٨٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ [بُنْدَارٌ]: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ ابْنُ عَثْمَةَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ الزَّمْعِيُّ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ كَيْسَانَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ شَدَّادٍ أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً».

[484] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن میرے قریب ترین (یا شفاعت کے سب سے زیادہ حقدار) وہ لوگ ہوں گے جو مجھ پر بکثرت درود بھیجتے ہوں گے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ [بِهَا] عَشْرًا وَكَتَبَ لَهُ [بِهَا] عَشْرَ حَسَنَاتٍ».

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور نبی ﷺ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: ''جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ درود بھیجے گا اور اس کے سبب اس کے لیے دس نیکیاں لکھے گا۔''

فائدہ: مسلمانوں کو اسلام اور قرآن کی نعمتِ عظمیٰ، رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے ملی ہے اور آپ نے تعمیل اسلام کا کامل نمونہ عملی صورت میں پیش فرمایا ہے، اس لیے آپ ﷺ امت کی طرف سے ہر قسم کے شکریے اور تعریف وتوصیف کے مستحق ہیں اور درود شکریے ہی کی ایک صورت ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حضور یہ درخواست پیش کی جارہی ہے کہ وہ اپنے رسول کی عظمت وتوقیر اور تعریف وتوصیف میں اضافہ فرمائے اور اس کا فائدہ بھی درود بھیجنے والے کو ملتا ہے، کیونکہ یہ ایک احسان شناسی اور آپ ﷺ کی عظمت وتوقیر کا اعتراف اور ایک بہت بڑی نیکی ہے اور ہر نیکی کا کم از کم بدلہ دس گنا ہے۔ اسی طرح اس سے آپ ﷺ کی سفارش وشفاعت کا استحقاق بھی حاصل ہوگا۔

٤٨٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ [بِهَا] عَشْرًا».

[485] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ درود بھیجے گا۔''

٤٨٤- [حسن بالشواهد] أخرجه البخاري في التاريخ الكبير: ٥/ ١٧٧ من حديث محمد بن خالد بن عثمة به، وصححه ابن حبان، ح: ٢٣٨٩، وهو في شرح السنة للبغوي: ٣/ ١٩٦، ١٩٧، ح: ٦٨٦ من طريق الترمذي به، وحسنه البغوي، وللحديث شاهد * حديث: "من صلى علي صلاة ... إلخ" [النسائي: ١٢٩٧ نحو المعنى].

٤٨٥- أخرجه مسلم، الصلاة، باب الصلاة على النبي ﷺ بعد التشهد، ح: ٤٠٨ عن علي بن حجر به. * وفي الباب عن عبدالرحمن بن عوف، [أحمد: ١/ ١٩١، والمستدرك للحاكم: ١/ ٥٥٠]، وعامر بن ربيعة [ابن ماجه، ح: ٩٠٧]، وعمار [البزار (كشف) ٤/ ٤٧، ح: ٣١٦٢، ٣١٦٣]، وأبي طلحة [النسائي، ح: ١٢٨٤، ١٢٩٦]، وأنس [النسائي، ح: ١٢٩٨]، وأبي بن كعب [يأتي: ٢٤٥٧].

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَعَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ وَعَمَّارٍ وَأَبِي طَلْحَةَ وَأَنَسٍ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَرُوِيَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَغَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوا: صَلَاةُ الرَّبِّ الرَّحْمَةُ، وَصَلَاةُ الْمَلَائِكَةِ الْاِسْتِغْفَارُ.

اس مسئلے میں سیدنا عبدالرحمن بن عوف، عامر بن ربیعہ، عمار، ابوطلحہ، انس اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ سفیان ثوری اور بہت سے اہل علم سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کے معنی اس کی رحمت وعنایت کے ہیں اور فرشتوں کے درود کے معنی بخشش کی دعا ودرخواست کرنے کے ہیں۔

فائدہ: [صلاة الله] کے معنی اور مراد میں اختلاف ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابوالعالیہ رحمہ اللہ کے قول کو ترجیح دی ہے کہ اس سے مراد فرشتوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وستائش اور تعظیم وتوقیر کا اظہار فرمانا ہے اور فرشتوں کی صلاۃ کے معنی اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی دعا کرنا ہیں۔ اور انسان بھی اپنی بے بسی اور عجز کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہے کہ اے اللہ! تو ہی اپنے رسول پر صلاۃ بھیج، ہم اس کا حق ادا نہیں کر سکتے۔

٤٨٦- حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ [سَلْمٍ] الْبَلْخِيُّ الْمَصَاحِفِيُّ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ عَنْ أَبِي قُرَّةَ الْأَسَدِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ عَلٰى نَبِيِّكَ ﷺ.

[486] سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: دعا آسمان اور زمین کے درمیان رکی رہتی ہے، اس کا کچھ حصہ بھی اوپر نہیں چڑھتا، جب تک تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں بھیجتے۔

فائدہ: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کی تائید وتوثیق اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ایک شخص کو دعا کرتے سنا، اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا تو آپ نے اسے بلا کر دعا کا ادب سکھایا کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرو، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو اور پھر جو چاہو دعا کرو۔ (جامع الترمذي، حديث: 3477)

٤٨٧- حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْقُوبَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ [رَضِيَ اللّٰهُ

[487] علاء بن عبدالرحمن بن یعقوب، اپنے باپ سے اور وہ علاء کے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے بازار میں وہی شخص خرید و فروخت کرے جسے دین کی سوجھ بوجھ حاصل ہو۔

٤٨٦ـ [حسن بالشواهد] قال ابن كثير في مسند الفاروق: ١/ ١٧٦ "هذا إسناد جيد" وصححه الألباني بالطرق والشواهد في الصحيحة، ح: ٢٠٣٥.

٤٨٧ـ أخرجه ابن أبي شيبة: ٧/ ٣٢٣، وصححه ابن كثير في مسند الفاروق: ١/ ٣٤٩.

عَنهُ]: لَا يَبِعْ فِي سُوقِنَا إِلَّا مَنْ [قَدْ] تَفَقَّهَ فِي الدِّينِ.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، [عَبَّاسٌ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَالْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هُوَ ابْنُ يَعْقُوبَ [وَ] هُوَ مَوْلَى الْحُرَقَةِ. وَالْعَلَاءُ هُوَ مِنَ التَّابِعِينَ سَمِعَ مِنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَغَيْرِهِ. وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَعْقُوبَ وَالِدُ الْعَلَاءِ هُوَ [أَيْضًا] مِّنَ التَّابِعِينَ سَمِعَ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ [وَابْنِ عُمَرَ]. وَيَعْقُوبُ [جَدُّ الْعَلَاءِ] هُوَ مِنْ كِبَارِ التَّابِعِينَ [أَيْضًا] قَدْ أَدْرَكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَرَوٰى عَنْهُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور عباس، عبدالعظیم کا بیٹا ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں: علاء بن عبدالرحمن بن یعقوب، حرقہ خاندان کا مولیٰ ہے۔ علاء تابعی ہے۔ اس نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ وغیرہ سے سنا ہے۔ اور علاء کا باپ عبدالرحمن بن یعقوب بھی تابعی ہے۔ اس نے سیدنا ابوہریرہ، سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہم سے سنا ہے۔ اور یعقوب (علاء کا دادا) کبار تابعین میں سے ہے۔ اس نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے اور ان سے روایت لی ہے۔

فوائد و مسائل: ① سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ جب کوئی شخص کام شروع کرنا چاہے تو اسے اس کے بارے میں شرعی مسائل کا علم حاصل کرنا چاہیے تاکہ وہ اس عمل کو شریعت کی روشنی میں صحیح طریقے سے سرانجام دے سکے جس طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ سے درود و سلام کی کیفیت اور صورت کے بارے میں پوچھا تھا۔ ② درود کی فضیلت سے متعلق مروی بنیادی روایت (485) علاء بن عبدالرحمن کے واسطے سے بیان ہوئی ہے جسے انھوں نے اپنے والد کے واسطے سے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس لیے ان سب کا تعارف پیش کرنے کے لیے امام ترمذی رحمہ اللہ نے مذکورہ روایت ذکر کی ہے۔ ورنہ حقیقت میں ترجمۃ الباب کے ساتھ اس کی کوئی مطابقت نہیں ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

”اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت کرنا چھوڑ دو، یہ تمھارے لیے بہت بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔“

(الجمعة 62:9)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(المعجم ۴) أَبْوَابُ الْجُمُعَةِ [عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ] (التحفة ...)

جمعہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے منقول احکام و مسائل

(المعجم ۱) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] فَضْلِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ (التحفة ۲۳۶)

باب: 1۔ جمعہ کے دن کی فضیلت کا بیان

۴۸۸- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ، وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا، وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ».

[488] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''سب سے بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے۔ اس دن آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور اسی دن ان کو جنت میں داخل کیا گیا اور اسی دن انھیں جنت سے نکالا گیا اور قیامت بھی جمعہ کے دن قائم ہوگی۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي لُبَابَةَ وَسَلْمَانَ وَأَبِي ذَرٍّ وَسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ وَأَوْسِ بْنِ أَوْسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا ابولبابہ، سلمان، ابوذر، سعد بن عبادہ اور اوس بن اوس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: روزانہ پانچ اوقات میں مسلمانوں کے ایک محلے کے لوگوں کو مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر ہر ہفتے میں ایک دن ایسا مقرر کیا گیا ہے جس میں مختلف محلوں کے لوگ ایک بڑی مسجد میں جمع ہوں، ہر محلے میں جمعہ شروع نہ کریں۔ اور اس اجتماع کے لیے ظہر کا وقت مقرر کیا گیا ہے تاکہ سب کے لیے جمع ہونا آسان ہو اور ظہر کی چار رکعتوں کی بجائے صرف دو رکعتیں

۴۸۸- أخرجه مسلم، الجمعة، باب فضل يوم الجمعة، ح: ۸۵٤ عن قتيبة به. * وفي الباب عن أبي لبابة [ابن ماجه، ح: ۱۰۸٤]، وسلمان [البخاري، ح: ۸۸۳، ۹۱۰]، وأبي ذر [ابن ماجه، ح: ۱۰۹۷]، وسعد بن عبادة [أحمد: ٥/ ۲۸٤]، وأوس بن أوس [يأتي: ٤۹٦].

رکھی گئی ہیں تاکہ ان کی جگہ خطبے کی صورت میں لوگوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام ہو سکے اور انھیں دینی مسائل سے آگاہ کیا جائے۔ پیش آنے والے مسائل کا حل پیش کیا جائے، کسی کو کوئی مسئلہ پوچھنا ہو تو پوچھ سکے، اس کے لیے جمعہ کے دن کا انتخاب کیا گیا ہے جو ہفتے کے سات دنوں میں سب سے زیادہ عظمت و برکت والا ہے۔ اس دن میں بڑے بڑے اہم واقعات رونما ہوئے ہیں اور قیامت بھی اسی دن قائم ہونی ہے۔ اس کی برکت و عظمت میں سیدنا آدم علیہ السلام کا جنت سے اخراج اور قیامت کا قیام بھی داخل کیا گیا ہے، کیونکہ نسل انسانی کا سلسلہ اس سے شروع ہوا۔ تخلیق آدم علیہ السلام کا مقصد خلافت ارضی پورا ہوا، نیز قیامت کے قیام کے بغیر انسان کے امتحان و آزمائش کا نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا اور انسان نے دنیا میں جو فصل بوئی ہے وہ قیامت کو کاٹی جائے گی۔ نیک و بد کا انجام ظاہر ہوگا۔ یہی چیز آسمان و زمین اور انسان کی تخلیق کا مقصد ہے۔

(المعجم ٢) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي السَّاعَةِ الَّتِي تُرْجَى فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ (التحفة ٢٢)

باب:2۔ جمعہ کے دن قبولیت کی امید والی گھڑی کا بیان

٤٨٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْهَاشِمِيُّ الْبَصْرِيُّ [الْعَطَّارُ]: حَدَّثَنَا [عُبَيْدُ] اللهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ الْحَنَفِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حُمَيْدٍ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ وَرْدَانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ [أَنَّهُ] قَالَ: «اِلْتَمِسُوا السَّاعَةَ الَّتِي تُرْجَى فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَى غَيْبُوبَةِ الشَّمْسِ».

[489] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ کے دن کی (قبولیت کی) امید والی گھڑی عصر سے لے کر سورج کے غائب ہونے تک تلاش کرو۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ، عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ. وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حُمَيْدٍ يُضَعَّفُ، ضَعَّفَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ وَيُقَالُ لَهُ حَمَّادُ بْنُ أَبِي حُمَيْدٍ، وَيُقَالُ: هُوَ أَبُو إِبْرَاهِيمَ الْأَنْصَارِيُّ، وَهُوَ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ. وَرَأَى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ أَنَّ السَّاعَةَ الَّتِي تُرْجَى [فِيهَا] بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. وَقَالَ أَحْمَدُ:

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ لیکن سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے دوسری سندوں سے بھی بیان کی گئی ہے۔ (اس سند میں) محمد بن ابی حمید کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ بعض اہل علم نے اسے حافظے کے اعتبار سے ضعیف قرار دیا ہے۔ اسے حماد بن ابی حمید بھی کہا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہی ابوابراہیم انصاری ہے جو منکر الحدیث ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے حضرات کی رائے ہے کہ وہ گھڑی جس میں (دعا کی قبولیت کی) امید ہے عصر سے سورج کے غروب ہونے تک ہے۔

٤٨٩- [حسن بالشواهد] أخرجه ابن عدي في الكامل: ٦/ ٢٣٤٦ من حديث عبيدالله الحنفي به، وهو في شرح السنة للبغوي: ٤/ ٢٠٨، ح: ١٠٥١ من طريق الترمذي، وللحديث شواهد، منها الحديث الآتي، وشاهد آخر عند أبي داود، ح: ١٠٤٨، وسنده صحيح.

أَكْثَرُ الْحَدِيثِ فِي السَّاعَةِ الَّتِي تُرْجَى فِيهَا إِجَابَةُ الدَّعْوَةِ أَنَّهَا بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ، وَتُرْجَى بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ.

امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ گھڑی اکثر احادیث کی رو سے عصر کے بعد ہے اور سورج ڈھلنے کے بعد بھی امید ہوسکتی ہے۔

٤٩٠- حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ الْبَغْدَادِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ: حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيُّ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ سَاعَةً لَا يَسْأَلُ اللهَ الْعَبْدُ فِيهَا شَيْئًا إِلَّا آتَاهُ اللهُ إِيَّاهُ»، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ أَيَّةُ سَاعَةٍ هِيَ؟ قَالَ: «حِينَ تُقَامُ الصَّلَاةُ إِلَى انْصِرَافٍ مِنْهَا».

[490] سیدنا عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ کے دن ایک گھڑی ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے اس گھڑی میں جو کچھ بھی مانگتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے وہی عطا فرما دیتا ہے۔'' صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! یہ گھڑی کس وقت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نماز کے آغاز سے سلام پھیرنے تک۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي مُوسَى وَأَبِي ذَرٍّ وَسَلْمَانَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ وَأَبِي لُبَابَةَ وَسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ [وَأَبِي أُمَامَةَ]. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَمْرِو ابْنِ عَوْفٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوموسیٰ، ابوذر، سلمان، عبداللہ بن سلام، ابولبابہ، سعد بن عبادہ (اور سیدنا ابوامامہ) رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے۔

٤٩١- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ، وَفِيهِ أُهْبِطَ مِنْهَا، وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ يُصَلِّي فَيَسْأَلُ اللهَ

[491] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے بہتر دن جس میں سورج نکلتا ہے، جمعے کا دن ہے۔ اسی میں آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اور اسی میں انھیں جنت میں داخل کیا گیا اور اسی میں انھیں جنت سے اتارا گیا اور اسی میں ایک ایسی گھڑی ہے جو کوئی مسلمان بندہ نماز پڑھتے ہوئے اسے پالے اور اس میں اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگے تو وہ اسے ضرور دے دیتا ہے۔'' سیدنا ابوہریرہ

٤٩٠- [ضعيف جدًا] أخرجه ابن عبدالبر في التمهيد: ١٩/ ٢٠، ٢١ من حديث زياد بن أيوب، وابن ماجه، ح: ١١٣٨ من حديث كثير المزني به، وحديث مسلم (٨٥٣) يغني عنه. * وفي الباب عن أبي موسى [مسلم، ح: ٨٥٣]، وأبي ذر [التمهيد لابن عبدالبر: ١٩/ ٢٣ تعليقًا]، وسلمان [لم نجده]، وعبدالله بن سلام [ابن ماجه، ح: ١١٣٩، وسنده صحيح]، وأبي لبابة [ابن ماجه، ح: ١٠٨٤]، وسعد بن عبادة [أحمد: ٥/ ٢٨٤]، وأبي أمامة [لم أجده].

٤٩١- أخرجه أبو داود، الصلاة، باب فضل يوم الجمعة وليلة الجمعة، ح: ١٠٤٦ من حديث مالك به مطولًا، وهو في الموطأ: ١/ ١٠٨-١١٠ (يحيى)، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٧٣٨، وابن حبان، ح: ١٠٢٤، والحاكم: ١/ ٢٧٨، ٢٧٩ على شرط الشيخين، ووافقه الذهبي وغيرهم.

فِيهَا شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ». قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَلَقِيتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَلَامٍ فَذَكَرْتُ لَهُ هٰذَا الْحَدِيثَ، فَقَالَ: أَنَا أَعْلَمُ بِتِلْكَ السَّاعَةِ، فَقُلْتُ: أَخْبِرْنِي بِهَا وَلَا تَضْنَنْ بِهَا عَلَيَّ، قَالَ: هِيَ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ قُلْتُ: كَيْفَ تَكُونُ بَعْدَ الْعَصْرِ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ يُصَلِّي» وَتِلْكَ السَّاعَةُ لَا يُصَلّٰى فِيهَا؟ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ: أَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ فَهُوَ فِي صَلَاةٍ؟» قُلْتُ: بَلٰى، قَالَ: فَهُوَ ذَاكَ.

رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میری ملاقات عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو میں نے انھیں یہ حدیث بتائی۔ انھوں نے کہا: میں اس گھڑی سے خوب آگاہ ہوں۔ میں نے کہا: اس سے مجھے بھی آگاہ کیجیے اور مجھے بتانے سے بخل نہ کیجیے۔ انھوں نے کہا: وہ عصر کے بعد سے سورج کے غروب ہونے تک ہے۔ میں نے کہا: وہ عصر کے بعد کس طرح ہو سکتی ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”مسلمان بندہ اسے نماز پڑھتے ہوئے پائے“ اور اس گھڑی میں تو نماز نہیں پڑھی جاتی؟ اس پر عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: ”جو شخص ایسی مجلس میں بیٹھتا ہے کہ نماز کا انتظار کرتا ہے تو وہ نماز ہی میں ہوتا ہے؟“ میں نے کہا: کیوں نہیں؟ انھوں نے کہا: یہی مقصود ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ طَوِيلَةٌ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَهٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] صَحِيحٌ. قَالَ: وَمَعْنٰى قَوْلِهِ: أَخْبِرْنِي بِهَا وَلَا تَضْنَنْ بِهَا عَلَيَّ. لَا تَبْخَلْ بِهَا عَلَيَّ. وَالضَّنِينُ: الْبَخِيلُ وَالظَّنِينُ: الْمُتَّهَمُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں ایک لمبا واقعہ ہے۔ اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس قول [لَا تَضْنَنْ بِهَا] کے معنی ہیں: مجھ سے بخل نہ کریں۔ اَلضَّنِينُ: بخیل کو کہتے ہیں۔ اور ظنین (ظاء کے ساتھ) مُتَّهَم کو کہتے ہیں (جس پر تہمت والزام ہو۔)

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں مذکور لمبا واقعہ موطا امام مالک میں ہے۔ دیکھیے: [باب الساعة التي يوم الجمعة] ② جس طرح اللہ تعالیٰ نے پورے سال میں ماہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں رحمت وقبولیت کی ایک رات رکھی ہے جس میں کسی بندے کو اگر توبہ واستغفار اور دعا کرنے کی توفیق مل جائے تو وہ اس کی خوش بختی ہے اور اس میں قبولیت دعا کی توقع ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر ہفتے میں جمعے کے دن رحمت وقبولیت کی ایک گھڑی رکھی ہے، اگر حسن اتفاق سے بندے کو اس میں اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگنے کی توفیق مل جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کی قبولیت کی امید ہے لیکن شب قدر کی طرح اس کی بھی قطعیت اور یقین کے ساتھ تعیین نہیں کی گئی۔ شب قدر کی طرح اس کے بارے میں بھی بہت اختلاف ہے۔ امام سیوطی نے ”تنوير الحوالك“ میں اس کے متعلق پینتالیس اقوال نقل کیے ہیں۔ اقوال کی تفصیل کے لیے دیکھیے: (نيل الأوطار: 277،274/3، وفتح الباري: 541،535/2) لیکن احادیث کی روشنی میں صحیح تر دو قول ہیں: صحیح مسلم کی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ گھڑی امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز جمعہ کے اختتام تک ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ مختلف صحابۂ کرام سے منقول سنن اور مسند احمد کی مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گھڑی عصر کے بعد ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس قول کی ترجیح کے دلائل بیان کیے ہیں۔ (زاد المعاد: 378/1) لیکن یہ بھی لکھا ہے کہ لوگوں کے اجتماع، ان کی نماز اور اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی و تضرع اور گڑگڑانے کو بھی دعا کی قبولیت میں دخل ہے۔ (زاد المعاد: 382/1) اور بقول شاہ ولی اللہ خطبے اور نماز کا وقت چونکہ بندوں کی اللہ کی طرف توجہ اور عبادت و دعا کا خاص وقت ہے اور عصر سے غروب آفتاب تک کا وقت پورے دن کا نچوڑ ہے، اس لیے نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو ان دونوں وقتوں میں دعا مانگنے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے آہ و زاری کرنے اور گڑگڑانے کی ترغیب دی ہے لیکن یہ دونوں وقت (خطبۂ جمعہ اور عصر کے بعد) ایسے ہیں کہ ان میں انسان کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا، اس لیے [قَائِمٌ يُصَلِّي] ''کھڑا ہو کر نماز پڑھ رہا ہوتا ہے'' کی تاویل ضروری ہے۔ اس کے یا تو یہ معنی ہوں گے کہ قیام سے مراد ہمیشگی اور اہتمام ہے اور صلاۃ سے مراد دعا ہے کہ وہ بڑے اہتمام اور پابندی سے دعا کرتا ہے یا انتظار صلاۃ مراد ہوگا جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے تاویل کی ہے۔ بقول امام غزالی، اس کے معنی ہیں: نماز پر دوام و ہمیشگی اور پابندی کرنا۔ اور ابن ماجہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والا اشکال، خود عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا تھا تو آپ ﷺ نے انھیں یہی جواب دیا تھا۔ (سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، حديث: 1139) ② خلاصۂ کلام یہ ہے: اگرچہ راجح یہی ہے کہ یہ گھڑی عصر کے بعد ہے اور سیدنا عبداللہ بن سلام اور کعب احبار دونوں نے تورات سے بھی یہی قول نقل کیا ہے لیکن چونکہ خطبے اور نماز جمعہ کا وقت بھی عبادت و دعا کا خاص وقت ہے، اس لیے دونوں وقتوں میں دعا کرنی چاہیے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ خطبے کے دوران میں دعا مانگنا انصات اور خاموشی کے منافی نہیں ہے۔

(المعجم ٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْاِغْتِسَالِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ (التحفة ٢٢٨)

باب: 3۔ جمعہ کے دن غسل کرنے کا بیان

٤٩٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ أَتَى الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ».

[492] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، انھوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جو جمعہ کے لیے آئے، اسے چاہیے کہ غسل کرے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَعُمَرَ وَجَابِرٍ وَالْبَرَاءِ وَعَائِشَةَ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوسعید، عمر، جابر، براء، سیدہ عائشہ اور سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔

٤٩٢- أخرجه أحمد: ٢/ ٩ عن سفيان بن عيينة به، وصرح بالسماع، والبخاري، ح: ٨٩٤، ومسلم، ح: ٨٤٤ من حديث الزهري به، وصرح بالسماع. * وفي الباب عن أبي سعيد [البخاري، ح: ٨٥٨، ومسلم، ح: ١٠٤٦]، وعمر [يأتي: ٤٩٤]، وجابر [النسائي، ح: ١٣٧٩]، والبراء [يأتي: ٥٢٨]، وعائشة [البخاري، ح: ٩٠٢، ومسلم: ٨٤٧]، وأبي الدرداء [الدولابي في الكنى: ٢/ ١٤٦].

٤٩٣- وَرُوِيَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ هٰذَا الْحَدِيثُ أَيْضًا. حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ابْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مِثْلَهُ.

[493] امام زہری نے عبداللہ بن عبداللہ بن عمر کے واسطے سے بھی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے۔

وَقَالَ مُحَمَّدٌ: وَحَدِيثُ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ وَحَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، كِلَا الْحَدِيثَيْنِ صَحِيحٌ. وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي آلُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَيْضًا وَهُوَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام محمد، یعنی بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زہری کی روایت عن سالم عن ابیہ اور عبداللہ بن عبداللہ عن ابیہ، دونوں صحیح ہیں۔ (سالم اور عبداللہ دونوں بھائی اپنے باپ سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں۔) اور امام زہری رحمہ اللہ کے بعض شاگرد امام زہری سے یوں نقل کرتے ہیں: حدثني آل عبدالله بن عمر، عن عبدالله بن عمر. امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جمعہ کے دن غسل کرنے کی روایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اپنے والد عمر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بھی نبی ﷺ سے منقول ہے اور یہ حدیث بھی حسن صحیح ہے۔

٤٩٤- وَرَوَاهُ يُونُسُ وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ بَيْنَمَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: أَيَّةُ سَاعَةٍ هٰذِهِ؟ فَقَالَ: مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ النِّدَاءَ وَمَا زِدْتُ عَلَى أَنْ تَوَضَّأْتُ قَالَ: وَالْوُضُوءُ أَيْضًا! وَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَمَرَ بِالْغُسْلِ.

حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ [أَبُو بَكْرٍ] مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ؛ ح:

[494] امام ترمذی رحمہ اللہ زہری کی سند سے یونس اور معمر کے واسطے سے یہ حدیث اس طرح بیان کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ نبی ﷺ کا ایک صحابی آیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ آنے کا کون سا وقت ہے؟ انھوں نے جواب دیا: میں نے اذان سنتے ہی، وضو کے علاوہ کوئی کام نہیں کیا۔ تو انھوں نے کہا: صرف وضو کیا اور بس؟ حالانکہ تمھیں خوب معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غسل کرنے کا حکم دیا ہے۔ (صرف آنے ہی میں تاخیر نہیں کی بلکہ اس کے ساتھ غسل کرنا بھی چھوڑا ہے۔)

٤٩٥- وَحَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ:

[495] عبداللہ بن عبدالرحمن نے اپنی سند سے زہری

٤٩٣ـ أخرجه مسلم، الجمعة، باب كتاب الجمعة، ح: ٨٤٤ عن قتيبة به.
٤٩٤ـ أخرجه مسلم، انظر الحديث الآتي، والبخاري، ح: ٨٧٨ من حديث الزهري به.
٤٩٥ـ أخرجه مسلم، الجمعة، باب كتاب الجمعة، ح: ٨٤٥/ ٣ من حديث يونس بن يزيد به، وهو متفق عليه، انظر الحديث السابق. * حديث مالك في الموطأ: ١/ ١٠١، ١٠٢، وحديث آخر له عن الزهري عن سالم عن أبيه، والبخاري، ح: ٨٧٨.

حَدَّثَنَا [أَبُوصَالِحٍ] عَبْدُاللهِ بْنُ صَالِحٍ عَنِ اللَّيْثِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْحَدِيثِ.

سے یہ روایت بیان کی ہے۔

وَرَوٰى مَالِكٌ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ قَالَ: «بَيْنَمَا عُمَرُ [بْنُ الْخَطَّابِ] يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ» فَذَكَرَ [هٰذَا] الْحَدِيثَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: [وَ]سَأَلْتُ مُحَمَّدًا، عَنْ هٰذَا فَقَالَ: الصَّحِيحُ حَدِيثُ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ مَالِكٍ أَيْضًا، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ نَحْوُ هٰذَا الْحَدِيثِ.

اور امام مالک رحمہ اللہ زہری کے واسطے سے سالم رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ جمعے کے دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے، پھر مکمل حدیث بیان کی۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد، یعنی بخاری رحمہ اللہ سے (امام مالک کی) اس روایت کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا: صحیح یہی ہے کہ سالم اپنے باپ (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے بیان کرتے ہیں اور خود امام مالک سے بھی یہ روایت متصلاً (ابن عمر رضی اللہ عنہما کے واسطے سے) مروی ہے۔

فوائد و مسائل: ① جمعے کے دن غسل کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ جمعے کے دن کے لیے ہے یا جمعے کی نماز کے لیے۔ اکثر علماء جمعے کے دن کے لیے قرار دیتے ہیں، اس لیے اگر طلوع فجر کے بعد جمعے کی نیت سے غسل کرلیا ہو یا طلوع فجر کے بعد غسل جنابت کے ساتھ غسل جمعہ کی نیت بھی کر لی ہو تو بقول علامہ ابن قدامہ بلا اختلاف یہ کفایت کر جائے گا۔ لیکن بعض حضرات کے نزدیک غسل نماز جمعہ کے لیے ہے اور بقول علامہ نووی امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کا موقف یہی ہے، اس لیے یہ نماز جمعہ کے قریب ہونا چاہیے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک غسل دن کے لیے ہے، لیکن جمعے سے پہلے ہونا چاہیے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک بھی جمعے کا غسل وہ شمار ہوگا جو جمعے کے لیے آتے وقت کیا گیا ہو۔ (المغني: 227/3، تحقيق الدكتور التركي) ② جمعے کے غسل کے حکم میں اختلاف ہے۔ امام ابن قدامہ اور ابن عبدالبر کے بقول ائمۂ اربعہ کے نزدیک غسل سنت و مستحب ہے، فرض و واجب نہیں۔ (المغني: 225/3، تحقیق الدکتور ترکی) لیکن بعض حضرات نے امام مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ کا ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ غسل جمعہ واجب ہے۔ بہر حال ائمۂ اربعہ کا مشہور قول یہی ہے کہ یہ سنت و مستحب ہے، واجب نہیں۔ اہل ظاہر کا موقف ہے کہ جمعے کے لیے غسل کرنا فرض ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ جمعے کی صحت کے لیے غسل شرط نہیں بلکہ یہ ایک الگ اور مستقل فرض ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا نظریہ ہے کہ کام کاج کرنے والے لوگ جنھیں پسینہ آتا ہے اور ان کے بدن سے بدبو اٹھتی ہے جو دوسروں کے لیے تکلیف کا باعث بنتی ہے جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے، ان کے لیے غسل کرنا ضروری ہے۔ البتہ جمہور کے نزدیک غسل کرنا سنت مستحبہ ہے۔ (فتح الباري: 421/2)

(المعجم ۴) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي فَضْلِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ (التحفة ۳۲۹)

باب: 4۔ جمعے کے دن غسل کی فضیلت

٤٩٦۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، وَأَبُو جَنَابٍ يَحْيَى بْنُ أَبِي حَيَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عِيسٰى، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَغَسَّلَ وَبَكَّرَ وَابْتَكَرَ وَدَنَا وَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا أَجْرُ سَنَةٍ، صِيَامُهَا وَقِيَامُهَا».

[496] سیدنا اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”جس شخص نے جمعے کے دن غسل کیا اور سر خوب اچھی طرح دھویا اور (جمعہ کے لیے) بہت جلدی آیا اور (خطبے کے) آغاز کو پالیا، امام کے قریب ہوا، کان دھرا اور خاموشی اختیار کی تو اسے ہر قدم پر جو وہ اٹھائے گا، ایک سال کے قیام اور روزوں کا اجر ملے گا۔“

قَالَ مَحْمُودٌ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ: قَالَ وَكِيعٌ اغْتَسَلَ هُوَ وَغَسَّلَ امْرَأَتَهُ. [قَالَ:] وَيُرْوٰى عَنْ [عَبْدِ اللهِ] بْنِ الْمُبَارَكِ أَنَّهُ قَالَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ: مَنْ غَسَّلَ وَاغْتَسَلَ، يَعْنِي غَسَلَ رَأْسَهُ وَاغْتَسَلَ. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَسَلْمَانَ وَأَبِي ذَرٍّ وَأَبِي سَعِيدٍ وَابْنِ عُمَرَ وَأَبِي أَيُّوبَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَأَبُو الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيُّ اسْمُهُ شَرَاحِيلُ بْنُ آدَةَ. [وَأَبُو جَنَابٍ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْقَصَّابُ الْكُوفِيُّ].

امام وکیع نے اِغْتَسَلَ کے معنی خود نہانا اور غَسَّلَ کے معنی (تعلقات قائم کر کے) بیوی کو نہلانا کیے ہیں۔ اور عبداللہ بن مبارک نے غَسَّلَ کے معنی سر دھونا اور اِغْتَسَلَ کے معنی نہانا کیے ہیں۔ اس مسئلے میں سیدنا ابوبکر، عمران بن حصین، سلمان، ابوذر، ابوسعید، ابن عمر اور ابو ایوب رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ ابواشعث صنعانی کا نام شراحیل بن آدہ ہے۔ اور ابو جناب یحییٰ بن حبیب قصاب کوفی ہے۔

لغوی تشریح: غَسَّلَ: جس نے خوب دھویا، جیسا کہ سنن ابی داود (حدیث: 346) میں سیدنا اوس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: [مَنْ غَسَّلَ رَأْسَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْتَسَلَ] ”جس نے جمعہ کے دن اپنا سر دھویا (کیونکہ جن لوگوں نے لمبے بال رکھے ہوئے ہوں انھیں سر دھونے کا خاص اہتمام کرنا پڑتا ہے اور عرب بالعموم لمبے بال رکھتے تھے) اور غسل کیا۔“ اور بعض نے غَسَّلَ کے معنی ازدواجی تعلقات قائم کر کے نہانا کیے ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے یہی معنی کیے ہیں اور امام قرطبی مالکی نے اسی کو ترجیح دی ہے اور بعض روایات میں ہے [مَنِ اغْتَسَلَ غُسْلَ الْجَنَابَةِ] ”جس نے جنابت والا غسل کیا۔“ اگرچہ اس کی یہ تاویل ہوسکتی ہے کہ غسل جنابت کی طرح خوب اچھی طرح غسل کیا۔ بَكَّرَ خوب جلدی کی، صبح صبح نکلا۔ اِبْتَكَرَ: خطبے کے آغاز کو پالیا۔ اِسْتَمَعَ: خطبہ

٤٩٦۔ أخرجه النسائي، الجمعة، باب فضل غسل يوم الجمعة: ٣/ ٩٥، ٩٦، ح: ١٣٨٢ من حديث يحيى بن الحارث به، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٧٦٧، وابن حبان (الإحسان): ٢٧٧٠، والحاكم على شرط الشيخين: ١/ ٢٨١، ووافقه الذهبي، وحسنه البغوي، وله علة مردودة. * وفي الباب عن أبي بكر [ابن عدي في الكامل: ٤/ ١٤١٨]، والمروزي في مسند أبي بكر، ح: ١٣١]، وعمران بن حصين [الطبراني في الكبير: ١٨/ ١٣٩، ١٤٠، ح: ٢٩٢]، وسلمان [البخاري، ح: ٨٨٣، ٩١٠، والنسائي، ح: ١٤٠٤]، وأبي ذر [ابن ماجه، ح: ١٠٩٧]، وأبي سعيد [أبو داود، ح: ٣٤٣]، وابن عمر [عبد بن حميد، ح: ٨٥٣]، وأبي أيوب [أحمد: ٥/ ٤٢٠، وابن خزيمة: ١٧٧٥].

توجہ سے سنا۔ أَنْصَتَ: خاموشی اختیار کی۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر انسان خوب اہتمام سے غسل کرے اور دن کے آغاز ہی میں جلد ہی جمعے کے لیے نکل آئے اور پوری توجہ اور یکسوئی سے خطبہ سنے تو یہ عمل اس کے لیے انتہائی اجر و ثواب کا باعث ہے، ہر اٹھنے والے قدم پر سال بھر کے قیام اور روزوں کا ثواب ملتا ہے۔

(المعجم ٥) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الْوُضُوءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ (التحفة ٢٣٠)

باب: 5۔ جمعے کے دن وضو کرنے کا بیان

٤٩٧۔ حَدَّثَنَا أَبُو مُوسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُفْيَانَ الْجَحْدَرِيُّ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ، وَمَنِ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ أَفْضَلُ».

[497] سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے جمعے کے دن وضو کیا تو کافی ہے اور اچھا طریقہ اپنایا، اور جس نے غسل کیا تو غسل افضل اور بہتر ہے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَنَسٍ وَعَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ سَمُرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ رَوٰى بَعْضُ أَصْحَابِ قَتَادَةَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ [بْنِ جُنْدُبٍ]. وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ اخْتَارُوا الْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَرَأَوْا أَنْ يُجْزِئَ الْوُضُوءُ مِنَ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ. قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَمِمَّا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ أَمْرَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَنَّهُ عَلَى الْاِخْتِيَارِ لَا عَلَى الْوُجُوبِ: حَدِيثُ عُمَرَ حَيْثُ قَالَ لِعُثْمَانَ:

اس مسئلے میں سیدنا ابو ہریرہ، انس اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ قتادہ کے بعض شاگردوں نے یہ حدیث بواسطہ حسن سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور بعض نے حسن اور نبی ﷺ کے درمیان سیدنا سمرہ کا نام حذف کر کے مرسل روایت بیان کی ہے۔ نبی ﷺ کے صحابہ اور بعد کے اہل علم کا معمول یہی ہے کہ جمعے کے دن غسل کرنا مختار اور پسندیدہ ہے اگرچہ غسل کی جگہ وضو بھی کفایت کر جاتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس بات کی دلیل کہ جمعے کے دن کے غسل کا نبوی فرمان استحباب و اختیار کے لیے ہے، وجوب کے لیے نہیں،

٤٩٧۔ [حسن بالشواهد] أخرجه النسائي، الجمعة، باب الرخصة في ترك الغسل يوم الجمعة: ٣/ ٩٤، ح: ١٣٨١ من حديث شعبة به، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٧٥٧، وللحديث شواهد. * الحسن البصري صرح بالسماع عند الطوسي في مختصر الأحكام: ٣/ ١٠، ح: ٣٣٤/ ٤٦٧. * وفي الباب عن أبي هريرة [مسلم: ٨٥٧]، وأنس [ابن ماجه، ح: ١٠٩١]، وعائشة [البخاري، ح: ٩٠٢، ومسلم، ح: ٨٤٧].

وَالْوُضُوءُ أَيْضًا، وَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَمَرَ بِالْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَلَوْ عَلِمَا أَنَّ أَمْرَهُ عَلَى الْوُجُوبِ لَا عَلَى الْاِخْتِيَارِ لَمْ يَتْرُكْ عُمَرُ عُثْمَانَ حَتَّى يَرُدَّهُ وَيَقُولَ لَهُ: ارْجِعْ فَاغْتَسِلْ، وَلَمَا خَفِيَ عَلَى عُثْمَانَ ذٰلِكَ مَعَ عِلْمِهِ، وَلٰكِنْ دَلَّ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّ الْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ فَضْلٌ مِّنْ غَيْرِ وُجُوبٍ يَجِبُ عَلَى الْمَرْءِ كَذٰلِكَ.

عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ انھوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: صرف وضو پر اکتفا کیا ہے جبکہ آپ کو خوب علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعے کے دن غسل کا حکم دیا ہے۔ اگر وہ دونوں یہ سمجھتے کہ نبی ﷺ کا فرمان وجوب کے لیے ہے، اختیار و استحباب کے لیے نہیں تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو واپس کیے بغیر نہ چھوڑتے اور انھیں فرماتے کہ واپس جا کر غسل کرو اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر اس حدیث کے علم کے باوجود یہ مفہوم (وجوب) اوجھل نہ رہتا، لیکن یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جمعے کے دن غسل کرنا، واجب نہ ہونے کے باوجود فضیلت کا باعث ہے، اس لیے انسان کو اس پر عمل کرنا چاہیے۔

فائدہ: جمعے کے دن کے غسل کے سلسلے میں آنے والی مختلف احادیث کا تقاضا یہی ہے کہ جمعہ کا غسل کم از کم سنت مؤکدہ ضرور ہے، اس کے بغیر جمعہ تو ہو جائے گا، لیکن یہ ایک بڑی کوتاہی ہے، اس لیے اس میں بلاوجہ سستی اور غفلت سے کام نہیں لینا چاہیے، اگر کوئی معقول سبب یا عذر ہو تو الگ بات ہے۔

٤٩٨- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَدَنَا وَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصٰى فَقَدْ لَغَا».

[498] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے وضو کیا اور خوب اچھی طرح وضو کیا، پھر جمعے کے لیے آیا، امام کے قریب بیٹھا، کان لگا کر خطبہ سنا اور چپ رہا تو اس کے مابین اور پچھلے جمعے کے مابین گناہ بخش دیے جائیں گے اور تین دن کا زائد ثواب ہو گا۔ اور جس نے کنکروں کو چھوا تو اس نے فضول اور بے جا حرکت کی۔“

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: چونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر نیکی کا بدلہ کم از کم دس گنا ملتا ہے، اس لیے جمعہ سے دس دن کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں بشرطیکہ وہ بڑے گناہوں کا مرتکب نہ ہو جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ اضافہ موجود ہے: [مَا لَمْ يَغْشَ الْكَبَائِرَ] (بشرطیکہ وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب نہ ہو) اس لیے اعمال کے جو بڑے بڑے فضائل اور اجر و ثواب بیان کیے

٤٩٨- أخرجه مسلم، الجمعة، باب فضل من استمع وأنصت في الخطبة، ح: ٨٥٧ من حديث أبي معاوية الضرير به.

گئے ہیں یہ انھی لوگوں کو حاصل ہوں گے جو شریعت کے فرائض اور ممنوعات کے پابند ہوں۔ کسی ممانعت کے مرتکب اور حکم کے تارک نہ ہوں۔ یہ نہیں کہ اگر کسی نے کبھی جمعہ پڑھ لیا پھر چاہے ہفتہ بھر ایک بھی نماز نہ پڑھے تو اس کو احادیث میں بیان کردہ فضائل اور اجر و ثواب حاصل ہو جائے، ناممکن ہے۔ جمہور کے نزدیک اگر کسی کو خطبہ سنائی نہ دے رہا ہو تو پھر بھی لازم ہے کہ اس کی طرف کان دھرے اور خاموشی اختیار کرے اور نماز کے منافی کوئی حرکت نہ کرے۔ اگر دل و دماغ کی پوری یکسوئی کے ساتھ خطبہ سننے کی کوشش نہیں کرتا تو اس اجر کا مستحق نہیں ہوگا۔

(المعجم ٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّبْكِيرِ إِلَى الْجُمُعَةِ
(التحفة ٢٤١)

باب:6۔ جمعے کے لیے بہت جلدی جانے کی فضیلت

٤٩٩- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ».

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَسَمُرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[499] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے جمعے کے دن غسل جنابت کی طرح غسل کیا، پھر چل پڑا تو گویا اس نے اونٹ کا صدقہ کیا اور جو دوسری گھڑی میں چلا تو گویا اس نے گائے کا صدقہ کیا اور جو تیسری گھڑی میں چلا تو اس نے گویا سینگ والے مینڈھے کا صدقہ کیا اور جو چوتھی گھڑی میں نکلا تو اس نے گویا مرغ صدقے کے طور پر پیش کیا، اور جو پانچویں گھڑی میں چلا اس نے گویا انڈہ صدقے کے طور پر پیش کیا۔ پھر جب امام (خطبے کے لیے) نکلتا (اور منبر پر بیٹھتا) ہے تو فرشتے وعظ و نصیحت سننے کے لیے آ جاتے ہیں۔“

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس باب میں سیدنا عبداللہ بن عمرو اور سمرہ رضی اللہ عنہما سے بھی روایات آئی ہیں۔ اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں ہے [مَنِ اغْتَسَلَ غُسْلَ الْجَنَابَةِ] اس کے معنی ہیں: [غُسْلًا كَغُسْلِ الْجَنَابَةِ] ”یعنی جس نے غسل جنابت کی طرح اہتمام سے غسل کیا“ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ﴾ یعنی پہاڑ اس طرح تیزی سے گزریں گے جیسا کہ بادل گزرتے ہیں اور بعض احادیث میں اس کی صراحت موجود ہے: [كَمَا يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ] ”جس طرح وہ غسل جنابت کرتا ہے۔“ اکثر ائمہ نے یہی معنی مراد لیے ہیں اگرچہ بعض نے ظاہری معنی

٤٩٩- أخرجه البخاري، الجمعة، باب فضل الجمعة، ح: ٨٨١، ومسلم، ح: ٨٥٠ من حديث مالك به، وهو في الموطأ: ١/ ١٠١ (يحيى). * وفي الباب عن عبدالله بن عمرو [ابن خزيمة، ح: ١٧٧١]، وسمرة [ابن ماجه، ح: ١٠٩٣].

بھی کیے ہیں جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ ثُمَّ رَاحَ، اگر راح کے مقابلے میں غدو یا بکور کا لفظ نہ ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں: چلنا، دن کے آغاز میں ہو یا درمیان و آخر میں۔ جمہور ائمہ ابوحنیفہ، شافعی، احمد اور اوزاعی ﷭ وغیرہ کے نزدیک فضیلت کے اوقات کا آغاز فجر یا طلوع شمس کے بعد سے ہو جاتا ہے کیونکہ دوسری روایات میں بَكَّرَ (صبح صبح نکلا) یا اَلْمُهَجِّرُ إِلَى الصَّلَاةِ (جلدی نکلنے والا) کے الفاظ آئے ہیں اور بعض روایات میں ثواب کے ذکر میں مرغی سے پہلے بطخ کا اور مرغی کے بعد چڑیا کا ذکر بھی موجود ہے۔ علامہ عینی نے ان کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (عمدة القاري: 247/3) ② ان اوقات کو امام کے خطبہ دینے کے لیے آنے تک پانچ یا سات حصوں میں تقسیم کیا جائے گا اور [قَرَّبَ] سے مراد صدقہ ہے، گویا پہلی گھڑی میں آنے والے کو اونٹ کے صدقے کا اجر وثواب ملے گا اور دوسری گھڑی میں آنے والے کو گائے کے صدقے کا اجر وثواب حاصل ہوگا۔ اور ان گھڑیوں کی ابتدا و انتہا اور درمیان کے اعتبار سے جانور بھی اپنے قد و قامت اور قدر و منزلت میں مختلف ہوں گے۔ جمہور علماء کے نزدیک ان گھڑیوں کا آغاز صبح طلوع فجر کے بعد سے ہوتا ہے جبکہ امام مالک ؒ کے نزدیک یہ گھڑیاں سورج ڈھلنے سے لے کر امام کی آمد تک شمار ہوں گی۔ متاخرین میں سے امام محمد حیات سندھی اور ابوالحسن سندھی نے بھی اس موقف کو اختیار کیا ہے۔ (فتح الملهم: 389/2) شاہ ولی اللہ ؒ کا رجحان بھی اسی طرف محسوس ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''یہ گھڑیاں وجوب جمعہ سے لے کر خطبے کے لیے کھڑے ہونے تک [أَزْمِنَةٌ] خَفِيفَةٌ، (چھوٹی چھوٹی گھڑیاں) ہیں۔'' (حجة الله: 29/2) خطیب کی آمد پر زائد اجر وثواب والا دفتر بند ہو جاتا ہے اور اس کے حامل فرشتے، خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں لیکن جمعے کا ثواب آنے کے مطابق ملتا ہے۔

(المعجم ٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَرْكِ الْجُمُعَةِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ (التحفة ٣٤٢)

باب: 7۔ بلا عذر جمعہ چھوڑنے کی وعید کا بیان

٥٠٠- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ: أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبِيدَةَ بْنِ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي الْجَعْدِ يَعْنِي الضَّمْرِيَّ، وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ فِيمَا زَعَمَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَهَاوُنًا بِهَا طَبَعَ اللهُ عَلَى قَلْبِهِ».

[500] سیدنا ابوجعد ضمری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص (مسلسل) تین جمعوں (اور ان کی حاضری) کو حقیر اور معمولی جان کر چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر، ابن عباس اور سمرہ ؓ سے

٥٠٠ـ أخرجه أبو داود، الصلاة، باب التشديد في ترك الجمعة: ١٠٥٢، وابن ماجه، ح: ١١٢٥، والنسائي: ٣/ ٨٨، ح: ١٣٧٠ من حديث محمد بن عمرو به، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٨٥٧، وابن حبان، ح: ٦٥، ٥٥٣، ٥٥٤، والحاكم: ١/ ٢٨٠ على شرط مسلم، ووافقه الذهبي، وللحديث شواهد كثيرة، وهو متواتر. * وفي الباب عن ابن عمر [مسلم، ح: ٨٦٥]، وابن عباس [النسائي، ح: ١٣٧١]، وسمرة [ابن ماجه، ح: ١١٢٨].

وَسَمُرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي الْجَعْدِ حَدِيثٌ حَسَنٌ. قَالَ: وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنِ اسْمِ أَبِي الْجَعْدِ الضَّمْرِيِّ فَلَمْ يَعْرِفِ اسْمَهُ. وَقَالَ: لَا أَعْرِفُ لَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا هٰذَا الْحَدِيثَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَلَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيثَ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو.

روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوجعد رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد، یعنی بخاری رحمہ اللہ سے ابوجعد ضمری کا نام پوچھا تو انھیں اس کا پتا نہ چل سکا اور انھوں نے کہا: ہمارے علم کے مطابق وہ نبی ﷺ سے صرف یہی حدیث بیان کرتے ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جہاں تک ہم جانتے ہیں یہ حدیث صرف محمد بن عمرو کی سند ہی سے مروی ہے۔

فائدہ: اگر کوئی شخص مسلسل تین جمعے غفلت و کاہلی سے چھوڑ دے تو اس کے دل پر سستی اور کاہلی کا قبضہ ہو جاتا ہے، اس سے نیکی اور خیر کا شوق ختم ہو جاتا ہے۔ ایسا آدمی منافقوں کی طرح شیطان کے ہتھے چڑھ جاتا ہے، اسی لیے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: ”جو شخص مسلسل تین جمعے چھوڑ دے وہ اسلام کو پس پشت پھینک دیتا ہے۔“

(المعجم ٨) بَابُ مَا جَاءَ مِنْ كَمْ يُؤْتٰى إِلَى الْجُمُعَةِ (التحفة ٢٢٣)

باب: 8۔ جمعے کے لیے کتنی مسافت سے آیا جائے؟

٥٠١- حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مَدُّويَهْ [قَالَا]: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ ثُوَيْرٍ، عَنْ رَجُلٍ مِّنْ أَهْلِ قُبَاءَ، عَنْ أَبِيهِ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نَشْهَدَ الْجُمُعَةَ مِنْ قُبَاءَ.

[501] ثویر نے اہل قباء کے ایک آدمی سے بیان کیا، وہ اپنے باپ سے بیان کرتا ہے جو کہ صحابی تھے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم قباء سے جمعے کے لیے حاضر ہوا کریں۔

[وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي هٰذَا وَلَا يَصِحُّ]. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَلَا يَصِحُّ فِي هٰذَا الْبَابِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ شَيْءٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ [أَنَّهُ] قَالَ: «الْجُمُعَةُ عَلَى مَنْ آوَاهُ اللَّيْلُ إِلٰى أَهْلِهِ». وَهٰذَا حَدِيثٌ إِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ، إِنَّمَا يُرْوٰى مِنْ حَدِيثِ مُعَارِكِ بْنِ عَبَّادٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ،

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایک حدیث مروی ہے، لیکن وہ صحیح نہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جہاں تک ہم جانتے ہیں یہ حدیث صرف اسی سند سے مروی ہے اور اس مسئلے میں نبی ﷺ سے کوئی حدیث صحیح نہیں آئی۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث بیان کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہر اس شخص پر جمعہ لازم ہے جو رات کو اپنے گھر پہنچ سکے۔“ لیکن اس حدیث کی سند بھی ضعیف

٥٠١ـ [ضعيف جدًا] ثوير: ضعيف، رمي بالرفض (تقريب) وشيخه مجهول، وحديث معارك يأتي بعده: ٥٠٢.

وَضَعَّفَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَبْدَاللهِ بْنَ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيَّ فِي الْحَدِيثِ. [قَالَ:] وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلَى مَنْ تَجِبُ عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: تَجِبُ الْجُمُعَةُ عَلَى مَنْ آوَاهُ اللَّيْلُ إِلَى مَنْزِلِهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا تَجِبُ الْجُمُعَةُ إِلَّا عَلَى مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

ہے۔ یہ عبداللہ بن سعید مقبری سے بیان کی گئی ہے اور یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ نے عبداللہ بن سعید مقبری کو حدیث کے سلسلے میں ضعیف قرار دیا ہے۔ اہل علم کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ جمعہ کس شخص پر فرض ہے۔ بعض کا موقف یہ ہے کہ جمعہ ہر اس شخص پر فرض ہے جو رات کو اپنے گھر پہنچ سکتا ہو۔ اور بعض کا خیال ہے کہ جمعہ اس شخص پر فرض ہے جو اذان سنتا ہو (اس مسافت سے کہ وہاں اذان کی آواز پہنچتی ہو)۔ امام شافعی، امام احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

٥٠٢- سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ يَقُولُ: كُنَّا عِنْدَ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ فَذَكَرُوا عَلَى مَنْ تَجِبُ الْجُمُعَةُ، فَلَمْ يَذْكُرْ أَحْمَدُ فِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ شَيْئًا: قَالَ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ: فَقُلْتُ لِأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ: فِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: [فَـ]قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ؟ قُلْتُ: نَعَمْ [قَالَ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ]: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ نُصَيْرٍ: حَدَّثَنَا مُعَارِكُ بْنُ عَبَّادٍ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْجُمُعَةُ عَلَى مَنْ آوَاهُ اللَّيْلُ إِلَى أَهْلِهِ» [قَالَ:] فَغَضِبَ عَلَيَّ أَحْمَدُ [بْنُ حَنْبَلٍ] وَقَالَ [لِي]: اسْتَغْفِرْ رَبَّكَ اسْتَغْفِرْ رَبَّكَ.

[502] امام احمد بن حسن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی مجلس میں حاضر تھے تو یہ بحث چھڑ گئی کہ جمعہ کس پر فرض ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں کوئی مرفوع حدیث بیان نہ کی۔ احمد بن حسن کہتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل سے کہا: اس بارے میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث آئی ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے پوچھا: نبی ﷺ سے؟ میں نے کہا: ہاں، پھر میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث سنائی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ ہر اس شخص پر لازم ہے جو رات کو گھر واپس پہنچ سکے۔'' اس پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ مجھ پر ناراض ہوئے اور مجھ سے کہا: اپنے رب سے بخشش طلب کرو، اپنے رب سے معافی مانگو۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] إِنَّمَا فَعَلَ بِهِ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ هٰذَا لِأَنَّهُ لَمْ يَعُدَّ هٰذَا الْحَدِيثَ شَيْئًا وَضَعَّفَهُ لِحَالِ إِسْنَادِ[هِ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام احمد رحمہ اللہ نے یہ انداز اس لیے اختیار کیا کیونکہ وہ اس حدیث کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے اور اسے اس کی سند کی وجہ سے ضعیف قرار دیتے تھے۔

فائدہ: تین ائمہ: امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک جمعے کے لیے شہر اور بستی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جہاں

٥٠٢۔ [ضعيف جدًّا] أخرجه البيهقي: ٣/ ١٧٦ من حديث معارك به، والحديث ضعفه البغوي في شرح السنة: ٤/ ٢٢١. * حجاج بن نصير ضعيف، وكذا شيخه، وعبدالله بن سعيد متروك، وفي الباب آثار عن ابن عمر وغيره عند البيهقي وغيره، وحديث الباب أخرجه ابن الجوزي في العلل المتناهية: ١/ ٤٦٠ من حديث الترمذي به.

بھی جماعت کا اہتمام ہو جمعہ فرض ہے، اس لیے جہاں اذان کی آواز پہنچتی ہے اور وہ لوگ جماعت کے لیے حاضر ہوتے ہیں وہ جمعے کے لیے بھی آئیں، لیکن احناف کے نزدیک جمعہ صرف شہر یا بڑی بستی کے لوگوں پر فرض ہے، تاہم اس کی کوئی معقول دلیل ان کے پاس نہیں ہے۔ اس پر فریقین کی طرف سے کتابیں لکھی گئی ہیں، ان کی طرف مراجعت کی جا سکتی ہے۔ سوچنے والی بات یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت دیہات میں رہتی تھی اور جمعہ و جماعت کے جو مقاصد اور فوائد ہیں، کیا اہل دیہات کو ان کی ضرورت نہیں؟ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ شہروں کے مقابلے میں دیہات میں علم کم ہوتا ہے، لہٰذا تعلیم و تربیت اور وعظ و نصیحت کے وہ لوگ زیادہ محتاج ہوتے ہیں۔ اور پھر کیا جمعے کے دن دیہات میں ظہر کی اذان نہیں ہوتی جس کے بجائے جمعہ مقرر کیا گیا ہے اور اللہ کا فرمان یہی ہے: ﴿إِذَا نُودِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ ''جب جمعے کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔'' قرآن کے یہ الفاظ عام ہیں، جس میں شہر اور دیہات کے سب لوگ شامل ہیں۔ بہرحال جمہور کا موقف یہی ہے کہ جمعہ اس پر فرض ہے جو اذان سنتا ہے، یعنی مؤذن کی بلند آواز، سننے والے کی قوت سماعت درست ہو اور ماحول پرسکون ہو، شور وغل نہ ہو۔ اور ظاہر ہے جمعے کے دن اذان ہر بستی میں ہوتی ہے اور ہر جگہ پہنچتی ہے، نبیٔ اکرم ﷺ کے دور میں مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے علاوہ اور مساجد بھی تھیں، لیکن جمعہ صرف مسجد نبوی ہی میں ہوتا تھا اور تمام مساجد کے لوگ آپ ﷺ کی اقتدا میں جمعہ پڑھتے تھے۔ اس شرف کے حصول کی خاطر لوگ دور دور سے بھی آتے تھے۔ مدینے کی عوالی بستیاں تین میل سے لے کر چھ سات میل کے فاصلے تک تھیں اور سب لوگ آپ ﷺ کے ساتھ جمعہ ادا کرتے تھے۔

(المعجم ۹) بَابُ مَا جَاءَ فِي وَقْتِ الْجُمُعَةِ (التحفة ۳۴۴)

باب:9۔ جمعے کے وقت کا بیان

٥٠٣- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِينَ تَمِيلُ الشَّمْسُ.

[503] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جمعے کی نماز سورج کے ڈھلنے پر پڑھتے تھے۔

٥٠٤- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَنَسٍ [عَنِ النَّبِيِّ ﷺ] نَحْوَهُ.

[504] یحییٰ بن موسیٰ کی سند سے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مذکورہ بالا کی مانند مروی ہے۔

٥٠٣- أخرجه البخاري، الجمعة، باب وقت الجمعة إذا زالت الشمس، ح: ٩٠٤ من حديث سريج بن النعمان به.

٥٠٤- انظر الحديث السابق، وهو في مسند أبي داود الطيالسي، ح: ٢١٣٩. * وفي الباب عن سلمة بن الأكوع [البخاري، ح: ٤١٦٨، ومسلم، ح: ٨٦٠]، وجابر [مسلم، ح: ٨٥٨]، والزبير بن العوام [أحمد: ١/ ١٦٤، وابن خزيمة، ح: ١٨٤٠، والدارمي، ح: ١٥٥٣].

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ وَجَابِرٍ وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَهُوَ الَّذِي أَجْمَعَ عَلَيْهِ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّ وَقْتَ الْجُمُعَةِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ كَوَقْتِ الظُّهْرِ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَرَأَى بَعْضُهُمْ أَنَّ صَلَاةَ الْجُمُعَةِ إِذَا صُلِّيَتْ قَبْلَ الزَّوَالِ أَنَّهَا تَجُوزُ أَيْضًا. وَقَالَ أَحْمَدُ: وَمَنْ صَلَّاهَا قَبْلَ الزَّوَالِ فَإِنَّهُ لَمْ يَرَ عَلَيْهِ إِعَادَةً.

اور اس مسئلے میں سیدنا سلمہ بن اکوع، جابر اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اکثر اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ جمعے کا وقت، ظہر کے وقت کی طرح سورج کے ڈھلنے پر ہوتا ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ جمعے کی نماز اگر زوال سے پہلے پڑھ لی جائے تو بھی جائز ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس نے جمعے کی نماز زوال سے پہلے پڑھ لی تو اسے دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

فائدہ: جمہور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، امام ابوحنیفہ، مالک اور شافعی رحمہم اللہ کا یہ قول ہے کہ جمعہ زوال سے پہلے پڑھنا جائز نہیں۔ صحیح احادیث کا تقاضا یہی ہے اور یہی درست موقف ہے۔ صرف امام احمد رحمہ اللہ، زوال سے پہلے پڑھنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ جمعہ زوال کے متصل بعد پڑھ لیتے تھے اس میں تاخیر نہیں فرماتے تھے جبکہ اس کے برعکس آج کل زوال سے خاصی دیر بعد خطبہ شروع ہوتا ہے، پھر لمبی چوڑی تقریر ہوتی ہے اور جمعے کی نماز ظہر کی نماز سے بھی بعد میں پڑھی جاتی ہے۔

(المعجم ١٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْخُطْبَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ

(التحفة ٢٢٥)

باب: 10۔ خطبہ منبر پر دینے کا بیان

٥٠٥- حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الْفَلَّاسُ [الصَّيْرَفِيُّ]: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، وَيَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ أَبُو غَسَّانَ الْعَنْبَرِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا مَعَاذُ بْنُ الْعَلَاءِ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَخْطُبُ إِلَى جِذْعٍ، فَلَمَّا اتَّخَذَ [النَّبِيُّ ﷺ] الْمِنْبَرَ حَنَّ الْجِذْعُ حَتَّى أَتَاهُ فَالْتَزَمَهُ فَسَكَنَ.

[505] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کھجور کے تنے کے سہارے خطبہ دیتے تھے۔ جب نبی ﷺ نے منبر بنوالیا تو تنا آہیں بھرنے لگا یہاں تک کہ آپ ﷺ اس کے پاس آئے اور اسے اپنے ساتھ چمٹا لیا جس پر وہ پرسکون اور مطمئن ہوگیا۔

٥٠٥ـ أخرجه البخاري، المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، ح: ٣٥٨٣ من حديث عثمان بن عمر ويحيى بن كثير به. * وفي الباب عن أنس [يأتي: ٣٦٢٧]، وجابر [البخاري، ح: ٣٥٨٤، ٣٥٨٥]، وسهل بن سعد [البخاري، ح: ٩١٧، ومسلم، ح: ٥٤٤/٤٥]، وأبي بن كعب [ابن ماجه، ح: ١٤١٤، وسنده حسن، وحسنه البوصيري]، وابن عباس [ابن ماجه، ح: ١٤١٥، وسنده صحيح، وصححه البوصيري]، وأم سلمة [الطبراني في الكبير: ٢٣/ ٢٥٥، ح: ٥٢٤].

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وَجَابِرٍ وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأُمِّ سَلَمَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ. وَمُعَاذُ بْنُ الْعَلَاءِ هُوَ بَصْرِيٌّ [وَهُوَ] أَخُو أَبِي عَمْرِو بْنِ الْعَلَاءِ.

اس مسئلے میں سیدنا انس، جابر، سہل بن سعد، ابی بن کعب، ابن عباس اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن غریب صحیح ہے۔ معاذ بن علاء بصری ہے اور (مشہور قاری) ابوعمرو بن علاء کا بھائی ہے۔

فائدہ: بالاتفاق منبر پر خطبہ دینا سنت مستحبہ ہے کیونکہ منبر بن جانے کے بعد نبی ﷺ اسی پر خطبہ دیتے تھے۔

(المعجم ۱۱) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْجُلُوسِ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ (التحفة ۲۳٦)

باب: 11۔ دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا

٥٠٦- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُومُ فَيَخْطُبُ، قَالَ: مِثْلَ مَا تَفْعَلُونَ الْيَوْمَ.

[506] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جمعے کے دن خطبہ دیتے، پھر بیٹھ جاتے، پھر کھڑے ہوکر خطبہ دیتے تھے جس طرح (خطباء) آج کل کرتے ہیں۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَهُوَ الَّذِي رَآهُ أَهْلُ الْعِلْمِ أَنْ يَفْصِلَ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ بِجُلُوسٍ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس، جابر بن عبداللہ اور جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کی رائے یہی ہے کہ دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھ کر فرق کرنا چاہیے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خطبہ کھڑے ہوکر دیا جائے اور اکثر اہل علم کے نزدیک دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا سنت ہے جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک شرط ہے۔ (المغني: 153/2)

(المعجم ۱۲) بَابُ مَا جَاءَ فِي قِصَرِ الْخُطْبَةِ (التحفة ۲۳۷)

باب: 12۔ خطبے میں اعتدال ہونا چاہیے

٥٠٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَهَنَّادٌ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو

[507] سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں

٥٠٦- أخرجه البخاري، الجمعة، باب الخطبة قائمًا، ح: ٩٢٠، ومسلم، ح: ٨٦١ من حديث خالد بن الحارث به. * وفي الباب عن ابن عباس [أحمد: ١/ ٢٥٦]، وجابر بن عبدالله [البخاري، ح: ٩١٨]، وجابر بن سمرة [مسلم، ح: ٨٦٢].

٥٠٧- أخرجه مسلم، الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة، ح: ٨٦٦ من حديث أبي الأحوص به. * وفي الباب عن عمار ابن ياسر [مسلم، ح: ٨٦٩]، وابن أبي أوفى [النسائي، ح: ١٤١٥].

الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: كُنْتُ أُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَكَانَتْ صَلَاتُهُ قَصْدًا وَّخُطْبَتُهُ قَصْدًا.

جمعہ نبی ﷺ کے ساتھ پڑھتا تھا۔ آپ کی نماز معتدل ہوتی اور خطبے میں بھی اعتدال ہوتا تھا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ وَّابْنِ أَبِي أَوْفَى. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا عمار بن یاسر اور ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: مسنون اور صحیح طریقہ یہی ہے کہ نماز اور خطبہ دونوں میں افراط وتفریط سے بچتے ہوئے درمیانی راہ اختیار کی جائے تا کہ لوگوں کے لیے دقت اور پریشانی نہ ہو۔ اعتدال ایک اضافی چیز ہے، اصل مقصد لوگوں کو مشقت سے بچانا ہے، اس لیے نبی ﷺ کی نماز عام دنوں سے لمبی ہوتی تھی اور خطبہ چھوٹا ہوتا تھا کیونکہ عام دنوں میں تو بعض دفعہ آپ کا وعظ و خطبہ بہت طویل ہو جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے ایک دن فجر کی نماز سے وعظ شروع کیا اور نماز کے وقفوں کے علاوہ سورج غروب ہونے تک جاری رکھا تھا۔ (تحفة الأحوذي: 31/3)

(المعجم ١٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِرَاءَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ (التحفة ٢٤٨)

باب:13۔ منبر پر قرآنی آیات کی قراءت

٥٠٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى ابْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ عَلَى الْمِنْبَرِ ﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ﴾ [الزخرف:٧٧].

[508] سیدنا یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ منبر پر یہ آیت پڑھ رہے تھے ﴿وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ﴾ "اور (دوزخی) آواز دیں گے: اے مالک!" (داروغۂ جہنم کا نام ہے۔)

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ وَّهُوَ حَدِيثُ ابْنِ عُيَيْنَةَ. وَقَدِ اخْتَارَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ يَقْرَأَ الْإِمَامُ فِي الْخُطْبَةِ آيًا مِّنَ الْقُرْآنِ. قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَإِذَا خَطَبَ الْإِمَامُ فَلَمْ يَقْرَأْ فِي خُطْبَتِهِ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْآنِ أَعَادَ الْخُطْبَةَ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ اور جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یعلی بن امیہ کی حدیث حسن غریب صحیح ہے اور یہ ابن عیینہ رحمہ اللہ کی روایت ہے۔ کچھ اہل علم کا موقف ہے کہ خطبے میں کچھ نہ کچھ قرآنی آیات کی تلاوت ضرور ہونی چاہیے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر کوئی امام اپنے خطبے میں کچھ بھی قرآنی آیات نہیں پڑھتا تو وہ خطبہ دوبارہ دے۔

٥٠٨_ أخرجه البخاري، بدء الخلق، باب صفة النار وأنها مخلوقة، ح: ٣٢٦٦، ومسلم، ح: ٨٧١ عن قتيبة به. * وفي الباب عن أبي هريرة [البزار (كشف): ٣٠٨/١، ح: ٦٤٣]، وجابر بن سمرة [مسلم، ح: ٨٦٢].

فائدہ: خطبے کا اصل مقصد وعظ و نصیحت ہے اور قرآن مجید ہی وعظ و نصیحت کا منبع اور اسلام کی اساس و بنیاد ہے، جس کے احکام و ہدایات کی تعلیم و آگاہی مقصود ہے، اس لیے قرآنی آیات کی تفسیر و توضیح ہی کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

(المعجم ۱۴) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي اسْتِقْبَالِ الْإِمَامِ إِذَا خَطَبَ (التحفة ۲۳۹)

باب: 14۔ خطبہ دیتے وقت امام لوگوں کی طرف رخ کرے

۵۰۹۔ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ يَعْقُوبَ الْكُوفِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا اسْتَوٰى عَلَى الْمِنْبَرِ اسْتَقْبَلْنَاهُ بِوُجُوهِنَا.

[509] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب منبر پر تشریف فرما ہوجاتے تو ہم اپنے چہروں کا رخ آپ ﷺ کی طرف کر لیتے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. وَحَدِيثُ مَنْصُورٍ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ الْفَضْلِ بْنِ عَطِيَّةَ. وَمُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ بْنِ عَطِيَّةَ ضَعِيفٌ ذَاهِبُ الْحَدِيثِ عِنْدَ أَصْحَابِنَا. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ يَسْتَحِبُّونَ اسْتِقْبَالَ الْإِمَامِ إِذَا خَطَبَ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَلَا يَصِحُّ فِي هٰذَا الْبَابِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ شَيْءٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث آئی ہے۔ منصور کی یہ حدیث ہمارے علم کے مطابق صرف محمد بن فضل بن عطیہ ہی سے مروی ہے۔ اور محمد بن فضل بن عطیہ، محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ اس کی حدیث قابل قبول نہیں ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ وہ مستحب سمجھتے ہیں کہ خطبے کے دوران میں امام کی طرف رخ رکھا جائے۔ سفیان ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول یہی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں نبی ﷺ سے کوئی حدیث ثابت نہیں۔

فائدہ: خطبے سے مقصود یہ ہے کہ سامعین غور و فکر اور اہتمام کے ساتھ خاموشی سے خطبہ سنیں اور یہ تبھی ممکن ہے جب وہ خطیب کی طرف متوجہ ہوں، اس لیے بقول ابن المنذر یہ تقریباً اتفاقی مسئلہ ہے کہ خطبے کے دوران میں سامعین کا رخ خطیب کی طرف ہونا چاہیے۔

۵۰۹۔ [صحيح بالشواهد والمتابعات] أخرجه أبو نعيم في حلية الأولياء: ٥/ ٤٥ من حديث عباد بن يعقوب به، وسنده ضعيف، وللحديث شواهد عند ابن ماجه، ح: ١١٣٦، والبيهقي (٣/ ١٩٨، ١٩٩) وغيرهما، ورواه البخاري في صحيحه قبل ح: ٩٢١ موقوفًا على ابن عمر وأنس رضي الله عنهما، وانظر للتفصيل: الصحيحة للألباني، حديث: ٢٠٨٠.

(المعجم ١٥) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الرَّكْعَتَيْنِ إِذَا جَاءَ الرَّجُلُ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ (التحفة ٢٥٠)

باب: 15۔ جب کوئی خطبے کے دوران میں آئے تو دو رکعت پڑھے

٥١٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَصَلَّيْتَ؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «فَقُمْ فَارْكَعْ».

[510] سیدنا جابر بن عبداللہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی ﷺ جمعے کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک آدمی آیا۔ نبی ﷺ نے اس سے پوچھا: ”کیا تو نے نماز پڑھ لی ہے؟“ اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اٹھ اور نماز پڑھ۔“

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ [أَصَحُّ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ].

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس مسئلے میں صحیح تر ہے۔

فائدہ: متفق علیہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی جمعے کے دن اس وقت آئے جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو یا (راوی کو شک ہے) آ چکا ہو تو وہ دو رکعتیں پڑھے۔“ (صحيح البخاري، التهجد، حديث: 1166) اور صحیح مسلم میں یوں ہے کہ ”جب تم میں سے کوئی جمعے کے دن اس وقت پہنچے، جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ دو رکعت پڑھے اور ان میں تخفیف کو ملحوظ رکھے۔“ (صحيح مسلم، الجمعة، حديث: 875) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے خطبے کے دوران میں آنے والوں کے لیے ایک اصول اور ضابطہ بیان فرما دیا ہے کہ وہ دو رکعت پڑھ کر بیٹھیں۔ اب اس صریح اور صحیح حدیث کی موجودگی میں اس سے گریز کی راہ اختیار کرنا اور اس کے مقابلے میں صحابہ و تابعین کا عمل پیش کرنا یقیناً پسندیدہ عمل نہیں۔ شاہ ولی اللہ ؒ کا قول ہے کہ حدیث صحیح ہے، اس پر عمل کرنا ضروری ہے اور اپنے علاقے کے لوگوں کی باتوں سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔ (حجة الله: 29/2) بہرحال اس پر عمل کرنے میں سنت راتبہ کی رعایت بھی ہے اور جمعے کے ادب و احترام کا تقاضا بھی، ہاں اگر اس الجھن سے بچنا ہی ہے تو پھر صحیح صورت یہ ہے کہ نمازی امام کے منبر پر بیٹھنے سے پہلے آئے تاکہ اس کے آنے کے بعد نماز پڑھنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے، اور اس کے آنے سے پہلے پہلے نماز سے فراغت حاصل کر لی جائے۔

٥١١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ

[511] عیاض بن عبداللہ بن ابی سرح بیان کرتے ہیں

٥١٠ـ أخرجه مسلم، الجمعة، باب التحية والإمام يخطب، ح: ٨٧٥ عن قتيبة، والبخاري، ح: ٩٣٠ من حديث حماد بن زيد به.

٥١١ـ أخرجه النسائي، الجمعة، باب حث الإمام على الصدقة يوم الجمعة: ٣/ ١٠٦، ١٠٧، ١٤٠٩، وابن ماجه، ح: ١١١٣ من حديث سفيان بن عيينة عن محمد بن عجلان به، وصرحا بالسماع، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٧٩٩، ١٨٣٠، ٢٤٨١. ✽ قول ابن عيينة: كان ابن عجلان ثقةً . . . إلخ صحيح ثابت عنه. وأثر الحسن البصري صحيح عنه، العلاء بن خالد ضعيف، ولكنه لم ينفرد به، تابعه ابن عون وحماد بن أبي الدرداء عند ابن أبي شيبة، ح: ٥١٦٤، ٥١٦٥، وحديث جابر أخرجه ابن ماجه، ح: ١١١٥. ✽ وفي الباب عن جابر [تقدم: ٥١٠]، وأبي هريرة [ابن ماجه، ح: ١١١٤]، وسهل بن سعد [علل ابن أبي حاتم/ تحفة الأحوذي: ١/ ٣٦٤].

ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ دَخَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَمَرْوَانُ يَخْطُبُ فَقَامَ يُصَلِّي، فَجَاءَ الْحَرَسُ لِيُجْلِسُوهُ فَأَبَى حَتَّى صَلَّى، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَتَيْنَاهُ فَقُلْنَا: رَحِمَكَ اللهُ إِنْ كَادُوا لَيَقَعُوا بِكَ فَقَالَ: مَا كُنْتُ لِأَتْرُكَهُمَا بَعْدَ شَيْءٍ رَأَيْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، ثُمَّ ذَكَرَ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي هَيْئَةٍ بَذَّةٍ وَالنَّبِيُّ [ﷺ] يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَأَمَرَهُ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ.

کہ جمعے کے دن سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ تشریف لائے جبکہ مروان خطبہ دے رہا تھا۔ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ چوکیدار انھیں بٹھانے کے لیے آئے لیکن انھوں نے نماز پڑھے بغیر بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ جب جمعہ سے فارغ ہو کر پلٹے تو ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے کہا: اللہ آپ پر رحم فرمائے! وہ لوگ تو آپ پر پل پڑنا چاہتے تھے۔ انھوں نے جواب دیا: میں رسول اللہ ﷺ کا طرز عمل دیکھ لینے کے بعد ان دو رکعتوں کو چھوڑ نہیں سکتا، پھر انھوں نے بتایا: جمعے کے دن ایک آدمی پراگندہ حالت میں آیا، جبکہ نبی ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔ آپ نے اسے (دو رکعتیں) پڑھنے کا حکم دیا تو اس نے دو رکعتیں پڑھ لیں، جبکہ آپ خطبہ دیتے رہے۔

قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ: كَانَ [سُفْيَانُ] بْنُ عُيَيْنَةَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ إِذَا جَاءَ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ وَ[كَانَ] يَأْمُرُ بِهِ، وَكَانَ أَبُو عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْمُقْرِئُ يَرَاهُ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَسَمِعْتُ ابْنَ أَبِي عُمَرَ يَقُولُ: قَالَ [سُفْيَانُ] ابْنُ عُيَيْنَةَ: كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ ثِقَةً مَأْمُونًا فِي الْحَدِيثِ. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِذَا دَخَلَ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَإِنَّهُ يَجْلِسُ وَلَا يُصَلِّي، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ، وَالْقَوْلُ الْأَوَّلُ أَصَحُّ. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ خَالِدٍ الْقُرَشِيُّ قَالَ: رَأَيْتُ الْحَسَنَ الْبَصْرِيَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ. إِنَّمَا فَعَلَ الْحَسَنُ

ابن ابی عمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ اگر اس وقت پہنچتے جب امام خطبہ دے رہا ہوتا تو دو رکعتیں پڑھتے اور (دوسروں کو بھی) اس کا حکم دیتے تھے اور ابوعبدالرحمن مقری کی رائے بھی یہی تھی۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ (ان کا شیخ) محمد بن عجلان ثقہ اور حدیث کے سلسلے میں قابل اعتماد ہے۔ اور اس مسئلے میں سیدنا جابر، ابوہریرہ اور سہل بن سعد رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم کا عمل اس کے مطابق ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض کہتے ہیں: جب کوئی شخص اس وقت آئے جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ بیٹھ جائے اور نماز نہ پڑھے۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا موقف یہی ہے، لیکن پہلا نظریہ صحیح تر ہے۔ علاء بن خالد قرشی کہتے ہیں: میں نے حسن بصری کو دیکھا کہ جمعہ کے دن مسجد میں آئے جبکہ امام

اتِّبَاعًا لِّلْحَدِيثِ، وَهُوَ رَوٰى عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ هٰذَا الْحَدِيثَ.

خطبہ دے رہا تھا تو وہ دو رکعتیں پڑھنے کے بعد بیٹھے۔ حسن بصری رحمہ اللہ نے یہ عمل حدیث کے اتباع میں کیا اور انھوں نے یہ حدیث سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کی ہے۔

فائدہ: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ انھوں نے دو رکعت پڑھنے کا حکم، ایک اصول اور ضابطے کے طور پر سمجھا، اس لیے چوکیداروں کے روکنے کی پروا کیے بغیر دو رکعتیں پڑھیں اور یہ حقیقت بھی واضح ہوئی کہ نبی ﷺ نے اس شخص کو دو رکعت پڑھنے کا حکم دینے کے بعد خطبہ دینا بند نہیں کیا تھا۔ اس لیے احناف اور مالکیہ کا اس حدیث کی بے جا تاویلات کرنا ایک نامعقول طرز عمل ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي: 287/1)

(المعجم ١٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْكَلَامِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ (التحفة ٢٥١)

باب: 16۔ جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اس دوران میں گفتگو کرنا ناجائز ہے

٥١٢۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ قَالَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ أَنْصِتْ فَقَدْ لَغَا».

[512] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے جمعے کے دن خطبے کے دوران میں (کسی کو) کہا: خاموش ہو جا، اس نے فضول اور بے جا بات کہی۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفٰى وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: كَرِهُوا لِلرَّجُلِ أَنْ يَتَكَلَّمَ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ وَقَالُوا إِنْ تَكَلَّمَ غَيْرُهُ فَلَا يُنْكِرْ عَلَيْهِ إِلَّا بِالْإِشَارَةِ. وَاخْتَلَفُوا فِي رَدِّ السَّلَامِ وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ [وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ] فَرَخَّصَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي رَدِّ السَّلَامِ وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ، وَكَرِهَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِينَ وَغَيْرِهِمْ ذٰلِكَ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن ابی اوفی اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا عمل اس پر ہے۔ وہ اس بات کو ناجائز قرار دیتے ہیں کہ جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اس دوران میں کوئی شخص گفتگو کرے۔ اگر دوسرا بول رہا ہو تو اس کو صرف اشارے سے روکے۔ خطبے کے دوران میں سلام کے جواب دینے اور چھینکنے والے کو دعا دینے کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض اہل علم سلام کا جواب دینے اور چھینکنے والے کو دعا دینے کی رخصت دیتے ہیں۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی

٥١٢۔ أخرجه مسلم، الجمعة، باب: في الإنصات يوم الجمعة في الخطبة، ح: ٨٥١ عن قتيبة، والبخاري، ح: ٩٣٤ من حديث الليث به. * وفي الباب عن ابن أبي أوفى [ابن أبي شيبة: ١/ ٤٥٩، ح: ٥٣٠٧، وسنده حسن، موقوف]، وجابر بن عبدالله [عبد بن حميد، ح: ١١٤٢، وابن حبان، ح: ٥٧٧، وأبو يعلى: ٣/ ٣٣٥، ح: ١٧٩٩، ١٨٠٠].

قول ہے۔ اور بعض اہل علم تابعین اور دوسرے حضرات اس کو ناپسند کرتے ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول یہی ہے۔

فائدہ: دوران خطبہ میں گفتگو کرنے والے کو روکنا جائز نہیں تو خود گفتگو کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے؟ یہ امام کا حق ہے کہ وہ اپنے سامعین کو ادب سکھائے۔ ائمۂ اربعہ کا معروف قول یہی ہے، ہاں امام کو مخاطب کرنا الگ چیز ہے (وہ جائز ہے۔) سلام کا جواب دینے میں اختلاف ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ بلند آواز سے سلام کا جواب دینا یا چھینکنے والے کو دعا دینا درست نہیں، ہاں آہستہ سے جواب دینا درست ہے، جس طرح آہستہ آہستہ دل میں ذکر اور دعا جائز ہے۔ (تحفة الأحوذي: 44/3) لہٰذا باہمی گفتگو سے خاموش رہے۔ کسی کی طرف متوجہ ہوئے بغیر آہستہ سے سلام کا جواب اور چھینکنے والے کو دعا دینا خاموشی کے منافی نہیں ہے۔

(المعجم ١٧) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي كَرَاهِيَةِ التَّخَطِّي يَوْمَ الْجُمُعَةِ (التحفة ٢٥٢)

باب: 17۔ جمعے کے دن (لوگوں کی) گردنیں پھلانگنا ناجائز ہے

٥١٣- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا رِشْدِينُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ زَبَّانَ بْنِ فَائِدٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ الْجُهَنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ تَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اتَّخَذَ جِسْرًا إِلَى جَهَنَّمَ».

[513] سیدنا معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص جمعے کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہے، اس نے جہنم کی طرف ایک پل بنا لیا ہے۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ الْجُهَنِيِّ حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ رِشْدِينَ بْنِ سَعْدٍ وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: كَرِهُوا أَنْ يَتَخَطَّى الرَّجُلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ رِقَابَ النَّاسِ وَشَدَّدُوا فِي ذٰلِكَ. وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي رِشْدِينَ بْنِ سَعْدٍ وَضَعَّفَهُ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ.

اس مسئلے میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سہل بن معاذ بن انس جہنی کی حدیث غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسے صرف رشدین بن سعد بیان کرتا ہے اور اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ ان کے نزدیک جمعے کے دن لوگوں کی گردنوں کے اوپر سے گزرنا ناجائز ہے اور انھوں نے اس بارے میں سخت موقف اختیار کیا ہے۔ اور بعض اہل علم نے رشدین بن سعد پر کلام کیا ہے اور اسے اس کے حافظے کے سبب ضعیف قرار دیا ہے۔

فائدہ: جمعے کے دن یا کسی بھی علمی مجلس میں بلاضرورت و مجبوری لوگوں کی گردنوں کے اوپر سے گزرنا اور ان کو تکلیف پہنچانا جائز نہیں۔ حدیث اگرچہ ضعیف ہے، لیکن بات صحیح ہے، کیونکہ صحیح روایات میں بھی یہ مسئلہ بیان ہوا ہے۔

٥١٣- [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في النهي عن تخطي الناس يوم الجمعة، ح: ١١١٦ عن أبي كريب به. * رشدين وشيخه ضعيفان من أجل سوء حفظهما. * وفي الباب عن جابر [ابن ماجه، ح: ١١١٥].

(المعجم ١٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْاِحْتِبَاءِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ (التحفة ٢٥٣)

باب:18۔ جب امام خطبہ دے رہا ہو تو گوٹھ مار کر بیٹھنا ناجائز ہے

٥١٤۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ وَالْعَبَّاسُ ابْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُقْرِءُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ: حَدَّثَنِي أَبُو مَرْحُومٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ الْحَبْوَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ.

[514] سہل بن معاذ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے گوٹھ مار کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَأَبُو مَرْحُومٍ اسْمُهُ عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مَيْمُونٍ. وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ الْحَبْوَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ. وَرَخَّصَ فِي ذٰلِكَ بَعْضُهُمْ، مِنْهُمْ عَبْدُ اللهِ ابْنُ عُمَرَ وَغَيْرُهُ، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ: لَا يَرَيَانِ بِالْحَبْوَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ بَأْسًا.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور ابومرحوم کا نام عبدالرحیم بن میمون ہے۔ کچھ اہل علم نے جمعے کے دن خطبے کے دوران میں گوٹھ مار کر بیٹھنے کو مکروہ سمجھا ہے۔ اور بعض نے اس کی رخصت دی ہے۔ ان میں سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ وغیرہ شامل ہیں۔ امام احمد اور اسحاق ؒ کا یہی قول ہے۔ ان کے نزدیک خطبے کے دوران میں گوٹھ مار کر بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔

لغوی تشریح: [حَبْوَة] آدمی زمین پر سرین کے بل اس طرح بیٹھے کہ گھٹنوں کو پیٹ کے ساتھ ملا لے اور اپنے اردگرد کپڑا لپیٹ لے یا دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو لپیٹ لے۔

فائدہ: اگر کوئی شخص کپڑا لپیٹ کر گوٹھ مار کر بیٹھتا ہے تو اس میں نیند آنے کے احتمال کے ساتھ ساتھ ستر کھل جانے کا خطرہ بھی ہوتا ہے۔ اگر ننگے ہونے کا خطرہ ہو تو یہ کسی حالت میں جائز نہیں اور جمعہ میں بالاولیٰ جائز نہیں۔ لیکن اگر ننگے ہونے کا خطرہ نہ ہو تو پھر جائز ہے۔ بہت سے صحابۂ کرام سے اس طرح بیٹھنے کا جواز اس صورت میں ہے اور (شرح المهذب: 592/4) میں امام مالک، ثوری، اوزاعی، اہل رائے، شافعی، احمد اور اسحاق ؒ وغیرہ کی طرف عدم کراہت کا قول منسوب کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے، لہٰذا اگر ستر کھلنے کا خطرہ ہو یا اس طرح نیند آتی ہو اور خطبہ سننے میں خلل پیدا ہوتا ہو تو اس سے بچنا چاہیے کیونکہ حدیث کے ظاہری الفاظ کے مطابق بیٹھنے کی یہ صورت جمعہ اور خطبہ کے منافی ہی ہے۔

(المعجم ١٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ رَفْعِ الْأَيْدِي عَلَى الْمِنْبَرِ (التحفة ٢٥٤)

باب:19۔ (خطیب کا دوران خطبہ میں) منبر پر ہاتھ اٹھانا ناپسندیدہ ہے

٥١٤۔ أخرجه أبو داود، الصلاة، باب الاحتباء والإمام يخطب، ح: ١١١٠ من حديث عبدالله بن يزيد المقرىء به، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٨١٥، والحاكم: ١/ ٢٨٩، ووافقه الذهبي، وحسنه البغوي.

٥١٥- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَارَةَ بْنَ رُوَيْبَةَ [الثَّقَفِيَّ] وَبِشْرُ بْنُ مَرْوَانَ يَخْطُبُ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ فَقَالَ عُمَارَةُ: قَبَّحَ اللّٰهُ هَاتَيْنِ الْيُدَيَّتَيْنِ الْقُصَيِّرَتَيْنِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَمَا يَزِيدُ عَلٰى أَنْ يَقُولَ هٰكَذَا، وَأَشَارَ هُشَيْمٌ بِالسَّبَّابَةِ.

[515] حصین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمارہ بن رُویبہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے سنا، جبکہ بشر بن مروان خطبہ دے رہے تھے اور اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، اس پر سیدنا عمارہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ ان دو چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو رحمت سے محروم کرے! میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، وہ اس سے زائد اشارہ نہیں کرتے تھے۔ ہشیم نے شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اگر ''دعا'' کے معنی دعوت و تبلیغ اور احکام شریعت کی دعوت دینا ہیں تو پھر اس صورت میں صرف ایک انگلی سے اشارہ کرنا کافی ہے، زور زور سے ہاتھ ہلانا اور لہرانا خلاف آداب ہے۔ لیکن اگر اس سے مراد معروف دعا کرنا ہو تو پھر خود نبیٔ اکرم ﷺ نے بارش کی دعا کرتے وقت منبر پر دونوں ہاتھ اٹھائے ہیں، اس لیے اس پر اعتراض کی گنجائش نہیں ہے، ہاں اگر مراد مطلقاً دعائیہ کلمات ہوں جو خطیب منبر پر پڑھتا ہے تو پھر بھی ہاتھ اٹھانا درست نہیں، اس لیے سیدنا عمارہ رضی اللہ عنہ نے اس کو بلاضرورت ہاتھ اٹھاتے دیکھ کر بددعا دی ہوگی۔

(المعجم ٢٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي أَذَانِ الْجُمُعَةِ (التحفة ٢٥٥)

باب: 20۔ جمعے کی اذان کا بیان

٥١٦- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ الْخَيَّاطُ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كَانَ الْأَذَانُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ [وَإِذَا] أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ [رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ] زَادَ النِّدَاءَ الثَّالِثَ عَلَى الزَّوْرَاءِ.

[516] سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ، سیدنا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں اذان اس وقت کہی جاتی تھی جب امام تشریف لاتا اور جب جماعت کھڑی ہوتی (تو اقامت کہی جاتی تھی)۔ پھر جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو انھوں نے مقام زوراء پر تیسری (پہلی) اذان (کہلوانے) کا اضافہ کیا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: نبیٔ اکرم ﷺ اور شیخین سیدنا ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دور میں جمعے کے دن صرف دو اذانیں (اذان اور تکبیر) ہوتی تھیں۔ پہلی اذان جب خطیب خطبے کے لیے منبر پر بیٹھتا اور دوسری اذان، یعنی تکبیر جب جماعت کھڑی ہوتی۔ سیدنا

٥١٥- أخرجه مسلم، الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة، ح: ٨٧٤ من حديث حصين به.

٥١٦- أخرجه البخاري، الجمعة، باب الأذان يوم الجمعة، ح: ٩١٢ من حديث ابن أبي ذئب به. * وكان هذا الأذان عند المنبر كما في المعجم الكبير للطبراني بإسناد صحيح عن سليمان التيمي عن الزهري عن السائب بن يزيد به.

عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلام کے پھیلنے کی وجہ سے آبادی بڑھ گئی اور خوشحالی وفراوانی کی وجہ سے لوگوں کی مصروفیات اور مشاغل بھی بڑھ گئے، اس لیے یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ جمعے سے پہلے لوگوں کو متنبہ کیا جائے کہ جمعے کی تیاری کرلیں اور مسجد میں پہنچیں۔ اس اعلان کے لیے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے بازار میں ایک بلند جگہ زوراء کا انتخاب کیا اور وہاں اذان کہی جانے لگی۔ ایک مصلحت اور مفاد عامہ کی خاطر لوگوں نے اس عمل کو قبول کرلیا اور اس کی مخالفت نہ کی۔ چونکہ یہ اذان پہلی دو اذانوں کے بعد شروع ہوئی تھی، اس لیے اگرچہ کہنے کے اعتبار سے پہلی ہے لیکن وجود کے اعتبار سے تیسری ہے، اس لیے اس کو تیسری اذان کا نام دیا گیا، اور پہلے کہی جانے کی وجہ سے پہلی اذان کا نام دیا گیا۔ چونکہ یہ ایک ضرورت اور مصلحت کے تحت شروع ہوئی تھی، اس لیے اگر ضرورت اور مصلحت کا تقاضا ہو تو اب بھی کہی جاسکتی ہے اور اگر ضرورت نہ ہو تو اس کو چھوڑا جاسکتا ہے بلکہ چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔ لیکن اس کو بدعت کہنا مناسب نہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس اذان کو بدعت سے تعبیر کیا ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اس کو بدعت کہنا ایسے ہی ہے جیسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی جماعت کے اہتمام کو لغوی اعتبار سے بدعت سے تعبیر کیا ہے، اس کو بھی اس معنی میں بدعت کہا جاسکتا ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٢١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْكَلَامِ بَعْدَ نُزُولِ الْإِمَامِ مِنَ الْمِنْبَرِ (التحفة ٢٥٦)

باب: 21۔ امام کے منبر سے اتر جانے کے بعد گفتگو کرنا

٥١٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُودَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ: حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُكَلَّمُ بِالْحَاجَةِ إِذَا نَزَلَ مِنَ الْمِنْبَرِ.

[517] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب منبر سے اتر آتے تو ضرورت کی گفتگو فرما لیتے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ. [قَالَ وَ]سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: وَهِمَ جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ، وَالصَّحِيحُ مَا رُوِيَ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَأَخَذَ رَجُلٌ بِيَدِ النَّبِيِّ ﷺ فَمَا زَالَ يُكَلِّمُهُ حَتّٰى نَعَسَ بَعْضُ الْقَوْمِ. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَالْحَدِيثُ هُوَ هٰذَا. وَجَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ رُبَّمَا يَهِمُ فِي الشَّيْءِ وَهُوَ صَدُوقٌ. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَهِمَ جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ فِي حَدِيثِ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ہمارے علم میں صرف جریر بن حازم بیان کرتا ہے اور امام محمد، یعنی بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جریر بن حازم کو اس حدیث میں وہم ہوا ہے۔ صحیح روایت یہ ہے کہ نماز کے لیے تکبیر ہوگئی تو ایک آدمی نے نبی ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا اور آپ اس سے گفتگو فرماتے رہے حتیٰ کہ بعض لوگ اونگھنے لگے۔ امام محمد، یعنی امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اصل حدیث یہی ہے۔ جریر

٥١٧- [ضعيف] أخرجه أبو داود، الصلاة، باب الإمام يتكلم بعد ما ينزل من المنبر، ح: ١١٢٠ وغيره من حديث جرير به، وصرح بالسماع عند البيهقي: ٣/ ٢٢٤ وهو بريء من التدليس، والحديث معلول لأنه ضعفه أبو داود والجمهور، والقول قولهم.
* حديث يحيى بن أبي كثير أخرجه البخاري، ح: ٦٣٧، ٦٣٨، ٩٠٩، ومسلم: ٦٠٤/ ١٥٦ من طريقه.

ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتّٰى تَرَوْنِي». قَالَ مُحَمَّدٌ: وَيُرْوٰى عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ فَحَدَّثَ حَجَّاجٌ الصَّوَّافُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتّٰى تَرَوْنِي» فَوَهِمَ جَرِيرٌ فَظَنَّ أَنَّ ثَابِتًا حَدَّثَهُمْ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

بن حازم صدوق ہے لیکن بعض دفعہ اسے وہم ہو جاتا ہے۔ امام محمد، یعنی امام بخاری ﷫ فرماتے ہیں: جریر بن حازم کو سیدنا انس ؓ کی اس روایت میں وہم ہوا ہے جسے وہ ثابت سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تکبیر شروع ہو جائے تو مجھے دیکھے بغیر نہ اٹھو۔'' حالانکہ یہ حدیث اصل میں یوں ہے کہ ثابت بنانی کی مجلس میں حجاج صواف نے یحییٰ بن ابی کثیر کی سند سے سیدنا ابوقتادہ ؓ سے روایت بیان کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تکبیر شروع ہو جائے تو مجھے دیکھے بغیر نہ اٹھو۔'' جریر کو وہم ہوا اور یہ سمجھا کہ یہ روایت ثابت نے سیدنا انس ؓ سے بیان کی ہے۔

۵۱۸- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ بَعْدَ مَا تُقَامُ الصَّلَاةُ يُكَلِّمُهُ الرَّجُلُ يَقُومُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، فَمَا زَالَ يُكَلِّمُهُ، وَلَقَدْ رَأَيْتُ بَعْضَهُمْ يَنْعَسُ مِنْ طُولِ قِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ لَهُ.

قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[518] سیدنا انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ نماز کی تکبیر ہو جاتی اور اس کے بعد کوئی شخص آپ کے اور قبلے کے درمیان کھڑے ہو کر آپ ﷺ سے بات چیت کرنے لگتا تو آپ ﷺ اس سے گفتگو فرماتے رہتے۔ میں نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ آپ ﷺ کے اس کے ساتھ دیر تک کھڑا رہنے سے وہ اونگھنے لگتے تھے۔

امام ترمذی ﷫ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذکورہ حدیث ہی والا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ یہ صورت حال پیش آئی، یہ نہیں ہے کہ یہ نبی ﷺ کی مستقل عادت تھی۔ اصل مقصد یہ ہے کہ تکبیر کے بعد بھی امام کے ساتھ ضروری گفتگو کی جا سکتی ہے۔

(المعجم ٢٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِرَاءَةِ فِي صَلَاةِ الْجُمُعَةِ (التحفة ٢٥)

باب: 22۔ نماز جمعہ کی قراءت کا بیان

۵۱۹- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ

[519] نبی ﷺ کے آزاد کردہ غلام ابورافع ؓ کے بیٹے

۵۱۸ـ أخرجه أحمد: ٣/ ١٦١ عن عبدالرزاق، والبخاري، ح: ٦٤٣، ومسلم، ح: ٣٧٦ من حديث ثابت به، وله طريق آخر عند البخاري، ح: ٦٤٢، ومسلم، ح: ٣٧٦.

۵۱۹ـ أخرجه مسلم، الجمعة، باب ما يقرأ في صلاة الجمعة، ح: ٨٧٧ عن قتيبة به. ❊ وفي الباب عن ابن عباس [مسلم، ح: ٨٧٩]، والنعمان بن بشير [مسلم، ح: ٨٧٨]، وأبي عنبة الخولاني [ابن ماجه، ح: ١١٢٠].

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ مَوْلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: اسْتَخْلَفَ مَرْوَانُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَلَى الْمَدِينَةِ وَخَرَجَ إِلَى مَكَّةَ فَصَلَّى بِنَا أَبُو هُرَيْرَةَ [يَوْمَ] الْجُمُعَةِ فَقَرَأَ سُورَةَ الْجُمُعَةِ، وَفِي السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ﴾ قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: فَأَدْرَكْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ [لَهُ:] تَقْرَأُ بِسُورَتَيْنِ كَانَ عَلِيٌّ يَقْرَأُ بِهِمَا بِالْكُوفَةِ. قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ بِهِمَا.

عبیداللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا مروان، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینے میں جانشین بنا کر مکے کی طرف روانہ ہو گئے، تو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں جمعے کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۂ جمعہ پڑھی اور دوسری رکعت میں ﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ﴾۔ عبیداللہ کہتے ہیں: میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے کہا کہ آپ نے وہی دو سورتیں پڑھی ہیں جو کوفے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ پڑھا کرتے تھے، تو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ سورتیں پڑھتے سنا ہے۔

وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ وَأَبِي عِنَبَةَ الْخَوْلَانِيِّ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْجُمُعَةِ بِـ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ وَ ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ﴾. [عُبَيْدُ اللهِ ابْنُ أَبِي رَافِعٍ كَاتِبُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ].

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس، نعمان بن بشیر اور ابوعنبہ خولانی رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور نبی ﷺ کے بارے میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نماز جمعہ میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى۝﴾ اور ﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ۝﴾ کی تلاوت فرماتے تھے۔ عبیداللہ بن ابی رافع سیدنا علی بن ابی طالب کے سیکرٹری (منشی) تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی نماز میں ان سورتوں کا پڑھنا مستحب ہے۔ لیکن احناف نے بلاوجہ یہ بات کہی ہے کہ ان پر ہمیشگی اور دوام نہیں کرنا چاہیے تا کہ لوگ ان کی قراءت کو فرض نہ سمجھ لیں، حالانکہ جب کبھی کوئی دو سورتیں (الاعلیٰ اور الغاشیہ) پڑھی جائیں اور کبھی دوسری دو (جمعہ اور منافقون) تو فرضیت کا وہم کیسے لاحق ہوگا، نیز جب نبی ﷺ نے ان کا التزام کیا ہے تو پھر ترک کی کیا ضرورت ہے۔

(المعجم ٢٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي مَا يَقْرَأُ [بِهِ] فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ (التحفة ٢٥٨)

باب: 23۔ جمعہ کے دن صبح کی نماز کی قراءت کا بیان

٥٢٠- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ عَنْ

[520] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

٥٢٠- [صحيح لغيره] أخرجه النسائي، الافتتاح، باب القراءة في الصبح يوم الجمعة: ١٥٩/٢، ح: ٩٥٧ عن علي بن حجر، ومسلم، ح: ٨٧٩ من حديث مخول به. * وفي الباب عن سعد [ابن ماجه، ح: ٨٢٢]، وابن مسعود [ابن ماجه، ح: ٨٢٤]، وأبي هريرة [البخاري، ح: ٨٩١، ومسلم، ح: ٨٨٠].

مُخَوَّلِ بْنِ رَاشِدٍ، عَنْ مُسْلِمِ الْبَطِينِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَأُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ ﴿الٓمٓ﴾ تَنْزِيلُ السَّجْدَةَ وَ﴿هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنْسَانِ﴾.

ﷺ جمعے کے دن صبح کی نماز میں الٓمٓ تنزیل السَّجْدَةَ اور ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ﴾ پڑھا کرتے تھے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدٍ وَّابْنِ مَسْعُودٍ وَّأَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَّقَدْ [رَوَاهُ] سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ [وَشُعْبَةُ] وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ مُخَوَّلٍ.

اس مسئلے میں سیدنا سعد، ابن مسعود اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اسے سفیان ثوری، شعبہ اور کئی راویوں نے مُخوّل سے روایت کیا ہے۔

فائدہ: قیامت جمعے کے دن برپا ہوگی، اس لیے نبی ﷺ جمعے کے دن صبح کی نماز اور جمعہ کی نماز میں ان سورتوں کی قراءت فرمایا کرتے تھے جو انسان کے لیے آخرت کی تیاری اور اس کی فکر پیدا کرنے والی ہیں اور انسان کا مقصد تخلیق اور زندگی گزارنے کا صحیح طریقہ بیان کرتی ہیں۔

(المعجم ٢٣) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الصَّلَاةِ قَبْلَ الْجُمُعَةِ وَبَعْدَهَا (التحفة ٢٥٩)

باب: 24۔ جمعہ سے پہلے اور بعد کی نماز کا بیان

٥٢١- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ.

[521] سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَّقَدْ رُوِيَ عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَيْضًا، وَّالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ.

اس مسئلے میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ سیدنا نافع رحمہ اللہ سے بھی ابن عمر رضی اللہ عنہما کے واسطے سے اس طرح منقول ہے۔ بعض اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ امام شافعی اور امام احمد رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔

٥٢٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ

[522] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نافع رحمہ اللہ بیان

٥٢١- أخرجه مسلم، الجمعة، باب الصلاة بعد الجمعة، ح: ٨٨٢/ ٧٢ من حديث سفيان بن عيينة، والبخاري، ح: ١١٦٥ من حديث الزهري به. * وفي الباب عن جابر [ابن خزيمة، ح: ١٨٧٢].

٥٢٢- أخرجه مسلم، ح: ٨٨٢ من حديث نافع به، انظر الحديث السابق.

ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا صَلَّى الْجُمُعَةَ انْصَرَفَ فَصَلَّى سَجْدَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَصْنَعُ ذٰلِكَ.

کرتے ہیں کہ جب وہ جمعہ پڑھ کر واپس جاتے تو گھر میں دو رکعتیں پڑھتے، پھر بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کا طرزِ عمل یہی تھا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٥٢٣- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا».

[523] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جو شخص جمعہ کے بعد نماز پڑھے، وہ چار رکعات پڑھے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.
حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ: كُنَّا نَعُدُّ سُهَيْلَ بْنَ أَبِي صَالِحٍ ثَبْتًا فِي الْحَدِيثِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَرُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا أَرْبَعًا. وَ[قَدْ] رُوِيَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] أَنَّهُ أَمَرَ أَنْ يُصَلّٰى بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَرْبَعًا. وَذَهَبَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ إِلٰى قَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ. وَقَالَ إِسْحَاقُ: إِنْ صَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ صَلّٰى أَرْبَعًا، وَإِنْ صَلّٰى فِي بَيْتِهِ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، وَاحْتَجَّ بِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ، وَلِحَدِيثِ النَّبِيِّ ﷺ: «مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا». قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَابْنُ عُمَرَ هُوَ الَّذِي رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام صاحب، سفیان بن عیینہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم سہل بن ابی صالح کو روایتِ حدیث میں (پختہ اور) ثقہ شمار کرتے تھے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ بعض اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ جمعہ سے پہلے بھی چار رکعات پڑھتے اور جمعہ کے بعد بھی چار رکعات پڑھتے۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے حکم دیا کہ جمعے کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، پھر چار رکعات پڑھیں۔ سفیان ثوری اور ابن مبارک رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول اختیار کیا ہے۔ اور امام اسحاق کا قول ہے کہ اگر جمعے کے دن (سنتیں) مسجد میں پڑھے تو چار رکعات پڑھے اور اگر گھر جا کر پڑھے تو دو رکعتیں پڑھے اور دلیل یہ پیش کی کہ نبی ﷺ جمعے کے بعد اپنے گھر میں دو رکعتیں پڑھتے تھے اور (دوسری) یہ حدیث

٥٢٣- أخرجه مسلم، الجمعة، باب الصلاة بعد الجمعة، ح: ٨٨١ من حديث سفيان بن عيينة به. * قول ابن عيينة: "كنا نعد سهيل بن أبي صالح . . . إلخ" سنده صحيح، وعن ابن مسعود . . . وعن علي . . . وقول عطاء رأيت ابن عمر "صلى بعد الجمعة ركعتين . . . إلخ" حسن، وهذا كان بمكة كما في سنن أبي داود، ح: ١١٣٠، وسنده صحيح، وأثر عمرو بن دينار في الزهري، سنده ضعيف لعنعنة ابن عيينة وقول ابن عيينة في عمرو، صحيح عنه.

ﷺ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ، وَابْنُ عُمَرَ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ صَلَّى فِي الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ، وَصَلَّى بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ أَرْبَعًا. حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ [بْنُ عُيَيْنَةَ] عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ صَلَّى بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَ ذٰلِكَ أَرْبَعًا. حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَنَصَّ لِلْحَدِيثِ مِنَ الزُّهْرِيِّ، وَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا [الدَّنَانِيرُ وَ] الدَّرَاهِمُ أَهْوَنُ عِنْدَهُ مِنْهُ، إِنْ كَانَتِ [الدَّنَانِيرُ وَ] الدَّرَاهِمُ عِنْدَهُ بِمَنْزِلَةِ الْبَعْرِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: سَمِعْتُ [ابْنَ] أَبِي عُمَرَ يَقُولُ: سَمِعْتُ سُفْيَانَ ابْنَ عُيَيْنَةَ يَقُولُ: كَانَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَسَنَّ مِنَ الزُّهْرِيِّ.

کہ ''تم میں سے جو شخص جمعے کے بعد نماز پڑھے تو وہ چار رکعات پڑھے۔'' (یوں گویا دونوں میں تطبیق ہوگئی۔) امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی نبی ﷺ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ آپ جمعے کے بعد اپنے گھر میں دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ کے بعد مسجد میں دو رکعتیں پڑھیں اور دو رکعتوں کے بعد چار رکعات پڑھیں۔ ابن ابی عمر نے اپنی سند سے بواسطہ عطاء رحمہ اللہ بیان کیا، انھوں نے کہا: میں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انھوں نے جمعے کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، پھر ان کے بعد چار رکعات پڑھیں۔ سعید بن عبدالرحمن مخزومی کی سند سے منقول ہے کہ عمرو بن دینار نے کہا: میں نے کسی کو نہیں پایا کہ امام زہری سے بڑھ کر حدیث کو باسند اور کامل بیان کرتا ہو۔ اور میں نے زہری رحمہ اللہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا کہ اس کے نزدیک درہم و دینار بے قیمت اور بے وزن ہوں۔ ان کے نزدیک درہم اور دینار تو اونٹ کی مینگنی کی طرح تھے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سفیان بن عیینہ کہا کرتے تھے کہ عمرو بن دینار، امام زہری رحمہ اللہ سے زیادہ عمر رسیدہ تھے۔

فائدہ: جمعہ سے پہلے نماز کی رکعات کی کوئی تعیین نہیں ہے۔ انسان پہلے آنے کی کوشش کرے اور جتنی رکعات پڑھ سکتا ہو پڑھ لے، تاہم اگر خطبے کے دوران میں آئے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ صرف مختصر طور پر دو رکعت پڑھے، اس سے زیادہ پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور یہ بھی جائز نہیں کہ دو رکعت پڑھے بغیر ہی خطبہ سننے کے لیے بیٹھ جائے۔ جمعے کے بعد دو رکعت پڑھنا بھی جائز ہے اور چار رکعات بھی۔ یا مسجد میں پڑھے تو چار رکعات (دو دو کر کے پڑھنا بہتر ہے، تاہم بیک سلام بھی جائز ہے۔) اور گھر جا کر پڑھے تو دو رکعت کافی ہیں۔ بطور نفل جتنی چاہے دو دو کر کے پڑھنا جائز ہے۔

(المعجم ٢٥) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي مَنْ يُدْرِكُ مِنَ الْجُمُعَةِ رَكْعَةً (التحفة ٢٦٠)

باب:25۔ جو شخص جمعے کی ایک رکعت پائے؟

٥٢٤- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَسَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصَّلَاةِ رَكْعَةً فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ».

[524] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے نماز کی ایک رکعت پالی، اس نے نماز کو پالیا۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ قَالُوا: مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْجُمُعَةِ صَلّٰى إِلَيْهَا أُخْرٰى وَمَنْ أَدْرَكَهُمْ جُلُوسًا صَلّٰى أَرْبَعًا. وَبِهٖ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے کہ جس نے جمعے کی ایک رکعت پالی، وہ ایک رکعت اور پڑھ لے اور جو شخص تشہد میں ملے وہ چار رکعات پڑھے۔ سفیان ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک رکعت امام کے ساتھ پالیتا ہے تو اس نے نماز کو پالیا جس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر ایک رکعت سے کم پاتا ہے تو اس نے جماعت کو نہیں پایا، اس لیے وہ جمعہ کو پانے والا شمار نہیں ہوگا، لہٰذا وہ جمعہ کے بجائے ظہر کی چار رکعات پڑھے۔ ائمۂ حجاز کا یہی قول ہے اور بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے یہی ثابت ہے، بقول امام ابن قدامہ کسی صحابی کا اس کے مخالف قول موجود نہیں۔ (المغني: 184/3) لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حدیث [مَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا] ''جو پالو پڑھ لو اور جو رہ جائے اسے پورا کرلو'' سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر تشہد میں بھی مل جائے تو وہ جمعہ کو پالے گا، اس لیے دو رکعات ہی پڑھے۔ لیکن پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کا ثواب کم از کم ایک رکعت پانے پر ملے گا اور جمعہ میں جماعت ہی مطلوب ہے، جب جماعت کو نہ مل سکا تو جمعہ کیسے ہوگا؟ نیز امام ابوحنیفہ نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے، اس میں جماعت پانے کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ امام کے ساتھ جتنی نماز نہیں مل سکی، اس کو بعد میں پورا کرے، اس لیے جب وہ تشہد میں ملے تو گویا اس کی پوری نماز رہ گئی، اس لیے مکمل نماز پڑھے اور یہاں اصل نماز ظہر ہے، لہٰذا اگر جماعت کے ساتھ نہیں مل سکا جو کم از کم ایک رکعت کی صورت میں تھی تو وہ نماز ظہر پڑھے جیسا کہ اگر کوئی شخص جمعہ کا کوئی حصہ نہیں پاتا اور جمعہ کے بعد آتا ہے تو وہ نماز ظہر پڑھے گا۔

(المعجم ٢٦) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الْقَائِلَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ (التحفة ٢٦١)

باب: 26۔ جمعے کے دن قیلولہ کرنے کا بیان

٥٢٤ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب من أدرك ركعة من الصلاة فقد أدرك تلك الصلاة، ح: ٦٠٧ من حديث سفيان بن عيينة، والبخاري، ح: ٥٨٠ من حديث الزهري به.

٥٢٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ أَبِي حَازِمٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] قَالَ: مَا كُنَّا نَتَغَدَّى فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَلَا نَقِيلُ إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ.

[525] سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں جمعے کے بعد دوپہر کا کھانا کھاتے اور قیلولہ کرتے تھے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ]. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: جمہور امت کے نزدیک صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جمعے کی تیاری اور اہتمام کے لیے اپنے ضروری مشاغل اور مصروفیات حتیٰ کہ دوپہر کے کھانے اور قیلولہ و استراحت کو بھی جمعے کے بعد تک کے لیے مؤخر کر لیتے تھے اور دوپہر کے وقت جو آرام کیا جاتا ہے وہ جمعے سے فراغت کے بعد کرتے تھے اور اسی وقت کھانا کھاتے، حالانکہ عام طور پر قیلولہ نماز سے پہلے کیا جاتا ہے۔ قیلولے کا اصل مقصد آرام کرنا ہے، اس کے لیے سونا ضروری نہیں۔

(المعجم ٢) بَابٌ: فِيمَنْ يَنْعَسُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَنَّهُ يَتَحَوَّلُ مِنْ مَجْلِسِهِ (التحفة ٢٦٢)

باب: 27۔ جسے جمعے کے دن (دوران خطبہ میں) اونگھ آئے وہ اپنی بیٹھنے کی جگہ تبدیل کرلے

٥٢٦- حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَأَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَلْيَتَحَوَّلْ، عَنْ مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ».

[526] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جمعے کے دن جب تم میں سے کسی کو اونگھ آئے تو وہ اپنی اس بیٹھنے کی جگہ کو تبدیل کرلے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: جمعے کا اصل مقصد پوری توجہ اور اہتمام کے ساتھ جمعے کا خطبہ سننا ہے جبکہ اونگھ سستی و غفلت کی علامت ہے، پھر نیند آجاتی ہے جس سے انسان خطبہ سننے سے محروم ہوجاتا ہے۔ جگہ کی تبدیلی سے کاہلی اور سستی دور ہوجاتی ہے اور اونگھ ختم ہوجاتی ہے، اس لیے ارشاد فرمایا گیا کہ اپنی جگہ بدل لو۔

٥٢٥- أخرجه مسلم، الجمعة، باب صلاة الجمعة حين تزول الشمس، ح: ٨٥٩ عن علي بن حجر، والبخاري، ح: ٩٣٩ من حديث أبي حازم به. ✽ وفي الباب عن أنس بن مالك [البخاري، ح: ٩٤٠].

٥٢٦- أخرجه أبو داود، الصلاة، باب الرجل ينعس والإمام يخطب، ح: ١١١٩ من حديث عبدة به، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٨١٩، وابن حبان، ح: ٥٧١، والحاكم: ١/ ٢٩١ على شرط مسلم، ووافقه الذهبي. ✽ ابن إسحاق صرح بالسماع عند أحمد: ٢/ ١٣٥، وتابعه يحيى بن سعيد الأنصاري (البيهقي: ٣/ ٢٣٧).

(المعجم ٢٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّفَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

(التحفة ٢٦٣)

باب:28۔ جمعے کے دن سفر کرنے کا بیان

٥٢٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ عَبْدَ اللهِ بْنَ رَوَاحَةَ فِي سَرِيَّةٍ فَوَافَقَ ذٰلِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَغَدَا أَصْحَابُهُ فَقَالَ: أَتَخَلَّفُ فَأُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ثُمَّ أَلْحَقُهُمْ، فَلَمَّا صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ رَآهُ فَقَالَ لَهُ: «مَا مَنَعَكَ أَنْ تَغْدُوَ مَعَ أَصْحَابِكَ؟» فَقَالَ: أَرَدْتُ أَنْ أُصَلِّيَ مَعَكَ ثُمَّ أَلْحَقَهُمْ، فَقَالَ: «لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ [جَمِيعًا] مَّا أَدْرَكْتَ فَضْلَ غَدْوَتِهِمْ».

[527] سیدنا ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن رواحہ کو ایک فوجی دستے کے ساتھ بھیجا تو وہ جمعہ کا دن تھا۔ ان کے ساتھی صبح کے وقت چلے گئے۔ انھوں نے سوچا کہ میں پیچھے رہ کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جمعہ پڑھ لوں گا، پھر اپنے ساتھیوں سے جاملوں گا۔ پھر جب انھوں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے انھیں دیکھا تو فرمایا: ''تم صبح اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیوں نہیں گئے؟'' انھوں نے عرض کی: میں نے چاہا کہ آپ کے ساتھ نماز پڑھ لوں، پھر انھیں جاملوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم زمین بھر کے خزانے خرچ کردو تو بھی ان کے صبح کے وقت چلے جانے کے فضل وانعام کو حاصل نہیں کرسکتے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ [غَرِيبٌ] لَّا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ: قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: [وَ] قَالَ شُعْبَةُ: لَمْ يَسْمَعِ الْحَكَمُ مِنْ مِّقْسَمٍ إِلَّا خَمْسَةَ أَحَادِيثَ وَعَدَّهَا شُعْبَةُ، وَلَيْسَ هٰذَا الْحَدِيثُ فِيمَا عَدَّهَا شُعْبَةُ. وَكَأَنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ لَمْ يَسْمَعْهُ الْحَكَمُ مِنْ مِّقْسَمٍ. وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي السَّفَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَلَمْ يَرَ بَعْضُهُمْ بَأْسًا بِأَنْ يَّخْرُجَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي السَّفَرِ مَا لَمْ تَحْضُرِ الصَّلَاةُ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِذَا أَصْبَحَ فَلَا يَخْرُجْ حَتّٰى يُصَلِّيَ الْجُمُعَةَ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ ہمارے علم میں یہ صرف اسی سند سے منقول ہے۔ امام علی بن مدینی ؒ سے امام شعبہ کا یہ قول منقول ہے کہ حکم نے مقسم سے صرف پانچ حدیثیں سنی ہیں۔ شعبہ نے ان حدیثوں کو گنا۔ یہ حدیث ان کی شمار کی گئی حدیثوں میں نہیں ہے تو گویا یہ حدیث حکم نے مقسم سے نہیں سنی۔ جمعے کے دن سفر کرنے کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے: بعض کا خیال ہے کہ جمعے کے وقت سے پہلے پہلے جمعے کے دن سفر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور بعض کہتے ہیں: صبح کے بعد جمعہ پڑھے بغیر نہ نکلے۔

٥٢٧ـ [ضعيف] أخرجه أحمد: ١/ ٢٢٤ من حديث الحجاج به. * تفرد به الحجاج كما قال البيهقي: ٣/ ١٨٧، وهو ضعيف مدلس، والحديث في شرح السنة: ٤/ ٢٢٧، ح: ١٠٥٧ من طريق الترمذي به، وله شاهد ضعيف عند ابن عبدالحكم في فتوح مصر، ص: ٢٩٨.

فوائد ومسائل: ① یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے، تاہم دوسرے دلائل سے یہ ثابت ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ کے فرمان پر اپنی طاقت کے مطابق فوری طور پر عمل کرنا واجب ہے نیت خواہ کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو، فرمان رسول سے پس وپیش نہیں کرنا چاہیے۔ ② ائمۂ اربعہ کے نزدیک جمعہ کے وقت سے پہلے پہلے سفر کے لیے نکل جانا جائز ہے لیکن وقت ہوجانے کے بعد امام شافعی، احمد اور اسحاق کے نزدیک جائز نہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کراہت تحریمی کے ساتھ نکلنا جائز ہے۔ (المغني: 217/2) امام مالک رحمہ اللہ جواز کے قائل ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ سے مختلف اقوال منقول ہیں۔ امام ابن قدامہ نے لکھا ہے: بہتر قول یہی ہے کہ بلا قید جائز ہے۔ (المغني: 218/2)

(المعجم ٢٩) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي السِّوَاكِ وَالطِّيبِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ (التحفة ٣٦٢)

باب: 29۔ جمعے کے دن مسواک کرنا اور خوشبو لگانا

٥٢٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ الْكُوفِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيٰى إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «حَقًّا عَلَى الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَغْتَسِلُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَلْيَمَسَّ أَحَدُهُمْ مِنْ طِيبِ أَهْلِهِ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَالْمَاءُ لَهُ طِيبٌ».

[528] سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمانوں پر جمعے کے دن نہانا حق ہے۔ اور اسے اپنی بیوی (ہی) کی خوشبو لگا لینی چاہیے۔ اگر یہ بھی نہ مل سکے تو پھر پانی کا استعمال ہی خوشبو ہے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَشَيْخٍ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری شیخ کی روایت آئی ہے۔

٥٢٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ [بِهٰذَا الْإِسْنَادِ]: نَحْوَهُ مَعْنَاهُ.

[529] احمد بن منیع کی سند سے مذکورہ بالا کی مانند مروی ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ الْبَرَاءِ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَرِوَايَةُ هُشَيْمٍ أَحْسَنُ مِنْ رِوَايَةِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ. وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا براء رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اور ہشیم کی یہ روایت، اسماعیل بن ابراہیم تیمی کی (اوپر والی) روایت سے بہتر ہے۔ اور اسماعیل بن ابراہیم تیمی کو روایتِ حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

٥٢٨- [ضعيف بهذا السياق] أخرجه أحمد: ٤/ ٢٨٢، ٢٨٣ من حديث يزيد بن أبي زياد به، وهو ضعيف مدلس. * وفي الباب عن أبي سعيد [البخاري، ح: ٨٥٨، ومسلم، ح: ٨٤٦]، وشيخ من الأنصار [أحمد: ٤/ ٣٤، ٥/ ٣٦٣].

٥٢٩- [ضعيف] أخرجه أحمد: ٤/ ٢٨٢ عن هشيم به، وانظر الحديث السابق.

فرمانِ رسولِ اکرم ﷺ

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْعِيدَيْنِ وَفِي الْجُمُعَةِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ، وَرُبَّمَا اجْتَمَعَا فِي يَوْمٍ وَّاحِدٍ فَيَقْرَأُ بِهِمَا »

''نبی کریم ﷺ عیدین اور جمعے میں سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ پڑھا کرتے تھے اور بسا اوقات دونوں ایک ہی دن میں اکٹھے ہو جاتے تب بھی آپ انھی دو سورتوں کو پڑھا کرتے تھے۔''

(جامع الترمذي، حديث: 533)

(المعجم...) أَبْوَابُ الْعِيدَيْنِ [عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ] (التحفة...)

عیدین کے احکام و مسائل

(المعجم ٣٠) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الْمَشْيِ يَوْمَ الْعِيدِ (التحفة ٢٦٥)

باب: 30۔ عید کے لیے پیدل چل کر جانا

٥٣٠ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى [الْفَزَارِيُّ]: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: مِنَ السُّنَّةِ أَنْ تَخْرُجَ إِلَى الْعِيدِ مَاشِيًا وَّأَنْ تَأْكُلَ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ.

[530] سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سنت یہ ہے کہ عید کے لیے پیدل چلو اور نکلنے سے پہلے کچھ کھالو۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَّالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ يَسْتَحِبُّونَ أَنْ يَخْرُجَ الرَّجُلُ إِلَى الْعِيدِ مَاشِيًا [وَّأَنْ يَأْكُلَ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَخْرُجَ لِصَلَاةِ الْفِطْرِ]. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَ[يُسْتَحَبُّ] أَنْ لَّا يَرْكَبَ إِلَّا مِنْ عُذْرٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ ان کے نزدیک پسندیدہ طرز عمل یہ ہے کہ آدمی عید کے لیے پیدل چلے اور عیدالفطر کے لیے نکلنے سے پہلے کچھ کھا پی لے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مستحب یہی ہے کہ سوار نہ ہو، الا یہ کہ کوئی عذر ہو۔

فائدہ: جمہور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور ائمہ کے نزدیک جمعہ اور عیدین کے لیے وقار و متانت کے ساتھ پیدل چل کر جانا افضل ہے۔ عید کو عید اس لیے کہتے ہیں کہ یہ بار بار لوٹ کر آتی ہے اور یہ نام بطور تفاؤل رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا بار بار موقع فراہم فرمائے، یا یہ اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات کا محل ہے۔

٥٣٠۔ [جيد] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في الخروج إلى العيد ماشيًا، ح: ١٢٩٦ من حديث أبي إسحاق به، وسنده ضعيف، وللحديث شواهد عند ابن ماجه (١٢٩٤، ١٢٩٥، ١٢٩٧) وغيره يظهر منها أن له أصل كما قال الألباني في الإرواء (٣/ ١٠٣، ١٠٤).

(المعجم ٣١) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ (التحفة ٢٦٦)

باب:31۔عیدین کی نماز خطبے سے پہلے پڑھی جائے

٥٣١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ [هُوَ ابْنُ عُمَرَ بْنِ حَفْصِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ]، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ يُصَلُّونَ فِي الْعِيدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ يَخْطُبُونَ.

[531] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما عیدین کے موقع پر خطبے سے پہلے نماز پڑھتے، پھر خطبہ دیتے تھے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَّالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ أَنَّ صَلَاةَ الْعِيدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ. وَيُقَالُ: إِنَّ أَوَّلَ مَنْ خَطَبَ قَبْلَ الصَّلَاةِ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ.

اس مسئلے میں سیدنا جابر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم صحابۂ کرام اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے کہ عیدین کی نماز خطبے سے پہلے ہے۔ کہا جاتا ہے کہ نماز سے پہلے خطبہ دینے کا عمل مروان بن حکم نے شروع کیا تھا۔

فائدہ: امت کا اس پر اتفاق ہے کہ عیدین کی نماز خطبے سے پہلے پڑھی جائے اور خطبہ بعد میں ہو۔ بعض مواقع پر مفاد عامہ اور لوگوں کی مصلحت کی خاطر سیدنا عمر، عثمان اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہم نے خطبہ پہلے دیا ہے لیکن یہ ان کے معمول سے ہٹ کر وقتی ضرورت کے تحت تھا، اور مروان نے اس کو ایک معمول کی حیثیت سے اپنی ذاتی و شخصی ضرورت کے تحت نماز سے پہلے کر دیا تھا، کیونکہ لوگ خطبہ سننے کے لیے بیٹھتے نہیں تھے اور نماز سے پہلے ہونے کی صورت میں سننے پر مجبور تھے۔ (فتح الباري، باب المشي والركوب إلى العيد: 582/2)

(المعجم ٣٢) بَابُ [مَا جَاءَ] أَنَّ صَلَاةَ الْعِيدَيْنِ بِغَيْرِ أَذَانٍ وَّلَا إِقَامَةٍ (التحفة ٢٦)

باب:32۔عیدین کی نماز اذان اور تکبیر کے بغیر ہوگی

٥٣٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ

[532] سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں

٥٣١_ أخرجه البخاري، العيدين، باب الخطبة بعد العيد، ح: ٩٦٣، ومسلم، ح: ٨٨٨ من حديث أبي أسامة حماد بن أسامة به. * وفي الباب عن جابر [البخاري، ح: ٩٥٨، ومسلم، ح: ٨٨٥]، وابن عباس [البخاري، ح: ٩٥٩، ومسلم، ح: ٨٨٦].

٥٣٢_ أخرجه مسلم، صلاة العيدين، باب كتاب صلاة العيدين، ح: ٨٨٧ عن قتيبة به. * وفي الباب عن جابر بن عبدالله [البخاري، ح: ٩٦٠، ومسلم، ح: ٨٨٥]، وابن عباس [البخاري، ح: ٩٦٠ ومسلم، ح: ٨٨٦].

سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْعِيدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ.

نے کئی دفعہ نبی ﷺ کے ساتھ عیدین کی نماز بغیر اذان اور تکبیر کے پڑھی۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَحَدِيثُ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ أَنْ لَّا يُؤَذَّنَ لِصَلَاةِ الْعِيدَيْنِ وَلَا لِشَيْءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ.

اس مسئلے میں سیدنا جابر بن عبداللہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایات بھی آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ نبی ﷺ کے صحابۂ کرام اور دوسرے اہل علم کا عمل اسی پر ہے کہ عیدین کی نماز اور دوسرے نوافل کے لیے اذان نہ دی جائے۔

فائدہ: جمہور علماء، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین ہوں یا بعد کے اہل علم ان کا صحیح احادیث کی روشنی میں اس پر اتفاق ہے کہ عیدین کے لیے اذان اور تکبیر نہیں اور آج تک اسی پر عمل ہو رہا ہے۔

(المعجم ٣٣) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] الْقِرَاءَةِ فِي الْعِيدَيْنِ (التحفة ٢٦٨)

باب: 33۔عیدین میں قراءت کا بیان

٥٣٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ سَالِمٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْعِيدَيْنِ وَفِي الْجُمُعَةِ بِـ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ وَ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ﴾، وَرُبَّمَا اجْتَمَعَا فِي يَوْمٍ وَّاحِدٍ فَيَقْرَأُ بِهِمَا.

[533] سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ عیدین اور جمعہ میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ اور ﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ﴾ پڑھا کرتے تھے۔ بعض دفعہ جمعہ اور عیدین ایک ہی دن جمع ہو جاتے تو بھی آپ ﷺ دونوں میں یہی سورتیں پڑھتے تھے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي وَاقِدٍ وَّسَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهٰكَذَا رَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَمِسْعَرٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ ابْنِ الْمُنْتَشِرِ مِثْلَ حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ وَأَمَّا [سُفْيَانُ] ابْنُ عُيَيْنَةَ فَيُخْتَلَفُ عَلَيْهِ فِي الرِّوَايَةِ، فَيُرْوٰى عَنْهُ

اس مسئلے میں سیدنا ابوواقد، سمرہ بن جندب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ سفیان ثوری اور مسعر نے یہ حدیث ابراہیم بن محمد بن منتشر سے ابوعوانہ والی سند سے بیان کی ہے، لیکن سفیان بن عیینہ کے شاگردوں میں اختلاف ہے۔ بعض نے یوں سند بیان

٥٣٣- أخرجه مسلم، الجمعة، باب ما يقرأ في صلاة الجمعة، ح: ٨٧٨ عن قتيبة به. ☆ وفي الباب عن أبي واقد [يأتي: ٥٣٤]، وسمرة بن جندب [أحمد: ٥/ ٧، ١٤، ١٩]، وابن عباس [ابن ماجه، ح: ١٢٨٣].

عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ وَلَا نَعْرِفُ لِحَبِيبِ بْنِ سَالِمٍ رِوَايَةً عَنْ أَبِيهِ. وَحَبِيبُ بْنُ سَالِمٍ هُوَ مَوْلَى النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِيرٍ، وَرَوَى عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ أَحَادِيثَ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ نَحْوُ رِوَايَةِ هٰؤُلَاءِ، وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ بِـ ﴿قٓ﴾ وَ﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ.

کی ہے: [عن إبراهيم بن محمد بن منتشر عن أبيه عن حبيب بن سالم عن أبيه] یعنی حبیب بن سالم کے بعد عن ابیہ کا اضافہ کیا ہے۔ حبیب براہ راست نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے بیان نہیں کرتا، حالانکہ حبیب بن سالم ہمارے علم کے مطابق کوئی روایت اپنے باپ سے بیان نہیں کرتا۔ وہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کا آزاد کردہ غلام ہے اور اس نے کئی روایات نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے بیان کی ہیں۔ اور ابن عیینہ کے بعض تلامذہ نے یہ روایت دوسروں کی طرح بلاواسطہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے بیان کی ہے۔ نبی ﷺ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ عیدین کی نماز میں سورۂ قٓ اور ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ پڑھتے تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔

فوائد ومسائل: ① عیدین کی نماز میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝﴾ اور ﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝﴾ کی طرح سورۂ قٓ اور ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ کی تلاوت بھی سنت ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک پہلی دو کا پڑھنا مستحب ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دوسری دو کا۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر جمعہ اور عید اکٹھے ہو جائیں تو دونوں میں یہی سورتیں پڑھی جائیں۔ اکثر فقہاء کا یہی موقف ہے، کیونکہ یہ دو الگ الگ نمازیں ہیں۔ ③ اس میں اختلاف ہے کہ جب عید اور جمعہ ایک دن اکٹھے ہو جائیں تو کیا عید پڑھنے کے بعد جمعے کی رخصت ہے یا نہیں؟ امام شافعی رحمہ اللہ نے دیہاتوں سے آنے والوں کو رخصت دی ہے اور امام احمد رحمہ اللہ نے سب کو رخصت دی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جمعہ بھی پڑھنا ہوگا۔ (المغني: 212/2) امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک جس پر جمعہ فرض ہے، عید کے دن بھی اس کو جمعہ پڑھنا ہوگا، لیکن صحیح بات یہی ہے کہ وہ لوگ جنھیں عید پڑھ کر واپس جانے کے بعد دوبارہ آنا مشکل ہو ان کے لیے رخصت ہے جیسا کہ بعض روایات کی روشنی میں صحابہ کے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے۔ (المغني: 212/2)

٥٣٤- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى: حَدَّثَنَا مَالِكٌ [بْنُ أَنَسٍ] عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ سَعِيدٍ الْمَازِنِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَأَلَ أَبَا وَاقِدٍ اللَّيْثِيَّ

[534] سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں کیا قراءت فرماتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا: ﴿قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝﴾ اور ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ

٥٣٤ـ أخرجه مسلم، صلاة العيدين، باب ما يقرأ في صلاة العيدين، ح: ٨٩١ من حديث مالك به، وهو في الموطأ: ١/ ١٨٠ (يحيى).

مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ بِهِ فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى قَالَ: كَانَ يَقْرَأُ بِـ﴿ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ﴾، وَ﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾.

الْقَمَرُ ○﴾ پڑھا کرتے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٥٣٥- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا [سُفْيَانُ] بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ سَعِيدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

[535] ہناد کی سند سے مذکورہ بالا کی مانند مروی ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَأَبُو وَاقِدٍ اللَّيْثِيُّ اسْمُهُ الْحَارِثُ ابْنُ عَوْفٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو واقد لیثی کا نام حارث بن عوف ہے۔

(المعجم ٣٤) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ (التحفة ٢٦٩)

باب: 34۔عیدین میں تکبیرات کا بیان

٥٣٦- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ عَمْرٍو أَبُو عَمْرٍو الْحَذَّاءُ الْمَدِينِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نَافِعٍ [الصَّائِغُ] عَنْ كَثِيرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَبَّرَ فِي الْعِيدَيْنِ فِي الْأُولٰى سَبْعًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ، وَفِي الْآخِرَةِ خَمْسًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ.

[536] کثیر بن عبداللہ اپنے باپ سے اور وہ اس کے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے عیدین میں پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں کہیں۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ جَدِّ كَثِيرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَهُوَ أَحْسَنُ شَيْءٍ رُوِيَ فِي هٰذَا الْبَابِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَاسْمُهُ عَمْرُو بْنُ عَوْفٍ الْمُزَنِيُّ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ. وَهٰكَذَا رُوِيَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ صَلّٰى بِالْمَدِينَةِ نَحْوَ هٰذِهِ الصَّلَاةِ وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، سیدنا ابن عمر اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کثیر کے دادا کی روایت حسن ہے۔ اور یہ روایت اس مسئلے میں نبی ﷺ سے بیان کی گئی احادیث میں سب سے بہتر ہے۔ اور کثیر بن عبداللہ کے دادا کا نام عمرو بن عوف مزنی ہے۔ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں

٥٣٥- انظر الحديث السابق.

٥٣٦- [حسن بالشواهد] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ما جاء في كم يكبر الإمام في صلاة العيدين، ح: ١٢٧٩ من حديث كثير العوفي به، وهو ضعيف، ولكن لحديثه شواهد حسنة عند أبي داود، ح: ١١٥١ وغيره. ❊ وفي الباب عن عائشة [أبو داود، ح: ١١٤٩]، وابن عمر [الدارقطني: ٢/ ٤٨، ٤٩، ح: ١٧١٦]، وعبدالله بن عمر [أبو داود، ح: ١١٥١].

الْمَدِينَةِ، وَبِهِ يَقُولُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. وَرُوِيَ عَنْ [عَبْدِ اللهِ] بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ قَالَ فِي التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ: تِسْعَ تَكْبِيرَاتٍ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولٰى خَمْسًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ وَفِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ يَبْدَأُ بِالْقِرَاءَةِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا مَعَ تَكْبِيرَةِ الرُّكُوعِ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوُ هٰذَا، وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْكُوفَةِ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ.

اسی طرح منقول ہے کہ انھوں نے مدینہ منورہ میں ایسے ہی نماز پڑھائی۔ اہل مدینہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالک بن انس، شافعی، احمد اور اسحاق ؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا: عیدین میں 9 تکبیرات ہیں۔ پہلی رکعت میں پانچ تکبیرات قراءت سے پہلے اور دوسری رکعت میں پہلے قراءت کرے پھر رکوع کی تکبیر سمیت چار تکبیرات کہے۔ کئی ایک صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اسی طرح منقول ہے۔ اہل کوفہ اور سفیان ثوری کا یہی قول ہے۔

فوائد ومسائل: ① فقہائے مدینہ، امام مالک، امام زہری اور امام احمد ؒ کے نزدیک پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ سمیت قراءت سے پہلے سات تکبیرات ہیں اور دوسری رکعت میں کھڑے ہونے کے بعد قراءت سے پہلے پانچ تکبیرات ہیں۔ امام اوزاعی، شافعی اور اسحاق ؒ کے نزدیک پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے سوا سات تکبیرات ہیں۔ (المغني: 236/2) جیسا کہ مذکورہ حدیث سے ظاہر ہے اور یہی راجح ہے۔ امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری اور صاحبین کے نزدیک پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے تین تکبیریں ہیں اور دوسری رکعت میں قراءت کے بعد تین تکبیریں ہیں۔ ② ان تکبیرات کے ساتھ امام اوزاعی، عطاء، ابوحنیفہ، شافعی اور احمد ؒ کے نزدیک رفع الیدین ہے۔ (المغني: 237/2) امام محمد، ابن المنذر اور داود کا موقف بھی یہی ہے لیکن امام مالک اور ثوری ؒ کے نزدیک صرف تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع الیدین ہے۔ ابن ابی لیلیٰ اور امام ابویوسف کا موقف بھی یہی ہے۔ ③ امام احمد اور امام شافعی ؒ کے نزدیک تکبیرات کے دوران میں تسبیح وتہلیل یا درود پڑھ سکتا ہے، لیکن امام ابوحنیفہ، مالک اور اوزاعی ؒ کے نزدیک تکبیرات کے دوران میں کوئی ذکر نہیں کیونکہ کسی مرفوع روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ (المغني: 237/2)

(المعجم ٣٥) بَابُ [مَا جَاءَ] لَا صَلَاةَ قَبْلَ الْعِيدَيْنِ وَلَا بَعْدَهَا (التحفة ٢٠)

باب: 35۔ عیدین سے پہلے یا بعد میں کوئی نماز نہیں

٥٣٧ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ: أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ

[537] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ عید الفطر کے دن باہر تشریف لے گئے اور دو رکعتیں پڑھیں اور اس سے پہلے یا بعد میں کوئی نماز نہیں پڑھی۔

٥٣٧ـ أخرجه البخاري، العيدين، باب الصلاة قبل العيد وبعدها، ح: ٩٨٩، ومسلم، ح: ٨٨٤/ ١٣ من حديث شعبة به. *
وفي الباب عن عبدالله بن عمر [يأتي: ٥٣٨]، وعبدالله بن عمرو [ابن ماجه، ح: ١٢٩٢]، وأبي سعيد [ابن ماجه، ح: ١٢٩٣].

عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا.

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ [عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ] وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَأَبِي سَعِيدٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. وَقَدْ رَأَى طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ الصَّلَاةَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ وَقَبْلَهَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ وَالْقَوْلُ الْأَوَّلُ أَصَحُّ.

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو اور ابوسعید رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا اسی پر عمل ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض صحابۂ کرام اور دوسرے اہل علم کا موقف یہ ہے کہ نمازِ عید سے پہلے اور بعد میں نماز پڑھی جاسکتی ہے، لیکن پہلا قول ہی درست ہے۔

فائدہ: ائمۂ اربعہ کے نزدیک بالاتفاق عیدین سے پہلے یا بعد میں کوئی مسنون نماز نہیں ہے، البتہ نفل پڑھنے میں اختلاف ہے۔ بعض صحابۂ کرام و تابعین کے نزدیک عیدین سے پہلے یا بعد میں نوافل پڑھنا جائز ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف یہی ہے۔ (شرح المهذب: 13/5) البتہ امام کے لیے اجازت نہیں ہے، لیکن جمہور صحابہ و تابعین اور ائمہ کے نزدیک نوافل کی اجازت نہیں ہے۔ (شرح المهذب: 13/5) اور مولانا بنوری لکھتے ہیں کہ روایات سے جمہور صحابہ، تابعین اور ائمۂ ثلاثہ کے نظریے کی تائید ہوتی ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف بعض صحابہ و تابعین کا موقف ہے اور مرفوع حدیث کی موجودگی میں موقوف حجت نہیں ہے۔ (معارف السنن: 444/4) اے کاش! ہر جگہ یہ اصول قائم رکھا جاتا۔ صحیح موقف یہی ہے کہ عیدین سے پہلے یا بعد میں نفل پڑھنا درست نہیں کیونکہ اس حدیث کے راویوں نے یہی سمجھا ہے۔ (المغني: 243/2) اس لیے عیدگاہ میں نفل نماز کسی بھی صورت میں جائز نہیں، البتہ گھر میں پڑھی جاسکتی ہے۔

٥٣٨- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ أَبُو عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ وَّهُوَ ابْنُ عُمَرَ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ خَرَجَ [فِي] يَوْمِ عِيدٍ فَلَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا، وَذَكَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ فَعَلَهُ.

[538] ابوبکر بن حفص سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ عید کے دن (عید کے لیے) نکلے اور اس سے پہلے یا بعد میں نماز نہ پڑھی اور بتایا کہ نبی ﷺ کا معمول یہی تھا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: [وَ] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عیدگاہ میں، نمازِ عید سے پہلے یا نمازِ عید کے بعد، کوئی نفلی نماز پڑھنا صحیح نہیں۔

٥٣٨- أخرجه أحمد: ٢/ ٥٧ عن وكيع به، وصححه الحاكم: ١/ ٢٩٥، ووافقه الذهبي.

(المعجم ٣٦) بَابٌ: فِي خُرُوجِ النِّسَاءِ فِي الْعِيدَيْنِ (التحفة ٢٧١)

باب:36۔ عید کے لیے عورتوں کا باہر نکلنا

٥٣٩۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ وَهُوَ ابْنُ زَاذَانَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُخْرِجُ الْأَبْكَارَ وَالْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ وَالْحُيَّضَ فِي الْعِيدَيْنِ، فَأَمَّا الْحُيَّضُ فَيَعْتَزِلْنَ الْمُصَلّٰى وَيَشْهَدْنَ دَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ، قَالَتْ إِحْدَاهُنَّ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ؟ قَالَ: «فَلْتُعِرْهَا أُخْتُهَا مِنْ [جِلْبَابِهَا]».

[539] سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کنواری، نوجوان، پردہ نشین عورتوں اور حیض والیوں کو عیدین کے دن باہر نکالتے، لیکن حیض والی عورتیں نماز گاہ سے الگ رہتیں، مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوتیں۔ ایک عورت نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اگر کسی عورت کے پاس بڑی چادر نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا: ''اس کی بہن اسے اپنی چادر میں سے کچھ عاریتاً دے دے۔''

٥٤٠۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ بِنَحْوِهِ.

[540] احمد بن منیع نے اپنی سند سے سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مذکورہ بالا کی مانند روایت کیا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَجَابِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أُمِّ عَطِيَّةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ، وَرَخَّصَ لِلنِّسَاءِ فِي الْخُرُوجِ إِلَى الْعِيدَيْنِ، وَكَرِهَهُ بَعْضُهُمْ. وَرُوِيَ عَنْ [عَبْدِ اللهِ] بْنِ الْمُبَارَكِ أَنَّهُ قَالَ: أَكْرَهُ الْيَوْمَ الْخُرُوجَ لِلنِّسَاءِ فِي الْعِيدَيْنِ، فَإِنْ أَبَتِ الْمَرْأَةُ إِلَّا أَنْ تَخْرُجَ فَلْيَأْذَنْ لَهَا زَوْجُهَا أَنْ تَخْرُجَ فِي أَطْمَارِهَا [الْخُلْقَانِ] وَلَا تَتَزَيَّنْ، فَإِنْ أَبَتْ أَنْ تَخْرُجَ

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس اور جابر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم کا عمل اسی حدیث پر ہے۔ انھوں نے عورتوں کو عیدین کے لیے نکلنے کی اجازت دی ہے اور بعض نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں: میں آج کے دور میں عورتوں کا عیدین کے لیے نکلنا مکروہ سمجھتا ہوں۔ اگر عورت نکلنے پر اصرار کرے تو اس کا خاوند

٥٣٩۔ أخرجه النسائي في الكبرى، ح: ١٧٥٩ من حديث هشيم، والبخاري، ح: ٣٥١، ومسلم، ح: ٨٩٠ من حديث محمد ابن سيرين به.

٥٤٠۔ أخرجه مسلم، صلاة العيدين، باب ذكر إباحة خروج النساء في العيدين . . . إلخ، ح: ٨٩٠ من حديث هشام بن حسان، والبخاري، ح: ٩٧١، ٩٨٠ من حديث حفصة به، وانظر الحديث السابق. * وفي الباب عن ابن عباس [ابن ماجه، ح: ١٣٠٩]، وجابر [أحمد: ٣/ ٣٦٣]. * حديث: "لو رأى رسول الله ﷺ ما أحدث النساء . . . إلخ" [أخرجه البخاري، ح: ٨٦٩، ومسلم، ح: ٤٤٥].

كَذٰلِكَ فَلِلزَّوْجِ أَنْ يَمْنَعَهَا عَنِ الْخُرُوجِ. وَيُرْوٰى عَنْ عَائِشَةَ [رَضِيَ اللهُ عَنْهَا] قَالَتْ: لَوْ رَأٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ. وَيُرْوٰى عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ أَنَّهُ كَرِهَ الْيَوْمَ الْخُرُوجَ لِلنِّسَاءِ إِلَى الْعِيدِ.

اس کو اجازت دے دے کہ وہ اپنے پرانے بوسیدہ کپڑوں میں نکلے اور زیب و زینت نہ کرے۔ اگر وہ اس طرح نکلنے پر آمادہ نہ ہو تو خاوند اس کو نکلنے سے روک سکتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا: عورتوں نے جو رویہ اپنا لیا ہے اگر رسول اللہ ﷺ اس کو دیکھ لیتے تو ان کو مسجد میں جانے سے روک دیتے جیسا کہ بنواسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔ سفیان ثوری سے منقول ہے کہ انھوں نے عورتوں کا عید کے لیے نکلنا مکروہ سمجھا ہے۔

لغوی تشریح: [أبكار] بِكر کی جمع ہے۔ کنواری، غیر شادی شدہ عورت۔ [عَوَاتق] عَاتِق کی جمع ہے۔ نوجوان یا قریب البلوغ، گھر والوں کے نزدیک معزز و محترم۔ [خُدُور] خِدر کی جمع ہے۔ کٹیا، کوٹھڑی جس میں دوشیزہ پردہ نشین بٹھائی جاتی ہے۔ [دَعْوَة] دعا۔ [جِلْبَاب] بڑی چادر جو عورت کے جسم کو ڈھانپ لے۔ [تُعِرْها] عاریتاً دے دے۔ [أطْمَار] طِمر کی جمع ہے، پرانا بوسیدہ کپڑا۔ [خُلقان] خَلِق کی جمع ہے، بوسیدہ۔ دونوں کا مقصد ایک ہی ہے کہ وہ سادہ اور عام لباس میں نکلیں، بن ٹھن کر نہ نکلیں۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عیدین کے لیے باہر کھلے میدان میں نکلنا چاہیے۔ امام ابوحنیفہ، مالک اور احمد رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اگر مسجد بہت بڑی ہو جس میں تمام لوگ آ جائیں تو مسجد میں پڑھنا بہتر ہے لیکن بقول امام ابن قدامہ رسول اللہ ﷺ نے بلا عذر کبھی مسجد میں نمازِ عید نہیں پڑھی۔ آپ کے خلفاء کا بھی یہی معمول تھا اور مسلمانوں کے باہر نکلنے پر اتفاق ہے۔ (المغني: 230/2) ② ان روایات سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ عورتیں بلا امتیاز نمازِ عید کے لیے نکلیں کیونکہ نبی ﷺ نے عورتوں کو نکلنے کا حکم دیا ہے۔ آپ کے فرمان کو کسی کا قول و عمل منسوخ نہیں کر سکتا۔ اگر عورتوں کا غلط طرز عمل انھیں نکلنے سے روکنے کا سبب بن سکتا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو آگاہ فرما دیتا کہ عورتیں آپ ﷺ کے بعد یہ طرز عمل اختیار کریں گی، لہٰذا جب اس قسم کے حالات پیدا ہو جائیں تو عورتوں کو مسجد اور عیدگاہ میں جانے سے روک دینا۔ آج کل مفاسد و خطرات کو بنیاد بنا کر عورتوں کو مساجد اور عیدین سے روکا جاتا ہے لیکن بازاروں، کلبوں، ہوٹلوں، ایئر ہوسٹس بننے، غیر ممالک میں سیر و تفریح کے لیے جانے سے یہ مفاسد رکاوٹ کا باعث نہیں بنتے بلکہ روز بروز عریانی و فحاشی عام ہو رہی ہے، مادر پدر آزادی کے سبق سکھائے جا رہے ہیں اور گھروں میں ایسے ایسے پروگرام دیکھے جا رہے ہیں جن کا کوئی مسلمان پہلے زمانوں میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ مساجد اور عیدگاہوں سے روک کر یہ مقصد حاصل کیا جا رہا ہے کہ وہ کوئی دین کی بات نہ سن لیں اور شمع محفل بننے سے باز نہ آ جائیں، لہٰذا حالات تو یہ تقاضا کرتے ہیں کہ انھیں جمعہ اور جماعت کے

دروس کے ذریعے سے دین کی باتیں سمجھائی جائیں تا کہ وہ اپنی اصلاح کی کوشش کریں، لیکن الٹا ان کے طرز عمل کو بہانہ بنا کر ان پر مساجد کے دروازے ہم خود بند کر رہے ہیں اور دوسرے دروازے انھوں نے خود کھول لیے ہیں جنھیں بند کرنا ہمارے بس میں نہیں ہے۔

(المعجم ٢٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي خُرُوجِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى الْعِيدِ فِي طَرِيقٍ وَرُجُوعِهِ مِنْ طَرِيقٍ آخَرَ

(التحفة ٢٧٤)

باب: 37۔ نبی ﷺ کا عید کے لیے ایک راستے سے جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا

٥٤١۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ وَاصِلِ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى الْكُوفِيُّ وَأَبُو زُرْعَةَ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّلْتِ عَنْ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ فِي طَرِيقٍ رَجَعَ فِي غَيْرِهِ.

[541] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب عید کے لیے نکلتے تو ایک راستے سے جاتے اور دوسرے سے واپس آتے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ وَأَبِي رَافِعٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: [وَ]حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَرَوَى أَبُو تُمَيْلَةَ وَيُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ هَذَا الْحَدِيثَ، عَنْ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ. [قَالَ]: وَقَدِ اسْتَحَبَّ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ لِلْإِمَامِ إِذَا خَرَجَ فِي طَرِيقٍ أَنْ يَرْجِعَ فِي غَيْرِهِ اتِّبَاعًا لِهَذَا الْحَدِيثِ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ. وَحَدِيثُ جَابِرٍ كَأَنَّهُ أَصَحُّ.

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن عمر اور ابورافع رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے۔ ابوتُمیلہ اور یونس بن محمد نے یہ روایت فُلیح بن سلیمان کی سند سے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بیان کی ہے۔ اور بعض اہل علم نے امام کے لیے (بالخصوص) اس بات کو مستحب قرار دیا ہے کہ جب وہ ایک راستے سے جائے تو اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے دوسرے راستے سے واپس آئے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ لگتا ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث زیادہ صحیح ہے۔

فائدہ: مختلف راستوں سے آنے جانے میں شعائر اسلام اور مسلمانوں کی اجتماعیت اور شان و شوکت کا اظہار زیادہ ہوتا

٥٤١۔ [حسن بالشواهد] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في الخروج يوم العيد من طريق والرجوع من غيره، ح: ١٣٠١ من حديث فليح به، وعلقه البخاري، ح: ٩٨٦، وصححه ابن حبان (الإحسان): ٢٨٠٤، وابن خزيمة، ح: ١٤٦٨، والحاكم: ١/ ٢٩٦، والذهبي على شرط الشيخين، وله طريق آخر عند البخاري، ورجحه عليه، والطريقان محفوظان. * حديث أبي تميلة عند البخاري، ح: ٩٨٦.

ہے۔ اور عید میں ملی تقریب اور تفریح کا جو پہلو ہے اس کے مناسب بھی یہی صورت ہے کہ مختلف راستوں سے گزرا جائے۔

(المعجم ۳۸) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الْأَكْلِ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ الْخُرُوجِ (التحفة ۲۸۳)

باب: 38۔ عیدالفطر کے دن نکلنے سے پہلے کچھ کھانا

۵۴۲۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّارُ [الْبَغْدَادِيُّ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ عَنْ ثَوَابِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَطْعَمَ، وَلَا يَطْعَمُ يَوْمَ الْأَضْحٰى حَتَّى يُصَلِّيَ.

[542] سیدنا عبداللہ بن بریدہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عیدالفطر کے دن کھائے بغیر نہیں نکلتے تھے اور عیدالاضحیٰ کے دن نماز پڑھنے سے پہلے کچھ نہیں کھاتے تھے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَأَنَسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ بُرَيْدَةَ بْنِ حُصَيْبٍ الْأَسْلَمِيِّ حَدِيثٌ غَرِيبٌ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَا أَعْرِفُ لِثَوَابِ بْنِ عُتْبَةَ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيثِ. وَقَدِ اسْتَحَبَّ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ لَا يَخْرُجَ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَطْعَمَ شَيْئًا، وَيُسْتَحَبُّ لَهُ أَنْ يُفْطِرَ عَلٰى تَمْرٍ، وَلَا يَطْعَمَ يَوْمَ الْأَضْحٰى حَتَّى يَرْجِعَ.

اس مسئلے میں سیدنا علی اور انس ؓ سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں کہ بریدہ بن حصیب اسلمی ؓ کی حدیث غریب ہے۔ امام محمد، یعنی امام بخاری ؒ فرماتے ہیں: میرے علم کے مطابق ثواب بن عتبہ سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت نے اس عمل کو مستحب اور پسندیدہ قرار دیا ہے کہ عیدالفطر کے دن کچھ نہ کچھ کھا پی کر نکلے اور بہتر یہ ہے کہ کھجوریں کھائے اور عیدالاضحیٰ کے دن واپس آ کر کھائے۔

فائدہ: چونکہ عیدالفطر روزوں کے بعد آتی ہے، اس لیے اکثر اہل علم بلکہ بقول علامہ ابن قدامہ بلا اختلاف سب نے اس بات کو پسند کیا ہے کہ عیدالفطر کے دن کچھ کھا کر نکلے اور عیدالاضحیٰ کے دن چونکہ اصل عمل قربانی ہے، اس لیے آ کر اس کا گوشت کھائے۔ اگر قربانی نہ ہو تو پھر نماز کے فوراً بعد کچھ بھی کھا سکتا ہے۔ (المغني: 229/2)

۵۴۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ

[543] سیدنا انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ عیدالفطر کے دن عید گاہ کی طرف نکلنے سے پہلے

۵۴۲۔ [صحیح بالمتابعات] أخرجه ابن ماجه، الصيام، باب الأكل يوم الفطر قبل أن يخرج، ح: ۱۷۵٦ من حديث ثواب به. وصححه ابن خزيمة، ح: ۱٤۲٦، وابن حبان، ح: ۵۹۳، والحاكم: ۱/ ۲۹٤، والذهبي وغيرهم. ※ وفي الباب عن علي [تقدم: ۵۳۰]، وأنس [يأتي: ۵٤۳].

۵٤۳۔ أخرجه ابن خزيمة، ح: ۱٤۲۸ من حديث هشيم به، وصرح بالسماع عنده، و صححه ابن حبان (الإحسان): ۲۸۰۲، والحاكم: ۱/ ۲۹٤ على شرط مسلم، ووافقه الذهبي، ورواه البخاري، ح: ۹۵۳ من طريق آخر عن أنس به.

ابْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُفْطِرُ عَلٰى تَمَرَاتٍ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الْمُصَلّٰى.

کھجوریں کھا کر افطار (ناشتہ) کرتے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

فائدہ: عربوں کی عام خوراک کھجوریں تھیں اور سب کو آسانی سے دستیاب تھیں، نیز کھجور میٹھی، مزیدار اور لذیذ ہونے کے علاوہ ضعف و کمزوری کو بھی زائل کرتی ہے، اس لیے بعض تابعین کا خیال تھا کہ کوئی بھی میٹھی چیز کھائی جاسکتی ہے۔ بہرحال سنت یہی ہے کہ کھجوریں کھائے اور طاق عدد میں کھائے۔ (شرح المهذب: 5/5)

أَبْوَابُ السَّفَرِ

سفر کے احکام و مسائل

(المعجم ٣٩) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] التَّقْصِيرِ فِي السَّفَرِ (التحفة ٢٧٣)

باب: 39۔ سفر میں نماز قصر کرنا

٥٤٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْحَكَمِ الْوَرَّاقُ الْبَغْدَادِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ عُبَيْدِاللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَافَرْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَكَانُوا يُصَلُّونَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ لَا يُصَلُّونَ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا وَقَالَ عَبْدُ اللهِ: لَوْكُنْتُ مُصَلِّيًا قَبْلَهَا أَوْ بَعْدَهَا لَأَتْمَمْتُهَا.

[544] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ، سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ سفر کیے ہیں، وہ ظہر اور عصر کی دو دو رکعت پڑھتے تھے اور ان سے پہلے یا بعد میں (سنتیں وغیرہ) نہیں پڑھتے تھے۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر مجھے ان سے پہلے یا بعد میں (سنت) نماز پڑھنی ہوتی تو میں (فرض) نماز پوری پڑھتا۔ (سفر میں سنتیں پڑھنا ضروری نہیں۔ اگر یہ ضروری ہوتیں تو پھر فرض نماز ہی پوری کیوں نہ پڑھ لی جاتی۔)

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَنَسٍ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَعَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ سُلَيْمٍ مِثْلَ هٰذَا. قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ

اس مسئلے میں سیدنا عمر، علی، ابن عباس، عمران بن حصین اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن غریب ہے۔ اس طرح سے یہ روایت ہم صرف یحییٰ بن سلیم کی سند ہی

٥٤٤ـ أخرجه ابن خزيمة، ح: ٩٤٧ من حديث عبدالوهاب به، وله شواهد كثيرة. ❊ وفي الباب عن عمر [مسلم، ح: ٦٨٦]، وعلي [البزار (كشف) ١/ ٣٢٨، ح: ٦٨١]، وابن عباس [يأتي: ٥٤٧]، وأنس [يأتي: ٥٤٦]، وعمران بن حصين [يأتي: ٥٤٥]، وعائشة [مسلم، ح: ٦٨٥، والبخاري، ح: ٣٥٠]. ❊ حديث عطية رواه الترمذي، ح: ٥٥١، ٥٥٢، وحديث: "أنها كانت تتم . . . إلخ" أخرجه النسائي: ٣/ ١٢٢، ح: ١٤٥٧، وسنده صحيح.

إِسْمَاعِيلَ: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ رَجُلٍ مِّنْ آلِ سُرَاقَةَ، عَنْ [عَبْدِاللهِ] ابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُوعِيسٰى: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَبَعْدَهَا، وَقَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَقْصُرُ فِي السَّفَرِ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ صَدْرًا مِّنْ خِلَافَتِهِ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تُتِمُّ الصَّلَاةَ فِي السَّفَرِ. وَالْعَمَلُ عَلٰى مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَصْحَابِهِ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ إِلَّا أَنَّ الشَّافِعِيَّ يَقُولُ: التَّقْصِيرُ رُخْصَةٌ لَّهُ فِي السَّفَرِ، فَإِنْ أَتَمَّ الصَّلَاةَ أَجْزَأَ عَنْهُ.

سے جانتے ہیں۔ امام محمد بن اسماعیل، یعنی امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت عبیداللہ بن عمر سے بھی آل سراقہ کے ایک آدمی کے واسطے سے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کی گئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (اس کے بالمقابل) عطیہ عوفی کے واسطے سے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی ﷺ سفر میں نماز سے پہلے اور بعد میں نفل پڑھتے تھے۔ اور صحیح سند سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ، سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اور اپنی خلافت کے ابتدائی سالوں میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ دوران سفر میں قصر کرتے تھے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات میں سے اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ وہ سفر میں پوری نماز پڑھتی تھیں۔ اور عمل عام طور پر اسی پر ہے جو نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ سے منقول ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے، مگر امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سفر میں نماز قصر کرنا رخصت ہے، اگر نماز پوری پڑھ لے تو کفایت کرے گی۔

فائدہ: سفر میں بالاتفاق انسان ظہر، عصر اور عشاء کی نماز میں قصر کرسکتا ہے، ہاں اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ قصر فرض اور لازم ہے یا رخصت و اجازت؟ احناف کے نزدیک قصر فرض اور لازم ہے۔ پوری نماز پڑھنا جائز نہیں۔ بقول امام نووی امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نماز پوری پڑھنا جائز اور قصر کرنا افضل ہے۔ امام مالک، احمد، ابوثور اور داود رحمہم اللہ وغیرہ اکثر علماء کا موقف یہی ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ نبی ﷺ سفر میں قصر کرتے تھے کیونکہ اس میں سہولت اور آسانی ہے اور شریعت کو یہی مطلوب ہے، اس لیے سفر میں قصر کرنی چاہیے لیکن آپ نے اس کو صدقے کا نام بھی دیا ہے اور اس کی بیان کرنے والی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نماز پوری پڑھتی تھیں، جس کے معنی یہ ہیں کہ سفر میں پوری نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ قصر نہ کرنے سے نماز نہیں ہوئی، تاہم قصر کرنا افضل ہے۔ (المغني: 123/3، وحجة الله: 23/2، مرعاة: 259/2)

٥٤٥- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ [الْقُرَشِيُّ] عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ: سُئِلَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ عَنْ صَلَاةِ الْمُسَافِرِ

[545] ابونضرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے مسافر کی نماز کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا تو

٥٤٥- أخرجه أبو داود، صلاة السفر، باب: متى يتم المسافر، ح: ١٢٢٩ من حديث علي بن زيد به، وهو ضعيف، ولبعض الحديث شواهد كثيرة جدًا، منها الحديث السابق: ٥٤٤.

فَقَالَ: حَجَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، وَحَجَجْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، وَمَعَ عُمَرَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، وَمَعَ عُثْمَانَ سِتَّ سِنِينَ مِنْ خِلَافَتِهِ أَوْ ثَمَانِ سِنِينَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ.

آپ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ میں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا تو انھوں نے بھی دو رکعتیں پڑھیں۔ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا تو انھوں نے بھی دو رکعتیں پڑھیں۔ میں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا، انھوں نے بھی اپنی خلافت کے ابتدائی چھ یا آٹھ سالوں میں دو رکعتیں پڑھیں۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٥٤٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ وَإِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ أَنَّهُمَا سَمِعَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا، وَبِذِي الْحُلَيْفَةِ الْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ.

[546] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ مدینے میں نمازِ ظہر کی چار رکعات پڑھیں اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعتیں پڑھیں۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مسافر اپنی بستی کی حدود سے نکل جائے تو وہ قصر کر سکتا ہے۔ امام مالک، شافعی، احمد، اوزاعی، اسحاق اور ابوثور رحمہم اللہ کا یہی موقف تھا۔ (المغني: 917/2) اور ابن المنذر نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا ایک قول یہ ہے کہ تین میل نکل کر قصر کرے اور بعض تابعین کہتے ہیں کہ سفر پر جاتے وقت گھر میں بھی قصر کر سکتا ہے۔ (المغني: 98/2، وتحفة الأحوذي: 383/1) لیکن صحیح موقف پہلا ہے۔

٥٤٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ مَنْصُورِ ابْنِ زَاذَانَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلٰى مَكَّةَ لَا يَخَافُ إِلَّا اللهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ.

[547] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مدینے سے مکے کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کو اللہ رب العالمین کے سوا کسی کا ڈر نہ تھا، اس کے باوجود آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مقصد یہ ہے کہ سفر میں قصر کے لیے خوف وخطرے کا ہونا شرط نہیں جیسا کہ قرآن مجید کے الفاظ: ﴿إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا......﴾ ''اگر تم (اس بات سے) ڈرو کہ کافر لوگ تمھیں فتنے میں ڈال دیں گے

٥٤٦- أخرجه البخاري، التقصير، باب: يقصر إذا خرج من موضعه، ح:١٠٨٩، ومسلم، ح:٦٩٠ من حديث سفيان بن عيينة به.

٥٤٧- أخرجه النسائي، تقصير الصلاة في السفر، باب:١، ٣/١١٧، ح:١٤٣٦ عن قتيبة به، وله شواهد عند النسائي، ح:١٤٣٧ وغيره.

(تو قصر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔)'' (النسآء 4:101) سے ظاہر ہوتا ہے۔ جمہور علماء کا یہی موقف ہے۔

(المعجم ۴۰) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَمْ تُقْصَرُ الصَّلَاةُ

(التحفة ۲۷۵)

باب: 40۔ کتنے دن نماز قصر کرے؟

۵۴۸- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ الْحَضْرَمِيُّ: حَدَّثَنَا أَنَسُ ابْنُ مَالِكٍ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسٍ: كَمْ أَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِمَكَّةَ؟ قَالَ: عَشْرًا.

[548] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ مدینے سے مکے کی طرف روانہ ہوئے تو آپ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ (سیدنا انس کے شاگرد ابواسحاق کہتے ہیں) میں نے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کتنے دن مکے میں ٹھہرے رہے؟ انھوں نے جواب دیا: دس دن۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَجَابِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ [أَ]قَامَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ تِسْعَ عَشْرَةَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَنَحْنُ إِذَا أَقَمْنَا مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ تِسْعَ عَشْرَةَ صَلَّيْنَا رَكْعَتَيْنِ وَإِنْ زِدْنَا عَلَى ذٰلِكَ أَتْمَمْنَا الصَّلَاةَ. وَرُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ أَقَامَ عَشْرَةَ أَيَّامٍ أَتَمَّ الصَّلَاةَ. وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ أَقَامَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا أَتَمَّ الصَّلَاةَ. وَ[قَدْ] رُوِيَ عَنْهُ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ. وَرُوِيَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا أَقَامَ أَرْبَعًا صَلَّى أَرْبَعًا. وَرَوَى ذٰلِكَ عَنْهُ قَتَادَةُ وَعَطَاءٌ الْخُرَاسَانِيُّ وَرَوَى عَنْهُ دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ خِلَافَ هٰذَا. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ بَعْدُ فِي ذٰلِكَ. فَأَمَّا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَأَهْلُ الْكُوفَةِ فَذَهَبُوا إِلَى تَوْقِيتِ خَمْسَ

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس اور جابر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نبی ﷺ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ بعض سفروں میں انیس دن ٹھہرے اور دو رکعتیں پڑھتے رہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: لہٰذا ہم اگر انیس دن تک ٹھہریں تو قصر کریں گے اور اگر اس سے زائد ٹھہریں تو پوری نماز پڑھیں گے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص کہیں دس دن ٹھہرے تو پوری نماز پڑھے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: جو شخص کہیں پندرہ دن ٹھہرے تو پوری نماز پڑھے۔ ان سے بارہ دن کی روایت بھی مروی ہے۔ سعید بن مسیب سے بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے کہا: جب چار دن ٹھہرے تو چار رکعت نماز پڑھے۔ یہ قول قتادہ اور عطاء نے نقل کیا ہے لیکن داود بن ابی ہند نے اس کے خلاف نقل

۵۴۸- أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة المسافرين وقصرها، ح: ٦٩٣ من حديث هشيم، والبخاري، ح: ١٠٨١ من حديث يحيى بن أبي إسحاق به. * وفي الباب عن ابن عباس [يأتي: ٥٤٩]، وجابر [أبو داود، ح: ١٢٣٥]. * حديث ابن عباس: "أقام في بعض أسفاره . . . إلخ"، أبو داود، ح: ١٢٣٥ . * وأثر علي: لم أجده، وابن عمر: لم أجده، وسعيد بن المسيب: لم أجده.

عَشْرَةَ، وَقَالُوا: إِذَا أَجْمَعَ عَلٰى إِقَامَةِ خَمْسَ عَشْرَةَ أَتَمَّ الصَّلَاةَ. وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ: إِذَا أَجْمَعَ عَلٰى إِقَامَةِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ أَتَمَّ الصَّلَاةَ. وَقَالَ مَالِكُ [بْنُ أَنَسٍ] وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ: إِذَا أَجْمَعَ عَلٰى إِقَامَةِ أَرْبَعٍ أَتَمَّ الصَّلَاةَ. وَأَمَّا إِسْحَاقُ فَرَأٰى أَقْوَى الْمَذَاهِبِ فِيهِ حَدِيثَ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لِأَنَّهُ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ تَأَوَّلَهُ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذَا أَجْمَعَ عَلٰى إِقَامَةِ تِسْعَ عَشْرَةَ أَتَمَّ الصَّلَاةَ. ثُمَّ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ لِلْمُسَافِرِ أَنْ يَقْصُرَ مَا لَمْ يُجْمِعْ إِقَامَةً، وَإِنْ أَتٰى عَلَيْهِ سِنُونَ.

کیا ہے۔ بعد کے اہل علم کا اس مسئلے میں اختلاف ہے۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا موقف پندرہ دن کا ہے۔ وہ کہتے ہیں: اگر پندرہ دن رہنے کا عزم ہو تو نماز پوری پڑھے۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اگر بارہ دن رہنے کا عزم ہو تو نماز پوری پڑھے۔ امام مالک بن انس، شافعی اور احمد رحمہم اللہ کہتے ہیں: اگر چار دن رہنے کا عزم و ارادہ ہو تو پوری نماز پڑھے۔ امام اسحاق کی رائے میں قوی تر موقف وہی ہے جو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے، جو وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔ پھر آپ کے بعد یہ تاویل کی (فتویٰ دیتے رہے) کہ جب انیس دن ٹھہرنے کا عزم کرلے تو پوری نماز پڑھے۔ پھر اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر مسافر کہیں ٹھہرنے کا عزم نہیں کرتا تو وہ قصر کرے گا اگرچہ اس طرح کئی سال گزر جائیں۔

فوائد و مسائل: ① نبیٔ اکرم ﷺ کی کسی صریح روایت سے مسافت قصر اور مدت قصر ثابت نہیں ہے، اس لیے دونوں مسئلوں کے بارے میں صحابۂ کرام اور ائمہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام احمد کا موقف مسافتِ قصر کے بارے میں دو دن، یعنی چار برد یا سولہ فرسخ یا اڑتالیس میل ہے۔ امام مالک، لیث، شافعی اور اسحاق کا بھی یہی نظریہ ہے۔ امام اوزاعی ایک دن کی مسافت پر قصر کے قائل ہیں۔ ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے تیس میل کی مسافت بھی ثابت ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول تین دن کی مسافت ہے۔ امام ثوری اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔ (المغني: 93/2) صاحبین کے نزدیک دو دن اور تیسرے دن کے اکثر حصے کی مسافت ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ایک قول یہی ہے۔ امام داود رحمہ اللہ کے نزدیک ہر چھوٹے بڑے سفر میں مسافر قصر کرسکتا ہے۔ (شرح المهذب: 325/4) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مشہور قول تین دن یا تین مراحل کا ہے۔ اس اعتبار سے مسافت 72 میل بنتی ہے، کیونکہ بقول امام نووی دو مرحلوں کی مسافت اڑتالیس میل ہے۔ (شرح المهذب: 325/4) لیکن حنفیوں کے بے شمار اقوال ہیں: 15 فرسخ، 18 فرسخ اور 21 فرسخ۔ امام نووی آگے چل کر لکھتے ہیں: علماء کے اختلاف سے نکلنے کے لیے بہتر صورت یہ ہے کہ اگر مسافت تین دن سے کم ہو تو نماز پوری پڑھے۔ (شرح المهذب: 335/4) امام ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ ائمہ کے موقف کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اقوال صحابہ متعارض ہیں۔ قرآن کا ظاہر مطلق سفر ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ کا فعل مختلف ہے، اس لیے صحیح دلیل ان لوگوں کی ہے جو ہر مسافت میں قصر کی اجازت دیتے ہیں۔ (المغني: 96,95/2) اور صحیح بات یہی ہے کہ عرف عام میں جتنی مسافت کو سفر سمجھا جاتا ہے، وہ سفر ہے اور جس کو عام طور پر لوگ سفر نہیں سمجھتے وہ سفر نہیں ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ کی ایک حدیث کہ ''سفر عذاب کا ٹکڑا ہے، جو انسان کے کھانے پینے اور نیند کے معمول کو متاثر کرتا ہے۔'' (صحیح الجامع الصغیر،

حدیث: 3686) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ ٹھہرنے سے نیند اور خوراک کا عمل متاثر ہو وہ سفر ہے۔ اور مسافت قصر میں راجح مسلک تین فرسخ، یعنی 24,23 کلومیٹر ہے۔ واللہ أعلم بالصواب. ② اسی طرح مدت سفر میں بھی اختلاف ہے۔ اس کے بارے میں کوئی صریح روایت نہیں ہے۔ چند دن آپ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر ٹھہرے ہیں۔ اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ آپ اس سے زائد ٹھہرتے تو قصر نہ کرتے اور پھر جنگی سفر میں قیام ایک جگہ نہیں ہوتا، اگر ایک جگہ قیام نہ ہو تو اس کی تو کوئی حد نہیں ہے کیونکہ قیام کی نیت ہی نہیں۔ اور دس دن کی اقامت حجۃ الوداع کے موقع پر ہوئی ہے اور یہاں آپ مکے میں چار ذوالحجہ کو تشریف لائے اور مکے میں بیت اللہ میں ظہر کی نماز پڑھی اور پھر آٹھ ذوالحجہ کو ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھی۔ اس طرح آپ نے مکے میں صرف بیس نمازیں پڑھی ہیں، اس لیے امام احمد، شافعی اور مالک ﷭ نے چار دن کے سفر سے کم میں قصر کی اجازت دی ہے۔ اور امام احمد کا ایک قول ہے کہ اگر اکیس نمازوں سے زائد ٹھہرنا ہو تو پھر پوری نماز پڑھے۔ (المغني: 138/2) اگر چار ذوالحجہ کی صبح کی نماز بھی شمار کر لیں تو نتیجہ یہ ہوا کہ آپ ﷺ نے اکیس نمازیں قصر پڑھی ہیں، اس لیے صحیح موقف یہی معلوم ہوتا ہے کہ اکیس نمازوں تک قصر کر سکتا ہے اگرچہ یہ دلیل بھی صریح نہیں، کچھ قرائن سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 142,138/3)

٥٤٩- حَدَّثَنَا هَنَّادُ [بْنُ السَّرِيِّ]: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: سَافَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ سَفَرًا فَصَلَّى تِسْعَةَ عَشَرَ يَوْمًا رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَنَحْنُ نُصَلِّي فِيمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ تِسْعَ عَشْرَةَ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فَإِذَا أَقَمْنَا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ صَلَّيْنَا أَرْبَعًا.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ.

[549] سیدنا ابن عباس ؓ بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک سفر کیا تو انیس دن تک دو دو رکعتیں پڑھتے رہے۔ ابن عباس ؓ فرماتے ہیں: لہٰذا ہم جب انیس دن کے اندر اندر سفر کریں گے تو دو دو رکعتیں پڑھیں گے اور جب اس سے زیادہ دن ٹھہریں گے (سفر میں) تو چار رکعات پڑھیں گے۔

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

فوائد ومسائل: ① انسان جب مسافر ہو تو وہ ان تین نمازوں میں قصر کرے گا جن کی رکعات چار چار ہیں۔ مغرب اور صبح کی نماز میں بالاتفاق قصر نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی جگہ اقامت کی نیت نہیں کرتا اور ''آج جاتا ہوں، کل جاتا ہوں'' میں رہتا ہے یا جگہ بدلتا رہتا ہے تو اس حال میں جتنا عرصہ بھی گزارے، قصر کرے گا۔ لیکن اگر وہ مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو پوری نماز پڑھے گا۔ ابن عبدالبر ؒ نے اس پر فقہاء کا اجماع نقل کیا ہے کہ اگر ایک مسافر مقیم امام کے ساتھ ایک رکعت پالیتا ہے تو اسے چار رکعات پڑھنا ہوں گی۔ (المغني: 129/2) امام نووی نے لکھا ہے: علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب مسافر مقیم کی اقتدا کرے گا تو پوری نماز پڑھے گا۔ (المجموع شرح المهذب: 341/4) ② ابن عباس ؓ کی اس حدیث کا تعلق فتح مکہ سے ہے اور جنگ میں

٥٤٩_ أخرجه أحمد: ١/ ٢٢٣ عن أبي معاوية الضرير به، وصرح بالسماع عنده، ورواه البخاري، ح: ١٠٨٠ من طريق آخر عن عاصم الأحول به.

مدت اقامت کی نیت نہیں ہوسکتی، کیونکہ معلوم نہیں کتنے دن جنگ میں لگ جائیں اور اس میں انسان ایک جگہ بھی نہیں ٹھہرتا، اس لیے اس حدیث سے مدت اقامت پر استدلال کرنا درست نہیں۔ (مرعاۃ: 261/2)

(المعجم ٤١) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّطَوُّعِ فِي السَّفَرِ (التحفة ٢٧٦)

باب: 41۔ سفر میں نوافل پڑھنا

٥٥٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ [بْنُ سَعِيدٍ]: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ أَبِي بُسْرَةَ الْغِفَارِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: صَحِبْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَفَرًا فَمَا رَأَيْتُهُ تَرَكَ الرَّكْعَتَيْنِ إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ.

[550] سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اٹھارہ سفروں میں شریک رہا ہوں۔ میں نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے سورج ڈھلنے کے بعد ظہر سے پہلے دو رکعتیں پڑھنی چھوڑی ہوں۔

وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ الْبَرَاءِ حَدِيثٌ غَرِيبٌ. قَالَ: [وَ] سَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْهُ فَلَمْ يَعْرِفْهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ وَلَمْ يَعْرِفِ اسْمَ أَبِي بُسْرَةَ الْغِفَارِيِّ وَرَآهُ حَسَنًا. وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَا بَعْدَهَا. وَرُوِيَ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ. ثُمَّ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَرَأَى بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَنْ يَتَطَوَّعَ الرَّجُلُ فِي السَّفَرِ وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ، وَلَمْ يَرَ طَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ يُصَلِّيَ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا وَمَعْنَى مَنْ لَمْ يَتَطَوَّعْ فِي السَّفَرِ قَبُولُ الرُّخْصَةِ، وَمَنْ تَطَوَّعَ فَلَهُ فِي ذٰلِكَ فَضْلٌ كَثِيرٌ، وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ يَخْتَارُونَ التَّطَوُّعَ فِي السَّفَرِ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بھی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: براء رضی اللہ عنہ کی حدیث غریب ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد، یعنی امام بخاری رحمہ اللہ سے اس کے بارے میں سوال کیا تو وہ اسے صرف لیث بن سعد کی سند ہی سے جان سکے اور ابوبسرہ غفاری کے نام کا انھیں پتہ نہ چل سکا اور اس حدیث کو انھوں نے حسن قرار دیا۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ سفر میں نماز سے پہلے اور بعد میں نفل نہیں پڑھتے تھے۔ اور ان سے نبی ﷺ کے بارے میں یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ سفر میں نوافل پڑھتے تھے۔ نبی ﷺ کے بعد اہل علم میں اس مسئلے میں اختلاف پیدا ہوا۔ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا موقف ہے کہ سفر میں انسان نفل پڑھ سکتا ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا قول یہی ہے۔ اور کچھ اہل علم کا خیال ہے کہ سفر میں فرض نماز سے پہلے یا بعد میں نفل

٥٥٠- [ضعيف] أخرجه أبو داود، صلاة السفر، باب التطوع في السفر، ح:١٢٢٢ عن قتيبة به، وصححه ابن خزيمة، ح:١٢٥٣، والحاكم على شرط الشيخين:١/ ٣١٥، ووافقه الذهبي. * أبو بسرة الغفاري مقبول ولكن لايتابع. * "كان لا يتطوع في السفر . . . إلخ" تقدم: ٥٤٤.

نہ پڑھے۔ جس نے سفر میں نفل نہ پڑھے اس نے رخصت پر عمل کیا اور جس نے سفر میں نفل پڑھے اس کے لیے بہت بڑا فضل اور ثواب ہے۔ اور اکثر اہل علم سفر میں نفل پڑھنے کو مختار قرار دیتے ہیں۔

فائدہ: سفر میں سنن راتبہ (مؤکدہ سنتوں) کے علاوہ عام نوافل پڑھنے پر اتفاق ہے، لیکن سنن راتبہ جو فرض سے متصل پہلے یا بعد میں پڑھی جاتی ہیں ان کے بارے میں اختلاف ہے۔ جمہور ائمہ، یعنی امام مالک، شافعی، احمد، اسحاق، ابوثور، ابن المنذر اور بہت سے صحابہ وتابعین کے نزدیک پڑھنا جائز ہے بلکہ بقول امام نووی مستحب ہے۔ (شرح المهذب: 401،400/4) اور بعض صحابہ وتابعین کے نزدیک فرض نماز کے ساتھ سنن رواتب پڑھنا درست نہیں۔ (المغني: 144/2، تفصیل کے لیے دیکھیے: مرعاة: 262/2)

٥٥١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ [الْـ]ـحَجَّاجِ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الظُّهْرَ فِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ.

[551] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں اور بعد میں بھی دو رکعتیں پڑھیں۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رَوَاهُ ابْنُ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَطِيَّةَ وَنَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ اور ابن ابی لیلیٰ نے بھی اسے عطیہ اور نافع کے واسطے سے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

٥٥٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ [يَعْنِي الْكُوفِيَّ]: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ هَاشِمٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَطِيَّةَ وَنَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ، فَصَلَّيْتُ مَعَهُ فِي الْحَضَرِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَصَلَّيْتُ مَعَهُ فِي السَّفَرِ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يُصَلِّ بَعْدَهَا شَيْئًا وَالْمَغْرِبَ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ سَوَاءً ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ لَا يَنْقُصُ فِي حَضَرٍ وَلَا سَفَرٍ وَهِيَ وِتْرُ النَّهَارِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ.

[552] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ حضر اور سفر میں نماز پڑھی ہے۔ میں نے آپ کے ساتھ حضر میں ظہر کی چار رکعات اور بعد میں دو رکعات اور سفر میں آپ کے ساتھ ظہر کی دو رکعتیں اور بعد میں دو رکعتیں اور عصر کی دو رکعتیں پڑھیں۔ آپ ﷺ نے عصر کے بعد کوئی رکعت نہیں پڑھی اور مغرب کی سفر و حضر میں پوری تین رکعتیں پڑھیں۔ حضر یا سفر میں اس میں کوئی کمی نہ کرتے کیونکہ یہ دن کے وتر ہیں اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔

٥٥١ـ[ضعيف] أخرجه أحمد: ٢/ ٩٠ من طريق آخر عن عطية العوفي به، وانظر الحديث الآتي.
٥٥٢ـ[ضعيف] أخرجه ابن خزيمة، ح: ١٢٥٤ من حديث ابن أبي ليلى به، وهو ضعيف.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: مَا رَوَى ابْنُ أَبِي لَيْلٰى حَدِيثًا أَعْجَبَ إِلَيَّ مِنْ هٰذَا [وَلَا أَرْوِي عَنْهُ شَيْئًا].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ میں نے امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میرے نزدیک ابن ابی لیلیٰ نے اس سے زیادہ پسندیدہ روایت بیان نہیں کی اور میں اس سے کوئی روایت بیان نہیں کرتا۔ (اس قول کی وضاحت گزشتہ حدیث: 364 میں گزر چکی ہے۔)

(المعجم ٤٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ (التحفة ٢٧٧)

باب:42۔ دونمازوں کو جمع کرنا

٥٥٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ [بْنُ سَعِيدٍ]: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ [هُوَ عَامِرُ بْنُ وَاثِلَةَ] عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ زَيْغِ الشَّمْسِ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلٰى أَنْ يَجْمَعَهَا إِلَى الْعَصْرِ فَيُصَلِّيَهُمَا جَمِيعًا وَإِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ زَيْغِ الشَّمْسِ عَجَّلَ الْعَصْرَ إِلَى الظُّهْرِ وَصَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا ثُمَّ سَارَ وَكَانَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ الْمَغْرِبِ أَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْعِشَاءِ وَإِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ عَجَّلَ الْعِشَاءَ فَصَلَّاهَا مَعَ الْمَغْرِبِ.

[553] سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، غزوۂ تبوک کا واقعہ ہے کہ نبی ﷺ جب سورج ڈھلنے سے پہلے چل پڑتے تو ظہر کو مؤخر کر کے عصر کے ساتھ جمع کر لیتے اور دونوں کو اکٹھا پڑھ لیتے، جب سورج ڈھلنے کے بعد روانہ ہوتے تو عصر کو جلدی کر کے ظہر کے ساتھ ملا لیتے تھے اور ظہر اور عصر اکٹھی پڑھ لیتے اور پھر چل پڑتے تھے اور جب مغرب سے پہلے کوچ کر لیتے تو اس کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ پڑھ لیتے اور جب مغرب کے بعد چلتے تو عشاء کو جلدی کر کے مغرب کے ساتھ ملا کر پڑھ لیتے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عُمَرَ وَأَنَسٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأُسَامَةَ ابْنِ زَيْدٍ وَجَابِرِ [بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ]. قَالَ أَبُو عِيسٰى:

اس مسئلے میں سیدنا علی، ابن عمر، انس، عبداللہ بن عمرو، سیدہ عائشہ، سیدنا ابن عباس، اسامہ بن زید اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے

٥٥٣- أخرجه أبو داود، صلاة السفر، باب الجمع بين الصلاتين، ح: ١٢٢٠ من حديث قتيبة به، وصححه ابن حبان (الإحسان): ١٤٥٦، وابن القيم، وأعلّه بعلة غير قادحة. ﷺ وفي الباب عن علي [أبو داود، ح: ١٢٣٤]، وابن عمر [البخاري، ح: ١٠٩١، ومسلم، ح: ٧٠٣ ويأتي: ٥٥٥]، وأنس [البخاري، ح: ١١١١، ومسلم، ح: ٧٠٤]، وعبدالله بن عمرو [أحمد: ١٧٩/٢، ١٨٠]، وعائشة [أحمد: ١٣٥/٦]، وابن عباس [مسلم، ح: ٧٠٥]، وأسامة بن زيد [البخاري، ح: ١٦٧٢، ومسلم، ح: ١٢٨٠]، وجابر بن عبدالله [أبو داود، ح: ١٢١٥].

[وَالصَّحِيحُ: عَنْ أُسَامَةَ] وَرَوٰى عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، عَنْ قُتَيْبَةَ هٰذَا الْحَدِيثَ.

ہیں: صحیح روایت اسامہ رضی اللہ عنہ کی ہے۔ یہ حدیث علی بن مدینی رحمہ اللہ نے احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے واسطے سے قتیبہ سے بیان کی ہے۔

۵۵۴- [حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا اللُّؤْلُؤِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْأَعْيَنُ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ ابْنُ الْمَدِينِيِّ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ يَعْنِي حَدِيثَ مُعَاذٍ].

[554] عبدالصمد بن سلیمان نے بواسطہ علی بن مدینی احمد بن حنبل سے، انھوں نے قتیبہ سے مذکورہ بالا حدیث معاذ بیان کی ہے۔

وَحَدِيثُ مُعَاذٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ تَفَرَّدَ بِهِ قُتَيْبَةُ، لَا نَعْرِفُ أَحَدًا رَوَاهُ عَنِ اللَّيْثِ غَيْرُهُ، وَحَدِيثُ اللَّيْثِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، عَنْ مُعَاذٍ حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَالْمَعْرُوفُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ حَدِيثُ مُعَاذٍ مِّنْ حَدِيثِ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، عَنْ مُعَاذٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَمَعَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَبَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ. رَوَاهُ قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَمَالِكٌ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ وَبِهٰذَا الْحَدِيثِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ. وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ يَقُولَانِ: لَا بَأْسَ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ فِي السَّفَرِ فِي وَقْتِ إِحْدَاهُمَا.

اور معاذ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اس کے بیان کرنے میں قتیبہ اکیلا ہے۔ ہمارے علم میں قتیبہ کے علاوہ کوئی راوی لیث سے یہ روایت بیان نہیں کرتا، اور لیث کی حدیث یزید بن ابی حبیب کی سند سے غریب ہے۔ اور اہل علم کے ہاں معروف روایت ابوزبیر کی سیدنا ابوطفیل رضی اللہ عنہ کے واسطے سے ہے۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے غزوۂ تبوک میں ظہر اور عصر کو جمع کیا اور مغرب اور عشاء کو جمع کیا۔ یہ روایت قرہ بن خالد، سفیان ثوری، مالک اور بہت سے راویوں نے ابوزبیر مکی سے بیان کی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول اسی حدیث کے مطابق ہے۔ اور امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا قول ہے کہ دو نمازوں کو سفر میں ایک نماز کے وقت میں جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

فوائد ومسائل: ① دو نمازوں کو جمع کرنے کے بارے میں ائمہ میں اختلاف ہے۔ مشہور قول چھ ہیں: * دو نمازوں کو بلاقید، ہر صورت میں تقدیم یا تاخیر سے جمع کرنا جائز ہے۔ سفر شروع ہو یا کہیں پڑاؤ کیا ہو، تیز رفتاری اور جلدی کی ضرورت ہو یا نہ ہو، بہت سے صحابہ و تابعین کا یہی موقف ہے۔ امام مالک، شافعی، ثوری، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ وغیرہ کا یہی قول ہے۔ (المغني: 113/2) امام نووی رحمہ اللہ نے اس کو سلف و خلف کے جمہور علماء کا موقف قرار دیا ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی یہی نظریہ بیان کیا ہے۔ (المجموع: 371/4) * دو نمازوں کو ایک کے وقت میں تقدیم (پہلی نماز کے ساتھ) اور تاخیر (دوسری نماز کے وقت میں) دونوں صورتوں میں جائز نہیں، ہاں عرفات میں جمع تقدیم اور مزدلفہ میں جمع تاخیر جائز ہے۔ حسن بصری، ابن سیرین، مکحول، نخعی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔ (المجموع: 371/4) * اگر تیز رفتاری اور جلدی کا معاملہ ہو تو پھر دو نمازوں کو جمع کرنا جائز

۵۵٤۔ أخرجه أحمد: ٥/ ٢٤١ . * حديث قرة عن أبي الزبير: أخرجه مسلم، ح: ٧٠٦/ ٥٣ .

ہے۔ امام مالک اور لیث کا مشہور موقف یہی ہے۔ * جمع کی اجازت سفر میں رواں اور جاری مسافر کے لیے ہے اور جو مسافر پڑاؤ کر چکا ہو اس کے لیے نہیں۔ ابن حبیب مالکی کا یہی قول ہے۔ * رخصت ضرورت مند کے لیے ہے، ہر ایک کے لیے نہیں۔ یہ امام اوزاعی کا موقف ہے۔ * جمع تاخیر کی اجازت ہے، تقدیم کی نہیں۔ امام مالک اور احمد کا ایک قول ہے۔ امام ابن حزم نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ امام ابن قدامہ نے جمع تقدیم کی اجازت کو صحیح قول قرار دیا ہے۔ (المغني: 115/2، ومرعاة: 263/2 میں تمام اقوال کی تفصیل دی گئی ہے۔) ② حق بات یہ ہے کہ صحیح احادیث سے جمع کی تین صورتیں ثابت ہیں: * جمع صوری یا فعلی، یعنی پہلی نماز کو اس کے آخری وقت میں پڑھا جائے اور دوسری نماز کو اس کے آغاز میں۔ * جمع تقدیم، یعنی پہلی نماز کے وقت میں دوسری نماز پڑھ لی جائے، عصر کو ظہر کے وقت میں اور عشاء کو مغرب کے وقت میں۔ * جمع تاخیر، یعنی پہلی نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھا جائے، ظہر کو عصر کے وقت میں اور مغرب کو عشاء کے وقت میں۔ اسی طرح سفر میں اپنی ضرورت اور سہولت و آسانی کے لیے جو بھی صورت ممکن ہو اس پر عمل کر لیا جائے، لہٰذا اس طریقے سے تمام احادیث پر عمل ہو جائے گا، تاویل کی کوئی ضرورت نہیں رہے گی۔ اور جمع تقدیم اور جمع تاخیر پر اس وقت عمل کرنا چاہیے جب سفر پر روانہ ہو رہے ہوں یا سفر جاری ہو کیونکہ اصل یہی ہے کہ نماز اپنے وقت پر پڑھی جائے اور جمع کرنا رخصت ہے۔ (حجة الله: 240/2)

٥٥٥- حَدَّثَنَا هَنَّادُ [بْنُ السَّرِيِّ]: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ [ابْنُ سُلَيْمَانَ] عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ اسْتُغِيثَ عَلٰى بَعْضِ أَهْلِهِ فَجَدَّ بِهِ السَّيْرُ وَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتّٰى غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ أَخْبَرَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ.

[555] نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اپنے بعض اہل کی مدد کے لیے طلب کیا گیا، اس لیے وہ بڑی تیز رفتاری سے چلے۔ انھوں نے غروب شفق تک نماز مغرب کو مؤخر کر دیا۔ غروب شفق کے بعد (سواری سے) اترے اور دونوں نمازوں کو جمع کیا، پھر ساتھیوں کو بتایا کہ جب رسول اللہ ﷺ کو تیز چلنا مقصود ہوتا تو آپ ﷺ بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. [وَحَدِيثُ اللَّيْثِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور لیث کی یزید بن ابی حبیب سے حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس میں جمع تاخیر کا جواز ہے۔

(المعجم ٤٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ الْاِسْتِسْقَاءِ (التحفة ٢٧٨)

باب: 43۔ نماز استسقا (بارش طلب کرنے) کا بیان

٥٥٥۔ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب جواز الجمع بين الصلاتين، ح: ٧٠٣ من حديث عبيدالله بن عمر به.

٥٥٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ بِالنَّاسِ يَسْتَسْقِي فَصَلّٰى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ بِالْقِرَاءَةِ فِيهِمَا وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَاسْتَسْقٰى وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ.

[556] عباد بن تمیم اپنے چچا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ساتھ استسقا کی نماز کے لیے باہر نکلے۔ آپ نے انھیں دو رکعتیں پڑھائیں اور ان میں قراءت بلند آواز سے کی۔ اپنی چادر تبدیل کی اور ہاتھ اٹھا کر قبلہ رخ ہو کر بارش کی دعا فرمائی۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَنَسٍ وَآبِي اللَّحْمِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ زَيْدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَعَلٰى هٰذَا الْعَمَلُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. وَاسْمُ عَمِّ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ هُوَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ الْمَازِنِيُّ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس، ابوہریرہ، انس اور آبی اللحم ﷺ سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: عبداللہ بن زید کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق ؒ کا یہی قول ہے۔ اور عباد بن تمیم کے چچا کا نام عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی ہے۔

فوائد و مسائل: ① جمہور علماء امام شافعی، مالک، احمد، صاحبین اور دوسرے اہل علم کے نزدیک بارش طلب کرنے کے لیے نماز پڑھنا مسنون ہے۔ ② امام نووی ؒ نے لکھا ہے کہ استسقا (بارش طلب کرنے) کی تین صورتیں ہیں: * صرف دعا مانگنا۔ * فرض نماز کے بعد یا خطبۂ جمعہ کے دوران میں دعا مانگنا۔ یہ طریقہ پہلے طریقے سے بہتر ہے۔ * توبہ و استغفار، صدقہ و خیرات اور روزہ وغیرہ رکھنے کے بعد دو رکعتیں نماز پڑھنا اور دو خطبے دینا۔ (شرح مسلم: 292/1، وشرح المهذب: 64/5) ③ جمہور کے نزدیک اس میں قراءت بلند آواز سے ہوگی اور امام کے ساتھ لوگ بھی نیک شگون کے طور پر اپنی چادریں پلٹیں۔ جس کی آسان صورت یہ ہے کہ چادر کندھوں ہی پر پلٹ لی جائے اور دائیں طرف والی جانب بائیں کندھے پر اور بائیں طرف والی دائیں کندھے پر آ جائے۔ اگر اس طرح نیچے سے پلٹنا ممکن ہو تو نیچے والے کناروں کو اوپر کندھوں پر دائیں اور بائیں کر لیا جائے، قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے اور توبہ و استغفار پر زور دیا جائے۔ ④ خطبہ نماز سے پہلے بھی دیا جا سکتا ہے اور بعد میں بھی۔ اگر نہ بھی دیا جائے تو جائز ہے۔ اس سلسلے میں ائمہ کے مختلف موقف ہیں اور ہر ایک کی گنجائش موجود ہے۔ (المغني: 288/2) کیونکہ احادیث سے تمام صورتیں ثابت ہیں۔

٥٥٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ [بْنُ سَعْدٍ]

[557] سیدنا آبی اللحم ﷺ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے

٥٥٦- أخرجه البخاري، الاستسقاء، باب الجهر بالقراءة في الاستسقاء، ح: ١٠٢٤، ومسلم، ح: ٨٩٤ من حديث الزهري به، وهو في مصنف عبدالرزاق: ٣/ ٨٣، ح: ٤٨٨٩. * وفي الباب عن ابن عباس [يأتي: ٥٥٨]، وأبي هريرة [ابن ماجه، ح: ١٢٦٨]، وأنس [مسلم، ح: ٨٩٦]، وآبي اللحم [يأتي: ٥٥٧].

٥٥٧- أخرجه النسائي، الاستسقاء، باب: كيف يرفع: ٣/ ١٥٨، ١٥٩، عن قتيبة به، وصححه الحاكم: ١/ ٥٣٥، والذهبي، وللحديث شواهد عند أبي داود، ح: ١١٦٨، ١١٧٢ وابن حبان، ح: ٦٠١، ٦٠٢ وغيرهما.

عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ يَزِيدَ ابْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى آبِي اللَّحْمِ، عَنْ آبِي اللَّحْمِ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللهِ ﷺ عِنْدَ أَحْجَارِ الزَّيْتِ يَسْتَسْقِي وَهُوَ مُقْنِعٌ بِكَفَّيْهِ يَدْعُو.

احجارزیت کے پاس رسول اللہ ﷺ کو بارش کی دعا کرتے دیکھا۔آپ اپنی دونوں ہتھیلیاں اٹھا کر دعا کر رہے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: كَذَا قَالَ قُتَيْبَةُ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ عَنْ آبِي اللَّحْمِ وَلَا نَعْرِفُ لَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا هٰذَا الْحَدِيثَ الْوَاحِدَ. وَعُمَيْرٌ مَوْلَى آبِي اللَّحْمِ قَدْ رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَحَادِيثَ وَلَهُ صُحْبَةٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام قتیبہ نے یہ حدیث آبی اللحم کی طرف منسوب کی ہے۔ اور ہمارے علم کے مطابق ان کی نبی ﷺ سے یہی ایک حدیث مروی ہے۔اور آبی اللحم کے آزاد کردہ غلام عمیر صحابی ہیں اور کئی روایات بیان کرتے ہیں۔

٥٥٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ هِشَامِ بْنِ إِسْحَاقَ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ كِنَانَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَرْسَلَنِي الْوَلِيدُ بْنُ عُقْبَةَ وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَسْأَلُهُ، عَنِ اسْتِسْقَاءِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَأَتَيْتُهُ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ مُتَبَذِّلًا مُتَوَاضِعًا مُتَضَرِّعًا حَتّٰى أَتَى الْمُصَلّٰى فَلَمْ يَخْطُبْ خُطْبَتَكُمْ هٰذِهِ، وَلٰكِنْ لَمْ يَزَلْ فِي الدُّعَاءِ وَالتَّضَرُّعِ وَالتَّكْبِيرِ، وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَمَا كَانَ يُصَلِّي فِي الْعِيدِ.

[558] عبداللہ بن کنانہ بیان کرتے ہیں کہ مدینے کے گورنر ولید بن عقبہ نے مجھے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا کہ میں ان سے رسول اللہ ﷺ کی بارش کی دعا کے بارے میں دریافت کروں۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ معمولی کپڑے پہن کر، عجز و انکسار کے ساتھ، بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے نکلے حتیٰ کہ نماز گاہ میں آ گئے اور تمھارے اس خطبے کی طرح (دہرا) خطبہ نہیں دیا، لیکن مسلسل دعا، عجز و فروتنی کا اظہار کرتے اور تکبیر کہتے رہے اور عید کی طرح دو رکعتیں پڑھیں۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

لغوی تشریح: [مُتَبَذِّلًا]: یعنی معمولی اور کام کاج کے کپڑے پہنے ہوئے۔[مُتَوَاضِعًا] فروتنی اور عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے۔[مُتَضَرِّعًا] تضرع، تذلل اور بے بسی ظاہر کرتے ہوئے۔[مُتَخَشِّعًا] خشوع اور پستی کا اظہار کرتے ہوئے، جیسا کہ بعد والی روایت میں ہے۔

فائدہ: امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ''عید کی نماز کی طرح'' کا مفہوم یہ ہے کہ پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہیں اور جمہور کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ عید کی نماز کی طرح بلند آواز سے قراءت کی اور خطبے سے پہلے دو رکعتیں پڑھائیں۔(تحفة الأحوذي:390/1) جمہور سے مراد امام مالک، ثوری، اوزاعی، احمد، اسحاق، ابوثور،

٥٥٨- أخرجه أبو داود، صلاة الاستسقاء، باب جماع أبواب صلاة الاستسقاء وتفريعها، ح: ١١٦٥ من حديث حاتم به وصححه ابن خزيمة، ح: ١٤٠٥ وابن حبان، ح: ٦٠٣ والنووي.

ابو یوسف اور محمد رحمہما اللہ ہیں۔

٥٥٩- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ كِنَانَةَ، عَنْ أَبِيهِ فَذَكَرَ نَحْوَهُ، وَزَادَ فِيهِ مُتَخَشِّعًا.

[559] امام صاحب یہی روایت محمود بن غیلان کی سند سے بیان کرتے ہیں اور اس میں [مُتَخَشِّعًا] ''خشوع اور پستی کے لفظ'' کا اضافہ ہے۔

قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ قَالَ: يُصَلِّي صَلَاةَ الْإِسْتِسْقَاءِ نَحْوَ صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ، يُكَبِّرُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولٰى سَبْعًا، وَفِي الثَّانِيَةِ خَمْسًا. وَاحْتَجَّ بِحَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَرُوِيَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّهُ قَالَ: لَا يُكَبِّرُ فِي صَلَاةِ الْإِسْتِسْقَاءِ كَمَا يُكَبِّرُ فِي صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ. [وَقَالَ النُّعْمَانُ أَبُو حَنِيفَةَ: لَا تُصَلّٰى صَلَاةُ الْإِسْتِسْقَاءِ وَلَا آمُرُهُمْ بِتَحْوِيلِ الرِّدَاءِ، وَلٰكِنْ يَدْعُونَ وَيَرْجِعُونَ بِجُمْلَتِهِمْ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: خَالَفَ السُّنَّةَ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ نماز استسقا، عیدین کی نماز کی طرح ہے، پہلی رکعت میں سات تکبیریں ہیں اور دوسری میں پانچ۔ انھوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام مالک بن انس رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نماز استسقا میں نماز عیدین کی طرح تکبیریں نہ کہی جائیں۔ اور امام ابوحنیفہ نعمان کا قول ہے کہ نماز استسقا نہ پڑھی جائے اور نہ میں ان کو چادر پلٹنے کا حکم دیتا ہوں، لیکن لوگ اجتماعی طور پر دعا کر کے واپس آ جائیں۔ اس طرح انھوں نے سنت کی مخالفت کی ہے۔

فوائد و مسائل: ① احناف کے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی تاویل یہ کی گئی ہے کہ وہ صرف نماز کو استسقا کا ذریعہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ دعا و استغفار وغیرہ کو بھی استسقا کی صورت کہتے تھے۔ علامہ بنوری رحمہ اللہ کے بقول، امام صاحب اس کے سنت مؤکدہ ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ نفس سنت اور ندب کے منکر نہیں ہیں۔ (معارف السنن: 492/4) ② استسقا کی دعا میں ہاتھ الٹے اٹھائے جائیں، یعنی ہتھیلیوں کی پشت اوپر ہو گی۔ (شرح صحیح مسلم: 293/1)

(المعجم ٤٤) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي صَلَاةِ الْكُسُوفِ (التحفة ٤٢٩)

باب: 44۔ نمازِ کسوف کا بیان

٥٦٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ

[560] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ

٥٥٩- أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في صلاة الاستسقاء، ح: ١٢٦٦ من حديث وكيع به، وانظر الحديث السابق.

٥٦٠- أخرجه مسلم، الكسوف، باب ذكر من قال إنه ركع ثمان ركعات في أربع سجدات، ح: ٩٠٩ من حديث يحيى القطان به
* وفي الباب عن علي [مسلم، ح: ٩٠٨/١٨]، وعائشة [يأتي: ٥٦١، ٥٦٣]، وعبدالله بن عمرو [البخاري، ح: ١٠٤٥ ومسلم، ح: ٩١٠]، والنعمان بن بشير [أبو داود، ح: ١١٩٣]، والمغيرة بن شعبة [البخاري، ح: ١٠٤٣ ومسلم، ح: ٩١٥]،

سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ صَلَّى فِي كُسُوفٍ فَقَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ، [ثَلَاثَ مَرَّاتٍ] ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، وَالْأُخْرٰى مِثْلُهَا.

نے نماز کسوف پڑھی تو قراءت کی، پھر رکوع کیا، (اٹھ کر) پھر قراءت کی، پھر رکوع کیا، (اٹھ کر) پھر قراءت کی، پھر رکوع کیا، تین دفعہ (رکوع کیا)، پھر دو سجدے کیے۔ دوسری رکعت بھی اسی طرح پڑھی۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّعَائِشَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَّالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ وَّالْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ وَأَبِي مَسْعُودٍ وَّأَبِي بَكْرَةَ وَسَمُرَةَ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَّأَسْمَاءَ ابْنَةِ أَبِي بَكْرٍ [الصِّدِّيقِ] وَابْنِ عُمَرَ وَقَبِيصَةَ الْهِلَالِيِّ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَأَبِي مُوسٰى وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ صَلَّى فِي كُسُوفٍ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ. وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. قَالَ: وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْقِرَاءَةِ فِي صَلَاةِ الْكُسُوفِ، فَرَأٰى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ يُسِرَّ بِالْقِرَاءَةِ فِيهَا بِالنَّهَارِ. وَرَأٰى بَعْضُهُمْ أَنْ يَجْهَرَ بِالْقِرَاءَةِ فِيهَا كَنَحْوِ صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ وَالْجُمُعَةِ. وَبِهِ يَقُولُ مَالِكٌ وَّأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ يَرَوْنَ الْجَهْرَ فِيهَا. [وَ] قَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَجْهَرُ فِيهَا. وَقَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ كِلْتَا الرِّوَايَتَيْنِ. صَحَّ عَنْهُ أَنَّهُ صَلّٰى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ، وَصَحَّ عَنْهُ [أَيْضًا] أَنَّهُ صَلّٰى سِتَّ رَكَعَاتٍ فِي أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ. وَهٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) اس مسئلے میں سیدنا علی، سیدہ عائشہ، سیدنا عبداللہ بن عمرو، نعمان بن بشیر، مغیرہ بن شعبہ، ابومسعود، ابوبکرہ، سمرہ، ابن مسعود، سیدہ اسماء بنت ابی بکر صدیق، سیدنا ابن عمر، قبیصہ ہلالی، جابر بن عبداللہ، ابوموسیٰ اشعری، عبدالرحمن بن سمرہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ نبی ﷺ نے نماز کسوف میں دو رکعات میں چار رکوع کیے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ نماز کسوف کے سلسلے میں اہل علم میں اختلاف ہے کہ قراءت بلند ہو یا آہستہ۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ دن کے وقت قراءت سری (آہستہ) ہو اور بعض کا خیال ہے کہ عیدین اور جمعہ کی قراءت کی طرح قراءت بلند ہو۔ امام مالک، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کے نزدیک قراءت جہری (بلند) ہو گی اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جہری نہیں ہوگی۔ اور نبی ﷺ سے دونوں عمل صحیح ثابت ہیں۔ آپ ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ چار سجدوں (دو رکعات) کے ساتھ لمبی قراءت کر کے چار رکوع کیے اور یہ بھی کہ چار

» وأبي مسعود [البخاري، ح:١٠٤١ ومسلم، ح:٩١١]، وأبي بكرة [البخاري، ح:١٠٤٠]، وسمرة [يأتي:٥٦٢]، وابن مسعود [أحمد:١/ ٤٥٩ وابن خزيمة، ح:١٣٧٢]، وأسماء بنت أبي بكر الصديق [البخاري، ح:٨٦ ومسلم، ح:٩٠٥]، وابن عمر [البخاري، ح:١٠٤٢ ومسلم، ح:٩١٤]، وقبيصة الهلالي [أبو داود، ح:١١٨٥]، وجابر بن عبدالله [مسلم:٩٠٤]، وأبي موسى الأشعري [البخاري، ح:١٠٥٩ ومسلم، ح:٩١٢]، وعبدالرحمن بن سمرة [مسلم، ح:٩١٣]، وأبي بن كعب [أبو داود، ح:١١٨٢].

جَائِزٌ عَلٰى قَدْرِ الْكُسُوفِ، إِنْ تَطَاوَلَ الْكُسُوفُ فَصَلّٰى سِتَّ رَكَعَاتٍ فِي أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ فَهُوَ جَائِزٌ، وَإِنْ صَلّٰى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ وَأَطَالَ الْقِرَاءَةَ فَهُوَ جَائِزٌ. وَيَرٰى أَصْحَابُنَا أَنْ تُصَلّٰى صَلَاةُ الْكُسُوفِ فِي جَمَاعَةٍ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ.

سجدوں (دو رکعات) کے ساتھ چھ رکوع کیے۔ رکوعات کی یہ تعداد اہل علم کے نزدیک کسوف کی لمبائی کے مطابق ہر طرح درست ہے۔ اگر کسوف لمبا ہو تو چار سجدوں (دو رکعتوں) کے ساتھ چھ رکوع کر لیے جائیں تو جائز ہے اور اگر چار سجدوں کے ساتھ چار رکوع کرلے اور قراءت لمبی کر لے تو یہ بھی جائز ہے۔ اور محدثین کے نزدیک سورج اور چاند دونوں کے گرہن پر نماز باجماعت پڑھی جائے گی۔

فوائد و مسائل: ① احادیث میں سورج اور چاند دونوں کے گرہن یا بے نور ہونے پر کسوف اور خسوف کا لفظ استعمال ہوا ہے اگرچہ عام طور پر کسوف سورج گرہن کے لیے اور خسوف چاند گرہن کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ② ماہرینِ فلکیات کے نزدیک جب سورج اور زمین کے درمیان چاند حائل ہوجاتا ہے تو سورج کی روشنی ہمیں نظر نہیں آتی، وگرنہ وہ حقیقتاً بے نور نہیں ہوتا۔ اسی طرح سورج اور چاند کے درمیان زمین کا سایہ حائل ہوجاتا ہے تو چاند پر سورج کا پرتو یا عکس نہیں پڑتا تو چاند بے نور ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنی قدرت کا اظہار فرماتا ہے، حالانکہ ماہرینِ فلکیات کے نزدیک زمین کا محیط 25 ہزار میل ہے اور سورج زمین سے بارہ لاکھ اسی ہزار گنا بڑا ہے اور اس کا محیط بتیس ارب پچاس کروڑ میل ہے اور زمین سے نو کروڑ پینتیس لاکھ میل دور ہے، نیز ماہرینِ فلکیات کے نزدیک سورج گرہن عام طور پر 29,28 تاریخ قمری کو ہوتا ہے اور چاند 13 تاریخ قمری کے بعد۔ ③ نبیٔ اکرم ﷺ کی تیئس سالہ نبوت کے دور میں انیس دفعہ سورج گرہن ہوا۔ پہلی دفعہ 9 اپریل 29,28ء ربیع الثانی 40۔ اور آخری دفعہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی وفات کے دن 27 جنوری 632ء، اور ہندوستان کی تاریخ کے مطابق 29 شوال 10ھ کو ہوا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (رحمة للعالمين: 108,107/2) ④ امام شافعی اور احمد رحمہ اللہ کے نزدیک نماز کسوف سنت مؤکدہ ہے اور احناف کا ایک قول وجوب کا ہے اور ایک سنت مؤکدہ ہونے کا۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا حکم جمعے والا ہے۔ احناف کے نزدیک نماز کسوف میں عام نمازوں کی طرح دو رکعتوں میں دو رکوع ہیں اور باقی ائمہ کے نزدیک ہر رکعت میں دو رکوع ہیں۔ احمد، اسحاق اور ابو یوسف رحمہم اللہ کے نزدیک سورج گرہن کی نماز میں قراءت جہری ہوگی اور ابوحنیفہ، مالک اور شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک سری ہوگی۔ جمہور کے نزدیک چاند گرہن کی صورت میں جماعت ہوگی اور احناف کے نزدیک لوگ الگ الگ نماز پڑھیں۔ احناف کے نزدیک سورج گرہن کی جماعت بھی خطیب کرائے، وگرنہ الگ الگ پڑھیں۔ (شرح مسلم: 295/1) صحیح بات یہ ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ سے پانچ رکوع تک ثابت ہیں۔ دیکھیے: (سنن أبي داود، حديث: 1182) اس لیے سورج گرہن کی طوالت اور لمبائی کے بقدر دو سے پانچ تک رکوع ہر رکعت میں کرنا صحیح ہے کیونکہ آپ ﷺ نے انیس دفعہ کسوف کے موقع پر کئی دفعہ نماز مختلف طریقوں سے پڑھی ہے اور اس کو ایک دفعہ کا واقعہ قرار دے کر روایات کی تاویل یا تضعیف کرنا یا رکوع کی کثرت کو آپ ﷺ کا خاصہ قرار دینا درست نہیں۔ اسحاق بن راہویہ، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ کا یہی قول ہے اور امام نووی نے اسی موقف کو قوی قرار دیا ہے (شرح مسلم: 295/1) امام احمد رحمہ اللہ بھی اس کی اجازت دیتے ہیں۔ (المغني: 279/2) حافظ ابن حزم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ سورج

گرہن، پانچ ماہ کے بعد ہوسکتا ہے۔ (المحلی: 103/5) اور قاضی سلیمان رحمہ اللہ کے بھائی قاضی عبدالرحمن رحمہ اللہ کے حساب کے مطابق ہجرت کے بعد نبی ﷺ کی وفات تک دس دفعہ سورج کو گرہن لگا، لیکن فقہاء نے چونکہ گرہن کا واقعہ آپ ﷺ کی زندگی میں صرف ایک دفعہ قرار دیا ہے، اس لیے وہ روایات کو ایک دوسرے پر ترجیح دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایک رکعت میں دو رکوع والی روایت راجح ہے اور احناف کے نزدیک اصل میں ایک رکعت میں ایک رکوع ہے، لہٰذا یہاں بھی ایک ہی رکوع ہے۔ اگر یہ حضرات متعدد واقعات تسلیم کر لیتے تو کسی تکلف کی ضرورت نہ رہتی۔ رہا یہ اعتراض کہ آپ ﷺ نے نماز کے بعد جو خطبہ دیا، اس میں فرمایا کہ کسی کی موت سے کسوف کا کوئی تعلق نہیں ہے، یہ بات آپ نے لوگوں کے اس باطل خیال کی تردید میں کہی کہ کسوف آپ کے صاحبزادے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی وفات پر ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جاہلیت کا ایک عقیدہ تھا، اس لیے اس کی تردید کی ہر موقعے پر ضرورت تھی کیونکہ ہر دفعہ نماز کسوف میں نئے آدمی بھی تو شریک ہوتے تھے، نیز چونکہ یہ بات آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری دور میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی وفات پر بڑے زوردار انداز سے فرمائی تھی کیونکہ اس موقع پر سورج گرہن لگنے سے جاہلی عقیدے کی درستی کا وہم ہوسکتا تھا، اس لیے راویوں نے اس کو خصوصی طور پر بیان کیا۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر کسوف میں یہ بات کہی گئی ہو اور ہر حدیث میں اس کا ذکر بھی نہیں ہے، نیز ہر حدیث میں موت ابراہیم علیہ السلام کا بھی ذکر نہیں ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (مرعاۃ: 374,371/2)

٥٦١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَصَلّٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالنَّاسِ فَأَطَالَ الْقِرَاءَةَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَأَطَالَ الْقِرَاءَةَ، وَهِيَ دُونَ الْأُولٰى، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ، وَهُوَ دُونَ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَسَجَدَ ثُمَّ فَعَلَ [مِثْلَ] ذٰلِكَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ.

[561] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں سورج کو گرہن لگ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور لمبی قراءت کی، پھر رکوع کیا اور انتہائی لمبا رکوع کیا، پھر (اس سے) سر اٹھایا اور لمبی قراءت کی جو پہلی قراءت سے کم تھی، پھر رکوع کیا اور لمبا رکوع کیا جو پہلے سے کم تھا، پھر (اس سے) اپنا سر اٹھایا اور سجدہ کیا، پھر دوسری رکعت میں اسی طرح کیا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: [وَ]هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَبِهٰذَا الْحَدِيثِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ يَرَوْنَ صَلَاةَ الْكُسُوفِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ. قَالَ الشَّافِعِيُّ: يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولٰى بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَنَحْوًا مِّنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ سِرًّا إِنْ كَانَ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ نے اس حدیث کو اختیار کیا ہے۔ ان کے نزدیک نماز کسوف میں دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ بقرہ کی مقدار کے

٥٦١- أخرجه البخاري، الكسوف، باب: لا تنكسف الشمس لموت أحد ولا لحياته، ح: ١٠٥٨ من حديث معمر ومسلم، ح: ٩٠١/٣ من حديث الزهري به.

بِالنَّهَارِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا نَحْوًا مِّنْ قِرَاءَتِهِ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ بِتَكْبِيرٍ وَّثَبَتَ قَائِمًا كَمَا هُوَ، وَقَرَأَ أَيْضًا بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَنَحْوًا مِّنْ آلِ عِمْرَانَ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا نَحْوًا مِّنْ قِرَاءَتِهِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ تَامَّتَيْنِ، وَيُقِيمُ فِي كُلِّ سَجْدَةٍ نَحْوًا مِّمَّا أَقَامَ فِي رُكُوعِهِ، ثُمَّ قَامَ فَقَرَأَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَنَحْوًا مِّنْ سُورَةِ النِّسَاءِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا نَحْوًا مِّنْ قِرَاءَتِهِ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ بِتَكْبِيرٍ وَّثَبَتَ قَائِمًا، ثُمَّ قَرَأَ نَحْوًا مِّنْ سُورَةِ الْمَائِدَةِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا نَحْوًا مِّنْ قِرَاءَتِهِ، ثُمَّ رَفَعَ فَقَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ تَشَهَّدَ وَسَلَّمَ.

برابر قراءت آہستہ کرے بشرطیکہ نماز دن کو پڑھنی ہو، پھر قراءت کے برابر لمبا رکوع کرے، پھر تکبیر کہہ کر اپنا سر اٹھائے اور پہلے کی طرح سیدھا کھڑا ہو جائے اور فاتحہ پڑھ کر سورۂ آل عمران کی مقدار کے برابر قراءت کرے، پھر اس قراءت کے برابر لمبا رکوع کرے، پھر اپنا سر اٹھائے اور سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے، پھر مکمل دو سجدے کرے اور ہر سجدے میں رکوع کی مقدار کے برابر ٹھہرے، پھر کھڑا ہو کر سورۂ فاتحہ پڑھے اور سورۂ نساء کی مقدار کے برابر قراءت کرے، پھر اپنی قراءت کے برابر لمبا رکوع کرے، پھر تکبیر کہہ کر سر اٹھائے اور سیدھا کھڑا رہے، پھر سورۂ مائدہ کی مقدار کے برابر قراءت کرے، پھر اپنی قراءت کے برابر رکوع کرے، پھر سر اٹھائے اور سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے، پھر دو سجدے کرے، پھر تشہد بیٹھ کر سلام پھیر دے۔

فوائد و مسائل: ① بقول امام نووی امام شافعی اور مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ہر قراءت سے پہلے سورۂ فاتحہ پڑھی جائے اور سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہہ کر رکوع سے اٹھا جائے اور قومہ کی دعا پڑھے۔ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک بھی ہر قراءت سے پہلے سورۂ فاتحہ پڑھی جائے اور رکوع سے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہہ کر اٹھا جائے اور قومہ کی دعا بھی پڑھنی ہوگی۔ (المغني: 277/2)
② امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک نمازِ کسوف کے بعد خطبہ نہیں، لیکن محدثین، امام شافعی اور اسحاق رحمہ اللہ کے نزدیک دو خطبے دینا مستحب ہے۔ (شرح مسلم: 295/1)

(المعجم ٤٥) بَابٌ: كَيْفَ الْقِرَاءَةُ فِي الْكُسُوفِ (التحفة ٢٨٠)

باب: 45۔ نماز کسوف میں قراءت کی کیفیت کا بیان

٥٦٢- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ

[562] سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز کسوف پڑھائی اور ہمیں آپ

٥٦٢ـ [حسن بالشواهد] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في صلاة الكسوف، ح: ١٢٦٤ من حديث وكيع به، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٣٩٧ وابن حبان، ح: ٥٩٧، ٥٩٨ والحاكم: ١/ ٣٢٩-٣٣١ والذهبي وله شاهد من حديث ابن عباس عند أحمد (٢٦٧٤). * وفي الباب عن عائشة [يأتي: ٥٦٣].

عِبَادٍ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ: صَلّٰى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ فِي كُسُوفٍ لَا نَسْمَعُ لَهُ صَوْتًا.

کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلٰى هٰذَا، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ.

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ بعض اہل علم کا موقف یہی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ بھی یہی کہتے ہیں۔

٥٦٣- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ صَدَقَةَ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى صَلَاةَ الْكُسُوفِ وَجَهَرَ بِالْقِرَاءَةِ فِيهَا.

[563] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے نماز کسوف پڑھائی اور اس میں قراءت بلند آواز سے کی۔

قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَرَوٰى أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ نَحْوَهُ. وَبِهٰذَا الْحَدِيثِ يَقُولُ مَالِكٌ [بْنُ أَنَسٍ] وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابو اسحاق فزاری نے بھی سفیان بن حسین سے اسی طرح بیان کیا ہے۔ امام مالک بن انس، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا موقف اس حدیث کے مطابق ہے۔

فائدہ: امام احمد، ابو یوسف، محمد اور اسحاق رحمہم اللہ کے نزدیک سورج اور چاند گرہن میں قراءت جہری ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ایک قول یہی ہے، لیکن امام مالک بقول امام ابن قدامہ، امام نووی اور ابن حجر سورج گرہن میں سری قراءت کے قائل ہیں جبکہ بقول ابن العربي مالکی ان کے مدنی شاگردوں کی روایت میں جہری قراءت ہے اور ابن العربي نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (عارضة الأحوذي: 42/3)

(المعجم ٣٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ الْخَوْفِ (التحفة ٢٨١)

باب: 46۔ نماز خوف کا بیان

٥٦٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي

[564] سیدنا سالم رحمہ اللہ اپنے باپ (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما)

٥٦٣ـ أخرجه البخاري، الكسوف، باب الجهر بالقراءة في الكسوف، ح: ١٠٦٥، ومسلم، ح: ٩٠١/ ٣ من حديث الزهري به.

٥٦٤ـ أخرجه البخاري، المغازي، باب غزوة ذات الرقاع، ح: ٤١٣٣ من حديث يزيد بن زريع، ومسلم، ح: ٨٣٩ من حديث معمر بن راشد به * وفي الباب عن جابر [مسلم، ح: ٨٤٠ وله طرق]، وحذيفة [أبو داود، ح: ١٢٤٦]، وزيد بن ثابت [النسائي، ح: ١٥٣٢ وصححه ابن خزيمة: ٢/ ٢٩٤، ح: ١٣٤٥ وابن حبان، ح: ٥٩٠]، وابن عباس [البخاري، ح: ٩٤٤ وله طرق]، وأبي هريرة [أبو داود، ح: ١٢٤٠]، وابن مسعود [أبو داود، ح: ١٢٤٤، ١٢٤٥]، وسهل بن أبي حثمة [البخاري، ح: ٤١٣١ ومسلم، ح: ٨٤١]، وأبي عياش الزرقي [أبو داود، ح: ١٢٣٦]، وأبي بكرة [أبو داود، ح: ١٢٤٨].

الشَّوَارِبِ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى صَلَاةَ الْخَوْفِ بِإِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ رَكْعَةً وَّالطَّائِفَةُ الْأُخْرٰى مُوَاجِهَةُ الْعَدُوِّ ثُمَّ انْصَرَفُوا فَقَامُوا فِي مَقَامِ أُولٰئِكَ، وَجَاءَ أُولٰئِكَ فَصَلّٰى بِهِمْ رَكْعَةً أُخْرٰى، ثُمَّ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ فَقَامَ هٰؤُلَاءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ، وَقَامَ هٰؤُلَاءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ.

سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک گروہ کو نماز خوف ایک رکعت پڑھائی، جبکہ دوسرا گروہ دشمن کے سامنے تھا۔ پھر پہلا گروہ چلا گیا اور دوسرے گروہ کی جگہ کھڑا ہو گیا اور انھوں نے آ کر آپ ﷺ کے ساتھ دوسری رکعت پڑھی اور آپ نے ان کو دوسری رکعت پڑھا کر سلام پھیر دیا اور ان (دونوں) گروہوں نے کھڑے ہو کر اپنی اپنی (چھوڑی ہوئی) رکعت ادا کر لی۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَّحُذَيْفَةَ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّأَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَّسَهْلِ ابْنِ أَبِي حَثْمَةَ وَأَبِي عَيَّاشٍ الزُّرَقِيِّ - وَاسْمُهُ زَيْدُ بْنُ صَامِتٍ - وَّأَبِي بَكْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَقَدْ ذَهَبَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ فِي صَلَاةِ الْخَوْفِ إِلٰى حَدِيثِ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ. وَقَالَ أَحْمَدُ: قَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ صَلَاةُ الْخَوْفِ عَلٰى أَوْجُهٍ، وَّمَا أَعْلَمُ فِي هٰذَا الْبَابِ إِلَّا حَدِيثًا صَحِيحًا، وَّأَخْتَارُ حَدِيثَ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ. وَهٰكَذَا قَالَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: ثَبَتَتِ الرِّوَايَاتُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي صَلَاةِ الْخَوْفِ، وَرَأٰى أَنَّ كُلَّ مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي صَلَاةِ الْخَوْفِ فَهُوَ جَائِزٌ وَّهٰذَا عَلٰى قَدْرِ الْخَوْفِ. قَالَ إِسْحَاقُ: وَلَسْنَا نَخْتَارُ حَدِيثَ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ عَلٰى غَيْرِهِ مِنَ الرِّوَايَاتِ. وَحَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَّقَدْ رَوَاهُ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ.

اس مسئلے میں سیدنا جابر، حذیفہ، زید بن ثابت، ابن عباس، ابوہریرہ، ابن مسعود، سہل بن ابی حثمہ، ابو عیاش زُرقی جن کا نام زید بن صامت ہے اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے نماز خوف میں سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو (جو آگے آ رہی ہے) اختیار کیا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ سے نمازِ خوف مختلف صورتوں میں پڑھنا منقول ہے اور اس سلسلے کی تمام احادیث میرے علم میں صحیح ہیں، جبکہ میں سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو پسند کرتا ہوں۔ اسحاق بن ابراہیم کا قول بھی یہی ہے کہ نبی ﷺ سے نمازِ خوف کے بارے میں مختلف روایات ثابت ہیں۔ اور آپ سے نماز خوف کی جو صورتیں منقول ہیں، سب جائز ہیں۔ ان میں خوف کی کیفیت کا لحاظ رکھا جائے گا۔ اور امام اسحاق فرماتے ہیں: ہم سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو دوسری روایات پر ترجیح نہیں دیتے۔ (امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور موسیٰ بن عقبہ، نافع کے واسطے سے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح بیان کرتے ہیں۔

فائدہ: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے شیخ ابوالفضل رحمہ اللہ (علامہ حسین عراقی) نے شرح ترمذی میں نماز خوف کی سترہ صورتیں بیان کی ہیں جن کا ایک دوسرے میں تداخل ممکن ہے۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں اصولی طور پر چھ صورتیں

بنائی ہیں۔ (فتح الباري: 555/2) ائمہ کے اس کے بارے میں تین موقف ہیں: * امام احمد اور اسحاق رحمہ اللہ کے نزدیک ثابت شدہ تمام صورتیں جائز ہیں۔ امام اسحاق نے کسی صورت کو ترجیح نہیں دی، جبکہ امام احمد نے سہل بن ابی حثمہ والی صورت کو ترجیح دی ہے کہ امام کے ساتھ ایک گروہ ایک رکعت پڑھے اور دوسرا گروہ دشمن کے سامنے کھڑا رہے۔ جب امام پہلی رکعت مکمل کرلے تو پہلا گروہ اپنی دوسری رکعت پوری کرلے اور سلام پھیر کر دشمن کے سامنے چلا جائے اور دوسرا گروہ امام کے پیچھے آجائے جو ایک رکعت پڑھ کر ان کے انتظار میں کھڑا ہوگا۔ امام ان کو ایک رکعت پڑھادے اور سلام پھیرلے اور یہ لوگ کھڑے ہوکر اپنی دوسری رکعت پڑھ لیں لیکن صالح بن خوات کی سنن ابی داود والی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام دوسری رکعت کے بعد تشہد میں ان کا انتظار کرے اور جب وہ اپنی دوسری رکعت پوری کرکے تشہد پڑھ لیں تو ان کے ساتھ سلام پھیر دے۔ قرآن مجید کی آیت سے اس کی تائید ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَوٰةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوٓا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن وَرَآئِكُمْ وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ...... ﴾ ''اور جب آپ ان میں موجود ہوں اور ان کے لیے نماز کھڑی کریں تو لازم ہے کہ ان کی ایک جماعت آپ کے ساتھ اپنے ہتھیار لے کر کھڑی ہو۔ جب یہ نماز پڑھ لیں تو یہ تمھارے پیچھے چلے جائیں، اور جس گروہ نے نماز نہیں پڑھی وہ آکر آپ کے ساتھ نماز پڑھیں۔'' (النسآ 102:4) اس طرح ایک گروہ نے آپ کے ساتھ پہلی رکعت میں شریک ہوکر نماز مکمل کی اور چلا گیا اور دوسرے گروہ نے دوسری رکعت میں شریک ہوکر نماز کی تکمیل آپ کے ساتھ کرلی۔ گویا ایک گروہ تکبیر تحریمہ میں شریک ہوا اور دوسرا سلام میں۔ * امام مالک اور شافعی رحمہ اللہ نے سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کی روایت والی اس مذکورہ بالا صورت کو اختیار کیا ہے جس میں دوسرے گروہ نے امام کے ساتھ سلام پھیرا ہے اور امام مالک کا ایک قول یہ بھی ہے کہ امام پہلے سلام پھیر دے۔ * امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک، پہلا گروہ امام کے ساتھ ایک رکعت اور دوسرا گروہ آکر دوسری رکعت امام کے ساتھ پڑھ کر چلا جائے۔ پھر پہلا گروہ آکر اپنی نماز پوری کرلے اس کے بعد دوسرا گروہ بھی آکر اپنی نماز پوری کرلے۔ احناف نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو اسی پر محمول کیا ہے، حالانکہ اس کی دلیل کوئی نہیں۔ اس کی بظاہر صورت یہی ہے کہ دوسرے گروہ نے یہیں اپنی نماز پوری کرلی ہے پھر دشمن کے سامنے چلا گیا ہے اور پہلے گروہ نے ان کے جانے کے بعد وہیں اپنی نماز مکمل کرلی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے طریقے کے مطابق بار بار آنے جانے کی ضرورت نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حنفیوں والا طریقہ کسی (مرفوع) حدیث سے ثابت ہی نہیں ہے۔ مراد سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے جسے احناف اپنے طریقے پر محمول کرتے ہیں۔ (فتح الباري: 555/2، دارالسلام) اور علامہ آلوسی نے شوافع اور احناف سے الگ، اس آیت کے ایک تیسرے معنی بیان کیے ہیں کہ ''نبی ﷺ نے ہر گروہ کو الگ الگ نماز پڑھائی ہے۔'' روح المعانی میں اس آیت کی تفسیر دیکھیے۔ صحیح بات یہی ہے کہ حالات کے مطابق احادیث سے ثابت کوئی سی بھی صورت اختیار کی جاسکتی ہے۔

٥٦٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ

[565] سیدنا سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

٥٦٥- أخرجه البخاري، المغازي، باب غزوة ذات الرقاع، ح: ٤١٣١ من حديث يحيى القطان، ومسلم، ح: ٨٤١ من حديث القاسم بن محمد به.

سَعِيدٍ الْقَطَّانُ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ أَنَّهُ قَالَ فِي صَلَاةِ الْخَوْفِ، قَالَ: يَقُومُ الْإِمَامُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَتَقُومُ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ مَعَهُ، وَطَائِفَةٌ مِّنْ قِبَلِ الْعَدُوِّ وُجُوهُهُمْ إِلَى الْعَدُوِّ، فَيَرْكَعُ بِهِمْ رَكْعَةً، وَيَرْكَعُونَ لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً، وَيَسْجُدُونَ لِأَنْفُسِهِمْ سَجْدَتَيْنِ فِي مَكَانِهِمْ، ثُمَّ يَذْهَبُونَ إِلَى مَقَامِ أُولَئِكَ وَيَجِيءُ أُولَئِكَ فَيَرْكَعُ بِهِمْ رَكْعَةً وَيَسْجُدُ بِهِمْ سَجْدَتَيْنِ فَهِيَ لَهُ ثِنْتَانِ وَلَهُمْ وَاحِدَةٌ ثُمَّ يَرْكَعُونَ رَكْعَةً وَيَسْجُدُونَ سَجْدَتَيْنِ.

نماز خوف پڑھنے کی صورت یہ ہے کہ امام قبلہ رخ کھڑا ہو اور ایک گروہ اس کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور ایک گروہ دشمن کے مقابلے میں رہے اور اس کا رخ دشمن کی طرف ہو۔ امام ان کو ایک رکعت پڑھا دے اور ایک رکعت وہ خود پڑھ لیں، اسی جگہ اپنے طور پر دو سجدے کر لیں۔ پھر دوسرے گروہ کی جگہ پر چلے جائیں اور وہ لوگ آ جائیں۔ امام ان کے ساتھ ایک رکوع اور دو سجدے کرے۔ اس طرح امام کی دو رکعتیں ہو جائیں گی اور ان کی ایک ایک رکعت ہوگی۔ پھر وہ اپنے طور پر ایک رکوع اور دو سجدے کر لیں۔

٥٦٦- [قَالَ أَبُو عِيسَى:] قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: سَأَلْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ فَحَدَّثَنِي، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ وَقَالَ لِي [يَحْيَى]: أُكْتُبْهُ إِلَى جَنْبِهِ، وَلَسْتُ أَحْفَظُ الْحَدِيثَ وَلَكِنَّهُ مِثْلُ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ.

[566] محمد بن بشار بیان کرتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید (قطان) سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا (جسے یحییٰ بن سعید انصاری نے قاسم بن محمد کے واسطے سے سیدنا سہل بن ابی حثمہ کا قول قرار دیا ہے) تو انھوں نے اسے شعبہ کی سند سے سیدنا سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یحییٰ بن سعید انصاری کی مذکورہ بالا حدیث ہی کی طرح بیان کیا اور مجھ سے کہا: اسے موقوف کے ساتھ ہی لکھ لو۔ مجھے یہ حدیث یاد تو نہیں لیکن یہ یحییٰ بن سعید انصاری کی حدیث ہی کی طرح ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ لَمْ يَرْفَعْهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، وَهَكَذَا رَوَاهُ أَصْحَابُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ مَوْقُوفًا، وَرَفَعَهُ شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ یحییٰ بن سعید انصاری نے اسے قاسم بن محمد کی سند سے مرفوعاً بیان نہیں کیا، اس لیے یحییٰ بن سعید انصاری کے شاگرد اسے موقوف ہی بیان کرتے ہیں۔ اور شعبہ نے اسے عبدالرحمن بن قاسم بن محمد کی سند سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔

٥٦٦- أخرجه البخاري من حديث القطان، ومسلم من حديث شعبة به وانظر الحديث السابق.

٥٦٧- وَرَوٰى مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ، عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَمَّنْ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ صَلَاةَ الْخَوْفِ فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

[567] صالح بن خوات رحمہ اللہ نبی ﷺ کے ساتھ نماز خوف پڑھنے والی شخصیت سے مذکورہ بالا جیسی صورت بیان کرتے ہیں۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَبِهِ يَقُولُ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. وَرُوِيَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى بِإِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ رَكْعَةً رَكْعَةً فَكَانَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ رَكْعَتَانِ وَلَهُمْ رَكْعَةٌ رَكْعَةٌ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى: أَبُو عَيَّاشٍ الزُّرَقِيُّ اسْمُهُ: زَيْدُ ابْنُ صَامِتٍ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام مالک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول یہی ہے۔ کئی راویوں سے منقول ہے کہ نبی ﷺ نے دونوں گروہوں کو ایک ایک رکعت پڑھائی۔ اس طرح نبی ﷺ کی دو رکعتیں ہو گئیں اور ان کی ایک ایک رکعت ہوئی۔ امام صاحب فرماتے ہیں: ابوعیاش زُرقی رضی اللہ عنہ کا نام زید بن صامت ہے۔

(المعجم ٤٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي سُجُودِ الْقُرْآنِ (التحفة ٢٨٢)

باب: 47۔ قرآن مجید کے سجدوں کا بیان

٥٦٨- حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ عُمَرَ الدِّمَشْقِيِّ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: سَجَدْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِحْدٰى عَشْرَةَ سَجْدَةً مِّنْهَا الَّتِي فِي النَّجْمِ.

[568] سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گیارہ سجدے کیے، ان میں سورۂ نجم کا سجدہ بھی ہے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي الدَّرْدَاءِ حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ

اس مسئلے میں سیدنا علی، ابن عباس، ابوہریرہ، ابن مسعود، زید بن ثابت اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابودرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث غریب ہے۔ ہمارے علم کے مطابق اسے عمر دمشقی سے

٥٦٧ـ أخرجه البخاري، ح: ٤١٢٩، ومسلم، ح: ٨٤٢ من حديث مالك به وهو في الموطأ: ١/ ١٨٣.

٥٦٨ـ [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب عدد سجود القرآن، ح: ١٠٥٥ من حديث عبدالله بن وهب به * عمر ابن حيان الدمشقي مجهول (تقريب) وبينه وبين أم الدرداء رجل مجهول، انظر الحديث الآتي * وفي الباب عن علي [البيهقي: ٢/ ٣١٥ موقوف]، وابن عباس [البخاري، ح: ١٠٦٩]، وأبي هريرة [البخاري، ح: ١٠٦٨ ومسلم، ح: ٨٨٠]، وابن مسعود [البخاري، ح: ١٠٦٧ ومسلم، ح: ٥٧٦]، وزيد بن ثابت [البخاري، ح: ١٠٧٢ ومسلم، ح: ٥٧٧]، وعمرو بن العاص [أبوداود، ح: ١٤٠١].

عَنْ عُمَرَ الدِّمَشْقِيِّ.

صرف سعید بن ابی ہلال ہی بیان کرتے ہیں۔

۵۶۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ ابْنِ يَزِيدَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ عُمَرَ، وَهُوَ ابْنُ حَيَّانَ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ مُخْبِرًا يُخْبِرُنِي، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: سَجَدْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِحْدٰى عَشْرَةَ سَجْدَةً مِّنْهَا الَّتِي فِي النَّجْمِ.

[569] سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گیارہ سجدے کیے، ان میں سورۂ نجم کا سجدہ بھی ہے۔

وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ سُفْيَانَ بْنِ وَكِيعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ وَهْبٍ.

یہ روایت (سنداً) مذکورہ بالا حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

فوائد و مسائل: ① مشہور قول کے مطابق امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک سجدوں کی تعداد چودہ ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سورۂ حج کے دوسرے سجدے کے قائل نہیں ہیں جبکہ امام شافعی سورۂ حج میں دو سجدے تسلیم کرتے ہیں اور سورۂ ص کے سجدے کے قائل نہیں ہیں۔ ② امام احمد، اسحاق، سفیان اور ابن المبارک رحمہم اللہ کے نزدیک پندرہ سجدے ہیں۔ امام مالک اور شافعی رحمہما اللہ کا ایک قول یہی ہے۔ اور صحیح موقف یہی ہے کہ قرآن مجید کے کل سجدوں کی تعداد پندرہ ہے۔

(المعجم ٤٨) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْمَسَاجِدِ (التحفة ٢٨٣)

باب: 48۔ عورتوں کا مساجد میں جانا

۵۷۰- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ائْذَنُوا لِلنِّسَاءِ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسَاجِدِ» فَقَالَ ابْنُهُ: وَاللهِ! لَا نَأْذَنُ لَهُنَّ يَتَّخِذْنَهُ دَغَلًا، فَقَالَ: فَعَلَ اللهُ بِكَ وَفَعَلَ، أَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَتَقُولُ: لَا نَأْذَنُ [لَهُنَّ]؟.

[570] امام مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ہم ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مجلس میں تھے کہ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”عورتوں کو رات کے وقت مساجد میں جانے کی اجازت دے دیا کرو۔“ تو ان کے بیٹے نے کہا: اللہ کی قسم! ہم ان کو اجازت نہیں دیں گے۔ وہ اس کو فساد و بگاڑ اور فریب کا ذریعہ بنالیں گی۔ اس پر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ یہ یہ سلوک کرے، میں بتارہا

۵٦٩- [ضعيف] انظر الحديث السابق.

۵۷۰- أخرجه مسلم، الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد إذا لم يترتب عليه فتنة . . . إلخ، ح: ٤٤٢ من حديث عيسى بن يونس، والبخاري، ح: ٨٩٩ من حديث مجاهد به * وفي الباب عن أبي هريرة [أبو داود، ح: ٥٦٥]، وزينب امرأة عبدالله بن مسعود [مسلم، ح: ٤٤٣]، وزيد بن خالد [أحمد: ٥/ ١٩٢، ١٩٣ وابن حبان، ح: ٣٢٦].

ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور تو کہہ رہا ہے: ہم ان کو اجازت نہیں دیں گے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَّزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ، سیدہ زینب زوجۂ عبداللہ بن مسعود اور سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں نے اگر گھر سے کسی ضرورت کے لیے نکلنا ہو حتیٰ کہ عبادت و اطاعت کا کام بھی ہو اور مساجد میں نماز کے لیے حاضر ہونا ہو تو بھی خاوند یا اپنے سرپرست کی اجازت سے نکلیں۔ اور سنن ابوداود، حدیث:565 میں ہے کہ وہ زیب و زینت اور خوشبو لگا کر نہ نکلیں۔ جب سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے بلال نے یہ کہا کہ ہم ان کو گھروں سے نکلنے کی اجازت نہیں دیں گے کیونکہ وہ اس کو فساد اور بگاڑ کا ذریعہ بنا لیں گی، اس لیے کہ حالات میں تبدیلی آ چکی ہے۔ ان کے اس جواب پر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بہت زیادہ ناراض ہوگئے کیونکہ ظاہری طور پر اس سے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے سامنے اپنی رائے پیش کر کے اس کو ترجیح دے رہے ہیں جبکہ حدیث کی مخالفت ایک غیرت مند مسلمان برداشت نہیں کر سکتا، اس لیے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے جھڑکا اور سخت برا بھلا کہا۔ (تحفة الأحوذي:397/1)

(المعجم ٤٩) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي كَرَاهِيَةِ الْبُزَاقِ فِي الْمَسْجِدِ (التحفة ٢٨٣)

باب:49۔ مسجد میں تھوکنا مکروہ ہے

٥٧١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَّنْصُورٍ، عَنْ رِّبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُحَارِبِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا كُنْتَ فِي الصَّلَاةِ فَلَا تَبْزُقْ، عَنْ يَّمِينِكَ، وَلٰكِنْ خَلْفَكَ أَوْ تِلْقَاءَ شِمَالِكَ، أَوْ تَحْتَ قَدَمِكَ الْيُسْرٰى».

[571] سیدنا طارق بن عبداللہ محاربی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم نماز پڑھ رہے ہو تو اپنی دائیں جانب نہ تھوکو، لیکن اپنے پیچھے یا بائیں جانب یا بائیں پاؤں کے نیچے تھوک لو۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَّابْنِ عُمَرَ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ نے فرمایا: اس مسئلے میں سیدنا ابوسعید،

٥٧١- أخرجه النسائي، المساجد، باب الرخصة للمصلي أن يبصق خلفه أو تلقاء شماله: ٢/ ٥٢، ح:٧٢٧، من حديث يحيى القطان به، وسفيان الثوري صرح بالسماع وصححه ابن خزيمة، ح:٨٧٦ * وفي الباب عن أبي سعيد [البخاري، ح:٤٠٨ ومسلم، ح:٥٤٨]، وابن عمر [البخاري، ح:٤٠٦ ومسلم، ح:٥٤٧]، وأنس [يأتي:٥٧٢]، وأبي هريرة [البخاري، ح:٤٠٨، ٤٠٩ ومسلم، ح:٥٥٠] * قول وكيع في ربعي: إسناده صحيح.

وَأَنَسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَحَدِيثُ طَارِقٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ. [قَالَ:] وَسَمِعْتُ الْجَارُودَ يَقُولُ: سَمِعْتُ وَكِيعًا يَقُولُ: لَمْ يَكْذِبْ رِبْعِيُّ بْنُ حِرَاشٍ فِي الْإِسْلَامِ كَذْبَةً. [قَالَ:] وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: أَثْبَتُ أَهْلِ الْكُوفَةِ مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ.

ابن عمر، انس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: طارق بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ امام وکیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ربعی بن حراش رحمہ اللہ نے اسلام لانے کے بعد ایک دفعہ بھی جھوٹ نہیں بولا۔ اور عبدالرحمن بن مہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل کوفہ میں سب سے زیادہ ثقہ منصور بن معتمر ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مجبوری اور اضطرار کی حالت میں نمازی مسجد میں تھوک سکتا ہے، عام حالات میں نہیں۔ نماز کی حالت میں بھی سامنے نہ تھوکے کیونکہ سامنے قبلہ ہے اور یہ قبلے کے احترام و تعظیم کے منافی ہے۔ نمازی اللہ تعالیٰ سے سرگوشیاں اور مناجات کر رہا ہوتا ہے، مشاہدۂ حق کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہے، اس لیے سامنے تھوکنا اس کی عظمت و تقدس اور احترام کے منافی ہے جبکہ دائیں طرف تھوکنا نیکیاں لکھنے والے فرشتے کے احترام کے منافی ہے، اس لیے اگر بائیں طرف کوئی نمازی موجود ہو تو بائیں طرف تھوکنا بھی درست نہیں ہوگا، اس صورت میں مسجد کا فرش اگر کچا ہو تو بائیں پاؤں تلے تھوک لے وگرنہ اپنے کپڑے میں تھوک کر اس کو مسل دے۔

٥٧٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا».

[572] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسجد میں تھوکنا غلطی ہے اور اس کا کفارہ، اسے دفن کرنا ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: [وَ]هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: امام نووی رحمہ اللہ کے نزدیک مسجد میں تھوکنا غلطی ہے، چاہے دفن کرنے کی نیت ہی سے تھوکے، لیکن اگر تھوک لیا ہے تو اس غلطی کا کفارہ یہ ہے کہ اسے دفن کر دے۔ قاضی عیاض کے نزدیک اگر دفن کرنے کی نیت ہو تو پھر غلطی نہیں، اگر دفن نہیں کیا تو غلطی ہے۔ آج کل پختہ مساجد میں دفن کا امکان نہیں ہے، اس لیے اگر عادت ہو تو تھوک دان رکھے، وگرنہ کپڑے میں تھوک لے۔

نوٹ: معلوم نہیں، ابواب المساجد سے متعلقہ یہ دو باب، سجود القرآن کے ابواب کے درمیان کیسے آ گئے ہیں؟ بقول علامہ احمد محمد شاکر رحمہ اللہ تمام نسخوں میں صورت حال یہی ہے اور یہ صورت مصنف کے اسلوب و انداز اور ترتیب ابواب کے منافی ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٥٠) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي السَّجْدَةِ فِي ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾ وَ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ (التحفة ٢٨٥)

باب: 50- سورت ﴿إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝﴾ اور ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝﴾ کے سجدے کا بیان

٥٧٢- أخرجه مسلم، المساجد، باب النهي عن البصاق في المسجد ... إلخ، ح: ٥٥٢ عن قتيبة، والبخاري، ح: ٤١٥ من حديث قتادة به.

٥٧٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسٰى، عَنْ عَطَاءِ بْنِ مِينَاءَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَجَدْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾ وَ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾.

[573] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سورت ﴿إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ○﴾ اور ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾ میں سجدہ کیا۔

٥٧٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ [بْنُ عُيَيْنَةَ] عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ [هُوَ] ابْنُ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ أَبِي بَكْرِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ.

[574] قتیبہ کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مذکورہ بالا روایت کی مثل مروی ہے۔

وَفِي [هٰذَا] الْحَدِيثِ أَرْبَعَةٌ مِّنَ التَّابِعِينَ بَعْضُهُمْ، عَنْ بَعْضٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَّالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ يَرَوْنَ السُّجُودَ فِي ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾ وَ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾.

اور اس سند میں چار تابعی ایک دوسرے سے روایت کر رہے ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اکثر اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ ان کی رائے میں ان دونوں سورتوں میں سجدہ کیا جائے گا۔

فائدہ: اس حدیث سے امام مالک رحمہ اللہ کی تردید ہوتی ہے جن کے نزدیک مفصل سورتوں (آخری منزل) میں کوئی سجدہ نہیں ہے اور اس موقف کی بھی تردید ہوتی ہے کہ ان سورتوں میں مکے میں سجدہ تھا لیکن مدینہ میں منسوخ ہوگیا، کیونکہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سات ہجری میں مسلمان ہوئے تھے اور انھوں نے خود نبی ﷺ کے ساتھ سجدہ کیا تھا۔

(المعجم ٥١) بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّجْدَةِ فِي النَّجْمِ (التحفة ٢٨٦)

باب: 51۔ سورۂ نجم میں سجدے کا بیان

٥٧٥- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِاللهِ الْبَزَّازُ

[575] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ

٥٧٣- أخرجه مسلم، المساجد، باب سجود التلاوة، ح:١٠٨/٥٧٨ من حديث سفيان بن عيينة به، و رواه البخاري، ح:٧٦٦ من حديث أبي هريرة به.

٥٧٤- أخرجه النسائي، الافتتاح، باب السجود في "إذا السماء انشقت": ٢/ ١٦١، ح: ٩٦٥ عن قتيبة به، وسفيان بن عيينة صرح بالسماع عند الحميدي، ح:٩٩٨ وهو في مسند عمر بن عبدالعزيز للباغندي، ح: ٣١.

٥٧٥- أخرجه البخاري، سجود القرآن، باب سجود المسلمين مع المشركين . . . إلخ، ح:١٠٧١ من حديث عبدالوارث بن سعيد به * وفي الباب عن ابن مسعود [البخاري، ح:١٠٦٧ ومسلم، ح:٥٧٦]، وأبي هريرة [أحمد: ٢/ ٣٠٤، ٤٤٣].

[البَغْدَادِيُّ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: سَجَدَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِيهَا يَعْنِي النَّجْمَ وَالْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ.

ﷺ نے سورۂ نجم میں سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ (موجود) مسلمانوں، مشرکوں، جنوں اور انسانوں نے بھی سجدہ کیا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ يَرَوْنَ السُّجُودَ فِي سُورَةِ النَّجْمِ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: لَيْسَ فِي الْمُفَصَّلِ سَجْدَةٌ، وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَالْقَوْلُ الْأَوَّلُ أَصَحُّ، وَبِهِ يَقُولُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن مسعود اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ ان کی رائے میں سورۂ نجم میں سجدہ کیا جائے گا۔ اور بعض اہل علم صحابہ و تابعین کے نزدیک مفصل سورتوں میں سجدہ نہیں ہے۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ لیکن پہلا قول (سجدے والا) صحیح تر ہے۔ امام ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد، اسحاق (اور احناف) کا یہی قول ہے۔

فائدہ: نبی اکرم ﷺ نے جب سورۂ نجم کی تلاوت کی تو تمام حاضرین و سامعین مسحور ہو گئے اور ان کے لیے۔ سوائے ایک بدبخت کے۔ سجدہ کیے بغیر چارہ نہ رہا۔

(المعجم ٥٢) بَابُ مَا جَاءَ مَنْ لَمْ يَسْجُدْ فِيهِ (التحفة ٤٢٨)

باب: 52۔ جو شخص سورۃ النجم میں سجدہ نہ کرے

٥٧٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُسَيْطٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ النَّجْمَ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيهَا.

[576] سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو سورۂ نجم سنائی تو آپ نے اس میں سجدہ نہ کیا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَتَأَوَّلَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ هٰذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ: إِنَّمَا تَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ السُّجُودَ لِأَنَّ زَيْدَ ابْنَ ثَابِتٍ حِينَ قَرَأَ فَلَمْ يَسْجُدْ لَمْ يَسْجُدِ النَّبِيُّ ﷺ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ نبی ﷺ نے سجدہ اس لیے چھوڑ دیا کیونکہ قراءت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کی تھی اور انھوں نے سجدہ نہ

٥٧٦- أخرجه البخاري، سجود القرآن، باب من قرأ السجدة ولم يسجد، ح: ١٠٧٣ من حديث محمد بن عبدالرحمن بن أبي ذئب، ومسلم، ح: ٥٧٧ من حديث يزيد بن عبد الله بن قسيط به ※ حديث عمر، أخرجه البخاري، ح: ١٠٧٧.

وَقَالُوا: السَّجْدَةُ وَاجِبَةٌ عَلٰى مَنْ سَمِعَهَا وَلَمْ يُرَخِّصُوا فِي تَرْكِهَا. وَقَالُوا: إِنْ سَمِعَ الرَّجُلُ وَهُوَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوءٍ فَإِذَا تَوَضَّأَ سَجَدَ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ [الثَّوْرِيِّ] وَأَهْلِ الْكُوفَةِ، وَبِهِ يَقُولُ إِسْحَاقُ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِنَّمَا السَّجْدَةُ عَلٰى مَنْ أَرَادَ أَنْ يَسْجُدَ فِيهَا وَالْتَمَسَ فَضْلَهَا، وَرَخَّصُوا فِي تَرْكِهَا إِنْ أَرَادَ ذٰلِكَ، وَاحْتَجُّوا بِالْحَدِيثِ الْمَرْفُوعِ، حَدِيثِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ [حَيْثُ] قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ النَّجْمَ فَلَمْ يَسْجُدْ [فِيهَا] فَقَالُوا: لَوْ كَانَتِ السَّجْدَةُ وَاجِبَةً لَمْ يَتْرُكِ النَّبِيُّ ﷺ زَيْدًا حَتّٰى كَانَ يَسْجُدُ وَيَسْجُدُ النَّبِيُّ ﷺ. وَاحْتَجُّوا بِحَدِيثِ عُمَرَ: أَنَّهُ قَرَأَ سَجْدَةً عَلَى الْمِنْبَرِ فَنَزَلَ فَسَجَدَ، ثُمَّ قَرَأَهَا فِي الْجُمُعَةِ الثَّانِيَةِ فَتَهَيَّأَ النَّاسُ لِلسُّجُودِ، فَقَالَ: إِنَّهَا لَمْ تُكْتَبْ عَلَيْنَا إِلَّا أَنْ نَشَاءَ فَلَمْ يَسْجُدْ وَلَمْ يَسْجُدُوا، فَذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلٰى هٰذَا وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ.

کیا تو نبی ﷺ نے بھی سجدہ نہ کیا۔ ان حضرات کے نزدیک (آیت) سجدہ سننے والے پر سجدہ کرنا لازم ہے اور اس کے چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر انسان اس حالت میں آیتِ سجدہ سنے کہ وہ بلا وضو ہو تو جب وضو کرے، سجدہ کرلے۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے اور اسحاق بھی اسی کے قائل ہیں۔ اور بعض اہل علم کہتے ہیں کہ سجدہ اس پر ہے جو اس میں سجدہ کرنا چاہے اور اس کے فضل و ثواب کا متلاشی ہو، اور انھوں نے۔ اگر وہ چاہے تو۔ اس کے ترک کی اجازت دی ہے۔ ان حضرات نے سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی مذکورہ مرفوع حدیث کو دلیل بنایا ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو سورۂ نجم سنائی تو آپ نے اس میں سجدہ نہ کیا۔ وہ کہتے ہیں: اگر سجدہ کرنا لازم ہوتا تو نبی ﷺ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس کے چھوڑنے کی اجازت نہ دیتے، ان سے سجدہ کروا کر خود بھی سجدہ کرتے۔ ان کا استدلال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی ہے کہ انھوں نے منبر پر آیت سجدہ پڑھی اور اتر کر سجدہ کیا، پھر اگلے جمعے وہی آیت پڑھی اور لوگ سجدے کے لیے تیار ہوگئے تو انھوں نے فرمایا: یہ سجدہ ہم پر فرض نہیں کیا گیا الا یہ کہ ہم چاہیں، چنانچہ انھوں نے سجدہ نہ کیا اور نہ لوگوں نے کیا۔ بعض اہل علم کا قول یہی ہے۔ امام شافعی اور احمد ؒ یہی کہتے ہیں۔

فائدہ: سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پڑھنے والے پر سجدہ لازم نہیں، اگر پڑھنے والے پر سجدہ لازم ہوتا تو رسول اللہ ﷺ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کو سجدہ کرنے کا حکم دیتے۔ جب پڑھنے والے پر سجدہ کرنا لازم نہیں تو سننے والے پر کیسے لازم ہوسکتا ہے۔ اگر سننے والے پر لازم ہوتا تو نبی ﷺ سجدہ کرتے اور اگر یہ پڑھنے والے کے سجدہ پر موقوف ہوتا تو آپ سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے سجدہ کرواتے۔ اس کی تائید سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فعل سے ہوتی ہے جس پر کسی صحابی نے اعتراض نہیں کیا۔ اس طرح گویا اس پر صحابہ کا اجماع ہوگیا۔ تاہم جن لوگوں کے نزدیک سجدۂ تلاوت واجب ہے، انھوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فعل کی عجیب و غریب توجیہ کی ہے۔ ملاحظہ ہو: (معارف السنن: 75/5)

(المعجم ٥٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّجْدَةِ فِي ص

(التحفة ٢٨٨)

باب: 53۔ سورۂ ص کا سجدہ

٥٧٧- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَسْجُدُ فِي صٓ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَلَيْسَتْ مِنْ عَزَائِمِ السُّجُودِ.

[577] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو سورۂ صٓ میں سجدہ کرتے دیکھا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ ان سجدوں میں سے نہیں جن کے بارے میں لازمی تاکید آئی ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ فِي هٰذَا، فَرَأَى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ يَسْجُدَ فِيهَا. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ [الثَّوْرِيِّ] وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهَا تَوْبَةُ نَبِيٍّ وَلَمْ يَرَوُا السُّجُودَ فِيهَا.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم صحابۂ کرام اور دیگر علماء کا اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض اہل علم کا یہ موقف ہے کہ اس میں سجدہ کرنا چاہیے، سفیان ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے اور بعض کا خیال ہے کہ اس میں ایک نبی کی توبہ کا بیان ہے اور اس میں (ہم پر) سجدہ نہیں ہے۔

فائدہ: بعض سجدوں کا حکم تاکیدی ہے اور بعض کا حکم تاکیدی نہیں، لیکن اجر وثواب کے حصول اور رسول اکرم ﷺ کے اتباع میں حتی الوسع ہر جگہ سجدہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا ایک قول احناف کی طرح یہ ہے کہ یہ عزیمت والے سجدوں میں سے ہے۔ چونکہ امام شافعی اس کو عزیمت وتاکید والے کلمات سے نہیں سمجھتے، اس لیے ان کے نزدیک نماز سے خارج تو سجدہ کیا جائے نماز کے اندر نہیں۔ عام شوافع کا یہی موقف ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کو بھی ان لوگوں میں شمار کیا ہے جو اس میں نماز کے اندر بھی سجدہ کرنے کے قائل ہیں۔

(المعجم ٥٤) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي السَّجْدَةِ فِي الْحَجِّ

(التحفة ٢٨٩)

باب: 54۔ سورۂ حج کا سجدہ

٥٧٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ

[578] سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں

٥٧٧ـ أخرجه الحميدي، ح: ٤٧٧ عن سفيان بن عيينة، والبخاري، ح: ١٠٦٩ من حديث أيوب السختياني به.

٥٧٨ـ [حسن بطرقه وشواهده دون قوله «ومن لم يسجدهما...»] أخرجه أبو داود، سجود القرآن، باب تفريع أبواب السجود وكم سجدة في القرآن؟، ح: ١٤٠٢ من حديث ابن لهيعة به، وصرح بالسماع في رواية ابن وهب عنه (الحاكم: ٢/ ٣٩٠) والحديث صححه ميرك كما في مرقاة القاري * مشرح حسن الحديث، على الراجح، وثقه الجمهور ولم يثبت نصب المجانيق عنه * وفي الباب عن عمر بن الخطاب [مالك في الموطأ: ١/ ٢٠٥، ٢٠٦ والبيهقي: ٢/ ٣١٧] وابن عمر [مالك: ١/ ٢٠٦ والبيهقي].

مُشْرَحِ بْنِ هَاعَانَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! فُضِّلَتْ سُورَةُ الْحَجِّ بِأَنَّ فِيهَا سَجْدَتَيْنِ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَمَنْ لَمْ يَسْجُدْهُمَا فَلَا يَقْرَأْهُمَا.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِ[ذَاكَ] الْقَوِيِّ. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي هٰذَا، فَرُوِيَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَابْنِ عُمَرَ أَنَّهُمَا قَالَا: فُضِّلَتْ سُورَةُ الْحَجِّ بِأَنَّ فِيهَا سَجْدَتَيْنِ، وَبِهِ يَقُولُ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. وَرَأٰى بَعْضُهُمْ فِيهَا سَجْدَةً وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكٍ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ.

نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا سورۂ حج کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ اس میں دو سجدے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، جو ان دونوں سجدوں کو نہیں کرنا چاہتا، وہ ان کی قراءت ہی نہ کرے۔''

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند کوئی زیادہ قوی نہیں۔ اہل علم کا اس مسئلے میں اختلاف ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، ان دونوں نے فرمایا: سورۂ حج کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ اس میں دو سجدے ہیں۔ امام ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض کے نزدیک اس میں ایک سجدہ ہے۔ سفیان ثوری، مالک اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: صحیح موقف یہی ہے کہ اس سورت میں دو سجدے ہیں جیسا کہ بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے اور بعض حنفی علماء نے بھی اس قول کو تسلیم کیا ہے۔ (تحفة الأحوذي: 402/1)

(المعجم ٥٥) بَابُ مَا جَاءَ مَا يَقُولُ فِي سُجُودِ الْقُرْآنِ (التحفة ٢٩٠)

باب: 55۔ سجودِ قرآن میں کون سی دعا پڑھی جائے؟

٥٧٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ خُنَيْسٍ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ جُرَيْجٍ: يَا حَسَنُ! أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي رَأَيْتُنِي اللَّيْلَةَ وَأَنَا نَائِمٌ كَأَنِّي أُصَلِّي خَلْفَ شَجَرَةٍ فَسَجَدْتُ فَسَجَدَتِ الشَّجَرَةُ لِسُجُودِي، فَسَمِعْتُهَا وَهِيَ تَقُولُ: اللّٰهُمَّ! اكْتُبْ لِي بِهَا عِنْدَكَ أَجْرًا، وَضَعْ عَنِّي بِهَا وِزْرًا

[579] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آج رات میں نے خواب میں دیکھا، گویا کہ میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں تو میں نے سجدہ کیا اور میرے سجدہ کرنے پر درخت نے بھی سجدہ کیا تو میں نے اسے یہ کلمات کہتے سنا: [اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِي بِهَا عِنْدَكَ أَجْرًا... مِّنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ] ''اے اللہ! اس کے سبب میرے لیے اپنے ہاں اجر لکھ دے اور اس کے

٥٧٩ـ [حسن بالطرق والشواهد] أخرجه الحاكم: ١/ ٢١٩، ٢٢٠ من حديث محمد بن يزيد به سيأتي: ٣٤٢٤ وصححه ابن خزيمة: ١/ ٢٨٢، ح: ٥٦٢ وابن حبان، ح: ٦٩١ والخليلي والحاكم ووافقه الذهبي * وفي الباب عن أبي سعيد الخدري [لعله يشير إلى حديث أحمد: ٣/ ٨٤ وله لون آخر عند أبي يعلى، ح: ١٠٦٩ وغيره].

وَاجْعَلْهَا لِي عِنْدَكَ ذُخْرًا، وَتَقَبَّلْهَا مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ. قَالَ الْحَسَنُ: قَالَ لِي ابْنُ جُرَيْجٍ: قَالَ لِي جَدُّكَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَقَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ سَجْدَةً ثُمَّ سَجَدَ. [قَالَ] فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَسَمِعْتُهُ وَهُوَ يَقُولُ مِثْلَ مَا أَخْبَرَهُ الرَّجُلُ، عَنْ قَوْلِ الشَّجَرَةِ.

سبب مجھ سے گناہ اتار دے اور اسے میرے لیے اپنے ہاں ذخیرہ بنالے اور اسے مجھ سے اس طرح قبول فرما جیسا کہ تو نے اسے اپنے بندے داود سے قبول فرمایا ہے۔‘‘ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک سجدے والی آیت پڑھی اور اس میں سجدہ کیا اور میں نے آپ سے سنا کہ آپ وہی کلمات پڑھ رہے تھے جو اس شخص نے آپ کو درخت سے سنے ہوئے بتائے تھے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] غَرِيبٌ مِّنْ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے بھی ایک حدیث آئی ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم کے مطابق یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صرف اسی سند سے منقول ہے۔

فائدہ: سجدۂ تلاوت کی اصل دعا یہی ہے جو اس حدیث میں بیان ہوئی ہے، اس لیے اگلی حدیث میں آنے والی جو مشہور دعا [سَجَدَ وَجْهِيَ...] ہے، اسے نبی ﷺ نے مطلق سجدے میں پڑھا ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ جب آپ نے سجدہ کیا تو پڑھا: [اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِي خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ، تَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ] (صحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 771) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدۂ تلاوت کی اصل دعا وہی ہے جو مذکورہ حدیث میں بیان ہوئی۔ البتہ جس کو وہ یاد نہ ہو، وہ مشہور دعا پڑھ لے اور اصل دعا یاد کرنے کی کوشش کرے۔

٥٨٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ فِي سُجُودِ الْقُرْآنِ بِاللَّيْلِ: «سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِي خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ».

[580] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ رات کے وقت قرآن کے سجدے میں یہ پڑھتے تھے: [سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِي خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ] ’’میرا چہرہ سجدہ ریز ہوا، اس ذات کے لیے جس نے اسے وجود بخشا اور اپنے تصرف و طاقت سے اسے سننے اور دیکھنے کی قوت عنایت فرمائی۔‘‘

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٥٨٠- [صحيح لغيره في السجود مطلقا] أخرجه النسائي، التطبيق، نوع آخر: ٢/ ٢٢٢، ح: ١١٣٠ عن محمد بن بشار به، وله شاهد صحيح عند مسلم، ح: ٧٧١ في السجود مطلقًا.

فوائد ومسائل: ① جسے پہلی دعا یاد نہ ہو، وہ یہ دعا پڑھ سکتا ہے، ورنہ پہلی دعا کا پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ ② اس دعا میں مستدرک حاکم کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے: [فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ] (المستدرك للحاكم: 220/1، طبع قدیم)

(المعجم ٥٦) بَابُ مَا ذُكِرَ فِيمَنْ فَاتَهُ حِزْبُهُ مِنَ اللَّيْلِ فَقَضَاهُ بِالنَّهَارِ (التحفة ٢٩١)

باب: 56۔ جس کا رات کا وظیفہ رہ جائے وہ دن کو اس کی قضا ادا کرلے

٥٨١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ عَنْ يُونُسَ [بْنِ يَزِيدَ]، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ [الزُّهْرِيِّ] أَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ وَعُبَيْدَ اللّٰهِ [بْنَ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ]: أَخْبَرَاهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهِ أَوْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَقَرَأَهُ مَا بَيْنَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهُ كَأَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ».

[581] سیدنا عمر بن خطاب ؓ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو اپنے (معمول کی عبادت اور) وظیفے سے یا اس کے کچھ حصے سے سوتا رہ گیا تو اگر اس نے اسے نماز فجر اور نماز ظہر کے درمیان پڑھ لیا، تو اس کے لیے اسے یوں لکھا جائے گا گویا اس نے رات ہی کو پڑھا ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، [قَالَ:] وَأَبُو صَفْوَانَ اسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ الْمَكِّيُّ وَرَوٰى عَنْهُ الْحُمَيْدِيُّ وَكِبَارُ النَّاسِ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابوصفوان کا نام عبداللہ بن سعید مکی ہے۔ اس سے حمیدی اور کبار (بڑے) لوگ روایت کرتے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① حزب سے مراد رات کا وہ وِرد یا وظیفہ ہے جسے وہ روزانہ رات کو پڑھتا ہے۔ وہ نماز ہو یا تلاوت قرآن، یا ذکر ودعا۔ ② اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رات کو کچھ نہ کچھ اچھا عمل پابندی کے ساتھ کرنا چاہیے۔ اگر وہ کسی رات نیند کے غلبے یا کسی عذر اور سبب سے رہ جائے تو اسے نماز فجر سے نماز ظہر کے درمیان پڑھ لینا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے چھوڑنے سے آہستہ آہستہ اس عمل میں کوتاہی اور غفلت وسستی کا شکار ہوجائے اور پھر اس کار خیر سے بالکل محروم ہو جائے۔ ③ سنتوں کی قضا دینے کا اصل مقصد بھی یہی ہے کہ انسان ان کا پابند رہے اور کاہلی وسستی اور غفلت کا شکار نہ ہو۔

(المعجم ...) بَابُ مَا جَاءَ مِنَ التَّشْدِيدِ فِي الَّذِي يَرْفَعُ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ (التحفة ٢٩٢)

باب: ...... امام سے پہلے سر اٹھانے کے بارے میں سخت وعید

٥٨٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ

[582] سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ محمد ﷺ

٥٨١- أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب جامع صلاة الليل . . . إلخ، ح: ٧٤٧ من حديث يونس الأيلي به.
٥٨٢- أخرجه مسلم، الصلاة، باب تحريم سبق الإمام بركوع أو سجود ونحوهما، ح: ٤٢٧ من حديث حماد بن زيد،

مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ وَهُوَ أَبُو الْحَارِثِ الْبَصْرِيُّ ثِقَةٌ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ مُحَمَّدٌ ﷺ: «أَمَا يَخْشَى الَّذِي يَرْفَعُ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يُحَوِّلَ اللهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ».

نے فرمایا: ''کیا بھلا جو آدمی (رکوع اور سجدے میں) امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے یہ خطرہ اور ڈر محسوس نہیں کرتا کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر میں نہ بدل دے۔''

قَالَ قُتَيْبَةُ: قَالَ حَمَّادٌ: قَالَ لِي مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ [وَ] إِنَّمَا قَالَ: «أَمَا يَخْشَى». قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ هُوَ بَصْرِيٌّ ثِقَةٌ [وَ] يُكْنٰى أَبَا الْحَارِثِ.

محمد بن زیاد کہتے ہیں: مجھے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے أَمَا يَخْشٰى ہی بیان کیا ہے۔ (بعض راویوں نے أَلَا يَخْشٰى کہا ہے۔) امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور محمد بن زیاد بصری ہے اور ثقہ ہے۔ اس کی کنیت ابوحارث ہے۔

فائدہ: رکوع یا سجدے میں امام سے پہلے سر اٹھانا یا ویسے ہی دیگر اعمال میں امام سے پہل کرنا انتہائی نامعقول حرکت اور جہالت کا کام ہے کیونکہ اس طرح انسان امام سے پہلے تو فارغ نہیں ہو جائے گا اور امام بنانے کا اصل مقصد اقتدا اور اتباع ختم ہو جائے گا، اس لیے اس طرز عمل پر انتہائی سخت تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کا سر گدھے کا بنا دے۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ عمل حرام ہے بلکہ امام احمد رحمہ اللہ کا ایک قول تو یہ ہے کہ ایسے شخص کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ یہ ایک سنگین دھمکی ہے جو اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے اور اس کی قدرت کا اظہار ہے کہ اگر وہ ایسا کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، اس لیے نمازی کو اس حرکت سے بچنا چاہیے۔ اور ضروری نہیں کہ ایسا کرنے والے کا سر واقعتاً گدھے کا بن جائے اگرچہ بننا ممکن ہے۔ ایک شخص کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس شرعی مخالفت پر اس کا سر گدھے کا بن گیا تھا۔ (تحفة الأحوذي: 404/1)

(المعجم ٥٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي الَّذِي يُصَلِّي الْفَرِيضَةَ ثُمَّ يَؤُمُّ النَّاسَ بَعْدَ ذٰلِكَ (التحفة ٢٩٢)

باب: 57۔ جو شخص فرض نماز پڑھ چکا ہو پھر دوبارہ لوگوں کی امامت کرائے

٥٨٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلٰى قَوْمِهِ فَيَؤُمُّهُمْ.

[583] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے تھے، پھر اپنی قوم میں جا کر ان کی امامت کرتے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

◄ والبخاري، ح: ٦٩١ من حديث محمد بن زياد به.

٥٨٣- أخرجه مسلم، الصلاة، باب القراءة في العشاء، ح: ٤٦٥ من حديث حماد بن زيد به واختصره البخاري، ح: ٧٠٠ من حديث عمرو بن دينار به * أثر أبي الدرداء لم أجده.

وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَصْحَابِنَا الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. قَالُوا: إِذَا أَمَّ الرَّجُلُ الْقَوْمَ فِي الْمَكْتُوبَةِ وَقَدْ كَانَ صَلَّاهَا قَبْلَ ذٰلِكَ أَنَّ صَلَاةَ مَنِ ائْتَمَّ بِهِ جَائِزَةٌ وَاحْتَجُّوا بِحَدِيثِ جَابِرٍ فِي قِصَّةِ مُعَاذٍ. وَهُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، عَنْ جَابِرٍ. وَرُوِيَ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْقَوْمُ فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ وهُوَ يَحْسَبُ أَنَّهَا صَلَاةُ الظُّهْرِ فَائْتَمَّ بِهِ. قَالَ: صَلَاتُهُ جَائِزَةٌ. وَقَدْ قَالَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ: إِذَا ائْتَمَّ قَوْمٌ بِإِمَامٍ وَهُوَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهَا الظُّهْرُ فَصَلّٰى بِهِمْ وَاقْتَدَوْا بِهِ، فَإِنَّ صَلَاةَ الْمُقْتَدِي فَاسِدَةٌ [إِذِ] اخْتَلَفَ نِيَّةُ الْإِمَامِ وَ[نِيَّةُ] الْمَأْمُومِ.

اور ہمارے (فقہاء) محدثین شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا عمل اسی پر ہے۔ ان کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص لوگوں کا فرض نماز میں امام بنے، جبکہ وہ اس سے پہلے اپنی فرض نماز پڑھ چکا ہو تو اس کے مقتدیوں کی نماز درست ہے اور انھوں نے دلیل کے طور پر سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کا واقعہ پیش کیا ہے جو سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ حدیث صحیح ہے جو سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے کئی سندوں سے منقول ہے۔ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ان سے ایک شخص کے بارے میں سوال ہوا جو مسجد میں داخل ہوتا ہے اور لوگ عصر کی نماز پڑھ رہے ہیں۔ وہ خیال کرتا ہے کہ یہ نمازِ ظہر ہے اور اس کی اقتدا کر لیتا ہے تو؟ انھوں نے کہا: اس کی ظہر کی نماز درست ہے۔ کچھ اہل کوفہ کا خیال ہے کہ جب کچھ لوگ امام کی اقتدا کریں جبکہ وہ عصر کی نماز پڑھا رہا ہو اور وہ یہ سمجھیں کہ یہ ظہر پڑھا رہا ہے تو مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ امام اور مقتدی کی نیت میں اختلاف واقع ہوا ہے۔

فائدہ: امام اور ماموم کی نیت کے مختلف ہونے کے بارے میں علماء وفقہاء کے موقف مختلف ہیں: * شوافع کہتے ہیں کہ نیت کے اختلاف کا کوئی اثر نہیں ہے، افعال میں اختلاف نہیں ہونا چاہیے، اس لیے نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی، فرض پڑھنے والے کے پیچھے نفل ادا کرنے والے کی اور ایک فرض پڑھنے والے کے پیچھے دوسرے فرض پڑھنے والے کی نماز ہو جاتی ہے۔ طاؤس، عطاء، اوزاعی، احمد، ابوثور، سلیمان بن حرب، داود اور ابن منذر رحمہم اللہ کا نظریہ یہی ہے۔ * نیت کا اختلاف مؤثر ہے، اس لیے فرض پڑھنے والے کے پیچھے نفل، نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض اور ایک فرض پڑھنے والے کے پیچھے دوسرا فرض درست اور جائز نہیں۔ حسن بصری، زہری، یحییٰ بن سعید انصاری، ربیعہ، ابوقلابہ اور امام مالک رحمہم اللہ کا ایک قول یہی ہے۔ * فرض، نفل کے پیچھے یا فرض دوسرے فرض کے پیچھے جائز نہیں اور نفل فرض کے پیچھے جائز ہے۔ سفیان ثوری اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی نظریہ ہے۔ اور امام مالک کا ایک قول یہی ہے۔ (شرح المهذب: 271/4) اور علامہ ابن قدامہ کے نزدیک امام احمد رحمہ اللہ کا ایک قول یہی ہے جسے اکثر حنابلہ نے اپنایا ہے اور دوسرا قول امام شافعی والا ہے۔ ابن قدامہ کے نزدیک یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ (المغني: 53,52/2) اور بقول ابن قدامہ، نفل کا فرض کے پیچھے پڑھنا حنابلہ کے نزدیک بالاتفاق صحیح ہے بلکہ کہا: [لَا نَعْلَمُ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ فِيهِ اخْتِلَافًا] ”ہمارے علم میں اس مسئلے میں اہل علم میں اختلاف نہیں ہے۔“ (المغني: 53/2) صحیح بات یہ ہے کہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز ہو جاتی ہے کیونکہ صحیح مسلم، حدیث: 465 میں تصریح

موجود ہے کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے پاس آ کر [يُصَلِّي بِهِمْ تِلْكَ الصَّلَاةَ] انھیں وہی نماز پڑھاتے تھے اور سیدنا جابر خود فرماتے ہیں: [هِيَ لَهُ تَطَوُّعٌ وَلَهُمْ مَكْتُوبَةٌ] (شرح المهذب: 271/4) اور یہ روایت صحیح ہے کہ یہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی نفل نماز تھی اور قوم کی فرض اور یہ ممکن بھی کیسے ہے کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ جیسا جلیل القدر فقیہ صحابی، افضل الرسل ﷺ کے پیچھے، مسجد نبوی جیسی افضل مسجد میں، کبار مہاجرین اور انصار کے ساتھ تو نفل نماز پڑھے اور اپنے محلے کی مسجد میں فرض نماز پڑھے؟ تفصیل کے لیے دیکھیے: (شرح المهذب: 272/4) احناف نے اس حدیث کی جو بے جا تاویلات کی ہیں ان کے لیے دیکھیے: (مرعاة المفاتيح: 606/1، مکتبہ سلفیہ، طبع اول)

(المعجم ٥٨) بَابُ مَا ذُكِرَ مِنَ الرُّخْصَةِ فِي السُّجُودِ عَلَى الثَّوْبِ فِي الْحَرِّ وَالْبَرْدِ (التحفة ٢٩٤)

باب: 58۔ گرمی اور سردی میں کپڑے پر سجدہ کرنا جائز ہے

٥٨٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ: أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: حَدَّثَنِي غَالِبٌ الْقَطَّانُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ بِالظَّهَائِرِ سَجَدْنَا عَلَى ثِيَابِنَا اتِّقَاءَ الْحَرِّ.

[584] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم نبی ﷺ کی اقتدا میں دوپہر کے وقت نماز پڑھتے تھے تو گرمی سے بچنے کے لیے اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَابْنِ عَبَّاسٍ. وَقَدْ رَوٰى وَكِيعٌ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اس مسئلے میں سیدنا جابر بن عبداللہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ اور یہ روایت امام وکیع نے بھی خالد بن عبدالرحمن سے بیان کی ہے۔

فائدہ: جمہور اہل علم، ابوحنیفہ، مالک، احمد اور اوزاعی رحمہم اللہ کے نزدیک نمازی جو کپڑا اوڑھے ہوئے ہو نماز میں ضرورت کے تحت اس پر سجدہ کر سکتا ہے اور صحیح موقف بھی یہی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک الگ کپڑے پر سجدہ کر سکتا ہے اور جو کپڑا نماز میں پہنے ہوئے ہو اس پر سجدہ نہیں کر سکتا۔ (تحفة الأحوذي: 405/1)

(المعجم ٥٩) بَابُ مَا ذُكِرَ مِمَّا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْجُلُوسِ فِي الْمَسْجِدِ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ (التحفة ٢٩٥)

باب: 59۔ نمازِ صبح کے بعد سورج نکلنے تک مسجد میں بیٹھے رہنا مستحب اور پسندیدہ عمل ہے

٥٨٤ـ أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب وقت الظهر عند الزوال، ح: ٥٤٢ من حديث ابن المبارك، ومسلم، ح: ٦٢٠ من حديث غالب القطان به * وفي الباب عن جابر بن عبد الله [ابن عدي في الكامل: ٥/ ١٧٨١]، وابن عباس [أحمد: ١/ ٢٥٦].

٥٨٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ [بْنِ حَرْبٍ]، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ قَعَدَ فِي مُصَلَّاهُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ.

[585] سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو سورج نکلنے تک اپنے مصلے پر بیٹھے رہتے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٥٨٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا أَبُو ظِلَالٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللهَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهُ كَأَجْرِ حَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ» قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ».

[586] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے صبح کی نماز باجماعت ادا کی، پھر سورج نکلنے تک بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا رہا، پھر دو رکعتیں پڑھیں تو اس کو حج اور عمرے جیسا ثواب ملے گا۔ راوی نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مکمل، مکمل، مکمل (حج اور عمرے کا ثواب)۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ [قَالَ:] وَسَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي ظِلَالٍ فَقَالَ: هُوَ مُقَارِبُ الْحَدِيثِ. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَاسْمُهُ هِلَالٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور میں نے امام محمد بن اسماعیل (امام بخاری رحمہ اللہ) سے ابوظلال کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: وہ مقارب الحدیث، یعنی قابل اعتماد ہے اور اس کا نام ہلال ہے۔

فائدہ: صبح کی نماز باجماعت ادا کرنا اور اس کے بعد سورج نکلنے تک اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہنا اور اس عمل کو اپنا معمول بنا لینا انتہائی اجر وثواب کا باعث ہے جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہے۔

(المعجم ٦٠) بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ (التحفة ٢٩٦)

باب: 60۔ نماز میں دائیں بائیں متوجہ ہونا

٥٨٧- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ

[587] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

٥٨٥- أخرجه مسلم، المساجد، باب فضل الجلوس في مصلاه بعد الصبح، وفضل المساجد، ح: ٦٧٠ من حديث أبي الأحوص به.

٥٨٦- [حسن بالشواهد] أخرجه البغوي (٧١٠) من طريق المصنف * أبو ظلال بن أبي هلال: ضعيف (تقريب) وللحديث شواهد في مجمع الزوائد: ١٠/ ١٠٦ والترغيب والترهيب: ١/ ١٦٦ وغيرهما.

٥٨٧- أخرجه النسائي، السهو، باب الرخصة في الالتفات في الصلاة يمينًا وشمالًا: ٣/ ٩، ح: ١٢٠٢ من حديث الفضل بن »

قَالُوا: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَلْحَظُ فِي الصَّلَاةِ يَمِينًا وَّشِمَالًا وَّلَا يَلْوِي عُنُقَهُ خَلْفَ ظَهْرِهِ.

ﷺ نماز میں گوشۂ چشم سے دیکھ لیتے تھے اور گردن پیچھے کو نہیں موڑتے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَّقَدْ خَالَفَ وَكِيعٌ الْفَضْلَ بْنَ مُوسَى فِي رِوَايَتِهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے اور وکیع نے اس روایت میں فضل بن موسیٰ کی مخالفت کی ہے۔

٥٨٨- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ عِكْرِمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَلْحَظُ فِي الصَّلَاةِ. فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

[588] امام صاحب وکیع رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں کہ عکرمہ کے بعض شاگردوں نے بتایا: نبی ﷺ نماز میں گوشۂ چشم سے دیکھ لیتے تھے۔ اور مذکورہ بالا کے مثل بیان کیا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وَّعَائِشَةَ.

اور اس مسئلے میں سیدنا انس اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات بھی آئی ہیں۔

٥٨٩- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ حَاتِمٍ الْبَصْرِيُّ أَبُو حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا بُنَيَّ! إِيَّاكَ وَالْاِلْتِفَاتَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّ الْاِلْتِفَاتَ فِي الصَّلَاةِ هَلَكَةٌ فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَفِي التَّطَوُّعِ لَا فِي الْفَرِيضَةِ».

[589] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''اے پیارے بیٹے! اپنے آپ کو نماز میں ادھر ادھر جھانکنے سے بچا، کیونکہ نماز میں اِدھر اُدھر جھانکنا ہلاکت وتباہی ہے۔ اگر ضروری ہی ہو (اس کے بغیر چارہ نہ ہو) تو نفل میں کرلو، فرض میں نہیں۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ [غَرِيبٌ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

فائدہ: نماز میں اِدھر اُدھر جھانکنے کی تین صورتیں ہیں: * گردن کو دائیں یا بائیں موڑے بغیر دیکھنا ضرورت کے تحت جائز ہے۔ * گردن کو دائیں بائیں موڑ کر قبلہ رخ سے ہٹا کر دیکھنا درست نہیں، ضرورت اور مجبوری کے تحت اس حدیث میں نفل نماز میں اس کی اجازت دی گئی ہے، لیکن یہ روایت سنداً ضعیف ہے، اس لیے نفل نماز میں بھی اس سے بچنا ہی چاہیے۔

◂◂ موسى به وصححه ابن خزيمة، ح: ٤٨٥، ٨٧١ وابن حبان (الإحسان): ٢٢٨٥ والحاكم: ١/ ٢٣٦، ٢٣٧، ٢٥٦ على شرط البخاري ووافقه الذهبي.

٥٨٨ـ انظر الحديث السابق * وفي الباب عن أنس [يأتي: ٥٨٩] وعائشة [يأتي: ٥٩٠].

٥٨٩ـ [ضعيف] أخرجه الطبراني في الصغير: ٢/ ٣٢، ٣٣ من حديث مسلم بن حاتم به مطولًا، وقال: "تفرد به مسلم الأنصاري وكان ثقة" وهو في شرح السنة: ٣/ ٢٥٣، ٢٥٤، ح: ٧٣٥ من طريق الترمذي به * علي بن زيد بن جدعان ضعيف.

* اپنے بدن اور سینے کو قبلہ رخ سے ہٹا لینا اور اس طرح دائیں بائیں دیکھنا یہ نماز کی خرابی کا باعث ہے، ہاں اگر کسی موذی جانور سے تحفظ اور بچاؤ کے لیے ضرورت پیش آ جائے تو پھر یہ استثنائی صورت ہے۔ راوی نے اسی التفات کی نفی کی ہے کہ گردن پیچھے نہیں موڑتے تھے کیونکہ یہ سینے کو موڑے بغیر مشکل ہے۔

٥٩٠- حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا أَبُوالْأَحْوَصِ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الْإِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ قَالَ: «هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ».

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

[590] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز کے اندر اِلتفات (دائیں بائیں جھانکنے) کے بارے میں دریافت کیا، آپ نے فرمایا: ''یہ اچکنا یا جلدی سے جھپٹنا ہے، اس طرح شیطان انسان کی نماز کا کچھ حصہ اچک لیتا ہے۔''

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

فائدہ: نماز کی روح خشوع اور خضوع ہے، یہ جس قدر زیادہ اور کامل ہوگا اسی قدر نماز میں کمال اور تاثیر پیدا ہوگی اور ادھر ادھر جھانکنے سے خشوع وخضوع میں کمی واقع ہوتی ہے۔ اگر اس اِدھر اُدھر جھانکنے سے خشوع اور خضوع بالکل ختم ہو جائے اور یہ معلوم ہو کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا تو پھر یہ جھانکنا نماز کے منافی ہے اور ہلاکت وتباہی کا باعث ہے۔ اگر نماز کی طرف توجہ اور اہتمام معمولی طور پر متاثر ہوتا ہو تو اس کی گنجائش ہے اگرچہ نماز کے وقار اور ادب واحترام کے منافی ہے۔

(المعجم ٦١) بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الرَّجُلِ يُدْرِكُ الْإِمَامَ [وَهُوَ] سَاجِدٌ كَيْفَ يَصْنَعُ (التحفة ٢٩٠)

باب: 61- مقتدی امام کے ساتھ سجدے کی حالت میں ملے تو کیا کرے؟

٥٩١- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُونُسَ الْكُوفِيُّ: حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ أَرْطَاةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ هُبَيْرَةَ [بْنِ يَرِيمَ]، عَنْ عَلِيٍّ. وَعَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أَتٰى أَحَدُكُمُ الصَّلَاةَ وَالْإِمَامُ عَلٰى حَالٍ فَلْيَصْنَعْ كَمَا يَصْنَعُ الْإِمَامُ».

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْلَمُ أَحَدًا أَسْنَدَهُ إِلَّا مَا رُوِيَ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا

[591] سیدنا علی اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی نماز کے لیے آئے تو امام جس حالت میں بھی ہو تو وہ (مقتدی) وہی کام اور عمل کرے جو امام کر رہا ہو۔''

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ ہمارے علم کے مطابق اسے صرف اسی سند سے مرفوع بیان

٥٩٠- أخرجه البخاري، الأذان، باب الالتفات في الصلاة، ح: ٧٥١ من حديث أبي الأحوص به.

٥٩١- [صحيح لغيره] أخرجه البغوي في شرح السنة، ح: ٨٢٥ من حديث الترمذي به وسنده ضعيف لعلل منها الحجاج بن أرطاة ضعيف مدلس وللحديث شواهد عند أبي داود، ح: ٥٠٦ وغيره.

عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، قَالُوا: إِذَا جَاءَ الرَّجُلُ وَالْإِمَامُ سَاجِدٌ فَلْيَسْجُدْ وَلَا تُجْزِئُهُ تِلْكَ الرَّكْعَةُ إِذَا فَاتَهُ الرُّكُوعُ مَعَ الْإِمَامِ. وَاخْتَارَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ أَنْ يَسْجُدَ مَعَ الْإِمَامِ. وَذَكَرَ، عَنْ بَعْضِهِمْ فَقَالَ: لَعَلَّهُ لَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ فِي تِلْكَ السَّجْدَةِ حَتَّى يُغْفَرَ لَهُ.

کیا گیا ہے۔ اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ ان کا قول ہے: جب انسان اس وقت پہنچے کہ امام سجدے میں جا چکا ہو تو وہ سجدہ کرے اور اسے یہ رکعت کافی نہیں ہوگی کیونکہ وہ امام کے ساتھ رکوع میں شریک نہیں ہوسکا۔ عبداللہ بن مبارک نے اس بات کو پسند کیا ہے کہ وہ امام کے ساتھ سجدہ کرے اور بعض کا یہ کہنا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس سجدے سے سر اٹھانے تک اس کو معافی حاصل ہو جائے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امام جس حالت میں ہو مقتدی اسی حالت میں اس کے ساتھ شریک ہو جائے، اس کے قیام کا انتظار نہ کرے۔ اور اگر امام کے ساتھ مقتدی رکوع میں شریک ہو جائے تو اس کے بارے میں دو موقف ہیں: * اگر مقتدی، رکوع میں شریک ہو گیا ہو تو وہ رکعت شمار ہوگی۔ اکثریت کا موقف یہی ہے۔ * اگر مقتدی رکوع میں ملا ہو اور قیام کا کوئی حصہ نہ پاسکا ہو جس میں وہ سورۂ فاتحہ پڑھ سکے تو پھر اس کی رکعت شمار نہیں ہوگی، کیونکہ اس طرح اس کے دو رکن رہ گئے ہیں، قیام اور قراءت فاتحہ اور اقتدا کی صورت میں کم از کم سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے، اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا: [مَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا] ''جو امام کے ساتھ پالو وہ اس کے ساتھ پڑھ لو'' [وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا] (صحيح البخاري، الأذان، حديث: 636، وصحيح مسلم، المساجد ومواضع الصلاة، حديث: 602) ''اور جو رہ جائے اسے پورا کر لو۔'' تو یہاں قیام اور قراءت دونوں رہ گئے ہیں، انھیں پورا کرنا ہوگا اور صحیح موقف یہی ہے۔ کیونکہ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ یہ صحیح روایات سے ثابت ہے۔ اور [مَنْ أَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ] حدیث ہی صحیح نہیں۔ اور اگر بالفرض اسے صحیح مان لیا جائے تو معنی ہوں گے کہ جس نے امام کے ساتھ ایک رکعت پالی اس نے جماعت پالی۔ اگر یہ معنی نہ لیے جائیں تو پھر اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے نماز پالی، لہٰذا اب مزید رکعت پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، اور یہ معنی دوسری احادیث کی روشنی میں لینا ممکن نہیں ہیں اور کوئی اس کا قائل بھی نہیں ہے۔ صحیح مسلم کی روایت سے بھی اس کی وضاحت ہو جاتی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: [مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلَاةِ مَعَ الْإِمَامِ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ] (صحيح مسلم، المساجد ومواضع الصلاة، حديث: 1372 (607)) ''جس شخص نے امام کے ساتھ نماز کی ایک رکعت پالی، اس نے نماز پالی۔''

(المعجم ٦٢) بَابُ كَرَاهِيَةِ أَنْ يَنْتَظِرَ النَّاسُ الْإِمَامَ وَهُمْ قِيَامٌ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ (التحفة ٢٩٨)

باب: 62۔ نماز کے آغاز کے لیے لوگوں کا امام کے انتظار میں کھڑا ہونا مکروہ ہے

٥٩٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ

[592] سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ

٥٩٢- أخرجه مسلم، المساجد، باب: متى يقوم الناس للصلاة؟، ح: ٦٠٤ من حديث معمر، والبخاري، ح: ٦٣٧ من حديث يحيى بن أبي كثير به * وفي الباب عن أنس [عبد بن حميد، ح: ١٢٥٩ والطيالسي، ح: ٢٠٢٨].

[ابنُ] المُبَارَكِ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي خَرَجْتُ».

ﷺ نے فرمایا: ''جب اقامت (تکبیر) شروع ہو جائے تو مجھے آتے ہوئے دیکھے بغیر کھڑے نہ ہوا کرو۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ. وَحَدِيثُ أَنَسٍ غَيْرُ مَحْفُوظٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي قَتَادَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ أَنْ يَنْتَظِرَ النَّاسُ الْإِمَامَ وَهُمْ قِيَامٌ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِذَا كَانَ الْإِمَامُ فِي الْمَسْجِدِ فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَإِنَّمَا يَقُومُونَ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ.

اس مسئلے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث آئی ہے جو محفوظ نہیں ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے اہل علم میں سے کچھ حضرات نے اس طرزِ عمل کو ناپسند کیا ہے کہ لوگ کھڑے ہوکر امام کا انتظار کریں۔ اور بعض کا خیال ہے کہ اگر امام مسجد میں موجود ہو اور اقامت شروع ہو جائے تو لوگ اس وقت اٹھیں جب مؤذن [قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ] کہے۔ ابن مبارک کا یہی قول ہے۔

فائدہ: تکبیر کے وقت اگر امام موجود ہو تو لوگ کب اٹھیں؟ اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے: * جمہور کا موقف یہ ہے کہ جب مؤذن تکبیر شروع کرے تو لوگ اٹھنا شروع ہو جائیں اور تکبیر کے خاتمے پر امام اللہ اکبر کہے۔ * امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک لوگ اور امام [حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ] پر کھڑے ہوں اور [قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ] پر امام اللہ اکبر کہہ دے۔ * امام احمد رحمہ اللہ کا موقف یہ ہے کہ لوگ [قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ] پر کھڑے ہوں اور امام بھی کھڑا ہو جائے اور اللہ اکبر تکبیر ختم ہونے کے بعد کہے اور اگر امام لوگوں کو نظر نہ آ رہا ہو اور تکبیر شروع ہو جائے تو پھر اس کو دیکھ کر اٹھیں۔ (المغني: 538/1) * امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک امام اور لوگ تکبیر کے ختم ہونے پر کھڑے ہوں۔ دلائل کی رُو سے جمہور کا موقف صحیح ہے۔ صحیح مسلم میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز کھڑی کی گئی تو ہم کھڑے ہو گئے اور ہم نے صفوں کو برابر کر لیا۔ نبیٔ اکرم ﷺ ابھی تک ہماری طرف نکلے نہیں تھے۔ (صحیح مسلم، المساجد ومواضع الصلاة، حدیث: 605) جبکہ ایک حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ کے لیے نماز کھڑی کی جاتی تو لوگ نبی ﷺ کے اپنی جگہ پر کھڑے ہونے سے پہلے اپنی صفوں میں اپنی جگہ لے لیتے۔ (صحیح مسلم، المساجد ومواضع الصلاة، حدیث: 605) لیکن اگر امام مسجد میں نہ ہو، باہر سے آئے تو پھر مقتدی امام کو دیکھ کر کھڑے ہوں، جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''جب نماز کھڑی ہو تو مجھے آتے ہوئے دیکھے بغیر نہ اٹھو'' (صحیح مسلم، المساجد ومواضع الصلاة، حدیث: 605)

(المعجم ٦٣) بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الثَّنَاءِ عَلَى اللهِ وَالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ قَبْلَ الدُّعَاءِ (التحفة ٢٩٩)

باب: 63۔ دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنا اور نبی ﷺ پر درود بھیجنا

٥٩٣- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كُنْتُ أُصَلِّي وَالنَّبِيُّ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ مَعَهُ، فَلَمَّا جَلَسْتُ بَدَأْتُ بِالثَّنَاءِ عَلَى اللهِ ثُمَّ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «سَلْ تُعْطَهْ، سَلْ تُعْطَهْ».

[593] سیدنا عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں، میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی ﷺ کے ساتھ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ جب میں (تشہد کے لیے) بیٹھا تو میں نے ابتدا میں اللہ کی حمد وثنا بیان کی، پھر نبی ﷺ پر درود بھیجا، پھر میں نے اپنے لیے دعا کی۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: ''مانگو، تمھیں ملے گا۔ مانگو، تمھیں ملے گا۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ [بْنِ مَسْعُودٍ] حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَرَوَى أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ آدَمَ هٰذَا الْحَدِيثَ مُخْتَصَرًا.

اس مسئلے میں سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی یہ حدیث مختصر طور پر یحییٰ بن آدم سے بیان کی ہے۔

فائدہ: اگر جلوس، یعنی بیٹھنے سے مراد تشہد کے لیے بیٹھنا ہے تو معنی ہوں گے: نماز کے تشہد میں دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی جائے اور نبی ﷺ پر درود بھیجا جائے اور پھر دعائیں مانگی جائیں۔ اور اگر نماز سے فراغت کے بعد کا جلوس مراد ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آدابِ دعا میں یہ چیز بھی داخل ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف وتوصیف بیان کی جائے، پھر نبی ﷺ پر درود بھیجا جائے اور اس کے بعد جو مانگنا ہو مانگا جائے۔ سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی (مسجد میں) داخل ہوا، اس نے نماز پڑھی اور پھر دعا مانگنے لگا: اے اللہ! مجھے معاف فرما، مجھ پر رحم کر۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے نمازی! تو نے جلد بازی کی ہے۔ جب نماز پڑھو اور دعا کے لیے بیٹھو تو اللہ تعالیٰ کی شایان شان حمد وثنا بیان کرو پھر مجھ پر درود پڑھو، پھر اس سے دعا مانگو۔'' سیدنا فضالہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دوسرے آدمی نے نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی، پھر نبی ﷺ پر درود بھیجا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے نمازی! دعا کر تیری دعا قبول کی جائے گی۔'' (جامع الترمذي، الدعوات، حديث: 3476)

(المعجم ٦٤) بَابُ مَا ذُكِرَ فِي تَطْيِيبِ الْمَسَاجِدِ (التحفة ٢٠٠)

باب: 64۔ مسجدوں کو معطر کرنے کا ذکر

٥٩٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ [الْمُؤَدِّبُ]

[594] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی ﷺ نے حکم

٥٩٣- أخرجه البغوي في شرح السنة، ح:١٤٠١ من حديث الترمذي به، أبو بكر بن عياش، تابعه زائدة (المعجم الكبير للطبراني:٩/ ٦٢) ح:٨٤١٧ وللحديث شواهد كثيرة جدًا عند ابن حبان، ح:٢٤٣٦ وغيره * وفي الباب عن فضالة بن عبيد [يأتي:٣٤٧٦].

٥٩٤- [صحيح بالمتابعات] أخرجه أبو داود، الصلاة، باب اتخاذ المساجد في الدور، ح:٤٥٥ بإسناد صحيح عن هشام بن عروة به وصححه ابن خزيمة، ح:١٢٩٢ وابن حبان (الإحسان): ١٦٣٢ من حديث هشام به * عامر متروك وتابعه زائدة وغيره.

الْبَغْدَادِيُّ [الْبَصْرِيُّ]: حَدَّثَنَا عَامِرُ بْنُ صَالِحٍ الزُّبَيْرِيُّ [هُوَ مِنْ وَلَدِ الزُّبَيْرِ]: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّورِ وَأَنْ تُنَظَّفَ وَتُطَيَّبَ.

دیا کہ محلوں میں مسجدیں بنائی جائیں اور ان کو پاک صاف رکھا جائے اور معطر کیا جائے۔

۵۹۵- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ وَوَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ. فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

[595] امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ ہناد کی سند سے یہی روایت مرسل بیان کرتے ہیں۔ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا واسطہ چھوڑ دیتے ہیں۔)

[قَالَ أَبُوعِيسٰى:] وَهٰذَا أَصَحُّ مِنَ الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ مرسل روایت پہلی متصل روایت سے زیادہ صحیح ہے۔

۵۹۶- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ. فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

[596] امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ ابن ابی عمر کی سند سے مذکورہ بالا روایت مرسل بیان کرتے ہیں۔

وَقَالَ سُفْيَانُ: [قَوْلَهُ] بِبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّورِ يَعْنِي الْقَبَائِلَ.

سفیان کہتے ہیں: دُور میں مساجد بنانے کے معنی ہیں: قبائل میں مسجدیں بنائیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے اپنے محلوں اور قبیلوں میں مسجدیں بنانی چاہئیں تاکہ لوگوں کے لیے جماعت میں شریک ہونا آسان ہو۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کی بھی سہولت رہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی صفائی ستھرائی اور پاکیزگی کا اہتمام کرنا چاہیے۔ مسجدوں کو کوڑا کرکٹ، گندگی، تھوک اور بلغم وغیرہ سے بچانا چاہیے اور انھیں معطر کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

(المعجم ٦٥) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ صَلَاةَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنٰى مَثْنٰى (التحفة ٣٠١)

باب: 65۔ رات دن کی نماز دو دو رکعت ہے

۵۹۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَعْلَى بْنِ

[597] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''رات اور دن کی (نفلی) نماز دو دو رکعت ہے۔''

٥٩٥ـ انظر الحديث السابق.

٥٩٦ـ انظر الحديثين السابقين.

٥٩٧ـ أخرجه النسائي، قيام الليل، باب: كيف صلاة الليل: ٣/ ٢٢٧، ح: ١٦٦٧ عن محمد بن بشار به، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٢١٠ وابن حبان، ح: ٦٣٦ والبخاري والبيهقي والخطابي والنووي وغيرهم، وضعفه الدارقطني وأبو داود في مسائله، ص: ٣١٠ وأحمد والعقيلي وابن تيمية وللحديث شواهد في معرفة علوم الحديث للحاكم، وغيره.

عَطاءٍ، عَنْ عَلِيٍّ الْأَزْدِيِّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «صَلَاةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنَى مَثْنَى».

قَالَ أَبُوعِيسَى: اخْتَلَفَ أَصْحَابُ شُعْبَةَ فِي حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ، فَرَفَعَهُ بَعْضُهُمْ وَوَقَفَهُ بَعْضُهُمْ. وَرُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللهِ الْعُمَرِيِّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوُ هٰذَا. وَالصَّحِيحُ مَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى». وَرَوَى الثِّقَاتُ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ صَلَاةَ النَّهَارِ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى، وَبِالنَّهَارِ أَرْبَعًا. وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي ذٰلِكَ، فَرَأَى بَعْضُهُمْ أَنَّ صَلَاةَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنَى مَثْنَى، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى، وَرَأَوْا صَلَاةَ التَّطَوُّعِ بِالنَّهَارِ أَرْبَعًا مِثْلَ الْأَرْبَعِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَغَيْرِهَا مِنْ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَإِسْحَاقَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے بارے میں شعبہ کے شاگردوں میں اختلاف ہے: بعض اس کو مرفوع قرار دیتے ہیں اور بعض موقوف (ابن عمر کا قول) بیان کرتے ہیں۔ عبداللہ عمری سے بھی نافع کی سند سے اسی کی مانند مرفوعاً بیان کیا گیا ہے۔ اور صحیح روایت ابن عمر کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔'' ثقہ راویوں نے اس روایت میں دن کی نماز کا تذکرہ نہیں کیا۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ رات کو دو دو رکعت اور دن کو چار رکعت پڑھتے تھے۔ اہل علم کا اس مسئلے میں اختلاف ہے: بعض کا موقف ہے کہ رات دن کی نماز دو دو رکعت ہے۔ امام شافعی اور احمد رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض کی رائے میں رات کی نماز دو دو رکعت ہے اور دن کی نماز چار چار رکعت جیسا کہ ظہر سے پہلے یا دوسری نفل نمازیں ہیں۔ سفیان ثوری، ابن مبارک، اسحاق (اور ابوحنیفہ) رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: اس مسئلے کے بارے میں بحث [صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى] کے تحت گزر چکی ہے۔ [صَلَاةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنَى مَثْنَى] والی روایت کو دوسرے شواہد کی بنا پر امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، بیہقی اور ابن الجوزی وغیرہ نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے جبکہ بہت سے محدثین نے ضعیف بھی کہا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تلخیص الحبیر: 22/2) اور موقوف ہر حال میں صحیح ہے، اس لیے نوافل وسنن دن کے ہوں یا رات کے، دو دو کر کے پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ تاہم دن کو بیک سلام (دو رکعت کے بعد تشہد کے ساتھ) چار رکعات پڑھنا بھی جائز ہے جیسا کہ اگلی روایات سے واضح ہے۔

(المعجم ٦٦) بَابٌ: كَيْفَ كَانَ يَتَطَوَّعُ النَّبِيُّ ﷺ بِالنَّهَارِ (التحفة ٣٠٢)

باب: 66۔ نبی ﷺ دن کو نفل کیسے پڑھتے تھے؟

٥٩٨- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ ابْنُ جَرِيرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ ابْنِ ضَمْرَةَ قَالَ: سَأَلْنَا عَلِيًّا عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنَ النَّهَارِ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ لَا تُطِيقُونَ ذٰلِكَ فَقُلْنَا: مَنْ أَطَاقَ ذٰلِكَ مِنَّا. فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هٰهُنَا كَهَيْئَتِهَا مِنْ هٰهُنَا عِنْدَ الْعَصْرِ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، وَإِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هٰهُنَا كَهَيْئَتِهَا مِنْ هٰهُنَا عِنْدَ الظُّهْرِ صَلّٰى أَرْبَعًا، وَيُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَقَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا يَفْصِلُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ بِالتَّسْلِيمِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَالنَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ.

[598] عاصم بن ضمرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ہم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ دن کے وقت (نفل) نماز کیسے پڑھا کرتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا: تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ (ہمیشگی اور دوام نہیں کر سکتے۔) ہم نے کہا: جسے اس کی طاقت ہو وہ عمل کرے۔ انھوں نے کہا: جب سورج اس جانب (مشرق) میں ہوتا جیسے کہ اس طرف عصر کے وقت ہوتا ہے تو آپ دو رکعتیں پڑھتے (اشراق کی)۔ اور جب سورج اس جگہ (مشرق میں) ہوتا جیسے کہ ظہر کے وقت ہوتا ہے تو آپ چار رکعت پڑھتے (اوابین کی)۔ اور ظہر سے پہلے چار رکعات اور اس کے بعد دو رکعت اور عصر سے پہلے چار رکعات پڑھتے۔ ہر دو رکعت کے درمیان مقرب فرشتوں، انبیاء، رسولوں اور ان کے پیروکار مومنوں اور مسلمانوں پر سلام بھیج کر فاصلہ کرتے۔ (دوسری رکعت کے بعد تشہد بیٹھتے)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ اوابین کی چار رکعت اور ظہر وعصر کی نماز سے پہلے چار رکعات میں سلام صرف آخر میں پھیرتے تھے، درمیان میں تشہد بیٹھتے تھے۔ سورج بلند ہونے پر آپ ﷺ چاشت کی نماز پڑھتے اور سورج ڈھلنے کے ساتھ صلاۃ زوال پڑھتے تھے اور سورج ڈھلنے سے پہلے اوابین پڑھتے تھے۔ بعض حضرات نے سورج کے بلند ہونے سے لے کر زوال سے پہلے پہلے کسی وقت بھی نماز پڑھ لینے کو چاشت کا نام دیا ہے اور سورج نکلنے کے بعد جلد ہی پڑھی جانے والی نماز کو اشراق کا نام دیا ہے۔

٥٩٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ ابْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ.

[599] محمد بن مثنیٰ کی سند سے مذکورہ بالا روایت کے ہم معنی حدیث بیان کی گئی ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَالَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَحْسَنُ شَيْءٍ رُوِيَ فِي تَطَوُّعِ النَّبِيِّ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ اور اسحاق بن ابراہیم فرماتے ہیں: نبی ﷺ کی دن کی نفل نماز

٥٩٨- أخرجه النسائي، الإمامة، باب الصلاة قبل العصر ... إلخ: ١١٩/٢، ١٢٠، ح: ٨٧٥ من حديث شعبة به، وتقدم الحديث: ٤٢٤.

٥٩٩- انظر الحديث السابق * قول سفيان الثوري صحيح، تقدم: ٤٢٤.

ﷺ بِالنَّهَارِ هٰذَا. وَرُوِيَ عَنْ [عَبْدِ اللهِ] ابْنِ الْمُبَارَكِ أَنَّهُ كَانَ يُضَعِّفُ هٰذَا الْحَدِيثَ، وَإِنَّمَا ضَعَّفَهُ، عِنْدَنَا وَاللهُ أَعْلَمُ لِأَنَّهُ لَا يُرْوٰى مِثْلُ هٰذَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ. وَعَاصِمُ بْنُ ضَمْرَةَ هُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْحَدِيثِ. قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ: قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ. قَالَ سُفْيَانُ: كُنَّا نَعْرِفُ فَضْلَ حَدِيثِ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ عَلٰى حَدِيثِ الْحَارِثِ.

کے بارے میں سب سے بہتر یہی روایت ہے۔ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ وہ اس روایت کو ضعیف قرار دیتے تھے۔ اور ہمارے نزدیک انھوں نے اس حدیث کو اس بنا پر ضعیف قرار دیا ہے کہ یہ صرف عاصم بن ضمرہ کی سند ہی سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اور عاصم بن ضمرہ بعض محدثین کے نزدیک ثقہ ہے۔ سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک عاصم بن ضمرہ کی احادیث کی حارث اعور کی احادیث پر برتری معروف ہے۔

فائدہ: اس حدیث پر سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اتنی مقدار میں رکعات کسی اور صحابی سے مروی نہیں ہیں، لیکن اس اعتراض میں کوئی وزن نہیں ہے۔ یہ اعتراض تو اور بہت سی احادیث پر بھی ہوسکتا ہے کہ انھیں صرف ایک ہی صحابی کیوں بیان کرتا ہے کسی اور نے کیوں نہیں بیان کیا۔ (سنن ترمذی، تحقیق احمد محمد شاکر: 380/2)

(المعجم ٦٧) بَابٌ: فِي كَرَاهِيَةِ الصَّلَاةِ فِي لُحُفِ النِّسَاءِ (التحفة ٢٠٣)

باب: 67۔ عورتوں کے لحاف میں نماز پڑھنا ناپسندیدہ ہے

٦٠٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى: حَدَّثَنَا خَالِدُ ابْنُ الْحَارِثِ عَنْ أَشْعَثَ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا يُصَلِّي فِي لُحُفِ نِسَائِهِ.

[600] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کے لحافوں میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ فِي ذٰلِكَ رُخْصَةٌ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس بارے میں نبی ﷺ سے رخصت بھی منقول ہے۔

لغوی تشریح: لُحُف: لحاف کی جمع ہے اور اس سے مراد وہ کپڑے ہیں جنھیں سردی سے بچنے کے لیے لباس کے اوپر استعمال کیا جاتا ہے۔

فائدہ: عورتیں طہارت اور نجاست کے معاملے میں زیادہ احتیاط نہیں کرتیں، اس لیے اگر ان کے کسی کپڑے کے بارے

٦٠٠ـ أخرجه أبو داود، الصلاة، باب الصلاة في شعر النساء، ح: ٦٤٥ من حديث أشعث بن عبدالملك به مطولاً وصححه ابن الجارود، ح: ١٣٤ والحاكم على شرط الشيخين: ١/ ٢٥٢ ووافقه الذهبي، وجاء في الإحسان وهم، ح: ٢٣٣٠ انظر إتحاف المهرة: ١٧/ ٢٩، ح: ٢١٨١١.

میں قرائن سے پتا چلے کہ وہ پاک نہیں تو اس میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے، یعنی اگر ناپاکی کا کوئی قرینہ یا علامت نہ ہو تو اس میں نماز پڑھنا درست ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے خود بعض دفعہ ان کا کپڑا اوڑھ کر نماز پڑھائی ہے۔ (تحفة الأحوذي: 411/1)

(المعجم ٦٨) بَابُ [ذِكْرِ] مَا يَجُوزُ مِنَ الْمَشْيِ وَالْعَمَلِ فِي صَلَاةِ التَّطَوُّعِ (التحفة ٣٠٤)

باب: 68۔ نفل نماز میں چلنا اور کوئی کام کرنا

٦٠١- حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ بُرْدِ بْنِ سِنَانٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: جِئْتُ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي فِي الْبَيْتِ وَالْبَابُ عَلَيْهِ مُغْلَقٌ، فَمَشَى حَتَّى فَتَحَ لِي ثُمَّ رَجَعَ إِلَى مَكَانِهِ، وَوَصَفَتِ الْبَابَ فِي الْقِبْلَةِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

[601] سیدہ عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں: میں آئی جبکہ رسول اللہ ﷺ گھر کے اندر نماز پڑھ رہے تھے اور گھر کا دروازہ بند تھا۔ آپ ﷺ نے چل کر دروازہ کھول دیا اور پھر واپس اپنی جگہ لوٹ آئے۔ سیدہ عائشہ ؓ نے بتایا کہ دروازہ آپ ﷺ کے قبلہ رخ تھا۔

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

فائدہ: امام ترمذی کی ''تحسین'' کو بہت سے محققین نے برقرار رکھا ہے، اس لیے حدیث قابل حجت ہے۔ علاوہ ازیں دیگر روایات بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر انسان گھر میں نماز پڑھ رہا ہو اور دروازہ سامنے قبلہ رخ ہو تو اسے بند کر لینا چاہیے اور نفل نماز میں اگر اس کے کھولنے کی ضرورت پیش آجائے تو سیدھا چل کر اس کو کھول کر الٹے پاؤں واپس آجانا جائز ہے، اس سے نماز باطل نہیں ہوگی۔ اس میں یہ تکلفات کہ آپ ﷺ ایک ڈیڑھ قدم چلے ہوں گے یا آپ ﷺ پے درپے نہیں چلے ہوں گے، یہ آپ ﷺ کو اپنے اپنے فقہی مسالک کا پابند بنانے کی کوشش کرنا ہے، حالانکہ ایک مسلمان کو اپنا موقف نبی ﷺ کی حدیث کے مطابق بنانا چاہیے، لیکن یہاں الٹی گنگا بہتی ہے کہ آپ ﷺ کو اپنی فقہ کا پابند بنایا جا رہا ہے۔ (تحفة الأحوذي: 411/1)

(المعجم ٦٩) بَابُ مَا ذُكِرَ فِي قِرَاءَةِ سُورَتَيْنِ فِي رَكْعَةٍ (التحفة ٣٠٥)

باب: 69۔ ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنا

٦٠٢- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ عَبْدَ اللهِ عَنْ هٰذَا الْحَرْفِ

[602] ابووائل ؒ بیان کرتے ہیں: ایک آدمی نے سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ سے اس کلمے کے بارے میں سوال کیا کہ غیر آسن ہے یا یاسن. انھوں نے پوچھا:

٦٠١- أخرجه أبو داود، الصلاة، باب العمل في الصلاة، ح: ٩٢٢ من حديث بشر به، وله شاهد عند الدارقطني: ٢/ ٨٠.

٦٠٢- أخرجه البخاري، فضائل القرآن، باب تأليف القرآن، ح: ٤٩٩٦ ومسلم، ح: ٨٢٢ من حديث الأعمش به، وهو في مسند أبي داود الطيالسي، ح: ٢٥٩.

﴿غَيْرِ آسِنٍ﴾ [مُحَمَّد:١٥] أَوْ يَاسِنٍ قَالَ: كُلَّ الْقُرْآنِ قَرَأْتَ غَيْرَ هٰذَا [الْحَرْفِ]؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: إِنَّ قَوْمًا يَقْرَءُونَهُ يَنْثُرُونَهُ نَثْرَ الدَّقَلِ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، إِنِّي لَأَعْرِفُ السُّوَرَ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقْرِنُ بَيْنَهُنَّ، قَالَ: فَأَمَرْنَا عَلْقَمَةَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: عِشْرُونَ سُورَةً مِّنَ الْمُفَصَّلِ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرِنُ بَيْنَ كُلِّ سُورَتَيْنِ فِي رَكْعَةٍ.

کیا تو نے اس کلمے کے سوا سارا قرآن پڑھ لیا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ انھوں نے فرمایا: کچھ لوگ اس کو پڑھتے ہیں اور ردی کھجوروں کی طرح پھیلا اور بکھیر دیتے ہیں، یعنی غور و فکر کرنے کے بغیر بلاسوچے سمجھے پڑھتے ہیں اور وہ ان کی ہنسلیوں، یعنی حلقوں سے نیچے نہیں اترتا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آتے)۔ اور میں ان ملتی جلتی (معانی اور مطالب کے اعتبار سے) سورتوں کو جانتا ہوں جنھیں رسول اللہ ﷺ ملا کر پڑھتے تھے۔ ہم نے علقمہ سے کہا تو انھوں نے سیدنا عبداللہ سے پوچھا۔ انھوں نے جواب دیا: مفصل سورتوں میں بیس سورتیں ہیں جنھیں نبی ﷺ ہر رکعت میں دو دو ملا کر پڑھتے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: سائل نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک کلمے کی قراءت کے بارے میں سوال کیا کہ اس کو الف کے ساتھ پڑھنا ہے یا یاء کے ساتھ؟ تو انھوں نے فرمایا: کیا تم نے پورے قرآن کے معانی اور مطالب جان لیے ہیں کہ اب قراءت کے اختلاف کو جاننا چاہتے ہو؟ کیونکہ اصل مطلوب تو قرآن کے حقائق و معارف سے آگاہی ہے۔ قراءت کا اختلاف ثانوی چیز ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں تمام مفصل سورتیں ایک رکعت میں پڑھ لیتا ہوں۔ تب انھوں نے فرمایا: ردی کھجوروں کی طرح جلدی جلدی ان سے فارغ ہوجاتے ہو۔ نبی اکرم ﷺ تو مفصل میں سے بیس سورتوں کو دس رکعات میں پڑھتے تھے، یعنی ایک رکعت میں دو سورتیں جن کے مفاہیم و مطالب آپس میں ملتے ہیں یا آیتیں تقریباً برابر ہیں، مثلاً: رحمن اور نجم ایک رکعت میں، اقتربت الساعۃ اور الحاقہ ایک رکعت میں، طور اور ذاریات ایک رکعت میں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 412/1)

(المعجم ٧٠) بَابُ مَا ذُكِرَ فِي فَضْلِ الْمَشْيِ إِلَى الْمَسْجِدِ وَمَا يُكْتَبُ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ فِي خُطَاهُ (التحفة ٢٠٦)

باب: 70۔ مسجد کی طرف جانے کی فضیلت اور ہر قدم پر ملنے والے ثواب کا بیان

٦٠٣- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ سَمِعَ ذَكْوَانَ

[603] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب انسان وضو کرتا ہے اور اچھے طریقے سے وضو

٦٠٣- أخرجه مسلم، المساجد، باب فضل الصلاة المكتوبة في جماعة ... إلخ، ح: ٦٤٩/ ٢٧٢ من حديث شعبة، والبخاري، ح: ٤٧٧ من حديث الأعمش به، وهو في مسند أبي داود الطيالسي، ح: ٢٤١٤.

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا تَوَضَّأَ الرَّجُلُ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ لَا يُخْرِجُهُ أَوْ قَالَ: لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا إِيَّاهَا لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً أَوْ حَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةً».

کرتا ہے، پھر نماز کے لیے نکلتا ہے، اسے صرف نماز ہی نکالتی یا اٹھاتی ہے تو وہ جو قدم بھی اٹھاتا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے یا اس کا اس سے ایک گناہ معاف کر دیتا ہے۔"

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر انسان گھر میں وضو کرتے ہوئے پورے شرعی آداب وفرائض کا دھیان رکھتے ہوئے مکمل وضو کرتا ہے اور پھر خالص نیت سے محض نماز کی خاطر مسجد کو جاتا ہے اور اس میں اس کا کوئی دنیوی مفاد یا سماجی ضرورت نہ ہوتو اس کے ہر قدم پر اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند فرماتا ہے یا گناہ جھاڑ دیتا ہے۔

(المعجم ۱) بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الصَّلَاةِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ [أَنَّهُ] فِي الْبَيْتِ أَفْضَلُ (التحفة ۲۰۷)

باب: 71۔ مغرب کے بعد کے نوافل گھر پر پڑھنا افضل ہے

۶۰۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ ابْنُ أَبِي الْوَزِيرِ [الْبَصْرِيُّ ثِقَةٌ]: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسٰى عَنْ سَعْدِ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ فِي مَسْجِدِ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ الْمَغْرِبَ فَقَامَ نَاسٌ يَتَنَفَّلُونَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «عَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الصَّلَاةِ فِي الْبُيُوتِ».

[604] سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے مغرب کی نماز بنو عبد الاشہل کی مسجد میں ادا کی تو کچھ لوگ اٹھ کر نوافل پڑھنے لگے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "تم یہ نماز گھروں میں پڑھا کرو۔"

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ [مِنْ حَدِيثِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ] لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَالصَّحِيحُ مَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي بَيْتِهِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَقَدْ رُوِيَ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الْمَغْرِبَ فَمَا زَالَ يُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ حَتّٰى صَلَّى الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ فَفِي هٰذَا الْحَدِيثِ دَلَالَةٌ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ صحیح روایت وہ ہے جو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ مغرب کے بعد کی دو رکعتیں اپنے گھر میں پڑھتے تھے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ مغرب کے بعد عشاء تک مسجد میں نوافل پڑھتے رہے۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی

۶۰۴۔ [حسن بالشواهد] أخرجه النسائي، قيام الليل، باب الحث على الصلاة في البيوت والفضل في ذلك: ۳/ ۱۹۸، ۱۹۹، ح: ۱۶۰۱ عن محمد بن بشار به، وصححه ابن خزيمة، ح: ۱۲۰۱ * محمد بن موسى هو الفِطْري وللحديث شواهد. حديث ابن عمر أخرجه البخاري، ح: ۱۱۷۲، ومسلم، ح: ۷۲۹، وحديث حذيفة، يأتي: ۳۷۸۱.

الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي الْمَسْجِدِ.

ہے کہ نبی ﷺ نے مغرب کے بعد کی دو رکعتیں مسجد میں پڑھی ہیں۔

فائدہ: نفل نماز گھر میں پڑھنا یقیناً افضل ہے۔ اس میں مغرب کے بعد کی سنتیں بھی داخل ہیں۔ رات کو انسان عموماً نماز پڑھ کر گھر کا رخ کرتا ہے، اس لیے رات کی نفل نماز گھر میں پڑھنے کی امام مالک اور ثوری رحمہ اللہ کے نزدیک زیادہ تاکید ہے لیکن مسجد میں بھی پڑھنا جائز ہے اور ان لوگوں کا موقف درست نہیں ہے جو یہ کہتے ہیں کہ مغرب کی سنتیں مسجد میں ہوتی ہی نہیں۔

(تحفة الأحوذي: 413/1)

(المعجم ٧٢) بَابُ [مَا ذُكِرَ] فِي الْاِغْتِسَالِ عِنْدَ مَا يُسْلِمُ الرَّجُلُ (التحفة ٣٠٨)

باب: 72۔ قبول اسلام کے وقت غسل کرنا

٦٠٥- حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَغَرِّ بْنِ الصَّبَّاحِ، عَنْ خَلِيفَةَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عَاصِمٍ أَنَّهُ أَسْلَمَ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَغْتَسِلَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ.

[605] سیدنا قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مسلمان ہوئے تو نبی ﷺ نے انھیں پانی اور بیری کے پتوں سے غسل کرنے کا حکم دیا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ يَسْتَحِبُّونَ لِلرَّجُلِ إِذَا أَسْلَمَ أَنْ يَغْتَسِلَ وَيَغْسِلَ ثِيَابَهُ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ وہ اس بات کو مستحب سمجھتے ہیں کہ انسان جب مسلمان ہو تو غسل کرے اور اپنے کپڑے دھوئے۔

فائدہ: غیر مسلم بالغ انسان احتلام کی حالت سے گزرتا ہے اور اگر شادی شدہ ہو تو بیوی کے پاس بھی جاتا ہے اور اس حالت میں غسل کرنا فرض ہے جبکہ وہ عموماً ایسا نہیں کرتے، اس لیے اس حالت میں غسل کرنا بالاتفاق فرض ہے اور اگر اس پر نہانا فرض نہ ہو تو پھر حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک غسل کرنا مستحب ہے۔ مالکیہ، حنابلہ، ابوثور اور ابن منذر کے نزدیک ہر حالت میں نہانا فرض ہے کیونکہ کفر کی حالت میں فرض غسل ادا نہیں ہوتا، فرض کی ادائیگی کے لیے ایمان شرط ہے۔ حدیث کا تقاضا یہی ہے۔ کپڑوں کی پلیدی کا احتمال ہو تو پھر ان کا دھونا بھی فرض ہوگا وگرنہ مستحب ہوگا۔ (شرح المهذب: 153/2، وتحفة الأحوذي: 413/1)

٦٠٥- أخرجه أبو داود، الطهارة، باب الرجل يسلم فيؤمر بالغسل، ح: ٣٥٥ من حديث سفيان الثوري به، وصرح بالسماع عنده، وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٥٤، ٢٥٥ وابن حبان، ح: ٢٣٤ وابن الجارود، ح: ١٤ وغيرهم وسنده حسن، وحسنه البغوي والنووي وللحديث شواهد عند البخاري ومسلم وغيرهما * وفي الباب عن أبي هريرة [أحمد: ٢/ ٣٠٤ وأصله متفق عليه].

(المعجم ٣) بَابُ مَا ذُكِرَ مِنَ التَّسْمِيَةِ عِنْدَ دُخُولِ الْخَلَاءِ (التحفة ٣٠٩)

باب: 73۔ بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ پڑھنا

٦٠٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ بَشِيرِ بْنِ سَلْمَانَ: حَدَّثَنَا خَلَّادٌ الصَّفَّارُ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَبْدِاللهِ النَّصْرِيِّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «سَتْرُ مَا بَيْنَ أَعْيُنِ الْجِنِّ وَعَوْرَاتِ بَنِي آدَمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُهُمُ الْخَلَاءَ أَنْ يَقُولَ: بِسْمِ اللهِ».

[606] سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی شخص بیت الخلا میں داخل ہونا چاہے تو اس کی شرم گاہ اور جنوں کی آنکھوں کے درمیان پردے کا باعث بسم اللہ پڑھنا ہے۔“

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَإِسْنَادُهُ لَيْسَ بِذَاكَ [الْقَوِيِّ]. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ شَيْئًا فِي هٰذَا.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں اور اس کی سند کوئی زیادہ قوی اور مضبوط نہیں ہے۔ اس سلسلے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نبی ﷺ سے کچھ (آداب) منقول ہیں۔

فائدہ: مختلف روایات کو سامنے رکھنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بیت الخلا میں جانے کے ارادے کے وقت [بِسْمِ اللهِ اور أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ] کہنا بہتر ہے اگرچہ کفایت ایک میں بھی ہے کیونکہ تسمیہ کے بارے میں آنے والی بعض روایات صحیح ہیں۔ (معارف السنن:144/5، وتحفة الأحوذي: 414/1)

(المعجم ٤) بَابُ مَا ذُكِرَ مِنْ سِيمَا هٰذِهِ الْأُمَّةِ مِنْ آثَارِ السُّجُودِ وَالطُّهُورِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (التحفة ٣١٠)

باب: 74۔ اس امت کے لیے قیامت کے دن سجدے اور طہارت کے اثرات کا بطور علامت و نشانی نمایاں ہونا

٦٠٧- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ [أَحْمَدُ بْنُ بَكَّارٍ]

[607] سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی

٦٠٦ـ [حسن بالشواهد] أخرجه ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب ما يقول الرجل إذا دخل الخلاء، ح: ٢٩٧ عن محمد بن حميد الرازي به، وللحديث شواهد. وحديث أنس أخرجه الطبراني في الأوسط: ٣/ ٢٤٥، ح: ٢٥٢٥، ٨/ ٣٢، ح: ٧٠٦٢ بسندين.

٦٠٧ـ أخرجه أحمد: ٤/ ١٨٩ بإسناد صحيح عن صفوان بن عمرو به، وللحديث شواهد كثيرة * الوليد بن مسلم تابعه أبوالمغيرة وهو ثقة.

الدِّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ ابْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: قَالَ صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو: أَخْبَرَنِي يَزِيدُ بْنُ خُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ بُسْرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرٌّ مِّنَ السُّجُودِ مُحَجَّلُونَ مِنَ الْوُضُوءِ».

ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کی پیشانیاں قیامت کے دن سجدوں کی بنا پر چمکدار اور وضو کی بنا پر ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ صرف اسی سند سے عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

فائدہ: آخری امت کے وضو کا اثر قیامت کے دن ہاتھ پاؤں اور چہرے کے روشن اور چمکدار ہونے کی صورت میں ظاہر ہوگا اور سجدے کے نتیجے میں چہرے کے حسن ونکھار اور خوبصورتی میں اور اضافہ ہوگا، کیونکہ أَغَرّ، غُرَّةٌ سے اسم تفضیل ہے جو پیشانی کی چمک اور سفیدی کو کہتے ہیں اور اس سے مراد حسین وجمیل ہونا لیا جاتا ہے اور مُحَجَّل ہاتھ پاؤں کی چمک اور سفیدی کو کہتے ہیں، گویا پانچ کلیاں ہوں گے۔

(المعجم ٥) بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ التَّيَمُّنِ فِي الطُّهُورِ (التحفة ٢١١)

باب: 75۔ طہارت میں دائیں طرف سے شروع کرنا مستحب ہے

٦٠٨- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِي طُهُورِهِ إِذَا تَطَهَّرَ، وَفِي تَرَجُّلِهِ إِذَا تَرَجَّلَ، وَفِي انْتِعَالِهِ إِذَا انْتَعَلَ.

[608] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ جب طہارت (وضو، غسل) کرتے اور جب بالوں میں کنگھی کرتے اور جب جوتا پہنتے تو دائیں طرف سے ابتدا کرنا پسند فرماتے تھے۔

وَأَبُو الشَّعْثَاءِ اسْمُهُ سُلَيْمُ بْنُ أَسْوَدَ الْمُحَارِبِيُّ. قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اور ابوشعثاء رحمہ اللہ کا نام سلیم بن اسود محاربی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: نبی ﷺ عام طور پر حصولِ برکت کے لیے پسندیدہ افعال کا آغاز دائیں طرف سے فرماتے تھے۔ لیکن بعض اعمال کا آغاز بائیں طرف سے بھی کیا، مثلاً: بیت الخلا میں پہلے بایاں پاؤں اندر رکھیں گے، مسجد سے نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر نکالیں گے اور استنجا کرنے کے لیے بایاں ہاتھ استعمال کریں گے اور یہ مسئلہ کتاب الطہارۃ میں گزر چکا ہے۔

٦٠٨ـ أخرجه مسلم، الطهارة، التيمن في الطهور وغيره، ح: ٢٦٨ من حديث أبي الأحوص، والبخاري، ح: ١٦٨ من حديث أشعث بن سليم بن أسود به.

(المعجم ٦) بَابُ ذِكْرِ قَدْرِ مَا يُجْزِئُ مِنَ الْمَاءِ فِي الْوُضُوءِ (التحفة ٣١٢)

باب: 76۔ وضو کے لیے کتنا پانی کافی ہے

٦٠٩- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عِيسَى، عَنِ ابْنِ جَبْرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «يُجْزِئُ فِي الْوُضُوءِ رِطْلَانِ مِنْ مَاءٍ».

[609] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وضو کے لیے دو رطل پانی کافی ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ شَرِيكٍ عَلَى هٰذَا اللَّفْظِ. وَرَوَى شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَبْرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَوَضَّأُ بِالْمَكُّوكِ وَيَغْتَسِلُ بِخَمْسَةِ مَكَاكِيَّ. [وَرُوِيَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عِيسَى، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَبْرٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ. وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ شَرِيكٍ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے، ان الفاظ کے ساتھ صرف شریک ہی نے اسے بیان کیا ہے۔ امام شعبہ اپنی سند سے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک مکوک سے وضو اور پانچ مکوک سے غسل فرماتے تھے۔ سفیان ثوری کی سند سے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ ایک مد سے وضو کر لیتے اور ایک صاع سے نہا لیتے تھے۔ اور یہ حدیث شریک کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

فائدہ: نبی ﷺ وضو اور غسل کے لیے ہمیشہ یکساں پانی استعمال نہیں فرماتے تھے۔ اس کی مقدار میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی۔ بعض دفعہ آپ نے مد سے کم پانی سے وضو فرمایا، بعض دفعہ مد سے زیادہ پانی استعمال کیا اور یہی صورت حال غسل کی ہے۔ اصل مطلوب پانی کے استعمال میں اسراف سے بچنا ہے۔ (تحفة الأحوذي: 415/1) اور اس حدیث میں ''مکوک'' سے مراد ''مد'' ہی ہے۔ اور ایک صاع پانچ رطل اور ایک تہائی کے برابر ہوتا ہے، جبکہ احناف کے نزدیک آٹھ رطل کا ہوتا ہے۔ بقول حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور موجودہ دور میں علی پاشا کے نزدیک غلے کی پیمائش کا صاع پانچ رطل اور تہائی کا تھا اور پانی کی پیمائش کا صاع آٹھ رطل کا تھا۔ (فقہ الزکاۃ، اردو: 487/1، قرضاوی) اور ایک رطل کا وزن 90 مثقال ہے اور ایک مثقال کا وزن ساڑھے چار ماشے ہے، اس طرح ایک صاع میں پانی کا وزن تین سیر چھ چھٹانک ہوگا۔ اور ایک صاع میں چار مد ہوتے ہیں اور ایک مد پانی کا وزن چودہ چھٹانک کے قریب ہوگا، یعنی ساڑھے تیرہ چھٹانک۔

٦٠٩- [حسن بالشواهد والمتابعات] أخرجه أحمد: ٣/ ١٧٩ عن وكيع به، وأبوداود، ح: ٩٥، بلفظ آخر * شريك عنعن وتابعه سفيان بن عبدالله بن جبر كما في صحيح أبي عوانة (١/ ٢٣٣) وهو في شرح السنة: ٢/ ٥٢، ح: ٢٧٨ من طريق الترمذي به. حديث شعبة رواه مسلم (٣٢٥)، وحديث سفيان الثوري: لم أجده.

(المعجم ..) بَابُ مَا ذُكِرَ فِي نَضْحِ بَوْلِ الْغُلَامِ الرَّضِيعِ (التحفة ٣١٢)

باب: 77۔ دودھ پیتے بچے کے پیشاب پر پانی چھڑکنا

٦١٠- حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي حَرْبِ بْنِ أَبِي الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فِي بَوْلِ الْغُلَامِ الرَّضِيعِ: «يُنْضَحُ بَوْلُ الْغُلَامِ وَيُغْسَلُ بَوْلُ الْجَارِيَةِ». قَالَ قَتَادَةُ: وَهٰذَا مَا لَمْ يَطْعَمَا، فَإِذَا طَعِمَا غُسِلَا جَمِيعًا.

[610] سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے دودھ پیتے بچے کے پیشاب کے بارے میں فرمایا: ''بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں اور بچی کے پیشاب کو دھویا جائے۔'' قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ اس وقت تک ہے جب تک انھوں نے کھانا کھانا شروع نہ کیا ہو، جب کھانا کھانے لگیں تو دونوں کا پیشاب دھویا جائے گا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ]. رَفَعَ هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِيُّ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ قَتَادَةَ، وَوَقَفَهُ سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ وَلَمْ يَرْفَعْهُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ہشام دستوائی نے یہ حدیث قتادہ سے مرفوعاً بیان کی ہے اور سعید بن ابو عروبہ نے موقوفاً بیان کی ہے۔ اس کی نسبت آپ ﷺ کی طرف نہیں کی۔

فائدہ: یہ چند باب اور ان کے مسائل ''رسول اللہ ﷺ سے منقول طہارت کے احکام و مسائل'' میں پہلے گزر چکے ہیں۔

(المعجم ...) [بَابُ مَا ذُكِرَ فِي مَسْحِ النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَ نُزُولِ الْمَائِدَةِ] (التحفة ...)

باب:۔ نبی ﷺ کا سورۂ مائدہ کے نازل ہونے کے بعد (پاؤں کا) مسح کرنا

٦١١- [حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ: رَأَيْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ، قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ فِي ذٰلِكَ؟ فَقَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ، فَقُلْتُ لَهُ: أَقَبْلَ الْمَائِدَةِ أَمْ بَعْدَ الْمَائِدَةِ؟

[611] شہر بن حوشب رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں: میں نے سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انھوں نے وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔ میں نے ان سے اس کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا: میں نے نبی ﷺ کو وضو کرتے دیکھا، آپ نے اپنے موزوں پر مسح کیا۔ میں

٦١٠- أخرجه أبو داود، الطهارة، باب بول الصبي يصيب الثوب، ح: ٣٧٨ وابن ماجه، ح: ٥٢٥ من حديث معاذ بن هشام الدستوائي به، وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٨٤ وابن حبان، ح: ٢٤٧ والحاكم: ١/ ١٦٥ ووافقه الذهبي وللحديث شواهد كثيرة جدًا عند أبي داود (٣٧٦) وغيره.

٦١١- تقدم: ٩٤.

قَالَ: مَا أَسْلَمْتُ إِلَّا بَعْدَ الْمَائِدَةِ].

نے پوچھا: یہ واقعہ سورۂ مائدہ کے اترنے سے پہلے کا ہے یا بعد کا؟ انھوں نے جواب دیا: میں تو مسلمان ہی سورۂ مائدہ کے اترنے کے بعد ہوا ہوں۔

فائدہ: بعض لوگوں کو سورۂ مائدہ کی آیتِ وضو سے یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ شاید موزوں پر مسح کرنا درست نہیں کیونکہ آیت وضو میں پاؤں دھونے کا حکم ہے، لہٰذا یہ حدیث اس بارے میں فیصلہ کن ہے کہ پاؤں دھونے کا حکم نازل ہونے کے بعد بھی نبی ﷺ موزوں پر مسح فرماتے تھے، لہٰذا یہ حکم محکم ہے، منسوخ نہیں۔ رافضی (شیعہ) اس آیت کے یہ معنی لیتے ہیں کہ پاؤں پر مسح کیا جائے، پاؤں دھوئے نہ جائیں، یعنی ایسا مفہوم لیتے ہیں جو تمام سلف امت کے خلاف ہے۔

٦١٢- [حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ مَيْسَرَةَ النَّحْوِيُّ عَنْ خَالِدِ بْنِ زِيَادٍ نَحْوَهُ.

[612] محمد بن حمید رازی کی سند سے مذکورہ بالا کی مانند مروی ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُهُ مِثْلَ هٰذَا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ عَنْ شَهْرِ ابْنِ حَوْشَبٍ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ اس انداز میں یہ حدیث صرف مقاتل بن حیان ہی شہر بن حوشب سے بیان کرتا ہے۔

(المعجم ٨) بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الرُّخْصَةِ لِلْجُنُبِ فِي الْأَكْلِ وَالنَّوْمِ إِذَا تَوَضَّأَ (التحفة ٣١٢)

باب: 78- جنبی کو وضو کر کے کھانے پینے اور سونے کی اجازت ہے

٦١٣- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عَطَاءٍ الْخُرَاسَانِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ عَمَّارٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ لِلْجُنُبِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يَشْرَبَ أَوْ يَنَامَ أَنْ يَتَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ.

[613] سیدنا عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جنبی شخص کو رخصت دی ہے کہ جب وہ کھانا، پینا یا سونا چاہے تو نماز والے وضو کی طرح وضو کر لے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس بات پر امت کا اتفاق ہے کہ جنبی شخص کے لیے افضل اور بہتر یہی ہے کہ وہ کھانے، پینے اور سونے سے پہلے غسل کر لے، تاہم غسل کیے بغیر کھانا، پینا اور سونا جائز ہے اور کھانے پینے کے لیے شرعی وضو (نماز والا وضو) لازم نہیں

٦١٢- انظر الحديث السابق.

٦١٣- [ضعيف] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب من قال: الجنب يتوضأ، ح: ٢٢٥ من حديث حماد بن سلمة به، وسنده ضعيف، وحديث مسلم، ح: ٣٠٥/ ٢٢ يغني عنه وهذا للاستحباب.

ہے، سونے سے پہلے بعض ائمہ کے نزدیک نماز والا وضو لازم ہے لیکن جمہور ائمہ کے نزدیک یہ حکم استحبابی ہے وجوبی نہیں۔ (تحفة الأحوذي: 1/416)

(المعجم ۹) بَابُ مَا ذُكِرَ فِي فَضْلِ الصَّلَاةِ

(التحفة ۲۱۵)

باب: 79۔ نماز کی فضیلت کا بیان

٦١٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ [الْقَطَوَانِيُّ الْكُوفِيُّ]: حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللهِ بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا غَالِبٌ أَبُو بِشْرٍ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ عَائِذٍ الطَّائِيِّ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أُعِيذُكَ بِاللهِ يَا كَعْبَ ابْنَ عُجْرَةَ مِنْ أُمَرَاءَ يَكُونُونَ مِنْ بَعْدِي، فَمَنْ غَشِيَ أَبْوَابَهُمْ فَصَدَّقَهُمْ فِي كَذِبِهِمْ وَأَعَانَهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ فَلَيْسَ مِنِّي وَلَسْتُ مِنْهُ، وَلَا يَرِدُ عَلَيَّ الْحَوْضَ، وَمَنْ غَشِيَ أَبْوَابَهُمْ أَوْ لَمْ يَغْشَ فَلَمْ يُصَدِّقْهُمْ فِي كَذِبِهِمْ وَلَمْ يُعِنْهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ فَهُوَ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ، وَسَيَرِدُ عَلَيَّ الْحَوْضَ، يَا كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ! الصَّلَاةُ بُرْهَانٌ، وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ حَصِينَةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ، يَا كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ، إِنَّهُ لَا يَرْبُو لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ إِلَّا كَانَتِ النَّارُ أَوْلٰى بِهِ».

[614] سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے کعب بن عجرہ! میں تجھے اپنے بعد آنے والے حکمرانوں سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں، سو جو شخص ان کے دروازوں پر حاضر ہوگا اور ان کے جھوٹ کی تصدیق کرے گا اور ان کے ظلم وستم میں ان سے تعاون کرے گا تو اس کا مجھ سے اور میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (میں اس سے بری اور بیزار ہوں۔) اور وہ میرے پاس حوض پر نہیں آسکے گا، نیز جو شخص ان کے دروازوں پر گیا یا نہ گیا لیکن ان کے جھوٹ میں ان کی تصدیق نہ کی اور ان کے ظلم و جور میں ان کی مدد نہ کی تو وہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں۔ (اسے مجھ سے عقیدت ومحبت ہے اور وہ مجھے پیارا ہے۔) اور وہ یقینا حوض پر میرے پاس آئے گا۔ اے کعب بن عجرہ! نماز (انسان کے ایمان و اخلاص کی) دلیل و حجت ہے اور روزہ (گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی وغضب سے) مضبوط ڈھال ہے اور صدقہ غلطی (کی آگ) کو بجھا دیتا ہے جیسا کہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ اے کعب بن عجرہ! بلاشبہ جو گوشت حرام سے پلا بڑھا ہو، وہ آگ ہی کا زیادہ حقدار ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ [إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔ ہم اسے صرف عبیداللہ بن موسیٰ کی

٦١٤- أخرجه الطبراني: ١٩/ ١٠٥، ١٠٦، ح: ٢١٢ من حديث عبدالله بن أبي زياد، وانظر، ح: ٢٢٥٩ وللحديث شواهد عند ابن حبان، ح: ١٥٦٩، ١٥٧٠ والحاكم: ٤/ ٤٢٢ وغيرهما.

مُوسٰى. وَأَيُّوبُ بْنُ عَائِذٍ الطَّائِيُّ يُضَعَّفُ وَيُقَالُ: كَانَ يَرٰى رَأْيَ الْإِرْجَاءِ]. وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مُوسٰى وَاسْتَغْرَبَهُ جِدًّا.

روایت ہی سے جانتے ہیں۔ اور ایوب بن عائذ الطائی کو ضعیف قرار دیا گیا ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ مرجئہ کے نظریات رکھتا تھا، یعنی ایمان کی موجودگی میں کسی گناہ کو نقصان دہ نہیں سمجھا جاتا۔ میں نے امام محمد (امام بخاری رحمہ اللہ) سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے بھی اسے صرف عبیداللہ بن موسیٰ کی روایت سے جانا اور اسے بہت غریب قرار دیا۔

٦١٥- وَقَالَ مُحَمَّدٌ: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مُوسٰى، عَنْ غَالِبٍ بِهٰذَا.

[615] امام محمد بخاری رحمہ اللہ کی سند سے بھی یہ روایت مروی ہے۔

فائدہ: علامہ احمد محمد شاکر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تائید میں مختلف صحیح احادیث پیش کی ہیں۔ (سنن الترمذي، تحقيق أحمد محمد شاکر: 395،394/2)

(المعجم ٨٠) بَابٌ مِّنْهُ (التحفة ٣١٦)

باب: 80۔ اسی سلسلے میں ایک اور باب

٦١٦- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ [الْكِنْدِيُّ] الْكُوفِيُّ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنِي سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَخْطُبُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ: «اتَّقُوا اللهَ رَبَّكُمْ، وَصَلُّوا خَمْسَكُمْ، وَصُومُوا شَهْرَكُمْ، وَأَدُّوا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ وَأَطِيعُوا ذَا أَمْرِكُمْ، تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ» قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي أُمَامَةَ: مُنْذُ كَمْ سَمِعْتَ [مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ] هٰذَا الْحَدِيثَ؟ قَالَ: سَمِعْتُهُ وَأَنَا ابْنُ ثَلَاثِينَ سَنَةً.

[616] سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے حجۃ الوداع کے خطبے میں یہ سنا، آپ نے فرمایا: ''(لوگو!) اپنے رب اللہ سے ڈرو، اور اپنی پانچ نمازیں پڑھتے رہو، اور اپنے مہینے کے روزے رکھو، اور اپنے مالوں کی زکاۃ ادا کرو اور اپنے حکمران کی اطاعت کرو، اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔'' سلیم بن عامر رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: یہ حدیث آپ کو رسول اللہ ﷺ سے سنے کتنا عرصہ ہو گیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: میں نے اس وقت سنی تھی جب میری عمر تیس سال تھی۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٦١٥ـ انظر الحديث السابق.

٦١٦ـ أخرجه أحمد: ٥/ ٢٥١ عن زيد بن حباب به، وصححه ابن حبان، ح: ٧٩٥ والحاكم: ١/ ٩ على شرط مسلم ووافقه الذهبي وله طرق عند أحمد: ٥/ ٢٦٢ وغيره.

آخِرُ أَبْوَابِ الصَّلَاةِ

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں نماز اور ماہ رمضان کی نسبت لوگوں کی طرف کی گئی ہے، کیونکہ ان کا فائدہ اور اجر و ثواب انھی کو حاصل ہوتا ہے۔ [ذَا أَمْرِكُمْ] سے مراد اہل حل وعقد ہیں، وہ علماء اور اہل علم ہوں یا حکمران، یعنی جو بھی امت کے معاملات کو طے کرنے کا فریضہ سرانجام دیتے ہوں۔ ② اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جنت میں سیدھا جانے کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود کی پابندی کی جائے اور فرائض کا اہتمام ہو، اس کے نتیجے میں منہیات (منع کردہ چیزوں) سے بچنے کا جذبہ پیدا ہوگا۔ (تحفة الأحوذي: 417/1)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

(المعجم ٥) أَبْوَابُ الزَّكَاةِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ (التحفة ٢)

زکاۃ کے احکام ومسائل

(المعجم ١) بَابُ مَا جَاءَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي مَنْعِ الزَّكَاةِ مِنَ التَّشْدِيدِ (التحفة ١)

باب: 1- زکاۃ نہ دینے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے سختی کا بیان

٦١٧- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ [التَّمِيمِيُّ الْكُوفِيُّ]: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ [الْ]مَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: جِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَهُوَ جَالِسٌ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ، قَالَ: فَرَآنِي مُقْبِلًا فَقَالَ: «هُمُ الْأَخْسَرُونَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»، قَالَ: فَقُلْتُ: مَالِي لَعَلَّهُ أُنْزِلَ فِيَّ شَيْءٌ؟ قَالَ: قُلْتُ: مَنْ هُمْ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هُمُ الْأَكْثَرُونَ إِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا، فَحَثَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ، ثُمَّ قَالَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَمُوتُ رَجُلٌ فَيَدَعُ إِبِلًا أَوْ بَقَرًا لَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهَا إِلَّا جَاءَتْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْظَمَ مَا كَانَتْ وَأَسْمَنَهُ تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا وَتَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا كُلَّمَا

[617] سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ کعبے کے سائے میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے مجھے آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''رب کعبہ کی قسم! قیامت کے دن وہی لوگ سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔'' میں نے (دل میں) سوچا (نہ معلوم مجھ سے کون سی کوتاہی سرزد ہوگئی ہے) شاید میرے بارے میں کوئی آیت نازل ہوگئی ہے۔ میں نے پوچھا: آپ پر میرے ماں باپ قربان! وہ کون لوگ ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ بہت زیادہ مال و دولت والے ہیں، مگر جس نے ایسے کیا اور ایسے کیا۔'' آپ نے (اشارے سے) دونوں لپ بھر کر اپنے آگے، دائیں اور اپنے بائیں ڈالے، پھر فرمایا: ''اس ذات

٦١٧- أخرجه مسلم، باب تغليظ عقوبة من لا يؤدي الزكاة، ح: ٩٩٠ من حديث أبي معاوية الضرير والبخاري، ح: ١٤٦٠ من حديث الأعمش به * وفي الباب عن أبي هريرة [البخاري ، ح: ١٤٠٢ ومسلم، ح: ٩٨٧] وعلي بن أبي طالب [الخطيب في تاريخ بغداد: ٥/ ٣٠٨، ٣٠٩ وسنده موضوع] وقبيصة بن هلب عن أبيه [أحمد: ٥/ ٢٢٧] وجابر بن عبد الله [مسلم، ح: ٩٨٨] وعبدالله بن مسعود [يأتي: ٣٠١٢] * أثر الضحاك بن مزاحم، سنده ضعيف، الثوري عنعن.

نَفِدَتْ أُخْرَاهَا عَادَتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ».

کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو شخص اس طرح فوت ہوگیا کہ اپنے پیچھے ایسے اونٹ اور گائیں چھوڑ گیا جن کی اس نے زکاۃ ادا نہیں کی تو یہ جانور قیامت کے دن، انتہائی جسامت اور موٹاپے کی حالت میں جس پر کبھی تھے، اس کے پاس آئیں گے اور اسے اپنے ٹاپوں سے روندیں گے اور اپنے سینگوں سے ماریں گے۔ جب آخری جانور اوپر سے گزر جائے گا تو پہلا لوٹ آئے گا۔ یہ حالت لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے تک جاری رہے گی۔''

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مِثْلُهُ. وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَّضِيَ اللهُ عَنْهُ: لُعِنَ مَانِعُ الصَّدَقَةِ. وَ[عَنْ] قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي ذَرٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَاسْمُ أَبِي ذَرٍّ جُنْدَبُ بْنُ السَّكَنِ، وَيُقَالُ ابْنُ جُنَادَةَ. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مُوسٰى، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ الدَّيْلَمِ، عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ مُزَاحِمٍ قَالَ: الْأَكْثَرُونَ أَصْحَابُ عَشَرَةِ آلَافٍ. [قَالَ: وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيرٍ مَّرْوَزِيٌّ رَّجُلٌ صَالِحٌ].

اس مسئلے میں اس قسم کی روایت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی آئی ہے۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: صدقہ روکنے والے پر لعنت کی گئی ہے اور سیدنا ہلب، جابر بن عبداللہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے بھی روایات منقول ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابوذر رضی اللہ عنہ کا نام جندب بن سکن ہے اور جندب بن جنادہ بھی کہا جاتا ہے۔ عبداللہ بن منیر رحمہ اللہ کی سند سے ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ [أکثرون] سے مراد وہ لوگ ہیں جو دس ہزار درہم کے مالک ہوں۔ اور عبداللہ بن منیر مروزی اچھا صالح انسان ہے۔

فوائد ومسائل: ① زکاۃ کے ایک معنی تطہیر اور پاک وصاف ہونا اور دوسرے تزکیہ، اضافے اور بڑھوتری کے ہیں۔ اس کا اطلاق فرض اور نفل صدقہ، نان ونفقہ، ادائیگی حق اور ضرورت سے زائد چیز پر بھی ہو جاتا ہے۔ ② زکاۃ ادا کرنے سے مال پاک و صاف ہو جاتا ہے اور اس میں اضافہ و برکت ہوتی ہے۔ زکاۃ ادا کرنے والے کا نفس بخل و کنجوسی کی بدخصلت اور بری عادت سے بچ جاتا ہے اور اس میں جود وسخا اور خرچ کرنے کا ملکہ نشوونما اور ترقی پاتا ہے۔ ③ زکاۃ دینی ضروریات اور مسلمانوں پر خرچ کرنے کے اعتبار سے مکہ مکرمہ میں فرض ہوگئی تھی، لیکن اس کے نصاب اور مدت کا تعین مدینہ منورہ میں آ کر ہوا۔ اس کی مکمل تفصیلات (تحصیل و تقسیم)، حکومتی سطح پر وصولی اور اس کے لیے تحصیلدار مقرر کرنے کا عمل 9 ہجری تک مکمل ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے زمانے میں ہر قسم کے اموال کی زکاۃ سرکاری سطح پر وصول کی جاتی تھی۔ اس عہد مبارک میں اموال ظاہرہ اور باطنہ کی کوئی تفریق نہ تھی۔ (مکمل تفصیلات کے لیے علامہ یوسف قرضاوی کی کتاب ''فقہ الزکاۃ'' کا مطالعہ کیجیے۔) ④ [أکثرون] ''کثرت والوں'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو نصاب زکاۃ کے مالک ہوں اور زکاۃ ادا نہ کرتے ہوں۔ ⑤ یہاں اونٹ اور گائے کی

زکاۃ ادا نہ کرنے والوں کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ ان کے یہ حیوانات اس حالت میں لائے جائیں گے کہ جب وہ بہت ڈیل ڈول والے اور موٹے تازے تھے اور انسان کو زمین پر لٹا کر ان تمام جانوروں کو قطار در قطار اس کے اوپر سے گزارا جائے گا۔ اونٹ اسے اپنے ٹاپوں سے روندیں گے اور گائیں اپنے کھروں سے روندتے ہوئے اسے اپنے سینگوں کا بھی نشانہ بنائیں گی۔ زکاۃ ادا نہ کرنے والے کا یہ حشر اس وقت تک جاری رہے گا جب تک تمام لوگوں کا حساب کتاب اور فیصلہ نہیں ہو جائے گا۔ ⑥ ضحاک بن مزاحم نے [أكثرون] کی تفسیر دس ہزار درہم کے مالک سے نہیں کی بلکہ انھوں نے یہ تفسیر نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کی کی ہے کہ جس نے ہزار آیات کی تلاوت کی وہ [مكثرين مقنطرين] سے لکھا جائے گا۔ اس طرح یہ تفسیر [مكثرين مقنطرين] کی ہے نہ کہ [أكثرون] کی۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس مناسبت سے اسے یہاں ذکر کیا ہے۔ (تحفة الأحوذي: 2/2)

(المعجم ٢) بَابُ مَا جَاءَ إِذَا أَدَّيْتَ الزَّكَاةَ فَقَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ (التحفة ٢)

باب: 2- جب تم نے زکاۃ ادا کر دی تو تم نے (اپنے اوپر مال کا) حق ادا کر دیا

٦١٨- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الشَّيْبَانِيُّ [الْبَصْرِيُّ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ، عَنِ ابْنِ حُجَيْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَدَّيْتَ زَكَاةَ مَالِكَ فَقَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ».

[618] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب تم نے اپنے مال کی زکاۃ ادا کر دی تو تم پر جو حق تھا تم نے ادا کر دیا۔“

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ أَنَّهُ ذَكَرَ الزَّكَاةَ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ! هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ فَقَالَ: «لَا، إِلَّا أَنْ تَتَطَوَّعَ». وَابْنُ حُجَيْرَةَ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ حُجَيْرَةَ الْبَصْرِيُّ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور نبی ﷺ سے کئی سندوں سے مروی ہے کہ آپ نے زکاۃ کا تذکرہ فرمایا تو ایک آدمی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا میرے ذمے اس کے سوا کچھ اور بھی ہے؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں، اگر تو اپنی خوشی سے دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔“ اور ابن حجیرہ سے مراد عبدالرحمن بن حجیرہ بصری ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے ذمے مال کا لازمی حق صرف زکاۃ ہے، زکاۃ کے علاوہ مال پر کوئی اور حق واجب نہیں۔ زکاۃ کے علاوہ جو اور مالی حقوق لازم ہیں، وہ مال کے سبب نہیں بلکہ دوسرے اسباب کے تحت ہیں، مثلاً: قرابت و

٦١٨- [حسن بالشواهد] أخرجه ابن ماجه، الزكاة، باب ما أدي زكاته ليس بكنز، ح: ١٧٨٨ من حديث عمرو بن الحارث به والحديث صححه ابن خزيمة، ح: ٢٤٧١ وابن حبان، ح: ٧٩٧ والحاكم: ١/ ٣٩٠ والذهبي وزاد ابن حبان: "ومن جمع مالًا حرامًا ثم تصدق به لم يكن له فيه أجر، وكان إصره عليه".

رشتے داری کی وجہ سے، زوجیت کے سبب یا ماہ رمضان کی انتہا پر فطرانہ وغیرہ۔ (تحفة الأحوذي: 2/2)

٦١٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ ابْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ الْكُوفِيُّ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كُنَّا نَتَمَنَّى أَنْ يَنْتَدِئَ الْأَعْرَابِيُّ الْعَاقِلُ فَيَسْأَلَ النَّبِيَّ ﷺ وَنَحْنُ عِنْدَهُ، فَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ إِذْ أَتَاهُ أَعْرَابِيٌّ فَجَثَا بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنَّ رَسُولَكَ أَتَانَا فَزَعَمَ لَنَا أَنَّكَ تَزْعُمُ أَنَّ اللهَ أَرْسَلَكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «نَعَمْ» قَالَ: فَبِالَّذِي رَفَعَ السَّمَاءَ، وَبَسَطَ الْأَرْضَ، وَنَصَبَ الْجِبَالَ آللهُ أَرْسَلَكَ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «نَعَمْ» قَالَ: فَإِنَّ رَسُولَكَ زَعَمَ لَنَا أَنَّكَ تَزْعُمُ أَنَّ عَلَيْنَا خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «نَعَمْ» قَالَ: فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ آللهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا؟ قَالَ: «نَعَمْ» قَالَ: فَإِنَّ رَسُولَكَ زَعَمَ لَنَا أَنَّكَ تَزْعُمُ أَنَّ عَلَيْنَا صَوْمَ شَهْرٍ فِي السَّنَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «صَدَقَ» قَالَ: فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ آللهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «نَعَمْ» قَالَ: فَإِنَّ رَسُولَكَ زَعَمَ لَنَا أَنَّكَ تَزْعُمُ أَنَّ عَلَيْنَا فِي أَمْوَالِنَا الزَّكَاةَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «صَدَقَ» قَالَ: فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ آللهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «نَعَمْ» قَالَ: إِنَّ رَسُولَكَ زَعَمَ لَنَا أَنَّكَ تَزْعُمُ أَنَّ عَلَيْنَا الْحَجَّ إِلَى بَيْتِ اللهِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «نَعَمْ»، قَالَ: فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ آللهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا؟ فَقَالَ [النَّبِيُّ ﷺ]: «نَعَمْ»، فَقَالَ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ! لَا أَدَعُ مِنْهُنَّ شَيْئًا وَلَا أُجَاوِزُهُنَّ، ثُمَّ وَثَبَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنْ صَدَقَ الْأَعْرَابِيُّ دَخَلَ الْجَنَّةَ».

[619] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہماری خواہش ہوتی تھی کہ کوئی عقلمند دیہاتی آدمی آ کر نبی ﷺ سے سوال کرے جبکہ ہم آپ کے پاس موجود ہوں تو اتفاق سے ہم آپ کے پاس حاضر تھے کہ ایک بدو آ گیا اور نبی ﷺ کے سامنے دوزانو بیٹھ گیا، اور کہنے لگا: اے محمد! آپ کا نمائندہ ہمارے پاس آیا اور اس نے کہا کہ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ نے آپ کو بھیجا ہے۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔'' اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آسمان کو بلند کیا، زمین کو بچھا دیا اور پہاڑ گاڑے! کیا آپ کو اللہ نے بھیجا ہے؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔'' اس نے کہا: آپ کے ایلچی نے ہمیں کہا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہمارے ذمے دن رات میں پانچ نمازیں ہیں۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔'' اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو بھیجا ہے! کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں۔'' اس نے کہا: آپ کے نمائندے نے ہمیں کہا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے ذمے سال بھر میں ایک ماہ کے روزے ہیں۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا۔'' اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو بھیجا ہے! کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔'' اس نے کہا: آپ کے ایلچی نے ہمیں کہا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے ذمے ہمارے مالوں کی زکاۃ ہے، تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس نے سچ بولا۔'' اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو بھیجا ہے! کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔'' اس نے کہا: آپ کے

٦١٩ـ أخرجه البخاري، العلم، باب القراءة والعرض على المحدث، ح: ٦٣ من حديث علي بن عبدالحميد تعليقًا، ومسلم، ح: ١٢ من حديث سليمان بن المغيرة به.

نمایندے نے ہمیں کہا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے ذمے بیت اللہ کا حج کرنا ہے اس پر جو اس تک پہنچ سکتا ہو، تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔'' اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو بھیجا ہے! کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔'' اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں ان میں سے کوئی چیز چھوڑوں گا نہیں اور نہ ان سے تجاوز کروں گا۔ پھر وہ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر اعرابی نے سچ کہا ہے تو جنت میں داخل ہوگا۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ يَقُولُ: قَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: فِقْهُ هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّ الْقِرَاءَةَ عَلَى الْعَالِمِ وَالْعَرْضَ عَلَيْهِ جَائِزٌ مِّثْلُ السَّمَاعِ. وَاحْتَجَّ بِأَنَّ الْأَعْرَابِيَّ عَرَضَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَقَرَّ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے اور علاوہ ازیں دوسری سند سے بھی بواسطۂ انس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے مروی ہے۔ امام محمد بن اسماعیل (امام بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: بعض محدثین نے اس حدیث سے یہ استنباط کیا ہے کہ قرآن و حدیث عالم کو سنانا اور اس پر پیش کرنا، اس سے سننے کی طرح جائز ہے۔ اس نے دلیل یہی دی ہے کہ اعرابی نے نبی ﷺ پر باتیں پیش کی ہیں اور نبی ﷺ نے ان کا اقرار فرمایا اور ان کو تسلیم کیا ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بدوی اس وقت آیا ہے جب اسلام کے چاروں عملی ارکان: نماز، زکاۃ، روزے اور حج کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ حج کی فرضیت 9 ھ میں ہوئی کیونکہ اس سے پہلے مکے پر مشرکوں کا قبضہ تھا اور حج کرنا ممکن نہ تھا اور اگر جمہور کا قول مان لیا جائے تو حج کی فرضیت 6 ھ میں ہوئی ہے، اس لیے یہ اعرابی اس کے بعد آیا ہے۔ بہر حال اگر یہ اعرابی ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ ہیں تو ان حضرات کا قول درست ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ضمام بن ثعلبہ 9 ھ میں آئے اور اگر ان کی آمد 5 ھ میں تسلیم کی جائے تو اس حدیث میں حج کا ذکر درست نہیں۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام کے بنیادی عملی ارکان یہ چار ہی ہیں، باقی اعمال انھی کے تابع اور انھی کی تکمیل اور تزئین کرنے والے ہیں۔ ان کے لیے راستہ ہموار کرنے والے اور ان کے لیے دل و دماغ کو تیار کرنے والے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (عمدة القاري: 314/1) ③ امام ابوبکر عبداللہ بن زبیر حمیدی جو امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد ہیں، انھوں نے اس حدیث سے یہ استنباط کیا ہے کہ استاد کو حدیث سنانا، اسی طرح جائز ہے جس طرح استاد کے منہ سے سننا جائز ہے اور یہ مسئلہ بیان کرنے کی اس لیے ضرورت پیش آئی کہ بعض اہل عراق شاگرد کا شیخ پر کسی روایت کو پیش کرنا اور شیخ کے اس پر اقرار کر دینے، یعنی عرض اور قراءت علی الشیخ کو جائز نہیں سمجھتے تھے اگرچہ بعد کے علماء کا

اس کے جواز پر اتفاق ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ افضل سنانا ہے یا سننا ہے۔ (تحفة الأحوذي: 3/2)

(المعجم ٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي زَكَاةِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ (التحفة ٢)

باب: 3۔ سونے اور چاندی کی زکاۃ

٦٢٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ: حَدَّثَنَا أَبُوعَوَانَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «قَدْ عَفَوْتُ، عَنْ صَدَقَةِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ فَهَاتُوا صَدَقَةَ الرِّقَةِ مِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا دِرْهَمًا، وَلَيْسَ فِي تِسْعِينَ وَمِائَةٍ شَيْءٌ فَإِذَا بَلَغَتْ مِائَتَيْنِ فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ».

[620] سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے گھوڑے اور غلام کی زکاۃ سے درگزر کیا ہے تو چاندی کی زکاۃ، ہر چالیس درہم سے ایک درہم ادا کرو۔ اور ایک سو نوے درہم پر کچھ نہیں ہے۔ اور جب دو سو ہو جائیں تو ان پر پانچ درہم ہیں۔''

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وَعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ الْأَعْمَشُ وَأَبُوعَوَانَةَ وَغَيْرُهُمَا عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ. وَرَوَى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ. قَالَ: وَسَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ: كِلَاهُمَا عِنْدِي صَحِيحٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ [رَوٰى] عَنْهُمَا جَمِيعًا.

اس مسئلے میں سیدنا ابوبکر صدیق اور عمرو بن حزم رضی اللہ عنہما کی روایت بھی موجود ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت اعمش، ابوعوانہ اور دیگر راوی ابواسحاق کی سند سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے عاصم بن ضمرہ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں۔ اور سفیان ثوری، ابن عیینہ اور دوسرے عاصم بن ضمرہ کی جگہ حارث کا نام لیتے ہیں۔ میں نے محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: ابواسحاق سے دونوں سندیں میرے نزدیک صحیح ہیں۔ ممکن ہے ابواسحاق نے عاصم بن ضمرہ اور حارث دونوں سے بیان کیا ہو۔

فوائد و مسائل: ① امام ترمذی رحمہ اللہ نے باب میں سونے اور چاندی دونوں کی زکاۃ کا تذکرہ کیا ہے، حالانکہ حدیث میں صرف چاندی کا ذکر ہے، جبکہ ان کے نزدیک بالاتفاق سونے اور چاندی دونوں پر زکاۃ ہے اور حدیث میں گھوڑے اور غلام کی زکاۃ سے درگزر فرمانے کا تذکرہ ہے، جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان پر اصولی طور پر زکاۃ وصول کرنی چاہیے تھی لیکن لوگوں

٦٢٠ـ أخرجه أبو داود، الزكاة، باب: في زكاة السائمة، ح: ١٥٧٤ من حديث أبي عوانة الوضاح بن عبدالله به وصححه البخاري وابن خزيمة، ح: ٢٢٨٤ وغيرهما. أبو إسحاق عنعن، ورواه شعبة عن أبي إسحاق كما قال أبو داود به موقوفًا * حديث أبي بكر [لعله يشير إلى حديث البخاري: ١٤٥٤]، وعمرو بن حزم [النسائي: ٤٨٥٧].

کی سہولت اور آسانی کے لیے اس سے زکاۃ کی چھوٹ دی گئی ہے کیونکہ عام طور پر یہ صرف گھریلو ضرورت کے لیے ہوتے ہیں، تجارت یا نسل کشی کے لیے نہیں۔ جمہور اہل علم، امام مالک، شافعی، احمد اور صاحبین رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک گھوڑوں پر زکاۃ ہے۔ ② حدیث میں چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے۔ اس کی مقدار میں بہت اختلاف ہے۔ جمہور کے موقف کے مطابق دس درہم کا وزن سات مثقال ہے اور ایک مثقال کا وزن ساڑھے چار ماشے ہے۔ اس اعتبار سے دوسو درہم کا وزن ساڑھے باون تولے بنتا ہے۔ اس پر چالیسواں حصہ زکاۃ ادا کرنا ہوگی۔ سونے کا نصاب بیس دینار ہے اور ایک دینار، ایک مثقال کے برابر ہوتا ہے، اس طرح سونے کا نصاب نوے ماشے، یعنی ساڑھے سات تولے بنتا ہے۔ اس پر چالیسواں حصہ زکاۃ ہے۔ لیکن جدید اوزان کے مطابق علامہ یوسف قرضاوی نے مثقال کا وزن کچھ کم بتایا ہے، یعنی 4.25 گرام۔ اس طرح سونے کا نصاب 85 گرام اور چاندی کا 595 گرام بنتا ہے، کیونکہ ایک دینار کا وزن 4.25 گرام ہے اور ایک درہم کا وزن 2.975 گرام ہے۔ ③ نقدی میں درہم اور دینار کی جگہ آج کل کاغذی کرنسی نے لے لی ہے اور چونکہ عام طور پر مرفوع احادیث میں چاندی کا نصاب ہی بیان کیا گیا ہے اور اس میں فقراء کا فائدہ بھی ہے، اس لیے اکثر اہل علم کا خیال ہے کہ ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت پر زکاۃ ادا کی جائے، لیکن بعض حضرات کا خیال ہے کہ ساڑھے باون تولے کی قیمت کا مالک آج کل کی مہنگائی کے لحاظ سے مالدار اور امیر نہیں، بلکہ فقیر ہی ہے، اس لیے نصاب سونے کی قیمت، یعنی 85 گرام سونے کی رقم کو بنایا جائے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فقہ الزکاۃ: اردو 1/352 تا 354 علامہ قرضاوی)

(المعجم ۴) بَابُ مَا جَاءَ فِي زَكَاةِ الْإِبِلِ وَالْغَنَمِ (التحفة ۴)

باب: 4۔ اونٹوں اور بکریوں کی زکاۃ

۶۲۱ - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ الْبَغْدَادِيُّ وَإِبْرَاهِيمُ ابْنُ عَبْدِاللهِ الْهَرَوِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ كَامِلٍ الْمَرْوَزِيُّ - الْمَعْنٰى وَاحِدٌ - قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَتَبَ كِتَابَ الصَّدَقَةِ فَلَمْ يُخْرِجْهُ إِلٰى عُمَّالِهِ حَتّٰى قُبِضَ فَقَرَنَهُ بِسَيْفِهِ، فَلَمَّا قُبِضَ عَمِلَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ حَتّٰى قُبِضَ، وَعُمَرُ حَتّٰى قُبِضَ، وَكَانَ فِيهِ:

[621] سیدنا سالم رحمہ اللہ اپنے باپ (سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے زکاۃ کی وصولی کے لیے ایک تحریر لکھی اور ابھی اپنے عاملوں کو روانہ نہیں کی تھی کہ آپ وفات پا گئے اور آپ نے اسے اپنی تلوار کے ساتھ رکھ دیا تھا۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا حتی کہ وہ بھی وفات پا گئے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنی زندگی بھر وفات تک) اس پر عمل

۶۲۱ـ [صحيح لغيره] أخرجه أبو داود، الزكاة، باب: في زكاة السائمة، ح: ١٥٦٨ من حديث عباد بن العوام به، وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٢٦٧ * سفيان بن حسين تابعه سليمان بن كثير (البيهقي: ٤/ ٨٥) والزهري سمعه من سالم كما في معرفة السنن والآثار للبيهقي: ٣/ ٢٢٠ * وفي الباب عن أبي بكر الصديق [البخاري، ح: ١٤٥٤]، وبهز بن حكيم عن أبيه عن جده [أبو داود، ح: ١٥٧٥]، وأبي ذر [أحمد: ٥/ ١٧٩]، وأنس [المستدرك للحاكم: ١/ ٣٩٠-٣٩٢].

«فِي خَمْسٍ مِّنَ الْإِبِلِ شَاةٌ، وَّفِي عَشْرٍ شَاتَانِ، وَفِي خَمْسَ عَشْرَةَ ثَلَاثُ شِيَاهٍ، وَّفِي عِشْرِينَ أَرْبَعُ شِيَاهٍ، وَّفِي خَمْسٍ وَّعِشْرِينَ بِنْتُ مَخَاضٍ إِلٰى خَمْسٍ وَّثَلَاثِينَ، فَإِذَا زَادَتْ فَفِيهَا بِنْتُ لَبُونٍ إِلٰى خَمْسٍ وَّأَرْبَعِينَ، فَإِذَا زَادَتْ فَفِيهَا حِقَّةٌ إِلٰى سِتِّينَ، فَإِذَا زَادَتْ فَفِيهَا جَذَعَةٌ إِلٰى خَمْسٍ وَّسَبْعِينَ، فَإِذَا زَادَتْ فَفِيهَا ابْنَتَا لَبُونٍ إِلٰى تِسْعِينَ، فَإِذَا زَادَتْ فَفِيهَا حِقَّتَانِ إِلٰى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ، فَإِذَا زَادَتْ عَلٰى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حِقَّةٌ، وَّفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ ابْنَةُ لَبُونٍ، وَّفِي الشَّاءِ فِي كُلِّ أَرْبَعِينَ شَاةً شَاةٌ إِلٰى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ، فَإِذَا زَادَتْ فَشَاتَانِ إِلٰى مِائَتَيْنِ، فَإِذَا زَادَتْ فَثَلَاثُ شِيَاهٍ إِلٰى ثَلَاثِمِائَةِ شَاةٍ، فَإِذَا زَادَتْ عَلٰى ثَلَاثِمِائَةِ شَاةٍ فَفِي كُلِّ مِائَةِ شَاةٍ شَاةٌ، ثُمَّ لَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ حَتّٰى تَبْلُغَ أَرْبَعَمِائَةٍ وَّلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَّلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ مَّخَافَةَ الصَّدَقَةِ. وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بِالسَّوِيَّةِ، وَلَا يُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَّلَا ذَاتُ عَيْبٍ».

کیا۔ اس میں یہ تحریر تھا: ''ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری ہے اور دس پر دو بکریاں ہیں اور پندرہ پر تین بکریاں ہیں اور بیس پر چار بکریاں ہیں اور پچیس پر ایک بنت مخاض ہے یہاں تک کہ پینتیس کو پہنچ جائیں۔ اور جب پینتیس سے زائد ہو جائیں تو پینتالیس تک ایک بنت لبون ہے۔ اور ان سے بڑھ جائیں تو ساٹھ تک ایک حقہ ہے، ان سے بڑھ جائیں تو پچھتر تک ایک جذعہ ہے۔ ان سے بڑھ جائیں تو نوے تک دو بنت لبون ہیں۔ ان سے بڑھ جائیں تو ایک سو بیس تک دو حقے ہیں۔ پھر جب ایک سو بیس سے بڑھ جائیں تو ہر پچاس پر ایک حقہ ہے۔ اور ہر چالیس پر ایک بنت لبون ہے۔ اور بکریوں پر ہر چالیس بکریوں پر ایک بکری ہے یہاں تک کہ ایک سو بیس ہو جائیں۔ جب ایک سو بیس سے بڑھ جائیں تو دو سو تک دو بکریاں ہیں اور دو سو سے اوپر تین سو تک تین بکریاں ہیں۔ اگر تین سو سے زیادہ ہو جائیں تو پھر ہر سو پر ایک بکری ہے، جب تک چار سو نہ ہو جائیں تو (تین بکریوں سے زائد) کچھ نہیں دینا ہوگا۔ صدقے کی کمی بیشی کے ڈر سے الگ الگ کو جمع نہ کیا جائے اور اکٹھیوں کو الگ الگ نہ کیا جائے۔ اور جو شریک (حصے دار) ہیں، ان پر ان کے حصے کے مطابق زکاۃ پڑے گی اور زکاۃ میں بوڑھی اور عیب دار بکری نہیں لی جائے گی۔''

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: إِذَا جَاءَ الْمُصَدِّقُ قَسَّمَ الشَّاءَ أَثْلَاثًا: ثُلُثٌ خِيَارٌ، وَّثُلُثٌ أَوْسَاطٌ وَّثُلُثٌ شِرَارٌ، وَّأَخَذَ الْمُصَدِّقُ مِنَ الْوَسَطِ. وَلَمْ يَذْكُرِ الزُّهْرِيُّ الْبَقَرَ. وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وَبَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ وَأَبِي ذَرٍّ وَّأَنَسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَّالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ عَامَّةِ الْفُقَهَاءِ، وَقَدْ رَوٰى

امام زہری کہتے ہیں: جب زکاۃ وصول کرنے والا آئے تو وہ بکریوں کو تین قسموں میں تقسیم کرے: ایک تہائی عمدہ اور اعلیٰ، دوسری تہائی درمیانے درجے کی اور تیسری تہائی نکمی اور گھٹیا درجے کی اور زکاۃ وصول کرنے والا درمیانے درجے سے زکاۃ وصول کرے۔ امام زہری نے گایوں کا تذکرہ نہیں کیا۔ اس مسئلے میں سیدنا ابوبکر صدیق، بہز بن حکیم عن أبیہ عن جدہ، ابوذر اور انس رضی اللہ عنہم سے روایات

يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ بِهٰذَا الْحَدِيثِ وَلَمْ يَرْفَعُوهُ، وَإِنَّمَا رَفَعَهُ سُفْيَانُ ابْنُ حُسَيْنٍ.

آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: ابن عمر ؓ کی حدیث حسن ہے اور عام فقہاء کا عمل اس پر ہے۔ یہ حدیث یونس بن یزید اور دوسرے راوی زہری کے واسطے سے سیدنا سالم ؒ سے موقوفاً (ابن عمر ؓ کا قول) بیان کرتے ہیں۔ اسے صرف سفیان بن حسین نے مرفوعاً بیان کیا ہے۔

لغوی تشریح: بِنْتُ مَخَاضٍ: جو دوسرے سال میں داخل ہو چکی ہو اور جس کی ماں حاملہ بن سکتی ہو۔ عرب وضع حمل کے بعد ایک سال تک نر کو مادہ کے قریب نہیں آنے دیتے تھے۔ اور [بِنْتُ لَبُونٍ] جو تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہو جس کی ماں وضع حمل کے قابل ہو کر بچے کو دودھ پلائے۔ [حِقَّة] جو سواری اور نر کے قابل ہو، یعنی چوتھے سال میں داخل ہو چکی ہو۔ جَذَعة: نوجوان، یعنی جو پانچویں سال میں داخل ہو چکی ہو۔ [خَلِيط] حصے دار اور شریک جن کا مال مشترکہ ہو اور ان کا باڑا، چراگاہ اور چرواہا ایک ہو۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اونٹوں کی تعداد ایک سو بیس سے بڑھ جائے تو پھر ہر چالیس پر بنت لبون اور ہر پچاس پر حقہ فرض ہوگا، اس طرح تبدیلی ہر دس کے اضافے کے بعد ہوگی۔ ایک سو بیس تک ائمۂ اربعہ کا اتفاق ہے کہ اس تعداد پر دو حقے ہیں، لیکن ایک سو بیس سے زائد کے بارے میں اختلاف ہے۔ راجح بات یہ ہے کہ حساب چالیس اور پچاس پر گھومتا رہے گا اور تبدیلی دس کے اضافے پر ہوگی۔ جمہور کا یہی موقف ہے لیکن احناف کا موقف اس کے خلاف ہے۔ ان کے نزدیک ایک سو بیس کے بعد نئے سرے سے آغاز ہوگا۔ ایک سو چوالیس تک دو حقے کے بعد ہر پانچ پر ایک بکری ہوگی۔ لیکن یہ موقف اس صریح حدیث کے خلاف ہے۔ اور صحیح بخاری کی سیدنا انس ؓ کی روایت جو باب زکاۃ الغنم کے تحت ہے (صحيح البخاري، الزكاة حديث: 1454) اس روایت کی مؤید ہے۔ ② [لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ مَخَافَةَ الصَّدَقَةِ] ''زکاۃ کے ڈر سے الگ الگ کو اکٹھا نہیں کیا جائے گا اور نہ اکٹھے کو الگ الگ۔'' [مخافة الصدقة] کا تعلق امام شافعی ؒ کے نزدیک جانوروں کے مالک اور ساعی (زکاۃ وصول کرنے والے) دونوں سے ہے کیونکہ ساعی کو ڈر ہے کہ زکاۃ کم یا ختم نہ ہو جائے اور مالک کو ڈر ہوتا ہے کہ صدقہ واجب بڑھ نہ جائے۔ جمہور اور امام مالک ؒ کے نزدیک اس کا تعلق صرف مالک سے ہے۔ اور یہ تفرق و اجتماع خِلطہ (اشتراک) کی صورت میں ہوتا ہے اور خلطہ یا اشتراک کی دو صورتیں ہیں: ﴿ خلطة الاشتراك: اس کو خلطة الأعيان اور خلطة الشيوع بھی کہتے ہیں۔ اس میں حصے داروں یا شریکوں کا مال ایک دوسرے سے ممتاز نہیں ہوتا، مثلاً: تین آدمیوں نے ایک سو بیس بکریاں خریدیں، ایک کی ساٹھ بکریاں ہیں اور دوسرے دونوں کی ساٹھ لیکن چونکہ رقم ایک کی آدھی اور دوسرے دونوں کی آدھی ہے، اس لیے بکریوں میں امتیاز نہیں ہوتا کہ اس ایک کی ساٹھ بکریاں کون سی ہیں اور ان دونوں کی تیس تیس کون سی ہیں۔ ﴿ خلطة الجوار: اس کو خلطة اوصاف بھی کہتے ہیں۔ اس میں ہر شریک کا حصہ دوسرے سے ممتاز ہوتا ہے، مثلاً: تین آدمیوں کی الگ الگ تیس تیس یا چالیس چالیس بکریاں ہیں، وہ ان کے لیے ایک باڑا بنا لیتے ہیں، نیز یکساں ایک چرواہا، ایک چراگاہ اور ایک نر ہوتا ہے۔ ③ جمہور اور امام مالک، شافعی اور احمد ؒ کے

نزدیک خلطہ کی دونوں قسمیں صدقے پر اثر انداز ہوتی ہیں لیکن اس میں یہ اختلاف ہے کہ امام مالک کے نزدیک تمام حصے داروں کا الگ الگ مالک نصاب ہونا ضروری ہے، مثلاً: تین حصے دار ہیں تو ہر ایک کی بکریاں چالیس چالیس ہونی ضروری ہیں جبکہ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کے نزدیک مشترکہ مال کا بقدر نصاب ہونا ضروری ہے، اگرچہ وہ الگ الگ مالک نصاب نہ ہوں، مثلاً: دو حصے داروں کی بکریاں چالیس ہیں یا ساٹھ ہیں، بیس بیس یا تیس تیس۔ ④ مالک کے لحاظ سے [لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ] کی مثال یہ ہے کہ ایک مالک کے پاس چالیس بکریاں ہیں دوسرے اور تیسرے کے پاس بھی اتنی ہی ہیں، اب تینوں اگر الگ الگ زکاۃ دیں تو تین بکریاں دینی ہوں گی اور اکٹھی کرلیں تو ایک دینی پڑے گی۔ اور [لَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ] کی صورت یہ ہے کہ دو مالک خلیط ہیں۔ ان کے پاس دوسو دو بکریاں ہیں۔ ان میں تین بکریاں زکاۃ دینی ہوں گی لیکن وہ الگ الگ کرلیں تاکہ انھیں دو بکریاں دینی پڑیں۔ یہ دونوں صورتیں مالک کے لیے جائز نہیں۔ ⑤ ساعی کے لحاظ سے [لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ] کی مثال یہ ہے کہ تین مالک ہیں، ان کے پاس الگ الگ، تیس تیس یا بیس بیس بکریاں ہیں، اس لیے ان پر زکاۃ نہیں ہے۔ لیکن ساعی ان تینوں کی بکریاں اکٹھی کرلے اور ان سے زکاۃ وصول کرلے یا دو الگ الگ مالک ہیں، ہر ایک کے پاس ایک سو ایک، ایک سو ایک بکریاں ہیں، اس طرح ہر ایک کے ذمے ایک ایک بکری ہے، وہ دونوں کی اکٹھی کر کے دوسو دو بنالے اور تین بکریاں وصول کرلے، یہ بھی جائز نہیں ہے۔ [وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ] اکٹھی کو الگ الگ کرنا، مثلاً: دو خلیط ہیں۔ ان کے پاس اسی بکریاں ہیں، اس طرح دونوں پر ایک بکری لازم آتی ہے۔ ساعی الگ الگ کر کے چالیس چالیس کر کے دو بکریاں وصول کرلے یہ جائز نہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک خلطہ کی دونوں صورتوں کا کوئی اثر نہیں ہے، ہر حصے دار کو الگ الگ اپنے حصے کی زکاۃ ادا کرنی ہوگی، اس لیے حنفیوں کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص یہ حرکت نہ کرے کیونکہ یہ حرکت فضول اور بے کار ہے۔ ہر خلیط سے الگ الگ اس کے حصے کے مطابق زکاۃ وصول کی جائے گی اور یہ معنی حدیث کے ظاہری مفہوم اور سیاق و سباق کے منافی ہیں۔ [وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بِالسَّوِيَّةِ] اور دونوں خلیطوں کو زکاۃ ان کے حصے کے مطابق پڑے گی۔ احناف کے نزدیک چونکہ خلطۃ الشیوع اور خلطۃ الجوار کا کوئی اثر نہیں ہے، اس لیے ان کے نزدیک ہر ایک کے حصے سے الگ الگ زکاۃ وصول کی جائے گی، اس لیے جس کا حصہ نصابِ زکاۃ کو نہیں پہنچتا، اس پر زکاۃ نہیں ہے، مثلاً: دو آدمیوں کی مشترکہ طور پر اسی بکریاں ہیں، ان میں سے ایک کی ساٹھ ہیں اور ایک کی بیس، تو ساٹھ والے پر زکاۃ، بیس والے پر زکاۃ نہیں ہے، لہٰذا جب ساعی نے ایک مشترکہ بکری لے لی تو ساٹھ والا ایک چار کی نسبت کے اعتبار سے چونکہ تین چوتھائی بکری کا مالک ہے، اس لیے وہ ایک چوتھائی کی قیمت بیس بکریوں کے مالک کو ادا کردے گا۔ اگر بکریوں میں امتیاز موجود ہو، یعنی ساٹھ والے کی ساٹھ ممتاز ہیں تو پھر ساعی، ساٹھ والے کی بکریوں سے بکری لے گا اور اگر دونوں کی بکریاں ایک سو بیس ہوں، ایک کی اسی اور دوسرے کی چالیس تو دونوں پر دو بکریاں زکاۃ لازم ہوگی۔ اگر بکریوں میں امتیاز نہیں ہے تو چونکہ یہاں نسبت ایک اور تین کی ہے، اسی والے کی بکریاں $\frac{2}{3}$ ہیں اور چالیس والے کی $\frac{1}{3}$، لہٰذا اسی والا ایک تہائی قیمت چالیس والے کو دے گا۔ اگر بکریاں ممتاز ہیں تو ہر ایک کے حصے سے الگ الگ بکری لی جائے گی۔ لیکن چونکہ باقی ائمہ کے نزدیک خلطہ زکاۃ پر اثر انداز ہے، اس لیے اگر دو شخصوں کی بکریاں اسی ہیں، دونوں کی چالیس چالیس ہیں تو امام مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ کے نزدیک ہر ایک کو آدھی

بکری دینی پڑے گی۔ اگر مال ممتاز نہیں ہے تو پھر ایک دوسرے سے لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر مال ممتاز ہے تو جس کے مال سے بکری وصول کی گئی ہے تو وہ دوسرے سے نصف قیمت وصول کرے گا۔ اگر ایک کی بکریاں ساٹھ اور دوسرے کی بیس ہیں تو امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک بیس والے پر زکاۃ نہیں۔ لیکن امام شافعی اور احمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس کا مالک بھی نصاب میں شامل ہے، لہٰذا اس کو ایک چوتھائی بکری پڑے گی۔ اگر مشترکہ بکری گئی ہے تو ساٹھ بکریوں کا مالک اس کو چوتھائی قیمت ادا کر دے گا اور اگر مال ممتاز ہے تو پھر وہ اس کے مطابق ایک دوسرے سے وصول کر لیں گے۔ اگر بکری ساٹھ والے کی گئی ہے تو وہ ایک چوتھائی قیمت وصول کرے گا اور اگر بیس والے کی گئی ہے تو وہ دوسرے سے تین چوتھائی قیمت وصول کرے گا۔

(المعجم ٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي زَكَاةِ الْبَقَرِ (التحفة ٥)

باب: 5۔ گایوں کی زکاۃ

٦٢٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ خُصَيْفٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «فِي ثَلَاثِينَ مِنَ الْبَقَرِ تَبِيعٌ أَوْ تَبِيعَةٌ، وَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ مُسِنَّةٌ».

[622] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تیس گایوں پر ایک تبیع یا تبیعہ ہے اور ہر چالیس گایوں پر ایک مُسِنَّہ ہے۔''

وَفِي الْبَابِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ. قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰكَذَا رَوٰى عَبْدُالسَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ خُصَيْفٍ. وَعَبْدُ السَّلَامِ ثِقَةٌ حَافِظٌ. وَرَوٰى شَرِيكٌ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ خُصَيْفٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِاللهِ. وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللهِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ.

اس مسئلے میں سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبدالسلام بن حرب نے خصیف سے اسی طرح روایت بیان کی ہے (کہ ابوعبیدہ، عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں) اور عبدالسلام قابل اعتماد اور حافظ ہیں۔ اور شریک یہ روایت خصیف سے بیان کرتے ہیں اور اس میں عن ابی عبیدۃ عن ابیہ عن عبداللہ کہتے ہیں، (حالانکہ عبداللہ ہی ابوعبیدہ کے باپ ہیں) اور ابوعبیدہ نے اپنے باپ عبداللہ سے نہیں سنا۔

لغوی تشریح: تبیع: گائے کا بچھڑا جو دوسرے سال میں داخل ہو چکا ہو۔ تبیعة: گائے کی بچھڑی جو دوسرے سال میں داخل ہو چکی ہو۔ مُسِنة: گائے کا دو سالہ بچھڑا یا بچھڑی جو تیسرے سال میں داخل ہو چکا ہو۔

فائدہ: ائمۂ اربعہ اور جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ تیس سے کم گایوں پر زکاۃ نہیں ہے۔ ظاہریہ کے نزدیک پچاس سے کم پر زکاۃ نہیں۔ سعید بن مسیب اور زہری کے نزدیک گایوں کی زکاۃ بھی اونٹوں کی طرح پانچ سے شروع ہو جاتی ہے۔ پھر ائمہ

٦٢٢- [صحيح لغيره] أخرجه ابن ماجه، الزكاة، باب صدقة البقر، ح: ١٨٠٤ من حديث عبدالسلام بن حرب به وللحديث شواهد عند ابن ماجه، ح: ١٨٠٣ وأبي داود، ح: ١٥٧٨ وغيرهما * وفي الباب عن معاذ بن جبل [يأتي: ٦٢٣].

ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک چالیس کے بعد کوئی زکاۃ نہیں یہاں تک کہ تعداد ساٹھ ہو جائے۔ ساٹھ پر دو تبیعے ہوں گے۔ اس کے بعد تیس اور چالیس کے حساب سے زکاۃ ادا کی جائے گی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ایک قول یہی ہے اور یہی صحیح قول ہے۔ حافظ ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ جوامیس (بھینس) کا حکم بھی گائے والا ہے کیونکہ بھینس بھی گائے کی قسم ہے جس طرح بختی اونٹ ہیں۔ (المغني: 34/4)

٦٢٣- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الْيَمَنِ، فَأَمَرَنِي أَنْ آخُذَ مِنْ كُلِّ ثَلَاثِينَ بَقَرَةً تَبِيعًا أَوْ تَبِيعَةً، وَمِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ مُسِنَّةً، وَمِنْ كُلِّ حَالِمٍ دِينَارًا أَوْ عِدْلَهُ مَعَافِرَ.

[623] سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھے یمن کی طرف بھیجا اور حکم دیا کہ میں ہر تیس گائے پر ایک سالہ بچھڑا یا بچھڑی (جو دوسرے سال میں شروع ہو چکی ہو) وصول کروں اور ہر چالیس پر مُسنہ (دو سالہ جو تیسرے سال میں لگ چکی ہو) وصول کروں اور ہر بالغ (ذمی) سے ایک دینار یا اس کے مساوی معافری کپڑے وصول کروں۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَرَوَى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَأَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ، وَهٰذَا أَصَحُّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ اور بعض راویوں نے اسے سفیان ہی کی سند سے مسروق سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے سیدنا معاذ کو یمن بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ وہ (زکاۃ اور جزیہ) لے (آگے مذکورہ بالا روایت ہے) اور یہی صحیح تر ہے۔

٦٢٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عُبَيْدَةَ هَلْ تَذْكُرُ مِنْ عَبْدِ اللهِ شَيْئًا؟ قَالَ: لَا.

[624] عمرو بن مرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیٹے ابوعبیدہ سے پوچھا: کیا آپ کو اپنے باپ عبداللہ سے کوئی چیز یاد ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔

فائدہ: بعض علماء نے جزیے (ٹیکس) کی دو قسمیں بنائی ہیں: ایک وہ جزیہ جو غیر مسلموں پر ان کی رضامندی سے مقرر کیا جائے۔ اس کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے، حکمران حالات کے مطابق جو مناسب سمجھے طے کرے۔ دوسرا وہ جزیہ جو غیر مسلموں پر فتح اور غلبہ پانے کے بعد مقرر کیا جاتا ہے۔ اس کی مقدار متعین ہے، مالدار آدمی پر چار درہم ماہانہ کے اعتبار سے اڑتالیس درہم سالانہ، متوسط طبقے سے دو درہم ماہانہ کے اعتبار سے چوبیس درہم سالانہ اور غریب آدمی پر ایک درہم ماہانہ کے اعتبار سے بارہ

٦٢٣- أخرجه أبو داود، الزكاة، باب: في زكاة السائمة، ح: ١٥٧٦ من حديث الأعمش به، ولم أجد تصريح سماعه وقال أبوداود: رواه شعبة عن الأعمش به (ولم أجده)، وللحديث شواهد وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٢٦٧ وابن حبان، ح: ٧٩٤ والحاكم: ١/ ٣٩٨ والذهبي وغيرهم.

٦٢٤- تفرد به الترمذي

درہم سالانہ وصول کیے جائیں گے۔ اس لیے اس روایت میں اس جزیے کا بیان ہے جو صلح اور رضامندی کی صورت میں لگایا جاتا ہے یا ہر بالغ سے ایک دینار کی بجائے اس کے برابر معافری کپڑے لیے جائیں، گویا جزیے میں دینار کی بجائے اس کی قیمت کے برابر کوئی اور چیز بھی لی جاسکتی ہے۔

(المعجم ٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ أَخْذِ خِيَارِ الْمَالِ فِي الصَّدَقَةِ (التحفة ٦)

باب:6۔ زکاۃ میں بہترین مال وصول کرنا مکروہ ہے

٦٢٥- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ الْمَكِّيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ لَهُ: «إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ فَادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ».

[625] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو انھیں یہ ہدایت کی: ''تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس پہنچو گے تو انھیں سب سے پہلے اس بات کی دعوت دینا کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں اور میں (محمد) اللہ کا رسول ہوں۔ اگر وہ اس دعوت کو مان لیں تو انھیں بتانا کہ اللہ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس بات کو بھی تسلیم کرلیں تو انھیں بتانا کہ بے شک اللہ نے ان کے مالوں میں صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے مال داروں سے وصول کیا جائے گا اور ان کے فقراء اور محتاجوں کو لوٹا دیا جائے گا۔ سو اگر وہ اس بات کو مان لیں تو ان کے نفیس اور عمدہ مال لینے سے پرہیز کرنا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا، کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی، یعنی وہ بلا روک ٹوک اللہ کے ہاں شرف قبولیت حاصل کر لیتی ہے۔''

وَفِي الْبَابِ عَنِ الصُّنَابِحِيِّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَبُو مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اسْمُهُ نَافِذٌ.

اس مسئلے میں سیدنا صنابحی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مولیٰ ابومعبد کا نام نافذ ہے۔

٦٢٥- أخرجه مسلم، الإيمان، باب الدعاء إلى الشهادتين وشرائع الإسلام، ح: ١٩ عن أبي كريب، والبخاري، ح: ١٣٩٥ من حديث زكريا بن إسحاق به * وفي الباب عن الصنابحي (الصنابح بن الأعسر) [أحمد: ٤/ ٣٤٩].

فوائد ومسائل: ① اکثر سیرت نگاروں کے بقول سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو 9 ہجری میں یمن کا قاضی اور والی بنا کر بھیجا گیا۔ امام بخاری اور بعض دوسرے اہل علم کے نزدیک یہ واقعہ 10 ھ کا ہے، بہرحال نبی ﷺ نے ان کو یمن بھیجتے وقت اسلام کی دعوت وتبلیغ کا یہ حکیمانہ اصول بتایا کہ غیر مسلموں کے سامنے ابتدا ہی میں اسلام کے سارے احکام اور مطالبات پیش نہ کیے جائیں کیونکہ اس صورت میں انھیں اسلام بہت سخت، مشکل اور انتہائی ناقابل برداشت محسوس ہوگا، اس لیے أَهَمّ فَالْأَهَمّ کے تحت تدریجاً سب سے بنیادی چیز، فکر ونظر اور عقیدے سے تعلق رکھنے والا کلمۂ شہادت پیش کیا جائے، جسے ہر پڑھا لکھا، سلیم الفطرت، معقولیت پسند اور حق کا متلاشی آسانی سے مان سکتا ہے۔ جب وہ اس فطری اور بنیادی بات کو مان لے تو پھر اس کے سامنے فریضۂ نماز رکھا جائے جس پر اسلام کے قیام وبقا کا انحصار ہے اور جو جسمانی ولسانی عبادت کا حسین وجمیل مرقع ہے۔ جب وہ اس کو قبول کر لے تو اس کے سامنے فریضۂ زکاۃ رکھا جائے جو انھی کے غرباء اور مساکین پر صرف ہوگی اور یہی تین ارکان اسلام کا مغز اور نچوڑ ہیں، ان کا پابند باقی ارکان کا پابند ہوگا، اس لیے روزہ اور حج کی فرضیت کے باوجود ان دونوں کا تذکرہ زیر بحث حدیث میں نہیں فرمایا گیا اور آخر میں وہ ہدایت فرمائی جو اس باب کا اصل مقصود ہے کہ زکاۃ کی وصولی میں نفیس اور عمدہ مال نہیں چھانٹا جائے گا اور کسی پر ظلم وزیادتی نہیں کی جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا مظلوم بندہ جب ظالم کے بارے میں بددعا کرتا ہے تو وہ سیدھی عرش پر پہنچتی ہے۔ اس حدیث سے مستنبط مسائل کی تفصیل کے لیے دیکھیے: (مرعاة: 3/2-4، عمدة القاري: 4/459-264، فتح الباري: 3/452-455) ② یمن کے دو صوبے تھے۔ ایک صوبے کا گورنر سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بنایا گیا تھا، جبکہ دوسرے صوبے کا سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو۔ ③ ”اغنیاء سے لے کر فقراء میں تقسیم کیا جائے گا“ سے استدلال کیا گیا ہے کہ سورۂ توبہ کی آیت: 60 ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَٰتُ لِلْفُقَرَآءِ ......﴾ زکاۃ کے مصارف کے بیان کے لیے ہے۔ اس میں بیان کیے گئے آٹھ مصارف میں سے ہر مصرف کو زکاۃ دینا ضروری نہیں۔ احناف، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک ان میں سے کسی ایک مصرف یا ایک شخص کو بھی زکاۃ دی جا سکتی ہے۔ سیدنا عمر، حذیفہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی یہی رائے ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ضرورت مند کا خیال رکھا جائے گا اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تمام موجود قسموں پر تقسیم کیا جائے گا۔ اور ہر مصرف کے کم از کم تین افراد کو دینا ضروری ہے۔ امام ابن قدامہ رحمہ اللہ نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔ (المغني: 2/128) ④ اہل علم کے نزدیک بالاتفاق کافر کو زکاۃ نہیں دی جائے گی کیونکہ اسے صرف مسلمان فقراء کو دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

(المعجم ٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي صَدَقَةِ الزَّرْعِ وَالثَّمَرِ وَالْحُبُوبِ (التحفة ٦)

باب: 7۔ کھیتی، پھل اور غلہ جات کی زکاۃ

٦٢٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ

[626] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی ﷺ

٦٢٦ـ أخرجه البخاري، الزكاة، باب زكاة الورق، ح: ١٤٤٧ ومسلم، الزكاة، ح: ٩٧٩ من حديث عمرو بن يحيى به ✽ وفي الباب عن أبي هريرة [أحمد: ٢/٤٠٢]، وابن عمر [أحمد: ٢/ ٩٢]، وجابر [مسلم، ح: ٩٨٠]، وعبدالله بن عمرو [الدارقطني: ٢/ ٩٣].

مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ».

نے فرمایا: ''پانچ اونٹوں سے کم میں زکاۃ نہیں اور پانچ اوقیے سے کم پر زکاۃ نہیں اور پانچ وسق سے کم پر زکاۃ نہیں۔''

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو.

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ، ابن عمر، جابر اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔

٦٢٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ وَشُعْبَةُ وَمَالِكُ ابْنُ أَنَسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ حَدِيثِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى.

[627] محمد بن بشار کی سند سے مذکورہ بالا کی مانند مروی ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْهُ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ. وَالْوَسَقُ سِتُّونَ صَاعًا، وَخَمْسَةُ أَوْسُقٍ ثَلَاثُمِائَةِ صَاعٍ، وَصَاعُ النَّبِيِّ ﷺ خَمْسَةُ أَرْطَالٍ وَثُلُثٌ، وَصَاعُ أَهْلِ الْكُوفَةِ ثَمَانِيَةُ أَرْطَالٍ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ، وَالْأُوقِيَّةُ أَرْبَعُونَ دِرْهَمًا وَخَمْسُ أَوَاقٍ مِّائَتَا دِرْهَمٍ. وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ يَعْنِي لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسٍ مِّنَ الْإِبِلِ صَدَقَةٌ، فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَعِشْرِينَ مِنَ الْإِبِلِ فَفِيهَا ابْنَةُ مَخَاضٍ، وَفِيمَا دُونَ خَمْسٍ وَعِشْرِينَ مِنَ الْإِبِلِ فِي كُلِّ خَمْسٍ مِّنَ الْإِبِلِ شَاةٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت حسن صحیح ہے اور ان سے کئی سندوں سے مروی ہے۔ اور اہل علم کا اس پر عمل ہے کہ پانچ وسق سے کم پر زکاۃ نہیں۔ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور پانچ وسق کے تین سو صاع بنتے ہیں اور نبی ﷺ کا صاع پانچ رطل اور ایک تہائی رطل، یعنی $5\frac{1}{3}$ کا تھا۔ اور اہل کوفہ کا صاع آٹھ رطل کا ہے۔ پانچ اوقیے سے کم پر زکاۃ نہیں۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور پانچ اوقیے دو سو درہم بنتے ہیں۔ پانچ اونٹوں سے کم پر صدقہ نہیں، چنانچہ جب وہ پچیس ہو جائیں تو ان پر ایک بنت مخاض ہے۔ اور پچیس سے کم کی صورت میں ہر پانچ پر ایک بکری ہے۔

فائدہ: [ذَوْد] سے مراد اونٹ ہیں اور اوقیے کا تعلق درہموں سے ہے۔ ان کی زکاۃ کی تفصیل گزر چکی ہے۔ یہاں زمینی

٦٢٧- أخرجه البخاري من حديث مالك به، انظر الحديث السابق.

پیداوار، یعنی غلہ جات اور پھلوں کی زکاۃ کا مسئلہ بیان کرنا مقصود ہے۔ جمہور علماء اور امام مالک، شافعی، احمد اور صاحبین ﷭ کا موقف اس حدیث کے موافق ہے کہ زرعی پیداوار کا نصاب پانچ وسق، یعنی تین سو صاع ہے۔ امام داود ظاہری کے نزدیک جو چیز ماپی جانے والی ہے اس کا نصاب یہی ہے اور جن اشیاء کا وزن وسق سے نہ ہو، مثلاً: روٹی وغیرہ ان کا نصاب مقرر نہیں ہے، ہر قلیل و کثیر مقدار پر زکاۃ (عشر) ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک زرعی پیداوار کا نصاب مقرر نہیں ہے۔ اس کے لیے دلیل یہ دی جاتی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو زمین بارش اور چشموں سے سیراب ہو یا نم دار ہو اس پر دسواں حصہ ہے'' (صحيح البخاري، الزكاة، باب العشر، حديث: 1483)، حالانکہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ باب میں مذکور سیدنا ابوسعید ﷜ کی روایت میں مقدارِ نصاب کو بیان کیا گیا ہے اور اس حدیث میں مقدارِ عشر یا زکاۃ کا تعین ہے کہ دسواں حصہ کب دینا ہوگا، کتنے میں سے دینا ہوگا یہ سیدنا ابوسعید ﷜ کی حدیث بیان کر رہی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (مرعاۃ: 33,32/3)

(المعجم ٨) بَابُ مَا جَاءَ لَيْسَ فِي الْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ صَدَقَةٌ (التحفة ٨)

باب: 8۔ گھوڑے اور غلام پر زکاۃ نہیں ہے

٦٢٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَبُو كُرَيْبٍ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ وَشُعْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ، فِي فَرَسِهِ وَلَا فِي عَبْدِهِ صَدَقَةٌ».

[628] سیدنا ابوہریرہ ﷜ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان پر اس کے گھوڑے اور اس کے غلام کی زکاۃ نہیں۔''

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَلِيٍّ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّهُ لَيْسَ فِي الْخَيْلِ السَّائِمَةِ صَدَقَةٌ، وَلَا فِي الرَّقِيقِ إِذَا كَانُوا لِلْخِدْمَةِ صَدَقَةٌ، إِلَّا أَنْ يَكُونُوا لِلتِّجَارَةِ، فَإِذَا كَانُوا لِلتِّجَارَةِ فَفِي أَثْمَانِهِمُ الزَّكَاةُ إِذَا حَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ.

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن عمرو اور سیدنا علی ﷢ سے بھی احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ﷫ فرماتے ہیں: ابوہریرہ ﷜ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اہل علم کا عمل اس پر ہے کہ چرنے والے گھوڑوں پر صدقہ ہے نہ غلاموں پر جبکہ وہ خدمت کے لیے ہوں نہ کہ تجارت کے لیے۔ اگر وہ تجارت کے لیے ہوں تو سال گزرنے کے بعد ان کی قیمت پر زکاۃ ہوگی۔

٦٢٨ـ أخرجه البخاري، الزكاة، باب: ليس على المسلم في فرسه صدقة، ح: ١٤٦٣ من حديث شعبة، ومسلم، الزكاة، باب: لا زكاة على المسلم في عبده وفرسه، ح: ٩٨٢ من حديث عبدالله بن دينار به * وفي الباب عن عبدالله بن عمرو [أبو عبيد في كتاب الأموال، ص: ٥٦٣، ح: ١٣٥٧] وعلي [تقدم: ٦٢٠].

فائدہ: ائمۂ ثلاثہ کا موقف اس حدیث کے مطابق ہے کہ اگر گھوڑے تجارت کے لیے نہ ہوں تو ان پر زکاۃ نہیں۔ اگر تجارت کے لیے ہوں تو پھر ائمۂ اربعہ کے نزدیک ان پر زکاۃ ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ جمہور کے ساتھ ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جو گھوڑے نسل کشی کے لیے ہوں ان پر زکاۃ ہے، لیکن جمہور کا موقف راجح ہے۔ (مرعاۃ: 44/3)

(المعجم ٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي زَكَاةِ الْعَسَلِ (التحفة ٩)

باب:9۔ شہد پر زکاۃ

٦٢٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُورِيُّ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ التِّنِّيسِيُّ عَنْ صَدَقَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ مُوسَى بْنِ يَسَارٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فِي الْعَسَلِ فِي كُلِّ عَشَرَةِ أَزُقٍّ، زِقٌّ».

[629] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شہد کی ہر دس مشکوں پر ایک مشک زکاۃ ہے۔''

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَيَّارَةَ الْمُتَعِيِّ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ فِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ. وَلَا يَصِحُّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي هٰذَا الْبَابِ كَبِيرُ شَيْءٍ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ: وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَيْسَ فِي الْعَسَلِ شَيْءٌ. [وَصَدَقَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ لَيْسَ بِحَافِظٍ، وَقَدْ خُولِفَ صَدَقَةُ بْنُ عَبْدِاللهِ فِي رِوَايَةِ هٰذَا الْحَدِيثِ عَنْ نَافِعٍ].

اس مسئلے میں سیدنا ابو ہریرہ، ابوسیارہ مُتَعِي اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی سند پر جرح ہے اور اس مسئلے میں نبی ﷺ سے کوئی قابل ذکر چیز منقول نہیں۔ اور اکثر اہل علم کا عمل اس حدیث کے مطابق ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا موقف یہی ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک شہد پر کوئی زکاۃ نہیں۔ (اس حدیث کا راوی) صدقہ بن عبداللہ، حافظ نہیں ہے اور اس حدیث میں اس کی مخالفت بھی کی گئی ہے۔

٦٣٠- [حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: سَأَلَنِي عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيزِ، عَنْ صَدَقَةِ الْعَسَلِ قَالَ: قُلْتُ: مَا عِنْدَنَا عَسَلٌ نَتَصَدَّقُ مِنْهُ

[630] نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے شہد کی زکاۃ کے بارے میں سوال کیا تو میں نے کہا: ہمارے پاس شہد ہے ہی نہیں کہ جس سے ہم صدقہ ادا کریں۔ لیکن ہمیں مغیرہ بن حکیم نے بتایا کہ شہد پر

٦٢٩ـ[حسن بالشواهد] أخرجه البيهقي: ٤/ ١٢٦ من حديث محمد بن يحيى به وقال: "تفرد به هكذا صدقة بن عبدالله السمين وهو ضعيف، قد ضعفه أحمد بن حنبل ويحيى بن معين وغيرهما" وللحديث شواهد عند ابن ماجه، ح: ١٨٢٤ وأبي داود، ح: ١٦٠٠ وغيرهما ❊ وفي الباب عن أبي هريرة [البيهقي: ٤/ ١٢٦]، وأبي سيارة المتعي [ابن ماجه، ح: ١٨٢٣]، وعبدالله بن عمرو [ابن ماجه، ح: ١٨٢٤ وأبو داود، ح: ١٦٠٢].

٦٣٠ـ أخرجه ابن أبي شيبة: ٣/ ١٤٢، ح: ١٠٠٥٦ وعبدالرزاق، ح: ٦٩٦٥، ٦٩٦٦ من حديث عبيدالله بن عمر به.

وَلٰكِنْ أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ حَكِيمٍ أَنَّهُ قَالَ: لَيْسَ فِي الْعَسَلِ صَدَقَةٌ، فَقَالَ عُمَرُ: عَدْلٌ مَرْضِيٌّ فَكَتَبَ إِلَى النَّاسِ أَنْ تُوضَعَ يَعْنِي عَنْهُمْ].

زکاۃ نہیں، تو سیدنا عمر رحمہ اللہ نے کہا: عادل اور پسندیدہ آدمی ہے۔ اس پر انھوں نے لوگوں کو لکھا کہ ان سے شہد پر صدقہ ختم کیا جاتا ہے۔

لغوی تشریح: أَزْقَ، زِقٌّ کی جمع ہے، مشک۔

فائدہ: بقول امام ابن منذر جمہور کے نزدیک شہد پر زکاۃ نہیں۔ امام مالک، شافعی اور ثوری رحمہم اللہ کا موقف بھی یہی ہے۔ احناف، امام احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کے نزدیک شہد میں عشر (دسواں حصہ) واجب ہے۔ (تحفة الأحوذي: 8/2) راجح موقف شہد میں زکاۃ کا ہے۔

(المعجم ١٠) بَابُ مَا جَاءَ لَا زَكَاةَ عَلَى الْمَالِ الْمُسْتَفَادِ حَتّٰى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ (التحفة ١٠)

باب: 10۔ مال مستفاد پر جب تک سال نہ گزر جائے زکاۃ نہیں

٦٣١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ صَالِحٍ الطَّلْحِيُّ [الْمَدَنِيُّ].
حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «مَنِ اسْتَفَادَ مَالًا فَلَا زَكَاةَ عَلَيْهِ حَتّٰى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ [عِنْدَ رَبِّهِ]».

[631] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے مال حاصل کیا، اس پر اس وقت تک زکاۃ نہیں جب تک مالک کے پاس اس پر سال نہ گزر جائے۔“

وَفِي الْبَابِ عَنْ سَرَّاءَ بِنْتِ نَبْهَانَ [الْغَنَوِيَّةِ].

اس مسئلے میں سیدہ سراء بنت نبہان غنویہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت منقول ہے۔

٦٣٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: مَنِ اسْتَفَادَ مَالًا فَلَا زَكَاةَ فِيهِ حَتّٰى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ عِنْدَ رَبِّهِ.

[632] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جس نے کوئی مال حاصل کیا تو جب تک مالک کے پاس اس پر سال نہ گزر جائے، اس پر زکاۃ نہیں۔

٦٣١- [صحيح لغيره] أخرجه البغوي في شرح السنة، ح: ١٥٧٦ من حديث الترمذي به وللحديث شواهد عند أبي داود، ح: ١٥٧٣ وابن ماجه، ح: ١٧٩٢ وغيرهما * وفي الباب عن سراء بنت نبهان [لعله يشير إلى حديث الطبراني في الكبير: ٢٤/ ٣٠٨، ح: ٧٧٨].

٦٣٢- أخرجه عبدالرزاق، ح: ٧٠٣١ من حديث أيوب به وهو في الموطأ: ١/ ٢٤٦ بلفظ: "لا تجب في مال زكاة حتى يحول عليه الحول" وإسناده صحيح جليل وصححه الدارقطني والبيهقي.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَرَوَاهُ أَيُّوبُ وَعُبَيْدُ اللهِ [بْنُ عُمَرَ] وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَوْقُوفًا. وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ضَعِيفٌ فِي الْحَدِيثِ، ضَعَّفَهُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَعَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ وَغَيْرُهُمَا مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ، وَهُوَ كَثِيرُ الْغَلَطِ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَنْ لَّا زَكَاةَ فِي الْمَالِ الْمُسْتَفَادِ حَتّٰى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ. وَبِهِ يَقُولُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَّالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَّإِسْحَاقُ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِذَا كَانَ عِنْدَهُ مَالٌ تَجِبُ فِيهِ الزَّكَاةُ فَفِيهِ الزَّكَاةُ وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ عِنْدَهُ سِوَى الْمَالِ الْمُسْتَفَادِ - مَا تَجِبُ فِيهِ الزَّكَاةُ - لَمْ يَجِبْ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ الْمُسْتَفَادِ زَكَاةٌ حَتّٰى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ، فَإِنِ اسْتَفَادَ مَالًا قَبْلَ أَنْ يَّحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ فَإِنَّهُ يُزَكِّي الْمَالَ الْمُسْتَفَادَ مَعَ مَالِهِ الَّذِي وَجَبَتْ فِيهِ الزَّكَاةُ. وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَأَهْلُ الْكُوفَةِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ (موقوف) حدیث پہلی (مرفوع) حدیث کے مقابلے میں صحیح تر ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایوب، عبید اللہ بن عمر اور بہت سے راوی نافع سے ابن عمر کے قول کی صورت میں موقوفاً بیان کرتے ہیں اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم (مرفوع حدیث کا راوی) حدیث کے سلسلے میں ضعیف ہے۔ اسے امام احمد بن حنبل، علی بن مدینی اور ان کے علاوہ دیگر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے اور وہ بہت غلطیاں کرتا ہے۔ اور نبی ﷺ کے بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ مال مستفاد (حاصل شدہ مال) پر سال گزرنے سے پہلے زکاۃ نہیں ہے۔ امام مالک، شافعی، احمد بن حنبل اور اسحاق رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم کا موقف یہ ہے کہ اگر پہلے سے موجود مال پر زکاۃ لاگو ہوتی ہو تو اس پر بھی زکاۃ ہوگی (جب جنس ایک ہو۔) اگر مال مستفاد کے علاوہ اس قدر مال نہ ہو جس پر زکاۃ فرض ہو تو مال مستفاد پر اس وقت تک زکاۃ نہیں ہوگی جب تک اس پر سال نہ گزر جائے۔ اگر اسے سال گزرنے سے پہلے مال ملا تو وہ مال مستفاد کی زکاۃ اپنے اس مال کے ساتھ ادا کرے جس پر زکاۃ فرض ہو چکی ہو۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی موقف ہے۔

فائدہ: سال کے درمیان حاصل ہونے والا مال، مال مستفاد کہلاتا ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں: ① مال مستفاد، اس مال میں اضافے اور زیادتی سے حاصل ہو جو پہلے سے اس کے پاس موجود ہو، مثلاً: اس کے پاس حیوانات ہیں اور سال کے دوران میں انھوں نے بچے دیے، یا اس کے پاس مالِ تجارت تھا اس پر نفع حاصل ہوا، تو یہ مال مستفاد بالاتفاق پہلے مال کے ساتھ ملایا جائے گا اور پہلے مال کے ساتھ اس کی زکاۃ ادا کی جائے گی۔ ② مال مستفاد، سابق مال کی جنس سے نہ ہو، مثلاً: اس کے پاس سونا چاندی بقدر نصاب موجود ہو اور دورانِ سال میں حیوانات بھی مل گئے۔ اس صورت میں بالاتفاق دونوں کا سال الگ الگ شمار ہوگا۔ مال مستفاد کو پہلے سے موجود مال کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا۔ ③ مال مستفاد، موجودہ مال کی جنس سے ہو، لیکن پہلے سے موجود مال کے اضافے اور اس کی بڑھوتری کا اس میں دخل نہ ہو، کسی اور مستقل سبب سے حاصل ہو، مثلاً: اس کے پاس بقدر نصاب نقدی موجود ہو اور دورانِ سال میں کچھ اور روپیہ، عطیہ، ہبہ، وصیت یا میراث کے ذریعے سے حاصل ہوگیا۔ اس کے

بارے میں اختلاف ہے: ائمۂ ثلاثہ اور امام اسحاق کے نزدیک اس قسم کے مال مستفاد کو پہلے سے موجود مال (نقدی) کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا، اس کا سال الگ شمار ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس قسم کے مال مستفاد کو بھی سابق مال میں ضم کر دیا جائے گا اور دونوں کی زکاۃ اکٹھی ادا کی جائے گی۔

(المعجم ١١) بَابُ مَا جَاءَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ جِزْيَةٌ (التحفة ١١)

باب: 11۔ مسلمانوں پر جزیہ نہیں

٦٣٣- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَكْثَمَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ قَابُوسَ بْنِ أَبِي ظَبْيَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَصْلُحُ قِبْلَتَانِ فِي أَرْضٍ وَاحِدَةٍ، وَلَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ جِزْيَةٌ».

[633] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک سرزمین میں دو قبلے جمع نہیں ہو سکتے، اور مسلمانوں پر جزیہ نہیں۔''

فائدہ: اس روایت کی سند ضعیف ہے، تاہم اس پر اتفاق ہے کہ مسلمان پر مسلمان حکومت جزیہ عائد نہیں کر سکتی۔ غیر مسلموں سے جزیہ لینے میں اختلاف ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مرتد کے سوا ہر کافر سے جزیہ لیا جائے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک صرف اہل کتاب سے جزیہ لیا جاسکتا ہے۔ اہل کتاب میں مجوس بھی داخل ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مشرکین عرب کے سوا سب سے جزیہ لیا جائے، جزیہ دے کر وہ مسلمان حکومت میں رہ سکتے ہیں اور اگر کوئی ذمی مسلمان ہو جائے تو حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس سے جزیہ ختم ہو جائے گا۔ لیکن امام شافعی اور ابن شبرمہ رحمہما اللہ کے نزدیک جب جزیہ واجب ہو چکا ہو تو ختم نہیں ہوگا، حالانکہ حدیث کا ظاہری مطلب یہی ہے کہ کوئی ذمی جو ادائے جزیہ سے پہلے مسلمان ہو گیا ہو، اس پر واجب ہونے والا جزیہ ختم ہو جائے گا۔ (تحفة الأحوذي: 8/2)

٦٣٤- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ قَابُوسَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

[634] ابوکریب کی سند سے مذکورہ بالا کی مانند مروی ہے۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ وَجَدِّ حَرْبِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ الثَّقَفِيِّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ قَدْ رُوِيَ عَنْ قَابُوسَ بْنِ أَبِي ظَبْيَانَ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلًا. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ عَامَّةِ أَهْلِ

اور اس مسئلے میں سعید بن زید اور حرب بن عبیداللہ ثقفی کے دادا سے روایت منقول ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث قابوس بن ابوظبیان (ابن عباس کا واسطہ چھوڑ کر) مرسلاً بھی بیان کرتا ہے۔ اکثر

٦٣٣ـ أخرجه أبو داود، الزكاة، باب: في زكاة السائمة، ح: ١٥٧٦ من حديث الأعمش به، ولم أجد تصريح سماعه وقال أبوداود: رواه شعبة عن الأعمش به (ولم أجده)، وللحديث شواهد وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٢٦٧ وابن حبان، ح: ٧٩٤ والحاكم: ١/ ٣٩٨ والذهبي وغيرهم.

٦٣٤ـ تفرد به الترمذي

الْعِلْمِ أَنَّ النَّصْرَانِيَّ إِذَا أَسْلَمَ وُضِعَتْ عَنْهُ جِزْيَةُ رَقَبَتِهِ. وَقَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ: «لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ جِزْيَةُ عُشُورٍ» إِنَّمَا يَعْنِي بِهِ جِزْيَةَ الرَّقَبَةِ. وَفِي الْحَدِيثِ مَا يُفَسِّرُ هٰذَا حَيْثُ قَالَ: «إِنَّمَا الْعُشُورُ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى، وَلَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ عُشُورٌ».

اہل علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل ہے کہ عیسائی جب مسلمان ہوجائے تو اس سے اس کی جان کا جزیہ ختم کردیا جائے گا۔ اور نبی ﷺ کے اس فرمان ''مسلمان پر عشوری ٹیکس نہیں'' سے مراد یہی ہے کہ اس کی گردن پر جزیہ نہیں (جو کسی ذمی کو اسلامی حکومت میں رہنے کے سبب ادا کرنا پڑتا ہے) اور یہ حدیث کہ ''عشور تو صرف یہود اور نصاریٰ پر ہے، مسلمانوں پر عشور نہیں'' پہلی حدیث کی تفسیر کررہی ہے۔

(المعجم ١٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي زَكَاةِ الْحُلِيِّ (التحفة ١٢)

باب:12۔ زیورات کی زکاۃ

٦٣٥- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الْمُصْطَلِقِ، عَنِ ابْنِ أَخِي زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ [بْنِ مَسْعُودٍ] قَالَتْ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ فَإِنَّكُنَّ أَكْثَرُ أَهْلِ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

[635] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطاب فرماتے ہوئے فرمایا: ''اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو اگرچہ اپنے زیورات ہی سے کرنا پڑے کیونکہ قیامت کے دن جہنم میں تمھاری تعداد زیادہ ہوگی۔''

٦٣٦- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ أَخِي زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ.

[636] محمود بن غیلان اپنی سند سے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا سے مذکورہ بالا کی مانند بیان کرتے ہیں۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ. وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَهِمَ فِي حَدِيثِهِ فَقَالَ: [عَنْ]

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ سند، ابومعاویہ کی مذکورہ بالا سند سے زیادہ صحیح ہے۔ ابومعاویہ کو اپنی حدیث (کی

٦٣٥- أخرجه النسائي في الكبرى، ح: ٩٢٠٠ عن هناد بن السري وغيره به مطولًا وصححه ابن حبان (الإحسان): ٤٢٣٤ * أبو معاوية صرح بالسماع وانظر الحديث الآتي.

٦٣٦- أخرجه البخاري، الزكاة، باب الزكاة على الزوج والأيتام في الحجر، ح: ١٤٦٦ ومسلم، الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين . . . إلخ، ح: ١٠٠٠ من حديث الأعمش به * حديث عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده، ولعله الحديث الآتي: ٦٣٧ وهو حديث حسن.

عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ أَخِي زَيْنَبَ. وَالصَّحِيحُ إِنَّمَا هُوَ [عَنْ] عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ أَخِي زَيْنَبَ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ رَأَى فِي الْحُلِيِّ زَكَاةً. وَفِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي ذٰلِكَ، فَرَأَى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ فِي الْحُلِيِّ زَكَاةَ مَا كَانَ مِنْهُ ذَهَبٌ وَفِضَّةٌ. وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ. وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْهُمُ ابْنُ عُمَرَ وَعَائِشَةُ وَجَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: لَيْسَ فِي الْحُلِيِّ زَكَاةٌ. وَهٰكَذَا رُوِيَ عَنْ بَعْضِ فُقَهَاءِ التَّابِعِينَ. وَبِهِ يَقُولُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ.

سند) میں وہم ہوا اور کہہ دیا: عمرو بن حارث، زینب کے بھائی کے بیٹے سے بیان کرتا ہے جبکہ صحیح صرف یہ ہے کہ عمرو بن حارث، سیدہ زینب کے بھائی کا بیٹا ہے، وہ بیان کرتا ہے۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا (عبداللہ بن عمرو) سے بیان کرتا ہے کہ نبی ﷺ نے زیورات میں زکاۃ ضروری قرار دی ہے مگر اس حدیث کی سند میں کلام ہے۔ اس مسئلے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض اہل علم صحابہ و تابعین یہ رائے رکھتے ہیں کہ زیورات سونے کے ہوں یا چاندی کے ان میں زکاۃ ہے۔ سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض صحابۂ کرام جن میں ابن عمر، عائشہ، جابر بن عبداللہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم شامل ہیں، ان کے نزدیک زیورات میں زکاۃ نہیں۔ بعض تابعین فقہاء کا موقف بھی یہی ہے۔ امام مالک بن انس، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول یہی ہے۔

فائدہ: سونے چاندی کے زیورات کی زکاۃ کے بارے میں دو موقف ہیں: ① سیدنا عمر بن خطاب، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمرو، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم عبداللہ بن شداد، سعید بن مسیب، سعید بن جبیر، عطاء، ابن سیرین، جابر بن زید، مجاہد، زہری، طاؤس، میمون بن مہران، ضحاک، علقمہ، اسود، عمر بن عبدالعزیز، ابراہیم نخعی، اوزاعی، ابن شبرمہ، ابوحنیفہ، صاحبین، سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے نزدیک ان میں زکاۃ ہے۔ ابن منذر اور ابن حزم کا نظریہ بھی یہی ہے۔ امام احمد اور امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول بھی یہی ہے۔ ② ابن عمر، جابر، انس، عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہم، قاسم بن محمد، شعبی، قتادہ، محمد بن علی، عمرہ، ابوعبید اور ابوثور رحمہ اللہ کے نزدیک زکاۃ نہیں۔ غیر معروف دو نظریات یہ ہیں: * زیورات میں صرف ایک دفعہ زکاۃ ہے۔ * زیورات کی زکاۃ یہ ہے کہ وہ عاریتاً دے دیے جائیں۔ (مرعاة المفاتیح: 81/3) دلیل کی رو سے ان لوگوں کا موقف صحیح ہے جو زیورات میں زکاۃ کے قائل ہیں۔ (سبل السلام: 192/2، مرعاة: 81/3) بشرطیکہ وہ بقدر نصاب یا اس سے زائد ہوں۔

٦٣٧ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ امْرَأَتَيْنِ أَتَتَا رَسُولَ اللهِ ﷺ وَفِي أَيْدِيهِمَا سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ،

[637] سیدنا عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ دو عورتیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور وہ اپنے ہاتھوں میں سونے کے کنگن

٦٣٧ـ [حسن بالشواهد] أخرجه أبو داود، الزكاة، باب الكنز ما هو؟ وزكاة الحلي، ح: ١٥٦٣ من طريق آخر عن عمرو بن شعيب به، وصححه ابن القطان الفاسي * ابن لهيعة تابعه حسين المعلم.

فَقَالَ لَهُمَا: «أَتُؤَدِّيَانِ زَكَاتَهُ؟» قَالَتَا: لَا، قَالَ: فَقَالَ لَهُمَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَتُحِبَّانِ أَنْ يُسَوِّرَكُمَا اللهُ بِسِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ؟» قَالَتَا: لَا، قَالَ: «فَأَدِّيَا زَكَاتَهُ».

پہنے ہوئے تھیں۔ آپ نے ان سے پوچھا: ''اس زیور کی زکاۃ دیتی ہو؟'' دونوں نے کہا: نہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تمھیں آگ کے دو کنگن پہنائے؟'' دونوں نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر اس زیور کی زکاۃ ادا کیا کرو۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَهٰذَا حَدِيثٌ قَدْ رَوَاهُ الْمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ نَحْوَ هٰذَا. وَالْمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ وَابْنُ لَهِيعَةَ يُضَعَّفَانِ فِي الْحَدِيثِ وَلَا يَصِحُّ فِي هٰذَا الْبَابِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ شَيْءٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس طرح عمرو بن شعیب سے مثنیٰ بن صباح نے بھی بیان کی ہے۔ اور مثنیٰ بن صباح اور ابن لہیعہ دونوں حدیث میں ضعیف قرار دیے گئے ہیں۔ اور اس مسئلے کے متعلق نبی ﷺ سے کوئی حدیث صحیح ثابت نہیں۔

فائدہ: علماء نے امام ترمذی رحمہ اللہ کے اس موقف کو تسلیم نہیں کیا کہ اس مسئلے کے بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں کیونکہ مذکورہ روایت اور اس کے علاوہ بعض صحیح احادیث موجود ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (مرعاة المفاتيح: 83,82/3، وتحفة الأحوذي: 12/2، ومعارف السنن: 5/229-231) انھی احادیث کی بنیاد پر علمائے محققین نے زیورات پر زکاۃ کی ادائیگی ضروری قرار دی ہے۔

(المعجم ١٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي زَكَاةِ الْخَضْرَاوَاتِ (التحفة ١٣)

باب: 13۔ سبزیوں کی زکاۃ

٦٣٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ [بْنِ عُمَارَةَ]، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ مُعَاذٍ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُهُ، عَنِ الْخَضْرَاوَاتِ وَهِيَ الْبُقُولُ، فَقَالَ: «لَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ».

[638] سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کی طرف خط لکھا اور سبزیوں کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے فرمایا: ''ان پر کچھ نہیں۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: إِسْنَادُ هٰذَا الْحَدِيثِ لَيْسَ بِصَحِيحٍ، وَلَيْسَ يَصِحُّ فِي هٰذَا الْبَابِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ شَيْءٌ، وَإِنَّمَا يُرْوٰى هٰذَا عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلًا. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند صحیح نہیں اور اس مسئلے کے متعلق نبی ﷺ سے کوئی صحیح حدیث منقول نہیں۔ یہی روایت موسیٰ بن طلحہ نبی ﷺ سے (معاذ رضی اللہ عنہ کا واسطہ چھوڑ کر) مرسلاً بیان کرتے ہیں۔ اہل علم کا اس

٦٣٨ـ [صحيح بالشواهد] أخرجه الدارقطني (٢/ ٩٧) وللحديث شواهد عند الدارقطني: ٢/ ٩٧ وغيره، انظر التفصيل في الإرواء، حديث: ٨٠١.

أَنَّهُ لَيْسَ فِي الْخَضْرَاوَاتِ صَدَقَةٌ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَالْحَسَنُ هُوَ ابْنُ عُمَارَةَ وَهُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ، ضَعَّفَهُ شُعْبَةُ وَغَيْرُهُ وَتَرَكَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ.

پر عمل ہے کہ سبزیوں پر زکاۃ نہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حسن جو عمارہ کا بیٹا ہے، محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ امام شعبہ وغیرہ نے اسے ضعیف کہا ہے اور عبداللہ بن مبارک نے اسے متروک قرار دیا ہے۔

فائدہ: ائمۂ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک سبزیوں اور ترکاریوں میں زکاۃ (عشر) نہیں اور صحیح موقف بھی یہی ہے کیونکہ ان کو ذخیرہ کر کے محفوظ نہیں کیا جا سکتا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ان پر عشر ہے لیکن مالک خود ادا کرے گا۔ بیت المال یا حکومت کے سپرد نہیں کرے گا۔ (معارف السنن: 232/5، وتحفة الأحوذي: 12/2)

(المعجم ١٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّدَقَةِ فِيمَا يُسْقٰى بِالْأَنْهَارِ وَغَيْرِهِ (التحفة ١٤)

باب: 14۔ اس فصل کا عشر جسے دریا (ندی، نالے اور چشموں) وغیرہ سے سیراب کیا جاتا ہو

٦٣٩- حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ [مَدَنِيٌّ]: حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي ذُبَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ وَبُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ الْعُشْرُ، وَفِيمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ».

[639] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کو بارش اور چشمے سیراب کریں، اس میں دسواں حصہ ہے اور جس کو پانی کھینچ کر سیراب کیا جائے اس میں بیسواں حصہ ہے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ، وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ وَبُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلًا. وَكَأَنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ أَصَحُّ. وَقَدْ صَحَّ حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي هٰذَا الْبَابِ وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ عَامَّةِ الْفُقَهَاءِ.

اس مسئلے میں سیدنا انس بن مالک، ابن عمر اور جابر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث بکیر بن عبداللہ بن اشج، سلیمان بن یسار اور بسر بن سعید رحمہم اللہ، نبی ﷺ سے (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے کے بغیر) مرسلاً بیان کرتے ہیں۔ لگتا ہے یہ مرسل روایت زیادہ صحیح ہے۔ اور اس مسئلے کے متعلق ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مرفوعاً صحیح طور پر ثابت ہے اور عام فقہاء کا اسی پر عمل ہے۔

لغوی تشریح: [نضح] کے اصل معنی پانی ڈالنا ہیں۔ چونکہ یہ کام عام طور پر اونٹوں سے لیا جاتا تھا، اس لیے اونٹ کو

٦٣٩- [صحيح بما بعده] أخرجه ابن ماجه، الزكاة، باب صدقة الزروع والثمار، ح: ١٨١٦ من حديث أبي موسى إسحاق بن موسى الأنصاري به * وفي الباب عن أنس بن مالك [ابن النجار كما في تحفة الأحوذي: ٢/ ١٣]، وابن عمر [يأتي: ٦٤٠]، وجابر [مسلم، ح: ٩٨١].

[نضح] کہتے تھے جس کی جمع [نواضح] ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جس پیداوار کو قدرتی پانی سے سیراب کیا جائے، اس سے دسواں حصہ (عشر) ادا کرنا ہوگا کیونکہ اس کے حصول میں اخراجات نہیں آتے اور محنت ومشقت بھی زیادہ نہیں کرنی پڑتی۔ اور جس پیداوار کو مصنوعی طریقے، مثلاً: رہٹ (کنواں)، ٹیوب ویل، یا پیٹر وغیرہ سے سیراب کیا جاتا ہو کیونکہ اس کے حصول میں اخراجات اور محنت و مشقت زیادہ اٹھانی پڑتی ہے، اس لیے اس پر بیسواں حصہ ادا کرنا ہوگا اور اس فرق وامتیاز پر ائمہ کا اتفاق ہے۔ (مرعاۃ: 61/3، ومعارف السنن: 233/5) نہری پانی جس پر حکومت مالیہ وصول کرتی ہے وہ بھی مصنوعی نظام ہے، اس پر بھی بیسواں حصہ لاگو ہوتا ہے۔

٦٤٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ: حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ سَنَّ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرَ، وَفِيمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفَ الْعُشْرِ».

[640] سیدنا سالم اپنے باپ (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے مقرر فرمایا: ”جسے بارش اور چشمے سیراب کریں یا زمین نم دار ہو، اس میں دسواں حصہ ہے اور جسے پانی کھینچ کر سیراب کیا جائے اس میں بیسواں حصہ (نصف عشر) ہے۔“

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: [عَثَرِيّ] سے مراد زمین کا وہ نم دار حصہ ہے جس پر اُگنے والی فصل کو سیراب کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے بلکہ وہ خود بخود زمین سے پانی جذب کرلے اور اس پر تیار ہو جائے۔

(المعجم ١٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي زَكَاةِ مَالِ الْيَتِيمِ (التحفة ١٥)

باب: 15۔ یتیم کے مال کی زکاۃ

٦٤١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْمُثَنَّى بْنِ الصَّبَّاحِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ: «أَلَا مَنْ وَلِيَ يَتِيمًا لَهُ مَالٌ فَلْيَتَّجِرْ فِيهِ وَلَا يَتْرُكْهُ حَتّٰى تَأْكُلَهُ

[641] عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا (عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”خبردار! جو کسی یتیم (نابالغ بچے) کا سرپرست بنے، جس کے پاس مال ہو، تو چاہیے کہ وہ اس کو تجارت میں لگائے اور اس طرح نہ چھوڑ

٦٤٠- أخرجه البخاري، الزكاة، باب العشر فيما يسقى من ماء السماء والماء الجاري، ح: ١٤٨٣ من حديث سعيد بن أبي مريم به.

٦٤١- [ضعيف] أخرجه البيهقي: ٤/ ١٠٧ من حديث الوليد بن مسلم وصرح بالسماع * المثنى ضعيف ورواه مندل وهو ضعيف عن أبي إسحاق الشيباني عن عمرو بن شعيب به وللحديث طرق ضعيفة، وأخرج البيهقي عن عمر قال: "ابتغوا في أموال اليتامى لا تأكلها الصدقة" وقال: هذا إسناد صحيح.

الصَّدَقَةُ».

دے کہ زکاۃ اس کو ختم کر دے۔" (زکاۃ اور بچے کے مصارف سے وہ مال ختم ہو جائے۔)

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَإِنَّمَا رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَفِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ لِأَنَّ الْمُثَنّٰى بْنَ الصَّبَّاحِ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ. وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَذَكَرَ هٰذَا الْحَدِيثَ. وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي هٰذَا الْبَابِ، فَرَأٰى غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فِي مَالِ الْيَتِيمِ زَكَاةً مِّنْهُمْ عُمَرُ وَعَلِيٌّ وَعَائِشَةُ وَابْنُ عُمَرَ. وَبِهِ يَقُولُ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَيْسَ فِي مَالِ الْيَتِيمِ زَكَاةٌ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ. وَعَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ هُوَ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ. وَشُعَيْبٌ قَدْ سَمِعَ مِنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. وَقَدْ تَكَلَّمَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ فِي حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ وَقَالَ: هُوَ عِنْدَنَا وَاهٍ. وَمَنْ ضَعَّفَهُ فَإِنَّمَا ضَعَّفَهُ مِنْ قِبَلِ أَنَّهُ يُحَدِّثُ مِنْ صَحِيفَةِ جَدِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. وَأَمَّا أَكْثَرُ أَهْلِ الْحَدِيثِ فَيَحْتَجُّونَ بِحَدِيثِ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ وَيُثْبِتُونَهُ، مِنْهُمْ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ وَغَيْرُهُمَا.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے منقول ہے اور اس کی سند میں کلام ہے کیونکہ مثنیٰ بن صباح حدیث کے معاملے میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ اور بعض راویوں نے یہ حدیث عمرو بن شعیب سے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔ اس مسئلے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا موقف ہے کہ نابالغ بچے کے مال میں زکاۃ ہے۔ سیدنا عمر، علی، سیدہ عائشہ اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔ امام مالک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ نے اسی کو اپنایا ہے۔ اور اہل علم کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ یتیم کے مال میں زکاۃ نہیں۔ سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ عمرو بن شعیب، یہ محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عاص کا بیٹا ہے اور شعیب بن محمد نے اپنے دادا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا ہے۔ یحییٰ بن سعید نے عمرو بن شعیب کی حدیث پر کلام کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ ہمارے نزدیک کمزور اور ناقابل اعتبار ہے اور جس نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ اپنے دادا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے صحیفے سے روایت کرتا ہے۔ لیکن اکثر محدثین عمرو بن شعیب کی حدیث سے حجت پکڑتے ہیں اور اس کو ثابت (صحیح) قرار دیتے ہیں۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ وغیرہ کا یہی نظریہ ہے۔

فوائد ومسائل: ① یتیم نابالغ بچے کے مال سے زکاۃ نکالنے کے بارے میں یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے، لیکن مختلف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال سے اس موقف کی تائید ہوتی ہے۔ ادائیگیٔ زکاۃ کا حکم سرپرست کو دیا گیا ہے، بچے کو نہیں۔ بعض نے بچے کے مرفوع القلم ہونے سے استدلال کیا ہے لیکن اس کے مرفوع القلم ہونے سے استدلال اس لیے درست نہیں کہ اسے یہ حکم نہیں ہے، نیز سیدنا علی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما اس حدیث کے راوی ہیں اور وہ بچے کے مال سے زکاۃ ادا کرنے کے قائل ہیں۔ احناف کے نزدیک راوی کی رائے کو اس کی روایت پر ترجیح حاصل ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 15/2) سفیان

ثوری اور عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ کی طرح احناف کے نزدیک بھی نابالغ بچے کے مال پر زکاۃ نہیں اور اس کے لیے دلیل کے طور پر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول پیش کیا جاتا ہے جس کی سند ضعیف ہے، جبکہ طبرانی کی حدیث میں آپ کا یہ فرمان بیان ہوا ہے: ''یتیموں کے اموال سے تجارت کرو، اور اسے زکاۃ ختم نہ کر دے۔'' (مجمع الزوائد، الزكاة: 67/3) حافظ عراقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اور امام مناوی نے اس کی تائید کی ہے۔ (تحفة الأحوذي: 15/2) ② عمرو بن شعیب کا سماع اپنے دادا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے، اس لیے جمہور محدثین کے نزدیک ان کی روایات صحیح اور قابل استناد ہیں۔ (مقدمة شرح مهذب: 65/1، وتحفة الأحوذي: 16/2، ومعارف: 237/5-239)

(المعجم ١٦) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْعَجْمَاءَ جُرْحُهَا جُبَارٌ وَّفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ (التحفة ١٦)

باب: 16۔ حیوان کا زخمی کرنا، رائیگاں ہے اور رِکاز میں پانچواں حصہ ہے

٦٤٢۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «الْعَجْمَاءُ جُرْحُهَا جُبَارٌ، وَّالْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَّالْبِئْرُ جُبَارٌ، وَّفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ».

[642] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حیوان کا زخمی کرنا رائیگاں ہے۔ کان کنی سے نقصان پہنچنا رائیگاں ہے۔ اور کنویں میں گرنا رائیگاں ہے۔ اور جاہلیت کے دفینے میں پانچواں حصہ ہے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَعَبْدِ اللهِ ابْنِ عَمْرٍو وَعُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَعَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيِّ وَجَابِرٍ. قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا انس بن مالک، عبداللہ بن عمرو، عبادہ بن صامت، عمرو بن عوف مزنی اور جابر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فوائد ومسائل: ① حیوان گھر سے دن کے وقت نکلتا ہے اور دن کے وقت ہی ان کو باہر لے جایا جاتا ہے، اگر اس کا مالک اس کے ساتھ نہ ہو، وہ دوسرے حیوانات کو سنبھالنے وغیرہ میں مصروف ہو اور وہ بھاگ کر کسی کو نقصان پہنچا دے، زخمی کر دے یا فصل اجاڑ دے جبکہ مالک کی کوتاہی اور غفلت کا اس میں دخل نہ ہو تو ایسی صورت میں مالک نقصان اور زخم کا ذمے دار نہیں ہوتا۔ لیکن اگر مالک کی کوتاہی اور غفلت کا دخل ہو کہ وہ حیوان کو چھوڑ کر غافل یا دوسرے کام میں مصروف ہو گیا اور حیوان کی پروا نہیں کی اور اس نے کسی کو زخمی کر دیا یا کسی کی فصل اجاڑ دی تو مالک ذمہ دار ہوگا، لیکن اگر حیوان اپنے راستے پر جا رہا ہو اور کسی نے جان بوجھ کر اس سے چھیڑ چھاڑ کی ہو کہ اس نے اپنے دفاع میں دولتی رسید کر دی یا کاٹ لیا تو پھر مالک اگرچہ ساتھ بھی ہو تو

٦٤٢۔ أخرجه مسلم، الحدود، باب جرح العجماء والمعدن والبئر جبار، ح: ١٧١٠ عن قتيبة والبخاري، ح: ٦٩١٢ من حديث الليث بن سعد به ※ وفي الباب عن أنس بن مالك [أحمد: ٣/ ١٢٨]، وعبدالله بن عمرو [البيهقي: ٤/ ١٥٥]، وعبادة بن الصامت [ابن ماجه، ح: ٢٦٧٥]، وعمرو بن عوف المزني [ابن ماجه، ح: ٢٦٧٤]، وجابر [أحمد: ٣/ ٣٣٥، ٣٥٣].

وہ ذمے دار نہیں ہوگا، ہاں رات کے وقت اگر مالک نے حیوان کو مضبوط باندھا تھا لیکن چھوٹ گیا اور مالک کو پتا نہ چل سکا تو پھر اگر کسی قسم کا نقصان کیا تو امام مالک اور شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک وہ ذمے دار نہیں اور اگر اس نے جان بوجھ کر چھوڑا ہو یا باندھنے میں کوتاہی کی ہو تو تب وہ ضامن ہوگا۔ ② اسی طرح اگر کوئی کسی سے کنواں کھدواتا ہے، وہ اپنی زمین میں ہے یا راستے پر ہے اور جگہ محفوظ ہے تو اگر کوئی آدمی غفلت و لاپروائی سے اس میں گر جاتا ہے تو مالک اس کا ذمے دار نہیں۔ ③ اسی طرح وہ کان کہ جس سے معدنیات وغیرہ نکالی جاتی ہیں، اگر کان کنی کرتے وقت کوئی مزدور اس میں گر گیا جب کہ اس کو تمام وسائل مہیا کیے گئے تھے یا کوئی دوسرا آدمی وہاں سے گزرتا ہوا گر گیا تو مالک اس کا ذمے دار نہیں۔ ④ جاہلیت کے دفینے میں سے پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کرانا ہوگا کیونکہ یہ دفینہ بغیر کسی خاص محنت و مشقت اور خرچ کے حاصل ہوا ہے، اس لیے اس میں فقراء اور محتاجوں کا حق زیادہ ہے۔ جمہور امت، امام مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے اور یہی صحیح ہے۔ احناف کے نزدیک معدن کا حکم بھی رِکاز والا ہے، حالانکہ یہ بات ہر انسان سمجھ سکتا ہے کہ معدنیات برآمد کرنا ایک بڑا مشکل اور محنت طلب عمل ہے اور اس میں خاصا سرمایہ درکار ہوتا ہے۔ زمین سے حاصل ہونے والی اشیاء میں شرعی اصول یہ ہے کہ جس قدر محنت و مشقت اور عمل زیادہ ہو عشر و زکاۃ میں اسی قدر سہولت اور آسانی ہے۔ عشر اور نصف عشر کا مدار اسی پر ہے۔ چونکہ معدن سے مال کا حصول محنت طلب ہے، اس لیے اس پر رکاز والا حکم چسپاں نہیں ہوسکتا۔ احناف کے سوا سب ائمہ کا موقف یہی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (مرعاۃ المفاتیح: 64,63/3)

(المعجم ١٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْخَرْصِ (التحفة ١٧)

باب: 17۔ (فصل تیار ہونے سے پہلے) پیداوار اور پھلوں کا اندازہ لگانا

٦٤٣- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: أَخْبَرَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ مَسْعُودِ ابْنِ نِيَارٍ يَقُولُ: جَاءَ سَهْلُ بْنُ أَبِي حَثْمَةَ إِلَى مَجْلِسِنَا فَحَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقُولُ: «إِذَا خَرَصْتُمْ فَخُذُوا وَدَعُوا الثُّلُثَ، فَإِنْ لَمْ تَدَعُوا الثُّلُثَ فَدَعُوا الرُّبُعَ».

[643] عبدالرحمن بن مسعود بن نیار بیان کرتے ہیں کہ سیدنا سہل بن ابو حثمہ رضی اللہ عنہ ہماری مجلس میں تشریف لائے تو انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''تم لوگ جب اندازہ لگاؤ تو وصولی کے وقت انھیں تہائی حصہ چھوڑ دو، اگر تہائی نہ چھوڑو تو چوتھائی چھوڑ دو۔''

٦٤٣ـ [حسن بالشواهد] أخرجه أبو داود، الزكاة، باب: في الخرص، ح: ١٦٠٥ من حديث شعبة به وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٣١٩، ٢٣٢٠ وابن حبان (الإحسان): ٣٢٦٩ والحاكم على شرط البخاري: ١/ ٤٠٩ ووافقه الذهبي والحديث في مسند أبي داود الطيالسي، ح: ١٢٣٤ ويؤيده ما رواه الحاكم (١/ ٤٠٢) من حديث عمر موقوفًا عليه . * وفي الباب عن عائشة [أبو داود، ح: ١٦٠٦]، وعتاب بن أسيد [يأتي: ٦٤٤]، وابن عباس [أبو داود، ح: ٣٤١٠ وابن ماجه، ح: ١٨٢٠].

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَعَتَّابِ بْنِ أَسِيدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَالْعَمَلُ عَلٰى حَدِيثِ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْخَرْصِ، وَبِحَدِيثِ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ: وَالْخَرْصُ إِذَا أَدْرَكَتِ الثِّمَارُ مِنَ الرُّطَبِ وَالْعِنَبِ مِمَّا فِيهِ الزَّكَاةُ، بَعَثَ السُّلْطَانُ خَارِصًا فَخَرَصَ عَلَيْهِمْ. وَالْخَرْصُ أَنْ يَنْظُرَ مَنْ يُبْصِرُ ذٰلِكَ فَيَقُولُ: يَخْرُجُ مِنْ هٰذَا الزَّبِيبِ كَذَا وَكَذَا وَمِنَ التَّمْرِ كَذَا وَكَذَا فَيُحْصِي عَلَيْهِمْ، وَيَنْظُرُ مَبْلَغَ الْعُشْرِ مِنْ ذٰلِكَ فَيُثْبِتُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ يُخَلِّي بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الثِّمَارِ فَيَصْنَعُونَ مَا أَحَبُّوا، فَإِذَا أَدْرَكَتِ الثِّمَارُ أُخِذَ مِنْهُمُ الْعُشْرُ. هٰكَذَا فَسَّرَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَبِهٰذَا يَقُولُ مَالِكٌ وَّالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ.

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، سیدنا عتاب بن اسید اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خرص کے مسئلے میں اکثر اہل علم کا عمل سیدنا سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ہے اور اسی کے قائل امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ ہیں۔ خرص یہ ہے کہ جب پھل، یعنی کھجور اور انگور وغیرہ تیار ہونے کے قریب ہوں جن پر زکاۃ پڑتی ہے تو حاکم ایک اندازہ لگانے والے کو اندازہ لگانے کے لیے بھیجے جو ان فصلوں کا اندازہ لگائے۔ ضروری ہے کہ وہ اپنے فن میں ماہر اور صاحب بصیرت ہو۔ وہ بتائے گا کہ انگور کے اس باغ سے اتنی کشمش اور اس قدر خشک کھجور حاصل ہوگی۔ اس طرح وہ باغوں کے پھل اور فصلوں کا اندازہ کرے گا جس سے معلوم ہوجائے گا کہ عشر کی مقدار کتنی پڑے گی، وہ ان پر لازم ٹھہرائے گا کہ تمھیں اتنا عشر دینا ہوگا پھر پھلوں کو ان کے حوالے کردے گا کہ تم جانو اور تمھارا کام۔ پھر جب پھل پک کر توڑ لیے جائیں گے تو ان سے دسواں حصہ یا بیسواں وصول کرلیا جائے گا۔ بعض اہل علم نے خرص کی یہی تفسیر کی ہے اور امام مالک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کی رائے یہی ہے۔

۶۴۴- حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو مُسْلِمُ بْنُ عَمْرٍو الْحَذَّاءُ الْمَدَنِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ نَافِعٍ [الصَّائِغ] عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَالِحٍ التَّمَّارِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ عَتَّابِ بْنِ أَسِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَبْعَثُ عَلَى النَّاسِ مَنْ يَخْرُصُ عَلَيْهِمْ كُرُومَهُمْ وَثِمَارَهُمْ وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِي زَكَاةِ

[644] سیدنا عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ لوگوں کے انگوروں اور پھلوں کا اندازہ لگانے کے لیے اندازہ لگانے والے افراد بھیجا کرتے تھے۔ اسی سند سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے انگوروں کی زکاۃ کے بارے میں فرمایا: ''ان کا اندازہ بھی کھجوروں کی طرح لگایا جائے، پھر ان کی زکاۃ کشمش کی صورت میں ادا کی جائے جس طرح

٦٤٤_[ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الزكاة، باب خرص النخل والعنب، ح: ١٨١٩ من حديث عبدالله بن نافع به وقال أبوداود، ح: ١٦٠٣ "وسعيد لم يسمع من عتاب شيئًا" * حديث: "إنما تخرص كما يخرص النخل . . . إلخ" صححه ابن خزيمة، ح: ٢٣١٦ وابن حبان (الإحسان): ٣٢٦٨ وقال المنذري: "انقطاعه ظاهر"، وحديث ابن جريج عند أبي عبيد في الأموال، ح: ١٤٣٨.

الْكُرُومِ: «إِنَّهَا تُخْرَصُ كَمَا يُخْرَصُ النَّخْلُ ثُمَّ تُؤَدّٰى زَكَاتُهُ زَبِيبًا كَمَا تُؤَدّٰى زَكَاةُ النَّخْلِ تَمْرًا».

کھجوروں کی زکاۃ خشک کھجوروں کی صورت میں ادا کی جاتی ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَقَدْ رَوَى ابْنُ جُرَيْجٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ. وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا، عَنْ هٰذَا [الْحَدِيثِ] فَقَالَ: حَدِيثُ ابْنِ جُرَيْجٍ غَيْرُ مَحْفُوظٍ، وَحَدِيثُ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَتَّابِ بْنِ أَسِيدٍ [أَثْبَتُ] وَأَصَحُّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ یہ حدیث ابن جریج نے اپنی سند سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کی ہے۔ میں نے اس حدیث کے بارے میں امام محمد (امام بخاری رحمہ اللہ) سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا: ابن جریج کی حدیث غیر محفوظ ہے۔ اور سعید بن مسیب کی حدیث قوی اور صحیح تر ہے۔

فوائد و مسائل: ① انگور، کھجوریں اور دیگر پھل چونکہ آہستہ آہستہ ہوتے اور استعمال میں آتے رہتے ہیں، اسی لیے ان کے عشر کے لیے یہ قاعدہ ہے کہ تجربہ کار اصحاب نظر سے اندازہ لگوایا جائے جو درختوں پر لگے کچے پھل کو دیکھ کر بتائیں کہ تیار ہونے پر یہ پھل اندازاً اسی مقدار کا ہوگا۔ اسے عربی میں [خرص] اور اردو میں ''اندازہ اور تخمینہ لگانا'' کہتے ہیں۔ اسی اندازہ کیے وزن میں سے تہائی یا چوتھائی چھوڑ کر باقی پر عشر لاگو کیا جاتا ہے۔ ② تہائی یا چوتھائی چھوڑنے میں حکمت یہ ہے کہ یہ سب نظر کا معاملہ ہوتا ہے اور اس میں کمی بیشی کا احتمال یقینی ہے، پھر کچھ پھل ضائع بھی ہو جاتا ہے، کچھ جانور وغیرہ کھا جاتے ہیں اور کچھ پھل مالک بھی غریبوں اور مسکینوں کو دے دیتا ہے، اسی لیے تہائی یا چوتھائی چھوڑنے میں ان سب کی تلافی ہو جائے گی۔ ③ مشہور قول یہی ہے کہ احناف خرص (اندازہ لگانے) کے منکر ہیں اور محسوس ہوتا ہے کہ یہ حضرات خرص کی ان احادیث کو مزابنہ کی احادیث کے منافی قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں سود کا خطرہ ہے لیکن ان کا یہ موقف درست نہیں کیونکہ مزابنہ والی احادیث کا تعلق خرید و فروخت سے ہے کہ خرید و فروخت میں ایسا نہیں کرنا چاہیے جبکہ زکاۃ کی وصولی میں خرص کا نظام لوگوں کی سہولت و آسانی کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ جس طرح کہ قرض کی ادائیگی میں مجازفہ کو جائز قرار دیا گیا ہے کہ ایک مقروض قرض خواہ سے کہہ سکتا ہے کہ میرا باغ جتنا پھل دے وہ تم لے لو اور مجھے قرض سے فارغ کر دو۔ اگر قرض خواہ راضی ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح قرض کی ادائیگی میں بلا پیشگی شرط، ادائیگی کے وقت کچھ زیادہ دیا جا سکتا ہے اور یہ سود شمار نہیں ہوگا۔ اسی طرح شریعت نے عرایا اور زکاۃ کی وصولی کے لیے یہ سہولت دی ہے۔ اس کو مزابنہ کی طرح ناجائز قرار نہیں دیا۔ بلا وجہ حدیثوں میں تضاد پیدا کرنا درست نہیں۔ ائمۂ ثلاثہ اصولی طور پر خرص کے مسئلے میں متفق ہیں جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔ تفصیلات کے لیے (مرعاۃ المفاتیح: 3/74-80) کی طرف رجوع کیجیے۔

(المعجم ١٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعَامِلِ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ (التحفة ١٨)

باب: 18۔ حق اور جائز طریقے سے صدقہ وصول کرنے والے کی فضیلت

٦٤٥- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ ابْنِ قَتَادَةَ، ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ ابْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ، عَنْ رَافِعِ ابْنِ خَدِيجٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «الْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْغَازِي فِي سَبِيلِ اللهِ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهِ».

[645] سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا آپ فرماتے تھے: ''صحیح طریقے سے صدقہ وصول کرنے والا اللہ کی راہ میں مجاہد کی طرح ہے یہاں تک کہ گھر واپس آ جائے۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ]. وَيَزِيدُ بْنُ عِيَاضٍ ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ، وَحَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ أَصَحُّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور یزید بن عیاض، محدثین کے نزدیک ضعیف ہے اور محمد بن اسحاق کی حدیث زیادہ صحیح ہے۔

فائدہ: اسلامی شرعی حکومت میں قومی وملی امور کی انجام دہی انتہائی فضیلت کا کام ہے، بالخصوص بیت المال کا مال اکٹھا کرنا کیونکہ یہ بیت المال سے غازیوں اور ان کے لواحقین کے حق میں خرچ ہوتا ہے اور غازی جب اپنے لواحقین کی طرف سے مطمئن ہوں گے تو وہ پوری دلجمعی اور خوش دلی سے جہاد کریں گے، اس لیے اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ ان امور میں تعاون کرنا، اجر وثواب کا کام ہے۔

(المعجم ١٩) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الْمُعْتَدِي فِي الصَّدَقَةِ (التحفة ١٩)

باب: 19- صدقہ دینے یا وصول کرنے میں زیادتی کرنا

٦٤٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ [سَعْدِ] بْنِ سِنَانٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْمُعْتَدِي فِي الصَّدَقَةِ كَمَانِعِهَا».

[646] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: ''صدقے کی وصولی میں زیادتی کرنے والا صدقہ روکنے والے کی طرح ہے۔''

٦٤٥- أخرجه أبو داود، الخراج والفيء، باب في السعاية على الصدقة، ح: ٢٩٣٦ من حديث ابن إسحاق به وصرح بالسماع عند أحمد: ٤/ ١٤٣ وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٣٣٤ والحاكم: ١/ ٤٠٦ والذهبي وغيرهم.

٦٤٦- [حسن بالشواهد] أخرجه أبو داود، الزكاة، باب: في زكاة السائمة، ح: ١٥٨٥ عن قتيبة به وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٣٣٥ * وفي الباب عن ابن عمر [الحاكم في المستدرك: ١/ ٣٩٩]، وأم سلمة [الحاكم: ١/ ٤٠٥ والبيهقي: ٤/ ١٣٧]، وأبي هريرة [البيهقي: ٤/ ١١٥].

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَأُمِّ سَلَمَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَقَدْ تَكَلَّمَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ فِي سَعْدِ ابْنِ سِنَانٍ. وَهٰكَذَا يَقُولُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ ابْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ سِنَانٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ. [وَيَقُولُ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ وَابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ سِنَانِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَنَسٍ]. قَالَ أَبُو عِيسٰى: سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: وَالصَّحِيحُ سِنَانُ بْنُ سَعْدٍ. وَقَوْلُهُ: «الْمُعْتَدِي فِي الصَّدَقَةِ كَمَانِعِهَا» يَقُولُ: عَلَى الْمُعْتَدِي مِنَ الْإِثْمِ كَمَا عَلَى الْمَانِعِ إِذَا مَنَعَ.

اور اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر، سیدہ ام سلمہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث اس سند سے غریب ہے۔ اور امام احمد بن حنبل نے سعد بن سنان پر جرح کی ہے۔ لیث بن سعد نے یہ حدیث اسی سند سے بیان کی ہے۔ اور عمرو بن حارث اور ابن لہیعہ نے سعد بن سنان کے بجائے سنان بن سعد کہا اور امام محمد (امام بخاری رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ صحیح سنان بن سعد ہی ہے اور فرمان نبوی: ''صدقے میں زیادتی کرنے والا اس کے روکنے والے کی طرح ہے'' کا مفہوم یہ ہے کہ زیادتی کرنے والے پر بھی روکنے والے کے گناہ کی طرح گناہ ہے۔

فائدہ: حدیث کے ظاہری معنی یہی ہیں کہ جس طرح زکاۃ ادا نہ کرنا جرم اور گناہ ہے، اسی طرح زکاۃ وصول کرنے والے کا لوگوں سے حق سے زائد وصول کرنا یا اعلیٰ اور عمدہ مال وصول کرنا جرم اور گناہ ہے کیونکہ اگر صدقہ وصول کرنے والا ظلم و زیادتی سے کام لے گا تو لوگ بھی زکاۃ کی ادائیگی میں ٹال مٹول کریں گے اور مال چھپائیں گے۔ اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ زکاۃ کی ادائیگی میں ہیر پھیر کرنا، نکمی چیز دینا یا کم دینا، یہ بھی زیادتی ہے اور یہ بھی روکنے کے حکم میں ہے یا غیر مستحقوں کو دینا یا کسی کو ضرورت سے زائد دینا بھی، زکاۃ دینے والوں کو بدظن اور بدگمان کر کے زکاۃ میں رکاوٹ پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے، اس لیے یہ بھی جرم و گناہ کا باعث ہے کیونکہ اس سے حقدار اپنے حق سے محروم رہ جائیں گے، اور لوگ زکاۃ ادا کرنے سے گریز کریں گے۔ یہ معنی بھی کیے گئے ہیں کہ صدقے میں سب کچھ دے ڈالے کہ گھر والوں کے لیے بھی کچھ نہ رہے۔ (تحفة الأحوذي: 18/2)

(المعجم ٢٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي رِضَا الْمُصَدِّقِ (التحفة ٢٠)

باب: 20۔ زکاۃ وصول کرنے والے کو راضی اور خوش کرنا

٦٤٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَرِيرٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِذَا أَتَاكُمُ الْمُصَدِّقُ فَلَا يُفَارِقَنَّكُمْ إِلَّا عَنْ رِضًا».

[647] سیدنا جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تمھارے پاس صدقہ وصول کرنے والا عامل یا تحصیلدار آئے تو چاہیے کہ تم سے خوش خوش جائے۔''

٦٤٧- أخرجه أحمد: ٤/ ٣٦٤ عن محمد بن يزيد الواسطي به ورواه مسلم، انظر الحديث الآتي.

فائدہ: لازم ہے کہ زکاۃ وصول کرنے والا عامل حق وحساب کے مطابق جو زکاۃ بتائے، خوشی خوشی ادا کر دی جائے۔ اسی سے اس ربانی نظام کی برکات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

٦٤٨- حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ [الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ]: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ [بْنُ عُيَيْنَةَ] عَنْ دَاوُدَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَرِيرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِنَحْوِهِ.

[648] ابوعمار حسین بن حریث کی سند سے مذکورہ بالا کی مانند مروی ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ مُجَالِدٍ. وَقَدْ ضَعَّفَ مُجَالِدًا بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ كَثِيرُ الْغَلَطِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: داود کی یہ دوسری روایت پہلی روایت سے زیادہ صحیح ہے۔ بعض اہل علم نے مجالد کو ضعیف قرار دیا ہے اور وہ کثیر الغلط (بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا) ہے۔

(المعجم ٢١) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الصَّدَقَةَ تُؤْخَذُ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ فَتُرَدُّ عَلَى الْفُقَرَاءِ (التحفة ٢١)

باب: 21۔ زکاۃ مال داروں سے لے کر فقراء کو دی جائے

٦٤٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ [الْكُوفِيُّ]: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ أَشْعَثَ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا مُصَدِّقُ النَّبِيِّ ﷺ فَأَخَذَ الصَّدَقَةَ مِنْ أَغْنِيَائِنَا فَجَعَلَهَا فِي فُقَرَائِنَا، وَكُنْتُ غُلَامًا يَتِيمًا فَأَعْطَانِي مِنْهَا قَلُوصًا.

[649] سیدنا ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کا عامل ہمارے پاس صدقہ وصول کرنے کے لیے آیا۔ اس نے ہمارے مال داروں سے صدقہ لیا اور ہمارے فقراء میں بانٹ دیا۔ میں یتیم لڑکا تھا تو اس نے مجھے بھی صدقے سے ایک نوجوان اونٹنی عطا کی۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي جُحَيْفَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے۔

فائدہ: یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن دوسری صحیح روایات میں بھی یہ بات بیان ہوئی ہے۔ ان سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جس شہر، گاؤں یا علاقے کے مالدار لوگوں سے زکاۃ وصول کی جائے، اسی شہر، گاؤں اور علاقے کے فقراء اور ضرورت مندوں میں تقسیم کر دی جائے۔ جمہور کا موقف یہی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک منتقلی جائز ہی نہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کا موقف بھی یہی

٦٤٨ـ أخرجه مسلم، الزكاة، باب إرضاء الساعي ما لم يطلب حرامًا، ح: ١٠١٧ من حديث داود بن أبي هند به.

٦٤٩ـ [ضعيف] أخرجه ابن خزيمة، ح: ٢٣٦٢ عن علي بن سعيد به * حفص تابعه يحيى بن زكريا بن أبي زائدة وعباد بن العوام وإسماعيل بن زكريا وغيرهم، أشعث بن سوار ضعيف كما في التقريب وغيره * وفي الباب عن ابن عباس [البخاري، ح: ١٣٩٥ ومسلم، ح: ١٩]

ہے لیکن اگر منتقل کردی جائے تو جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر یہی ہے کہ ایک علاقے کی زکاۃ بلا ضرورت دوسرے علاقے کی طرف منتقل نہ کی جائے۔ صحیح موقف یہی ہے کہ شدید ضرورت کے بغیر علاقے کے مستحقوں کو نظر انداز کر کے دوسرے علاقوں کے لوگوں کو ترجیح دینا جائز نہیں، ہاں اس علاقے کے لوگ محتاج نہ ہوں یا دوسرے علاقے کے لوگ فاقہ کشی کا شکار ہوں اور بھوکے مر رہے ہوں تو پھر جائز ہے۔ (تحفة الأحوذي: 19/2)

(المعجم ٢٢) بَابُ [مَا جَاءَ] مَنْ تَحِلُّ لَهُ الزَّكَاةُ (التحفة ٢٢)

باب: 22۔ زکاۃ کس کے لیے حلال ہے؟

٦٥٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالَ قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ وَقَالَ عَلِيٌّ: أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ وَالْمَعْنَى وَاحِدٌ عَنْ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ سَأَلَ النَّاسَ وَلَهُ مَا يُغْنِيهِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَسْأَلَتُهُ فِي وَجْهِهِ خُمُوشٌ أَوْ خُدُوشٌ أَوْ كُدُوحٌ» قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ! وَمَا يُغْنِيهِ؟ قَالَ: «خَمْسُونَ دِرْهَمًا أَوْ قِيمَتُهَا مِنَ الذَّهَبِ».

[650] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے لوگوں سے مانگا جبکہ اس کے پاس کفایت کا سامان موجود ہے تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کا سوال اس کے چہرے پر خراشوں، لکیروں یا زخموں کی صورت میں ہوگا۔“ آپ سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! کفایت کی کیا مقدار ہے؟ آپ نے فرمایا: ”پچاس درہم یا اس کی قیمت کا سونا۔“

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَقَدْ تَكَلَّمَ شُعْبَةُ فِي حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ مِّنْ أَجْلِ هٰذَا الْحَدِيثِ.

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ شعبہ نے اس حدیث کی بنا پر حکیم بن جبیر پر جرح کی ہے۔

لغوی تشریح: خموش، خمش کی جمع ہے۔ خداش، خدوش، خدش کی جمع ہے، یعنی چمڑے کا چھلنا۔ کدوح، کدح کی جمع ہے، زخم۔ یہ تینوں الفاظ قریب المعنی ہیں۔ ان میں تھوڑا تھوڑا سا فرق ہے۔

٦٥١- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ بِهٰذَا

[651] امام سفیان نے یہ حدیث حکیم بن جبیر سے بیان کی تو شعبہ کے شاگرد عبداللہ بن عثمان نے کہا: کاش! حکیم

٦٥٠_[حسن بالشواهد] أخرجه أبو داود، الزكاة، باب من يعطى من الصدقة وحد الغنى، ح: ١٦٢٦ من حديث حكيم بن جبير به وقال النسائي: حكيم "ضعيف" وللحديث شواهد والله أعلم.

٦٥١_انظر الحديث السابق.

الْحَدِيثِ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ صَاحِبُ شُعْبَةَ: لَوْ غَيْرُ حَكِيمٍ حَدَّثَ بِهٰذَا [الْحَدِيثِ]، فَقَالَ لَهُ سُفْيَانُ: وَمَا لِحَكِيمٍ لَا يُحَدِّثُ عَنْهُ شُعْبَةُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ سُفْيَانُ: سَمِعْتُ زُبَيْدًا يُحَدِّثُ بِهٰذَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَصْحَابِنَا. وَبِهِ يَقُولُ الثَّوْرِيُّ وَعَبْدُ اللهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ، قَالُوا: إِذَا كَانَ عِنْدَ الرَّجُلِ خَمْسُونَ دِرْهَمًا لَمْ تَحِلَّ لَهُ الصَّدَقَةُ.

کے علاوہ کوئی اور یہ حدیث بیان کرتا۔ تو سفیان نے اس سے پوچھا: حکیم کو کیا ہے کہ شعبہ اس سے روایت نہیں بیان کرتا؟ اس نے کہا: ہاں۔ سفیان نے کہا: میں نے یہ حدیث زبید سے سنی ہے، وہ محمد بن عبدالرحمن بن یزید کی (مذکورہ بالا) سند سے بیان کرتا ہے۔ ہمارے بعض احباب کا عمل اسی پر ہے۔ سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے کہ جب انسان کے پاس پچاس درہم ہوں تو اس کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں۔

[قَالَ:] وَلَمْ يَذْهَبْ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلٰى حَدِيثِ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ وَوَسَّعُوا فِي هٰذَا وَقَالُوا: إِذَا كَانَ عِنْدَهُ خَمْسُونَ دِرْهَمًا أَوْ أَكْثَرُ، وَهُوَ مُحْتَاجٌ فَلَهُ أَنْ يَأْخُذَ مِنَ الزَّكَاةِ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَغَيْرِهِ مِنْ أَهْلِ الْفِقْهِ وَالْعِلْمِ.

اور بعض اہل علم نے حکیم بن جبیر کی روایت کو اختیار نہیں کیا۔ انھوں نے اس مسئلے میں وسعت رکھی ہے۔ وہ کہتے ہیں: اگر کسی کے پاس پچاس یا اس سے زائد درہم ہوں اور وہ اس کے باوجود ضرورت مند ہو تو وہ زکاۃ لے سکتا ہے۔ امام شافعی اور دیگر اہل فقہ و اہل علم کا یہی قول ہے۔

فائدہ: اگر کوئی شخص صحیح سالم اور تندرست ہو، کما کر اپنی ضروریات پوری کرسکتا ہو اور روزگار کے مواقع بھی میسر ہوں تو ایسی صورت میں اسے کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ایسے انسان کے لیے صدقہ و خیرات لینا اور مانگنا جائز نہیں۔ لیکن ایک انسان محنت کرتا ہے اور کمانے کی پوری پوری کوشش بھی کرتا ہے لیکن اس کے باوجود اس کے گھر کے اخراجات، یعنی لازمی ضروریات زندگی، خوراک، لباس، علاج معالجہ، مکان کا کرایہ اور بجلی، پانی، گیس کے بل وغیرہ بنیادی ضروریات پوری نہیں ہوتیں تو اس کے لیے صدقہ و خیرات لینا جائز ہے، لیکن عیاشی اور فضول خرچی کے لیے صدقہ و خیرات لینا جائز نہیں۔ مانگنا تو انتہائی آخری چارۂ کار ہے۔ جب انسان بھوکا مرنے لگے تو مانگنا جائز ہے۔

(المعجم ٢٢) بَابُ مَا جَاءَ مَنْ لَا تَحِلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ (التحفة ٢٢)

باب: 23۔ کن لوگوں کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں

٦٥٢- حَدَّثَنَا [أَبُو بَكْرٍ] مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ [بْنُ سَعِيدٍ]؛ ح:

[652] سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''تونگر، صاحب مال اور طاقتور صحیح سالم

٦٥٢- أخرجه أبو داود، الزكاة، باب من يعطى من الصدقة وحد الغنى، ح: ١٦٣٤ من حديث سعد بن إبراهيم به، وسنده حسن وهو في مسند أبي داود الطيالسي، ح: ٢٢٧١ ومصنف عبدالرزاق، ح: ٧١٥٥ * وفي الباب عن أبي هريرة [ابن ماجه، ح: ١٨٣٩ وغيره]، وحبشي بن جنادة [يأتي: ٦٥٣]، وقبيصة بن المخارق [مسلم، ح: ١٠٤٤].

وَحَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ رَيْحَانَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ».

کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں۔"

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَحُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ وَقَبِيصَةَ بْنِ الْمُخَارِقِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ هٰذَا الْحَدِيثَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ. وَقَدْ رُوِيَ فِي غَيْرِ هٰذَا الْحَدِيثِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «لَا تَحِلُّ الْمَسْأَلَةُ لِغَنِيٍّ وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ». وَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ قَوِيًّا مُحْتَاجًا وَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ شَيْءٌ فَتُصُدِّقَ عَلَيْهِ أَجْزَأَ عَنِ الْمُتَصَدِّقِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَوَجْهُ هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ [عَلَى] الْمَسْأَلَةِ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ، حبشی بن جنادہ اور قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ امام شعبہ نے یہی حدیث سعد بن ابراہیم سے بیان کی ہے، لیکن اس کی نسبت نبی ﷺ کی طرف نہیں کی۔ نبی ﷺ سے بیان کی گئی کئی احادیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "مالدار اور طاقتور صحیح سالم کے لیے مانگنا جائز نہیں۔" اگر انسان صحت و طاقت رکھنے کے باوجود ضرورت مند ہو اور اس کے پاس کچھ نہ ہو اور اسے صدقہ دیا جائے تو اہل علم کے نزدیک صدقہ کرنے والے کی طرف سے کفایت کر جائے گا۔ بعض اہل علم کے نزدیک اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ طاقتور، صحیح سالم کے لیے مانگنا درست نہیں لیکن صدقہ اس کو لگ جائے گا کیونکہ وہ دینے والا خود، اسے ضرورت مند سمجھ کر دیتا ہے۔

لغوی تشریح: مِرَّۃ: طاقت وقوت۔ السَّوِيّ: صحیح سالم، جس کے تمام اعضاء صحیح ہوں۔

فائدہ: جو صحت مند قوی ہو، نیز صحیح سالم ہو یا مال دار ہو ان صفات کے حامل شخص کے لیے مانگنا جائز نہیں، اس لیے کہ مال دار کو تو ویسے ہی ضرورت نہیں اور دوسرے افراد محنت مزدوری کر کے کما سکتے ہیں۔

٦٥٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُجَالِدٍ، عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ، عَنْ حُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ السَّلُولِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ [يَقُولُ] فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، وَهُوَ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ،

[653] سیدنا حبشی بن جنادہ سلولی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے حجۃ الوداع کے موقع پر سنا جبکہ آپ عرفہ میں وقوف کیے ہوئے تھے، آپ کے پاس ایک بدوی آیا۔ اس نے آپ کی چادر کا کنارہ پکڑا اور آپ

٦٥٣ـ [ضعيف] أخرجه الطبراني في الكبير: ٤/ ١٤، ح: ٣٥٠٤ من حديث عبد الرحيم بن سليمان به، مجالد بن سعيد ضعيف من جهة سوء حفظه.

أَتَاهُ أَعْرَابِيٌّ فَأَخَذَ بِطَرَفِ رِدَائِهِ فَسَأَلَهُ إِيَّاهُ فَأَعْطَاهُ وَذَهَبَ فَعِنْدَ ذٰلِكَ حَرُمَتِ الْمَسْأَلَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ لِغَنِيٍّ وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ إِلَّا لِذِي فَقْرٍ مُدْقِعٍ أَوْ غُرْمٍ مُفْظِعٍ، وَمَنْ سَأَلَ النَّاسَ لِيُثْرِيَ بِهِ مَالَهُ كَانَ خُمُوشًا فِي وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَرَضْفًا يَأْكُلُهُ مِنْ جَهَنَّمَ، وَمَنْ شَاءَ فَلْيُقِلَّ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْثِرْ».

سے مانگا۔ آپ نے اسے کچھ دیا اور وہ چلا گیا تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے سوال کی حرمت کے سلسلے میں فرمایا: ''مالدار، طاقتور، صحیح سالم کے لیے مانگنا جائز نہیں، مگر ایسے وقت میں کہ فقر و احتیاج انسان کو زمین پر گرادے اس کے پاس کوئی چیز نہ رہے، زمین ہی اس کا بستر ہو۔ یا ایسے تاوان اور چٹی کی صورت میں جو اس کے لیے انتہائی ذلت و رسوائی کا باعث ہو، جس کی ادائیگی کے بغیر چارہ نہ ہو اور وہ اپنے طور پر ادا نہ کرسکتا ہو۔ اور جو انسان اس لیے مانگتا ہو کہ اس سے اپنے مال کو بڑھائے تو وہ سوال و مال اس کے چہرے پر قیامت کے دن خراشیں ہوگا اور انگارے ہوگا، جسے وہ (مانگنے والا) جہنم سے کھائے گا۔ اب جس کی مرضی ہے ان خراشوں اور انگاروں کو کم کرلے یا زیادہ کرلے۔''

٦٥٤ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحِيمِ بْنِ سُلَيْمَانَ نَحْوَهُ.

[654] محمود بن غیلان کی سند سے مذکورہ بالا کی مانند مروی ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔

(المعجم ٢٤) بَابُ [مَا جَاءَ] مَنْ تَحِلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ مِنَ الْغَارِمِينَ وَغَيْرِهِمْ (التحفة ٢٤)

باب: 24۔ مقروض وغیرہ کے لیے صدقہ لینا جائز ہے

٦٥٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: أُصِيبَ رَجُلٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي ثِمَارٍ ابْتَاعَهَا فَكَثُرَ دَيْنُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «تَصَدَّقُوا عَلَيْهِ»، فَتَصَدَّقَ النَّاسُ عَلَيْهِ فَلَمْ

[655] سیدنا ابوسعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں ایک آدمی پھلوں کی تجارت کے سبب خسارے کا شکار ہوگیا جس کے باعث اس پر قرض بہت زیادہ ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس پر صدقہ کرو۔'' لوگوں نے اسے صدقہ دیا لیکن قرض کی ادائیگی کی

٦٥٤ـ [ضعيف] انظر الحديث السابق.
٦٥٥ـ أخرجه مسلم، المساقاة، باب استحباب الوضع من الدين، ح: ١٥٥٦ عن قتيبة به * وفي الباب عن عائشة [البيهقي: ٧/ ٢٢]، وجويرية [لعله يشير إلى حديث المستدرك: ٤/ ٢٨]، وأنس [أبو داود، ح: ١٦٤١].

يَبْلُغْ ذٰلِكَ وَفَاءَ دَيْنِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِغُرَمَائِهِ: «خُذُوا مَا وَجَدْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمْ إِلَّا ذٰلِكَ».

مقدار تک نہ پہنچا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے قرض خواہوں سے فرمایا: ''جو تمھیں ملتا ہے اتنا ہی لے لو۔ تمھارے لیے اس سے زائد کچھ نہیں ہے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَجُوَيْرِيَةَ وَأَنَسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، جویریہ اور سیدنا انس رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث منقول ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اگر انسان کو کسی تجارت میں بہت زیادہ اور ناقابل تلافی نقصان ہوجائے کہ گھاٹا پورا کرنا اس کے بس کی بات نہ ہو تو ایسے آدمی کو صدقہ وخیرات سے تعاون دینا چاہیے اور صاحب معاملہ مالک زمین، باغ، یا تاجر وغیرہ کو بھی اس کے تعاون میں حصہ لینا چاہیے اور جس قدر وصول ہوجائے اسی پر اکتفا کرے۔ ایسا تاجر اگر اپنا نقصان اپنے دوسرے ذرائع سے پورا کرسکتا ہو تو پھر اسے صدقہ خیرات مانگنا یا لینا جائز نہیں ہوگا۔ قدرتی آفات کی صورت میں خریدار اور فروخت کرنے والے کے واجبات و حقوق میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (شرح صحیح مسلم للنووي: 14/2)

(المعجم ٢٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الصَّدَقَةِ لِلنَّبِيِّ ﷺ وَأَهْلِ بَيْتِهِ وَمَوَالِيهِ (التحفة ٢٥)

باب:25۔ نبی ﷺ، آپ کے اہل بیت اور آپ کے آزاد کردہ غلاموں کے لیے صدقہ ناجائز ہے

٦٥٦- حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ: حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَيُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ الضُّبَعِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أُتِيَ بِشَيْءٍ سَأَلَ: «أَصَدَقَةٌ هِيَ أَمْ هَدِيَّةٌ؟» فَإِنْ قَالُوا: صَدَقَةٌ، لَمْ يَأْكُلْ، وَإِنْ قَالُوا: هَدِيَّةٌ، أَكَلَ.

[656] بہز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ اس کے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کوئی چیز لائی جاتی تو آپ دریافت فرماتے: ''کیا یہ صدقہ ہے یا تحفہ؟'' اگر لوگ کہتے کہ صدقہ ہے تو آپ نہ کھاتے اور اگر وہ کہتے کہ تحفہ ہے تو کھا لیتے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ سَلْمَانَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَنَسٍ

اس مسئلے میں سیدنا سلمان، ابوہریرہ، انس، حسن بن

٦٥٦ـ أخرجه النسائي، الزكاة، باب الصدقة لا تحل للنبي ﷺ: ٥/ ١٠٧، ح: ٢٦١٤ من حديث بهز بن حكيم به، وله شواهد عند البخاري، ح: ٢٥٧٦ وغيره * وفي الباب عن سلمان [أحمد: ٥/ ٤٣٧]، وأبي هريرة [البخاري، ح: ٢٥٧٦ ومسلم، ح: ١٠٧٧]، وأنس [البخاري، ح: ٢٥٧٧ ومسلم، ح: ١٠٧٤]، والحسن بن علي [أحمد: ١/ ٢٠٠ وابن خزيمة، ح: ٢٣٤٧]، وأبي عميرة رُشَيد بن مالك [أحمد: ٣/ ٤٨٩، ٤٩٠]، وميمون بن مهران [أحمد: ٤/ ٣٤ وعبدالرزاق: ٤/ ٥١، ح: ٦٩٤٢]، وابن عباس [الطبراني في الكبير: ١١/ ٣٧٩، ح: ١٢٠٥٩]، وعبدالله بن عمرو [أحمد: ٢/ ١٨٣، ١٩٣] وأبي رافع [يأتي: ٦٥٧]، وعبدالرحمن بن علقمة [النسائي، ح: ٣٧٨٩] * حديث عبدالرحمن بن أبي عقيل، لعله يشير إلى حديثه عند أبي نعيم في معرفة الصحابة: ٤/ ١٨٤٣، ح: ٤٦٤٩، وابن أبي عاصم في الآحاد والمثاني: ٣/ ٢٣٩، ح: ١٦٠٠ وليس فيه ذكر الصدقة، ويريد الإمام الترمذي رحمه الله بيان اختلاف السند، والله أعلم.

وَالْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَأَبِي عَمِيرَةَ جَدِّ مُعَرِّفِ بْنِ وَاصِلٍ - وَاسْمُهُ رُشَيْدُ بْنُ مَالِكٍ - وَمَيْمُونِ [بْنِ] مِهْرَانَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَأَبِي رَافِعٍ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَلْقَمَةَ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ أَيْضًا عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عَقِيلٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَجَدُّ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ اسْمُهُ مُعَاوِيَةُ بْنُ حَيْدَةَ الْقُشَيْرِيُّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

علی، ابوعمیرہ - جس کا نام رُشَید بن مالک ہے - اور یہ مُعَرِّف بن واصل کا دادا ہے، میمون بن مہران، ابن عباس، عبداللہ بن عمرو، ابورافع اور عبدالرحمن بن علقمہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ یہ روایت عبدالرحمٰن بن علقمہ بھی بیان کرتے ہیں۔ اور بہز بن حکیم کے دادا کا نام معاویہ بن حیدہ قشیری ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بہز بن حکیم کی حدیث حسن غریب ہے۔

فائدہ: صدقہ کسی شخص کو غریب اور ضرورت مند سمجھ کر، اس پر رحم کھاتے ہوئے، اعانت و امداد کے طور پر حصول اجر و ثواب کی نیت سے دیا جاتا ہے۔ صدقہ دینے والے کا مقام و مرتبہ بلند ہوتا ہے اور صدقہ لینے والا کم درجہ و کم تر، اسی لیے وہ احسان مند ہوتا ہے اور ہدیہ یا تحفہ کے ذریعے سے، ہدیہ دینے والا، اپنی عقیدت و محبت اور توقیر و تکریم کا اظہار کرتا ہے اور تحفے کی قبولیت کو اپنے لیے شرف و سعادت سمجھتے ہوئے شکریہ ادا کرتا ہے اور اس صورت میں عام طور پر جوابی تحفہ اور ہدیہ بھی دیا جاتا ہے، اس لیے نبی ﷺ تحفہ قبول فرماتے اور عام طور پر اس کا بدل بھی عنایت کرتے تھے لیکن صدقہ اس کے مستحق افراد کو دے دیتے، خود قبول نہ فرماتے۔

٦٥٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ ابْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعَثَ رَجُلًا مِّنْ بَنِي مَخْزُومٍ عَلَى الصَّدَقَةِ، فَقَالَ لِأَبِي رَافِعٍ: اصْحَبْنِي كَيْمَا تُصِيبَ مِنْهَا، فَقَالَ: لَا، حَتّٰى آتِيَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَسْأَلَهُ، فَانْطَلَقَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: «إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لَنَا وَإِنَّ مَوَالِيَ الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ».

[657] سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو مخزوم کے ایک آدمی کو صدقہ وصول کرنے کے لیے بھیجا، تو اس نے ابو رافع سے کہا: تم بھی میرے ساتھ آجاؤ تاکہ تمھیں بھی محنت کے طور پر اس سے کچھ مل جائے۔ ابورافع نے کہا: نہیں، حتیٰ کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ سے اس کے بارے میں پوچھ لوں۔ ابورافع نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''صدقہ ہمارے لیے جائز نہیں اور کسی قوم کے غلام بھی انھیں میں سے شمار ہوتے ہیں۔''

قَالَ [أَبُو عِيسٰى]: وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَبُو رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ ﷺ اسْمُهُ أَسْلَمُ وَابْنُ أَبِي رَافِعٍ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابورافع نبی ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ ان کا نام اسلم

٦٥٧- أخرجه أبوداود، الزكاة، باب الصدقة على بني هاشم، ح: ١٦٥٠ من حديث شعبة به، وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٣٤٤ وابن حبان (الإحسان): ٣٢٨٢ والحاكم على شرط الشيخين: ٤٠١ ووافقه الذهبي وله شواهد كثيرة عند البخاري ومسلم وغيرهما.

هُوَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي رَافِعٍ كَاتِبُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ].

ہے۔ اور ابو رافع کا بیٹا عبیداللہ بن ابورافع سیدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کا سیکرٹری تھا۔

فائدہ: ''ہمارے لیے صدقہ لینا جائز نہیں'' اس کے بارے میں ائمہ میں اختلاف ہے کہ ''لنا (ہمارے لیے)'' سے کون مراد ہے؟ نبی اکرم ﷺ کے لیے تو بالاتفاق صدقہ فرض ہو یا نفل حلال نہیں تھا اور ''ہمارے لیے'' سے مراد امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں، امیر یمانی نے سبل السلام (214/2) میں اسی قول کی تائید کی ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اس سے مراد صرف بنو ہاشم، یعنی آل عباس، آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل حارث ہیں۔ ان کے لیے فرضی صدقہ، یعنی زکاۃ بالاتفاق حرام ہے اور صدقہ کے لفظ کے عموم کا تقاضا ہے کہ نفلی صدقہ بھی حرام ہے لیکن اکثر احناف، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک نفلی صدقہ لینا جائز ہے اور بقول امام طحاوی، امام ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک فرضی اور نفلی صدقے کی حرمت میں کوئی فرق نہیں۔ (مرعاۃ: 105/3)

(المعجم ٢٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّدَقَةِ عَلَى ذِي الْقَرَابَةِ (التحفة ٢٦)

باب: 26۔ رشتے داروں کو صدقہ دینا

٦٥٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَاصِمٍ [الْأَحْوَلِ]، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنِ الرَّبَابِ، عَنْ عَمِّهَا سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلَى تَمْرٍ فَإِنَّهُ بَرَكَةٌ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ تَمْرًا فَالْمَاءُ فَإِنَّهُ طَهُورٌ» وَقَالَ: «الصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِينِ صَدَقَةٌ، وَهِيَ عَلَى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ».

[658] سیدنا سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرے تو وہ کھجور سے افطار کرے کیونکہ وہ باعث برکت ہے اور اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے افطار کرے کیونکہ وہ ذریعۂ طہارت ہے۔'' اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''مسکین کو صدقہ دینا صرف صدقہ ہے اور رشتے دار کو دینا دو عمل ہیں: صدقہ اور صلہ رحمی۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَجَابِرٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَالرَّبَابُ هِيَ أُمُّ الرَّائِحِ ابْنَةُ صُلَيْعٍ. وَهٰكَذَا رَوَى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب، جابر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سلمان بن عامر کی حدیث حسن ہے۔ اور رباب سے مراد صُلیع کی بیٹی ام الرائح ہے۔ سفیان

٦٥٨ـ [إسناده ضعيف والصحيح من فعله ﷺ] أخرجه أبو داود، الصيام، باب ما يفطر عليه، ح: ٢٣٥٥ من حديث عاصم الأحول به وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٠٦٧ وابن حبان، ح: ٨٩٢، ٨٩٣ وأبوحاتم الرازي والحاكم: ١/ ٤٣١ والذهبي، والشطر الثاني صحيح لغيره * وفي الباب عن زينب امرأة عبدالله بن مسعود [البخاري، ح: ١٤٦٦ ومسلم، ح: ١٠٠٠]، وجابر [أحمد: ٣/ ٣٢٩، ٣٤٦]، وأبي هريرة [البخاري، ح: ١٤٢٦ ومسلم، ح: ١٠٤٢].

عَاصِمٍ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنِ الرَّبَابِ، عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيثِ. وَرَوٰى شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ، عَنِ الرَّبَابِ. وَحَدِيثُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ عُيَيْنَةَ أَصَحُّ. وَهٰكَذَا رَوَى ابْنُ عَوْنٍ وَّهِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنِ الرَّبَابِ، عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ.

ثوری نے بھی یہ روایت اپنی سند سے سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح بیان کی ہے۔ اور شعبہ نے بھی یہ روایت عاصم ہی سے بیان کی ہے لیکن رباب کا واسطہ چھوڑ دیا ہے۔ اور سفیان ثوری اور ابن عیینہ کی حدیث زیادہ صحیح ہے (جس میں رباب کا واسطہ ہے)۔ اسی طرح ابن عون اور ہشام بن حسان بھی حفصہ بنت سیرین اور سلمان بن عامر کے درمیان رباب کا واسطہ بیان کرتے ہیں۔

فائدہ: انسان کے رشتے دار دو قسم کے ہیں: ① اصول اور فروع، یعنی والدین اور اولاد اور زوجین۔ ② پہلی قسم کے علاوہ دوسرے رشتے دار، مثلاً: چچا، ماموں وغیرہ۔ پہلی قسم کے رشتے داروں کے نان ونفقہ کا انسان ذمہ دار ہے، اس لیے انھیں زکاۃ نہیں دی جاسکتی، ہاں نفلی صدقہ دیا جاسکتا ہے اور دوسری قسم کے رشتے دار جن کے نان ونفقہ کا وہ ذمہ دار نہیں انھیں فرض اور نفل ہر قسم کا صدقہ دیا جاسکتا ہے اور صلہ رحمی کی بنا پر اس کا اجر وثواب بھی زیادہ ہوگا۔ لیکن اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ بیوی اپنے خاوند کو زکاۃ دے سکتی ہے یا نہیں۔ امام شافعی، ابوثور، ثوری، ابوعبید، اشہب، امام مالک اور امام احمد رحمہ اللہ کا ایک قول اور صاحبین کے نزدیک فقیر شوہر کو زکاۃ دینا جائز ہے۔ (فتح الباري: 415/3، باب الزكاة على الزوج) حسن بصری، امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، امام مالک اور امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت کی رو سے شوہر کو زکاۃ دینا جائز نہیں۔ لیکن چونکہ بیوی خاوند کے نان ونفقہ کی ذمے دار نہیں اور صدقے کے لفظ کے عموم کا تقاضا بھی یہی ہے کہ خاوند اگر محتاج ہو تو بیوی اسے زکاۃ دے سکتی ہے۔ (مرعاة: 179/3، عمدة القاري: 33,32/9) احادیث سے اسی مسلک کی تائید ہوتی ہے۔

(المعجم ٢٧) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ فِي الْمَالِ حَقًّا سِوَى الزَّكَاةِ (التحفة ٢٧)

باب: 27۔ مال میں زکاۃ کے علاوہ بھی حق ہے

٦٥٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ [بْنُ أَحْمَدَ] بْنِ مَدُّويَه: حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ: سَأَلْتُ أَوْ سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الزَّكَاةِ فَقَالَ: «إِنَّ فِي الْمَالِ لَحَقًّا سِوَى الزَّكَاةِ» ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ الَّتِي فِي الْبَقَرَةِ: ﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ﴾ الْآيَة. [البقرة: ١٧٧].

[659] سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے سوال کیا یا نبی ﷺ سے زکاۃ کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: ''مال میں زکاۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔'' پھر آپ نے سورۂ بقرہ کی آیت پڑھی: ﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ﴾ ''نیکی بس یہی نہیں کہ تم اپنے رخ پھیرلو۔''

٦٥٩- [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الزكاة، باب ما أدي زكاته فليس بكنز، ح: ١٧٨٩ من حديث شريك القاضي به، أبوحمزة ميمون الأعور ضعيف، انظر الحديث الآتي.

٦٦٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الطُّفَيْلِ عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ عَامِرٍ [الشَّعْبِيِّ]، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ فِي الْمَالِ حَقًّا سِوَى الزَّكَاةِ».

[660] سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”بلاشبہ مال میں زکاۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔“

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ إِسْنَادُهُ لَيْسَ بِذَاكَ. وَأَبُو حَمْزَةَ مَيْمُونٌ الْأَعْوَرُ يُضَعَّفُ وَرَوٰى بَيَانٌ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ سَالِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ هٰذَا الْحَدِيثَ. قَوْلَهُ، وَهٰذَا أَصَحُّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند کوئی زیادہ قوی اور مضبوط نہیں۔ ابوحمزہ میمون اعور کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ بیان اور اسماعیل بن سالم نے اس حدیث کو شعبی رحمہ اللہ کا قول قرار دیا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

فائدہ: یہ حدیث اور سابقہ حدیث اگرچہ ضعیف ہیں لیکن بالمعنی مضمون درست ہے کیونکہ قرآن سے زکاۃ کے علاوہ مال میں اور بھی حقوق ثابت ہوتے ہیں جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 177 سے ثابت ہے۔

(المعجم ٢٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الصَّدَقَةِ (التحفة ٢٨)

باب: 28۔ صدقے کی فضیلت

٦٦١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعِيدِ [بْنِ أَبِي سَعِيدٍ] الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا تَصَدَّقَ أَحَدٌ بِصَدَقَةٍ مِّنْ طَيِّبٍ - وَّلَا يَقْبَلُ اللهُ إِلَّا الطَّيِّبَ - إِلَّا أَخَذَهَا الرَّحْمٰنُ بِيَمِينِهِ وَإِنْ كَانَتْ تَمْرَةً تَرْبُو فِي كَفِّ الرَّحْمٰنِ حَتّٰى تَكُونَ أَعْظَمَ مِنَ الْجَبَلِ، كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ أَوْ فَصِيلَهُ».

[661] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو کوئی بھی پاک اور عمدہ مال سے صدقہ کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ پاکیزہ مال ہی قبول کرتا ہے، رحمن اسے اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتا ہے اگرچہ وہ ایک کھجور ہی ہو تو وہ رحمن کے ہاتھ میں پھل پھول کر پہاڑ سے بھی بڑا بن جاتا ہے۔ وہ اسے اس طرح پالتا پوستا ہے جس طرح تم اپنے گھوڑے یا اونٹ کے بچے کو پالتے ہو۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَعَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ وَّأَنَسٍ وَّعَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفٰى [وَحَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ] وَّعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّبُرَيْدَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى:

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، سیدنا عدی بن حاتم، انس، عبداللہ بن ابواوفیٰ، حارثہ بن وہب، عبدالرحمن بن عوف اور بریدہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ

٦٦٠ـ [ضعيف] انظر الحديث السابق.

٦٦١ـ أخرجه مسلم، الزكاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها، ح: ١٠١٤ عن قتيبة، والبخاري، ح: ٧٤٣٠ من حديث سعيد بن يسار به * وفي الباب عن عائشة [مسلم، ح: ١٠٠٧، ١٠٢٤]، وعدي بن حاتم [البخاري، ح: ١٤١٣ ومسلم: ١٠١٦]، وأنس [يأتي: ٦٦٣]، وعبدالله بن أبي أوفى [البخاري، ح: ١٤٩٧ ومسلم، ح: ١٠٧٨]، وحارثة بن وهب [البخاري، ح: ١٤١١ ومسلم، ح: ١٠١١]، وعبدالرحمن بن عوف [أحمد: ١/ ١٩٣ وعبد بن حميد، ح: ١٥٩]، وبريدة [أحمد: ٥/ ٣٥٠ وابن خزيمة، ح: ٢٤٥٧].

حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں پاک اور عمدہ مال خرچ کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ ایسے مال کو بڑے پیار محبت سے شرف قبولیت بخشتا ہے اور اس کو خوب بڑھاتا رہتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن ایک چھوٹی سی کھجور بھی، جو اللہ تعالیٰ کی خوش نودی و رضا حاصل کرنے کے لیے اخلاص اور نیک نیتی سے دی گئی تھی، پھل پھول کر پہاڑ سے بھی بڑی ہو جائے گی۔

٦٦٢- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ يَقْبَلُ الصَّدَقَةَ وَيَأْخُذُهَا بِيَمِينِهِ فَيُرَبِّيهَا لِأَحَدِكُمْ كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ مُهْرَهُ، حَتَّى إِنَّ اللُّقْمَةَ لَتَصِيرُ مِثْلَ أُحُدٍ»، وَتَصْدِيقُ ذٰلِكَ فِي كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ﴾ [التوبة:٩/١٠٤] وَ﴿يَمْحَقُ اللهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ﴾ [البقرة:٢٧٦].

[662] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ صدقہ قبول فرماتا ہے اور اسے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتا ہے، پھر اسے اس طرح پالتا پوستا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچے کو پالتا ہے حتیٰ کہ ایک لقمہ (پھل پھول کر) اُحد (پہاڑ) کے برابر ہو جاتا ہے۔“ اور اس کی تصدیق اللہ عزوجل کی کتاب میں موجود ہے۔ ﴿هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقٰتِ﴾ ”اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور صدقات لیتا ہے۔“ ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ﴾ اور ”اللہ سود کو مٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔“

قَالَ [أَبُو عِيسٰى]: هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوُ هٰذَا. وَقَدْ قَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ وَمَا يُشْبِهُ هٰذَا مِنَ الرِّوَايَاتِ مِنَ الصِّفَاتِ وَنُزُولِ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، قَالُوا: قَدْ تَثْبُتُ الرِّوَايَاتُ فِي هٰذَا وَيُؤْمَنُ بِهَا وَلَا يُتَوَهَّمُ وَلَا يُقَالُ: كَيْفَ؟ هٰكَذَا رُوِيَ، عَنْ مَالِكٍ [بْنِ أَنَسٍ] وَسُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ أَنَّهُمْ قَالُوا فِي هٰذِهِ الْأَحَادِيثِ: أَمِرُّوهَا بِلَا كَيْفٍ، وَهٰكَذَا قَوْلُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ. وَأَمَّا الْجَهْمِيَّةُ فَأَنْكَرَتْ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ وَقَالُوا: هٰذَا

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اس قسم کی روایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی نبی ﷺ سے بیان فرماتی ہیں۔ بہت سے اہل علم اس حدیث اور اس سے ملتی جلتی احادیث، جن میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہر رات آسمان دنیا پر اترنے کا ذکر آتا ہے، ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس قسم کی روایات ثابت اور صحیح ہیں۔ ان پر ایمان لایا جائے، کسی وہم میں مبتلا نہ ہوا جائے اور ان کی کیفیت کے بارے میں گفتگو نہ کی جائے۔ امام مالک بن انس، سفیان بن عیینہ اور عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے اسی طرح مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ان احادیث کو بغیر کیفیت بیان کیا کرو۔ اہل السنہ والجماعہ کے

٦٦٢- [ضعيف بهذا السياق] أخرجه أحمد:٢/ ٤٧١ عن وكيع به، وصححه ابن خزيمة، ح:٢٤٢٧ . عباد بن منصور ضعيف، والحديث السابق يغني عنه.

تَشْبِيهٌ. وَقَدْ ذَكَرَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي غَيْرِ مَوْضِعٍ مِّنْ كِتَابِهِ الْيَدَ وَالسَّمْعَ وَالْبَصَرَ فَتَأَوَّلَتِ الْجَهْمِيَّةُ هٰذِهِ الْآيَاتِ وَفَسَّرُوهَا عَلَى غَيْرِ مَا فَسَّرَ أَهْلُ الْعِلْمِ، وَقَالُوا: إِنَّ اللهَ لَمْ يَخْلُقْ آدَمَ بِيَدِهِ، وَقَالُوا: إِنَّمَا مَعْنَى الْيَدِ الْقُوَّةُ. وَقَالَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: إِنَّمَا يَكُونُ التَّشْبِيهُ إِذَا قَالَ يَدٌ كَيَدٍ أَوْ مِثْلُ يَدٍ، أَوْ سَمْعٌ كَسَمْعٍ أَوْ مِثْلُ سَمْعٍ، فَإِذَا قَالَ سَمْعٌ كَسَمْعٍ أَوْ مِثْلُ سَمْعٍ فَهٰذَا التَّشْبِيهُ. وَأَمَّا إِذَا قَالَ كَمَا قَالَ اللهُ [تَعَالَى] يَدٌ وَسَمْعٌ وَبَصَرٌ وَلَا يَقُولُ كَيْفَ وَلَا يَقُولُ مِثْلُ سَمْعٍ وَلَا كَسَمْعٍ فَهٰذَا لَا يَكُونُ تَشْبِيهًا وَهُوَ كَمَا قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي كِتَابِهِ: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [الشورى: ١١].

اہل علم کا قول یہی ہے، لیکن جہمیہ ان روایات کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے ماننے سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ تشبیہ لازم آتی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کئی جگہوں پر اپنے لیے ہاتھ، کان اور آنکھ کا تذکرہ فرمایا ہے۔ جہمیہ ان آیات کی تاویل کرتے ہیں اور اہل علم کے اسلوب سے ہٹ کر تفسیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے پیدا نہیں کیا۔ ان کے نزدیک اس آیت میں ید (ہاتھ) سے مراد بس قدرت وقوت ہے۔ امام اسحاق بن ابراہیم فرماتے ہیں: تشبیہ تو تب ہوگی جب یوں کہا جائے ہاتھ، (ہمارے) ہاتھ کی طرح یا (ہمارے) ہاتھ جیسا ہے یا کان مخلوق کے کان کی طرح یا کان جیسا ہے۔ جب کوئی یوں کہے کہ کان، کان کی طرح یا کان جیسا تو یہ تشبیہ ہے۔ لیکن اگر اس طرح کہے جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ہاتھ، کان، آنکھ اور یہ نہیں کہتا، کیسا اور نہ یہ کہتا ہے کہ کان جیسا یا کان کی طرح تو یہ تشبیہ نہیں۔ یہ تو ویسے ہی ہے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: ''اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

فائدہ: جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کی حقیقت وکیفیت ہمارے وہم وگمان اور قیاس وعقل سے بالاتر ہے اسی طرح اس کی صفات کی حقیقت وماہیت اور کیفیت بھی ہر وہم وگمان اور عقل وقیاس سے بلند وبالا ہے۔ وہ خالق ہے، اس کی ذات وصفات اس کے شایان شان ہیں اور ہم مخلوق ہیں، جیسے خالق اور مخلوق میں فرق ہے ایسے ہی مخلوق کی صفات اور ذات بھی خالق سے یکسر مختلف اور جدا ہیں، اس لیے صفات کا انکار یا ان کی تاویل، تحریف وتعطیل اور تشبیہ وتکییف بیان کرنا راہ راست سے بھٹکنا ہے۔ اہل السنہ والجماعہ کے لوگ اس سے مبرا ہیں اور اسی موقف کے قائل ہیں جسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔

٦٦٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ مُوسَى عَنْ

[663] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ سے دریافت کیا گیا، رمضان کے بعد کون سے روزے افضل

٦٦٣ـ [ضعيف] أخرجه ابن أبي شيبة: ٣/ ١٠٣، ح: ٩٧٦٣ من حديث صدقة بن موسى به مختصرًا جدًّا وهو في شرح السنة للبغوي: ٦/ ٣٢٩، ح: ١٧٧٨ من حديث الترمذي به * صدقة بن موسى ضعيف، ضعفه الجمهور.

ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّ الصَّوْمِ أَفْضَلُ بَعْدَ رَمَضَانَ؟ فَقَالَ: «شَعْبَانُ لِتَعْظِيمِ رَمَضَانَ»، قَالَ: فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «الصَّدَقَةُ فِي رَمَضَانَ».

ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''رمضان کی تعظیم کی خاطر شعبان کے روزے۔'' آپ سے پوچھا گیا: کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''رمضان میں صدقہ کرنا۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ. وَصَدَقَةُ بْنُ مُوسٰى لَيْسَ عِنْدَهُمْ بِذَاكَ الْقَوِيِّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ اور صدقہ بن موسیٰ محدثین کے ہاں قابل اعتماد نہیں۔

فائدہ: صحیح مسلم کی روایت ہے کہ رمضان کے بعد محرم کے روزے افضل ہیں۔ (صحیح مسلم، الصیام، حدیث: 1163) اس لیے اس ضعیف روایت کے مقابلے میں صحیح مسلم کی روایت کو ترجیح حاصل ہے۔ حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ شعبان کے مہینے میں سب سے زیادہ نفلی روزے رکھتے تھے اور اس کی وجہ یہ بیان ہوئی ہے کہ اس مہینے میں بارگاہِ الٰہی میں اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔

٦٦٤- حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ [الْعَمِّيُّ] الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عِيسَى الْخَزَّازُ [الْبَصْرِيُّ] عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيتَةَ السُّوءِ».

[664] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صدقہ، اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت کو دفع کرتا ہے۔''

قَالَ [أَبُو عِيسٰى]: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔

فائدہ: یہ روایت اس سیاق سے ضعیف ہے، تاہم شیخ البانی رحمہ اللہ نے پہلے حصے کو شواہد و متابعات کی بنا پر صحیح قرار دیا ہے اور اس میں چھپا کر کیے گئے صدقے کی یہ فضیلت ہے۔ (الصحیحة للألباني، حدیث: 1908)

(المعجم ٢٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي حَقِّ السَّائِلِ (التحفة ٢٩)

باب: 29۔ سائل کا حق

٦٦٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ [بْنُ سَعْدٍ]

[665] سیدہ ام بجید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے اور یہ ان

٦٦٤ـ [ضعيف بهذا السياق] صححه ابن حبان، ح: ٨١٦ وهو في شرح السنة للبغوي: ٦/ ١٣٣، ١٣٤، ح: ١٦٣٤ من حديث الترمذي به * عبدالله بن عيسى ضعيف (تقريب) وللحديث شواهد ضعيفة في مجمع الزوائد: ٣/ ١١٥ وغيره.

٦٦٥ـ أخرجه أبو داود، الزكاة، باب حق السائل، ح: ١٦٦٧ عن قتيبة به وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٤٧٣ وابن حبان، ح: ٨٢٤ والحاكم: ١/ ٤١٧ والذهبي * وفي الباب عن علي [أبو داود، ح: ١٦٦٦]، وحسين بن علي [أبو داود، ح: ١٦٦٥]، وأبي هريرة [البخاري، ح: ٢٥٦٦ ومسلم، ح: ١٠٣٠]، وأبي أمامة [الطبراني في الكبير: ٨/ ٢٩٥، ح: ٧٩٦٨].

عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي [سَعِيدٍ]، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بُجَيْدٍ، عَنْ جَدَّتِهِ أُمِّ بُجَيْدٍ وَّكَانَتْ مِمَّنْ بَايَعَ النَّبِيَّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ: إِنَّ الْمِسْكِينَ لَيَقُومُ عَلٰى بَابِي فَمَا أَجِدُ لَهُ شَيْئًا أُعْطِيهِ إِيَّاهُ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنْ لَّمْ تَجِدِي شَيْئًا تُعْطِيهِ إِيَّاهُ إِلَّا ظِلْفًا مُّحْرَقًا فَادْفَعِيهِ إِلَيْهِ فِي يَدِهِ».

عورتوں میں سے ہیں جنھوں نے نبی ﷺ سے بیعت کی تھی۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ میرے دروازے پر مسکین آ کر کھڑا ہوجاتا ہے اور میرے پاس اس کو دینے کے لیے کوئی چیز نہیں ہوتی جو میں اسے دے سکوں تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ”اگر تیرے پاس اس کو دینے کے لیے جلا ہوا کھر ہی کیوں نہ ہو، تو وہی اس کے ہاتھ میں رکھ دے۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ وَّأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي أُمَامَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أُمِّ بُجَيْدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا علی، حسین بن علی، ابوہریرہ اور ابوامامہ ؓ سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: ام بجید ؓ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی محتاج اور ضرورت مند کو خالی ہاتھ واپس نہیں کرنا چاہیے، اگر انسان کے پاس دینے کے لیے کوئی قابل قدر چیز نہ بھی ہو بلکہ کوئی معمولی اور حقیر چیز ہو جس کی کوئی خاص قدر و قیمت نہ ہو تو وہی دے دینی چاہیے تاکہ سائل کی ضرورت پوری ہوجائے اور کوئی حاجت مند اس کے دروازے سے خالی ہاتھ نہ لوٹے۔ مزید یہ کہ ”دینے کی اچھی عادت“ برقرار رہے۔ تاہم پیشہ ور گداگروں کی بات اور ہے، ان کو کچھ نہیں دینا چاہیے تاکہ گداگری کی حوصلہ شکنی ہو۔

(المعجم ٣٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي إِعْطَاءِ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ (التحفة ٣٠)

باب: 30۔ تالیف قلب کے لیے دینا

٦٦٦- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ [بْنِ يَزِيدَ]، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ: أَعْطَانِي رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ وَّإِنَّهُ لَأَبْغَضُ الْخَلْقِ إِلَيَّ فَمَا زَالَ يُعْطِينِي حَتّٰى إِنَّهُ لَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَيَّ.

[666] سیدنا صفوان بن امیہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حنین کے موقع پر مجھے اس حالت میں دیا جبکہ آپ مجھے تمام مخلوق سے ناپسندیدہ تھے اور آپ مجھے مسلسل دیتے رہے حتیٰ کہ اب آپ مجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہیں۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ بِهٰذَا أَوْ شِبْهِهِ [فِي الْمُذَاكَرَةِ قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: حسن بن علی نے مجھے یہ حدیث یا اس کے مشابہ مذاکرے میں سنائی۔ اور اس مسئلے

٦٦٦- أخرجه مسلم، الفضائل، باب: في سخائه ﷺ، ح: ٢٣١٣ من حديث يونس بن يزيد الأيلي به * وفي الباب عن أبي سعيد [مسلم، ح: ١٠٦٤].

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ صَفْوَانَ رَوَاهُ مَعْمَرٌ وَغَيْرُهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ أُمَيَّةَ قَالَ: أَعْطَانِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَكَأَنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ أَصَحُّ وَأَشْبَهُ إِنَّمَا هُوَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ أُمَيَّةَ. وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي إِعْطَاءِ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ، فَرَأٰى أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ لَّا يُعْطَوْا وَقَالُوا: إِنَّمَا كَانُوا قَوْمًا عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، كَانَ يَتَأَلَّفُهُمْ عَلَى الْإِسْلَامِ حَتّٰى أَسْلَمُوا، وَلَمْ يَرَوْا أَنْ يُعْطَوُا الْيَوْمَ مِنَ الزَّكَاةِ عَلٰى مِثْلِ هٰذَا الْمَعْنٰى، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ وَغَيْرِهِمْ، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَنْ كَانَ الْيَوْمَ عَلٰى مِثْلِ حَالِ هٰؤُلَاءِ وَرَأَى الْإِمَامُ أَنْ يَتَأَلَّفَهُمْ عَلَى الْإِسْلَامِ فَأَعْطَاهُمْ جَازَ ذٰلِكَ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ.

میں سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صفوان کی حدیث معمر وغیرہ نے بھی زہری کی مذکورہ بالا سند سے اس طرح روایت کی کہ صفوان بن امیہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیا۔ گویا یہ حدیث صحیح تر اور صحت کے زیادہ قریب ہے کہ سعید بن مسیب عن صفوان بن أمیة کی بجائے أَنَّ صفوان ابن أمیة کہتے ہیں۔ مؤلفة القلوب (جن کے دلوں میں الفت ڈالنی مقصود ہے) کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ اکثر اہل علم کی رائے ہے کہ انھیں نہ دیا جائے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ گروہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک ہی میں تھا اور انھیں صرف اس لیے دیا جاتا تھا کہ آپ ان کو اسلام کی طرف راغب کرنا چاہتے تھے کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ ان حضرات کی رائے میں اس مقصد سے اب انھیں زکاۃ سے کچھ نہیں دیا جاسکتا۔ سفیان ثوری، اہل کوفہ وغیرہ، امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم کی رائے ہے کہ جن لوگوں کے حالات آج بھی اس دور کے لوگوں جیسے ہوں اور امام کی رائے یہ ہو کہ انھیں اسلام کی طرف راغب کیا جائے اور وہ انھیں دے تو یہ جائز ہوگا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔

فوائد و مسائل: ① علامہ قرطبی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے بقول جن لوگوں کی تالیف قلب مقصود تھی، وہ دو قسم کے لوگ تھے: کافر یا ضعیف مسلمان۔ جن لوگوں کو کفر کی حالت میں تالیفِ قلب کے لیے دیا گیا وہ مال غنیمت سے تھا، لیکن ضعیف مسلمانوں کو ان کے فقر و محتاجی کے سبب تالیف قلب کے لیے زکاۃ کے مال سے دیا گیا اور ان لوگوں کو اب بھی دیا جاسکتا ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: تالیف قلب ضرورت و حاجت کے وقت ہے۔ اب بھی اگر ایسے لوگ ہوں جو محض دنیوی مفاد کے تحت ہی امام کی اطاعت کرتے ہوں اور امام بزور قوت و طاقت ان کو اطاعت گزار نہ بنا سکتا ہو تو وہ ان کو تالیفِ قلب کے لیے دے سکتا ہے۔ (تحفة الأحوذي: 25/2) ② چونکہ سیدنا سعید بن مسیب کا سیدنا صفوان رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں اور لفظ عن اتصال پر دلالت کرتا ہے اور أن اتصال پر دلالت نہیں کرتا، اس لیے امام ترمذی رحمہ اللہ نے انقطاع کے صیغے کو ترجیح دی ہے۔

(المعجم ٣١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُتَصَدِّقِ يَرِثُ صَدَقَتَهُ (التحفة ٣١)

باب: 31۔ صدقہ کرنے والا، اپنے صدقے کا وارث بن سکتا ہے

٦٦٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ أَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي كُنْتُ تَصَدَّقْتُ عَلَى أُمِّي بِجَارِيَةٍ وَإِنَّهَا مَاتَتْ، قَالَ: «وَجَبَ أَجْرُكِ، وَرَدَّهَا عَلَيْكِ الْمِيرَاثُ»، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ [إِنَّهَا] كَانَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَأَصُومُ عَنْهَا؟ قَالَ: «صُومِي عَنْهَا» قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ قَطُّ أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: «نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا».

[667] عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں: وہ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت آئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! میں نے اپنی ماں کو صدقے میں ایک لونڈی دی تھی اور اب میری ماں فوت ہوگئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرا اجروثواب ثابت ہوگیا اور وراثت کے نتیجے میں لونڈی تجھے دوبارہ مل گئی۔'' اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس کے ذمے ایک ماہ کے روزے تھے، کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھ سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: ''اس کی طرف سے روزے رکھ۔'' اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس نے کبھی حج نہیں کیا، کیا میں اس کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، اس کی طرف سے حج کر۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ لَا يُعْرَفُ [هٰذَا] مِنْ حَدِيثِ بُرَيْدَةَ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَطَاءٍ ثِقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ ثُمَّ وَرِثَهَا حَلَّتْ لَهُ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّمَا الصَّدَقَةُ شَيْءٌ جَعَلَهَا لِلّٰهِ، فَإِذَا وَرِثَهَا فَيَجِبُ أَنْ يَصْرِفَهَا فِي مِثْلِهِ. وَرَوَى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَزُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ هٰذَا الْحَدِيثَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَطَاءٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ بریدہ رضی اللہ عنہ سے صرف اسی سند سے معروف ہے۔ اور عبداللہ بن عطاء، محدثین کے ہاں ثقہ ہے۔ اور اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ انسان جب کوئی صدقہ کردے، پھر وراثت میں اسے مل جائے تو وہ اس کے لیے جائز ہے۔ اور بعض اہل علم کہتے ہیں: صدقہ ایسی چیز ہے جو وہ اللہ کے لیے دے چکا ہے، اس لیے جب وہ اس کا وارث بن جائے تو واجب ہے کہ پھر صدقہ کردے۔ سفیان ثوری اور زہیر بن معاویہ نے بھی یہ حدیث عبداللہ بن عطاء ہی سے بیان کی ہے۔

فوائد و مسائل: ① اگر انسان کوئی چیز صدقہ کرے، پھر وراثت کے نتیجے میں وہ اس کی طرف لوٹ آئے تو یہ صدقہ واپس

٦٦٧۔ أخرجه مسلم، الصيام، باب قضاء الصوم عن الميت، ح: ١١٤٩ عن علي بن حجر به.

لینا نہیں کیونکہ اس واپسی میں اس کا اپنا کوئی عمل دخل اور اختیار نہیں ہے، اس لیے یہ جمہور امت اور ائمۂ اربعہ کے نزدیک جائز ہے۔ ② اگر کسی وجہ سے انسان روزہ نہ رکھ سکے اور فوت ہو جائے تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھ سکتا ہے، بقول علامہ طیبی امام احمد کا موقف یہی ہے کہ ولی روزہ رکھ سکتا ہے، چاہے وہ رمضان کی قضا ہو یا نذر یا کفارہ کی۔ (تحفة الأحوذي: 25/2) امام شافعی رحمہ اللہ کا مشہور قول یہ ہے کہ ولی روزہ نہیں رکھ سکتا، لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ رکھ سکتا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ اہل تحقیق شوافع کا قول یہی ہے کیونکہ یہ صحیح اور صریح احادیث سے ثابت ہے۔ امام لیث، احمد، اسحاق اور ابوعبید رحمہم اللہ کے نزدیک صرف نذر کا روزہ ولی رکھ سکتا ہے اور یہی بات راجح ہے کیونکہ رمضان کے روزے رکھنے کی اگر اسے مہلت نہیں ملی تو وہ اس کے ذمے نہیں ہیں۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کے نزدیک ولی کسی قسم کا روزہ نہیں رکھ سکتا، اور بقول امام نووی یہ ان صحیح احادیث کی بلاضرورت ایک غلط اور باطل تاویل کرتے ہیں کہ ولی اس کی طرف سے فدیہ دے کر روزہ رکھوائے۔ (شرح صحيح مسلم: 362/1) اور جمہور کے نزدیک اس حدیث کی رو سے دوسرے کی طرف سے حج کرنا جائز ہے۔

(المعجم ٣٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْعَوْدِ فِي الصَّدَقَةِ (التحفة ٣٢)

باب: 32۔ صدقہ واپس لینا جائز نہیں

٦٦٨ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ حَمَلَ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللهِ ثُمَّ رَآهَا تُبَاعُ فَأَرَادَ أَنْ يَشْتَرِيَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ».

[668] سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے اللہ کی راہ میں کسی کو ایک گھوڑا دیا، پھر دیکھا کہ اسے بازار میں فروخت کیا جا رہا ہے تو اسے خریدنے کا ارادہ کیا۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: ''اپنا صدقہ واپس نہ لو۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔

فائدہ: اگر کوئی شخص کسی کو صدقے میں کوئی چیز دے اور وہ اسے آگے فروخت کرنا چاہے تو عام طور پر اگر صدقہ کرنے والا ہی خریدنا چاہے تو وہ اسے سستا مل جاتا ہے، اس لیے نبی ﷺ نے اسے صدقہ واپس لینے سے تعبیر فرمایا ہے۔ جمہور اس حدیث کی رو سے اپنے صدقہ کیے ہوئے مال کے خریدنے کو مکروہ تنزیہی قرار دیتے ہیں لیکن بعض علماء نے اس کو حرام قرار دیا ہے اور حدیث کے ظاہر کا تقاضا بھی یہی ہے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي: 36/2) اور احناف کے نزدیک تو صدقہ واپس لینا جائز ہے، خریدنا کیونکر ناجائز ہوگا۔ (معارف السنن: 294/5)

٦٦٨ـ أخرجه مسلم، الهبات، باب كراهة شراء الإنسان ما تصدق به ... إلخ، ح: ١٦٢١ من حديث عبدالرزاق، والبخاري، الزكاة، باب: هل يشتري صدقته؟ ... إلخ، ح: ١٤٨٩ من حديث الزهري به.

(المعجم ٣٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّدَقَةِ عَنِ الْمَيِّتِ (التحفة ٣٣)

باب:33۔ میت کی طرف سے صدقہ کرنا

٦٦٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو ابْنُ دِينَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ أُمِّي تُوُفِّيَتْ أَفَيَنْفَعُهَا إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟، قَالَ: «نَعَمْ»، قَالَ: فَإِنَّ لِي مَخْرَفًا فَأُشْهِدُكَ أَنِّي قَدْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَبِهِ يَقُولُ أَهْلُ الْعِلْمِ. يَقُولُونَ: لَيْسَ شَيْءٌ يَصِلُ إِلَى الْمَيِّتِ إِلَّا الصَّدَقَةُ وَالدُّعَاءُ. وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلًا [قَالَ:] وَمَعْنٰى قَوْلِهِ: إِنَّ لِي مَخْرَفًا يَعْنِي بُسْتَانًا.

[669] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، ایک آدمی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! میری ماں فوت ہوگئی ہے، اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا وہ اسے نفع پہنچائے گا؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں۔'' اس نے کہا: میرا ایک کھجور کا باغ ہے تو میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے اس کی طرف سے صدقہ کر دیا۔

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور اہل علم کا قول ہے کہ میت کو صدقے اور دعا کے سوا کچھ نہیں پہنچتا۔ بعض راویوں نے یہ حدیث عمرو بن دینار سے مرسل طور پر بیان کی ہے، یعنی عکرمہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما کا واسطہ چھوڑ کر براہ راست نبی ﷺ سے بیان کرتا ہے۔ اور [مَخْرَف] کے معنی ہیں: باغ۔

فائدہ: امت اور ائمۂ اربعہ کا اس مسئلے پر اتفاق ہے کہ میت کو صدقے کا ثواب پہنچتا ہے لیکن بدنی عبادات، یعنی روزہ، نماز اور تلاوت قرآن کا ثواب پہنچنے کے بارے میں اختلاف ہے، بقول ملا علی قاری، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور جمہور سلف کے نزدیک ان چیزوں کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ امام مالک اور شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نہیں پہنچتا۔ (شرح الفقه الأكبر) لیکن مرقاۃ میں امام سیوطی کی کتاب شرح الصدور کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام شافعی کے سوا باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ثواب پہنچتا ہے۔ (تحفة الأحوذي:26/2) مولانا بنوری نے لکھا ہے کہ امام مالک اور شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دعا اور صدقے کے سوا کسی چیز کا ثواب نہیں پہنچتا۔ (معارف السنن: 291/5) اور اپنا (احناف کا) موقف یہ لکھا ہے: [يَجُوزُ عِنْدَنَا إِهْدَاءُ ثَوَابِ كُلِّ شَيْءٍ] ''ہمارے نزدیک ہر چیز کے ثواب کا اہداء (عطیہ) جائز ہے۔'' لیکن صحیح بات یہ ہے کہ صحیح احادیث سے جس چیز کا اہداء ثابت ہو گا، اسے تسلیم کیا جائے گا ورنہ نہیں، کیونکہ قرآن کا یہ اصول ہے کہ ﴿وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى ۝﴾ (النجم 39:53) اور ﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾ (البقرة 286:2) ہاں جس کی شریعت نے اجازت دی ہے وہ عمل دوسرے کی طرف سے کیا جا سکتا ہے، مثلاً: حج، روزہ اور صدقہ وغیرہ۔ دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 26/2)

٦٦٩- أخرجه البخاري، الوصايا، باب: إذا وقف أرضًا ولم يبين الحدود فهو جائز، وكذلك الصدقة، ح: ٢٧٧٠ من حديث روح بن عبادة به.

(المعجم ٣٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي نَفَقَةِ الْمَرْأَةِ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا (التحفة ٣٤)

باب: 34۔عورت کا اپنے خاوند کے گھر سے خرچ کرنا

٦٧٠- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ: حَدَّثَنَا شُرَحْبِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيُّ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي خُطْبَتِهِ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَقُولُ: «لَا تُنْفِقُ امْرَأَةٌ شَيْئًا مِّنْ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا»، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ! وَلَا الطَّعَامُ؟ قَالَ: «ذَاكَ أَفْضَلُ أَمْوَالِنَا».

وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ وَّأَسْمَاءَ ابْنَةِ أَبِي بَكْرٍ وَّأَبِي هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَّعَائِشَةَ [رَضِيَ اللهُ عَنْهَا]. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي أُمَامَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[670] سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے سال رسول اللہ ﷺ کو اپنے خطبے میں یہ فرماتے ہوئے سنا: ''کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز بطور صدقہ خرچ نہ کرے۔'' آپ سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! کھانا بھی نہ دے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو ہمارا سب سے بہتر مال ہے۔''

اس مسئلے میں سیدنا سعد بن ابی وقاص، اسماء بنت ابی بکر، ابوہریرہ، عبداللہ بن عمرو اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ گھر میں جو مال خاوند کی کمائی سے آتا ہے، اس میں عورت اپنے خاوند کی صریح اجازت، اشارے یا عرف کے اعتبار سے اجازت کے بغیر کچھ خرچ نہیں کرسکتی کیونکہ اس کا کام گھر کی اشیاء کی حفاظت کرنا ہے۔ اور کھانا یا خوراک گھر کی سب سے اہم اور بنیادی ضرورت ہے، اس لیے اس میں سے تو اجازت کے بغیر کسی صورت میں تصرف کرنا جائز نہیں۔ اگر وہ خیانت کرتے ہوئے خرچ کرے گی تو یہ اس کے لیے وبال جان بنے گا۔

٦٧١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «إِذَا تَصَدَّقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا كَانَ لَهَا بِهِ أَجْرٌ، وَّلِلزَّوْجِ مِثْلُ ذٰلِكَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ، وَلَا

[671] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب عورت اپنے خاوند کے گھر سے خرچ کرتی ہے تو اسے اس کے سبب ثواب ملے گا۔ اسی طرح خاوند کو بھی اجر ملے گا اور خزانچی کو بھی اجر ملے گا۔ ان میں سے کوئی دوسرے کے اجر و ثواب میں کمی نہیں کرے گا۔ خاوند کو

٦٧٠- أخرجه أبو داود، البيوع، باب: في تضمين العارية، ح: ٣٥٦٥ من حديث إسماعيل بن عياش به * وفي الباب عن سعد ابن أبي وقاص [أبو داود، ح: ١٦٨٦] وأسماء بنت أبي بكر [يأتي: ١٩٦٠]، وأبي هريرة [البخاري، ح: ٥٣٦٠ ومسلم، ح: ١٠٢٦] وعبدالله بن عمرو [أبو داود، ح: ٣٥٤٧]، وعائشة [يأتي: ٦٧١، ٦٧٢].

٦٧١- أخرجه النسائي في الكبرى، ح: ٩١٩٦ عن محمد بن المثنى به. وأخرجه البخاري، ح: ١٤٢٥ ومسلم، ح: ١٠٢٤ من حديث أبي وائل شقيق بن سلمة به، انظر الحديث الآتي.

يَنقُصُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنهُمْ مِّنْ أَجْرِ صَاحِبِهِ شَيْئًا لَهُ بِمَا كَسَبَ وَلَهَا بِمَا أَنفَقَتْ».

قَالَ أَبُو عِيسَىٰ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

کمانے کے باعث ملا اور عورت کو خرچ کرنے کے سبب (اور خازن کو حفاظت کے باعث)۔''

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

٦٧٢- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا الْمُؤَمَّلُ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أَعْطَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا بِطِيبِ نَفْسٍ غَيْرَ مُفْسِدَةٍ، فَإِنَّ لَهَا مِثْلَ أَجْرِهِ، لَهَا مَا نَوَتْ حَسَنًا، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ».

[672] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب عورت خاوند کے گھر سے خوش دلی سے، خرابی کے بغیر خرچ کرتی ہے تو یقینا اسے بھی خاوند کی طرح ثواب ملے گا کیونکہ اس نے اچھی نیت سے دیا، اسی طرح خازن کو بھی اجر ملے گا۔''

قَالَ أَبُو عِيسَىٰ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَهُوَ أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ. وَعَمْرُو بْنُ مُرَّةَ لَا يَذْكُرُ فِي حَدِيثِهِ: عَنْ مَسْرُوقٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ عمرو بن مرہ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ عمرو بن مرہ، ابووائل اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان مسروق رحمہ اللہ کا ذکر نہیں کرتا۔

فائدہ: [غَيْرَ مُفْسِدَة] ''خرابی کیے بغیر'' کے معنی یہ ہیں کہ عرف وعادت کے مطابق جس قدر خرچ کیا جاتا ہے اسی قدر خرچ کرتی ہے، گھر والوں کی ضرورت کی چیز اُٹھا کر دوسروں کو نہیں دے دیتی جس سے وہ بعد میں پریشان ہوں۔ ان احادیث سے مذکورہ بالا ابوامامہ باہلی والی حدیث کی وضاحت ہوگئی ہے کہ خاوند کی اجازت، صریح یا عادت اور مزاج وذوق سے حاصل ہو تو بیوی کو صدقہ وغیرہ دینے کی یقینا اجازت ہے۔

(المعجم ٣٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ (التحفة ٣٥)

باب: 35۔ صدقۂ فطر کا بیان

٦٧٣- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِاللهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ - إِذْ كَانَ فِينَا رَسُولُ اللهِ ﷺ - صَاعًا

[673] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ ہمارے اندر موجود تھے تو ان کے دور میں ہم زکاۃ فطر (فطرانہ)، خوراک سے ایک صاع یا جو کا ایک صاع یا کھجور کا ایک صاع یا منقیٰ کا ایک صاع یا پنیر کا ایک

٦٧٢- أخرجه البخاري، الزكاة، باب من أمر خادمه بالصدقة ولم يناول بنفسه، ح: ١٤٢٥ ومسلم، الزكاة، باب أجر الخازن الأمين والمرأة إذا تصدقت من بيت زوجها . . . إلخ، ح: ١٠٢٤ من حديث منصور به.

٦٧٣- أخرجه البخاري، الزكاة، باب صاع من زبيب، ح: ١٥٠٨، من حديث زيد بن أسلم، ومسلم، الزكاة، باب زكاة الفطر على المسلمين من التمر والشعير، ح: ٩٨٥ من حديث زيد بن أسلم به.

مِّنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيبٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ أَقِطٍ، فَلَمْ نَزَلْ نُخْرِجُهُ حَتّٰى قَدِمَ مُعَاوِيَةُ الْمَدِينَةَ فَتَكَلَّمَ فَكَانَ فِيمَا كَلَّمَ بِهِ النَّاسَ: إِنِّي لَأَرٰى مُدَّيْنِ مِنْ سَمْرَاءِ الشَّامِ تَعْدِلُ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ. قَالَ: فَأَخَذَ النَّاسُ بِذٰلِكَ. قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَلَا أَزَالُ أُخْرِجُهُ كَمَا كُنْتُ أُخْرِجُهُ.

صاع نکالتے تھے۔ ہم ہمیشہ اسی طرح نکالتے رہے حتی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ (شام سے) مدینہ آئے تو لوگوں سے خطاب فرمایا اور اس خطاب میں لوگوں سے کہا: میرے خیال میں شام کی گندم کے دو مد (نصف صاع) کھجور کے صاع کے برابر ہیں، تو لوگوں نے ان کی بات کو قبول کر لیا۔ سیدنا ابو سعید فرماتے ہیں: میں تو اسے اسی طرح نکالتا رہوں گا جس طرح پہلے نکالتا تھا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ يَرَوْنَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ صَاعًا. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ مِّنْ كُلِّ شَيْءٍ صَاعٌ إِلَّا مِنَ الْبُرِّ فَإِنَّهُ يُجْزِىءُ نِصْفُ صَاعٍ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَأَهْلُ الْكُوفَةِ يَرَوْنَ نِصْفَ صَاعٍ مِّنْ بُرٍّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ ان کے نزدیک ہر چیز سے ایک صاع ہی دیا جائے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسروں کا قول ہے کہ گندم کے سوا ہر چیز سے صاع ہے۔ گندم کا آدھا صاع کافی ہے۔ سفیان ثوری اور ابن مبارک کا یہی قول ہے اور اہل کوفہ (احناف) کا نظریہ یہ ہے کہ گندم سے آدھا صاع دیا جائے۔

فوائد ومسائل: ① ائمہ ثلاثہ: مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ کے نزدیک صدقۃ الفطر ہر اس شخص پر ہے جس کے گھر میں صبح وشام کا کھانا موجود ہو لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک صاحب نصاب شخص کے ذمے صدقۃ الفطر ہے جو صاحب نصاب نہیں اس پر صدقۃ الفطر نہیں۔ (مرعاۃ: 93/3) نیز ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر قسم کی غذائی جنس سے ایک صاع دینا ہوگا وہ جو ہوں یا کھجور یا کشمش ومنقی، پنیر یا کوئی دوسری غذا۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صاع حجازی ہے جس کا وزن عام محدثین کے نزدیک تقریباً سوا دو کلو ہے اور احناف کے نزدیک صاع عراقی ہے جس کا وزن مُد کے اعتبار سے بقول مفتی محمد شفیع صاحب ساڑھے تین سیر اور چھ ماشے ہے اور نصف صاع پونے دو سیر تین ماشے ہے۔ صحیح بات، جو احادیث سے ثابت ہوتی ہے، یہی ہے کہ انسان عام طور پر جو خوراک کھاتا ہے، اس سے ایک ایک صاع حجازی، (سوا دو کلو غلہ) گھر کے ہر چھوٹے بڑے فرد کی طرف سے ادا کرے، تاہم گندم کا نصف صاع بھی کفایت کر جاتا ہے لیکن یاد رہے کہ گندم اس دور میں مہنگی ہونے کی وجہ سے اس کا فطرانہ نصف صاع تھا۔ ② گندم کا نصف صاع دینے کا حکم سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کا نہیں بلکہ اس بارے میں مرفوع روایت بھی ہے جسے امام نسائی رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (ضعیف سنن أبي داود (مفصل) للألباني: 2/121-123)

٦٧٤- حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ نُوحٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُنَادِيًا فِي فِجَاجِ مَكَّةَ: «أَلَا إِنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ، مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ أَوْ سِوَاهُ صَاعٌ مِّنْ طَعَامٍ».

[674] عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا (عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما) سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مکہ کی گلیوں میں اعلان کرنے والا بھیجا کہ خبردار! صدقۂ فطر ہر مسلمان مرد وعورت، آزاد اور غلام، چھوٹے اور بڑے پر گندم کے دو مد اور باقی غلے کا ایک صاع واجب ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ حَسَنٌ. [وَرَوٰى عُمَرُ بْنُ هَارُونَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَقَالَ: عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ مِينَاءَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرَ بَعْضَ هٰذَا الْحَدِيثِ: حَدَّثَنَا جَارُودُ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ هَارُونَ هٰذَا الْحَدِيثَ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب حسن ہے۔ عمر بن ہارون کی سند سے عباس بن میناء نے نبی ﷺ کی اس حدیث کا کچھ حصہ بیان کیا۔

٦٧٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: فَرَضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ صَدَقَةَ الْفِطْرِ عَلَى الذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيرٍ، قَالَ: فَعَدَلَ النَّاسُ إِلٰى نِصْفِ صَاعٍ مِّنْ بُرٍّ.

[675] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر مرد، عورت، آزاد اور غلام پر صدقۂ فطر فرض قرار دیا کہ کھجور یا جو سے ایک صاع ادا کریں مگر لوگ گندم کے نصف صاع کی طرف لوٹ آئے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَجَدِّ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي ذُبَابٍ وَثَعْلَبَةَ بْنِ أَبِي صُعَيْرٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اس مسئلے میں ابوسعید، ابن عباس، حارث بن عبدالرحمن بن ابو ذباب کے دادا، ثعلبہ بن ابو صعیر اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کے دور میں لوگوں کی عام خوراک کھجور اور جو تھے، اس لیے وہ ان میں سے صدقۃ الفطر ایک صاع ادا کرتے تھے، بعد میں جب فتوحات کی کثرت سے گندم کا استعمال عام ہو گیا جو کھجور کے مقابلے میں مہنگی تھی تو لوگوں نے کھجور

٦٧٤- [ضعيف] أخرجه الدارقطني، ح: ٢/ ١٤٠، ح: ٢٠٦١ من حديث سالم بن نوح به، وتابعه علي بن صالح، ابن جريج عنعن.

٦٧٥- أخرجه البخاري، الزكاة، باب صدقة الفطر على الحر والمملوك، ح: ١٥١١ من حديث حماد بن زيد ومسلم، الزكاة، باب زكاة الفطر على المسلمين من التمر والشعير، ح: ٩٨٤ من حديث نافع به * وفي الباب عن أبي سعيد [تقدم: ٦٧٣]، وابن عباس [أبو داود، ح: ١٦٠٩] وجد الحارث بن عبدالرحمن بن أبي ذباب [أحمد: ٤/ ٧٩ حديثه في الصدقة بغير هذا الباب] وثعلبة بن أبي صعير [أبو داود، ح: ١٦١٩-١٦٢١] وعبدالله بن عمرو [تقدم: ٦٧٤].

کے حساب سے گندم کا نصف صاع اس کے برابر خیال کیا، اس لیے انھوں نے گندم کا نصف صاع دینا شروع کر دیا۔ (فتح الباري: 471/3) لیکن ہمارے ہاں تو معاملہ اس کے برعکس ہے، کھجور، گندم کے مقابلے میں بہت مہنگی ہے، اس لیے ہمارے لیے کھجور کا نصف صاع گندم کے صاع کی جگہ کفایت نہیں کر سکتا، نیز اہل مدینہ کی عام خوراک کھجور تھی، اس سے وہ پورا صاع دیتے تھے اور ہماری عام خوراک گندم ہے، اس لیے ہمیں بھی اس کا پورا صاع دینا چاہیے۔

٦٧٦- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيرٍ عَلٰى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى مِنَ الْمُسْلِمِينَ.

[676] سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کی زکاۃ فطر، کھجور کا ایک صاع یا جو کا ایک صاع، ہر آزاد، غلام مسلمان مرد اور عورت پر لازم ٹھہرایا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. رَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ حَدِيثِ أَيُّوبَ. وَزَادَ فِيهِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَرَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ، عَنْ نَافِعٍ وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي هٰذَا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِذَا كَانَ لِلرَّجُلِ عَبِيدٌ غَيْرُ مُسْلِمِينَ لَمْ يُؤَدِّ عَنْهُمْ صَدَقَةَ الْفِطْرِ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: يُؤَدِّي عَنْهُمْ وَإِنْ كَانُوا غَيْرَ مُسْلِمِينَ وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَإِسْحَاقَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ امام مالک، نافع کے واسطے سے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایوب کی طرح روایت بیان کرتے ہیں، اور اس میں [مِنَ الْمُسْلِمِينَ] ''مسلمان ہوں'' کا اضافہ بیان کیا ہے اور بہت سے راویوں نے نافع سے اس اضافے کے بغیر روایت بیان کی ہے۔ اس مسئلے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اگر کسی مسلمان شخص کے غیر مسلم غلام ہوں تو ان کی طرف سے فطرانہ ادا نہیں کرے گا۔ امام مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم کا خیال ہے کہ غیر مسلم غلاموں کی طرف سے بھی صدقۃ الفطر ادا کرے۔ امام ثوری، امام ابن مبارک اور امام اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: جمہور کے نزدیک صدقۃ الفطر کے لیے اسلام شرط ہے، اس لیے یہ مسلمان ہی پر لازم ہے۔ غیر مسلم غلام کی طرف سے صدقۃ الفطر ادا کرنا ضروری نہیں، لیکن عطاء، نخعی، ثوری اور احناف کے نزدیک لازم ہے۔ (فتح الباري: 467/3)

(المعجم ٣٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَقْدِيمِهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ (التحفة ٣٦)

باب: 36- صدقۃ الفطر نماز عید سے پہلے ادا کیا جائے

٦٧٦- أخرجه البخاري، الزكاة، باب صدقة الفطر على العبد وغيره من المسلمين، ح: ١٥٠٤ ومسلم، ح: ٩٨٤ (انظر الحديث السابق) من حديث مالك به وهو في الموطأ: ١/ ٢٨٤ (يحيى).

٦٧٧- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ أَبُو عَمْرٍو الْحَذَّاءُ الْمَدِينِيُّ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ نَافِعٍ [الصَّائِغُ] عَنِ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ بِإِخْرَاجِ الزَّكَاةِ قَبْلَ الْغُدُوِّ لِلصَّلَاةِ يَوْمَ الْفِطْرِ.

[677] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ حکم دیا کرتے تھے کہ زکاۃ فطر عید الفطر کے دن نماز کے لیے جانے سے پہلے نکالی جائے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ، وَهُوَ الَّذِي يَسْتَحِبُّهُ أَهْلُ الْعِلْمِ أَنْ يُخْرِجَ الرَّجُلُ صَدَقَةَ الْفِطْرِ قَبْلَ الْغُدُوِّ إِلَى الصَّلَاةِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے اور اہل علم نے اسی بات کو مستحب جانا ہے کہ انسان نماز کے لیے جانے سے پہلے صدقۃ الفطر نکالے۔

فائدہ: سنن ابوداود کی روایت اور بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقۃ الفطر نماز عید کے لیے نکلنے سے پہلے دینا ضروری ہے، اگر بعد میں نکالے گا تو یہ صدقۃ الفطر نہیں بلکہ عام صدقہ شمار ہو گا۔ (سنن أبي داود، الزكاة، حديث: 1609-1610، وتحفة الأحوذي: 300/3) اگرچہ جمہور نے اس کو مستحب قرار دیا ہے اور شام تک دینے کی اجازت دی ہے مگر اس کی کوئی دلیل نہیں۔ (مرعاة: 95/3) اور یہ بھی کہ عید الفطر کے دن ہی دیا جائے اگرچہ ایک دو دن پہلے جمع کیا جا سکتا ہے۔ (تحفة الأحوذي: 29/2)

(المعجم ٢٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَعْجِيلِ الزَّكَاةِ (التحفة ٢٧)

باب: 37۔ زکاۃ وقتِ ادا سے پہلے ادا کرنا

٦٧٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ، عَنْ حُجَيَّةَ ابْنِ عَدِيٍّ، عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ الْعَبَّاسَ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي تَعْجِيلِ صَدَقَتِهِ قَبْلَ أَنْ تَحِلَّ، فَرَخَّصَ لَهُ فِي ذٰلِكَ.

[678] سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنا صدقہ اس کے فرض ہونے سے پہلے ادا کر دینے کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے انھیں اس کی اجازت دے دی۔

٦٧٩- حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِينَارٍ الْكُوفِيُّ: حَدَّثَنَا

[679] سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے

٦٧٧- أخرجه البخاري، الزكاة، باب الصدقة قبل العيد، ح: ١٥٠٩ ومسلم، الزكاة، باب الأمر بإخراج زكاة الفطر قبل الصلاة، ح: ٩٨٦ من حديث موسى بن عقبة به.

٦٧٨- [حسن بالشواهد] أخرجه أبو داود، الزكاة، باب: في تعجيل الزكاة، ح: ١٦٢٤ وابن ماجه، ح: ١٧٩٥ من حديث سعيد بن منصور به وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٣٣١ والحاكم: ٣/ ٣٣٢ والذهبي، وللحديث شواهد كثيرة منها الحديث الآتي.

٦٧٩- [حسن بالشواهد] أخرجه الدارقطني: ٢/ ١٢٣، ح: ١٩٩١ من حديث إسحاق بن منصور به، حجر العدوي لم يتبين لي من هو؟ * وفي الباب عن ابن عباس، [الدارقطني: ٢/ ١٢٤، ح: ١٩٩٣، ١٩٩٥].

إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ جَحْلٍ، عَنْ حُجْرٍ الْعَدَوِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِعُمَرَ: إِنَّا قَدْ أَخَذْنَا زَكَاةَ الْعَبَّاسِ عَامَ الْأَوَّلِ لِلْعَامِ.

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''ہم نے عباس سے اس سال کی زکاۃ، سال کے آغاز ہی میں لے لی تھی۔''

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] لَا أَعْرِفُ حَدِيثَ تَعْجِيلِ الزَّكَاةِ مِنْ حَدِيثِ إِسْرَائِيلَ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ دِينَارٍ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَحَدِيثُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ زَكَرِيَّا عَنِ الْحَجَّاجِ عِنْدِي أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ إِسْرَائِيلَ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ دِينَارٍ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلٌ. وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي تَعْجِيلِ الزَّكَاةِ قَبْلَ مَحِلِّهَا، فَرَأَى طَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ لَا يُعَجِّلَهَا. وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ. قَالَ: أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ لَا يُعَجِّلَهَا. وَقَالَ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِنْ عَجَّلَهَا قَبْلَ مَحِلِّهَا أَجْزَأَتْ عَنْهُ. وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بھی آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم اسرائیل کی روایت جو زکاۃ جلد وصول کرنے کے بارے میں ہے اور حجاج بن دینار سے مروی ہے صرف اسی سند سے جانتے ہیں اور پہلی روایت جو اسماعیل بن زکریا نے حجاج بن دینار سے روایت کی ہے، زیادہ صحیح ہے بمقابلہ اس دوسری روایت کے جو اسرائیل نے حجاج بن دینار سے روایت کی ہے۔ اور حکم بن عتیبہ کے واسطے سے یہ روایت، نبی ﷺ سے مرسلاً مروی ہے۔ زکاۃ فرض ہونے سے پہلے ادا کرنے میں علماء کا اختلاف ہے: اہل علم کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ فرض ہونے سے پہلے ادا نہ کرے۔ امام سفیان ثوری کا یہی قول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہی زیادہ محبوب ہے کہ وہ وقت سے پہلے ادا نہ کرے اور اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ اگر فرض ہونے سے پہلے ادا کر دے تو کفایت کر جائے گی۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: نصاب زکاۃ جب مکمل ہو جائے لیکن ابھی سال نہ گزرا ہو تو ایسی صورت میں، زکاۃ کی پہلے ادائیگی میں اختلاف ہے: ① امام ابوحنیفہ، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کے نزدیک، نصاب زکاۃ، کے مکمل ہونے کے بعد حولان حول (سال گزرنے) سے پہلے زکاۃ ادا کرنا درست ہے اور صحیح موقف یہی ہے۔ ② امام مالک اور سفیان ثوری کے نزدیک یہ جائز نہیں۔ (تحفة الأحوذي: 30/2)

(المعجم ۳۸) بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنِ الْمَسْأَلَةِ

(التحفة ۳۸)

باب: 38۔ مانگنا ناجائز ہے

٦٨٠- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ بَيَانِ بْنِ بِشْرٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَأَنْ يَغْدُوَ أَحَدُكُمْ فَيَحْتَطِبَ عَلٰى ظَهْرِهِ فَيَتَصَدَّقَ مِنْهُ وَيَسْتَغْنِيَ بِهِ عَنِ النَّاسِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ رَجُلًا أَعْطَاهُ أَوْ مَنَعَهُ ذٰلِكَ فَإِنَّ الْيَدَ الْعُلْيَا أَفْضَلُ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَابْدَأْ [بِمَنْ] تَعُولُ».

[680] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''تم میں سے کوئی جنگل میں جا کر لکڑیاں کاٹ کر اپنی پشت پر لائے، انھیں بیچ کر ان سے صدقہ کرے اور لوگوں سے مانگنے سے بے نیاز ہو جائے، اس کے لیے کہیں بہتر ہے کہ وہ کسی انسان سے مانگے، وہ اس کو دے یا محروم رکھے۔ بلاشبہ اوپر والا ہاتھ، نچلے ہاتھ سے بہتر ہے اور خرچ کرنے کی ابتدا ان لوگوں سے کرو جن کے ضروری اخراجات تمھارے ذمے ہیں۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ وَأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ وَعَطِيَّةَ السَّعْدِيِّ وَعَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَمَسْعُودِ بْنِ عَمْرٍو وَابْنِ عَبَّاسٍ وَثَوْبَانَ وَزِيَادِ بْنِ الْحَارِثِ الصُّدَائِيِّ وَأَنَسٍ وَحُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ وَقَبِيصَةَ بْنِ مُخَارِقٍ وَسَمُرَةَ وَابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ يُسْتَغْرَبُ مِنْ حَدِيثِ بَيَانٍ عَنْ قَيْسٍ.

اس مسئلے میں سیدنا حکیم بن حزام، ابوسعید خدری، زبیر بن عوام، عطیہ سعدی، عبداللہ بن مسعود، مسعود بن عمرو، ابن عباس، ثوبان، زیاد بن حارث صدائی، انس، حبشی بن جنادہ، قبیصہ بن مخارق، سمرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح غریب ہے اور بیان راوی کی قیس بن ابوحازم کی سند سے غریب ہے۔

فائدہ: بلا عذر و مجبوری مانگنا بالاتفاق ناجائز ہے۔ انسان کو محنت مزدوری کے ذریعے سے کما کر اپنی ضروریات پوری کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو دینے کی عادت اپنانی چاہیے کیونکہ اوپر والا ہاتھ، یعنی دینے والا نچلے ہاتھ، یعنی لینے والے سے کہیں بہتر ہے۔ اور انسان کے مال و دولت کا فائدہ سب سے پہلے اس کے اہل و عیال کو جن کے ضروری اخراجات کا وہ ذمے دار ہے، پہنچنا چاہیے۔

٦٨١- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ:

[681] سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول

٦٨٠- أخرجه مسلم، الزكاة، باب كراهة المسألة للناس، ح:١٠٤٢ عن هناد بن السري به * وفي الباب عن حكيم بن حزام [البخاري، ح:١٤٢٧ ومسلم، ح:١٠٣٤]، وأبي سعيد الخدري [البخاري، ح:١٤٦٥ ومسلم، ح:١٠٥٢]، والزبير بن العوام [البخاري، ح:١٤٧١]، وعطية السعدي [أحمد:٤/ ٢٢٦ وعبد بن حميد، ح:٤٨٥]، وعبدالله بن مسعود [تقدم:٦٥٠، ٦٥١]، ومسعود بن عمرو [أبو نعيم في معرفة الصحابة:٥/ ٢٥٣٥، ح:٦١٣٤]، وابن عباس [لم أجده]، وثوبان [أبو داود، ح:١٦٤٣ وابن ماجه، ح:١٨٣٧]، وزياد بن الحارث الصدائي [أبوداود، ح:١٦٣٠ والبيهقي:٤/ ١٧٤]، وأنس [أبو داود، ح:١٦٤١]، وحبشي بن جنادة [تقدم:٦٥٣، ٦٥٤]، وقبيصة بن مخارق [مسلم، ح:١٠٤٤]، وسمرة [يأتي:٦٨١]، وابن عمر [البخاري، ح:١٤٢٩ ومسلم، ح:١٠٣٣].

٦٨١- أخرجه أبو داود، الزكاة، باب: كم يعطى الرجل الواحد من الزكاة؟ ح:١٦٣٩ والنسائي:٥/ ١٠٠، ح:٢٦٠٠ من حديث عبدالملك بن عمير به، وصرح بالسماع عند أحمد (٥/ ٢٣ ح٢٠٥٢٩) وصححه ابن حبان (الإحسان): ٣٣٧٧.

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ الْمَسْأَلَةَ كَدٌّ يَكُدُّ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهُ إِلَّا أَنْ يَسْأَلَ الرَّجُلُ سُلْطَانًا أَوْ فِي أَمْرٍ لَا بُدَّ مِنْهُ».

اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مانگنا تو گویا کھرچنا اور چھیلنا ہے۔ انسان اس سے اپنا چہرہ چھیلتا ہے، الا یہ کہ انسان حکمران سے سوال کرے یا ایسے معاملے میں سوال کرے جس میں مانگے بغیر چارہ نہیں۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

لغوی تشریح: [كَدَّ يَكُدُّ، كَدَّ الرَّأْسَ] ''سر کو خوب کھجلانا'' کے محاورے سے ماخوذ ہے۔

فائدہ: سوال کرنے سے انسان کی عزت و وجاہت ختم ہوتی ہے اور چہرہ ذلت و رسوائی کی سیاہی سے، چمک دمک اور نور سے محروم ہو جاتا ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ مانگنا جس کی عادت ہو، قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا، البتہ اگر حکمران سے سوال کرلے کیونکہ بیت المال میں اس کا بھی حق ہے یا ایسی ضرورت وحاجت میں مانگے جس میں مانگے بغیر چارہ نہ ہو، مثلاً: فاقہ کشی، تاوان کی ادائیگی، قدرتی آفت کی وجہ سے بہت زیادہ مقروض ہو جانا وغیرہ، ان حالات میں اگر بقدر ضرورت مانگتا ہے تو پھر جائز اور درست ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزہ رکھنا اسی طرح فرض کیا گیا ہے جس طرح ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔''

(البقرة 2:183)

روزہ کے احکام و مسائل

اسلام، اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری کے طرز حیات کا نام ہے۔ اس کی تعمیر و تشکیل اور نشو ونما میں جن عناصر اور چار ارکان کو خصوصی دخل ہے اور وہ اس کے بنیادی ستون ہیں، ان میں سے تیسرا رکن روزہ ہے اور روزے کی تاثیر و خصوصیت کا اظہار قرآن مجید کے لافانی الفاظ میں یوں کیا گیا ہے: ﴿ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾ ''تاکہ تمھارے اندر اللہ کی حدود وقیود کی پابندی کا ملکہ پیدا ہو جائے اور تم اپنے جذبات واحساسات اور خواہشات پر کنٹرول کر سکو یا قابو پاسکو۔'' اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان روح وبدن کے مجموعے کا نام ہے۔ جس میں اس کے جسم کے اعتبار سے حیوانی تقاضے اور روح کے اعتبار سے روحانی اور ملکوتی تقاضوں کا حسین امتزاج رکھا گیا ہے۔ اس کی سعادت اور کامرانی کا انحصار اس پر ہے کہ اس کا روحانی وملکوتی عنصر اس کے حیوانی اور بہیمی عنصر پر غالب اور حاوی رہے۔

روزے کی ریاضت کا خصوصی ہدف اور خاص مقصد یہی ہے کہ اس کے ذریعے سے انسان کی بہیمیت اور حیوانیت کو اللہ تعالیٰ کے احکام وفرامین اور اس کی ہدایت وتعلیمات کا پابند بنایا جائے اور اس میں اطاعت کا جذبہ پیدا ہو۔ روزہ اس کا مؤثر ترین ہتھیار ہے۔ اسی لیے اگلی امتوں کو بھی اس کا حکم دیا گیا تھا، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾ ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیز گار بنو۔'' (البقرة 183:2) اور اس کے لیے اس ماہ کا انتخاب کیا گیا ہے جس ماہ میں انسانیت کے لیے آخری اور کامل صحیفۂ ہدایت کے نزول کا آغاز ہوا، اور جس میں بے حد وحساب رحمتوں اور برکتوں والی مبارک رات لیلۃ القدر ہے۔ اس کا وقت معتدل ترین اور مدت انتہائی مناسب ہے، نہ بہت کم جس میں ریاضت اور نفس کے تزکیہ وتربیت کا مقصد حاصل نہ ہو سکے اور نہ بہت زیادہ کہ انسانوں کی اکثریت کے لیے ناقابل برداشت اور صحت کے لیے نقصان دہ ہو۔ اور وہ وقت ہے طلوع صبح سے لے کر غروب آفتاب تک، جو سال کے تمام موسموں میں گردش کرتا ہے، کبھی گرمی میں اور کبھی سردی میں، کبھی خزاں میں اور کبھی بہار میں۔

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

(المعجم ٦) أَبْوَابُ الصَّوْمِ عَنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ (التحفة ٤)

رسول اللہ ﷺ سے منقول روزے کے احکام و مسائل

(المعجم ١) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ شَهْرِ رَمَضَانَ (التحفة ١)

باب:1۔ ماہ رمضان کی فضیلت کا بیان

٦٨٢- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُّحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النِّيرَانِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَّفُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَّيُنَادِي مُنَادٍ يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ، وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ، وَ لِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ».

[682] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطان اور سرکش جن جکڑ دیے جاتے ہیں، اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، پھر ان میں سے کوئی دروازہ کھلا نہیں چھوڑا جاتا اور جنت کے سارے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور منادی پکارتا ہے: اے خیر و بھلائی کے طلب گار! آگے بڑھ (زیادہ سے زیادہ نیکی کما) اور اے شر اور بدی کے چاہنے والے! رک جا، (بدی اور شر چھوڑ دے) اور اللہ بہت سے گناہ گار بندوں کو دوزخ سے رہائی دیتا ہے اور یہ عمل رمضان کی ہر رات میں ہوتا ہے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ

اس مسئلے میں سیدنا عبد الرحمن بن عوف، ابن مسعود اور

٦٨٢ـ أخرجه ابن ماجه، الصيام، باب ماجاء في فضل شهر رمضان، ح:١٦٤٢ عن أبي كريب به، وصححه ابن خزيمة: ٣/ ١٨٥، ح: ١٨٨٣ وابن حبان (الإحسان): ٣٤٢٦ وسنده ضعيف وله شواهد كثيرة عند البخاري، ح: ١٨٩٩ ومسلم، ح: ١٠٧٩ وغيرهما * وفي الباب عن عبدالرحمن بن عوف [ابن ماجه، ح:١٣٢٨]، وابن مسعود [لم أجده]، وسلمان [ابن خزيمة، ح: ١٨٨٧].

وَابْنِ مَسْعُودٍ وَسَلْمَانَ.

سلمان رضی اللہ عنہ سے بھی روایات آئی ہیں۔

فائدہ: شیاطین کا جکڑنا اور جنت وجہنم کے دروازے کھلنا اور بند ہونا حقیقت پر مبنی ہے، تاہم اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے یہ کہا جائے تو کوئی حرج نہیں کہ نیک اعمال کی خصوصیات اور تاثیرات کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو مسلمان ہوں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی باتوں پر ایمان رکھتے ہوں، پھر ان خواص اور تاثیرات کا ظہور ان کے اندر، ان کے ایمان اور اسلام کے درجے اور حیثیت کے مطابق ہوتا ہے۔ اللہ کے اطاعت گزار اور وفا شعار بندے رمضان میں نیکیوں اور خیرات وحسنات کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ دنوں کو روزہ رکھ کر ذکر وتلاوت میں مشغول ہوتے ہیں اور راتوں کو تراویح وتہجد میں منہمک ہوتے ہیں اور رات کا بڑا حصہ دعا اور استغفار میں بسر کرتے ہیں۔ ان پر اللہ کی رحمت کے انوار وبرکات برستے ہیں جس کا اثر دوسرے مسلمانوں پر بھی پڑتا ہے، اس لیے ان کے قلوب واذہان بھی رمضان المبارک میں عبادات اور نیکیوں کی طرف زیادہ راغب ہوتے اور گناہوں سے کنارہ کش رہتے ہیں۔ اس طرح ان لوگوں کے لیے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکارنے والے کی پکار کا اثر اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ رمضان میں عموماً اہل ایمان کا رجحان اور میلان خیر وسعادت والے اعمال کی طرف بڑھ جاتا ہے، یہاں تک کہ بہت سے غیر محتاط اور آزاد منش مسلمان بھی رمضان میں اپنی روش میں کچھ تبدیلی لے آتے ہیں اور یہ اس بات کا اثر ہے کہ شیطان اور سرکش جنات کو بند کر دیا جاتا ہے۔ رہا یہ اشکال کہ پھر ماہ رمضان میں مسلمان گناہوں کا ارتکاب کیوں کرتے ہیں؟ تو اس کا سبب یہ ہے کہ گناہوں کا سبب صرف شیاطین اور سرکش جنات ہی نہیں ہوتے بلکہ گناہوں اور نافرمانیوں کے اسباب اور بھی ہیں، مثلاً: نفس انسانی کی خباثت، خواہش پرستی، برے اور بدکردار لوگوں کی صحبت ورفاقت اور سارے سال کی بری عادات وغیرہ۔ باقی گیارہ مہینوں میں شیاطین اور سرکش جنات انسانی قلوب واذہان کو متاثر کرتے رہتے ہیں، اس لیے ماہ رمضان میں ان کی بندش وقید کے باوجود ان کے اثرات باقی ہوتے ہیں، اس لیے ان سے وہی افراد بچ سکتے ہیں جو ماہ رمضان کا احترام کرتے ہوئے اس کے فضائل وبرکات کو سمیٹنے کے لیے کوشش اور محنت کرتے ہیں۔ باقی رہے وہ کفار اور خود فراموش، اللہ سے ناآشنا اور غفلت شعار لوگ جو رمضان اور اس کے احکام و برکات سے کوئی سروکار ہی نہیں رکھتے، ان کا اس قسم کی بشارتوں سے کوئی تعلق نہیں، اس لیے ان کی زندگیوں میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ان کے لیے محرومی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ (تحفة الأحوذي: 31/2، حجة الله: 50/2)

٦٨٣- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ وَالْمُحَارِبِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَقَامَهُ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ

[683] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ (ثواب کی نیت سے) رمضان کے روزے رکھے اور قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ لیلۃ القدر کا قیام کیا، اس کے

٦٨٣- أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في قيام شهر رمضان، ح: ١٣٢٦ من حديث محمد بن عمرو بن علقمة الليثي به، وصححه ابن حبان (الإحسان): ٣٦٧٤ وأصله متفق عليه، البخاري، ح: ٢٠١٤ ومسلم، ح: ٧٥٩.

ذَنْبِهِ».

گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔"

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ الَّذِي رَوَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ: وَسَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَوْلَهُ: قَالَ: إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، قَالَ مُحَمَّدٌ: وَهٰذَا أَصَحُّ عِنْدِي مِنْ حَدِيثِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ.

یہ حدیث صحیح ہے۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی (پہلی) روایت جسے ابوبکر بن عیاش بیان کرتا ہے، غریب ہے۔ ہمارے علم کی حد تک اسے اعمش سے صرف ابوبکر بیان کرتا ہے۔ میں نے اس حدیث کے بارے میں محمد بن اسماعیل (بخاری رحمہ اللہ) سے دریافت کیا، تو انھوں نے مجھے یہ حدیث: [إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ... الحديث] حسن بن ربیع سے مجاہد کے قول کی حیثیت سے سنائی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا: میرے نزدیک یہ ابوبکر بن عیاش کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں رمضان کے روزوں، اس کی راتوں کی تراویح ونوافل اور شب قدر کے نوافل کی یہ خصوصیت بیان کی گئی ہے کہ ان سے پچھلے گناہوں کی بخشش ہو جاتی ہے بشرطیکہ یہ کام ایمان اور احتساب کے تحت ہوں۔ [إِيمَانًا] کے معنی ہیں کہ ان کاموں کا محرک اور داعیہ صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ماننا اور ان کے وعدہ ووعید پر یقین رکھنا ہو اور [إِحْتِسَابًا] کے معنی ہیں کہ یہ کام صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ورضا کی خاطر اور اسی کے بتائے ہوئے اجر وثواب کے طمع اور امید ہی کے باعث کیے جائیں، کوئی دوسرا جذبہ اور مقصد ان کا محرک نہ بنا ہو۔ اور یہ کام کرتے وقت یہ داعیہ اور محرک ذہن میں بھی ہو۔ اس ایمان واحتساب سے ہمارے نیک اعمال کا تعلق اللہ تعالیٰ سے جڑتا ہے اور ان میں اخلاص اور حسن نیت پیدا ہوتا ہے اور یہی ایمان واحتساب ہمارے نیک اعمال کی روح اور جان ہے۔ اگر یہ نہ ہوں تو پھر بظاہر بڑے سے بڑا عمل بھی بے جان اور کھوکھلا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے ایمان واحتساب کی یہ خصلت اور خوبی ہمارے اندر پیدا فرمائے۔ گناہوں سے مراد بعض اہل علم کے نزدیک چھوٹے گناہ ہیں، جو نیک اعمال کے سبب معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (تحفة الأحوذي: 31/2)

(المعجم ٢) بَابُ مَا جَاءَ لَا تَتَقَدَّمُوا الشَّهْرَ بِصَوْمٍ (التحفة ٢)

باب: 2۔ ماہ رمضان کا استقبالی روزہ نہ رکھو

٦٨٤- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي

[684] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: "ماہ رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھو الا یہ

٦٨٤ـ أخرجه أحمد: ٢/ ٤٩٧ من حديث محمد بن عمرو به وسنده حسن وأصله متفق عليه، البخاري، ح: ١٩١٤ ومسلم، ح: ١٠٨١، ١٠٨٢ * وفي الباب عن بعض أصحاب النبي ﷺ [أحمد: ٤/ ٣١٤].

هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا تُقَدِّمُوا الشَّهْرَ بِيَوْمٍ وَلَا بِيَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يُوَافِقَ ذٰلِكَ صَوْمًا كَانَ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ. صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَعُدُّوا ثَلَاثِينَ ثُمَّ أَفْطِرُوا».

کہ وہ اس روزے کے موافق آجائے جو تم میں سے کوئی پہلے رکھتا ہے۔ (اس کے چاند کو) دیکھ کر روزہ رکھو (اور اگلے ماہ کے چاند کو) دیکھ کر روزہ رکھنا چھوڑ دو۔ اگر (چاند دیکھنے میں) بادل وغیرہ حائل ہو جائیں تو اس کے دن تیس شمار کرو، پھر روزہ رکھنا چھوڑ دو۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ: أَخْبَرَنَا مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِنَحْوِ هٰذَا. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: كَرِهُوا أَنْ يَتَعَجَّلَ الرَّجُلُ بِصِيَامٍ قَبْلَ دُخُولِ شَهْرِ رَمَضَانَ لِمَعْنٰى رَمَضَانَ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يَصُومُ صَوْمًا فَوَافَقَ صِيَامُهُ ذٰلِكَ فَلَا بَأْسَ بِهِ عِنْدَهُمْ.

اس مسئلے میں بعض صحابہ سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: منصور بن مُعتمر کی سند سے بعض صحابۂ کرام نے نبی ﷺ سے مذکورہ بالا کی مانند روایت کیا ہے۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ وہ اس کو ناپسند کرتے ہیں کہ کوئی شخص ماہ رمضان کی آمد سے پہلے رمضان کی نیت سے روزہ رکھے، البتہ اگر کوئی شخص ایسا ہے جو کسی دن ہمیشہ روزہ رکھتا ہو اور رمضان سے پہلے دن کا روزہ اس کے موافق آجائے تو اس کا روزہ رکھنے میں ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں۔

٦٨٥- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَقَدَّمُوا شَهْرَ رَمَضَانَ بِصِيَامٍ قَبْلَهُ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمًا فَلْيَصُمْهُ».

[685] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ماہ رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھو الا یہ کہ کوئی ایسا ہو جو اس دن کا روزہ رکھتا ہو تو وہ رکھ لے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فوائد و مسائل: ① رمضان کی آمد سے ایک یا دو دن پہلے رمضان کے استقبال کے لیے روزہ رکھنا جائز نہیں، ہاں اگر اس سے پہلے کا دن اس کی عادت کے موافق آجائے، مثلاً وہ ہر سوموار یا جمعرات کو روزہ رکھتا ہو اور رمضان سے پہلا دن سوموار یا جمعرات ہو تو پھر وہ روزہ رکھ سکتا ہے کیونکہ روزہ رکھنے اور چھوڑنے کا شرعی اصول اور ضابطہ یہ ہے کہ ماہ رمضان کا چاند دیکھ کر روزوں کا آغاز کیا جائے اور شوال کا چاند دیکھ کر روزے رکھنے بند کر دیے جائیں۔ ② اگر بادل یا گرد و غبار وغیرہ سے چاند نظر نہ

٦٨٥- أخرجه مسلم، الصيام، باب: "لا تقدموا رمضان بصوم يوم ولا يومين"، ح: ١٠٨٢ من حديث وكيع به.

آ سکے تو وہ مہینہ تیس کا شمار کر لیا جائے، مثلاً شعبان کی انتیس تاریخ کو بادل یا گرد وغبار کے سبب چاند نظر نہ آیا تو شعبان کا مہینہ تیس کا خیال کرتے ہوئے اس کے بعد رمضان کا آغاز کیا جائے۔ اسی طرح اگر انتیس رمضان کو کسی سبب سے چاند نظر نہ آئے تو رمضان تیس دن کا شمار ہوگا، اس کے بعد عید ہوگی۔

(المعجم ٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ صَوْمِ يَوْمِ الشَّكِّ (التحفة ٣)

باب: 3۔ شک والے دن کا روزہ رکھنا جائز نہیں

٦٨٦۔ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ الْأَشَجُّ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ [الْمُلَائِيِّ]، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ فَأُتِيَ بِشَاةٍ مَصْلِيَّةٍ فَقَالَ: كُلُوا فَتَنَحَّى بَعْضُ الْقَوْمِ فَقَالَ: إِنِّي صَائِمٌ، فَقَالَ عَمَّارٌ: مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ [ﷺ].

[686] صلہ بن زفر بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے پاس تھے کہ ایک بھنی ہوئی بکری لائی گئی تو انھوں نے کہا: کھاؤ۔ لوگوں میں سے ایک آدمی الگ ہو گیا اور کہا: میں روزے سے ہوں، تو سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے شک والے دن روزہ رکھا، اس نے ابو القاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَنَسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَمَّارٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِّنَ التَّابِعِينَ. وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَمَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ: كَرِهُوا أَنْ يَّصُومَ الرَّجُلُ الْيَوْمَ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ، وَرَأٰى أَكْثَرُهُمْ إِنْ صَامَهُ وَكَانَ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ أَنْ يَّقْضِيَ يَوْمًا مَّكَانَهُ.

اس مسئلے میں سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا انس رضی اللہ عنہما سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور صحابہ اور تابعین میں سے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ سفیان ثوری، مالک بن انس، عبداللہ بن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ نے اس کو ناپسند کیا ہے کہ کوئی شک والے دن کا روزہ رکھے۔ ان میں سے اکثر کا یہ موقف ہے کہ اگر کسی نے اس دن کا روزہ رکھا اور یہ دن رمضان کا نکلا تو اس کی جگہ ایک دن کی قضا دے۔

فائدہ: [يَوْمَ الشَّكِّ] سے مراد تیس شعبان کا دن ہے کہ بادل وغیرہ کے باعث چاند نظر نہ آسکے، اس لیے یہ شک پیدا ہو

٦٨٦۔ أخرجه أبو داود، الصيام، باب كراهية صوم يوم الشك، ح: ٢٣٣٤ وابن ماجه، ح: ١٦٤٥ من حديث أبي خالد الأحمر به ورواه النسائي: ٤/ ١٥٣، ح: ٢١٩٠ عن أبي سعيد الأشج به، والحديث علقه البخاري، ح: ١٩٠٦ وصححه ابن خزيمة، ح: ١٩١٤ وابن حبان، ح: ٨٧٨ والدارقطني: ٢/ ١٥٧ والحافظ في تغليق التعليق: ٢/ ٤١ والحاكم على شرط الشيخين: ١/ ٤٢٤ ووافقه الذهبي * وفي الباب عن أبي هريرة [البزار (كشف): ١/ ٤٩٨، ح: ١٠٦٦ وسنده ضعيف جدًا]، وأنس [البيهقي: ٤/ ٢٠٩ وهو موقوف. فيه أحمد بن الحسن بن يزيد بن ماجه القزويني ولم أجد من وثقه].

گیا کہ شاید یہ رمضان کا دن ہو اور ہمیں چاند نظر نہ آیا ہو تو کوئی شخص رمضان کی نیت سے روزہ رکھ لے تو یہ ممنوع ہے، کیونکہ صحیح بات یہی ہے کہ شک والے دن روزہ فرض یا نفل کی حیثیت سے رکھنا جائز نہیں۔ اگر کسی نے اس دن روزہ رکھ لیا اور بعد میں اس کا رمضان کا دن ہونا ثابت ہو گیا تو پھر بھی اس کی جگہ روزہ رکھنا ہوگا کیونکہ جب روزہ رکھا تھا تو اس کے رمضان کا روزہ ہونے کا یقین نہ تھا۔

(المعجم ٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي إِحْصَاءِ هِلَالِ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ (التحفة ٤)

باب: 4۔ رمضان کی خاطر شعبان کے دن شمار کرنا

٦٨٧- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ حَجَّاجٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَحْصُوا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ».

[687] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رمضان کی خاطر شعبان کے دن شمار کرتے رہو۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ لَا نَعْرِفُهُ مِثْلَ هٰذَا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ. وَالصَّحِيحُ مَا رُوِيَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا تُقَدِّمُوا شَهْرَ رَمَضَانَ بِيَوْمٍ وَلَا يَوْمَيْنِ» وَهٰكَذَا رُوِيَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ [عَنِ النَّبِيِّ ﷺ] نَحْوَ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو اللَّيْثِيِّ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس سیاق اور ان الفاظ میں صرف ابو معاویہ بیان کرتا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ان الفاظ میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھو۔'' محمد بن عمرو لیثی کے ان الفاظ کی تائید یحییٰ بن ابی کثیر نے بھی کی ہے۔

(المعجم ٥) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الصَّوْمَ لِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ وَالْإِفْطَارَ لَهُ (التحفة ٥)

باب: 5۔ چاند دیکھ کر روزہ رکھا جائے اور چاند دیکھ کر چھوڑا جائے

٦٨٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ:

[688] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رمضان سے پہلے روزہ نہ رکھو۔ اس کا چاند

٦٨٧- أخرجه الدارقطني: ٢/ ١٦٣، ح: ٢١٥٤ من حديث الإمام مسلم، صاحب الصحيح به وصححه الحاكم على شرط مسلم: ١/ ٤٢٥ ووافقه الذهبي.

٦٨٨- أخرجه أبو داود، الصيام، باب من قال: فإن غمّ عليكم فصوموا ثلاثين، ح: ٢٣٢٧ من حديث سماك به وسنده ضعيف وللحديث شواهد صحيحة * وفي الباب عن أبي هريرة [البخاري، ح: ١٩٠٩ ومسلم، ح: ١٠٨١]، وأبي بكرة [البخاري، ح: ١٩١٢ ومسلم، ح: ١٠٨٩ بلفظ آخر]، وابن عمر [البخاري، ح: ١٩٠٦ ومسلم، ح: ١٠٨٠].

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَصُومُوا قَبْلَ رَمَضَانَ، صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ، فَإِنْ حَالَتْ دُونَهُ غَيَايَةٌ فَأَكْمِلُوا ثَلَاثِينَ يَوْمًا».

دیکھنے پر روزہ رکھو اور (اگلے ماہ کا) چاند دیکھ کر روزہ رکھنا چھوڑ دو۔ اگر اس کی رؤیت کے درمیان بادل حائل ہو جائیں تو تیس دن پورے کر لو۔''

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي بَكْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ، ابوبکرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور ان سے کئی سندوں سے مروی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مہینے کی تبدیلی کا دار و مدار چاند کی رؤیت پر ہے، اس کے وجود پر نہیں۔ محض علم ہیئت کے حسابات پر چاند کے افق پر ہونے یا نہ ہونے کے لحاظ سے مہینے کی تبدیلی ثابت نہیں ہو سکتی، اسی لیے نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر رؤیت کے درمیان بادل حائل ہو جائیں تو تیس دن پورے کر لو۔'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چاند آسمان کے افق پر موجود ہو لیکن بادل وغیرہ کی وجہ سے نظر نہ آئے تو اس صورت میں بھی تیس دن پورے کرنے ہوں گے۔ بہرحال شریعت نے ثبوت ہلال کا مدار رؤیت (دیکھنے) پر رکھا ہے، حسابات پر نہیں کیونکہ حسابات سے یہ پتا تو چل سکتا ہے کہ چاند افق پر ہے یا نہیں لیکن یہ پتا چلانا کہ وہ نظر بھی آئے گا، یہ قطعی اور یقینی نہیں۔

(المعجم ٦) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ (التحفة ٦)

باب: 6۔ مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے

٦٨٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ: أَخْبَرَنِي عِيسَى بْنُ دِينَارٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ بْنِ أَبِي ضِرَارٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: مَا صُمْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ تِسْعًا وَعِشْرِينَ أَكْثَرُ مِمَّا صُمْنَا ثَلَاثِينَ.

[689] سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ انتیس دنوں کے روزے تیس دنوں کے روزوں سے زیادہ دفعہ رکھے ہیں۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ

اس مسئلے میں سیدنا عمر، ابوہریرہ، سیدہ عائشہ، سیدنا سعد

٦٨٩ـ [حسن بالشواهد] أخرجه أبو داود، الصيام، باب الشهر يكون تسعًا وعشرين، ح: ٢٣٢٢ عن أحمد بن منيع به وصححه ابن خزيمة، ح: ١٩٢٢ * وفي الباب عن عمر [لعله يشير إلى حديث البخاري، ح: ١٩٥٤ ومسلم، ح: ١١٠٠]، وأبي هريرة [تقدم: ٦٨٤]، وعائشة [مسلم، ح: ١٠٨٣]، وسعد بن أبي وقاص [مسلم، ح: ١٠٨٦]، وابن عباس [مسلم، ح: ١٠٨٨]، وابن عمر [البخاري، ح: ١٩١٣ ومسلم، ح: ١٠٨٠]، وأنس [يأتي: ٦٩٠]، وجابر [مسلم، ح: ١٠٨٤]، وأم سلمة [البخاري، ح: ٥٢٠٢ ومسلم، ح: ١٠٨٥]، وأبي بكرة [يأتي: ٦٩٢].

وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَأَنَسٍ وَّجَابِرٍ وَّأُمِّ سَلَمَةَ وَأَبِي بَكْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «الشَّهْرُ يَكُونُ تِسْعًا وَّعِشْرِينَ».

بن ابی وقاص، ابن عباس، ابن عمر، انس، جابر، سیدہ ام سلمہ اور سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مہینہ انتیس دن کا (بھی) ہوتا ہے۔''

٦٩٠- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ قَالَ: آلَى رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ نِّسَائِهِ شَهْرًا فَأَقَامَ فِي مَشْرُبَةٍ تِسْعًا وَّعِشْرِينَ يَوْمًا، قَالُوا: يَارَسُولَ اللهِ: إِنَّكَ آلَيْتَ شَهْرًا فَقَالَ: «الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُونَ».

[690] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں سے ایک ماہ کا ایلاء کیا تو اپنے بالا خانے میں انتیس دن ٹھہرے۔ لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ نے تو ایک ماہ کا ایلاء کیا تھا؟ آپ نے فرمایا: ''مہینہ انتیس دن کا ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں نو رمضان آئے ہیں، ان میں بقول ابن حجر مکی دو رمضان تیس دن کے تھے اور بقول امام نووی چار ماہ مسلسل انتیس دن کے ہو سکتے ہیں، اس سے زائد نہیں۔ (تحفة الأحوذي: 34/2) ''اِیلاء'' کے معنی قسم کھانا ہیں۔ نبی ﷺ نے یہ قسم کھائی تھی کہ ایک مہینے تک بیویوں کے پاس نہیں جاؤں گا، اس لیے آپ ایک ماہ تک اپنے بالا خانے میں رہے۔ چونکہ یہ مہینہ انتیس دن کا تھا، اس لیے اگلے دن آپ بیویوں کے ہاں چلے گئے۔ عموماً مکمل مہینہ تیس دن کا سمجھا جاتا ہے، اس لیے ازواج مطہرات اور دوسرے لوگوں کے دلوں میں شبہ پیدا ہوا کہ ابھی مہینہ مکمل نہیں ہوا، تو آپ نے وضاحت فرما دی کہ مہینہ انتیس دن کا بھی ہو تو شرعی حکم میں وہ مکمل ہی سمجھا جائے گا، اس لیے کہ مدار رؤیت پر ہے۔

(المعجم ۷) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّوْمِ بِالشَّهَادَةِ (التحفة ۷)

باب: 7- (چاند دیکھنے کی) شہادت پر روزہ رکھنا

٦٩١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ أَبِي ثَوْرٍ عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ الْهِلَالَ، فَقَالَ:

[691] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی ﷺ کے پاس ایک دیہاتی (بدو) آیا اور کہنے لگا: میں نے چاند دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تو شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں؟ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد (ﷺ) اللہ

٦٩٠- أخرجه البخاري، الصوم، باب قول النبي ﷺ: "إذا رأيتم الهلال فصوموا، وإذا رأيتموه فأفطروا"، ح: ١٩١١ من حديث حميد الطويل به.

٦٩١- [ضعيف] أخرجه أبو داود، الصيام، باب: في شهادة الواحد على رؤية هلال رمضان، ح: ٢٣٤٠ وابن ماجه، ح: ١٦٥٢ والنسائي: ٤/ ١٣١، ١٣٢، ح: ٢١١٤، ٢١١٥ من حديث سماك به وصححه ابن خزيمة، ح: ١٩٢٣، ١٩٢٤ وابن حبان (الإحسان): ٣٤٣٧ والحاكم: ١/ ٤٢٤. * رواية سماك عن عكرمة ضعيفة.

«أَتَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «يَا بِلَالُ! أَذِّنْ فِي النَّاسِ أَنْ يَّصُومُوا غَدًا».

کے رسول ہیں؟'' اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''اے بلال! لوگوں میں اعلان کر دو کہ وہ کل روزہ رکھیں۔''

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ سِمَاكٍ نَّحْوَهُ [بِهٰذَا الإِسْنَادِ]. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيهِ اخْتِلَافٌ. وَرَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَغَيْرُهُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلًا وَأَكْثَرُ أَصْحَابِ سِمَاكٍ رَوَوْا عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلًا. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ، قَالُوا: تُقْبَلُ شَهَادَةُ رَجُلٍ وَّاحِدٍ فِي الصِّيَامِ. وَبِهِ يَقُولُ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ [وَأَهْلُ الْكُوفَةِ]. وَقَالَ إِسْحَاقُ: لَا يُصَامُ إِلَّا بِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ وَلَمْ يَخْتَلِفْ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْإِفْطَارِ أَنَّهُ لَا يُقْبَلُ فِيهِ إِلَّا شَهَادَةُ رَجُلَيْنِ.

ابوکریب کی سند سے مذکورہ بالا کی مانند مروی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے بارے میں اختلاف ہے۔ سفیان ثوری وغیرہ اسے سماک کے واسطے سے مرسل ہی بیان کرتے ہیں۔ (عکرمہ اور نبی ﷺ کے درمیان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا واسطہ چھوڑ دیتے ہیں۔) اور سماک سے ان کے اکثر شاگردوں نے مرسل ہی بیان کیا ہے۔ اکثر اہل علم کا عمل اسی حدیث پر ہے کہ روزہ رکھنے کے لیے ایک آدمی کی گواہی کافی ہے۔ ابن مبارک، شافعی، احمد رحمہ اللہ اور اہل کوفہ کا قول یہی ہے۔ اسحاق کہتے ہیں کہ روزہ رکھنے کے لیے دو آدمیوں کی گواہی ضروری ہے۔ لیکن افطار، یعنی عید کرنے کے بارے میں اہل علم میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس کے لیے دو آدمیوں کی شہادت ہی قبول ہوگی۔

فائدہ: یہ حدیث ضعیف ہے، تاہم سنن ابوداود (2342) میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی صحیح حدیث ہے کہ انھوں نے چاند دیکھا تو اس شہادت پر رسول اکرم ﷺ نے روزہ رکھنے کا حکم دیا، اس لیے جمہور علماء کے نزدیک روزہ رکھنے کے لیے ایک قابل اعتماد اور ثقہ مسلمان کی گواہی کافی ہے۔ یہی موقف صحیح ہے۔ افطار کے لیے سب کے نزدیک دو آدمیوں کی گواہی معتبر ہوگی۔ لیکن احناف کے نزدیک یہ اس صورت میں ہے جب مطلع صاف نہ ہو، اس پر بادل، گرد وغبار یا دھواں وغیرہ چھایا ہوا ہو جو چاند کو چھپا دے۔ اگر مطلع صاف ہو تو پھر روزہ اور عید دونوں کے لیے جم غفیر، یعنی بہت بڑی جماعت کی گواہی ضروری ہے۔ لیکن یہ فرق وامتیاز احادیث سے ثابت نہیں ہوتا۔

(المعجم ٨) بَابُ مَا جَاءَ شَهْرَا عِيدٍ لَّا يَنْقُصَانِ (التحفة ٨)

باب: 8۔ عید کے دونوں مہینے کم نہیں ہوتے

٦٩٢- حَدَّثَنَا [أَبُو سَلَمَةَ] يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ الْبَصْرِيُّ:

[692] سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ

٦٩٢- أخرجه مسلم، الصيام، باب بيان معنى قوله ﷺ: "شهرا عيد لا ينقصان"، ح: ١٠٨٩ والبخاري، الصوم، باب شهرا عيد لا ينقصان، ح: ١٩١٢ من حديث خالد الحذاء به.

حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «شَهْرَا عِيدٍ لَّا يَنْقُصَانِ: رَمَضَانُ وَذُو الْحِجَّةِ».

نے فرمایا: ''عید کے دونوں مہینے، رمضان اور ذوالحجہ گھٹتے نہیں'' (تیس سے کم نہیں ہوتے۔)

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي بَكْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلًا. قَالَ أَحْمَدُ: مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيثِ «شَهْرَا عِيدٍ لَّا يَنْقُصَانِ» يَقُولُ: لَا يَنْقُصَانِ مَعًا فِي سَنَةٍ وَّاحِدَةٍ شَهْرُ رَمَضَانَ وَذُو الْحِجَّةِ إِنْ نَّقَصَ أَحَدُهُمَا تَمَّ الْآخَرُ. وَقَالَ إِسْحَاقُ: مَعْنَاهُ لَا يَنْقُصَانِ، يَقُولُ وَإِنْ كَانَ تِسْعًا وَّعِشْرِينَ فَهُوَ تَمَامٌ غَيْرُ نُقْصَانٍ. وَعَلٰى مَذْهَبِ إِسْحَاقَ يَكُونُ يَنْقُصُ الشَّهْرَانِ مَعًا فِي سَنَةٍ وَّاحِدَةٍ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اور یہ حدیث عبدالرحمن بن ابی بکرہ، نبی ﷺ سے مرسل طور پر بھی بیان کرتے ہیں۔ (اپنے باپ کا واسطہ چھوڑ کر براہ راست نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔) امام احمد فرماتے ہیں: (عید کے دو مہینے کم نہیں ہوتے) اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ عید کے دونوں مہینے رمضان اور ذوالحجہ، ایک سال میں انتیس کے نہیں ہوتے، اگر ایک انتیس کا ہوگا تو دوسرا تیس کا۔ اور امام اسحاق کہتے ہیں: [لَا يَنْقُصَانِ] کے معنی یہ ہیں کہ اگر وہ انتیس کے بھی ہوں تو مکمل ہیں، ناقص نہیں۔ امام اسحاق کے موقف کے مطابق ایک سال میں دونوں مہینے ناقص، یعنی انتیس کے ہو سکتے ہیں۔

فائدہ: علمائے کرام نے اس حدیث کے مختلف معانی بیان کیے ہیں جن میں بعض تو مشاہدے کے خلاف اور عقلاً باطل ہیں، مثلاً یہ معنی کہ دونوں مہینے کبھی انتیس کے نہیں ہوتے، ہمیشہ تیس کے ہوتے ہیں یا امام احمد کے یہ معنی کہ ایک سال میں رمضان اور ذوالحجہ دونوں انتیس کے نہیں ہو سکتے، اگر ایک انتیس کا ہوگا تو دوسرا تیس کا ہوگا، اس لیے صحیح معنی یہ ہیں کہ اگر یہ دونوں مہینے دنوں کی تعداد کے اعتبار سے انتیس کے بھی ہوں تو اجر و ثواب میں برابر ہوں گے، تیس سے اجر میں کم نہیں ہوں گے یا انتیس کے مہینے کا حکم بھی تیس والا ہوگا۔ حکم کے اعتبار سے وہ مہینہ مکمل ہوگا، ناقص شمار نہیں ہوگا جیسا کہ آپ ﷺ نے اِیلاء کے موقع پر انتیس کا مہینہ مکمل ہی شمار کیا تھا اور اسی پر اِیلاء ختم کر دیا تھا۔

(المعجم ٩) بَابُ مَا جَاءَ لِكُلِّ أَهْلِ بَلَدٍ رُؤْيَتُهُمْ (التحفة ٩)

باب: 9۔ ہر علاقے والوں کے لیے ان کی اپنی رؤیت کا اعتبار ہے

٦٩٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ [بْنُ] أَبِي حَرْمَلَةَ: أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ

[693] کریب بیان کرتے ہیں کہ سیدہ ام الفضل بنت حارث نے انھیں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس شام بھیجا۔ میں

٦٩٣- أخرجه مسلم، الصيام، باب بيان أن لكل بلد رؤيتهم، ح: ١٠٨٧ عن علي بن حجر به.

أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ بِنْتَ الْحَارِثِ بَعَثَتْهُ إِلٰى مُعَاوِيَةَ بِالشَّامِ، قَالَ: فَقَدِمْتُ الشَّامَ فَقَضَيْتُ حَاجَتَهَا وَاسْتُهِلَّ عَلَيَّ هِلَالُ رَمَضَانَ وَأَنَا بِالشَّامِ فَرَأَيْنَا الْهِلَالَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، ثُمَّ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فِي آخِرِ الشَّهْرِ فَسَأَلَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ ثُمَّ ذَكَرَ الْهِلَالَ فَقَالَ: مَتٰى رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ؟ فَقُلْتُ: رَأَيْنَاهُ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، فَقَالَ: [أ]أَنْتَ رَأَيْتَهُ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ؟ فَقُلْتُ: رَآهُ النَّاسُ فَصَامُوا وَصَامَ مُعَاوِيَةُ، فَقَالَ: لٰكِنْ رَأَيْنَاهُ لَيْلَةَ السَّبْتِ فَلَا نَزَالُ نَصُومُ حَتّٰى نُكْمِلَ ثَلَاثِينَ يَوْمًا أَوْ نَرَاهُ، فَقُلْتُ: أَلَا تَكْتَفِي بِرُؤْيَةِ مُعَاوِيَةَ وَصِيَامِهِ؟ قَالَ: لَا، هٰكَذَا أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ.

شام آیا اور ان کا کام پورا کیا اور رمضان کا چاند مجھ پر شام ہی میں طلوع ہو گیا۔ ہم نے چاند جمعے کی رات دیکھا، پھر میں مہینے کے آخر میں مدینے آ گیا تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (شام کا حال) پوچھا اور پھر چاند کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ پوچھا کہ تم نے چاند کب دیکھا تھا؟ میں نے کہا: ہم نے اسے جمعے کی رات دیکھا تھا۔ انھوں نے کہا: کیا تو نے خود اسے جمعے کی رات دیکھا تھا؟ میں نے کہا: لوگوں نے دیکھا اور روزہ رکھا اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی روزہ رکھا۔ انھوں نے کہا: لیکن ہم نے تو اسے ہفتے کی رات دیکھا تھا، اس لیے ہم مسلسل روزے رکھتے رہیں گے حتی کہ ہم مکمل تیس کر لیں یا (انتیس کو) چاند دیکھ لیں۔ میں نے کہا: کیا آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کی رؤیت اور روزے کو کافی نہیں سمجھتے؟ انھوں نے کہا: نہیں، ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایسے ہی حکم دیا ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ لِكُلِّ أَهْلِ بَلَدٍ رُؤْيَتَهُمْ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ اور اہل علم کا عمل اسی حدیث پر ہے کہ ہر علاقے والوں کے لیے ان کی اپنی رؤیت معتبر ہے۔

فوائد و مسائل: ① امام ترمذی کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ چاند کی رؤیت، ہر علاقے یا شہر والوں کے لیے الگ الگ ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں، لیکن اس مسئلے میں اختلاف موجود ہے، اس کے بارے میں تین قول ہیں: ○ ہر علاقے یا شہر والوں کے لیے اپنی اپنی رؤیت معتبر ہے۔ عکرمہ، قاسم، سالم اور اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔ (المغني: 328/4) ○ ایک علاقے کی رؤیت تمام علاقوں کے لیے معتبر ہے۔ حنابلہ، مالکیہ، لیث اور بعض شوافع کا یہی موقف ہے۔ (معارف السنن: 351/5) ○ قریبی علاقوں کے لیے معتبر ہے، دور کے علاقوں کے لیے معتبر نہیں، اکثر شوافع نے اس کو اختیار کیا ہے۔ (المجموع: 273/6) اور بعض حنفی مشائخ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ ② صحیح بات یہی ہے کہ اختلاف مطالع کا لحاظ رکھا جائے گا، اس لیے دور کے علاقوں کی رؤیت معتبر نہیں ہو گی، کیونکہ بعض علاقوں میں دو دن کا فرق ہوتا ہے، ایک جگہ ابھی اٹھائیس دن ہوتے ہیں تو دوسری جگہ تیس۔ نبی ﷺ نے چاند دیکھنے کے بعد روزہ رکھنے یا چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔ جب ٹیلیفون، ریڈیو اور ٹی وی وغیرہ نہیں تھے، اس وقت اطلاع بھی تمام علاقے والوں کو نہیں ہو سکتی تھی، قریبی علاقوں تک ہی اطلاع یا خبر پہنچ سکتی تھی اور شریعت اسلامیہ میں قدرتی نظام ہی معتبر ہے، مصنوعی نظام معتبر نہیں۔

(المعجم ١٠) بَابُ مَا جَاءَ مَا يُسْتَحَبُّ عَلَيْهِ الْإِفْطَارُ (التحفة ١٠)

باب:10۔کس چیز سے روزہ کھولنا بہتر ہے؟

٦٩٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ ابْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ وَجَدَ تَمْرًا فَلْيُفْطِرْ عَلَيْهِ وَمَنْ لَّا فَلْيُفْطِرْ عَلٰى مَاءٍ فَإِنَّ الْمَاءَ طَهُورٌ».

[694] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جسے کھجوریں میسر ہوں اسے چاہیے کہ ان سے روزہ کھولے اور جسے دستیاب نہ ہوں وہ پانی سے روزہ کھول لے، بلاشبہ پانی پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَنَسٍ لَّا نَعْلَمُ أَحَدًا رَّوَاهُ عَنْ شُعْبَةَ مِثْلَ هٰذَا غَيْرَ سَعِيدِ بْنِ عَامِرٍ. وَهُوَ حَدِيثٌ غَيْرُ مَحْفُوظٍ وَّلَا نَعْلَمُ لَهُ أَصْلًا مِّنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْعَزِيزِ ابْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ. وَقَدْ رَوٰى أَصْحَابُ شُعْبَةَ هٰذَا الْحَدِيثَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ حَفْصَةَ ابْنَةِ سِيرِينَ، عَنِ الرَّبَابِ، عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ سَعِيدِ بْنِ عَامِرٍ. وَهٰكَذَا رَوَوْا عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ حَفْصَةَ ابْنَةِ سِيرِينَ، عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ شُعْبَةُ: عَنِ الرَّبَابِ. وَالصَّحِيحُ مَا رَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنِ الرَّبَابِ، عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ. وَابْنُ عَوْنٍ يَقُولُ: عَنْ أُمِّ الرَّائِحِ بِنْتِ صُلَيْعٍ، عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ. وَالرَّبَابُ هِيَ أُمُّ الرَّائِحِ.

اس مسئلے میں سیدنا سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے علم میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت ان الفاظ میں شعبہ سے سعید بن عامر کے سوا کسی نے بیان نہیں کی اور یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔ ہمارے علم میں، عبدالعزیز بن صہیب کی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے بیان کرنے کی کوئی بنیاد نہیں۔ اور شعبہ کے شاگرد یہ حدیث عاصم احول کی سند سے سیدنا سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں اور سعید بن عامر کی حدیث سے یہ زیادہ صحیح ہے۔ شعبہ کے شاگردوں نے عاصم کی اس حدیث میں حفصہ بنت سیرین اور سیدنا سلمان بن عامر کے درمیان رَباب کا واسطہ بیان نہیں کیا۔ صحیح روایت سفیان ثوری، ابن عیینہ اور دوسرے راویوں کی ہے جو درمیان میں رباب کا واسطہ بیان کرتے ہیں۔ اور ابن عون نے ام الرائح بنت صُلَیع کہا ہے اور رباب ہی کی کنیت ام الرائح ہے۔

٦٩٤۔ [ضعيف والصحيح من فعله ﷺ كما في أبي داود، ح: ٢٣٥٦] أخرجه النسائي في الكبرى، ح: ٣٣١٧ عن محمد بن عمر بن علي به وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٠٦٦ والحاكم: ١/ ٤٣١ على شرط الشيخين ووافقه الذهبي* وفي الباب عن سلمان ابن عامر [يأتي: ٦٩٥].

٦٩٥- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ؛ ح: وَحَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ: [وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ]، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنِ الرَّبَابِ، عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلَى تَمْرٍ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيُفْطِرْ عَلَى مَاءٍ فَإِنَّهُ طَهُورٌ».

[695] سیدنا سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ، نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرے تو کھجوروں سے افطار کرے، اگر یہ نہ ملیں تو پانی سے کھول لے کیونکہ وہ پاکیزگی کا باعث ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٦٩٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُفْطِرُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَى رُطَبَاتٍ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَتُمَيْرَاتٌ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تُمَيْرَاتٌ حَسَا حَسَوَاتٍ مِّنْ مَاءٍ.

[696] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے سے پہلے تازہ کھجوروں سے روزہ کھولا کرتے تھے، اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو چند خشک کھجوروں سے کھول لیتے اور اگر چند خشک کھجوریں بھی نہ ہوتیں تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. [قَالَ أَبُو عِيسَى: وَرُوِيَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُفْطِرُ فِي الشِّتَاءِ عَلَى تَمَرَاتٍ، وَفِي الصَّيْفِ عَلَى الْمَاءِ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سردیوں میں روزہ کھجوروں سے اور گرمیوں میں پانی سے افطار کیا کرتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① بعض حضرات کا خیال ہے کہ معدہ خالی ہو تو انسانی مزاج میٹھی چیز بہتر طور پر قبول کرتا ہے اور اس سے اس کے قویٰ، خاص طور پر بصارت کو فائدہ پہنچتا ہے اور مدینے والوں کی تو غذا ہی کھجوریں تھیں لیکن اگر اس علت و حکمت کو مان لیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ کسی بھی میٹھی چیز سے روزہ افطار کیا جا سکتا ہے، حالانکہ نبی ﷺ نے کھجور کی تخصیص کی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ روزے سے جگر میں خشکی پیدا ہو جاتی ہے، خاص کر گرمیوں میں، جب پانی کی رطوبت سے وہ تر ہو جاتا ہے تو بعد میں کھانا زیادہ مفید ہوتا ہے، اسی طرح تازہ کھجور میں بھی رطوبت ہوتی ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ آپ کی سنت کو اپناتے ہوئے تازہ کھجوروں سے روزہ افطار کرنا چاہیے، یہ نہ ہوں تو خشک کھجوریں حاصل کی جا سکتی ہیں ورنہ پانی تو ہر حالت میں دستیاب ہوتا

٦٩٥- [ضعيف] انظر الحديث السابق.

٦٩٦- أخرجه أبو داود، ح: ٢٣٥٦ من حديث عبدالرزاق به وصححه الدارقطني: ٢/ ١٨٥ والحاكم على شرط مسلم: ١/ ٤٢٢ ووافقه الذهبي.

ہی ہے۔ ② گرمیوں اور سردیوں کے فرق والی جس روایت کی طرف امام ترمذی رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے کوشش کے باوجود ہمیں اس کی سند نہیں ملی۔

(المعجم ١١) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ [الصَّوْمَ يَوْمَ تَصُومُونَ وَ] الْفِطْرَ يَوْمَ تُفْطِرُونَ وَالْأَضْحٰى يَوْمَ تُضَحُّونَ (التحفة ١١)

باب:11۔ روزہ اسی دن کا ہے جس میں تم سب روزہ رکھو اور چھوڑنا اسی دن ہے جب تم سب چھوڑ دو اور قربانی کا دن وہی ہے جس میں تم سب قربانی کرو

٦٩٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ [الْأَخْنَسِيِّ]، عَنْ [سَعِيدٍ] الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «الصَّوْمُ يَوْمَ تَصُومُونَ، وَالْفِطْرُ يَوْمَ تُفْطِرُونَ، وَالْأَضْحٰى يَوْمَ تُضَحُّونَ».

[697] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ”روزہ اسی دن کا ہے جس دن تم سب روزہ رکھو اور اس کا چھوڑنا اسی دن ہے جب تم سب چھوڑ دو اور قربانی اسی دن ہے جس دن تم سب قربانی کرو۔“

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ حَسَنٌ وَفَسَّرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ هٰذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ: إِنَّمَا مَعْنٰى هٰذَا، أَنَّ الصَّوْمَ وَالْفِطْرَ مَعَ الْجَمَاعَةِ وَعِظَمِ النَّاسِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے اور بعض اہل علم نے اس حدیث کی تفسیر یہ کی ہے کہ روزہ اور افطار جماعت اور لوگوں کی اکثریت کے ساتھ ہو۔

فائدہ: اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ قومی وملی عبادات میں اتحاد و یگانگت کو برقرار رکھنا چاہیے اور اجتماعیت کو پارہ پارہ نہیں کرنا چاہیے۔ اگر سب لوگ کسی اجتہادی غلطی کا شکار ہو جائیں، مثلاً چاند انتیس کو نہ دیکھ سکیں اور مہینہ تیس کا کر لیں، حالانکہ مہینہ حقیقتاً انتیس کا ہو تو اس صورت میں وہ گناہ گار نہیں ہوں گے اور انھیں برا بھلا نہیں کہا جائے گا، اسی طرح اجتہادی غلطی سے اجتماعی طور پر عید الاضحیٰ میں ایک دن کا آگا پیچھا ہو جائے یا عرفہ میں آگا پیچھا ہو جائے تو اجتماعی غلطی کے سبب حج اور قربانی پر اثر نہیں پڑے گا۔ (تحفة الأحوذي: 37/2)

(المعجم ١٢) بَابُ مَا جَاءَ إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ وَأَدْبَرَ النَّهَارُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ (التحفة ١٢)

باب:12۔ جب رات آ گئی اور دن ختم ہو گیا تو روزے دار کے لیے افطار کا وقت ہو گیا

٦٩٧- أخرجه البيهقي: ٤/ ٢٥٢ من حديث عبدالله بن جعفر الزهري به وهو في شرح السنة للبغوي: ٦/ ٢٤٧، ٢٤٨، ح: ١٧٢٦ من حديث الترمذي به وللحديث شواهد عند أبي داود، ح: ٢٣٢٤ وابن ماجه، ح: ١٦٦٠ وغيرهما.

٦٩٨- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ [بْنُ سُلَيْمَانَ] عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ وَأَدْبَرَ النَّهَارُ وَغَابَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرْتَ».

[698] سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب (مشرق سے) رات چھا جائے اور (مغرب میں) دن چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو تم روزہ کھول دو۔'' (کیونکہ روزہ کھولنے کا وقت ہو گیا ہے۔)

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى وَأَبِي سَعِيدٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں ابن ابی اوفی اور ابوسعید رضی اللہ عنہما سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: [إقبال الليل] ''رات کی آمد'' [إدبار النهار] ''دن کا چلے جانا'' اور غروب شمس تینوں امور باہمی طور پر لازم وملزوم ہیں اور اصل مقصد سورج کا یقینی طور پر ڈوب جانا ہے، لہٰذا جب سورج غروب ہو جائے تو پھر مزید انتظار کیے بغیر روزہ افطار کر دینا چاہیے اور جب تک سورج ڈوبنے کے بارے میں پختہ یقین اور اطمینان نہ ہو، روزہ افطار نہیں کرنا چاہیے۔ جلد بازی اور تاخیر دونوں عمل درست نہیں، دارومدار سورج غروب ہونے پر ہے۔

(المعجم ١٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَعْجِيلِ الْإِفْطَارِ (التحفة ١٢)

باب: 13۔ روزہ کھولنے میں جلدی کرنا

٦٩٩- حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ؛ ح [قَالَ]: وَأَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ قِرَاءَةً عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ».

[699] سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگ اس وقت تک اچھے حال میں رہیں گے جب تک روزہ کھولنے میں جلدی کرتے رہیں گے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةَ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَهُوَ الَّذِي

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ، ابن عباس، سیدہ عائشہ اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح

٦٩٨- أخرجه البخاري، الصوم، باب: متى يحل فطر الصائم؟، ح: ١٩٥٤ ومسلم، الصيام، باب بيان وقت انقضاء الصوم وخروج النهار، ح: ١١٠٠ من حديث هشام بن عروة به * وفي الباب عن ابن أبي أوفى [البخاري، ح: ١٩٤١ ومسلم، ح: ١١٠١]، وأبي سعيد [البخاري قبل، ح: ١٩٥٤ تعليقًا].

٦٩٩- أخرجه البخاري، الصوم، باب تعجيل الإفطار، ح: ١٩٥٧ من حديث مالك ومسلم، الصيام، باب فضل السحور وتأكيد استحبابه . . . إلخ، ح: ١٠٩٨ من حديث أبي حازم به * وفي الباب عن أبي هريرة [يأتي: ٧٠٠]، وابن عباس [تقدم في تخريج حديث: ٢٥٢]، وعائشة [يأتي: ٧٠٢]، وأنس بن مالك [الحاكم في المستدرك: ١/ ٤٣٢].

اخْتَارَهُ أَهْلُ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ اسْتَحَبُّوا تَعْجِيلَ الْفِطْرِ. وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ.

ہے، صحابۂ کرام ؓ اور دوسرے اہل علم نے اس بات کو پسند کیا ہے کہ افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے، امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: سیدنا ابو درداء ؓ سے مروی ہے کہ تین چیزیں نبیوں کا دستور اور طریقہ رہی ہیں: افطاری میں جلدی کرنا، سحری میں تاخیر کرنا اور نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا۔'' (صحيح الجامع الصغير، حديث: 3038) اس کا سبب اور راز یہ ہے کہ افطار میں جلدی کرنا اور سحری میں تاخیر کرنا شریعت کا حکم اور اللہ کو محبوب ہے اور اس میں عام مسلمانوں کے لیے سہولت اور آسانی بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت وکرم کا ذریعہ ہے۔ جب تک امت شریعت کی پابند رہے گی، سنت کا اتباع کرے گی اور یہود و نصاریٰ کے طرز عمل سے دور رہے گی، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی مستحق رہے گی جس کی بنا پر اس کے حالات اچھے رہیں گے۔ اس کے برعکس افطار میں تاخیر اور سحری میں جلدی اللہ کے بندوں کے لیے مشقت کا باعث اور ایک طرح کی بدعت ہے۔ روزے کے وقت کو اپنے طور پر لمبا کرنا یہود ونصاریٰ کے طرزِ عمل کو اپنانا ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے: [لِأَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى يُؤَخِّرُونَ] (سنن أبي داود، الصيام، حديث: 2353) ''کیونکہ یہود ونصاریٰ افطار میں تاخیر کرتے ہیں۔'' جو اللہ کی رحمت اور خوشنودی کی بجائے ناراضی کا باعث ہے، جس سے امت اللہ کی رحمت سے محروم ہوگی اور اس کے حالات بگڑیں گے، اس لیے جب سورج غروب ہو جائے، روزہ اسی وقت افطار کر دینا چاہیے۔ غروب آفتاب کے بعد تاخیر کرنا درست نہیں۔ اور سحری اس وقت کھانی چاہیے جب صبح صادق کا وقت قریب ہو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا معمول اور دستور یہی تھا اور بقول امام نووی رحمہ اللہ روزہ کھولنے میں جلدی کرنے اور سحری کھانے میں تاخیر کرنے کے پسندیدہ ہونے پر امت اور ائمہ کا اتفاق ہے۔

٧٠٠- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ قُرَّةَ [بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ]، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: أَحَبُّ عِبَادِي إِلَيَّ أَعْجَلُهُمْ فِطْرًا».

[700] سیدنا ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اپنے بندوں میں سے مجھے وہ بندہ زیادہ پسند ہے جو (روزہ) افطار کرنے میں جلدی کرتا ہے۔''

٧٠١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ وَأَبُو الْمُغِيرَةِ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

[701] عبد اللہ بن عبد الرحمن کی سند سے مذکورہ بالا کی مانند مروی ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب

٧٠٠- [ضعيف] أخرجه أحمد: ٢/ ٣٣٧، ٣٣٨، ح: ٧٢٤٠ عن الوليد بن مسلم به وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٠٦٢ وابن حبان (الإحسان): ٣٤٩٩ قرة بن عبد الرحمن ضعيف الحديث.

٧٠١- [ضعيف] انظر الحديث السابق.

ہے۔

٧٠٢- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَمَسْرُوقٌ عَلَى عَائِشَةَ فَقُلْنَا: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ! رَجُلَانِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ أَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْإِفْطَارَ وَيُعَجِّلُ الصَّلَاةَ، وَالْآخَرُ يُؤَخِّرُ الْإِفْطَارَ وَيُؤَخِّرُ الصَّلَاةَ. قَالَتْ: أَيُّهُمَا يُعَجِّلُ الْإِفْطَارَ وَيُعَجِّلُ الصَّلَاةَ؟ قُلْنَا: عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ، قَالَتْ: هٰكَذَا صَنَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ. وَالْآخَرُ أَبُو مُوسٰى.

[702] ابوعطیہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور مسروق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے کہا: اے مومنوں کی ماں! محمد ﷺ کے صحابہ میں سے دو آدمی ہیں، ان میں سے ایک روزہ کھولنے میں جلدی کرتا ہے اور نماز (مغرب) بھی جلدی پڑھ لیتا ہے اور دوسرا روزہ کھولنے میں تاخیر کرتا ہے اور نماز میں بھی۔ انھوں نے پوچھا: ان میں سے کون روزہ کھولنے میں جلدی کرتا ہے اور نماز میں جلدی کرتا ہے؟ ہم نے کہا: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا معمول یہی تھا۔ اور دوسرے صحابی ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَبُو عَطِيَّةَ اسْمُهُ مَالِكُ بْنُ أَبِي عَامِرٍ الْهَمْدَانِيُّ وَيُقَالُ: مَالِكُ بْنُ عَامِرٍ الْهَمْدَانِيُّ وَهُوَ أَصَحُّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابوعطیہ کا نام مالک بن ابی عامر ہمدانی ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ مالک بن عامر ہمدانی ہیں۔

فائدہ: ہوسکتا ہے سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے معمولی تاخیر سے افطار کرتے ہوں اور اس کی کوئی معقول وجہ ان کے نزدیک ضرور ہوگی، ورنہ حدیث کے قریب تو وہی مسلک ہے جس کے عامل سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔

(المعجم ١٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَأْخِيرِ السُّحُورِ (التحفة ١٤)

باب: 14۔ سحری میں تاخیر کرنے کا بیان

٧٠٣- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى: [حَدَّثَنَا] أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ [بْنِ مَالِكٍ]، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: تَسَحَّرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ثُمَّ قُمْنَا إِلَى الصَّلَاةِ قَالَ: قُلْتُ: كَمْ كَانَ قَدْرُ ذَاكَ؟ قَالَ: قَدْرُ خَمْسِينَ آيَةً.

[703] سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سحری کھائی، پھر ہم (جلدی) نماز کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: (سحری کھانے اور نماز کے لیے کھڑے ہونے کے درمیان) کتنا وقفہ تھا؟ انھوں نے کہا: پچاس آیات (کی تلاوت) کے بقدر۔

٧٠٢ـ أخرجه مسلم، الصيام، باب فضل السحور وتأكيد استحبابه . . . إلخ، ح: ١٠٩٩ من حديث أبي معاوية الضرير به.

٧٠٣ـ أخرجه البخاري، الصوم، باب قدر كم بين السحور وصلاة الفجر؟ ح: ١٩٢١ ومسلم، الصيام، باب فضل السحور وتأكيد استحبابه . . . إلخ، ح: ١٠٩٧ من حديث هشام الدستوائي به.

فائدہ: صحت مخارج اور قواعد قراءت کے لحاظ سے پچاس آیات کی آہستہ آہستہ قراءت پر دس، پندرہ منٹ کا وقت صرف ہوتا ہے، اس بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سحری اور اذان فجر کے درمیان صرف دس یا پندرہ منٹ کا وقفہ ہوتا تھا۔ بخاری شریف کی روایت میں بھی اس کی صراحت ہے۔ (صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، حديث: 585، وكتاب الصوم، حديث: 1921)

٧٠٤- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ بِنَحْوِهِ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: قَدْرُ قِرَاءَةِ خَمْسِينَ آيَةً.

[704] ہناد کی سند سے مروی روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا: پچاس آیات کی قراءت کے بقدر۔ (قراءت کا لفظ موجود ہے)

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ حُذَيْفَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ اسْتَحَبُّوا تَأْخِيرَ السُّحُورِ.

اس مسئلے میں سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہ اللہ کا قول یہی ہے کہ سحری تاخیر سے کھانا مستحب ہے۔

فائدہ: اس روایت سے واضح ہے کہ سحری سے فارغ ہونے اور نماز میں داخل ہونے کا درمیانی وقفہ پچاس آیات کی تلاوت کے بقدر ہوتا تھا، کیونکہ بظاہر سوال نماز کے لیے کھڑے ہونے اور سحری کھانے کے درمیانی وقفے کے بارے میں ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس پر باب قائم کیا ہے: بَابُ قَدْرِكَمْ بَيْنَ السَّحُورِ وَصَلَاةِ الْفَجْرِ (فتح الباري: 4/177)

(المعجم ١٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي بَيَانِ الْفَجْرِ (التحفة ١٥)

باب: 15۔ فجر کا بیان (اس کی تحقیق)

٧٠٥- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا مُلَازِمُ بْنُ عَمْرٍو: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ النُّعْمَانِ عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ: حَدَّثَنِي أَبِي طَلْقُ بْنُ عَلِيٍّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا يَهِيدَنَّكُمُ السَّاطِعُ الْمُصْعِدُ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَعْتَرِضَ لَكُمُ الْأَحْمَرُ».

[705] سیدنا طلق بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کھاتے پیتے رہو، تمھیں چمکتی چمکتی بلند ہوتی (صبح) گھبراہٹ میں نہ ڈالے اور کھاتے پیتے رہو حتی کہ تمھارے سامنے سرخی آ جائے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ وَأَبِي ذَرٍّ وَسَمُرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَالْعَمَلُ عَلَى

اس مسئلے میں سیدنا عدی بن حاتم، ابوذر اور سمرہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سند سے طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے اور

٧٠٤- أخرجه مسلم من حديث وكيع به، انظر الحديث السابق * وفي الباب عن حذيفة [النسائي، ح: ٢١٥٤].

٧٠٥- أخرجه أبو داود، الصيام، باب وقت السحور، ح: ٢٣٤٨ من حديث ملازم به وصححه ابن خزيمة: ١٩٣٠ * وفي الباب عن عدي بن حاتم [يأتي: ٢٩٧١]، وأبي ذر [الطحاوي في معاني الآثار: ١/ ١٤٠]، وسمرة [يأتي: ٧٠٦].

هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّهُ لَا يَحْرُمُ عَلَى الصَّائِمِ الْأَكْلُ وَالشُّرْبُ حَتّٰى يَكُونَ الْفَجْرُ الْأَحْمَرُ الْمُعْتَرِضُ. وَبِهِ يَقُولُ عَامَّةُ أَهْلِ الْعِلْمِ.

اہل علم کا عمل اسی پر ہے کہ روزے دار کے لیے کھانا پینا اس وقت تک حرام نہیں ہوتا جب تک سرخ فجر سامنے نہ آ جائے۔ اکثر اہل علم کا قول یہی ہے۔

لغوی تشریح: [لَا يَهِيدَنَّكُمْ] تمھیں گھبراہٹ میں مبتلا نہ کرے۔ [اَلسَّاطِعُ] چمک، روشنی کا بلند ہونا یا پھیلنا۔ [الْمُصْعِد] اوپر چڑھنے والی یا بلندی کی طرف جانے والی۔ اس میں صبح کی دوقسموں کا بیان ہے۔ اس کی تفصیل اگلی حدیث کے فوائد میں ملاحظہ فرمائیں۔

٧٠٦- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَيُوسُفُ بْنُ عِيسٰى قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ سَوَادَةَ بْنِ حَنْظَلَةَ [هُوَ الْقُشَيْرِيُّ]، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَمْنَعَنَّكُمْ مِّنْ سُحُورِكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ وَّلَا الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيلُ وَلٰكِنِ الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيرُ فِي الْأُفُقِ».

[706] سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھیں بلال کی اذان سحری کھانے سے نہ روکے اور نہ لمبی فجر (صبح کاذب) لیکن وہ فجر (سحری کھانے سے روک دے) جو کناروں میں پھیلتی ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: فجر کی دوقسمیں ہیں: ① فجر کاذب: جس میں روشنی اوپر کو لمبائی اور اونچائی میں اُٹھتی ہے جس کو بھیڑیے کی دم سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ② فجر صادق: جو مشرق میں دائیں بائیں چوڑائی میں پھیلتی ہے، اس کے پھیلاؤ تک کھانا جائز ہے۔ پہلی حدیث میں جس کو فجر احمر سے تعبیر کیا گیا ہے وہ صبح صادق کا آغاز ہے لیکن ابھی تک یہ صبح صادق ہوتی نہیں۔ بعض لوگوں کے نزدیک اس سے کھانے پینے کی ممانعت ہو جاتی ہے لیکن جمہور کے نزدیک صبح صادق سے مراد وہ روشنی ہے جس میں سرخی پر سفیدی غالب آ جاتی ہے اور صبح صادق ہو جاتی ہے، یعنی صبح صادق ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 39/2)

(المعجم ١٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّشْدِيدِ فِي الْغِيبَةِ لِلصَّائِمِ (التحفة ١٦)

باب: 16- روزے دار کے لیے غیبت کے بارے میں سختی کا بیان

٧٠٧- حَدَّثَنَا أَبُو مُوسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ

[707] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی روزہ رکھ کر جھوٹی باتیں اور غلط کام نہ

٧٠٦- أخرجه مسلم، الصيام، باب بيان أن الدخول في الصوم يحصل بطلوع الفجر . . . إلخ، ح: ١٠٩٤ من حديث سوادة به، ورواه أحمد: ٥/ ١٣ عن وكيع به.

٧٠٧- أخرجه البخاري، الصوم، باب من لم يدع قول الزور والعمل به في الصوم، ح: ١٩٠٣ من حديث محمد بن عبدالرحمن ابن أبي ذئب به * وفي الباب عن أنس [الطبراني في الصغير: ١/ ١٧٠].

سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ بِأَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ».

چھوڑے تو اللہ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا ترک کرے (بھوکا پیاسا رہے۔)"

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ. قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

لغوی تشریح: [قَوْلَ الزُّورِ] وہ بات جو حق سے دور ہو اور بقول ملا علی قاری، باطل کلام اور بقول طیبی اس میں کفریہ قول، جھوٹی گواہی، الزام تراشی، غیبت، جھوٹ، بہتان وقذف، گالی گلوچ اور لعن طعن، یعنی ہر قسم کے معاصی اور گناہ داخل ہیں۔ (تحفة الأحوذي: 39/2)

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں روزے کی قبولیت کے لیے ضروری ہے کہ روزے دار کھانا، پینا چھوڑنے کے ساتھ ساتھ بری باتوں اور برے کاموں، یعنی منہیات و منکرات سے بھی زبان ودہن اور دوسرے اعضاء کی حفاظت کرے۔ اگر کوئی شخص روزہ رکھ کر گناہ کی باتیں اور گناہ والے اعمال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے روزے کی کوئی پروانہیں۔ ② [لَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ] کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شرف قبولیت حاصل نہیں کرتا اور اس کے فوائد و برکات یا نتائج وثمرات حاصل نہیں ہوتے، یہ مقصد نہیں کہ وہ روزہ توڑ دے، اس لیے جمہور کے نزدیک غیبت، چغل خوری اور جھوٹ جیسے گناہوں سے روزہ ٹوٹتا نہیں، ہاں یہ چیزیں روزے کے منافی ہیں کیونکہ روزے سے انسان کھانے پینے جیسے جائز کاموں سے رُکا رہتا ہے تو یہ کام اپنی ذات کے اعتبار ہی سے حرام اور ناجائز ہیں، ان کے ارتکاب کی کیسے گنجائش ہوسکتی ہے جبکہ امام اوزاعی اور سفیان ثوری کے نزدیک غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (معارف السنن: 366/5)

(المعجم ۱۷) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ السُّحُورِ (التحفة ۱۷)

باب: 17۔ سحری کھانے کی فضیلت

۷۰۸- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ وَعَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السُّحُورِ بَرَكَةً».

[708] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سحری کھایا کرو، بلاشبہ سحری میں برکت ہے۔"

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ، عبداللہ بن مسعود، جابر بن

۷۰۸- أخرجه مسلم، الصيام، باب فضل السحور وتأكيد استحبابه . . . إلخ، ح: ١٠٩٥ عن قتيبة والبخاري، الصوم، باب بركة السحور من غير إيجاب، ح: ١٩٢٣ من حديث عبدالعزيز به * وفي الباب عن أبي هريرة [أبو داود، ح: ٢٣٤٥] وعبدالله بن مسعود [النسائي، ح: ٢١٤٦] وجابر بن عبدالله [الطبراني في الأوسط: ٤/ ٤٥٤، ح: ٣٧٦٩] وابن عباس [الطبراني في الكبير: ١١/ ٣٦٠، ح: ١٢٠١٢] وعمرو بن العاص [يأتي: ٧٠٩] والعرباض بن سارية [أبو داود، ح: ٢٣٤٤ وابن حبان، ح: ٨٨٢] وعتبة بن عبدالله [الطبراني في الكبير: ١٧/ ١٣١، ح: ٣٢٢] وأبي الدرداء [ابن حبان، ح: ٨٨١].

مَسْعُودٍ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَالْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ وَعُتْبَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحَرِ».

عبد اللہ، ابن عباس، عمرو بن عاص، عرباض بن ساریہ، عتبہ بن عبد اللہ اور ابو درداء رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور نبی ﷺ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں کے درمیان فرق کرنے والی چیز سحری کھانا ہے۔''

٧٠٩- حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ مَوْلٰى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِذٰلِكَ.

[709] قتیبہ نے اپنی سند سے سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نبی ﷺ سے مذکورہ بالا حدیث بیان کی۔

قَالَ: وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَهْلُ مِصْرَ يَقُولُونَ: مُوسَى بْنُ عَلِيٍّ، وَأَهْلُ الْعِرَاقِ يَقُولُونَ: مُوسَى بْنُ عُلَيِّ بْنِ رَبَاحٍ اللَّخْمِيُّ.

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (اس روایت کے ایک راوی) موسیٰ کو اہل مصر موسیٰ بن عَلِيّ کہتے ہیں اور اہل عراق موسیٰ بن عُلَيّ بن رباح لخمی کہتے ہیں۔

لغوی تشریح: [السَّحُور] اگر سین پر زبر ہو تو اس سے مراد وہ ''کھانا اور پینا'' ہے جس سے سحری کی جاتی ہے اور اگر سین پر پیش ہو تو مصدری معنی ہوں گے۔ ''سحری کھانا'' [أَكْلَة] اگر ہمزے پر زبر ہو تو معنی ہوں گے، ایک دفعہ کھانا، کم کھائے یا زیادہ اور اگر ہمزے پر پیش ہو تو معنی ہوں گے ایک لقمہ۔ حدیث میں جمہور کے نزدیک [أَكْلَة] ہی ہے۔

فائدہ: اسلام اعتدال اور میانہ روی پر مبنی دین فطرت ہے، اس لیے اس نے سحری کھانے پینے کی ترغیب دی ہے اور یہ بھی کہ سحری آخری وقت میں کھائی جائے اور افطار غروب آفتاب کے ساتھ ہی کر دیا جائے تاکہ بھوکا پیاسا رہنے کا وقفہ بلاضرورت لمبا نہ ہو۔ آپ ﷺ نے اس کو باعث برکت قرار دیا ہے جو کئی اعتبار سے ہے: ○ سنت کا اتباع ○ یہود و نصاریٰ کی مخالفت ○ روزے دار کو کام کی قوت اور توانائی حاصل ہونا، جس سے عبادت کرنے میں سہولت اور آسانی پیدا ہو جاتی ہے اور روزہ رکھنا زیادہ کمزوری کا باعث نہیں بنتا۔ ○ انسان کے اندر نشاط و چستی قائم رہتی ہے۔ ○ بھوک کی وجہ سے طبیعت میں چڑچڑاپن اور اضطراب کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی۔ ○ دوسروں کو سحری کرانے اور سحری کرنے والوں کی خدمت کا موقع مل جاتا ہے۔ ○ تہجد کے وقت یاد الٰہی اور ذکر و فکر کا موقع مل جاتا ہے۔ ○ یہ قبولیت دعا کا وقت ہے اور دعا کرنے کا موقع مل سکتا ہے۔ ○ صبح کی نماز میں جماعت میں شرکت یقینی ہو جاتی ہے۔ اگر سحری کھانے کا اہتمام نہ ہو تو پھر سحر خیزی نہ ہو سکے گی۔ انسان اللہ تعالیٰ کی یاد سے محروم رہے گا اور کھانے پینے سے محرومی کے سبب جلد ہی بھوک اور پیاس ستائے گی جس سے انسان کی قوت کار یا طاقت عمل متأثر ہوگی۔ بھوک و پیاس کا وقفہ لمبا ہونے کی وجہ سے روزے دار تکلیف میں مبتلا ہوگا اور باجماعت نماز سے محرومی کا بھی خطرہ

٧٠٩_ أخرجه مسلم، الصيام، باب فضل السحور وتأكيد استحبابه . . . إلخ، ح: ١٠٩٦ عن قتيبة به.

ہے۔(فتح الباري: 179/4)

(المعجم ١٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ (التحفة ١٨)

باب:18۔سفر میں روزہ رکھنا ناپسندیدہ ہے

٧١٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ كُرَاعَ الْغَمِيمِ وَصَامَ النَّاسُ مَعَهُ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّ النَّاسَ قَدْ شَقَّ عَلَيْهِمُ الصِّيَامُ وَإِنَّ النَّاسَ يَنْظُرُونَ فِيمَا فَعَلْتَ، فَدَعَا بِقَدَحٍ مِّنْ مَّاءٍ بَعْدَ الْعَصْرِ فَشَرِبَ وَالنَّاسُ يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ فَأَفْطَرَ بَعْضُهُمْ وَصَامَ بَعْضُهُمْ، فَبَلَغَهُ أَنَّ نَاسًا صَامُوا، فَقَالَ: «أُولٰئِكَ الْعُصَاةُ».

[710] سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ والے سال، مکے کی طرف روانہ ہوئے تو آپ (راستے میں) روزے رکھتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ کراع الغمیم نامی جگہ پر پہنچ گئے۔ لوگ بھی آپ کے ساتھ روزے رکھتے تھے۔ آپ سے عرض کی گئی کہ لوگوں کے لیے روزے رکھنا مشقت کا باعث بن رہا ہے اور لوگ آپ کے عمل کے منتظر ہیں کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ چنانچہ آپ نے عصر کے بعد پانی کا پیالہ منگوایا اور پی لیا جبکہ لوگ آپ کو دیکھ رہے تھے، لہٰذا بعض نے روزہ کھول دیا اور بعض نے روزہ برقرار رکھا۔ آپ ﷺ کو پتا چلا کہ کچھ لوگ روزے سے ہیں تو آپ نے فرمایا: ''یہ نافرمان لوگ ہیں۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ كَعْبِ بْنِ عَاصِمٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّأَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ». وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ، فَرَأَى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ أَنَّ الْفِطْرَ فِي السَّفَرِ أَفْضَلُ، حَتَّى رَأَى بَعْضُهُمْ عَلَيْهِ الْإِعَادَةَ إِذَا صَامَ فِي السَّفَرِ، وَاخْتَارَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ الْفِطْرَ فِي

اس مسئلے میں کعب بن عاصم، ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''سفر کی حالت میں روزہ رکھنا نیکی کا کام نہیں۔'' اور سفر میں روزہ رکھنے کے بارے میں اہل علم میں اختلاف ہے، چنانچہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات میں سے بعض اہل علم کا موقف ہے کہ سفر میں افطار کرنا افضل ہے، حتی کہ بعض کی رائے میں اگر سفر

٧١٠- أخرجه مسلم، الصيام، باب جواز الصوم والفطر في شهر رمضان للمسافر في غير معصية . . . إلخ، ح: ١١١٤ عن قتيبة به ※ وفي الباب عن كعب بن عاصم [ابن ماجه، ح: ١٦٦٤]، وابن عباس [لعله يشير إلى حديث مسلم: ١١١٣ وإلا فانظر الضعفاء للعقيلي: ٣/ ٣١٨ فحديثه موافق للباب]، وأبي هريرة [العقيلي في الضعفاء: ٤/ ٣٨٨].

السَّفَرِ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: إِنْ وَجَدَ قُوَّةً فَصَامَ فَحَسَنٌ وَهُوَ أَفْضَلُ، وَإِنْ أَفْطَرَ فَحَسَنٌ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: وَإِنَّمَا مَعْنٰى قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ» وَقَوْلِهِ حِينَ بَلَغَهُ أَنَّ نَاسًا صَامُوا فَقَالَ: «أُولٰئِكَ الْعُصَاةُ» فَوَجْهُ هٰذَا إِذَا لَمْ يَحْتَمِلْ قَلْبُهُ قَبُولَ رُخْصَةِ اللهِ تَعَالٰى، فَأَمَّا مَنْ رَأَى الْفِطْرَ مُبَاحًا وَصَامَ وَقَوِيَ عَلٰى ذٰلِكَ فَهُوَ أَعْجَبُ إِلَيَّ.

میں روزہ رکھے گا تو اسے نئے سرے سے روزہ رکھنا ہوگا۔ امام احمد اور اسحاق رحمہ اللہ کے نزدیک سفر میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات میں سے بعض اہل علم کا موقف یہ ہے کہ اگر روزہ رکھنے کی قوت وطاقت پاتا ہو اور روزہ رکھ سکے تو یہ اچھا اور افضل عمل ہے اور اگر افطار کرتا ہے تو بھی اچھا ہے۔ سفیان ثوری، مالک بن انس اور عبداللہ بن مبارک کا یہی قول ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ کا فرمان: ''سفر کی حالت میں روزہ رکھنا نیکی کا کام نہیں۔'' اور جس وقت آپ ﷺ تک یہ خبر پہنچی کہ کچھ لوگ روزہ رکھے ہوئے ہیں، آپ کا فرمانا: ''یہ نافرمان لوگ ہیں'' اس کے معنی اور توجیہ یہ ہے کہ یہ اس وقت ہے کہ جب روزے دار کا دل اللہ تعالیٰ کی رخصت قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو لیکن جو شخص روزہ نہ رکھنا جائز سمجھتا ہو اور روزے کی طاقت رکھتے ہوئے رکھ لے تو یہ عمل مجھے زیادہ پسند ہے۔

(المعجم ١٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ (التحفة ١٩)

باب: 19۔ سفر میں روزہ رکھنے کی رخصت ہے

٧١١- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيَّ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ، عَنِ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ وَكَانَ يَسْرُدُ الصَّوْمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَإِنْ

[711] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سفر میں روزوں کے بارے میں دریافت کیا کیونکہ وہ ہمیشہ (یا مسلسل) روزے رکھتے تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چاہو تو روزہ رکھ لو اور چاہو تو نہ رکھو۔''

٧١١- أخرجه النسائي: ١٨٨/٤، ح: ٢٣١٠ من حديث عبدة به، ورواه البخاري، ح: ١٩٤٣ ومسلم، ح: ١١٢١ من حديث هشام به * وفي الباب عن أنس بن مالك [البخاري، ح: ١٩٤٧ ومسلم: ١١١٨]، وأبي سعيد [يأتي: ٧١٢، ٧١٣]، وعبدالله بن مسعود [أحمد: ١/ ٤٠٢، ٤٠٧]، وعبدالله بن عمرو [أحمد: ٢/ ١٧٤ ويأتي مختصرًا: ١٨٨٣]، وأبي الدرداء [البخاري، ح: ١٩٤٥ ومسلم، ح: ١١٢٢]، وحمزة بن عمرو الأسلمي [البخاري، ح: ١٩٤٢ ومسلم: ١١٢١].

شِئْتَ فَأَفْطِرْ».

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَأَبِي سَعِيدٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَأَبِي الدَّرْدَاءِ وَحَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيِّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَائِشَةَ أَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيَّ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ. هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس باب میں سیدنا انس بن مالک، ابوسعید، عبداللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمرو، ابو درداء اور حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ کے نبی ﷺ سے سوال کرنے کی حدیث حسن صحیح ہے۔

٧١٢- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ: حَدَّثَنَا بِشْرُ ابْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ أَبِي مَسْلَمَةَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ [الْخُدْرِيِّ] قَالَ: كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فَمَا يَعِيبُ عَلَى الصَّائِمِ صَوْمَهُ وَلَا عَلَى الْمُفْطِرِ فِطْرَهُ.

[712] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ماہ رمضان میں سفر پر نکلتے تھے تو آپ نہ روزے دار کے روزے پر اعتراض فرماتے تھے اور نہ افطار کرنے والے کے افطار پر۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٧١٣- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ؛ ح: [قَالَ:] وَحَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَمِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ فَلَا يَجِدُ الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ وَلَا الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ، وَكَانُوا يَرَوْنَ أَنَّهُ مَنْ وَجَدَ قُوَّةً فَصَامَ فَحَسَنٌ، وَمَنْ وَجَدَ ضَعْفًا فَأَفْطَرَ فَحَسَنٌ.

[713] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کرتے، تو ہم میں سے بعض روزہ دار ہوتے اور بعض بے روزہ، تو افطار کرنے والے، روزہ رکھنے والوں پر نہ روزہ دار، افطار کرنے والوں پر کوئی عیب لگاتے، وہ سمجھتے تھے کہ جو شخص طاقت رکھتے ہوئے روزہ رکھتا ہے، تو اچھا کام کرتا ہے اور جو کمزوری کی وجہ سے افطار کرتا ہے تو وہ بھی اچھا کام کرتا ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: سفر میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ میں اختلاف ہے: ① سیدنا عمر، ابن عمر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم، امام زہری، نخعی اور اہل ظاہر کے نزدیک سفر میں فرض روزہ رکھنا جائز نہیں ہے، اگر رکھے گا تو کفایت نہیں کرے گا اور سفر سے واپسی پر اس کو دوبارہ رکھنا ضروری ہوگا۔ (فتح الباري: 233/2) ② سیدنا سعید بن مسیب، اسحاق، اوزاعی اور احمد بن

٧١٢- أخرجه مسلم، الصيام، باب جواز الصوم والفطر في شهر رمضان للمسافر في غير معصية ... إلخ، ح: ١١١٦ عن نصر بن علي به.

٧١٣- انظر الحديث السابق.

حنبل کے نزدیک سفر میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔ اس میں اور بھی اختلافات ہیں۔ اس مسئلے میں صحیح بات یہ ہے کہ موقع اور محل کا لحاظ رکھا جائے گا۔ اگر دشمن سے ٹکراؤ اور مٹھ بھیڑ کا اندیشہ ہو اور قوت کی ضرورت ہو یا روزہ رکھنے میں تکلیف اور مشقت زیادہ ہو یا عجب وریا کا اندیشہ ہو یا دوسروں کے لیے بوجھ اور تکلیف کا باعث ہو یا شریعت کی رخصت سے اعراض کا امکان ہو یا اس کا عمل دوسرے لوگوں کے لیے نمونہ بن سکتا ہو تو پھر روزہ نہ رکھنا افضل ہے اور اگر روزہ رکھنے میں تکلیف ومشقت یا نقصان کا اندیشہ نہ ہو یا بعد میں قضا نہ دے سکنے کا خطرہ ہو یا ساتھیوں کے ساتھ روزہ رکھنے کی سہولت اور آسانی میسر ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 90/2، 91)

(المعجم ٢٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ لِلْمُحَارِبِ فِي الْإِفْطَارِ (التحفة ٢٠)

باب: 20۔ لڑائی لڑنے والے کے لیے افطار کی رخصت ہے

٧١٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ ابْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مَعْمَرِ بْنِ أَبِي حُيَيَّةَ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَأَلَهُ، عَنِ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ فَحَدَّثَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ غَزْوَتَيْنِ يَوْمَ بَدْرٍ وَّالْفَتْحِ فَأَفْطَرْنَا فِيهِمَا.

[714] معمر بن ابی حُیَیّہ کہتے ہیں، انھوں نے سیدنا سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے سفر میں روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں رمضان میں دو غزووں میں حصہ لیا: غزوۂ بدر اور غزوۂ فتح (مکہ)، سو ہم نے دونوں میں روزے نہیں رکھے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عُمَرَ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ أَمَرَ بِالْفِطْرِ فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ نَحْوُ هٰذَا، أَنَّهُ رَخَّصَ فِي الْإِفْطَارِ عِنْدَ لِقَاءِ الْعَدُوِّ. وَبِهِ يَقُولُ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نبی ﷺ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ نے ایک غزوے میں جس میں آپ ﷺ بھی شریک تھے، روزہ افطار کرنے کا حکم دیا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اس مفہوم کی حدیث منقول ہے۔ بہرحال آپ نے دشمن سے مٹھ بھیڑ کے وقت افطار کی رخصت دی ہے اور بعض اہل علم کا یہی قول ہے۔

فائدہ: فتح مکہ کے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے ابھی کچھ فاصلے پر تھے تو آپ نے سب لوگوں کو دکھا کر روزہ

٧١٤۔ [ضعيف] أخرجه أحمد: ١/ ٢٢ من حديث ابن لهيعة ولم يحدث به قبل اختلاطه، فيما أعلم * وفي الباب عن أبي سعيد [مسلم، ح: ١١١٦ وانظر الحديثين السابقين].

افطار کیا اور دشمن سے ٹکراؤ کے اندیشے کے پیش نظر سب کو روزہ افطار کرنے کا حکم دیا جیسا کہ آگے ابواب الجہاد میں اس کی تصریح آ رہی ہے۔ یہ روایت تو سنداً ضعیف ہے لیکن اس سے پہلے صحیح روایات میں یہ بات گزر چکی ہے کہ سفر میں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔

(المعجم ٢١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي الْإِفْطَارِ لِلْحُبْلَى وَالْمُرْضِعِ (التحفة ٢١)

باب: 21۔ حاملہ اور دودھ پلانے والی کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے

٧١٥- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَيُوسُفُ بْنُ عِيسَى قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا أَبُو هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَوَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَجُلٍ مِّنْ بَنِي عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: أَغَارَتْ عَلَيْنَا خَيْلُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَوَجَدْتُهُ يَتَغَدّٰى، فَقَالَ: «اُدْنُ فَكُلْ» فَقُلْتُ: إِنِّي صَائِمٌ، فَقَالَ: «اُدْنُ أُحَدِّثْكَ، عَنِ الصَّوْمِ أَوِ الصِّيَامِ: إِنَّ اللهَ تَعَالٰى وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ [الصَّوْمَ وَ]شَطْرَ الصَّلَاةِ، وَعَنِ الْحَامِلِ أَوِ الْمُرْضِعِ الصَّوْمَ أَوِ الصِّيَامَ» وَاللهِ! لَقَدْ قَالَهُمَا النَّبِيُّ ﷺ كِلَيْهِمَا أَوْ إِحْدَاهُمَا، فَيَا لَهْفَ نَفْسِي أَنْ لَّا أَكُونَ طَعِمْتُ مِنْ طَعَامِ النَّبِيِّ ﷺ.

[715] عبد اللہ بن کعب کی اولاد میں سے ایک آدمی نے بیان کیا جس کا نام انس بن مالک ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھڑ سواروں نے ہم پر حملہ کیا تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ صبح کا کھانا کھا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قریب ہو جاؤ اور کھاؤ۔'' میں نے کہا: میں روزے سے ہوں، تو آپ نے فرمایا: ''قریب ہو جاؤ، میں روزے یا روزہ رکھنے کے بارے میں بتاتا ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزہ اور آدھی نماز ختم کر دی ہے اور حاملہ اور دودھ پلانے والی سے بھی روزہ (ختم کر دیا ہے۔)'' اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے دونوں (حاملہ اور مرضعہ) کے بارے میں کہا، یا ایک کا ذکر فرمایا۔ ہائے افسوس میری جان پر! میں نے نبی ﷺ کے کھانے سے کیوں نہ کھایا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي أُمَيَّةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ الْكَعْبِيِّ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَلَا نَعْرِفُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ هٰذَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيثِ الْوَاحِدِ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: الْحَامِلُ وَالْمُرْضِعُ

اس مسئلے میں سیدنا ابو امیہ ؓ سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابو عیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: انس بن مالک کعبی ؓ کی حدیث حسن ہے اور انس بن مالک کعبی (یہ آپ ﷺ کے خادم خاص انس بن مالک سے الگ شخصیت ہے) کی ہمارے علم میں، نبی ﷺ سے اس ایک حدیث کے سوا کوئی

٧١٥- أخرجه أبو داود، الصيام، باب اختيار الفطر، ح: ٢٤٠٨ من حديث أبي هلال به وله شاهد حسن عند البيهقي (٤/ ٢٣١) والحديث صححه ابن خزيمة، ح: ٢٠٤٤ * وفي الباب عن أبي أمية القشيري الضمري [النسائي، ح: ٢٢٧١ مختصرًا وليس فيه ذكر المرضع والحامل].

يُفطِرَانِ وَيَقضِيَانِ وَيُطعِمَانِ. وَبِهِ يَقُولُ سُفيَانُ وَمَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحمَدُ. وَقَالَ بَعضُهُم: يُفطِرَانِ وَيُطعِمَانِ وَلَا قَضَاءَ عَلَيهِمَا، وَإِن شَاءَتَا قَضَتَا وَلَا إِطعَامَ عَلَيهِمَا. وَبِهِ يَقُولُ إِسحَاقُ.

اور حدیث نہیں ہے۔ بعض اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ اور بعض اہل علم کا قول ہے کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی روزہ نہ رکھیں اور اس کی جگہ قضا دیں اور (فدیے میں) کھانا بھی کھلائیں۔ سفیان ثوری، مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض کا قول ہے: روزہ چھوڑ دیں اور فدیے میں کھانا کھلائیں اور ان کے ذمے قضا نہیں لیکن اگر قضا کرنا چاہیں تو اس صورت میں ان کے ذمے کھانا کھلانا نہیں۔ اسحاق رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: امام ابن قدامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اگر حاملہ اور دودھ پلانے والی اپنی جان کے خطرے کے پیش نظر روزہ چھوڑتی ہیں تو بالاتفاق ان کے ذمے صرف قضا ہے اور اگر اپنے بچے کی خاطر چھوڑتی ہیں تو پھر ○ احناف، امام اوزاعی، ثوری، ابوعبید، ابوثور، عطاء، نخعی، حسن، زہری اور ربیعہ وغیرہ کے نزدیک صرف قضا ہے، ایک مسکین کو کھانا کھلانا نہیں۔ ○ امام شافعی اور احمد رحمہما اللہ کے نزدیک قضا اور کھانا کھلانا دونوں ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور مجاہد کا موقف بھی یہی ہے۔ امام مالک کا ایک قول یہی ہے۔ ○ امام لیث کے نزدیک حاملہ پر قضا ہے فدیہ نہیں اور دودھ پلانے والی پر قضا اور فدیہ دونوں ہیں۔ امام مالک کا ایک قول یہی ہے۔ ○ امام اسحاق کے نزدیک دونوں پر فدیہ ہے، قضا نہیں۔ ابن عمر، ابن عباس اور ابن جبیر رضی اللہ عنہم سے بھی یہ منقول ہے۔ (المغني: 3/80، 81، المجموع: 6/269) راجح بات یہ ہے کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی مریض کے حکم میں ہیں، یعنی یہ اگر حمل اور دودھ پلانے کے دنوں میں روزے رکھنا مشکل محسوس کریں، تو بعد میں صرف روزوں کی قضا دے لیں۔

(المعجم ٢٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّومِ عَنِ المَيِّتِ (التحفة ٢٢)

باب: 22۔ میت کی طرف سے روزہ رکھنا

٧١٦- حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الأَشَجُّ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الأَحمَرُ عَنِ الأَعمَشِ، عَن سَلَمَةَ بنِ كُهَيلٍ وَمُسلِمٍ البَطِينِ، عَن سَعِيدِ بنِ جُبَيرٍ وَعَطَاءٍ وَمُجَاهِدٍ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ قَالَ: جَاءَتِ امرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَت: إِنَّ أُختِي مَاتَت وَعَلَيهَا صَومُ شَهرَينِ مُتَتَابِعَينِ؟

[716] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور پوچھا کہ میری بہن فوت ہوگئی ہے اور اس کے ذمے مسلسل دو مہینوں کے روزے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”بتاؤ، اگر تیری بہن کے ذمے قرض ہوتا تو کیا اس کو ادا کرتی؟“ اس نے کہا: جی

٧١٦ـ أخرجه مسلم، الصيام، باب قضاء الصوم عن الميت، ح:١١٤٨ عن الأشج مختصرًا والبخاري، الصوم، باب من مات وعليه صوم، ح:١٩٥٣ من حديث الأعمش به * وفي الباب عن بريدة [مسلم، ح:١١٤٩]، وابن عمر [لعله يشير إلى الحديث الآتي:٧١٨]، وعائشة [البخاري، ح:١٩٥٢ ومسلم، ح:١١٤٧].

قَالَ: «أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلٰى أُخْتِكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ تَقْضِينَهُ» ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: «فَحَقُّ اللهِ أَحَقُّ».

ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''تو اللہ کا حق اس کا زیادہ حقدار ہے (کہ اسے ادا کیا جائے۔)''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ بُرَيْدَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَعَائِشَةَ.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا بریدہ، ابن عمر اور سیدہ عائشہ ؓ کی روایات بھی آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: ابن عباس ؓ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

٧١٧- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

[717] ابوکریب کی سند سے بھی مذکورہ بالا کی مانند مروی ہے۔

[قَالَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: جَوَّدَ أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الْأَعْمَشِ]. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ أَبِي خَالِدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ مِثْلَ رِوَايَةِ أَبِي خَالِدٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَرَوٰى أَبُو مُعَاوِيَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ سَلَمَةَ بْنَ كُهَيْلٍ وَلَا عَنْ عَطَاءٍ وَلَا عَنْ مُجَاهِدٍ. [وَاسْمُ أَبِي خَالِدٍ سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ].

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد (بخاری ؒ) سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ اس حدیث کو ابوخالد احمر نے اعمش کی سند سے بہت عمدہ بیان کیا ہے اور ابوخالد کے علاوہ نے بھی اعمش سے ابوخالد کی طرح روایت کیا ہے۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث اعمش سے ابومعاویہ اور دوسروں نے بھی بیان کی ہے، لیکن انھوں نے (مسلم بطین کے ساتھ) سلمہ بن کہیل اور (سعید بن جبیر کے ساتھ) عطاء اور مجاہد کا تذکرہ نہیں کیا۔ اور ابوخالد کا نام سلیمان بن حیان ہے۔

فائدہ: میت کی طرف سے روزہ رکھنے کی صورت، اگلے باب کے تحت آ رہی ہے۔

(المعجم ٢٣) بَابُ [مَا جَاءَ فِي الْكَفَّارَةِ] (التحفة ٢٣)

باب: 23۔ کفارے کا بیان

٧١٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْثَرُ [بْنُ الْقَاسِمِ] عَنْ أَشْعَثَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامُ شَهْرٍ فَلْيُطْعِمْ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِينًا».

[718] سیدنا ابن عمر ؓ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص فوت ہو گیا ہو اور اس کے ذمے روزے ہوں تو اس کی طرف سے (ولی) ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔''

٧١٧ـ انظر الحديث السابق.

٧١٨ـ [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الصيام، باب من مات وعليه صيام ... إلخ، ح: ١٧٥٧ وابن خزيمة، ح: ٢٠٥٦ من حديث قتيبة به * جاء في رواية ابن ماجه: محمد بن سيرين و هو وهم والصواب 'محمد بن أبي ليلى' وهو ضعيف مشهور، ورواه شريك بن عبدالله القاضي عنه به، ابن خزيمة، ح: ٢٠٥٧.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَالصَّحِيحُ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَوْقُوفٌ. قَوْلُهُ وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي هٰذَا [الْبَابِ]. فَقَالَ بَعْضُهُمْ: يُصَامُ عَنِ الْمَيِّتِ، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ قَالَا: إِذَا كَانَ عَلَى الْمَيِّتِ نَذْرُ صِيَامٍ يَصُومُ عَنْهُ، وَإِذَا كَانَ عَلَيْهِ قَضَاءُ رَمَضَانَ أَطْعَمَ عَنْهُ. وَقَالَ مَالِكٌ وَسُفْيَانُ وَالشَّافِعِيُّ: لَا يَصُومُ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ. [قَالَ:] وَأَشْعَثُ هُوَ ابْنُ سَوَّارٍ. وَمُحَمَّدٌ هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے علم میں، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت صرف اسی سند سے آئی ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ اور اس مسئلے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ میت کی طرف سے روزہ رکھا جا سکتا ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ وہ کہتے ہیں: جب میت کے ذمے نذر کے روزے ہوں تو ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے اور جب اس کے ذمے رمضان کی قضا ہو تو اس کی طرف سے کھانا کھلائے۔ امام مالک، سفیان اور شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے، کوئی کسی کی طرف سے روزہ نہیں رکھ سکتا۔ اس سند میں اشعث سے مراد، ابن سوّار ہے اور (اس کا شیخ) محمد، ابن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ہے۔

فوائد و مسائل: ① سیدنا ابن عباس اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم کی صحیح مسلم (الصیام، حدیث: 1147، 1148) کی روایات سے یہ بات صراحتاً ثابت ہوتی ہے کہ میت کی طرف سے اس کا ولی روزے رکھ سکتا ہے اور اسے روزے رکھنے چاہئیں اور آپ نے یہ مسئلہ ایک مثال کے ذریعے سے سمجھایا ہے کہ روزہ انسان کے ذمے اللہ کا حق ہے جو قرض کے حکم میں ہے۔ جس طرح میت کی طرف سے قرض کی ادائیگی ضروری ہے، اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حق کی ادائیگی لازم ہے۔ چونکہ میت کی طرف سے قرض اس کا ولی ادا کرتا ہے تو اسے اس کی طرف سے روزہ بھی رکھنا چاہیے۔ اہل ظاہر کے نزدیک نبی ﷺ کے حکم کی بنا پر ولی کے لیے روزہ رکھنا ضروری ہے۔ محدثین، ابوثور اور بعض شوافع کے نزدیک میت کی طرف سے ولی کے لیے روزہ رکھنا جائز ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے اور حافظ ابن حزم رحمہ اللہ نے اس کی پرزور وکالت کی ہے۔ ② میت کے ذمے اگر نذر کے روزے ہوں تو وارث اس کی طرف سے روزے رکھے گا۔ رمضان کے روزے اگر کسی نے جان بوجھ کر چھوڑے ہوں تو اس کی قضا ورثاء پر نہیں ہے، اگر بیماری کی وجہ سے روزے نہیں رکھ سکا اور بعد ازاں اسے قضا ادا کرنے کا موقع نہیں ملا تو ورثاء کے ذمے کچھ نہیں کیونکہ فوت ہونے والے نے کوتاہی نہیں کی کیونکہ اس کے پاس قضا ادا کرنے کا وقت تھا اور اسی دوران میں وہ فوت ہو گیا۔ جیسے کوئی شخص 2 بجے فوت ہو جائے اور اس نے ظہر کی نماز ابھی نہیں پڑھی جبکہ وہ پڑھنا چاہتا ہو تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا اور اس سے اس نماز کے متعلق باز پرس نہیں ہوگی۔

(المعجم ٢٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّائِمِ يَذْرَعُهُ الْقَيْءُ (التحفة ٢٢)

باب: 24۔ روزے دار پر اگر قے غالب آ جائے

۷۱۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ثَلَاثٌ لَا يُفْطِرْنَ الصَّائِمَ: الْحِجَامَةُ وَالْقَيْءُ وَالاِحْتِلَامُ».

[719] سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا: سینگی لگوانا، قے کا آنا اور احتلام۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ [حَدِيثٌ] غَيْرُ مَحْفُوظٍ. وَقَدْ رَوٰى عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ. وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ [قَالَ]: سَمِعْتُ أَبَا دَاوُدَ السِّجْزِيَّ يَقُولُ: سَأَلْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ؟ فَقَالَ: أَخُوهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ لَا بَأْسَ بِهِ [قَالَ]: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَذْكُرُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللهِ [الْمَدِينِيِّ] قَالَ: عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ثِقَةٌ. وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ضَعِيفٌ. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَلَا أَرْوِي عَنْهُ شَيْئًا.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث غیر محفوظ ہے۔ عبد اللہ بن زید بن اسلم، عبد العزیز بن محمد اور بہت سے راویوں نے یہ حدیث زید بن اسلم سے مرسل بیان کی ہے۔ انھوں نے اس میں ابو سعید کا ذکر نہیں کیا اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم کو حدیث کے سلسلے میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ ابوداود سجزی بیان کرتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل سے عبد الرحمن بن زید بن اسلم کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: اس کے بھائی عبد اللہ بن زید میں کوئی حرج نہیں، یعنی عبد الرحمن ضعیف ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں: میں نے امام محمد (امام بخاری رحمہ اللہ) سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ علی بن عبد اللہ مدینی نے کہا: عبد اللہ بن زید بن اسلم ثقہ ہے اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم ضعیف ہے۔ امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) نے کہا: میں اس سے کوئی روایت بیان نہیں کرتا۔

(المعجم ٢٥) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنِ اسْتَقَاءَ عَمْدًا (التحفة ٢٥)

باب: 25۔ جس نے جان بوجھ کر قے کی

۷۲۰- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ

[720] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے

۷۱۹ـ [ضعيف] أخرجه عبد بن حميد، ح: ۹۵۹ من حديث عبدالرحمن بن زيد بن أسلم به، وهو ضعيف جدًا عن أبيه.
۷۲۰ـ أخرجه أبو داود، الصيام، باب الصائم يستقيء عامدًا، ح: ۲۳۸۰ وابن ماجه، ح: ۱۶۷۶ من حديث عيسى بن يونس به، وصححه ابن خزيمة، ح: ۱۹۶۰، ۱۹۶۱ وابن حبان، ح: ۹۰۷ والحاكم: ۱/ ۴۲۶، ۴۲۷ والذهبي وضعفه البخاري وأخرج البيهقي: ۴/ ۲۱۹ بأسانيد صحيحة عن ابن عمر قال: "من ذرعه القيء فلا قضاء عليه ومن استقاء فعليه القضاء" * وفي الباب عن أبي الدرداء [تقدم: ۸۷]، وثوبان [تقدم: ۸۷]، وفضالة بن عبيد [ابن ماجه، ح: ۱۶۷۵].

يُونُسَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنْ [مُحَمَّدِ] بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَنْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ وَمَنِ اسْتَقَاءَ عَمْدًا فَلْيَقْضِ».

فرمایا: ''جس پر قے غالب آ جائے اس پر قضا نہیں اور جس نے جان بوجھ کر قے کی وہ قضا دے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ وَثَوْبَانَ وَفَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ هِشَامٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عِيسَى بْنِ يُونُسَ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَا أُرَاهُ مَحْفُوظًا. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَلَا يَصِحُّ إِسْنَادُهُ. وَ[قَدْ] رُوِيَ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ وَثَوْبَانَ وَفَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَاءَ فَأَفْطَرَ. وَإِنَّمَا مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ صَائِمًا مُتَطَوِّعًا فَقَاءَ فَضَعُفَ فَأَفْطَرَ لِذٰلِكَ. هٰكَذَا رُوِيَ فِي بَعْضِ الْحَدِيثِ مُفَسَّرًا. وَالْعَمَلُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ الصَّائِمَ إِذَا ذَرَعَهُ الْقَيْءُ فَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ، وَإِذَا اسْتَقَاءَ عَمْدًا فَلْيَقْضِ. وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ.

اس مسئلے میں سیدنا ابو درداء، ثوبان اور فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں ہشام سے صرف عیسیٰ بن یونس بیان کرتے ہیں۔ امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: میں اس حدیث کو محفوظ نہیں سمجھتا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مرفوعا کئی سندوں سے منقول ہے مگر اس کی سند صحیح نہیں۔ سیدنا ابو درداء، ثوبان اور فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے قے کی اور روزہ افطار کر دیا۔ اور اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ نبی ﷺ کا نفلی روزہ تھا، آپ نے قے کی اور کمزوری محسوس کی تو اس وجہ سے افطار کر دیا۔ بعض روایات میں اسی طرح وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ اور اہل علم کا عمل سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ہے کہ روزے دار پر جب قے غالب آ جائے تو اس پر قضا نہیں اور جب وہ جان بوجھ کر قے کرے تو وہ قضا دے۔ امام شافعی، سفیان ثوری، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر قے خود بخود آ جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا، اس لیے قضا بھی نہیں اور اگر جان بوجھ کر قے کرے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے، اس لیے قضا ہے۔ (المغني: 368/3، المجموع: 320/6)

(المعجم ٢٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّائِمِ يَأْكُلُ أَوْ يَشْرَبُ نَاسِيًا (التحفة ٢٦)

باب: 26۔ روزے دار بھول کر کھا پی لے تو؟

٧٢١- حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ حَجَّاجٍ [بْنِ أَرْطَاةَ]، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَكَلَ أَوْ شَرِبَ نَاسِيًا فَلَا يُفْطِرْ فَإِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ رَزَقَهُ اللهُ».

[721] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے بھول کر کھا یا پی لیا تو وہ روزہ نہ چھوڑے کیونکہ یہ وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عنایت فرمایا ہے۔''

٧٢٢- حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ [الْأَشَجُّ]: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عَوْفٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ وَخَلَّاسٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ أَوْ نَحْوَهُ.

[722] ابوسعید اشج کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہی یا اس کے ہم معنی مروی ہے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأُمِّ إِسْحَاقَ الْغَنَوِيَّةِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. وَقَالَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ: إِذَا أَكَلَ فِي رَمَضَانَ نَاسِيًا فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ. وَالْقَوْلُ الْأَوَّلُ أَصَحُّ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوسعید اور سیدہ ام اسحاق غنویہ رضی اللہ عنہما سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ سفیان ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ اور امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر رمضان میں بھول کر کھا لیا تو اس کے ذمے قضا ہے مگر پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے۔

فائدہ: اگر روزے دار بھول کر کھا پی لے، تو اس سے اس کا روزہ برقرار رہے گا، بشرطیکہ یاد آ جانے پر فوراً کھانا یا پینا چھوڑ دے۔

(المعجم ٢٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْإِفْطَارِ مُتَعَمِّدًا (التحفة ٢٧)

باب: 27۔ جان بوجھ کر رمضان کا روزہ نہ رکھنا

٧٢٣- حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الْمُطَوِّسِ عَنْ أَبِيهِ،

[723] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی عذر اور بیماری کے بغیر رمضان کے ایک دن کا روزہ نہ رکھے تو زمانے بھر کے روزے بھی

٧٢١- أخرجه البخاري، الصوم، باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسيًا، ح: ١٩٣٣ ومسلم، الصيام، باب أكل الناسي وشربه وجماعه لا يفطر، ح: ١١٥٥ من حديث محمد بن سيرين به.

٧٢٢- أخرجه البخاري، الأيمان والنذور، باب: إذا حنث ناسيًا في الأيمان، ح: ٦٦٦٩ من حديث أبي أسامة به، وانظر الحديث السابق * وفي الباب عن أبي سعيد [الدارقطني: ٢/ ١٧٧، ١٧٨]، وأم إسحاق الغنوية [أحمد: ٦/ ٣٦٧].

٧٢٣- [ضعيف] أخرجه أبو داود، الصيام، باب التغليظ فيمن أفطر عمدًا، ح: ٢٣٩٦ من حديث حبيب به، أبوالمطوس لين الحديث وأبوه مجهول (تقريب) وأعله ابن خزيمة، ح: ١٩٨٧.

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِّنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ وَّلَا مَرَضٍ لَّمْ يَقْضِ عَنْهُ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ وَإِنْ صَامَهُ».

اگر وہ رکھ لے تو اس (ایک روزے) کا حق ادا نہ ہو سکے گا۔"

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ لَّا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: أَبُو الْمُطَوِّسِ اسْمُهُ يَزِيدُ بْنُ الْمُطَوِّسِ وَلَا أَعْرِفُ لَهُ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيثِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے علم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صرف اسی سند سے مروی ہے اور امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) کو میں نے یہ فرماتے سنا: ابوالمطوس کا نام، یزید بن المطوس ہے اور میرے علم میں اس کی صرف یہی حدیث ہے۔

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے، تاہم یہ صحیح ہے کہ بلا عذر ایک روزہ بھی چھوڑ دینا بہت بڑا گناہ ہے جس کی تلافی نہایت مشکل ہے۔

(المعجم ٢٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَفَّارَةِ الْفِطْرِ فِي رَمَضَانَ (التحفة ٢٨)

باب: 28۔ رمضان کا روزہ توڑنے کا کفارہ

٧٢٤۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَأَبُو عَمَّارٍ وَّالْمَعْنٰى وَاحِدٌ وَّاللَّفْظُ لَفْظُ أَبِي عَمَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! هَلَكْتُ، قَالَ: «وَمَا أَهْلَكَكَ؟» قَالَ: وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي فِي رَمَضَانَ، قَالَ: «هَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُعْتِقَ رَقَبَةً؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُطْعِمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «اجْلِسْ» فَجَلَسَ، فَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ، وَّالْعَرَقُ

[724] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں ہلاک ہو گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا: "تجھے کس چیز نے ہلاک کر دیا؟" اس نے کہا: میں رمضان میں (دن کے وقت) اپنی بیوی سے صحبت کر بیٹھا ہوں۔ آپ نے فرمایا: "کیا تو گردن آزاد کرنے کی طاقت رکھتا ہے؟" اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: "کیا مسلسل دو ماہ روزے رکھنا تیرے بس میں ہے؟" اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: "کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟" اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: "بیٹھ جا۔" تو وہ بیٹھ گیا۔ نبی ﷺ

٧٢٤۔ أخرجه البخاري، كفارات الأيمان، باب: متى تجب الكفارة على الغني والفقير؟ ... إلخ، ح: ٦٧٠٩۔٦٧١١ ومسلم، الصيام، باب تغليظ تحريم الجماع في نهار رمضان على الصائم ... إلخ، ح: ١١١١ من حديث سفيان بن عيينة به * وفي الباب عن ابن عمر [أبو يعلى: ١٠/ ٨٩، ٩٠، ح: ٥٧٢٥]، وعائشة [البخاري، ح: ١٩٣٥ ومسلم، ح: ١١١٢]، وعبدالله ابن عمرو [أحمد: ٢/ ٢٠٨].

الْمِكْتَلُ الضَّخْمُ، قَالَ: «فَتَصَدَّقْ بِهِ»، فَقَالَ: مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَحَدٌ أَفْقَرَ مِنَّا، قَالَ: فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ، قَالَ: «فَخُذْهُ فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ».

کے پاس کھجوروں کی عَرَق (ٹوکری) لائی گئی اور عرق بڑی ٹوکری کو کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اِسے صدقہ کر دو۔'' اس نے عرض کی: مدینے کی دونوں پتھریلی آبادیوں کے درمیان، ہم سے زیادہ فقیر کوئی نہیں، اس پر نبی ﷺ ہنس پڑے حتی کہ آپ کی ڈاڑھیں نمایاں ہوگئیں، فرمایا: ''اس کو لو اور اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَائِشَةَ وَعَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ فِيمَنْ أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ مُتَعَمِّدًا مِّنْ جِمَاعٍ، وَأَمَّا مَنْ أَفْطَرَ مُتَعَمِّدًا مِّنْ أَكْلٍ أَوْ شُرْبٍ فَإِنَّ أَهْلَ الْعِلْمِ قَدِ اخْتَلَفُوا فِي ذٰلِكَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: عَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَالْكَفَّارَةُ، وَشَبَّهُوا الْأَكْلَ وَالشُّرْبَ بِالْجِمَاعِ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: عَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ، لِأَنَّهُ إِنَّمَا ذُكِرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ الْكَفَّارَةُ فِي الْجِمَاعِ وَلَمْ يُذْكَرْ عَنْهُ فِي الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ، وَقَالُوا: لَا يُشْبِهُ الْأَكْلُ وَالشُّرْبُ الْجِمَاعَ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: وَقَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ لِلرَّجُلِ الَّذِي أَفْطَرَ فَتَصَدَّقَ عَلَيْهِ: «خُذْهُ فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ» يَحْتَمِلُ هٰذَا مَعَانِيَ، يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ الْكَفَّارَةُ عَلَى مَنْ قَدَرَ عَلَيْهَا، وَهٰذَا رَجُلٌ لَّمْ يَقْدِرْ عَلَى الْكَفَّارَةِ فَلَمَّا أَعْطَاهُ النَّبِيُّ ﷺ شَيْئًا وَمَلَكَهُ فَقَالَ الرَّجُلُ: مَا أَحَدٌ أَفْقَرَ إِلَيْهِ مِنَّا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «خُذْهُ فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ» لِأَنَّ الْكَفَّارَةَ إِنَّمَا تَكُونُ بَعْدَ الْفَضْلِ، عَنْ قُوتِهِ. وَاخْتَارَ الشَّافِعِيُّ لِمَنْ كَانَ عَلَى مِثْلِ هٰذَا الْحَالِ أَنْ يَأْكُلَهُ، وَتَكُونَ الْكَفَّارَةُ عَلَيْهِ

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر، سیدہ عائشہ اور سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے کہ جو آدمی ماہ رمضان کا روزہ جان بوجھ کر جماع کے ذریعے سے توڑ دے تو اس کا یہی کفارہ ہے اور جو جان بوجھ کر کھا پی کر افطار کر دے تو اہل علم کا اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس پر قضا اور کفارہ دونوں ہیں۔ وہ کھانے پینے کو جماع کے مشابہ قرار دیتے ہیں۔ سفیان ثوری، ابن مبارک اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس پر قضا ہے، کفارہ نہیں، کیونکہ نبی ﷺ سے کفارہ صحبت (جماع) کے بارے میں نقل کیا گیا ہے، کھانے پینے کے بارے میں بیان نہیں کیا گیا۔ ان حضرات کے نزدیک کھانا پینا جماع کے مشابہ نہیں۔ امام شافعی اور احمد کا یہی قول ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کا اس شخص کو جس نے روزہ افطار کر دیا تھا اور آپ نے اس پر صدقہ کیا تھا، یہ فرمانا کہ ''اسے لے لو اور اپنے گھر والوں کو کھلا دو'' اس کے کئی مفہوم بن سکتے ہیں۔ یہ احتمال ہے کہ کفارہ ایسے شخص پر لازم ہے جسے اس کی قدرت حاصل ہو، اور اس شخص کو کفارے کی قدرت حاصل نہ تھی۔ جب نبی ﷺ نے اسے کچھ عنایت فرما دیا اور وہ اس کا مالک

دَيْنًا فَمَتٰى مَا مَلَكَ يَوْمًا مَا كَفَّرَ.

بن گیا تو اس آدمی نے کہا: اس کا ہم سے زیادہ محتاج کوئی نہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اسے لے لو اور اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔'' کیونکہ کفارہ تو اسی وقت ہوتا ہے جب اپنی خوراک سے زائد موجود ہو۔ امام شافعی نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ جس انسان کی صورتِ حال ایسی ہو، وہ کفارہ خود کھا لے گا اور کفارہ اس کے ذمے قرض ہوگا جب کبھی وہ اتنی مقدار کا مالک بنے گا، وہ کفارہ ادا کر دے گا۔

فوائد ومسائل: ① اگر انسان رمضان کے مہینے میں دن کے وقت روزے کی حالت میں بیوی سے صحبت کر لے تو ائمہ اربعہ اور جمہور کے نزدیک اس پر کفارہ ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک اس پر قضا بھی ہے اور صحیح موقف یہی ہے۔ جمہور کے نزدیک ان تینوں اعمال میں ترتیب ضروری ہے۔ اگر گردن آزاد نہ کر سکتا ہو تو دو ماہ کے روزے رکھے، اگر یہ دونوں کام نہ کر سکتا ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ سفیان ثوری، اوزاعی، شافعی، اصحاب الرائے اور امام احمد کا موقف یہی ہے۔ امام مالک کے نزدیک تینوں کاموں میں اختیار ہے، جو عمل بھی کر لے کافی ہوگا۔ امام احمد کا ایک قول یہی ہے۔ (المغني: 66/3) لیکن جمہور کا قول حدیث کے مطابق ہے۔ امام شافعی، اوزاعی اور عطاء کے نزدیک ہر مسکین کو ایک مد دیا جائے گا۔ (المغني: 69/3) ② امام شافعی اور احمد کے نزدیک کھانے پینے کے ذریعے سے روزہ توڑ دینے کی صورت میں قضا ہے کفارہ نہیں کیونکہ حدیث میں اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ ③ جمہور کے نزدیک فقر واحتیاج کی صورت میں کفارہ ختم نہیں ہوگا۔ جب قدرت حاصل ہو جائے گی تو کفارہ ادا کرے گا، لیکن بعض حضرات کے نزدیک ایسی حالت میں کفارہ ختم ہو جائے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول یہی ہے۔ (شرح عمدة الأحكام، ابن دقيق العيد: 218/3)

(المعجم ٢٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي السِّوَاكِ لِلصَّائِمِ (التحفة ٢٩)

باب: 29۔ روزے دار کا مسواک کرنا

٧٢٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ مَا لَا أُحْصِي، يَتَسَوَّكُ وَهُوَ

[725] سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کو بے شمار دفعہ دیکھا کہ آپ روزے کی حالت میں مسواک کرتے تھے۔

٧٢٥- [ضعيف] أخرجه أبو داود، الصيام، باب السواك للصائم، ح: ٢٣٦٤ من حديث سفيان الثوري به، عاصم بن عبيدالله ضعيف من جهة حفظه وأعله ابن خزيمة، ح: ٢٠٠٧ * وفي الباب عن عائشة [ابن ماجه، ح: ١٦٧٧]، والبيهقي: ٤/ ٢٧٢ وكان ابن عمر لا يرى بأسًا بالسواك للصائم.

صَائِمٌ.

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، لَا يَرَوْنَ بِالسِّوَاكِ لِلصَّائِمِ بَأْسًا إِلَّا أَنَّ بَعْضَ أَهْلِ الْعِلْمِ كَرِهُوا السِّوَاكَ لِلصَّائِمِ بِالْعُودِ الرَّطْبِ، وَكَرِهُوا لَهُ السِّوَاكَ آخِرَ النَّهَارِ. وَلَمْ يَرَ الشَّافِعِيُّ بِالسِّوَاكِ بَأْسًا أَوَّلَ النَّهَارِ وَآخِرَهُ. وَكَرِهَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ السِّوَاكَ آخِرَ النَّهَارِ.

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اور اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ وہ روزے دار کے لیے مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، ہاں بعض اہل علم کا خیال ہے کہ تازہ مسواک کرنا اور دن کے آخر میں مسواک کرنا ناپسندیدہ ہے۔ امام شافعی کے نزدیک دن کے آغاز اور انتہا میں مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں اور احمد اور اسحاق کے نزدیک دن کے آخر میں مسواک کرنا ناپسندیدہ ہے۔

فائدہ: یہ روایت سنداً ضعیف ہے، لیکن معناً صحیح ہے۔ امام سفیان ثوری، اوزاعی اور ابوحنیفہ رحمہم اللہ کے نزدیک روزے دار ہر قسم کی مسواک دن کے کسی بھی حصے میں کر سکتا ہے۔ سیدنا علی و ابن عمر رضی اللہ عنہم اور عروہ و مجاہد رحمہما اللہ کا بھی یہی موقف ہے اور یہی درست ہے۔ جن علمائے کرام نے تازہ اور خشک مسواک میں فرق کیا ہے یا دن کے پہلے اور آخری حصے میں امتیاز کیا ہے، ان کے پاس کوئی بھی صحیح دلیل نہیں ہے، لہٰذا صحیح احادیث کی موجودگی میں اس فرق کی کوئی حیثیت نہیں۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٣٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْكُحْلِ لِلصَّائِمِ (التحفة ٣٠)

باب: 30۔ روزے دار کا سرمہ لگانا

٧٢٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ وَاصِلٍ [الْكُوفِيُّ]: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَطِيَّةَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاتِكَةَ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اشْتَكَتْ عَيْنِي أَفَأَكْتَحِلُ وَأَنَا صَائِمٌ؟ قَالَ: «نَعَمْ».

[726] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: میری آنکھیں دکھتی ہیں، کیا میں روزے کی حالت میں سرمہ لگا سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں''۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ وَلَا يَصِحُّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي هٰذَا الْبَابِ شَيْءٌ. وَأَبُو عَاتِكَةَ يُضَعَّفُ. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْكُحْلِ لِلصَّائِمِ، فَكَرِهَهُ

اس مسئلے میں ابورافع رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند قوی نہیں اور اس مسئلے میں نبی ﷺ سے صحیح سند سے کچھ ثابت نہیں اور ابو عاتکہ حدیث میں ضعیف ہے۔ روزے

٧٢٦- [ضعيف] * أبو عاتكة ضعيف (تقريب) * وفي الباب عن أبي رافع [البيهقي: ٤/ ٢٦٢ وقال: "ليس بالقوي"].

بَعْضُهُمْ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَرَخَّصَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْكُحْلِ لِلصَّائِمِ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ.

دار کے سرمہ لگانے کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک یہ مکروہ ہے۔ سفیان ثوری، ابن مبارک، احمد اور اسحاق رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم روزے دار کو سرمہ لگانے کی رخصت دیتے ہیں۔ امام شافعی کا یہی قول ہے۔

فائدہ: روایت توضعیف ہے، لیکن دوسرے دلائل کی رو سے روزے دار کے لیے آنکھوں میں سرمہ ڈالنا جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ اور شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ دیکھیے: (المغني: 40/3)

(المعجم ٣١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقُبْلَةِ لِلصَّائِمِ (التحفة ٣١)

باب: 31۔ روزے کی حالت میں بوسہ لینا

٧٢٧- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَقُتَيْبَةُ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُقَبِّلُ فِي شَهْرِ الصَّوْمِ.

[727] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی ﷺ روزے کے مہینے میں بوسہ لے لیا کرتے تھے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَحَفْصَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ وَأُمِّ سَلَمَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَنَسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ فِي الْقُبْلَةِ لِلصَّائِمِ. فَرَخَّصَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْقُبْلَةِ لِلشَّيْخِ وَلَمْ يُرَخِّصُوا لِلشَّابِّ مَخَافَةَ أَنْ لَا يَسْلَمَ لَهُ صَوْمُهُ، وَالْمُبَاشَرَةُ عِنْدَهُمْ أَشَدُّ وَقَدْ قَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: الْقُبْلَةُ تُنْقِصُ الْأَجْرَ وَلَا تُفْطِرُ الصَّائِمَ، وَرَأَوْا أَنَّ لِلصَّائِمِ إِذَا مَلَكَ نَفْسَهُ أَنْ يُقَبِّلَ، وَإِذَا لَمْ يَأْمَنْ عَلَى نَفْسِهِ

اس مسئلے میں سیدنا عمر بن خطاب، سیدہ حفصہ، سیدنا ابوسعید، سیدہ ام سلمہ، سیدنا ابن عباس، انس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے اہل علم کا روزے کی حالت میں بوسہ لینے کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بوڑھے شخص کو بوسے کی اجازت دی ہے اور جوان کو اس اندیشے سے اجازت نہیں دی کہ اس کا روزہ محفوظ نہیں رہ سکے گا (وہ صحبت کر بیٹھے گا) اور مباشرت (اکٹھے لیٹنا) تو اس سے بھی سنگین ہے۔ اور بعض اہل علم کے نزدیک بوسہ اجر میں کمی کا

٧٢٧- أخرجه مسلم، الصيام، باب بيان أن القبلة في الصوم ليست محرمة ... إلخ، ح:١١٠٦/ ٧٠ عن قتيبة به، وأخرجه البخاري، ح:١٩٢٨ من حديث آخر عن عائشة به ※ وفي الباب عن عمر بن الخطاب [أبو داود، ح:٢٣٨٥]، وحفصة [مسلم، ح:١١٠٧]، وأبي سعيد [ابن خزيمة، ح:١٩٦٧-١٩٦٩، ٢٠٠٥]، وأم سلمة [البخاري، ح:٣٢٢ ومسلم، ح:١١٠٨، ٢٩٦]، وابن عباس [ابن ماجه، ح:١٦٨٨]، وأنس [الطبراني في الأوسط ٢٢٧/٥، ح:٤٤٤٩]، وأبي هريرة [أبو داود، ح:٢٣٨٧].

تَرَكَ الْقُبْلَةَ لِيَسْلَمَ لَهُ صَوْمُهُ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ.

باعث ہے، افطار کا سبب نہیں اور ان کا موقف ہے کہ اگر روزے دار اپنے آپ پر قابو رکھ سکتا ہو تو وہ بوسہ لے لے اور اگر اپنے نفس سے بے خوف نہ ہو تو بوسہ لینے سے باز رہے تاکہ اس کا روزہ محفوظ رہے۔ سفیان ثوری اور شافعی ؒ کا یہی قول ہے۔

فوائد و مسائل: ① امام احمد، اسحاق اور داود ظاہری کے نزدیک بلا تخصیص ہر ایک کے لیے روزے کی حالت میں بوس و کنار کرنا جائز ہے۔ ② امام مالک کے مشہور قول کے مطابق ہر ایک کے لیے مکروہ ہے۔ ③ بلا کراہت ہر ایک کے لیے جائز ہے بشرطیکہ روزے دار کو اپنے نفس پر قابو ہو اور صحبت کر بیٹھنے کا اندیشہ نہ ہو، اگر اس کا خطرہ ہو تو پھر مکروہ ہے۔ امام ابوحنیفہ، شافعی، سفیان ثوری اور اوزاعی ؒ کا یہی مسلک ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ جوان ہو یا بوڑھا اور روزہ فرض ہو یا نفل، اگر آدمی کو اپنی خواہش اور جذبات پر قابو ہو تو جائز ہے، اگر خواہش نفس پر قابو نہ رکھنے کا خطرہ ہو تو جائز نہیں اور اگر بوسہ لینے کی صورت میں منی خارج ہو گئی تو بالاتفاق روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر مذی نکلی تو امام ابوحنیفہ، شافعی، حسن، شعبی اور اوزاعی کے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ امام مالک اور امام احمد کے نزدیک روزہ فاسد ہو جائے گا، اس کو مکمل کرنا ہوگا اور قضا دینی ہوگی۔ (المغني: 47/3، 48، المجموع: 323/6) لیکن صحیح بات یہ ہے کہ مذی سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ واللہ أعلم۔

(المعجم ٣٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي مُبَاشَرَةِ الصَّائِمِ (التحفة ٣٢)

باب: 32۔ روزے دار کا مباشرت کرنا (روزے کی حالت میں میاں بیوی کا اکٹھے لیٹنا)

٧٢٨- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي مَيْسَرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُبَاشِرُنِي وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ.

[728] سیدہ عائشہ ؓ بیان فرماتی ہے: رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں میرے ساتھ لیٹ جایا کرتے تھے، اور آپ ﷺ کو اپنی خواہش اور جذبات پر تم سے زیادہ ضبط تھا۔

٧٢٩- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ.

[729] سیدہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں بوسہ لے لیتے اور اکٹھے بھی لیٹ جایا کرتے تھے اور آپ کو اپنے نفس پر تم سے زیادہ ضبط تھا۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے

٧٢٨- أبو ميسرة هو عمرو بن شرحبيل، وانظر الحديث الآتي.

٧٢٩- أخرجه مسلم، الصيام، باب بيان القبلة في الصوم ليست محرمة ... إلخ: ١١٠٦/ ٦٥ من حديث أبي معاوية الضرير به.

مَيْسَرَةَ اسْمُهُ عَمْرُو بْنُ شُرَحْبِيلَ. وَمَعْنٰى لِإِرْبِهِ يَعْنِي لِنَفْسِهِ.

اور ابو میسرہ کا نام عمرو بن شرحبیل ہے اور [إِرْب] کے معنی نفس کے ہیں، یعنی اپنی خواہش۔

لغوی تشریح: [إِرْب] جمع [آراب] ہمزہ پر زیر اور را ساکن ہو تو معنی حاجت، خواہش نفس یا عضو مخصوص ہیں۔ اور اگر [أَرَب] ہمزہ اور راء دونوں پر زبر ہو تو معنی حاجت اور خواہش نفس ہیں۔ بعض نے دونوں کے معنی ایک ہی کیے ہیں۔ (المغني: 37/3) عام طور پر [إِرْب] کے معنی عضو اور [أَرَب] کے معنی خواہش نفس کیے جاتے ہیں۔ اور اکثر محدثین کے نزدیک [أَرَب] کا لفظ راجح ہے۔

فائدہ: یہاں مباشرت سے مراد محض باہمی بدن اور جسم کا ملنا ہے، صحبت مراد نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے اس موقف کی تائید ہوتی ہے کہ جس شخص کو اپنے نفس اور جذبات پر قابو حاصل ہو اس کے لیے اپنی بیوی کے ساتھ اکٹھے لیٹنا اور اس کا بوسہ لینا جائز ہے اور جسے بے قابو ہونے کا اندیشہ ہو، اس کے لیے جائز نہیں۔

(المعجم ٣٣) بَابُ مَا جَاءَ لَا صِيَامَ لِمَنْ لَمْ يَعْزِمْ مِّنَ اللَّيْلِ (التحفة ٣٣)

باب: 33۔ جس نے رات کو پختہ ارادہ یا عزم نہ کیا، اس کا روزہ نہیں ہوگا

٧٣٠۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَفْصَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ لَّمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ».

[730] سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے فجر سے پہلے روزے کا پختہ ارادہ نہ کیا، اس کا روزہ نہیں۔“

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ حَفْصَةَ حَدِيثٌ لَّا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَوْلُهُ وَهُوَ أَصَحُّ: [وَهٰكَذَا أَيْضًا رُّوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ مَوْقُوفًا وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا رَّفَعَهُ إِلَّا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ] وَإِنَّمَا مَعْنٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَا صِيَامَ لِمَنْ لَّمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ فِي رَمَضَانَ أَوْ فِي قَضَاءِ رَمَضَانَ أَوْ فِي صِيَامِ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث ہمارے علم میں صرف اسی سند سے منقول ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ان کا قول بھی مروی ہے اور اس کا قول ہونا ہی زیادہ درست ہے۔ اور اسی طرح یہ حدیث زہری کے واسطے سے بھی موقوفاً ہی مروی ہے۔ ہمارے علم میں اسے مرفوع صرف یحییٰ بن ایوب نے بیان کیا ہے۔ اور بعض اہل علم کے نزدیک اس کا مقصد یہ ہے کہ طلوع فجر سے پہلے

٧٣٠۔ أخرجه أبو داود، الصيام، باب النية في الصوم، ح:٢٤٥٤ من حديث يحيى بن أيوب به وصححه ابن خزيمة، ح:١٩٣٣ وانظر للتفصيل: الإرواء، ح: ٩١٤ . وموقوف حفصة وابن عمر، أخرجهما النسائي، ح:٢٣٣٨، ٢٣٤٤ وغيره بأسانيد صحيحة.

نَذْرٍ إِذَا لَمْ يَنْوِهِ مِنَ اللَّيْلِ لَمْ يُجْزِهِ. وَأَمَّا صِيَامُ التَّطَوُّعِ فَمُبَاحٌ لَهُ أَنْ يَنْوِيَهُ بَعْدَ مَا أَصْبَحَ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

رمضان یا قضائے رمضان یا نذر کے روزے کے لیے پختہ ارادہ کرنا ضروری ہے۔ اگر رات کو نیت نہیں کرتا تو اس کا روزہ نہیں ہوگا۔ لیکن اگر نفلی روزہ ہو تو اس کے لیے صبح کے بعد بھی نیت کی جا سکتی ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق ؒ کا یہی قول ہے۔

فوائد و مسائل: ① روزہ فرض ہو یا نفل، اس کے لیے بالاتفاق نیت ضروری ہے کیونکہ وہ خالص عبادت ہے، اختلاف اس میں ہے کہ نیت کس وقت کی جائے۔ روزہ رمضان کا ہو یا اس کی قضا ہو، نذر کا ہو یا کفارے کا، اس کے لیے امام مالک، شافعی اور احمد ؒ کے نزدیک رات کو نیت کرنا ضروری ہے، جمہور کا یہی موقف ہے اور یہی موقف درست ہے۔ علاوہ ازیں سحری کا وقت ختم ہونے تک رات ہی ہے، گویا سحری کے وقت کی نیت بھی رات ہی کی نیت ہے۔ ② نیت، دل کے ارادے کا نام ہے، اس کے لیے زبان سے مخصوص الفاظ بولنا کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں، جیسے مشہور دعا ہے: [وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ] یہ بالکل من گھڑت دعا ہے۔ ③ امام ابوحنیفہ ؒ کے نزدیک متعین روزے کے لیے رات کو نیت کرنا ضروری نہیں۔ ④ جمہور کے نزدیک نفلی روزے کی نیت زوال سے پہلے پہلے ہو سکتی ہے۔

(المعجم ٢٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي إِفْطَارِ الصَّائِمِ الْمُتَطَوِّعِ (التحفة ٢٤)

باب: 34۔ نفلی روزہ رکھنے والا روزہ افطار کر سکتا ہے

٧٣١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنِ ابْنِ أُمِّ هَانِئٍ، عَنْ أُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ: كُنْتُ قَاعِدَةً عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَأُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ نَاوَلَنِي فَشَرِبْتُ مِنْهُ فَقُلْتُ إِنِّي أَذْنَبْتُ فَاسْتَغْفِرْ لِي فَقَالَ: «وَمَا ذَاكَ؟» قَالَتْ: كُنْتُ صَائِمَةً فَأَفْطَرْتُ، فَقَالَ: «أَمِنْ قَضَاءٍ كُنْتِ تَقْضِينَهُ؟» قَالَتْ: لَا، قَالَ: «فَلَا يَضُرُّكِ».

[731] سیدہ اُمّ ہانی ؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی تو آپ کے پاس کوئی مشروب لایا گیا۔ آپ نے اس سے پی لیا، پھر مجھے پکڑا دیا تو میں نے بھی اس سے پی لیا اور آپ سے عرض کی: مجھ سے گناہ سرزد ہو گیا ہے، آپ میرے لیے بخشش طلب فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: ''گناہ کیا ہے؟'' میں نے کہا: میں روزے دار تھی اور میں نے روزہ چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''کیا کسی روزے کی قضا دے رہی تھی؟'' میں نے کہا: نہیں۔ آپ

٧٣١- [صحيح لغيره] أخرجه ابن أبي شيبة: ٣/ ٣٠ عن أبي الأحوص به وهو في السنن الكبرى للنسائي، ح: ٣٣٠٦ من طريقه ورواه البغوي في شرح السنة: ٦/ ٣٧٠، ٣٧١، ح: ١٨١٣ من طريق الترمذي به * هارون بن أم هانيء مجهول (تقريب) وللحديث شواهد عند الحاكم: ١/ ٤٣٩ وأبي داود، ح: ٢٤٥٦ وغيرهما. يلاحظ التفصيل في صحيح سنن أبي داود للألباني، ح: ٢١٢٠. * وفي الباب عن أبي سعيد [البيهقي: ٤/ ٢٧٩ والطبراني في الأوسط: ٤/ ١٥٢، ح: ٣٢٦٤]، وعائشة [يأتي: ٧٣٤].

نے فرمایا: ''تب یہ تیرے لیے نقصان کا باعث نہیں (روزہ چھوڑنا گناہ نہیں۔)''

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَعَائِشَةَ.

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابوسعید اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث بھی آئی ہیں۔

٧٣٢ـ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: كُنْتُ أَسْمَعُ سِمَاكَ بْنَ حَرْبٍ يَقُولُ: أَحَدُ بَنِي أُمِّ هَانِئٍ حَدَّثَنِي فَلَقِيتُ أَنَا أَفْضَلَهُمْ وَكَانَ اسْمُهُ جَعْدَةَ، وَكَانَتْ أُمُّ هَانِئٍ جَدَّتَهُ فَحَدَّثَنِي، عَنْ جَدَّتِهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا فَدَعَا بِشَرَابٍ فَشَرِبَ ثُمَّ نَاوَلَهَا فَشَرِبَتْ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَمَا إِنِّي كُنْتُ صَائِمَةً، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الصَّائِمُ الْمُتَطَوِّعُ أَمِينُ نَفْسِهِ إِنْ شَاءَ صَامَ وَإِنْ شَاءَ أَفْطَرَ».

[732] سماک بن حرب بیان کرتے ہیں کہ مجھے سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے کسی نے روایت سنائی تو میں ان میں سے جو سب سے افضل تھا، جسے جعدہ کہتے تھے اور ام ہانی اس کی دادی تھی، اس سے ملا تو اس نے مجھے اپنی دادی سے حدیث سنائی کہ رسول اللہ ﷺ اس کے ہاں تشریف لائے، مشروب طلب فرمایا اور پی لیا، پھر اسے پکڑا دیا۔ اس نے بھی (تبرک سمجھ کر) پی لیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں تو روزے دار تھی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نفلی روزہ رکھنے والا اپنے نفس کا امین ہوتا ہے، چاہے روزہ رکھے اور چاہے تو افطار کر دے۔''

قَالَ شُعْبَةُ: قُلْتُ لَهُ: [أَ]أَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ أُمِّ هَانِئٍ؟ قَالَ: لَا، أَخْبَرَنِي أَبُو صَالِحٍ وَأَهْلُنَا، عَنْ أُمِّ هَانِئٍ. وَرَوٰى حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ سِمَاكِ [بْنِ حَرْبٍ]، فَقَالَ: عَنْ هَارُونَ ابْنِ بِنْتِ أُمِّ هَانِئٍ عَنْ أُمِّ هَانِئٍ. وَرِوَايَةُ شُعْبَةَ أَحْسَنُ. هٰكَذَا حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ عَنْ أَبِي دَاوُدَ فَقَالَ: «أَمِينُ نَفْسِهِ» وَحَدَّثَنَا غَيْرُ مَحْمُودٍ عَنْ أَبِي دَاوُدَ فَقَالَ: «أَمِيرُ نَفْسِهِ - أَوْ - أَمِينُ نَفْسِهِ» عَلَى الشَّكِّ. وَهٰكَذَا رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، عَنْ شُعْبَةَ: «أَمِيرُ - أَوْ - أَمِينُ نَفْسِهِ» عَلَى الشَّكِّ. [قَالَ:] وَحَدِيثُ أُمِّ هَانِئٍ فِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ

شعبہ کہتے ہیں: میں نے جعدہ سے پوچھا: کیا یہ حدیث تو نے خود ام ہانی رضی اللہ عنہا سے سنی ہے؟ اس نے کہا: نہیں، مجھے ابوصالح اور ہمارے گھر والوں نے ام ہانی رضی اللہ عنہا سے سنائی ہے۔ یہ روایت حماد بن سلمہ نے سماک بن حرب سے بیان کی تو سماک نے کہا: ام ہانی رضی اللہ عنہا کے نواسے ہارون نے ام ہانی سے بیان کیا۔ اس کے مقابلے میں شعبہ کی روایت بہتر ہے۔ محمود بن غیلان کی سند میں [أَمِينُ نَفْسِهِ] ہے اور دوسروں کی سند سے ہے [أَمِيرُ نَفْسِهِ] یا [أَمِينُ نَفْسِهِ] ''اپنے نفس کا امیر یا امین ہے'' شعبہ نے کئی سندوں سے شک کے ساتھ ہی [أَمِيرُ نَفْسِه] یا [أَمِينُ نَفْسِه] روایت کیا ہے۔ (امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) ام

٧٣٢ـ [صحيح لغيره] أخرجه أحمد: ٦/ ٣٤٣، ح: ٢٧٤٤٨ من حديث شعبة به وهو في مسند أبي داود الطيالسي، ح: ١٦١٨ أبو صالح ضعيف، وانظر الحديث السابق.

مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: أَنَّ الصَّائِمَ الْمُتَطَوِّعَ إِذَا أَفْطَرَ فَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ إِلَّا أَنْ يُحِبَّ أَنْ يَقْضِيَهُ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ وَالشَّافِعِيِّ.

ہانی رضی اللہ عنہا کی حدیث پر جرح کی گئی ہے۔ بعض اہل علم صحابہ وغیرہ کا عمل اسی پر ہے کہ نفلی روزہ رکھنے والا اگر روزہ چھوڑ دے تو اس پر قضا لازم نہیں، ہاں اگر چاہے تو قضا دے لے۔ سفیان ثوری، احمد، اسحاق اور شافعی رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: جمہور کے نزدیک نفلی روزہ توڑنے پر اس کی قضا لازم نہیں جبکہ احناف کے نزدیک عذر سے توڑے یا بلا عذر، قضا لازم ہے۔ امام احمد کا ایک قول ہے کہ اگر بلا عذر روزہ توڑے تو اس کو قضا دینی ہوگی۔ امام ابن قدامہ نے اس کو استحباب پر محمول کیا ہے۔ امام نخعی، ابوحنیفہ اور مالک رحمہم اللہ کے نزدیک قضا لازم ہے اور امام مالک کا ایک قول ہے کہ قضا لازم نہیں۔ (المغني: 92/3) بقول امام نووی، امام مالک کے نزدیک بلا عذر روزہ چھوڑنے کی صورت میں قضا ہے اور اگر عذر سے روزہ چھوڑا تو پھر قضا نہیں۔ (المجموع: 394/6) صحیح بات یہ ہے کہ قضا لازم نہیں لیکن اگر قضا دے لے تو بہتر ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٣٥) [بَابُ صِيَامِ الْمُتَطَوِّعِ بِغَيْرِ تَبْيِيتٍ] (التحفة ٣٥)

باب: 35۔ نفلی روزہ رات کو نیت کیے بغیر رکھنا

٧٣٣- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى، عَنْ عَمَّتِهِ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمًا فَقَالَ: «هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ؟» قَالَتْ: قُلْتُ: لَا، قَالَ: «فَإِنِّي صَائِمٌ».

[733] ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے ہاں تشریف لائے اور پوچھا: ''کیا تمھارے پاس (کھانے کے لیے) کوئی چیز ہے؟'' میں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''تب میں روزہ رکھ لیتا ہوں۔''

٧٣٤- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ: إِنْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْتِينِي فَيَقُولُ: «أَعِنْدَكِ غَدَاءٌ؟» فَأَقُولُ: لَا، فَيَقُولُ: «إِنِّي صَائِمٌ»: قَالَتْ: فَأَتَانِي يَوْمًا فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّهُ قَدْ أُهْدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ، قَالَ: «وَمَا هِيَ؟» قَالَتْ: قُلْتُ: حَيْسٌ، قَالَ: «أَمَا إِنِّي قَدْ أَصْبَحْتُ صَائِمًا»، قَالَتْ: ثُمَّ أَكَلَ.

[734] ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی ﷺ میرے ہاں تشریف لاتے تو پوچھتے: ''کیا صبح کا کھانا ہے؟'' میں کہتی: نہیں، تو آپ فرماتے: ''چلیے میں روزہ رکھ لیتا ہوں۔'' ایک دن آپ میرے ہاں تشریف لائے تو میں نے کہا: ہمیں تحفہ بھیجا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''وہ کیا ہے؟'' میں نے کہا: مالیدہ (گھی، کھجور اور ستو کا مجموعہ) ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ہاں، میں نے تو صبح سے روزے کی نیت کی تھی۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر آپ نے کھا لیا۔

٧٣٣- أخرجه مسلم، الصيام، باب جواز صوم النافلة بنية من النهار قبل الزوال . . . إلخ، ح: ١١٥٤ من حديث وكيع به.

٧٣٤- انظر الحديث السابق.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نفلی روزے کی نیت زوال سے پہلے پہلے ہو سکتی ہے۔

(المعجم ٣٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي إِيجَابِ الْقَضَاءِ عَلَيْهِ (التحفة ٣٦)

٧٣٥- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ صَائِمَتَيْنِ فَعُرِضَ لَنَا طَعَامٌ اشْتَهَيْنَاهُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَبَدَرَتْنِي إِلَيْهِ حَفْصَةُ وَكَانَتِ ابْنَةَ أَبِيهَا، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا كُنَّا صَائِمَتَيْنِ فَعُرِضَ لَنَا طَعَامٌ اشْتَهَيْنَاهُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ، قَالَ: «اقْضِيَا يَوْمًا آخَرَ مَكَانَهُ».

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَرَوٰى صَالِحُ بْنُ أَبِي الْأَخْضَرِ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حَفْصَةَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَ هٰذَا. وَرَوٰى مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَمَعْمَرٌ وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ وَزِيَادُ بْنُ سَعْدٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْحُفَّاظِ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَائِشَةَ مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ، عَنْ عُرْوَةَ وَهٰذَا أَصَحُّ لِأَنَّهُ رُوِيَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: سَأَلْتُ الزُّهْرِيَّ فَقُلْتُ [لَهُ]: أَحَدَّثَكَ عُرْوَةُ، عَنْ عَائِشَةَ؟ قَالَ: لَمْ أَسْمَعْ مِنْ عُرْوَةَ فِي هٰذَا شَيْئًا، وَلٰكِنِّي سَمِعْتُ فِي خِلَافَةِ سُلَيْمَانَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ مِنْ نَاسٍ، عَنْ بَعْضِ مَنْ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ. حَدَّثَنَا بِهٰذَا عَلِيُّ بْنُ

باب: 36۔ نفلی روزے کی قضا ضروری ہے؟

[735] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرا اور حفصہ کا روزہ تھا۔ ہمیں کھانا پیش کیا گیا۔ ہمیں اس کی رغبت ہوئی تو ہم نے اس میں سے کھا لیا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو حفصہ مجھ سے سبقت لے گئی اور وہ اپنے باپ کی بیٹی تھی (باپ کی طرح مسئلہ پوچھنے میں جری تھی) اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم روزہ دار تھیں، تو ہمیں کھانا پیش کیا گیا۔ ہمیں اس میں رغبت ہوئی تو ہم نے کھا لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اس کی جگہ ایک دن کی قضا دو۔''

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صالح بن ابی اخضر اور محمد بن ابی حفصہ نے بھی یہ حدیث اسی طرح بیان کی ہے۔ اور مالک بن انس، معمر، عبید اللہ بن عمر، زیاد بن سعد اور بہت سے راویوں نے یہ روایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرسل بیان کی ہے، اس میں عروہ کا نام نہیں لیا اور یہی بات زیادہ درست ہے کیونکہ ابن جریج کہتے ہیں: میں نے زہری سے پوچھا: کیا عروہ نے تمھیں یہ حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنائی ہے؟ اس نے کہا: میں نے اس مسئلے میں عروہ سے کچھ نہیں سنا، لیکن میں نے سلیمان بن عبدالملک کی خلافت کے دور میں کچھ لوگوں سے سنا، وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، بعض لوگوں کے واسطے سے بیان کرتے تھے جنھوں نے ان سے اس

٧٣٥_[ضعيف] أخرجه أحمد: ٦/ ٢٦٣ عن كثير بن هشام به، وهو في السنن الكبرى للنسائي، ح: ٣٢٩١ من طريق كثير ورواه أبو داود، ح: ٢٤٥٧ من طريق آخر عن عروة به، جعفر صدوق يهم في حديث الزهري (تقريب) وشيخه لم يصرح بالسماع ـ إن صح السند إليه بل سمعه من مجاهيل ـ وللحديث طرق ضعيفة * حديث مالك في الموطأ: ١/ ٣٠٦ (يحيى).

عِيسَى بْنِ يَزِيدَ الْبَغْدَادِيُّ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ. وَقَدْ ذَهَبَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ إِلَى هٰذَا الْحَدِيثِ فَرَأَوْا عَلَيْهِ الْقَضَاءَ إِذَا أَفْطَرَ، وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ.

حدیث کے بارے میں سوال کیا تھا۔ اور یہ بیان علی بن عیسیٰ بن یزید بغدادی کی سند سے مروی ہے۔ اہل علم صحابہ وغیرہ سے کچھ اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے۔ ان کے نزدیک روزہ چھوڑنے کی صورت میں قضا ہے۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: اکثر ائمۂ کرام اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں لیکن احناف اور مالکیہ کے نزدیک مرسل روایت حجت ہے۔ اور شوافع کے نزدیک شرط کے ساتھ حجت ہے، اس لیے ان کے نزدیک نفلی روزے کی قضا لازم ہے لیکن مجموعی طور پر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قضا لازم نہیں، بہتر ضرور ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ۳۷) بَابُ مَا جَاءَ فِي وِصَالِ شَعْبَانَ بِرَمَضَانَ (التحفة ۳۷)

باب: 37۔شعبان کو رمضان سے ملانا

۷۳۶- حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَصُومُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ إِلَّا شَعْبَانَ وَرَمَضَانَ.

[736] سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو شعبان اور رمضان کے سوا کسی دو مہینوں کے مسلسل روزے رکھتے نہیں دیکھا۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أُمِّ سَلَمَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ أَيْضًا عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي شَهْرٍ أَكْثَرَ صِيَامًا مِّنْهُ فِي شَعْبَانَ، كَانَ يَصُومُهُ إِلَّا قَلِيلًا بَلْ كَانَ يَصُومُهُ كُلَّهُ.

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ابوسلمہ یہی حدیث بیان کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو شعبان کے علاوہ کسی مہینے میں زیادہ روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ آپ چند دن کے سوا پورے مہینے کے روزے رکھتے بلکہ یوں کہیے کہ پورے مہینے کے روزے رکھتے تھے۔

۷۳۷- حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ

[737] ہناد نے اپنی سند سے ابوسلمہ سے اور انھوں نے

۷۳۶ـ أخرجه النسائي، الصيام، باب ذكر حديث أبي سلمة في ذلك: ٤/ ١٥٠، ح: ٢١٧٧ عن محمد بن بشار به وللحديث شواهد صحيحة عند النسائي، ح: ٢١٧٨ وغيره * وفي الباب عن عائشة [يأتي: ٧٣٧].

۷۳۷ـ أخرجه البخاري، الصوم، باب صوم شعبان، ح: ١٩٦٩ ومسلم، ح: ١١٥٦/ ١٧٥ من حديث أبي سلمة به.

مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِذٰلِكَ.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مذکورہ بالا روایت بیان کی۔

وَرَوٰى سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ وَغَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَ رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو. وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ أَنَّهُ قَالَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ [قَالَ]: هُوَ جَائِزٌ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ إِذَا صَامَ أَكْثَرَ الشَّهْرِ أَنْ يُقَالَ صَامَ الشَّهْرَ كُلَّهُ، وَيُقَالُ: قَامَ فُلَانٌ لَيْلَتَهُ أَجْمَعَ وَلَعَلَّهُ تَعَشّٰى وَاشْتَغَلَ بِبَعْضِ أَمْرِهِ، كَأَنَّ ابْنَ الْمُبَارَكِ قَدْ رَأٰى كِلَا الْحَدِيثَيْنِ مُتَّفِقَيْنِ، يَقُولُ: إِنَّمَا مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّهُ كَانَ يَصُومُ أَكْثَرَ الشَّهْرِ.

سالم ابونضر اور کئی دوسرے راویوں نے بھی یہ حدیث ابوسلمہ کے واسطے سے مذکورہ بالا کی مانند بیان کی ہے۔ ابن مبارک اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ عربی اسلوب اور محاورے کی رو سے یہ جائز ہے کہ کوئی شخص مہینے کے اکثر دن روزے رکھے تو یوں کہہ دیا جائے کہ اس نے پورے مہینے کے روزے رکھے۔ اور کہا جاتا ہے کہ فلاں نے پوری رات قیام کیا، حالانکہ اس نے شام کا کھانا بھی کھایا ہوگا اور بعض دوسرے کاموں میں بھی مصروف رہا ہو گا۔ لگتا ہے کہ ابن مبارک دونوں حدیثوں (حدیثِ ام سلمہ و عائشہ رضی اللہ عنہا) کو ہم معنی سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ مہینے کا اکثر حصہ روزے کے ساتھ گزارتے تھے۔

فائدہ: رسولِ اکرم ﷺ نے شعبان میں زیادہ روزے رکھنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ لوگ اس کی خیر و برکت سے غفلت برتتے ہیں، حالانکہ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں (سال بھر) کے اعمال اللہ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ میرے عمل روزے کی حالت میں پیش ہوں۔ (سنن النسائي، الصيام، حديث: 2359) سیدہ ام سلمہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے بارے میں اختلاف ہے کہ دونوں کے معنی ایک ہیں یا دونوں میں فرق ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ دونوں کے معنی ابن مبارک کی اقتدا میں ایک ہی لیتے ہیں لیکن علامہ طیبی اور عراقی نے دونوں کے معنی الگ الگ لیے ہیں کہ آپ ﷺ کبھی پورا مہینہ روزے رکھتے اور کبھی اکثر دن روزے رکھتے اور بعض نے یہ معنی کیے ہیں کہ ہر حصے میں نہیں بلکہ پہلے، دوسرے اور تیسرے عشرے میں روزے رکھتے، کوئی عشرہ روزوں سے خالی نہ ہوتا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن مبارک کے معنی ہی کو ترجیح دی ہے۔ (فتح الباري: 272/4)

(المعجم ٢٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الصَّوْمِ فِي النِّصْفِ الثَّانِي مِنْ شَعْبَانَ لِحَالِ رَمَضَانَ (التحفة ٢٨)

باب: 38۔ رمضان کی خاطر شعبان کے آخری نصف میں روزے رکھنا ناپسندیدہ ہے

٧٣٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا بَقِيَ نِصْفٌ مِّنْ شَعْبَانَ فَلَا تَصُومُوا».

[738] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب آدھا شعبان رہ جائے تو روزے نہ رکھو۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ عَلٰى هٰذَا اللَّفْظِ. وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ يَكُونَ الرَّجُلُ مُفْطِرًا، فَإِذَا بَقِيَ شَيْءٌ مِّنْ شَعْبَانَ أَخَذَ فِي الصَّوْمِ لِحَالِ شَهْرِ رَمَضَانَ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مَا يُشْبِهُ قَوْلَهُمْ، حَيْثُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا تَقَدَّمُوا شَهْرَ رَمَضَانَ بِصِيَامٍ إِلَّا أَنْ يُوَافِقَ ذٰلِكَ صَوْمًا كَانَ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ» وَقَدْ دَلَّ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ إِنَّمَا الْكَرَاهِيَةُ عَلٰى مَنْ يَتَعَمَّدُ الصِّيَامَ لِحَالِ رَمَضَانَ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور ان لفظوں میں ہمارے علم میں صرف اسی سند سے آئی ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ انسان روزے چھوڑے ہوئے ہو، پھر جب شعبان کے کچھ دن رہ جائیں تو ماہ رمضان کی خاطر روزے رکھنا شروع کردے (تو یہ ناجائز ہے۔) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نبی ﷺ سے (اہل علم کے) اس قول سے ملتی جلتی یہ روایت بھی منقول ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ماہ رمضان سے پہلے روزہ نہ رکھو (استقبال اور تعظیم کے لیے) الا یہ کہ یہ اس روزے کے مطابق ہو جائے جو تم میں سے کوئی پہلے سے رکھتا ہو۔'' یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کراہت صرف اس کے لیے ہے جو جان بوجھ کر رمضان کی (تعظیم واستقبال کی) خاطر روزے رکھے۔

فائدہ: اگر ایک آدمی مہینے کے آغاز سے روزے رکھتا چلا آرہا ہو یا قضا ونذر وغیرہ کا روزہ ہو یا اس کی عام مہینوں میں عادت کے مطابق روزہ ہو تو اس میں کوئی کراہت نہیں۔ یہ کراہت وناپسندیدگی صرف اس صورت میں ہے جب انسان رمضان کی تعظیم یا استقبال کی خاطر روزہ رکھے جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت جو امام صاحب نے پیش کی ہے اس پر صراحتاً دلالت کررہی ہے۔

(المعجم ٣٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ (التحفة ٣٩)

باب: 39۔ شعبان کی پندرھویں رات کا بیان

٧٣٨ـ أخرجه أبو داود، الصيام، باب: في كراهية ذلك، ح: ٢٣٣٧ عن قتيبة به وصححه ابن حبان (الإحسان): ٣٥٨٣ * حديث: لا تقدموا شهر رمضان . . . إلخ تقدم: ٦٨٥، ٦٨٧.

٧٣٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَخْبَرَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: فَقَدْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَيْلَةً فَخَرَجْتُ فَإِذَا هُوَ بِالْبَقِيعِ، فَقَالَ: «أَكُنْتِ تَخَافِينَ أَنْ يَحِيفَ اللهُ عَلَيْكِ وَرَسُولُهُ؟» قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! ظَنَنْتُ أَنَّكَ أَتَيْتَ بَعْضَ نِسَائِكَ، فَقَالَ: «إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لِأَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ».

[739] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات میں نے نبی ﷺ کو (اپنے ہاں سے) گم پایا تو میں (آپ کی خاطر) نکلی تو آپ بقیع (قبرستان) میں تھے۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تمھیں یہ اندیشہ تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کریں گے؟'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے خیال کیا شاید آپ کسی اور بیوی کے ہاں تشریف لے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات کو آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور بنوکلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ تعداد میں لوگوں کو بخشتا ہے۔''

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَائِشَةَ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ الْحَجَّاجِ. وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يُضَعِّفُ هٰذَا الْحَدِيثَ. وَقَالَ: يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عُرْوَةَ. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَالْحَجَّاجُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہمارے علم میں صرف اسی حجاج کی سند سے مروی ہے اور امام محمد (امام بخاری رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یحییٰ بن ابی کثیر نے عروہ سے نہیں سنا اور حجاج بن ارطاۃ کا یحییٰ بن ابی کثیر سے سماع ثابت نہیں۔

فوائد ومسائل: ① شعبان کی پندرھویں رات کی فضیلت میں امام سیوطی، ابوطالب مکی، غزالی اور شیخ عبدالقادر جیلانی نے بہت سی ضعیف اور منکر روایات بیان کی ہیں، وہ سب بے اصل ہیں۔ (معارف السنن: 419/5) تاہم شیخ البانی رحمہ اللہ نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے جس کے الفاظ طبرانی اور ابن حبان میں اس طرح ہیں: [يَطَّلِعُ اللهُ إِلَى جَمِيعِ خَلْقِهِ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَيَغْفِرُ لِجَمِيعِ خَلْقِهِ إِلَّا لِمُشْرِكٍ، أَوْ مُشَاحِنٍ] ''اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات اپنی تمام مخلوق پر مطلع ہوتا ہے اور تمام کی بخشش فرماتا ہے سوائے مشرک اور مشاحن (کینہ پرور) شخص کے۔'' (صحیح الترغیب: 1026/1) ② بنوکلب ایک عربی قبیلہ تھا جس کے پاس تمام عرب قبائل سے زیادہ بکریاں تھیں۔

(المعجم ٤٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي صَوْمِ الْمُحَرَّمِ (التحفة ٤٠)

باب: 40۔ محرم کے روزے

٧٣٩۔ [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في ليلة النصف من شعبان، ح: ١٣٨٩ من حديث يزيد بن هارون به * الحجاج بن أرطاة: ضعيف مدلس * وفي الباب عن أبي بكر الصديق [ابن عدي في الكامل: ٥/ ١٩٤٦ وابن الجوزي في العلل: ٢/ ٥٥٦ وابن أبي عاصم في السنة، ص: ٢٢٢].

٧٤٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ شَهْرُ اللهِ الْمُحَرَّمُ».

[740] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ماہ رمضان کے روزوں کے بعد افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔

٧٤١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: سَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: أَيُّ شَهْرٍ تَأْمُرُنِي أَنْ أَصُومَ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ؟ قَالَ لَهُ: مَا سَمِعْتُ أَحَدًا يَسْأَلُ عَنْ هٰذَا إِلَّا رَجُلًا سَمِعْتُهُ يَسْأَلُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَأَنَا قَاعِدٌ عِنْدَهُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَيُّ شَهْرٍ تَأْمُرُنِي أَنْ أَصُومَ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ؟ قَالَ: «إِنْ كُنْتَ صَائِمًا بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ فَصُمِ الْمُحَرَّمَ فَإِنَّهُ شَهْرُ اللهِ، فِيهِ يَوْمٌ تَابَ اللهُ فِيهِ عَلٰى قَوْمٍ وَيَتُوبُ فِيهِ عَلٰى قَوْمٍ آخَرِينَ».

[741] سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ان سے ایک آدمی نے پوچھا کہ رمضان کے بعد آپ مجھے کس ماہ کے روزے رکھنے کا حکم دیتے ہیں؟ تو انھوں نے اس سے کہا: میں نے یہ سوال کسی کو کرتے نہیں سنا، مگر ایک آدمی کو میں نے سنا، وہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھ رہا تھا جبکہ میں آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے ماہ رمضان کے بعد کس ماہ کے روزے رکھنے کا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اگر تجھے رمضان کے بعد روزے رکھنے ہوں تو محرم کے روزے رکھو، کیونکہ وہ اللہ کا مہینہ ہے۔ اس میں ایک دن ایسا ہے جس میں اللہ نے ایک قوم کی توبہ قبول فرمائی اور اس میں ایک اور قوم کی توبہ قبول فرمائے گا۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

فائدہ: محرم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے شرف وفضل اور عظمت کے اظہار کے لیے ہے اور یہ چار محترم مہینوں میں سے ایک ہے اور قمری تقویم کے اعتبار سے سال کا پہلا مہینہ ہے۔ اس مہینے کی دس تاریخ (یوم عاشورہ) کو اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے لشکر کو تباہ کر کے بنو اسرائیل کو نجات دی تھی، اس لیے رسول اکرم ﷺ عاشورہ کا روزہ رکھتے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس ماہ کے روزوں سے مراد عاشورہ ہی کا روزہ ہے ورنہ آپ ﷺ تو ہمیشہ شعبان کے روزے زیادہ رکھتے تھے جیسا کہ پیچھے تفصیل گزر چکی ہے، اگر اس سے پورا ماہ یا اکثر حصہ مراد ہوتا تو آپ اس میں زیادہ روزے رکھتے جبکہ یہ محترم مہینہ بھی ہے اور سال کا آغاز بھی اسی سے ہوتا ہے۔ علامہ نووی نے اس کا یہ جواب دینے کی کوشش کی ہے کہ شاید آپ ﷺ کو محرم کے مہینے کے روزوں کی فضیلت کا علم اپنی زندگی کے آخری ایام میں ہوا ہو اور یہ بھی ممکن

٧٤٠ـ أخرجه مسلم، الصيام، باب فضل صوم المحرم، ح: ١١٦٣ عن قتيبة به.

٧٤١ـ [ضعيف] أخرجه الدارمي، ح: ١٧٦٣ من حديث عبدالرحمن بن إسحاق الكوفي به وهو ضعيف وشيخه مستور.

ہے کہ اس ماہ میں آپ کو کوئی عذر، مثلاً: سفر اور مرض کی زیادتی کا عارضہ ہو جاتا ہو۔ (شرح صحيح مسلم للنووي: 365/1)

(المعجم ٤١) بَابُ مَا جَاءَ فِي صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ (التحفة ٤١)

باب: 41۔ جمعے کا روزہ

٧٤٢۔ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِينَارٍ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ ابْنُ مُوسٰى وَطَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَصُومُ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَقَلَّ مَا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ.

[742] سیدنا عبد اللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر مہینے کے آغاز (یا درمیان) میں تین روزے رکھتے تھے اور جمعے کے دن کا روزہ کم ہی چھوڑتے تھے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَقَدِ اسْتَحَبَّ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ صِيَامَ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، وَإِنَّمَا يُكْرَهُ أَنْ يَصُومَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لَا يَصُومُ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ. قَالَ: وَرَوٰى شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ هٰذَا الْحَدِيثَ وَلَمْ يَرْفَعْهُ.

اس مسئلے میں سیدنا ابو ہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے۔ کچھ اہل علم کے نزدیک جمعے کے دن روزہ رکھنا مستحب ہے اور مکروہ صورت یہ ہے کہ صرف جمعے کا روزہ رکھے، اس سے پہلے اور بعد میں روزہ نہ رکھے۔ امام شعبہ نے بھی یہ حدیث عاصم سے بیان کی ہے لیکن اسے مرفوعاً بیان نہیں کیا۔

(المعجم ٤٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَحْدَهُ (التحفة ٤٢)

باب: 42۔ صرف جمعے کا روزہ رکھنا مکروہ ہے

٧٤٣۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ

[743] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

٧٤٢۔ أخرجه أبو داود، الصيام، باب: في صوم الثلاث من كل شهر، ح: ٢٤٥٠ من حديث شيبان به وصححه ابن خزيمة، ح: ٢١٢٩ وابن حبان (الإحسان): ٣٦٣٧ * وفي الباب عن ابن عمر [أبو يعلى: ١٠/ ٧١، ح: ٥٧٠٩ والبزار: ١/ ٤٩٩، ح: ١٠٧١]، وأبي هريرة [يأتي: ٧٤٣].

٧٤٣۔ أخرجه مسلم، الصيام، باب كراهة إفراد يوم الجمعة بصوم لا يوافق عادته، ح: ١١٤٤ من حديث أبي معاوية الضرير والبخاري، الصوم، باب صوم يوم الجمعة ... إلخ، ح: ١٩٨٥ من حديث الأعمش به * وفي الباب عن علي [ابن أبي شيبة: ٢/ ٣٠٢، ح: ٩٢٤٣ وهو موقوف]، وجابر [البخاري، ح: ١٩٨٤ ومسلم، ح: ١١٤٣]، وجنادة الأزدي [ابن أبي شيبة، ح: ٩٢٤٢]، وجويرية [البخاري، ح: ١٩٨٦]، وأنس [الطبراني في الأوسط: ١/ ١٨٨، ح: ٢٥٦]، وعبدالله بن عمرو [أحمد: ٢/ ١٨٩ وابن خزيمة، ح: ٢١٦٢].

الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَصُومُ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا أَنْ يَصُومَ قَبْلَهُ أَوْ يَصُومَ بَعْدَهُ».

ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی جمعے کا روزہ نہ رکھے الا یہ کہ اس سے پہلے یا بعد میں روزہ رکھے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَجَابِرٍ وَجُنَادَةَ الْأَزْدِيِّ وَجُوَيْرِيَةَ وَأَنَسٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ يَكْرَهُونَ لِلرَّجُلِ أَنْ يَخْتَصَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ لَا يَصُومُ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ. وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ.

اس مسئلے میں سیدنا علی، جابر، جنادہ اَزدی، جویریہ، انس اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ انسان کے لیے یہ صورت ناپسندیدہ ہے کہ وہ روزے کے لیے صرف جمعے کے دن کی تخصیص کر لے، نہ اس سے پہلے روزہ رکھے اور نہ اس کے بعد۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: جمعے کے دن کی فضیلت کی بنا پر اس بات کا امکان تھا کہ لوگ اس دن کو نفلی روزہ رکھنے کے لیے اور اس کی رات کو قیام کے لیے مخصوص کر لیں اور آہستہ آہستہ اس کے ساتھ فرض روزے کا معاملہ کرنے لگیں جبکہ شریعت نے اس دن کے روزے کو فرض یا واجب نہیں ٹھہرایا تو اس طرح بدعت کے لیے راستہ کھل جانے کا خطرہ تھا، اس لیے آپ ﷺ نے اپنی طرف سے کسی دن یا رات کو عبادت کے لیے خاص کر لینے کی راہ بند کرنے کے لیے یہ حکم صادر فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ شریعت نے جس چیز کو لازم یا ضروری نہیں ٹھہرایا اسے اپنے طور پر لازم قرار دینا یا اس کے ساتھ لازم جیسا معاملہ کرنا درست نہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اور امام مالک رحمہ اللہ کے مشہور قول کے مطابق جمعے کے دن روزہ رکھنا بلا کراہت جائز ہے اور اس کے لیے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو دلیل بنایا ہے، حالانکہ اس کو دلیل بنانا درست نہیں کیونکہ آپ ﷺ تو ہمیشہ جمعہ سے پہلے جمعرات کو روزہ رکھتے تھے، باقی ائمہ جن میں ابو یوسف رحمہ اللہ بھی شامل ہیں، ان کے نزدیک روزے کے لیے جمعے کی تخصیص جائز نہیں، صحیح بات یہی ہے الا یہ کہ یہ دن انسان کے معمول کے مطابق آ جائے، مثلاً: ایک شخص ہر عشرے کا پہلا دن (یکم، گیارہ، اکیس کو) روزہ رکھتا ہو، اور ان میں سے کوئی تاریخ جمعے کو آ جائے۔ اسی طرح کوئی شخص ایک دن روزہ رکھتا ہو اور ایک دن چھوڑتا ہو اور یوں روزے میں جمعے کا دن آ جائے تو جائز ہے۔ (المغني: 105/3، معارف السنن: 423/5)

(المعجم ٤٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي صَوْمِ يَوْمِ السَّبْتِ (التحفة ٤٢)

باب: 43۔ ہفتے کے دن روزہ رکھنا

٧٤٤۔ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ

[744] عبداللہ بن بسر رحمہ اللہ اپنی بہن سے بیان کرتے

٧٤٤۔ أخرجه أبو داود، الصيام، باب النهي أن يخص يوم السبت بصوم، ح:٢٤٢١ عن حميد بن مسعدة به وصححه ابن خزيمة: ٣/٣١٧، ح:٢١٦٣.

ابْنُ حَبِيبٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ، عَنْ أُخْتِهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا تَصُومُوا يَوْمَ السَّبْتِ إِلَّا فِيمَا افْتَرَضَ [اللهُ] عَلَيْكُمْ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ أَحَدُكُمْ إِلَّا لِحَاءَ عِنَبَةٍ أَوْ عُودَ شَجَرَةٍ فَلْيَمْضُغْهُ».

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم ہفتے کے دن فرض روزوں کے سوا روزہ نہ رکھو۔ اگر تمھیں صرف انگور کی چھال یا کسی درخت کی لکڑی ہی ملے تو اسی کو چبا لو۔“

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَمَعْنَى الْكَرَاهِيَةِ فِي هٰذَا أَنْ يَخْتَصَّ الرَّجُلُ يَوْمَ السَّبْتِ بِصِيَامٍ، لِأَنَّ الْيَهُودَ يُعَظِّمُونَ يَوْمَ السَّبْتِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ اس دن کی کراہت سے مقصود یہ ہے کہ کوئی شخص روزے کے لیے ہفتے کے دن کو خاص کر لے (تو یہ جائز نہیں) کیونکہ یہودی اس دن کی تعظیم کرتے ہیں۔

فائدہ: اسلام کی انفرادیت اور امتیاز کو قائم کرنے کے لیے غیر مسلموں سے مشابہت اختیار کرنے سے روکا گیا ہے۔ چونکہ یہودی ہفتے کے دن کی تعظیم کرتے ہیں، اس لیے صرف ہفتے کے دن کو روزہ کے لیے خاص کر لینا، ان کی مشابہت اختیار کرنا ہے، ہاں اگر یہ دن ان روزوں میں آ جائے جو وہ ہمیشہ رکھتا ہو، مثلاً: عرفہ کا روزہ، عاشورہ کا روزہ یا نذر وقضا کا روزہ تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں، لہٰذا اس کو منسوخ یا وضعی قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور یہ کہنا کہ یہ ممانعت کفار کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے تھی اور جب احکام اسلام راسخ ہو گئے اور عقائد میں پختگی پیدا ہو گئی تو یہ ممانعت وکراہت باقی نہ رہی، بلا دلیل ہے کیونکہ آپ ﷺ صرف ہفتے کے دن نہیں رکھتے تھے بلکہ اس کے ساتھ، اس سے پہلے اور بعد والے دن کا بھی روزہ رکھتے تھے جیسا کہ اگلے باب میں آ رہا ہے۔

(المعجم ٤٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي صَوْمِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ (التحفة ٤٤)

باب: 44۔ سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھنا

٧٤٥ - حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الْفَلَّاسُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ ابْنِ مَعْدَانَ، عَنْ رَبِيعَةَ الْجُرَشِيِّ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَحَرّٰى صَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ.

[745] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پیر اور جمعرات کے روزے کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ حَفْصَةَ وَأَبِي قَتَادَةَ [وَأَبِي

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) اس مسئلے میں سیدہ

٧٤٥ـ أخرجه النسائي، الصيام، باب صوم النبي ﷺ بأبي هو وأمي . . . إلخ، ح: ٢٣٦٣ عن عمرو بن علي به وللحديث شواهد * وفي الباب عن حفصة [أبو داود، ح: ٢٤٥١]، وأبي قتادة [مسلم، ح: ١١٦٢]، وأبي هريرة [يأتي: ٧٤٧]، وأسامة بن زيد [النسائي، ح: ٢٣٦٠].

هُرَيْرَةَ] وَأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

حفصہ، سیدنا ابوقتادہ، ابوہریرہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔

٧٤٦- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ وَمُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَّنْصُورٍ، عَنْ خَيْثَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَصُومُ مِنَ الشَّهْرِ السَّبْتَ وَالْأَحَدَ وَالْإِثْنَيْنِ، وَمِنَ الشَّهْرِ الْآخَرِ الثُّلَاثَاءَ وَالْأَرْبِعَاءَ وَالْخَمِيسَ.

[746] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مہینے میں ہفتے، اتوار اور سوموار کا روزہ رکھتے اور اگلے ماہ منگل، بدھ اور جمعرات کا۔

قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَرَوٰى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ سُفْيَانَ وَلَمْ يَرْفَعْهُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ عبدالرحمن بن مہدی نے یہ حدیث سفیان سے روایت کی ہے لیکن اس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف نہیں کی۔

٧٤٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ فَأُحِبُّ أَنْ يُّعْرَضَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ».

[747] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سوموار اور جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں تو میں پسند کرتا ہوں کہ جب میرے عمل کی پیشی ہو تو میں روزے سے ہوں۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي هٰذَا الْبَابِ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ خصوصی طور پر پیر اور جمعرات کو اس لیے روزہ رکھتے تھے کہ ان دونوں دنوں میں بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں اور آپ چاہتے تھے کہ عمل کی پیشی کے دن آپ روزے سے ہوں۔ سوموار کے لیے ایک دوسرا سبب بھی موجود تھا جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ یہ وہ عظیم دن ہے جس میں میری پیدائش ہوئی اور مجھ پر کتاب اللہ کا نزول شروع ہوا۔ عملوں کی پیشی کے بارے میں تین روایات آئی ہیں: * رات کے اعمال دن سے پہلے اور دن کے اعمال رات سے پہلے پیش کیے جاتے ہیں۔ (صحیح مسلم، الإیمان، حدیث: 179) * سوموار اور جمعرات کو پیش کیے جاتے ہیں۔ (جامع الترمذي، حدیث: 747) * شعبان میں پیش کیے جاتے ہیں۔ (سنن النسائي،

٧٤٦- [ضعيف] * خيثمة بن عبدالرحمن لم يسمع من عائشة .
٧٤٧- أصله عند مسلم، ح: ٢٥٦٥ .

الصیام، حدیث: 2360) ان احادیث کے درمیان تطبیق میں اختلاف ہے: ○ مختلف قسم کے اعمال مختلف دنوں میں پیش کیے جاتے ہیں۔ ○ بعض دفعہ عام اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور بعض دفعہ خاص خاص۔ ○ بعض وقت صرف اُٹھائے جاتے ہیں اور بعض دفعہ پیش کیے جاتے ہیں۔ ○ بعض دفعہ اجمالی طور پر پیش کیے جاتے ہیں اور بعض دفعہ تفصیلاً۔ (معارف السنن: 427/5، 428) ○ یہ بھی ممکن ہے کہ روزانہ بھی پیش ہوتے ہوں پھر ہفتہ بھر کے اعمال دو دنوں سوموار اور جمعرات کو پیش کیے جاتے ہوں اور پھر سالانہ پیشی شعبان میں ہوتی ہو۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 55/2)

(المعجم ٤٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي صَوْمِ يَوْمِ الْأَرْبِعَاءِ وَالْخَمِيسِ (التحفة ٤٥)

باب: 45۔ بدھ اور جمعرات کا روزہ

٧٤٨- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْحَرِيرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ مَدُّويَهْ قَالَا: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَلْمَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ [بْنِ مُسْلِمٍ] الْقُرَشِيِّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلْتُ أَوْ سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ صِيَامِ الدَّهْرِ فَقَالَ: «إِنَّ لِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا»، ثُمَّ قَالَ: «صُمْ رَمَضَانَ وَالَّذِي يَلِيهِ وَكُلَّ أَرْبِعَاءٍ وَخَمِيسٍ، فَإِذًا أَنْتَ قَدْ صُمْتَ الدَّهْرَ وَأَفْطَرْتَ».

[748] عبید اللہ بن مسلم قرشی اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے یا کسی دوسرے نے نبی ﷺ سے ہمیشہ (عمر بھر) روزے رکھنے کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے فرمایا: ”تجھ پر تیرے گھر والوں کا بھی حق ہے۔“ پھر آپ نے فرمایا: ”رمضان کے روزے رکھو اور اس کے ساتھ والے روزے رکھو (شوال کے چھ روزے) اور ہر بدھ اور جمعرات کو روزہ رکھو۔ اس طرح گویا تم نے عمر بھر کے روزے رکھ لیے اور افطار بھی کر لیے۔“

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ مُسْلِمٍ الْقُرَشِيِّ حَدِيثٌ غَرِيبٌ. وَرَوٰى بَعْضُهُمْ، عَنْ هَارُونَ بْنِ سَلْمَانَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ.

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ ؓ سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابو عیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: اور مسلم قرشی کی حدیث غریب ہے۔ بعض نے اسے ہارون بن سلمان سے عن مسلم بن عبید اللہ، عن أبیہ بیان کیا ہے۔

(المعجم ٤٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الصَّوْمِ يَوْمَ عَرَفَةَ (التحفة ٤٦)

باب: 46۔ عرفہ (9 ذوالحجہ) کے روزے کی فضیلت

٧٤٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ

[749] سیدنا ابوقتادہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے

٧٤٨- [ضعيف] أخرجه أبو داود، الصيام، باب: في صوم شوال، ح: ٢٤٣٢ من حديث عبيدالله بن موسى به، عبيدالله القرشي لم أعرفه بجرح ولا تعديل وباقي السند قوي * وفي الباب عن عائشة [تقدم: ٧٤٦].

٧٤٩- أخرجه مسلم، الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة أيام من كل شهر . . . إلخ، ح: ١١٦٢ عن قتيبة به مطولًا ويأتي: ٧٥٢

قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ».

فرمایا: ''عرفہ کے دن کا روزہ، میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ گزشتہ سال اور بعد والے سال کے گناہوں کا کفارہ بنے گا۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي قَتَادَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَقَدِ اسْتَحَبَّ أَهْلُ الْعِلْمِ صِيَامَ يَوْمِ عَرَفَةَ إِلَّا بِعَرَفَةَ.

اس مسئلے میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اور اہل علم نے وقوف عرفہ والوں کے علاوہ عرفہ کے دن کے روزے کو مستحب قرار دیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عرفہ کے دن (9 ذوالحجہ) کا روزہ ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کی خطاؤں یا سیاہ کاریوں سے انسان کو پاک صاف کر دیتا ہے، یعنی اللہ ذوالجلال اپنے فضل وکرم اور اپنی رحمت سے پچھلے سال کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور آیندہ سال گناہوں سے بچنے کی توفیق دیتا ہے۔ اگر گناہ سرزد ہو جائے تو توبہ کی توفیق دیتا ہے۔ کبیرہ گناہ توبہ یا اللہ کی رحمت اور فضل وکرم کے نتیجے میں معاف ہو جاتے ہیں۔ اس دن کے روزے کی یہ فضیلت اور ترغیب غیر حاجیوں کے لیے ہے۔ حاجیوں کے لیے اس دن کی خاص اور مقبول ترین عبادت میدان عرفات کا وقوف اور وہاں دعا و مناجات میں مشغول رہنا ہے۔

(المعجم ٤٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ (التحفة ٤٧)

باب: 47۔ عرفہ کا روزہ عرفات میں رکھنا مکروہ ہے

٧٥٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَفْطَرَ بِعَرَفَةَ وَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ أُمُّ الْفَضْلِ بِلَبَنٍ فَشَرِبَ.

[750] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے عرفات میں روزہ نہ رکھا اور ام الفضل (ابن عباس رضی اللہ عنہما کی والدہ) نے آپ ﷺ کی طرف دودھ بھیجا تو آپ نے نوش فرمالیا۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَأُمِّ الْفَضْلِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: حَجَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يَصُمْهُ - يَعْنِي يَوْمَ عَرَفَةَ - وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ

اس مسئلے میں سیدنا ابو ہریرہ، ابن عمر اور سیدہ ام الفضل رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا گیا ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ میں

◄◄ * وفي الباب عن أبي سعيد [عبد بن حميد: ٩٦٧].

٧٥٠- أخرجه أحمد: ١/ ٣٦٠ عن إسماعيل ابن علية به، وصححه ابن حبان (الإحسان): ٣٥٩٦ * وفي الباب عن أبي هريرة [أبو داود، ح: ٢٤٤٠]، وابن عمر [يأتي: ٧٥١]، وأم الفضل [البخاري، ح: ١٩٨٨ ومسلم، ح: ١١٢٣].

فَلَمْ يَصُمْهُ، وَمَعَ عُمَرَ فَلَمْ يَصُمْهُ [وَمَعَ عُثْمَانَ فَلَمْ يَصُمْهُ]. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ يَسْتَحِبُّونَ الْإِفْطَارَ بِعَرَفَةَ لِيَتَقَوّٰى بِهِ الرَّجُلُ عَلَى الدُّعَاءِ، وَقَدْ صَامَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ يَوْمَ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ.

نے نبی ﷺ کے ساتھ حج کیا، آپ نے اس دن، یعنی عرفہ کا روزہ نہ رکھا، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا، انھوں نے بھی اس کا روزہ نہ رکھا، عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا، انھوں نے بھی اس کا روزہ نہ رکھا (اور عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا، انھوں نے بھی اس کا روزہ نہ رکھا۔) اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ ان کے نزدیک عرفہ میں روزہ نہ رکھنا مستحب ہے تاکہ انسان کو دعا میں مشغول رہنے کی قوت حاصل رہے، تاہم بعض اہل علم نے عرفہ کا روزہ، عرفہ میں رکھا بھی ہے۔

فائدہ: حاجیوں کی سہولت اور آسانی کے لیے عرفہ کا روزہ نہیں ہے کیونکہ عرفہ کی صبح کو منیٰ سے وہاں پہنچنا ہوتا ہے، پھر ظہر وعصر کی نماز جمع کرنے اور خطبہ سننے کے بعد میدان عرفات میں غروب آفتاب تک ٹھہرنا اور غروب آفتاب کے ساتھ ہی وہاں سے مزدلفہ کو چل دینا ہوتا ہے اور یہ کام انسان کے لیے محنت ومشقت کا باعث بن سکتے ہیں، اس لیے یہاں روزہ نہ رکھنا ہی بہتر ہے۔ نبی ﷺ کا اور آپ کے خلفائے راشدین کا عمل یہی ہے۔ سنن ابوداود میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے عرفہ میں عرفہ کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن أبي داود، الصيام، حديث: 2440)

٧٥١- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ عَنْ صَوْمِ [يَوْمِ] عَرَفَةَ [بِعَرَفَةَ] قَالَ: حَجَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يَصُمْهُ، وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ فَلَمْ يَصُمْهُ، وَمَعَ عُمَرَ فَلَمْ يَصُمْهُ، وَمَعَ عُثْمَانَ فَلَمْ يَصُمْهُ، وَأَنَا لَا أَصُومُهُ وَلَا آمُرُ بِهِ وَلَا أَنْهٰى عَنْهُ.

[751] ابونجیح کا بیٹا اپنے باپ سے بیان کرتا ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عرفے کے دن کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا: میں نے نبی ﷺ کے ساتھ حج کیا، آپ نے اس کا روزہ نہیں رکھا، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا، انھوں نے بھی اس کا روزہ نہ رکھا، عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا، انھوں نے بھی اس کا روزہ نہ رکھا، عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا، انھوں نے بھی اس کا روزہ نہ رکھا۔ میں بھی اس کا روزہ نہیں رکھتا۔ نہ میں اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ اس سے روکتا ہوں۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَأَبُو نَجِيحٍ اسْمُهُ يَسَارٌ وَقَدْ سَمِعَ مِنِ ابْنِ عُمَرَ وَرُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ أَيْضًا عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور ابونجیح کا نام یسار ہے۔ اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا ہے۔ اور یہ حدیث نجیح کا بیٹا، اپنے باپ سے اور وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما

٧٥١- [صحيح بطرقه وشواهده] أخرجه أحمد: ٢/ ٤٧ عن سفيان بن عيينة وإسماعيل ابن علية به، وصححه ابن حبان (الإحسان): ٣٥٩٥ وللحديث شواهد منها الحديث السابق.

رَجُلٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ.

سے ایک آدمی کے واسطے سے بھی بیان کرتا ہے۔

فائدہ: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مقصد یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے خلفاء کا اسوہ اور نمونہ عرفہ میں عرفہ کا روزہ نہ رکھنا ہے، لہٰذا اب مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کا بھی موقف یہی ہے کہ حاجیوں کے لیے عرفہ کا روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔

(المعجم ٣٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحَثِّ عَلَى صَوْمِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ (التحفة ٣٨)

باب: 48۔ عاشورہ (دس محرم) کے روزے کی ترغیب

٧٥٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «صِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ».

[752] سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''دس محرم کا روزہ میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ یہ پچھلے سال کے گناہوں کا کفارہ بنے گا۔''

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَمُحَمَّدِ بْنِ صَيْفِيٍّ وَسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ وَهِنْدِ بْنِ أَسْمَاءَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَالرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَلَمَةَ الْخُزَاعِيِّ، عَنْ عَمِّهِ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، ذَكَرُوا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ حَثَّ عَلَى صِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: لَا نَعْلَمُ فِي شَيْءٍ مِّنَ الرِّوَايَاتِ أَنَّهُ قَالَ: صِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ كَفَّارَةُ سَنَةٍ، إِلَّا فِي حَدِيثِ أَبِي قَتَادَةَ، وَبِحَدِيثِ أَبِي قَتَادَةَ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ.

اس مسئلے میں سیدنا علی، محمد بن صیفی، سلمہ بن اکوع، ہند بن اسماء، ابن عباس، رُبیع بنت معوذ بن عفراء، عبدالرحمن بن سلمہ خزاعی، اپنے چچا سے اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ یہ سب بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے عاشورے کے دن کے روزے کی ترغیب دی ہے۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے سوا ہمارے علم میں کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ دس محرم کا روزہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے۔ امام احمد اور اسحاق، ابوقتادہ کی روایت کے مطابق کہتے ہیں۔

فائدہ: جاہلیت میں قریش دس محرم کو روزہ رکھتے تھے اور کعبے کو غلاف بھی پہناتے تھے۔ ائمہ اربعہ کا اس کے مستحب ہونے پر اتفاق ہے۔ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ نو اور دس محرم کا روزہ رکھا جائے۔ اور اگر کسی وجہ سے نو کا روزہ رہ جائے تو دس کے ساتھ

٧٥٢- أخرجه مسلم، تقدم: ٧٤٩ * و في الباب عن علي [عبدالله بن أحمد في زوائد المسند: ١/ ١٢٩]، و محمد بن صيفي [ابن ماجه، ح: ١٧٣٥]، وسلمة بن الأكوع [البخاري، ح: ١٩٢٤ ومسلم، ح: ١١٣٥]، وهند بن أسماء [أحمد: ٣/ ٤٨٤]، وابن عباس [يأتي: ٧٥٤، ٧٥٥]، والربيع بنت معوذ ابن عفراء [البخاري، ح: ١٩٦٠ ومسلم، ح: ١١٣٦]، وعبدالرحمن بن سلمة الخزاعي عن عمه [الطحاوي في معاني الآثار: ٢/ ٧٣]، وعبدالله بن الزبير [أحمد: ٤/ ٥، ٦].

گیارہ کا روزہ شامل کر لیا جائے تا کہ عاشورہ کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے اور اہل کتاب کی مخالفت بھی ہو جائے۔

(المعجم ٤٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي تَرْكِ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ (التحفة ٤٩)

باب:49۔ عاشورہ کا روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے

٧٥٣- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ عَاشُورَاءُ يَوْمًا تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَصُومُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا افْتُرِضَ رَمَضَانُ كَانَ رَمَضَانُ هُوَ الْفَرِيضَةَ وَتُرِكَ عَاشُورَاءُ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ.

[753] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قریش جاہلیت کے زمانے میں، دس محرم کا روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی اس کا روزہ رکھتے تھے۔ جب آپ مدینے تشریف لائے تو آپ نے خود اس کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی اس کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ جب رمضان کے روزے فرض کیے گئے تو رمضان ہی فریضہ ٹھہرا اور عاشورہ (کی ترغیب و اہتمام) چھوڑ دیا گیا، تو جو چاہتا اس کا روزہ رکھتا اور جو چاہتا چھوڑ دیتا۔

وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَقَيْسِ بْنِ سَعْدٍ وَجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَمُعَاوِيَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، عَلٰى حَدِيثِ عَائِشَةَ وَهُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ، لَا يَرَوْنَ صِيَامَ يَوْمِ عَاشُورَاءَ وَاجِبًا إِلَّا مَنْ رَغِبَ فِي صِيَامِهِ لِمَا ذُكِرَ فِيهِ مِنَ الْفَضْلِ.

اس مسئلے میں ابن مسعود، قیس بن سعد، جابر بن سمرہ، ابن عمر اور معاویہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل علم کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر عمل ہے اور یہ صحیح حدیث ہے۔ ان کے نزدیک دس محرم کا روزہ فرض نہیں لیکن جو شخص اس کی فضیلت وثواب کا شوق رکھے وہ رکھ لے۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو آپ نے یہودیوں کو دس محرم کا روزہ رکھتے پایا۔ آپ نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ اس دن بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں فرعونیوں کے ظلم وستم سے نجات ملی تھی، فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کر دیا گیا تھا تو اس کے شکرانے میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا۔ آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کی اقتدا میں اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (صحیح البخاري، الصوم، حدیث: 2004) جب رمضان کے روزے فرض قرار پائے تو اس کے لیے وہ اہتمام اور تاکید باقی نہ رہی جو پہلے تھی۔ آپ ﷺ نے بھی اس کا خصوصی اہتمام چھوڑ دیا۔

٧٥٣- أخرجه البخاري، الصوم، باب صوم يوم عاشوراء، ح: ٢٠٠٢ ومسلم، الصيام، باب صوم يوم عاشوراء، ح: ١١٢٥ من حديث هشام بن عروة به * وفي الباب عن ابن مسعود [البخاري، ح: ٤٥٠٣ ومسلم، ح: ١١٢٧]، وقيس بن سعد [النسائي، ح: ٢٥٠٨]، وجابر بن سمرة [مسلم، ح: ١١٢٨]، وابن عمر [البخاري، ح: ٤٥٠١ ومسلم، ح: ١١٢٦]، ومعاوية [البخاري، ح: ٢٠٠٣ ومسلم، ح: ١١٢٩].

(المعجم ٥٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي عَاشُورَاءَ أَيُّ يَوْمٍ هُوَ
(التحفة ٥٠)

باب: 50۔ عاشورہ کون سا دن ہے؟

٧٥٤- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ حَاجِبِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ الْأَعْرَجِ قَالَ: انْتَهَيْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ رِدَاءَهُ فِي زَمْزَمَ فَقُلْتُ: أَخْبِرْنِي عَنْ يَوْمِ عَاشُورَاءَ أَيُّ يَوْمٍ [هُوَ] أَصُومُهُ؟ فَقَالَ: إِذَا رَأَيْتَ هِلَالَ الْمُحَرَّمِ فَاعْدُدْ ثُمَّ أَصْبِحْ مِنْ يَوْمِ التَّاسِعِ صَائِمًا، قَالَ: قُلْتُ: أَهٰكَذَا كَانَ يَصُومُهُ مُحَمَّدٌ ﷺ؟ قَالَ: نَعَمْ.

[754] حکم بن اعرج بیان کرتے ہیں، میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس پہنچا جب کہ وہ زمزم کے پاس اپنی چادر کا تکیہ بنائے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا: مجھے عاشورہ کے دن کے بارے میں بتائیے کہ میں اس کا روزہ کس دن رکھوں؟ انھوں نے فرمایا: جب تو محرم کا چاند دیکھ لے تو اس کے دن شمار کر، پھر نویں کے دن روزہ رکھ لے۔ میں نے کہا: کیا محمد ﷺ اسی طرح روزہ رکھتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں۔

٧٥٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِصَوْمِ عَاشُورَاءَ يَوْمَ الْعَاشِرِ.

[755] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عاشورے کا روزہ دسویں دن رکھنے کا حکم دیا۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي يَوْمِ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: يَوْمُ التَّاسِعِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: يَوْمُ الْعَاشِرِ. وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ: صُومُوا التَّاسِعَ وَالْعَاشِرَ وَخَالِفُوا الْيَهُودَ. وَبِهٰذَا الْحَدِيثِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اہل علم کا عاشورہ کے دن کے بارے میں اختلاف ہے: بعض کہتے ہیں: نواں دن ہے اور بعض کہتے ہیں دسواں دن ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے (یہ بھی) مروی ہے، انھوں نے فرمایا: نویں اور دسویں تاریخ کو روزہ رکھو اور یہودیوں کی مخالفت کرو۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا عمل اسی حدیث پر ہے۔

فائدہ: جن حضرات نے نو محرم کو عاشورے کا دن قرار دیا ہے، انھیں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حکم بن اعرج والی حدیث کا مقصد ومراد سمجھنے میں مغالطہ ہوا ہے۔ نبی اکرم ﷺ جب ابتدا میں مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہود کی موافقت کرتے تھے لیکن جب اس سے ان کے تعصب اور ہٹ دھرمی میں کمی کے بجائے اضافہ ہوا تو آپ نے اپنی زندگی کے آخری دور میں ان کی

٧٥٤- أخرجه مسلم، الصيام، باب أي يوم يصام في عاشوراء؟، ح: ١١٣٣ من حديث وكيع به.

٧٥٥- أخرجه أحمد: ١/ ٢٩١، ٣١٠ وللحديث شاهد عند البزار رقم: ١٠٥١ وذكره الهيثمي في «المجمع» ٣/ ١٨٩، وانظر: صحيح سنن أبي داود للألباني، ح: ٢١١٣.

مشابہت وموافقت کے بجائے ان کی مخالفت پر زور دیا۔ اسی کے مطابق آپ ﷺ نے اس بات کا اظہار فرمایا تھا کہ آئندہ میں زندہ رہا تو نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا جیسا کہ صحیح مسلم، حدیث: 1134 میں موجود ہے لیکن آپ اگلے سال محرم کی آمد سے پہلے ہی وفات پا گئے۔ اس حدیث کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ✻ آئندہ ہم دس محرم کی بجائے نو محرم کا روزہ رکھا کریں گے۔ ✻ آئندہ سے ہم دس محرم کے ساتھ نو محرم کا روزہ بھی رکھیں گے تاکہ ہمارے اور یہود کے طرز عمل میں فرق واختلاف پیدا ہو جائے اور مشابہت ختم ہو جائے۔ مسند احمد کی اس روایت سے دوسرے معنی کو تائید حاصل ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم عاشورہ کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو، ایک دن پہلے یا بعد کا روزہ بھی رکھو۔'' (مسند أحمد: 20/4، بتحقيق شيخ أحمد شاكر) اس روایت میں اگرچہ ضعف ہے لیکن سیدنا ابن عباس ؓ کا یہ قول بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ نویں اور دسویں دونوں کا روزہ رکھو اور یہودیوں کی مخالفت کرو۔ اسی لیے ابن عباس ؓ نے حکم بن اعرج کو کہا: نویں کا روزہ رکھو۔ یہ مطلب نہیں تھا کہ دسویں کا روزہ نہ رکھو اور [أهٰكَذَا] کے الفاظ بھی اس کے مؤید ہیں کیونکہ نبی ﷺ نے آئندہ نویں کا روزہ رکھنے کا بھی حکم دیا تھا اور جمہور امت کا اسی معنی پر اتفاق ہے کہ صرف دس محرم کو روزہ نہ رکھا جائے بلکہ اس کے ساتھ نویں کا روزہ بھی ملا لیا جائے اور اگر نویں کا کسی وجہ سے رہ جائے تو دس کے ساتھ گیارہ تاریخ کا روزہ رکھ لیا جائے۔ عاشورہ کے سلسلے میں درپیش اشکالات پر حافظ ابن قیم نے بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ دیکھیے: (زاد المعاد: 2/63-72)

(المعجم ٥١) بَابُ مَا جَاءَ فِي صِيَامِ الْعَشْرِ (التحفة ٥١)

باب: 51۔ ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں کے روزے

٧٥٦- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ صَائِمًا فِي الْعَشْرِ قَطُّ.

[756] سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں: میں نے نبی ﷺ کو (ذوالحجہ کے) پہلے دس دنوں میں کبھی روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ. وَرَوَى الثَّوْرِيُّ وَغَيْرُهُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يُرَ صَائِمًا فِي الْعَشْرِ. وَرَوٰى أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَائِشَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنِ الْأَسْوَدِ، وَقَدِ اخْتَلَفُوا عَلٰى مَنْصُورٍ فِي [هٰذَا] الْحَدِيثِ، وَرِوَايَةُ الْأَعْمَشِ أَصَحُّ وَأَوْصَلُ إِسْنَادًا. قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ مُحَمَّدَ بْنَ

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: بہت سے راویوں نے یہ حدیث اعمش کی سند سے انھی الفاظ میں بیان کی ہے۔ ثوری وغیرہ نے یہ حدیث اعمش کی بجائے منصور سے ان الفاظ میں بیان کی کہ نبی ﷺ کو پہلے دس دنوں میں روزہ رکھتے نہیں دیکھا گیا۔ ابو الاحوص نے بھی یہ روایت منصور کی سند سے بیان کی ہے لیکن ابراہیم اور عائشہ ؓ کے درمیان سے اسود کو گرا دیا ہے۔ منصور کی روایت میں اختلاف پایا گیا ہے اور اعمش کی سند زیادہ صحیح اور زیادہ متصل ہے۔ امام وکیع

٧٥٦- أخرجه مسلم، الاعتكاف، باب صوم عشر ذي الحجة، ح: ١١٧٦/٩ من حديث أبي معاوية الضرير به ✻ أثر وكيع في الأعمش، سنده صحيح.

أَبَانٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ وَكِيعًا يَقُولُ: الْأَعْمَشُ أَحْفَظُ لِإِسْنَادِ إِبْرَاهِيمَ مِنْ مَنْصُورٍ.

کا قول ہے: اعمش، ابراہیم کی سند کو منصور سے زیادہ یاد رکھنے والا ہے۔

فائدہ: [عشر] سے مراد ذوالحجہ کے پہلے دس دن ہیں لیکن ان میں روزہ صرف نو دن رکھا جا سکتا ہے، دس ذوالحجہ کا روزہ رکھنا جائز نہیں اور نو ذوالحجہ کا دن، عرفہ کا دن ہے جس کا روزہ رکھنے کی نبی ﷺ نے فضیلت بیان فرمائی ہے بلکہ پورے عشرے میں کسی بھی نیک عمل کو عام دنوں کے مقابلے میں زیادہ محبوب اور پسندیدہ قرار دیا گیا ہے اور ظاہر ہے روزہ بھی نیک اعمال میں سے افضل ترین عمل ہے، اس لیے وہ ان دنوں میں یقیناً زیادہ ہی افضل ہوگا۔ دس ذوالحجہ کے سوا باقی دنوں کا روزہ رکھنا بالاتفاق افضل اور مستحب ہے۔ یہاں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دیکھنے کی نفی کی ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی ﷺ واقعتا ان دنوں میں روزہ نہیں رکھتے تھے کیونکہ سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھنا تو آپ ﷺ کا معمول تھا۔

(المعجم ٥٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعَمَلِ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ (التحفة ٥٢)

باب:52۔ ذوالحجہ کے (ابتدائی) دس دنوں کے عمل

٧٥٧- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ وَهُوَ ابْنُ أَبِي عِمْرَانَ الْبَطِينُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ»، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ».

[757] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی ایام ایسے نہیں ہیں جن میں اچھے عمل، ان دس دنوں سے زیادہ اللہ کے ہاں پسندیدہ اور محبوب ہوں۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ کے راستے میں جہاد بھی نہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد بھی نہیں الا یہ کہ کوئی شخص جان اور مال لے کر نکلے اور ان میں سے کوئی چیز بھی واپس لے کر نہ لوٹے (جان و مال دونوں کو قربان کر دے۔'')

وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَجَابِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر، ابوہریرہ، عبداللہ بن عمرو اور جابر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سال کی دہائیوں میں دن کے اعتبار سے سب سے افضل ذوالحجہ کے پہلے دس دن

٧٥٧- أخرجه ابن ماجه، الصيام، باب صيام العشر، ح: ١٧٢٧ من حديث أبي معاوية الضرير، والبخاري، العيدين، باب فضل العمل في أيام التشريق، ح: ٩٦٩ من حديث الأعمش به باختلاف يسير * وفي الباب عن ابن عمر [أحمد: ٢/ ٧٥، ١٣١، ١٣٢]، وأبي هريرة [يأتي: ٧٥٨]، وعبدالله بن عمرو [أحمد: ٢/ ١٦٧، ٢٢٣]، وجابر [ابن حبان، ح: ١٠٠٦، ١٠٤٥]، أبومعاوية تابعه شعبة.

ہیں اور ان میں نیک عمل کی قدرو منزلت باقی دنوں کے مقابلے میں زیادہ ہے حتی کہ جہاد بھی ان دنوں میں باقی دنوں کے مقابلے میں زیادہ فضیلت رکھتا ہے اگر چہ عملاً ان دنوں میں سلف سے صرف تکبیرات اور روزے کا عمل ثابت ہے کہ وہ ان ایام میں تکبیرات اور روزے کا خاص اہتمام کرتے تھے لیکن حدیث کے الفاظ کی رُو سے ان میں ہر نیک عمل، صدقہ خیرات، زکاۃ، تلاوت اور نفل ونوافل سب داخل ہیں۔

٧٥٨- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا مَسْعُودُ بْنُ وَاصِلٍ عَنْ نَهَّاسِ بْنِ قَهْمٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا مِنْ أَيَّامٍ أَحَبُّ إِلَى اللهِ أَنْ يُتَعَبَّدَ لَهُ فِيهَا مِنْ عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ، يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِّنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ وَّقِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ».

[758] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کوئی دن ایسے نہیں ہیں کہ ان میں عبادت کیا جانا اللہ تعالیٰ کو اتنا محبوب ہو جتنا کہ عشرۂ ذوالحجہ میں محبوب ہے۔ اس کے ہر دن کا روزہ سال کے روزوں کے برابر اور اس کی ہر رات کا قیام شب قدر کے قیام کے برابر ہوتا ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مَسْعُودِ بْنِ وَاصِلٍ عَنِ النَّهَّاسِ. [قَالَ:] وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ مِثْلَ هٰذَا. وَقَالَ: قَدْ رُوِيَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلًا، شَيْءٌ مِّنْ هٰذَا [وَقَدْ تَكَلَّمَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ فِي نَهَّاسِ بْنِ قَهْمٍ، مِّنْ قِبَلِ حِفْظِهِ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ ہمارے علم میں یہ صرف مسعود بن واصل ہی نہاس سے بیان کرتے ہیں۔ میں نے امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو وہ بھی ان الفاظ کو اس سند کے سوا نہیں جانتے تھے۔ انھوں نے بتایا کہ قتادہ بھی سعید بن مسیب سے مرسلاً اسی قسم کے کچھ الفاظ بیان کرتے ہیں، اور یحییٰ بن سعید نے نہاس بن قہم کے حافظے پر جرح کی ہے۔

فائدہ: عشرۂ ذوالحجہ کی فضیلت تو متفق علیہ روایت سے ثابت ہے لیکن تعیین کے ساتھ یہ بات کہ ہر دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے اور ہر رات کے نوافل، شب قدر کے نوافل کے برابر ہیں، کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں اور یہ حدیث ضعیف ہے۔

(المعجم ٥٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي صِيَامِ سِتَّةِ أَيَّامٍ مِّنْ شَوَّالٍ (التحفة ٥٣)

باب: 53- شوال کے چھ روزے رکھنا

٧٥٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا أَبُو

[759] سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

٧٥٨ـ [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الصيام، باب صيام العشر، ح: ١٧٢٨ من حديث مسعود بن واصل به، نهاس: ضعيف كما في التقريب وغيره.

٧٥٩ـ أخرجه مسلم، الصيام، باب استحباب صوم ستة أيام من شوال اتباعًا لرمضان، ح: ١١٦٤ من حديث سعد بن سعيد به
* وفي الباب عن جابر [أحمد: ٣/ ٣٠٨، ٣٢٤، ٣٤٤]، وأبي هريرة [البزار (كشف): ١/ ٤٩٥، ٤٩٦، ح: ١٠٦٠]، وثوبان [ابن ماجه، ح: ١٧١٥] * أثر الحسن البصري، سنده صحيح.

مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ فَذٰلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ».

اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد ماہ شوال کے چھ روزے رکھے تو اس کا یہ عمل صیام دہر ہے (ہمیشہ روزے سے رہنا ہے۔'')

وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَّأَبِي هُرَيْرَةَ وَثَوْبَانَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي أَيُّوبَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدِ اسْتَحَبَّ قَوْمٌ صِيَامَ سِتَّةِ [أَيَّامٍ] مِّنْ شَوَّالٍ بِهٰذَا الْحَدِيثِ. وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ هُوَ حَسَنٌ مِّثْلُ صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ. قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: وَيُرْوٰى فِي بَعْضِ الْحَدِيثِ: وَيُلْحَقُ هٰذَا الصِّيَامُ بِرَمَضَانَ وَاخْتَارَ ابْنُ الْمُبَارَكِ أَنْ يَكُونَ سِتَّةَ أَيَّامٍ فِي أَوَّلِ الشَّهْرِ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ أَنَّهُ قَالَ: إِنْ صَامَ سِتَّةَ أَيَّامٍ مِّنْ شَوَّالٍ مُّتَفَرِّقًا فَهُوَ جَائِزٌ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَقَدْ رَوٰى عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ صَفْوَانَ ابْنِ سُلَيْمٍ وَّسَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عُمَرَ ابْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ هٰذَا. وَرَوٰى شُعْبَةُ عَنْ وَّرْقَاءَ بْنِ عُمَرَ، عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ. وَسَعْدُ بْنُ سَعِيدٍ هُوَ أَخُو يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ، وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ فِي سَعْدِ ابْنِ سَعِيدٍ مِّنْ قِبَلِ حِفْظِهِ. [حَدَّثَنَا هَنَّادٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ إِسْرَائِيلَ أَبِي مُوسٰى عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ قَالَ: كَانَ إِذَا ذُكِرَ عِنْدَهُ صِيَامُ سِتَّةِ أَيَّامٍ مِّنْ شَوَّالٍ فَيَقُولُ: وَاللهِ لَقَدْ رَضِيَ اللهُ بِصِيَامِ هٰذَا الشَّهْرِ، عَنِ السَّنَةِ كُلِّهَا].

اس مسئلے میں سیدنا جابر، ابوہریرہ اور ثوبان رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوایوب رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اس حدیث کی روشنی میں کچھ لوگوں نے شوال کے چھ روزوں کو مستحب قرار دیا ہے۔ ابن مبارک کہتے ہیں: یہ روزے ہر ماہ کے تین روزوں کی طرح پسندیدہ ہیں۔ ابن مبارک کہتے ہیں کہ بعض احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان روزوں کو رمضان کے ساتھ ملا لیا جائے۔ ابن مبارک نے اسی کو پسندیدہ قرار دیا ہے کہ یہ چھ روزے مہینے کے آغاز میں ہوں اور ابن مبارک سے یہ بھی مروی ہے کہ اگر شوال میں چھ دن الگ الگ کر کے روزے رکھ لے تو یہ بھی جائز ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت عبدالعزیز بن محمد، صفوان بن سلیم اور سعد بن سعید دونوں سے عمر بن ثابت کے واسطے سے بیان کرتا ہے اور شعبہ یہ حدیث ورقاء بن عمر کے واسطے سے سعد بن سعید سے بیان کرتا ہے اور بعض محدثین نے سعد بن سعید کے حافظے پر جرح کی ہے اور یہ یحییٰ بن سعید انصاری کا بھائی ہے۔ امام صاحب ہناد کی سند سے حسن بصری کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ جب ان کے سامنے شوال کے چھ روزوں کا ذکر کیا جاتا تو وہ کہتے: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے اس مہینے (شوال) کے روزوں کو پورے سال کے روزوں کے برابر پسند کر لیا ہے۔

فائدہ: رمضان کا مہینہ اگر انتیس کا ہو تب بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اسے تیس کے برابر قرار دیا ہے اور شوال کے چھ روزے رکھ لینے کی صورت میں روزوں کی تعداد چھتیس ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا کریمانہ اصول ہے کہ ایک نیکی کا کم از کم بدلہ دس گنا ہے تو اس ضابطے کی رو سے چھتیس کا دس گنا، تین سو ساٹھ ہو جاتا ہے اور پورے قمری سال کے دن، اس سے کم ہی

ہوتے ہیں، اس لیے رمضان کے روزے رکھنے کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنے سے پورے سال کے روزوں کا ثواب مل جاتا ہے اور اس طرح یہ روزے عمر بھر کے روزوں کے برابر ہو جائیں گے۔ یہ روزے رمضان سے متصل اور پے در پے رکھنا بھی درست ہے اور ماہ شوال کے اندر اندر الگ الگ رکھنا بھی جائز ہے۔ امام شافعی، احمد اور محدثین کے نزدیک یہ روزے رکھنے چاہئیں تا کہ صوم الدھر (ہمیشہ ہمیشہ کے روزے) کا ثواب مل سکے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کی طرف کراہت کا قول منسوب ہے۔ ابو یوسف رحمہ اللہ متفرق طور پر رکھنے کو افضل قرار دیتے ہیں لیکن علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی نے ایک مستقل رسالے میں یہ ثابت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ان کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔ متأخرین حنفیہ اسی کے قائل ہیں، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ پے در پے رکھنا افضل ہے یا الگ الگ۔ (ردالمحتار (شامي): 135/2، معارف السنن: 443/5، 444) ہر ماہ تین روزے الگ الگ رکھنا یا ایام بیض، یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو روزہ رکھنا بھی ہمیشہ ہمیشہ کے روزے رکھنے ہی کی ایک شکل ہے۔

(المعجم ٥٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي صَوْمِ ثَلَاثَةِ [أَيَّامٍ] مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ (التحفة ٥٤)

باب: 54۔ ہر ماہ تین روزے رکھنا

٧٦٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سِمَاكِ ابْنِ حَرْبٍ، عَنْ أَبِي الرَّبِيعِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: عَهِدَ إِلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثَلَاثَةً: أَنْ لَا أَنَامَ إِلَّا عَلَى وِتْرٍ، وَصَوْمَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَّأَنْ أُصَلِّيَ الضُّحٰى.

[760] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے تین باتوں کی تلقین فرمائی کہ میں وتر پڑھے بغیر نہ سوؤں، ہر ماہ تین روزے رکھوں اور چاشت کی نماز پڑھا کروں۔

فوائد و مسائل: ① ہر ماہ کے تین روزوں کی مختلف صورتیں یا شکلیں ہو سکتی ہیں۔ بعض نے ان تین دنوں سے سیدنا ابوذر کی اگلی حدیث کی روشنی میں ایام بیض، یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کا روزہ مراد لیا ہے۔ ② اور بعض نے اس سے مہینے کے تین ابتدائی دن اور بعض نے آخری تین دن اور بعض نے ایام بیض مراد لیے ہیں۔ ان کی تعیین میں مختلف اقوال ہیں۔ صحیح بات یہی ہے کہ اگر ان تین دنوں سے مراد، ایام بیض ہیں تو وہ تو تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے دن ہیں جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے: [صِيَامُ الْبِيضِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَ أَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ] لیکن یہ حدیث مطلق ہے، اس لیے اس کا تقاضا یہ ہے کہ مہینے میں کوئی سے بھی تین دن روزے رکھ لیے جائیں تو اس کا مصداق ہوگا اور ایام بیض کے روزے رکھنے کی نبی ﷺ نے الگ اور مستقل طور پر تلقین فرمائی ہے۔

٧٦١- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو

[761] سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ

٧٦٠- أخرجه أحمد: ٢/ ٢٧٧، من حديث سماك به * أبو الربيع المدني حسن الحديث على الراجح ولحديثه شواهد.

٧٦١- أخرجه النسائي، الصيام، ذكر الاختلاف على موسى بن طلحة في الخبر ...: ٤/ ٢٢٢، ح: ٢٤٢٥ من حديث شعبة به، وهو في مسند الطيالسي، ح: ٤٧٥ وصححه ابن خزيمة: ٣/ ٣٠٢، ٣٠٣، ح: ٢١٢٨ وابن حبان، ح: ٩٤٣، ٩٤٤ * وفي

دَاوُدَ قَالَ: أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ [سَامٍ] يُحَدِّثُ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا أَبَا ذَرٍّ إِذَا صُمْتَ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَصُمْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ».

نے فرمایا: ''اے ابوذر! جب تم مہینے کے تین دن روزہ رکھو تو تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کا روزہ رکھو۔''

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَقُرَّةَ بْنِ إِيَاسٍ الْمُزَنِيِّ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَأَبِي عَقْرَبٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةَ وَقَتَادَةَ بْنِ مِلْحَانَ وَعُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ وَجَرِيرٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي ذَرٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ رُوِيَ فِي بَعْضِ الْحَدِيثِ أَنَّ مَنْ صَامَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ كَانَ كَمَنْ صَامَ الدَّهْرَ.

اس مسئلے میں ابو قتادہ، عبد اللہ بن عمرو، قرہ بن ایاس مزنی، عبد اللہ بن مسعود، ابوعقرب، ابن عباس، سیدہ عائشہ، سیدنا قتادہ بن ملحان، عثمان بن ابی العاص اور جریر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ جس نے ہر ماہ تین روزے رکھے، اس نے گویا ہمیشہ روزے رکھے۔

٧٦٢- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ [النَّهْدِيِّ]، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ صَامَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَذٰلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ» فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ تَصْدِيقَ ذٰلِكَ فِي كِتَابِهِ ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا﴾ [الأنعام:١٦٠] الْيَوْمُ بِعَشْرَةِ أَيَّامٍ.

[762] سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ہر ماہ تین روزے رکھے تو یہ عمر بھر کے روزے ہیں۔'' تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق اپنی کتاب میں اتار دی: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ ''جو کوئی نیکی کرے گا تو اس کا اجر دس گنا ملے گا۔'' ایک دن کا ثواب دس دن کے برابر ہوگا۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ]. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَقَدْ رَوَى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِي شِمْرٍ وَأَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں: شعبہ نے یہ روایت اپنی سند سے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کی ہے۔

الباب عن أبي قتادة [مسلم، ح: ١١٦٢]، وعبدالله بن عمرو [البخاري، ح: ١١٣١ ومسلم، ح: ١١٥٩]، وقرة بن إياس المزني [أحمد: ٣/ ٤٣٥، ٤٣٦]، وعبدالله بن مسعود [تقدم: ٧٤٢]، وأبي عقرب [النسائي، ح: ٢٤٣٥ وأحمد: ٤/ ٣٤٧]، وابن عباس [النسائي، ح: ٢٣٤٧]، وعائشة [يأتي: ٧٦٣]، وقتادة بن ملحان [أبو داود، ح: ٢٤٤٩ وابن ماجه، ح: ١٧٠٧]، وعثمان بن أبي العاص [النسائي، ح: ٢٤١٣]، وجرير [النسائي، ح: ٢٤٢٢].

٧٦٢- أخرجه ابن ماجه، الصيام، باب ما جاء في صيام ثلاثة أيام من كل شهر، ح: ١٧٠٨ من حديث أبي معاوية الضرير به.

٧٦٣- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاذَةَ قَالَتْ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: أَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَصُومُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قُلْتُ: مِنْ أَيِّهِ كَانَ يَصُومُ؟ قَالَتْ: كَانَ لَا يُبَالِي مِنْ أَيِّهِ صَامَ.

[763] معاذہ رحمہا اللہ کہتی ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ ہر ماہ تین روزے رکھتے تھے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ میں نے پوچھا: کن دنوں کا روزہ رکھتے تھے؟ انھوں نے کہا: آپ اس کی کوئی پروا نہیں کرتے تھے کہ کن دنوں کے رکھیں۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ قَالَ: وَيَزِيدُ الرِّشْكُ هُوَ يَزِيدُ الضُّبَعِيُّ وَهُوَ يَزِيدُ بْنُ الْقَاسِمِ وَهُوَ الْقَسَّامُ، وَالرِّشْكُ هُوَ الْقَسَّامُ فِي لُغَةِ أَهْلِ الْبَصْرَةِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس کا راوی یزید رِشک نامی، یزید ضبعی ہے۔ اس کو یزید بن القاسم یا قسام بھی کہتے ہیں کیونکہ اہل بصرہ کی زبان میں رِشک، قسام کو کہتے ہیں، یعنی تقسیم کرنے والا۔

(المعجم ٥٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الصَّوْمِ (التحفة ٥٥)

باب: 55- روزوں کی فضیلت

٧٦٤- حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى الْقَزَّازُ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ رَبَّكُمْ يَقُولُ: كُلُّ حَسَنَةٍ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ وَّالصَّوْمُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ الصَّوْمُ جُنَّةٌ مِّنَ النَّارِ، وَلَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِّيحِ الْمِسْكِ وَإِنْ جَهِلَ عَلَى أَحَدِكُمْ جَاهِلٌ وَّهُوَ صَائِمٌ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ».

[764] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمھارا رب فرماتا ہے، ہر نیکی کا بدلہ دس سے لے کر سات سو تک ہے۔ اور روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور روزہ دوزخ سے ڈھال ہے اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں کستوری کی مہک سے زیادہ پاکیزہ اور عمدہ ہے۔ جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو اور کوئی اس سے جہالت و نادانی کا معاملہ کرے تو چاہیے کہ وہ کہہ دے: میں روزے دار ہوں۔“

وَفِي الْبَابِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَّسَهْلِ بْنِ [سَعْدٍ]

اس مسئلے میں سیدنا معاذ بن جبل، سہل بن سعد، کعب

٧٦٣- أخرجه مسلم، الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة أيام من كل شهر . . . إلخ، ح: ١١٦٠ من حديث يزيد الرشك به وهو في مسند أبي داود الطيالسي، ح: ١٥٧٢.

٧٦٤- [صحيح لغيره] أخرجه أحمد: ٢/ ٤١٤ من حديث عبدالوارث بن سعيد به وأصله متفق عليه، البخاري، ح: ٥٩٢٧ ومسلم، ح: ١١٥١/ ١٦٣، ١٦٤ وللحديث شواهد * وفي الباب عن معاذ بن جبل [يأتي: ٢٦١٦]، وسهل بن سعد [يأتي: ٧٦٥]، وكعب بن عجرة [البخاري في التاريخ الكبير: ٧/ ٢٢٠ والحاكم: ٤/ ١٥٣]، وسلامة بن قيصر [الطبراني في الكبير: ٧/ ٥٦، ح: ٦٣٦٥]، وبشير ابن الخصاصية [الطبراني في الكبير: ٢/ ٤٥، ح: ١٢٣٥].

وَكَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ وَسَلَامَةَ بْنِ قَيْصَرَ وَبَشِيرِ ابْنِ الْخَصَاصِيَةِ. وَاسْمُ بَشِيرٍ زَحْمُ بْنُ مَعْبَدٍ، وَالْخَصَاصِيَةُ هِيَ أُمُّهُ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

بن عجرہ، سلامہ بن قیصر اور بشیر ابن خصاصیہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ اور بشیر کا نام زَحم بن معبد ہے اور خصاصیہ ان کی ماں ہے۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس سند کی رو سے حسن غریب ہے۔

فوائد و مسائل: ① اللہ تعالیٰ کے ہاں روزے کو اتنی قدر و منزلت حاصل ہے کہ امت محمدیہ کے نیک اعمال کے لیے عام ضابطہ یا اصول تو یہ ہے کہ اس کا اجر و ثواب کم از کم دس گنا ہوتا ہے اور بعض اوقات عمل کرنے والے کے اخلاص اور حسن نیت یا عمل کے موقع و محل یا حالات کی مناسبت سے اس کا درجہ اور اجر و ثواب سات سو گنا تک پہنچ جاتا ہے مگر روزہ، اس عام اصول سے مستثنیٰ ہے، اس کا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ فرشتے بھی اس سے آگاہ نہیں ہیں، حالانکہ ہر عمل کا بدلہ قانون کے مطابق فرشتے ہی لکھتے ہیں۔ ② [اَلصَّوْمُ لِي] روزہ میری ہی رضا اور خوشنودی کے لیے رکھا جا سکتا ہے، اس میں ریاکاری کا دخل نہیں ہونا چاہیے جس نے ریاکاری کرنی ہو وہ روزہ رکھے بغیر ہی روزہ دار ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے یا روزے میں انسان عارضی طور پر کچھ وقت کے لیے اللہ تعالیٰ کی صفت استغنا اور بے نیازی کا مظہر بنتا ہے اور اپنی طبعی اور فطری ضروریات سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے پرہیز کرتا ہے۔ ③ [اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ مِّنَ النَّارِ] روزہ ڈھال ہے جو روزہ دار کو نفس اور شیطان کے حملوں سے بچاتا ہے، معصیت اور گناہ یا خلاف شریعت کام کے ارتکاب سے بچاتا ہے جس کی بنا پر وہ اللہ کے غیظ و غضب اور ناراضی سے ڈھال بنتا ہے، اس وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور غضب کے محل دوزخ سے بھی ڈھال بنے گا۔ ④ [لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ] بھوک اور پیاس کے نتیجے میں روزے دار کے منہ سے اٹھنے والی بو، اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی مہک اور خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ اور محبوب بن جاتی ہے اور روزے دار کے منہ کی یہ بو چونکہ بھوک اور پیاس کے سبب سے ہوتی ہے، اس لیے مسواک وغیرہ کرنے سے ختم نہیں ہوتی۔ لیکن یہ خیال رہے کہ مختلف احادیث میں روزے کی جو فضیلتیں اور برکتیں بیان کی گئی ہیں، وہ انھی خوش نصیب روزے داروں کو حاصل ہوتی ہیں جو شرعی آداب و ہدایات کے مطابق شور و شغب، چغلی، غیبت اور تمام خلاف شریعت کاموں سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔ ⑤ [وَإِنْ جَهِلَ عَلٰى أَحَدِكُمْ] اگر کوئی شخص روزے دار کو اشتعال دلاتا ہے یا اس کے جذبات بھڑکا کر اسے خلاف شریعت باتیں یا حرکات سرزد کروانا چاہتا ہے تو ① روزے دار کو اپنی زبان سے اسے کہنا چاہیے کہ میں تو روزے دار ہوں، اس لیے تیری طرح جاہلانہ حرکتیں نہیں کر سکتا۔ ② یا وہ اپنے دل کو مخاطب کرے اور اسے بتائے کہ جہالت کا جواب جہالت سے دے کر مجھے اپنا روزہ نہیں خراب کرنا ہے۔ ③ یا زبان اور دل دونوں سے کہے یا فرض روزہ میں زبان سے کہہ دے اور نفلی روزے میں دل سے کہے، صحیح بات یہ ہے کہ موقع و محل کے تقاضوں کے مطابق، جس طریقے سے بھی اپنے آپ کو اشتعال یا جذبات کی رو میں بہنے سے بچا سکتا ہے، اس طریقے کو اختیار کر لے۔

٧٦٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ

[765] سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی

٧٦٥- أخرجه ابن ماجه، الصيام، باب ماجاء في فضل الصيام، ح: ١٦٤٠ من حديث هشام بن سعد به، وأصله متفق عليه، البخاري، ح: ١٨٩٦ ومسلم، ح: ١١٥٢.

الْعَقَدِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَبَابًا يُدْعَى الرَّيَّانُ يُدْعٰى لَهُ الصَّائِمُونَ فَمَنْ كَانَ مِنَ الصَّائِمِينَ دَخَلَهُ، وَمَنْ دَخَلَهُ لَمْ يَظْمَأْ أَبَدًا».

ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں ایک دروازہ ہے جسے رَیَّان ''خوب سیراب کرنے والا'' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ روزے دار اسی کی طرف سے بلائے جائیں گے۔ تو جو بھی روزے دار ہوگا، اس سے داخل ہوگا اور جو اس میں داخل ہوگا اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

فائدہ: روزے کی حالت میں جس تکلیف کا سب سے زیادہ احساس ہوتا ہے وہ پیاس ہے، اس لیے روزے کا صلہ اور انعام ایسا دیا جائے گا کہ اس میں سب سے زیادہ نمایاں اور غالب پہلو سیرابی ہے۔ اسی مناسبت سے جنت میں روزے دار جس دروازے سے داخل ہوں گے، اس کا نام [رَیَّان] ''پورا پورا اور بھرپور سیراب کرنے والا'' ہوگا اور اس سے داخل ہونے والے پیاس محسوس نہیں کریں گے۔

٧٦٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ حِينَ يُفْطِرُ وَفَرْحَةٌ حِينَ يَلْقٰى رَبَّهُ».

[766] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں: ایک فرحت و مسرت روزہ افطار کرتے وقت اور دوسری مسرت و خوشی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: ایک مومن بندہ جب اللہ تعالیٰ کے فریضے کی ادائیگی سے فارغ ہوتا ہے تو اسے اس بات کی خوشی اور مسرت حاصل ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِسے فرض کی ادائیگی کی توفیق بخشی ہے اور دوبارہ خوشی اس وقت ہوگی جب قیامت کے دن روزے کا اجر وثواب بے حد وحساب ملے گا۔

(المعجم ٥٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي صَوْمِ الدَّهْرِ (التحفة ٥٦)

باب: 56۔ ہمیشہ (عمر بھر) روزہ رکھنا

٧٦٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ

[767] سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! اس شخص کا کیا حال ہے جس نے ہمیشہ

٧٦٦- أخرجه أحمد: ٢/ ٤١٩ عن قتيبة به وأصله متفق عليه، البخاري، ح: ١٩٠٤ ومسلم، ح: ١١٥١/ ١٦٤.
٧٦٧- أخرجه مسلم، الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة أيام من كل شهر ... إلخ، ح: ١١٦٢ عن قتيبة بن سعيد به * وفي الباب عن عبدالله بن عمرو [البخاري، ح: ١١٣١ ومسلم، ح: ١١٥٩]، وعبدالله بن الشخير [ابن ماجه، ح: ١٧٠٥]، وعمران ابن حصين [النسائي، ح: ٢٣٨١]، وأبي موسى [أحمد: ٤/ ٤١٤ وابن خزيمة، ح: ٢١٥٤].

عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْبَدٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: قِيلَ: يَارَسُولَ اللهِ! كَيْفَ بِمَنْ صَامَ الدَّهْرَ قَالَ: «لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ» أَوْ «لَمْ يَصُمْ وَلَمْ يُفْطِرْ».

روزہ رکھا؟ آپ نے فرمایا: ''اس نے نہ روزہ رکھا اور نہ افطار کیا'' یا فرمایا: ''نہ رکھا ہے اور نہ چھوڑا ہے۔''

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَبْدِ اللهِ بْنِ الشِّخِّيرِ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَأَبِي مُوسٰى. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي قَتَادَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ صِيَامَ الدَّهْرِ، [وَأَجَازَهُ قَوْمٌ آخَرُونَ]، وَقَالُوا: إِنَّمَا يَكُونُ صِيَامُ الدَّهْرِ إِذَا لَمْ يُفْطِرْ يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ الْأَضْحٰى وَأَيَّامَ التَّشْرِيقِ فَمَنْ أَفْطَرَ فِي هٰذِهِ الْأَيَّامِ فَقَدْ خَرَجَ مِنْ حَدِّ الْكَرَاهِيَةِ وَلَا يَكُونُ قَدْ صَامَ الدَّهْرَ كُلَّهُ. هٰكَذَا رُوِيَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَقَالَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ نَحْوًا مِّنْ هٰذَا وَقَالَا: لَا يَجِبُ أَنْ يُفْطِرَ [أَيَّامًا] غَيْرَ هٰذِهِ الْخَمْسَةِ الْأَيَّامِ الَّتِي نَهٰى عَنْهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمِ الْفِطْرِ وَيَوْمِ الْأَضْحٰى وَأَيَّامِ التَّشْرِيقِ.

اس مسئلے میں عبداللہ بن عمرو، عبداللہ بن شخیر، عمران بن حصین اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک ہمیشہ (بلاناغہ) روزہ رکھنا مکروہ ہے (اور بعض نے جائز قرار دیا ہے۔) اور ان کے نزدیک ہمیشہ کا روزہ اسی صورت میں ہوگا جب وہ عید الفطر، عید الاضحیٰ اور ایام تشریق، یعنی گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ کو بھی روزہ رکھے۔ جس نے ان دنوں کا روزہ چھوڑ دیا تو وہ کراہت کی حد سے نکل گیا اور اس نے ہمیشہ کا روزہ نہ رکھا۔ امام مالک بن انس سے اسی طرح مروی ہے۔ امام شافعی کا قول بھی یہی ہے۔ امام احمد اور اسحاق کا قول بھی اسی قسم کا ہے۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ ان پانچ دنوں (فطر، اضحیٰ اور تشریق کے تین دنوں) کے سوا جن کے روزے سے روکا گیا ہے اور دنوں کا روزہ نہ رکھنا ضروری نہیں۔

فائدہ: [لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ] کا مفہوم یہ ہے کہ روزے کا اصل مقصد کسر نفسی اور ریاضت ہے اور جب ہر دن روزہ رکھنا کسی کی عادت بن جائے تو اس میں تکلیف و مشقت نہیں رہتی اور روزے کی بھوک اور پیاس کا احساس ہی ختم ہو جاتا ہے۔

(المعجم ٥٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي سَرْدِ الصَّوْمِ (التحفة ٥٧)

باب: 57۔ پے در پے یا مسلسل روزے رکھنا

٧٦٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: كَانَ يَصُومُ حَتّٰى نَقُولَ قَدْ صَامَ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُولَ قَدْ أَفْطَرَ، [قَالَتْ:] وَمَا صَامَ

[768] عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ کے روزوں کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ آپ روزے رکھنا شروع کر دیتے اور ہم خیال کرتے کہ آپ روزے رکھتے

٧٦٨- أخرجه مسلم، الصيام، باب صيام النبي ﷺ في غير رمضان . . . إلخ، ح: ١١٥٦/ ١٧٤ من حديث حماد بن زيد به * وفي الباب عن أنس [يأتي: ٧٦٩]، وابن عباس [البخاري، ح: ١٩٧١ ومسلم، ح: ١١٥٧ والترمذي في الشمائل، ح: ٩٩].

رَسُولُ اللهِ ﷺ شَهْرًا كَامِلًا إِلَّا رَمَضَانَ.

جائیں گے اور (بعض اوقات) آپ افطار کیے رہتے حتی کہ ہم یہ کہتے کہ آپ اب (نفلی) روزے نہیں رکھیں گے۔ اور انھوں نے بتایا کہ آپ نے رمضان کے علاوہ کسی مہینے کے روزے مکمل نہیں کیے۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا انس اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت حسن صحیح ہے۔

٧٦٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: كَانَ يَصُومُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى يُرٰى أَنَّهُ لَا يُرِيدُ أَنْ يُّفْطِرَ مِنْهُ، وَيُفْطِرُ حَتّٰى يُرٰى أَنَّهُ لَا يُرِيدُ أَنْ يَّصُومَ مِنْهُ شَيْئًا، فَكُنْتَ لَا تَشَاءُ أَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا رَأَيْتَهُ مُصَلِّيًا، وَّلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتَهُ نَائِمًا.

[769] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے نبی ﷺ کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: آپ ﷺ مہینے میں روزے رکھتے حتی کہ یہ خیال کیا جاتا کہ آپ اس کے کسی دن کا روزہ چھوڑنا نہیں چاہتے اور روزہ افطار کرتے حتی کہ یہ خیال کیا جاتا کہ آپ ﷺ اس ماہ کا کوئی روزہ نہیں رکھنا چاہتے۔ اور تو آپ کو رات کو نماز پڑھتا دیکھنا چاہے تو دیکھ سکے گا اور سویا ہوا دیکھنا چاہے تو دیکھ سکے گا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: نفلی روزوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا کوئی لگا بندھا معمول نہ تھا۔ بعض دفعہ آپ مسلسل بلاناغہ روزے رکھتے اور کبھی پے در پے روزے چھوڑ دیتے۔ مقصد یہ تھا کہ نفلی روزوں کے لیے ہر شخص کے لیے راستہ کھلا رہے اور ہر شخص اپنی طاقت وہمت کے مطابق ہر ماہ کچھ نہ کچھ روزے رکھتا رہے۔

٧٧٠- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِّسْعَرٍ وَّسُفْيَانَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَفْضَلُ الصَّوْمِ صَوْمُ أَخِي دَاوُدَ كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا وَّلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقٰى».

[770] سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”(بہترین اور) افضل روزے میرے بھائی داود علیہ السلام کے ہیں۔ وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن روزہ چھوڑ دیتے تھے۔ اور (دشمن سے ٹکراؤ یا) مڈبھیڑ کے وقت بھاگتے نہیں تھے۔“

٧٦٩- أخرجه البخاري، الصوم، باب ما يذكر من صوم النبي ﷺ وإفطاره، ح: ١٩٧٢ من حديث حميد الطويل به.

٧٧٠- أخرجه ابن ماجه، ح: ١٧٠٦ من حديث وكيع به وهو في صحيح مسلم، ح: ١١٥٩/١٨٧ من حديث مسعر، والبخاري، ح: ١٩٧٩ من حديث حبيب بن أبي ثابت به.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَبُو الْعَبَّاسِ هُوَ الشَّاعِرُ [الْمَكِّيُّ] الْأَعْمٰى وَاسْمُهُ السَّائِبُ بْنُ فَرُّوخَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَفْضَلُ الصِّيَامِ أَنْ يَّصُومَ يَوْمًا وَّيُفْطِرَ يَوْمًا، وَّيُقَالُ: هٰذَا هُوَ أَشَدُّ الصِّيَامِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اس کا راوی ابوالعباس نابینا مکی شاعر ہے اور اس کا نام سائب بن فروخ ہے۔ اور بعض اہل علم کا موقف ہے کہ افضل روزے یہی ہیں کہ ایک دن روزہ رکھا جائے اور ایک دن چھوڑا جائے۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ صورت سب سے مشکل اور سخت ہے۔

(المعجم ٥٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الصَّوْمِ يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ النَّحْرِ (التحفة ٥٨)

باب: 58۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا روزہ رکھنا ناجائز ہے

٧٧١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَّوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ: شَهِدْتُّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فِي يَوْمِ النَّحْرِ بَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَنْهٰى عَنْ صَوْمِ هٰذَيْنِ الْيَوْمَيْنِ أَمَّا يَوْمُ الْفِطْرِ فَفِطْرُكُمْ مِّنْ صَوْمِكُمْ وَعِيدٌ لِّلْمُسْلِمِينَ، وَأَمَّا يَوْمُ الْأَضْحٰى فَكُلُوا مِنْ لَّحْمِ نُسُكِكُمْ.

[771] سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ابوعبید بیان کرتے ہیں کہ میں نے قربانی کے دن سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انھوں نے خطبے سے پہلے نماز پڑھائی، پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ان دونوں کے روزے سے منع فرماتے تھے۔ فطر کا دن تو تمھارے روزوں سے نکلنے کا دن ہے اور مسلمانوں کی عید ہے، رہا قربانی کا دن تو (اس میں) اپنی قربانیوں کا گوشت کھاؤ۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] صَحِيحٌ. وَأَبُو عُبَيْدٍ مَّوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اسْمُهُ سَعْدٌ، وَّيُقَالُ لَهُ مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَزْهَرَ أَيْضًا. وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَزْهَرَ هُوَ ابْنُ عَمِّ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور عبدالرحمن بن عوف کے مولیٰ کا نام سعد ہے۔ اس کو عبدالرحمٰن بن ازہر کا مولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ عبدالرحمن بن ازہر، عبدالرحمن بن عوف کا چچازاد ہے۔

فائدہ: عید الفطر کے دن روزہ رکھنا اس لیے منع ہے کہ اس دن کو اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزوں کے بعد، روزہ نہ رکھنے اور کھانے پینے کا دن قرار دیا ہے، لہٰذا اس دن روزہ رکھنا اللہ کی مرضی کی مخالفت کرنا ہے۔ اور قربانی کے دن، روزہ رکھنا اس لیے منع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قربانی کا گوشت کھانے کا حکم دیا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہے کہ اس دن مسلمان جو قربانیاں اللہ

٧٧١- أخرجه البخاري، الصوم، باب صوم يوم الفطر، ح: ١٩٩٠، ومسلم، ح: ١١٣٧ من حديث الزهري به.

تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے حصول کے لیے کرتے ہیں ان کا گوشت اللہ تعالیٰ کی ضیافت سمجھ کر خوشی خوشی خود بھی کھائیں اور دوسروں کو بھی کھلائیں۔

٧٧٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ صِيَامَيْنِ: صِيَامِ يَوْمِ الْأَضْحٰى وَيَوْمِ الْفِطْرِ.

[772] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو روزوں، اضحیٰ کے دن اور فطر کے دن کے روزوں سے منع فرمایا ہے۔

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَعَائِشَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَأَنَسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَعَمْرُو بْنُ يَحْيٰى هُوَ ابْنُ عُمَارَةَ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ الْمَازِنِيُّ الْمَدَنِيُّ، وَهُوَ ثِقَةٌ، رَوٰى عَنْهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَشُعْبَةُ وَمَالِكُ ابْنُ أَنَسٍ.

اس مسئلے میں سیدنا عمر، علی، سیدہ عائشہ، سیدنا ابوہریرہ، عقبہ بن عامر اور انس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں: عمرو بن یحییٰ جو عمارہ بن ابوالحسن مازنی مدنی کا بیٹا ہے، ثقہ ہے۔ اس سے سفیان ثوری، شعبہ اور مالک بن انس رحمہ اللہ روایت بیان کرتے ہیں۔

(المعجم ٥٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ صَوْمِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ (التحفة ٥٩)

باب: 59۔ تشریق کے دنوں کے روزے رکھنا جائز نہیں

٧٧٣- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ

[773] سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عرفہ کا دن، قربانی کا دن اور تشریق

٧٧٢ـ أخرجه البخاري، الصوم، باب صوم يوم الفطر، ح: ١٩٩١ ومسلم، الصيام، باب تحريم صوم يومي العيدين، ح: ٨٢٧/ ١٤١ من حديث عمرو بن يحيى به * وفي الباب عن عمر [تقدم: ٧٧١]، وعلي [أحمد: ١/ ٩٤، وابن خزيمة، ح: ٢١٤٧]، وعائشة [مسلم، ح: ١١٤٠]، وأبي هريرة [مسلم، ح: ١١٣٨]، وعقبة بن عامر [يأتي: ٧٧٣]، وأنس [الدارقطني: ٢/ ٢١١، ح: ٢٢٨٤].

٧٧٣ـ أخرجه أبو داود، الصيام، باب الصيام أيام التشريق، ح: ٢٤١٩ من حديث وكيع به، وصححه ابن خزيمة، ح: ٢١٠٠ وابن حبان، (الإحسان): ٣٥٩٤ والحاكم: ١/ ٤٣٤ على شرط مسلم ووافقه الذهبي * وفي الباب عن علي [تقدم في تخريج حديث: ٧٧٢]، وسعد [أحمد: ١/ ١٦٩، ١٧٤]، وأبي هريرة [ابن ماجه، ح: ١٧١٩] وجابر [لم نجده]، ونبيشة [مسلم، ح: ١١٤١]، وبشر بن سحيم [ابن ماجه، ح: ١٧٢٠ وابن خزيمة، ح: ٢٩٦٠]، وعبدالله بن حذافة [أحمد: ٣/ ٤٥٠]، وأنس [الدارقطني: ٢/ ٢١١، ح: ٢٢٨٤]، وحمزة بن عمرو الأسلمي [أحمد: ٣/ ٤٩٤]، وكعب بن مالك [مسلم، ح: ١١٤٢]، وعائشة [البخاري، ح: ١٩٩٧، ١٩٩٨]، وعمرو بن العاص [أبو داود، ح: ٢٤١٨]، وعبدالله بن عمرو [النسائي في الكبرى: ٢/ ١٧١، ح: ٢٩٠٤].

اللهِ ﷺ: «يَوْمُ عَرَفَةَ وَيَوْمُ النَّحْرِ وَأَيَّامُ التَّشْرِيقِ عِيدُنَا، أَهْلَ الْإِسْلَامِ، وَهِيَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ».

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَسَعْدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَجَابِرٍ وَنُبَيْشَةَ وَبِشْرِ بْنِ سُحَيْمٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ حُذَافَةَ وَأَنَسٍ وَحَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيِّ وَكَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ وَعَائِشَةَ وَعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ يَكْرَهُونَ صِيَامَ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ، إِلَّا أَنَّ قَوْمًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ رَخَّصُوا لِلْمُتَمَتِّعِ إِذَا لَمْ يَجِدْ هَدْيًا وَلَمْ يَصُمْ فِي الْعَشْرِ أَنْ يَصُومَ أَيَّامَ التَّشْرِيقِ. وَبِهِ يَقُولُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَأَهْلُ الْعِرَاقِ يَقُولُونَ: مُوسَى بْنُ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ وَأَهْلُ مِصْرَ يَقُولُونَ: مُوسَى بْنُ عُلَيٍّ. وَقَالَ: سَمِعْتُ قُتَيْبَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ اللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ: قَالَ مُوسَى بْنُ عَلِيٍّ: لَا أَجْعَلُ أَحَدًا فِي حِلٍّ، صَغَّرَ اسْمَ أَبِي.

کے دن، ہم اہل اسلام کی عید ہے اور یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔"

اس مسئلے میں سیدنا علی، سعد، ابوہریرہ، جابر، سیدہ نبیشہ، سیدنا بشر بن سُحَیم، عبداللہ بن حذافہ، انس، حمزہ بن عمرو اسلمی، کعب بن مالک، سیدہ عائشہ، سیدنا عمرو بن عاص اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ وہ تشریق کے دنوں کا روزہ ناپسند کرتے ہیں مگر کچھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے اہل علم نے حج تمتع کرنے والے کو رخصت دی ہے کہ اگر اسے ہدی میسر نہ ہو (قربانی نہ کر سکتا ہو) اور اس نے پہلے عشرے میں روزے بھی نہ رکھے ہوں تو وہ تشریق کے دنوں میں روزے رکھ سکتا ہے۔ امام مالک بن انس، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں (کہ سند میں آنے والے ایک راوی کو) اہل عراق موسیٰ بن علی بن رباح کہتے ہیں اور اہل بصرہ موسیٰ بن عُلَيّ کہتے ہیں۔ امام لیث بن سعد کہتے ہیں: موسیٰ بن علی نے کہا: میں کسی کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ میرے باپ کے نام کو "مُصَغّر" بنائے (عَلِي کی بجائے عُلَيّ کہے۔)

فائدہ: ایام تشریق سے مراد گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ کے دن ہیں۔ چونکہ ان دنوں میں قربانی کا گوشت سوکھنے کے لیے دھوپ میں پھیلایا جاتا تھا، اس لیے ان کو تشریق کا نام دیا گیا۔ چونکہ یہ کھانے پینے کے دن ہیں، اس لیے ان میں روزہ رکھنا ممنوع ہے لیکن قرآن مجید میں حج تمتع کرنے والے کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اگر اس کے پاس هَدْي نہ ہو تو وہ دس روزے رکھے، جن میں تین روزے حج کے ایام میں سے ہوں۔ اور یہ آیت عام ہے قربانی سے پہلے یا بعد کی تخصیص نہیں کی گئی، اس لیے اس مسئلے میں ائمہ کے درمیان اختلاف ہے: امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کے راجح قول کے مطابق ان دنوں میں کسی کے لیے بھی روزہ رکھنا جائز نہیں اور بعض صحابہ وتابعین کا قول بھی یہی ہے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک ہر ایک کے لیے رکھنا جائز ہے۔ بعض صحابہ اور امام مالک، احمد، اسحاق اور شافعی رحمہم اللہ کے ایک قول کی رُو سے حج تمتع کرنے والے کے لیے جائز ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا قول یہی ہے اور یہی راجح ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري: 307/4، اور عمدة القاري، الصوم، باب

صيام أيام التشريق)

(المعجم ٦٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ (التحفة ٦٠)

باب: 60۔ روزے دار کے لیے سینگی لگوانا مکروہ ہے

٧٧٤- حَدَّثَنَا [مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى وَ]مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ النَّيسَابُورِيُّ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ وَيَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَارِظٍ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ».

[774] سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''پچھنا لگانے اور لگوانے والے نے روزہ کھول دیا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى]: وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدٍ وَعَلِيٍّ وَشَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ وَثَوْبَانَ وَأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ وَعَائِشَةَ وَمَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، - وَيُقَالُ: مَعْقِلُ بْنُ سِنَانٍ - وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي مُوسَى وَبِلَالٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَذُكِرَ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ أَنَّهُ قَالَ: أَصَحُّ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ حَدِيثُ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ وَذُكِرَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ قَالَ أَصَحُّ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ حَدِيثُ ثَوْبَانَ وَشَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ لِأَنَّ يَحْيَى بْنَ أَبِي كَثِيرٍ رَوَى عَنْ أَبِي قِلَابَةَ الْحَدِيثَيْنِ جَمِيعًا حَدِيثَ ثَوْبَانَ وَحَدِيثَ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ. وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا سعد، علی، شداد بن اوس، ثوبان، اُسامہ بن زید، سیدہ عائشہ، سیدنا معقل بن یسار جسے کہ معقل بن سنان بھی کہا جاتا ہے، ابوہریرہ، ابن عباس، ابوموسیٰ اور بلال رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اس مسئلے میں سب سے زیادہ صحیح حدیث یہی رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی ہے۔ اور علی بن عبداللہ (مدینی) سے مروی ہے کہ اس مسئلے میں سب سے صحیح حدیث ثوبان اور شداد بن اوس کی ہے کیونکہ یحییٰ بن ابی کثیر بواسطہ ابوقلابہ ثوبان اور شداد بن اوس دونوں سے بیان کرتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اور

٧٧٤ـ أخرجه أحمد: ٣/ ٤٦٥ عن عبدالرزاق به، وهو في مصنف عبدالرزاق: ٤/ ٢١٠، ح: ٧٥٢٣ وصححه ابن خزيمة، ح: ١٩٦٤ وابن حبان (الإحسان): ٣٥٢٧ وللحديث شواهد ❊ وفي الباب عن سعد [ابن عدي في الكامل: ٣/ ٩٦٣]، وعلي [النسائي في الكبرى: ٢/ ٢٢٢، ٢٢٣، ح: ٣١٦١، ٣١٦٢]، وشداد بن أوس [أبو داود، ح: ٢٣٦٩]، وثوبان [أبو داود، ح: ٢٣٦٧]، وأسامة بن زيد [أحمد: ٥/ ٢١٠]، وعائشة [أحمد: ٦/ ١٥٧، ٢٥٨]، ومعقل بن يسار [النسائي في الكبرى: ٢/ ٢٢٣، ح: ٣١٦٦، ٣١٦٧]، ومعقل بن سنان [أحمد: ٣/ ٤٧٤]، وأبي هريرة [ابن ماجه، ح: ١٦٧٩]، وابن عباس [النسائي في الكبرى: ٢/ ٢٢٩، ح: ٣١٩٤]، وأبي موسى [النسائي في الكبرى: ٢/ ٢٣٢، ح: ٣٢١٠]، وبلال [أحمد: ٦/ ١٢]، وسعد [لم نجده] ❊ قول ابن مهدي سنده صحيح.

الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمُ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ حَتَّى أَنَّ بَعْضَ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ احْتَجَمَ بِاللَّيْلِ مِنْهُمْ أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ وَابْنُ عُمَرَ وَبِهٰذَا يَقُولُ ابْنُ الْمُبَارَكِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: سَمِعْتُ إِسْحَاقَ ابْنَ مَنْصُورٍ يَقُولُ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: مَنِ احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ. قَالَ إِسْحَاقُ ابْنُ مَنْصُورٍ وَهٰكَذَا قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَإِسْحَاقُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ قَالَ: قَالَ الشَّافِعِيُّ: قَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ» وَلَا أَعْلَمُ وَاحِدًا مِّنْ هٰذَيْنِ الْحَدِيثَيْنِ ثَابِتًا. وَلَوْ تَوَقّٰى رَجُلٌ الْحِجَامَةَ وَهُوَ صَائِمٌ كَانَ أَحَبَّ إِلَيَّ وَإِنِ احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ لَمْ أَرَ ذٰلِكَ أَنْ يُفْطِرَهُ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰكَذَا كَانَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ بِبَغْدَادَ، وَأَمَّا بِمِصْرَ فَمَالَ إِلَى الرُّخْصَةِ، وَلَمْ يَرَ بِالْحِجَامَةِ [لِلصَّائِمِ] بَأْسًا وَاحْتَجَّ بِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ احْتَجَمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهُوَ مُحْرِمٌ صَائِمٌ.

بعد کے اہل علم میں سے کچھ حضرات روزے دار کے لیے سینگی لگوانے کو ناپسند کرتے ہیں حتی کہ بعض صحابہ کرام ؓ رات کو سینگی لگواتے تھے۔ ابو موسیٰ اشعری اور ابن عمر ؓ انھی میں داخل ہیں اور ابن مبارک کا یہی قول ہے۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: میں نے اسحاق بن منصور کو کہتے ہوئے سنا کہ عبدالرحمن بن مہدی کہتے تھے: جو روزے کی حالت میں پچھنے لگوائے وہ اس کی بجائے اور روزہ رکھے۔ احمد بن حنبل اور اسحاق بن ابراہیم ؒ کا یہی قول ہے۔ امام شافعی ؒ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے روزے کی حالت میں سینگی لگوائی اور آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”سینگی لگانے والے اور لگوانے والے نے روزہ کھول دیا“ اور میں ان دونوں حدیثوں میں سے کسی حدیث کو بھی صحیح نہیں سمجھتا اور اگر انسان روزے کی حالت میں سینگی لگوانے سے پرہیز کرے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اور اگر سینگی لگوالے جب کہ وہ روزے سے ہو تو میں یہ نہیں سمجھتا کہ وہ روزہ کھول دے۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: امام شافعی ؒ کا بغداد میں یہی قول تھا (قول قدیم ہے) لیکن مصر میں (قول جدید) ان کا میلان رخصت کی طرف ہے اور سینگی لگوانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے اور انھوں نے دلیل یہ دی ہے کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر احرام اور روزے کی حالت میں سینگی لگوائی تھی۔

(المعجم ٦١) بَابُ مَا جَاءَ مِنَ الرُّخْصَةِ فِي ذٰلِكَ (التحفة ٦١)

باب: 61۔ سینگی لگوانے کی اجازت ہے

٧٧٥- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ

[775] سیدنا ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول

٧٧٥- صحيح بلفظ «احتجم وهو محرم واحتجم وهو صائم» أخرجه البخاري، الصوم، باب الحجامة والقيء للصائم، ح: ١٩٣٨ من حديث عبدالوارث به، ورواه مسلم، ح: ١٢٠٢ من حديث آخر عن ابن عباس به.

الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: احْتَجَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ صَائِمٌ.

اللہ ﷺ نے سینگی لگوائی جبکہ آپ محرم اور روزے دار تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ، هٰكَذَا رَوٰى وُهَيْبٌ نَحْوَ رِوَايَةِ عَبْدِ الْوَارِثِ. وَرَوٰى إِسْمَاعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔ وہیب نے بھی اس کو عبدالوارث کی طرح بیان کیا ہے اور اسمٰعیل بن ابراہیم نے اِسے مرسل بیان کیا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا واسطہ حذف کر دیا ہے۔

٧٧٦- حَدَّثَنَا أَبُو مُوسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللهِ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ.

[776] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے روزے کی حالت میں سینگی لگوائی۔

وَقَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت اس سند سے حسن غریب ہے۔

٧٧٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ مِّقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ احْتَجَمَ فِيمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ وَهُوَ مُحْرِمٌ صَائِمٌ.

[777] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مکے اور مدینے کے درمیان سینگی لگوائی جب کہ آپ محرم اور روزے دار تھے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَّجَابِرٍ وَّأَنَسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ إِلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ وَلَمْ يَرَوْا بِالْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ بَأْسًا وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَّالشَّافِعِيِّ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابوسعید، جابر اور انس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے اہل علم میں سے کچھ حضرات کا قول اسی حدیث کے مطابق ہے۔ وہ روزے دار کے لیے سینگی لگوانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ سفیان ثوری، مالک بن

٧٧٦- أخرجه النسائي في الكبرى، ح: ٣٢٣١ عن محمد بن المثنى به وقال: "هذا منكر" والحديث السابق شاهد له.

٧٧٧- [ضعيف] أخرجه النسائي في الكبرى، ح: ٣٢٢٥، ٣٢٢٦، ٣٢٢٨ من حديث يزيد بن أبي زياد به مختصرًا وهو ضعيف وللحديث شواهد دون قوله: "بين مكة والمدينة"، والله أعلم ※ وفي الباب عن أبي سعيد [تقدم: ٧١٩]، وجابر [النسائي في الكبرى: ٢/ ٢٣٦، ح: ٣٢٣٣]، وأنس [الدارقطني: ٢/ ١٨٢، ح: ٢٢٤٣].

انس اور شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

فوائد و مسائل: ① روزے کی حالت میں سینگی یا پچھنے لگوانے کے بارے میں اہل علم کے تین موقف ہیں: * جمہور ائمہ، امام ابوحنیفہ، مالک اور شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حجامت (سینگی لگوانے) میں کوئی حرج نہیں۔ * ابن مبارک، احمد اور اسحاق رحمہ اللہ کے نزدیک اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس صورت میں روزہ نئے سرے سے رکھنا ہوگا، اگرچہ کفارہ نہیں ہے۔ * امام اوزاعی کے بارے میں علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ وہ اس کو مکروہ سمجھتے تھے اور مسروق، حسن اور ابن سیرین بھی اس کو مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ (معالم السنن، ج: 3 باب في الصائم يحتجم) لیکن حافظ ابن حجر نے سیدنا علی، اوزاعی اور عطاء کا موقف امام احمد والا بیان کیا ہے۔ (فتح الباري: 422/4، المغني: 37/3) بلکہ عطاء کا یہ قول قرار دیا ہے کہ اس پر کفارہ بھی ہوگا۔ ② [أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ] کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے اپنے آپ کو افطار کے لیے پیش کر دیا کیونکہ حاجم خون کھینچتا ہے اور احتمال ہوتا ہے کہ خون اس کے حلق میں چلا جائے اور محجوم خون نکلنے سے زیادہ کمزور ہو سکتا ہے جبکہ صحیح بخاری میں سیدنا انس بن مالک کا قول ہے کہ ہم سینگی لگوانے کو اس لیے مکروہ سمجھتے تھے کہ اس میں ضعف اور کمزوری کا احتمال تھا اور بعض اہل علم نے اس حدیث کو منسوخ قرار دیا ہے۔ (فتح الباري: 426/4)

(المعجم ٦٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْوِصَالِ فِي الصِّيَامِ (التحفة ٦٢)

باب: 62۔ روزہ دار کے لیے وصال مکروہ ہے

٧٧٨- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ: حَدَّثَنَا بِشْرُ ابْنُ الْمُفَضَّلِ وَخَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تُوَاصِلُوا»، قَالُوا: فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «إِنِّي لَسْتُ كَأَحَدِكُمْ إِنَّ رَبِّي يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِي».

[778] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وصال نہ کرو۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''بے شک میں تمھاری طرح نہیں ہوں، میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّأَبِي هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ وَّأَبِي سَعِيدٍ وَّبَشِيرٍ ابْنِ الْخَصَاصِيَةِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ

اس مسئلے میں سیدنا علی، ابو ہریرہ، سیدہ عائشہ، سیدنا ابن عمر، جابر، ابو سعید اور بشیر ابن خصاصیہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی

٧٧٨ـ أخرجه أحمد: ٣/ ١٧٠ من حديث ابن أبي عروبة به وهو متفق عليه، البخاري، ح: ١٩٦١ من حديث قتادة به ومسلم، ح: ١١٠٤ من حديث أنس به * وفي الباب عن علي [أحمد: ١/ ٩١، ١٤١]، وأبي هريرة [البخاري، ح: ١٩٦٥ ومسلم، ح: ١١٠٣]، وعائشة [البخاري، ح: ١٩٦٤ ومسلم، ح: ١١٠٥]، وابن عمر [البخاري، ح: ١٩٦٢ ومسلم، ح: ١١٠٢]، وجابر [الطبراني في الأوسط: ٤/ ٤٥٤، ح: ٣٧٦٨]، وأبي سعيد [البخاري، ح: ١٩٦٧]، وبشير ابن الخصاصية [أحمد: ٥/ ٢٢٥].

حَسَنٌ صَحِيحٌ وَّالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ كَرِهُوا الْوِصَالَ فِي الصِّيَامِ وَرُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ كَانَ يُوَاصِلُ الْأَيَّامَ وَلَا يُفْطِرُ.

حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا اس پر عمل ہے، وہ روزوں میں وصال کو ناپسند کرتے ہیں اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ وہ روزہ چھوڑے بغیر کئی دن مسلسل روزہ رکھ لیتے تھے۔

لغوی تشریح: [الوِصَال] چند دن، روزہ افطار کیے اور سحری کھائے بغیر مسلسل روزے رکھنا۔

فوائد ومسائل: ① افطار اور سحری کے بغیر مسلسل روزے رکھنا اور دنوں کی طرح راتیں بھی بغیر کھائے پیے گزارنا ایک انتہائی مشکل کام ہے اور اس کا قوی خطرہ ہے کہ آدمی اتنا کمزور ہو جائے کہ اس کے لیے دوسرے فرائض اور ذمہ داریاں ادا کرنا مشکل ہو جائے، اس لیے نبی ﷺ نے امت کو اس طرح روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے تاکہ بندے مشقت اور تکلیف میں مبتلا نہ ہوں اور ان کی صحت متاثر نہ ہو لیکن افطار کے بغیر سحری تک وصال کرنا زیادہ مشقت اور تکلیف کا باعث نہیں ہے، اس لیے اس کی آپ نے اجازت دی ہے اور بعض صحابہ اور تابعین انتہائی مضبوط تھے اور وصال کی ہمت وقدرت رکھتے تھے، اس لیے وہ وصال کر لیتے تھے۔ (فتح الباري: 260/4) ② اور ''میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے'' کے معنی یہ ہیں کہ (ا) اللہ تعالیٰ مجھے قوت کار عنایت فرما دیتا ہے اور کھانے پینے سے بے نیاز کر دیتا ہے، اس لیے میرے لیے وصال جائز ہے۔ (ب) اللہ تعالیٰ میرے اندر سیری اور سیرابی پیدا فرما دیتا ہے جس سے مجھے کھانے پینے کی ضرورت نہیں رہتی۔ (ج) اللہ تعالیٰ کی محبت، لذت مناجات اور اس کے قرب کی نعمت اور اس کی معرفت کے حقائق ومعارف مجھے مادی غذا سے بے نیاز کر دیتے ہیں اور میں انھی چیزوں میں مشغول رہتا ہوں۔ (منة المنعم: 158/2)

(المعجم ٦٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْجُنُبِ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ وَهُوَ يُرِيدُ الصَّوْمَ (التحفة ٦٣)

باب:63۔ جسے جنابت کی حالت میں صبح ہو جائے اور وہ روزہ رکھنا چاہتا ہو

٧٧٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ وَأُمُّ سَلَمَةَ زَوْجَا النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ مِّنْ أَهْلِهِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فَيَصُومُ.

[779] ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام بیان کرتے ہیں: مجھے نبی ﷺ کی بیویوں میں سے سیدہ عائشہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ نبی ﷺ کو اپنے اہل سے جنابت کی حالت میں صبح ہو جاتی تھی، پھر آپ غسل کرتے اور روزہ رکھ لیتے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَّالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے

٧٧٩ـ أخرجه البخاري، الصوم، باب الصائم يصبح جنبًا، ح: ١٩٢٦ من حديث ابن شهاب الزهري، ومسلم، الصيام، باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب، ح: ١١٠٩ من حديث أبي بكر بن عبدالرحمن به.

مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ وَقَدْ قَالَ قَوْمٌ مِّنَ التَّابِعِينَ: إِذَا أَصْبَحَ جُنُبًا يَقْضِي ذٰلِكَ الْيَوْمَ. وَالْقَوْلُ الْأَوَّلُ أَصَحُّ.

اہل علم کی اکثریت کا اسی پر عمل ہے۔ سفیان، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہ اللہ کا قول یہی ہے۔ بعض تابعین کا قول ہے کہ اگر صبح جنابت کی حالت میں ہو جائے تو اس دن کی قضا دے۔ پہلا موقف ہی صحیح ہے۔

فائدہ: ایک شخص بیوی سے تعلقات زن وشو قائم کرلے لیکن غسل، طلوع فجر کے بعد نماز کے لیے کرے اور سحری جنابت کی حالت ہی میں کھالے تو ائمۂ اربعہ اور جمہور علماء کے نزدیک جنابت روزے کے منافی نہیں، روزہ خواہ فرض ہو یا نفل، نہانے میں تاخیر عملاً کرے یا بھول کر یا وقت کی قلت کی بنا پر یا نیند سے دیر سے اُٹھنے کے سبب، کیونکہ قرآن مجید کی آیت مبارکہ ﴿فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ﴾ کی رُو سے صبح صادق تک کھانے، پینے اور تعلقات قائم کرنے کی اجازت ہے تو جو شخص رات کے آخری حصے میں صحبت کرے گا وہ صبح صادق کے بعد ہی غسل کر سکے گا۔ احادیث سے بھی اسی کی تصدیق وتائید ہوتی ہے، اس لیے صحیح موقف یہی ہے اور اب اسی پر تقریباً اجماع ہے۔

(المعجم ٦٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي إِجَابَةِ الصَّائِمِ الدَّعْوَةَ (التحفة ٦٤)

باب: 64۔ روزے دار کا دعوت قبول کرنا

٧٨٠- حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ مَرْوَانَ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَوَاءٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ فَلْيُجِبْ، فَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ» يَعْنِي الدُّعَاءَ.

[780] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو وہ قبول کر لے اور اگر روزے دار ہو تو دعا کر دے۔''

٧٨١- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ صَائِمٌ فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ».

[781] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو روزے کی حالت میں دعوت دی جائے تو وہ کہہ دے: میں روزے دار ہوں۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: فَكِلَا الْحَدِيثَيْنِ فِي هٰذَا الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی دونوں حدیثیں حسن صحیح ہیں۔

٧٨٠- أخرجه أحمد: ٢/ ٤٨٩ من حديث ابن أبي عروبة، ومسلم، ح: ١٤٣١ من حديث محمد بن سيرين به.

٧٨١- أخرجه مسلم، الصيام، باب ندب الصائم إذا دعي إلى الطعام ولم يرد الإفطار . . . إلخ، ح: ١١٥٠ من حديث سفيان بن عيينة به.

فائدہ: [فَلْيُصَلِّ] کے معنی صرف دعا بھی ہو سکتے ہیں اور صرف نماز بھی اور یہ بھی کہ اس کے گھر جا کر نفلی نماز پڑھ کر دعا کر دے۔ اصل صورتحال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کھانے کی دعوت دیتا ہے جب کہ انسان روزے دار ہو تو وہ اس کو اپنے روزے سے آگاہ کر دے، اگر وہ اس عذر کو قبول کرے تو ٹھیک ہے اگر وہ اس پر راضی یا مطمئن نہ ہو تو اس کے گھر چلا جائے اور اس کے لیے نماز پڑھ کر یا نماز پڑھنے کے بغیر دعا کر دے۔ اس پر مطمئن نہ ہو اور اسے ناراض کرنا یا اس کا دل دُکھانا مناسب نہ ہو تو پھر اگر نفلی روزہ ہو تو افطار کر دے اور کھانا کھا لے۔ احادیث سے سب صورتیں ثابت ہیں۔

(المعجم ٦٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ صَوْمِ الْمَرْأَةِ إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا (التحفة ٦٥)

باب: 65۔ خاوند کی اجازت کے بغیر عورت کا (نفلی) روزہ رکھنا ناجائز ہے

٧٨٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا تَصُومُ الْمَرْأَةُ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ يَوْمًا مِّنْ غَيْرِ شَهْرِ رَمَضَانَ إِلَّا بِإِذْنِهِ».

[782] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ”عورت خاوند کی موجودگی میں ماہ رمضان کے سوا کسی دن کا روزہ اس کی اجازت کے بغیر نہ رکھے۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّأَبِي سَعِيدٍ.
قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس اور ابوسعید رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ یہ روایت ابوزناد ایک اور سند سے بھی بیان کرتے ہیں۔

فائدہ: اسلام حسن معاشرت اور باہمی محبت ومودت پر زور دیتا ہے، اس لیے کسی شادی شدہ عورت کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ خاوند کی گھر میں موجودگی کی صورت میں اس کو اعتماد میں لیے بغیر اس کی چاہت اور رغبت کے باوجود نفلی روزہ رکھے۔ جمہور کے نزدیک یہ کراہت تحریمی ہے اگرچہ بعض حضرات نے اسے کراہت تنزیہی پر محمول کیا ہے۔ چونکہ خاوند جب چاہے اس سے لطف اندوز ہو سکتا ہے، اس لیے اگر وہ چاہے تو روزہ تڑوا سکتا ہے اگرچہ حسن معاشرت اور روزے کے احترام کے تحت اسے پورا کر لینے کی اجازت دے دینا ہی بہتر ہے۔

(المعجم ٦٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَأْخِيرِ قَضَاءِ رَمَضَانَ (التحفة ٦٦)

باب: 66۔ رمضان کی قضا میں تاخیر کرنا

٧٨٢۔ [صحيح بدون ذكر رمضان] أخرجه البخاري، النكاح، باب: لا تأذن المرأة في بيت زوجها لأحد إلا بإذنه، ح: ٥١٩٥ من حديث أبي الزناد به، ورواه مسلم، ح: ١٠٢٦ من حديث أبي هريرة به * وفي الباب عن ابن عباس [لم نجده]، وأبي سعيد ◄

٧٨٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ السُّدِّيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ الْبَهِيِّ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا كُنْتُ أَقْضِي مَا يَكُونُ عَلَيَّ مِنْ رَمَضَانَ إِلَّا فِي شَعْبَانَ حَتّٰى تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ.

[783] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: میں رمضان کے روزے کی قضا شعبان سے پہلے نہیں دے سکتی تھی حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، [قَالَ:] وَقَدْ رَوٰى يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَ هٰذَا.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں: یحییٰ بن سعید انصاری، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابوسلمہ کے واسطے سے اسی کی مانند بیان کرتے ہیں۔

فائدہ: جمہور کے نزدیک رمضان کے قضا شدہ روزوں کی جلد ادائیگی مستحب اور بہتر ہے کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسا نہیں، البتہ رمضان تک تاخیر کی گنجائش اور جواز ہے اگرچہ بعض حضرات نے رمضان کے فوراً بعد قضا ادا کرنے کو ضروری قرار دیا ہے۔ اگر بغیر عذر کے کسی نے اگلے رمضان سے قضا کو مؤخر کر دیا تو جمہور کے نزدیک قضا کے ساتھ فدیہ ادا کرنا بھی ضروری ہوگا۔ امام نخعی، حسن بصری، ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور داود کے نزدیک صرف قضا ہے، فدیہ نہیں ہے۔ (المجموع: 366/6)

(المعجم ٦٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الصَّائِمِ إِذَا أُكِلَ عِنْدَهُ (التحفة ٦٧)

باب: 67۔ اُس روزے دار کی فضیلت جس کے پاس کھایا جائے

٧٨٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ حَبِيبِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ لَيْلٰى عَنْ مَوْلَاتِهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الصَّائِمُ إِذَا أَكَلَ عِنْدَهُ الْمَفَاطِيرُ، صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ».

[784] لیلیٰ اپنی آقا سے بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''روزے دار کے پاس جب غیر روزے دار کھائیں تو فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَرَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ لَيْلٰى، عَنْ جَدَّتِهِ أُمِّ عُمَارَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شعبہ اپنی سند سے یہ روایت سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں۔

٧٨٥- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو

[785] سیدہ ام عمارہ بنت کعب انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت

◄◄ [أبو داود، ح: ٢٤٥٩].

٧٨٣ـ أخرجه أحمد: ٦/ ١٢٤، ١٣١ من حديث أبي عوانة به وهو على شرط مسلم وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٠٤٩ـ٢٠٥١.

٧٨٤ـ [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الصيام، باب: في الصائم إذا أكل عنده، ح: ١٧٤٨ من حديث حبيب بن زيد به وصححه ابن خزيمة، ح: ٢١٣٨، ٢١٣٩ وابن حبان، ح: ٩٥٣. ليلى مجهولة ولم يؤثر توثيقها عن أحدٍ.

٧٨٥ـ [ضعيف كسابقه] أخرجه ابن ماجه، ح: ١٧٤٨ من حديث شعبة به.

دَاوُدَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ مَوْلَاةً لَنَا يُقَالُ لَهَا لَيْلَى تُحَدِّثُ عَنْ [جَدَّتِهِ] أُمِّ عُمَارَةَ ابْنَةِ كَعْبٍ الْأَنْصَارِيَّةِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا فَقَدَّمَتْ إِلَيْهِ طَعَامًا فَقَالَ: «كُلِي» فَقَالَتْ: إِنِّي صَائِمَةٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ الصَّائِمَ تُصَلِّي عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ إِذَا أُكِلَ عِنْدَهُ حَتَّى يَفْرُغُوا». وَرُبَّمَا قَالَ: «حَتَّى يَشْبَعُوا».

ہے کہ نبی ﷺ اس کے ہاں تشریف لائے تو اس نے آپ کو کھانا پیش کیا تو آپ نے فرمایا: ''تم بھی کھاؤ۔'' اس نے عرض کی: میں روزے سے ہوں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''روزے دار کے پاس جب کھایا جائے تو فرشتے کھانے سے فراغت تک اس کے لیے دعا کرتے ہیں۔'' بعض دفعہ شیخ نے یوں کہا: ''حتی کہ وہ (کھانے والے) سیر ہو جائیں۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَهُوَ أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ شَرِيكٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور شریک کی (مذکورہ بالا) روایت سے زیادہ صحیح ہے۔

٧٨٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ مَوْلَاةٍ لَهُمْ يُقَالُ لَهَا لَيْلَى، عَنْ أُمِّ عُمَارَةَ بِنْتِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ حَتَّى «يَفْرُغُوا أَوْ يَشْبَعُوا».

[786] سیدہ ام عمارہ بنت کعب رضی اللہ عنہا سے مذکورہ بالا روایت کے ہم معنی مروی ہے مگر اس میں یہ نہیں ہے: ''یہاں تک کہ فارغ ہو جائیں یا سیر ہو جائیں۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَأُمُّ عُمَارَةَ هِيَ جَدَّةُ حَبِيبِ بْنِ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا حبیب بن زید انصاری کی نانی ہیں۔

(المعجم ٦٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي قَضَاءِ الْحَائِضِ الصِّيَامَ دُونَ الصَّلَاةِ (التحفة ٦٨)

باب: 68۔ حیض والی عورت روزے کی قضا دے گی نماز کی نہیں

٧٨٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنَّا نَحِيضُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ثُمَّ نَطْهُرُ فَيَأْمُرُنَا بِقَضَاءِ الصِّيَامِ وَلَا يَأْمُرُنَا بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ.

[787] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہمیں رسول اللہ ﷺ کے دور میں حیض آتا، پھر ہم پاک ہو جاتیں تو آپ ہمیں روزوں کی قضا کا حکم دیتے اور نماز کی قضا کا حکم نہ دیتے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ مُعَاذَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَيْضًا، وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ معاذہ بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہی بات بیان کرتی ہیں۔ اہل

٧٨٦- [ضعيف] انظر الحديث السابق والذي قبله.

٧٨٧- أخرجه ابن ماجه، الصيام، باب ماجاء في قضاء رمضان، ح: ١٦٧٠ من حديث عبيدة بن معتب الضبي الكوفي به وسنده ضعيف ولكن له شواهد كثيرة جدًا. انظر الحديث السابق: ١٣٠.

أَهْلِ الْعِلْمِ لَا نَعْلَمُ بَيْنَهُمُ اخْتِلَافًا أَنَّ الْحَائِضَ تَقْضِي الصِّيَامَ وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَعُبَيْدَةُ هُوَ ابْنُ مُعَتِّبٍ الضَّبِّيُّ الْكُوفِيُّ يُكْنٰى أَبَا عَبْدِ الْكَرِيمِ.

علم کا اس پر عمل ہے اور ہمارے علم میں ان میں اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ حائضہ روزے کی قضا دے گی اور نماز کی قضا نہیں دے گی۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: عبیدہ، معتب ضبی کوفی کا بیٹا ہے اور اس کی کنیت ابوعبدالکریم ہے۔

فائدہ: اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق حیض سے طہارت کے بعد روزے کی قضا ہے، نماز کی نہیں کیونکہ نماز کے لیے طہارت شرط ہے، اس لیے وہ حیض کی حالت میں فرض نہیں ہوتی اور روزے کے لیے طہارت شرط نہیں، اس لیے جنابت کی حالت میں روزہ رکھا جا سکتا ہے اور حیض کی حالت میں عورت طبعی طور پر ضعف و کمزوری محسوس کرتی ہے، اس لیے اس کو روزہ رکھنے سے منع کر دیا گیا اور بعد میں قضا کا حکم دیا گیا۔ خوارج کے نزدیک نماز اور روزہ دونوں کی قضا ہے اور یہ بات صحیح احادیث کے خلاف ہے۔ اصل اور فیصلہ کن چیز قرآن وسنت ہیں، احکام کی حکمتوں اور مصالح میں اختلاف ہو سکتا ہے۔

(المعجم ٦٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ مُبَالَغَةِ الْاِسْتِنْشَاقِ لِلصَّائِمِ (التحفة ٦٩)

باب: 69۔ روزے دار کے لیے ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے

٧٨٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ [عَبْدِ الْحَكِيمِ الْبَغْدَادِيُّ] الْوَرَّاقُ وَأَبُو عَمَّارٍ [الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ] قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ: حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَخْبِرْنِي عَنِ الْوُضُوءِ قَالَ: «أَسْبِغِ الْوُضُوءَ، وَخَلِّلْ بَيْنَ الْأَصَابِعِ، وَبَالِغْ فِي الْاِسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا».

[788] سیدنا لقیط بن صبرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے وضو کے بارے میں بتایئے۔ آپ نے فرمایا: ''وضو اچھی طرح مکمل طور پر کرو۔ انگلیوں میں خلال کرو اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرو الا یہ کہ تم روزے دار ہو۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ كَرِهَ أَهْلُ الْعِلْمِ السُّعُوطَ لِلصَّائِمِ وَرَأَوْا أَنَّ ذٰلِكَ يُفَطِّرُهُ، وَفِي الْحَدِيثِ مَا يُقَوِّي قَوْلَهُمْ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کے نزدیک ناک کے ذریعے سے دوا لینا ناپسندیدہ ہے۔ ان کی رائے میں اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس حدیث سے ان کے قول کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے علماء نے یہ اصول اور ضابطہ اخذ کیا ہے کہ اگر کوئی چیز دماغ یا پیٹ میں داخل کی جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ کلی کرنے یا ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغے سے کام لیا جائے تو اس سے پانی دماغ یا پیٹ میں جا سکتا

٧٨٨- أخرجه أبو داود، الصيام، باب الصائم يصب عليه الماء من العطش يبالغ في الاستنشاق، ح: ٢٣٦٦ من حديث يحيى بن سليم به وصححه ابن خزيمة، ح: ١٥٠، ١٦٨ وابن حبان، ح: ١٥٩ والحاكم: ١/ ١٤٧، ١٤٨ والذهبي وغيرهم.

ہے، اس لیے ان میں مبالغہ کرنا درست نہیں۔ امام ابوحنیفہ، مالک اور شافعی رحمہم اللہ کے ایک قول کے مطابق مبالغہ کرنے کی صورت میں اگر پانی دماغ یا پیٹ میں چلا گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ اکثر فقہاء کا یہی قول ہے۔ امام اوزاعی، احمد اور شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک ایک قول کی رُو سے چونکہ یہ پانی غیر اختیاری طور پر گیا ہے، اس لیے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ (المجموع: 327/6) اور ناک سے دوا کھینچنے کا بھی یہی حکم ہے۔ انجکشن لگوانے میں علماء کا اختلاف ہے۔ احتیاط اور تقویٰ کا تقاضا یہی ہے کہ مجبوری کے سوا اس سے پرہیز کیا جائے۔ یہ بات یاد رہے کہ کسی بھی قسم کا غذائی یا ایسا انجکشن لگوانا جس سے قوت اور توانائی حاصل ہوتی ہو، تو وہ ہر حال میں ناجائز ہے، تاہم درد وغیرہ ختم کرنے کے لیے لگوائے جانے والے انجکشن کی بعض اہل علم اجازت دیتے ہیں۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٠) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَلَا يَصُومُ إِلَّا بِإِذْنِهِمْ (التحفة ٠)

باب: 70۔ مہمان، میزبان کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے

٧٨٩۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الْعَقَدِيُّ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ وَاقِدٍ الْكُوفِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ نَزَلَ عَلَى قَوْمٍ فَلَا يَصُومَنَّ تَطَوُّعًا إِلَّا بِإِذْنِهِمْ».

[789] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کسی کے ہاں مہمان ٹھہرا ہو، وہ ان کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ لَا نَعْرِفُ أَحَدًا مِّنَ الثِّقَاتِ رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ. وَقَدْ رَوَى مُوسَى بْنُ دَاوُدَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الْمَدَنِيِّ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوًا مِّنْ هٰذَا. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَهٰذَا حَدِيثٌ ضَعِيفٌ أَيْضًا. أَبُو بَكْرٍ ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ. وَأَبُو بَكْرٍ [الْمَدَنِيُّ] الَّذِي رَوَى عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ اسْمُهُ الْفَضْلُ بْنُ مُبَشِّرٍ وَهُوَ أَوْثَقُ مِنْ هٰذَا وَأَقْدَمُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث منکر ہے۔ (جس روایت کے بیان کرنے میں ضعیف راوی اپنے سے زیادہ ثقہ یا ثقات کی مخالفت کرے) ہمارے علم میں کسی ثقہ راوی نے یہ روایت ہشام بن عروہ سے بیان نہیں کی۔ موسیٰ بن داود نے ابوبکر مدنی کے واسطے سے ہشام بن عروہ سے اس کے ہم معنی روایت بیان کی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں: اور یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ ابوبکر محدثین کے ہاں ضعیف راوی ہے۔ اور وہ ابوبکر مدنی جو سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتا ہے، اس کا نام فضل بن مبشر ہے۔ وہ اس ابوبکر سے زیادہ ثقہ اور بہت پہلے کا ہے۔

(المعجم ١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْاِعْتِكَافِ (التحفة ١)

باب: 71۔ اعتکاف کا بیان

٧٨٩۔ [ضعيف جدًا] أيوب بن واقد متروك، وأخرجه ابن ماجه، ح: ١٧٦٣ من حديث موسى بن داود به وسنده ضعيف.

٧٩٠- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ.

[790] سیدنا ابوہریرہ اور سیدہ عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف بیٹھتے تھے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض کر لی۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَأَبِي لَيْلٰى وَأَبِي سَعِيدٍ وَأَنَسٍ وَابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا اُبی بن کعب، ابولیلیٰ، ابوسعید، انس اور ابن عمر ؓ سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ اور سیدہ عائشہ ؓ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فوائد و مسائل: ① اعتکاف کے لغوی معنی: کسی چیز پر رکنا، ٹھہرنا یا اس کی پابندی کرنا ہیں اور شرعی طور پر اس سے مراد ایک صاحب شعور مسلمان کا مخصوص انداز میں عبادت کے لیے مسجد میں ٹھہرنا ہے۔ اور فقہی طور پر اس کی تین قسمیں ہیں: * اعتکاف واجب: جب انسان اعتکاف بیٹھنے کی نذر (منت) مان لے اور زبان سے اس کا اظہار کرے تو ایسی صورت میں اعتکاف کرنا لازم ہو جائے گا۔ * مسنون اعتکاف: یہ وہ اعتکاف ہے جو صرف رمضان المبارک کے آخری عشرے میں مسجد میں بیٹھا جاتا ہے اور آپ ﷺ ہمیشہ آخری عشرے میں اعتکاف بیٹھتے تھے۔ آپ کے بعد ازواج مطہرات بھی بیٹھتی رہی ہیں۔ یہ رمضان کی اکیسویں شب سے عید کا چاند نظر آنے تک کیا جاتا ہے۔ * نفلی اعتکاف: یہ تھوڑے وقت کے لیے کسی وقت بھی کیا جا سکتا ہے۔ (المجموع: 491/6) ② جمہور علماء، امام ابوحنیفہ اور امام مالک ؒ کے نزدیک اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے۔ امام احمد اور اسحاق کا ایک قول یہی ہے اور ظاہر بات ہے کہ رمضان میں اعتکاف کے لیے روزہ رکھنا سب کے نزدیک شرط ہونا چاہیے، اختلاف کا تعلق نفلی یا نذر کے اعتکاف کے سلسلے میں ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المجموع: 487/6، المغني: 125/3، 126) لیکن روزے کے مستحب ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ ہاں، اگر کوئی شخص بیماری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتا اور اعتکاف بیٹھ سکتا ہے تو اس کے لیے بغیر روزے کے بھی اعتکاف جائز ہوگا۔ ③ امام مالک، شافعی، احمد اور جمہور امت کے نزدیک مرد اور عورت سب کے لیے مسجد میں اعتکاف بیٹھنا لازم ہے، یعنی مسجد شرط ہے۔ امام ابوحنیفہ، احمد اور اسحاق کے نزدیک ایسی مسجد میں اعتکاف بیٹھنا چاہیے جہاں پانچ وقت جماعت ہوتی ہو۔ امام زہری اور حماد کے نزدیک مسجد کا جامع ہونا شرط ہے۔ (المجموع: 483/6) امام ابوحنیفہ ؒ کے نزدیک عورت اپنے گھر میں اعتکاف بیٹھ سکتی ہے۔ (المجموع: 484/6) حالانکہ ازواج مطہرات نبی ﷺ کے عہد مبارک میں اور آپ کے بعد بھی مسجد ہی میں اعتکاف بیٹھتی تھیں، ان سے گھر میں اعتکاف بیٹھنا ثابت نہیں، تاہم عورت مسجد میں

٧٩٠_ أخرجه أحمد: ٢/ ٢٨١ عن عبدالرزاق، والبخاري، ح: ٢٠٢٦ ومسلم، ح: ١١٧٢ من حديث الزهري به باختلاف يسير
* وفي الباب عن أبي بن كعب [أبو داود، ح: ٢٤٦٣]، وأبي ليلى [أحمد: ٤/ ٣٤٨]، وأبي سعيد [البخاري، ح: ٢٠١٨ ومسلم، ح: ١١٦٧]، وأنس [يأتي: ٨٠٣]، وابن عمر [البخاري، ح: ٢٠٢٥ ومسلم، ح: ١١٧١].

اس صورت میں اعتکاف بیٹھ سکے گی جب اس کے لیے پردے کا صحیح انتظام ہو، عورتوں اور مردوں کے اختلاط کا خطرہ نہ ہو، نیز اس کی عصمت و پاک دامنی کے لیے کسی قسم کا اندیشہ نہ ہو۔ ورنہ گھر ہی میں زیادہ سے زیادہ نوافل، ذکر واذکار اور تلاوتِ قرآن کا اہتمام کرے۔

٧٩١۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ يَحْيَى ابْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ فِي مُعْتَكَفِهِ.

[791] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو صبح کی نماز پڑھ کر اپنی اعتکاف گاہ میں داخل ہوتے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلٌ. رَوَاهُ مَالِكٌ وَغَيْرُ واحِدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ [عَنْ عَمْرَةَ] مُرْسَلًا. وَرَوَاهُ الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ [وَغَيْرِ وَاحِدٍ]، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ يَقُولُونَ: إِذَا أَرَادَ الرَّجُلُ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ فِي مُعْتَكَفِهِ. وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَإِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ فَلْتَغِبْ لَهُ الشَّمْسُ مِنَ اللَّيْلَةِ الَّتِي يُرِيدُ أَنْ يَعْتَكِفَ فِيهَا مِنَ الْغَدِ، وَقَدْ قَعَدَ فِي مُعْتَكَفِهِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یحییٰ بن سعید مذکورہ بالا روایت عمرہ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا واسطہ چھوڑ کر مرسل بھی بیان کرتے ہیں۔ امام مالک اور بہت سے راوی اسے یحییٰ بن سعید سے مرسل بیان کرتے ہیں اور امام اوزاعی، سفیان ثوری کے واسطے سے یحییٰ بن سعید سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا واسطہ لاتے ہیں۔ بعض اہل علم کا عمل اس حدیث پر ہے کہ انسان جب اعتکاف کے لیے بیٹھنا چاہے تو فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اپنی اعتکاف گاہ میں داخل ہو۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم کے نزدیک جب انسان اعتکاف بیٹھنا چاہے تو جس رات کی صبح اعتکاف بیٹھنے کا ارادہ ہے، اس کا سورج اس حال میں غروب ہونا چاہیے کہ وہ اپنی اعتکاف گاہ میں بیٹھ چکا ہو۔ سفیان ثوری اور امام مالک بن انس رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ: ابوحنیفہ، مالک اور شافعی رحمہم اللہ کا مسلک یہ ہے کہ اعتکاف کا آغاز رمضان کی اکیسویں رات سے ہوتا ہے اور اعتکاف بیٹھنے والے کو سورج غروب ہونے سے پہلے مسجد میں داخل ہو جانا چاہیے۔ امام احمد کا ایک قول یہی ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ آخری عشرہ اس وقت پورا ہوتا ہے جب اکیسویں رات کو بھی اعتکاف میں داخل کیا جائے اور یہ رات لیلۃ القدر بھی ہوسکتی ہے جس کا حصول مطلوب ہے۔ جمہور اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ نبی ﷺ اس رات آرام کرنے کی بجائے، وہ پوری رات عبادت میں گزار دیتے تھے اور اعتکاف گاہ میں صبح کی نماز کے بعد داخل ہوتے تھے۔ امام اوزاعی،

٧٩١۔ أخرجه مسلم، الاعتكاف، باب: متى يدخل من أراد الاعتكاف في معتكفه، ح: ١١٧٣ من حديث أبي معاوية والبخاري، الاعتكاف، باب اعتكاف النساء، ح: ٢٠٣٣ من حديث يحيى بن سعيد الأنصاري به.

اسحاق، ابوثور، لیث، احمد اور زفر رحمہم اللہ کے نزدیک اعتکاف کا آغاز صبح کی نماز کے بعد ہوگا۔ (المجموع: 492/6، المغني: 156/3)

(المعجم ٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ (التحفة ٢)

باب:72۔ لیلۃ القدر کا بیان

٧٩٢- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَيَقُولُ: «تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ».

[792] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف بیٹھتے اور فرماتے: ''عزت وفضیلت والی رات کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔''

وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَابْنِ عُمَرَ وَالْفَلَتَانِ بْنِ عَاصِمٍ وَأَنَسٍ وَأَبِي سَعِيدٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ أُنَيْسٍ [الزُّبَيْرِيِّ] وَأَبِي بَكْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَبِلَالٍ وَعُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَوْلُهَا: يُجَاوِرُ يَعْنِي يَعْتَكِفُ وَأَكْثَرُ الرِّوَايَاتِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «اِلْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي كُلِّ وِتْرٍ». وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ أَنَّهَا لَيْلَةُ إِحْدَى وَعِشْرِينَ وَلَيْلَةُ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ وَخَمْسٍ وَعِشْرِينَ وَسَبْعٍ وَعِشْرِينَ وَتِسْعٍ وَعِشْرِينَ وَآخِرُ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] قَالَ الشَّافِعِيُّ كَأَنَّ هٰذَا عِنْدِي - وَاللهُ أَعْلَمُ - أَنَّ النَّبِيَّ

اس مسئلے میں سیدنا عمر، ابی بن کعب، جابر بن سمرہ، جابر بن عبداللہ، ابن عمر، فلتان بن عاصم، انس، ابوسعید، عبداللہ بن اُنیس زبیری، ابوبکرہ، ابن عباس، بلال اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے اور ان کے قول [يُجَاوِرُ] کے معنی ہیں: اعتکاف بیٹھتے تھے۔ اکثر روایات میں یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اِسے آخری دس دنوں کی ہر طاق رات میں تلاش کرو۔'' اور لیلۃ القدر کے بارے میں نبی ﷺ سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ اکیسویں، تئیسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں اور رمضان کی آخری رات ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں: امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک ان روایات کا

٧٩٢- أخرجه البخاري، فضل ليلة القدر، باب تحري ليلة القدر في الوتر من العشر الأواخر، ح:٢٠٢٠ من حديث عبدة ومسلم، الصيام، باب فضل ليلة القدر والحث على طلبها ... إلخ، ح:١١٦٩ من حديث هشام بن عروة به ※ وفي الباب عن عمر [أحمد:١/ ١٤، ٤٣ وابن خزيمة، ح:٧٣، ٧٤، ٢١٧٢]، وأبي بن كعب [يأتي: ٧٩٣]، وجابر بن سمرة [أحمد: ٥/ ٨٦، ٨٨]، وجابر بن عبدالله [أحمد:٣/ ٣٣٦ وابن خزيمة، ح:٢١٩٠]، وابن عمر [البخاري، ح:٢٠١٥ ومسلم، ح:١١٦٥]، والفلتان بن عاصم [ابن أبي شيبة: ٢/ ٥١٤، ٥١٥]، وأنس [أحمد:٣/ ٢٣٤ والموطأ:١/ ٣٢٠]، وأبي سعيد [البخاري، ح:٢٠١٨ ومسلم، ح:١١٦٧]، وعبدالله بن أنيس [مسلم، ح:١١٦٨]، وأبي بكرة [يأتي:٧٩٤]، وابن عباس [البخاري، ح:٢٠٢١]، وبلال [أحمد:٦/ ١٢]، وعبادة بن الصامت [البخاري، ح:٢٠٢٣] ※ حديث أبي بن كعب أخرجه مسلم، (الصيام) ح: ٧٦٢/ ٢٢٠ وأثر أبي قلابة: سنده صحيح.

ﷺ كَانَ يُجِيبُ عَلَى نَحْوِ مَا يُسْأَلُ عَنْهُ. يُقَالُ لَهُ: نَلْتَمِسُهَا فِي لَيْلَةِ كَذَا فَيَقُولُ: الْتَمِسُوهَا فِي لَيْلَةِ كَذَا. قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَأَقْوَى الرِّوَايَاتِ عِنْدِي فِيهَا لَيْلَةُ إِحْدَى وَعِشْرِينَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ أَنَّهُ كَانَ يَحْلِفُ أَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ وَيَقُولُ: أَخْبَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِعَلَامَتِهَا فَعَدَدْنَا وَحَفِظْنَا وَرُوِيَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّهُ قَالَ: لَيْلَةُ الْقَدْرِ تَنْتَقِلُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، أَخْبَرَنَا بِذٰلِكَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ بِهٰذَا.

مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ سوال کی مناسبت سے جواب دیتے تھے۔ آپ سے پوچھا جاتا: ہم اِسے فلاں رات میں تلاش کریں تو آپ فرماتے: ''اِسے فلاں رات میں تلاش کرلو۔'' اور میرے نزدیک اس بارے میں سب سے قوی روایت اکیسویں رات کی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں: سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ قسم اُٹھا کر کہتے تھے کہ وہ ستائیسویں رات ہے اور کہتے تھے: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اس کی علامت بتائی تو ہم نے شمار کیا اور یاد رکھا۔ ابوقلابہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ لیلۃ القدر آخری عشرے میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔

فائدہ: قدر کے مختلف معانی بیان کیے گئے ہیں: ○ عظمت وشرف ○ تنگی ○ تقدیر ○ قدرت وطاقت۔ یہ تمام معانی اپنی جگہ درست ہیں۔ قرآن مجید اور صحیح احادیث کی رُو سے شب قدر رمضان میں ہے اور اس کے آخری عشرے میں، یعنی اس کی طاق راتوں میں ہے اور ان میں بدلتی رہتی ہے۔ زیادہ امکان ستائیسویں رات کا ہے جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بیان کردہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عدد طاق ہے اور طاق ہندسوں میں سے زیادہ پسندیدہ سات ہے۔ آسمان وزمین سات سات ہیں۔ ہفتے کے دن سات ہیں۔ طواف کے چکر سات ہیں۔ سعی کے چکر سات ہیں۔ سجدے کے اعضاء سات ہیں۔ لیلۃ القدر کے نو حرف ہیں۔ یہ کلمہ اس سورۃ القدر میں تین دفعہ آیا ہے، لہٰذا یہ حروف ستائیس ہو گئے۔ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اس پر قسم بھی اُٹھاتے تھے لیکن بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ اکیسویں اور تیئیسویں رات کو بھی نظر آئی ہے، اس لیے امام شافعی رحمہ اللہ نے اکیسویں کو ترجیح دی ہے اور بعض شوافع نے تیئیسویں کو ترجیح دی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے چھیالیس اقوال بیان کیے ہیں۔ اس کے بعد دو اور قول بھی بیان کیے ہیں۔ بہر حال لیلۃ القدر کے پوشیدہ رکھنے میں یہ حکمت ہے کہ اس کی تلاش میں رمضان المبارک کے آخری دس دنوں میں عبادت کا خصوصی اہتمام کیا جائے جیسا کہ نبی ﷺ کی عادت مبارکہ تھی۔

٧٩٣- حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْكُوفِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ قَالَ: قُلْتُ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ: أَنَّى عَلِمْتَ أَبَا الْمُنْذِرِ أَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ؟ قَالَ: بَلَى، أَخْبَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنَّهَا لَيْلَةٌ، صَبِيحَتُهَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ لَيْسَ لَهَا شُعَاعٌ،

[793] سیدنا زِر بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابومنذر! آپ کو کیسے پتا چلا کہ وہ ستائیسویں رات ہے؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں، ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ اس رات کی صبح سورج اس طرح نکلتا ہے کہ اس کی شعاعیں نہیں ہوتیں۔ ہم نے اسے

٧٩٣- أخرجه مسلم، الصيام، باب فضل ليلة القدر والحث على طلبها . . . إلخ، ح: ٧٦٢/ ٢٢٠ من حديث عاصم بن أبي النجود به.

فَعَدَدْنَا وَحَفِظْنَا، وَاللهِ! لَقَدْ عَلِمَ ابْنُ مَسْعُودٍ أَنَّهَا فِي رَمَضَانَ وَأَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ وَلٰكِنْ كَرِهَ أَنْ يُخْبِرَكُمْ فَتَتَّكِلُوا.

شمار کیا اور یاد رکھا۔ اللہ کی قسم! ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو خوب علم ہے کہ وہ رمضان میں ہے اور وہ ستائیسویں رات ہے لیکن وہ تمھیں اس لیے نہیں بتانا چاہتے کہ تم اسی پر بھروسا کر لو گے۔

قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے شاگردوں کو یہ بتاتے تھے کہ شب قدر اسی خوش قسمت کو نصیب ہوگی جو سال بھر قیام کرے گا۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ یہ شب قدر کی تلاش اور حصول کی خاطر تمام سال قیام کریں وگرنہ وہ اس سے ناواقف نہیں ہو سکتے کہ یہ رمضان میں ہے اور اس کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہے۔ اس کا ستائیسویں میں ہونا، باقی راتوں کی بہ نسبت زیادہ ممکن ہے۔ امام مالک، ثوری، احمد، اسحاق اور ابوثور وغیرہ کے نزدیک یہ رات بدلتی رہتی ہے۔ (المجموع: 459/6)
ائمۂ احناف ابوحنیفہ اور صاحبین کا مشہور قول سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والا ہے۔ (المجموع: 459/6)

۷۹۴- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا عُيَيْنَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: ذُكِرَتْ لَيْلَةُ الْقَدْرِ عِنْدَ أَبِي بَكْرَةَ فَقَالَ: مَا أَنَا بِمُلْتَمِسِهَا لِشَيْءٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَّا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فَإِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ: «الْتَمِسُوهَا فِي تِسْعٍ يَبْقَيْنَ، أَوْ [فِي] سَبْعٍ يَبْقَيْنَ، أَوْ [فِي] خَمْسٍ يَبْقَيْنَ، أَوْ [فِي] ثَلَاثِ أَوَاخِرِ لَيْلَةٍ». قَالَ: وَكَانَ أَبُو بَكْرَةَ يُصَلِّي فِي الْعِشْرِينَ مِنْ رَمَضَانَ كَصَلَاتِهِ فِي سَائِرِ السَّنَةِ، فَإِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ اجْتَهَدَ.

[794] عیینہ بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں، مجھے میرے والد نے بتایا کہ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے شب قدر کا تذکرہ ہوا تو انھوں نے کہا: میں نے جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اس کے سبب آخری عشرے کے سوا میں اسے تلاش نہیں کروں گا، کیونکہ میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اِسے نو بقیہ راتوں (اکیسویں شب) میں تلاش کرو، یا سات بقیہ راتوں (23 ویں شب) میں تلاش کرو، یا پانچ بقیہ راتوں (25 ویں شب) میں تلاش کرو، یا تین بقیہ راتوں (27 ویں شب) میں تلاش کرو، یا آخری رات (29 ویں شب) میں تلاش کرو۔" سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیس رمضان تک باقی سال کی طرح نماز پڑھتے تھے اور جب آخری عشرہ شروع ہو جاتا تو خوب کوشش کرتے۔

قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اکیسویں، تیئسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں رات میں لیلۃ القدر تلاش کرو۔ اگر مہینہ انتیس دن کا ہو تو پھر "نو راتیں رہتی ہوں" اور "سات راتیں رہتی ہوں" کا مفہوم واضح ہے کہ اکیسویں رات سمیت باقی راتیں نو ہیں اور تیئسویں سمیت باقی راتیں، سات ہیں۔ عموماً رمضان انتیس دن کا ہوتا ہے۔ اگر مہینہ

۷۹۴۔ أخرجه النسائي في الكبرى، ح: ٣٤٠٤ عن حميد بن مسعدة به وصححه ابن خزيمة، ح: ٢١٧٥ وابن حبان (الإحسان): ٣٦٧٨ والحاكم: ١/ ٤٣٨ ووافقه الذهبي.

تیس دن کا ہو تو پھر اکیسویں رات کو نکال کر باقی راتیں نو ہوں گی، اسی طرح باقی جگہ بھی اس رات کو شمار نہیں کیا جائے گا اور آخری رات سے مراد انتیسویں کی رات ہو گی۔ اس حدیث سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ رات بدلتی رہتی ہے۔

(المعجم ٣) بَابٌ: مِنْهُ (التحفة ٣)

باب: 73۔ لیلۃ القدر ہی کے بارے میں ایک اور باب

٧٩٥۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ هُبَيْرَةَ بْنِ يَرِيمَ، عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُوقِظُ أَهْلَهُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ.

[795] سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اپنی بیویوں کو بھی بیدار رکھتے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٧٩٦۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهَا.

[796] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ آخری عشرے میں اس قدر کوشش کیا کرتے کہ اتنی دوسرے دنوں میں نہیں کرتے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

فائدہ: رمضان کا آخری عشرہ اعتکاف اور لیلۃ القدر کا عشرہ ہے، اس لیے نبی ﷺ خود اس کا خوب اہتمام فرماتے اور ازواج مطہرات کو بھی بیدار رکھتے اور دوسرے لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔

(المعجم ٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّوْمِ فِي الشِّتَاءِ (التحفة ٣)

باب: 74۔ سردی کے موسم کا روزہ

٧٩٧۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ

[797] سیدنا عامر بن مسعود رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ

٧٩٥۔ أخرجه أحمد: ١/١٤٨ عن وكيع به وسنده ضعيف وله شواهد كثيرة عند البخاري (٢٠٢٤) ومسلم (١١٧٤) وغيرهما.

٧٩٦۔ أخرجه مسلم، الاعتكاف، باب الاجتهاد في العشر الأواخر من شهر رمضان، ح: ١١٧٥ عن قتيبة به.

٧٩٧۔ [محتمل للتحسين] أخرجه أحمد: ٤/٣٣٥ من حديث سفيان الثوري به وأورده الضياء في المختارة وصححه ابن خزيمة، ح: ٢١٤٥ وقال البيهقي (٤/٢٩٧): "هذا مرسل" وله شواهد وأخرج البيهقي بإسناد صحيح عن أبي هريرة قال: "الغنيمة الباردة، الصوم في الشتاء".

سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ نُمَيْرِ بْنِ عَرِيبٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْغَنِيمَةُ الْبَارِدَةُ الصَّوْمُ فِي الشِّتَاءِ».

نبی ﷺ نے فرمایا: ''سردی کا روزہ غنیمت باردہ ہے، یعنی بلا محنت و مشقت حاصل ہونے والا اجر و ثواب ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ مُرْسَلٌ. عَامِرُ بْنُ مَسْعُودٍ لَمْ يُدْرِكِ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ وَالِدُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَامِرٍ الْقُرَشِيِّ الَّذِي رَوٰى عَنْهُ شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث مرسل ہے۔ عامر بن مسعود کی نبی ﷺ سے ملاقات ثابت نہیں۔ یہ ابراہیم بن عامر قرشی کا باپ ہے جس سے شعبہ اور ثوری روایت لیتے ہیں۔

فائدہ: سردی کے موسم میں روزے کی حالت میں روزے دار کو بھوک اور پیاس کی اس قدر مشقت و تکلیف سے دو چار نہیں ہونا پڑتا جس قدر اسے گرمی کے موسم میں ہونا پڑتا ہے، لیکن اجر و ثواب پورا ملتا ہے، اس لیے آپ ﷺ نے اس کو مفت حاصل ہونے والی غنیمت سے تعبیر فرمایا ہے۔ یہ روایت شواہد کی بنا پر حسن درجے کے قریب ہے۔

(المعجم ...) بَابُ مَا جَاءَ ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ﴾ (التحفة ...)

باب: 75۔ ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ﴾ کا مفہوم

٧٩٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرٍ [بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ]، عَنْ يَزِيدَ مَوْلٰى سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ﴾ كَانَ مَنْ أَرَادَ مِنَّا أَنْ يُفْطِرَ وَيَفْتَدِيَ حَتّٰى نَزَلَتِ الْآيَةُ الَّتِي بَعْدَهَا فَنَسَخَتْهَا.

[798] سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری: ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ ''اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہیں (وہ اگر روزہ نہ رکھیں) ان کے ذمے ایک مسکین کا کھانا ہے۔'' تو ہم میں سے جو چاہتا روزہ نہ رکھتا اور فدیہ دے دیتا، حتی کہ اس کے بعد والی آیت اتری اور اس نے اِسے منسوخ کر دیا۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ وَيَزِيدُ هُوَ ابْنُ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلٰى سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ اور یزید سے مراد ابوعبید کا بیٹا ہے اور وہ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا آزاد کیا ہوا غلام ہے۔

فائدہ: جمہور علمائے کرام کے نزدیک شروع اسلام میں یہ اختیار دیا گیا تھا کہ جو لوگ روزے کی طاقت رکھتے ہیں، پھر بھی وہ اگر روزہ رکھنے کی بجائے ایک مسکین کا کھانا فدیہ ادا کرنا چاہیں تو ادا کر سکتے ہیں، اس کے بعد یہ حکم اگلی آیت ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ سے منسوخ کر دیا گیا۔ اب طاقت رکھنے والے پر روزہ رکھنا ہی فرض ہے اور جمہور کا موقف ہی صحیح

٧٩٨ـ أخرجه البخاري، التفسير، سورة البقرة، باب: ﴿فمن شهد منكم الشهر فليصمه﴾ ح: ٤٥٠٧ ومسلم، الصيام، باب بيان نسخ قول الله تعالى: ﴿وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين . . . ﴾ إلخ، ح: ١١٤٥ عن قتيبة به.

ہے۔ بعض حضرات اس آیت کو منسوخ نہیں مانتے، تو انھیں اس کی توجیہ میں تکلفات سے کام لینا پڑتا ہے: کوئی بلا وجہ اور بلا دلیل [لا نافیه] مقدر مان کر یہ معنی کرتا ہے کہ وہ لوگ جو روزے کی طاقت نہیں رکھتے، کوئی بابِ إفعال کا ہمزہ سلب کے لیے مانتا ہے، حالانکہ یہ سماعی چیز ہے، قیاسی نہیں کہ جہاں چاہا إفعال کا ہمزہ سلب کے لیے مان لیا۔ اور بعض [يُطِيقُونَهُ] کو [يُطَوَّقُونَهُ] کے معنی میں لیتے ہیں کہ انھیں روزہ رکھنے میں بہت تکلیف ومشقت برداشت کرنی پڑتی ہے اور پوری قوت وطاقت صرف کرنی پڑتی ہے، حالانکہ اس آیت کا آخری ٹکڑا ﴿وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ ''روزہ رکھنا ہی تمھارے لیے بہتر ہے'' ان تکلفات اور تاویلات کو قبول نہیں کرتا، اس لیے جمہور کا موقف بالکل واضح اور صحیح ہے جس میں کسی قسم کے تکلف اور تاویل کی ضرورت ہی نہیں۔

(المعجم ٦) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ أَكَلَ ثُمَّ خَرَجَ يُرِيدُ سَفَرًا (التحفة ٧٦)

باب: 76۔ جس نے کھانا کھالیا، پھر سفر پر نکل کھڑا ہوا

٧٩٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ أَنَّهُ قَالَ: أَتَيْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فِي رَمَضَانَ وَهُوَ يُرِيدُ سَفَرًا وَقَدْ رُحِلَتْ لَهُ رَاحِلَتُهُ، وَلَبِسَ ثِيَابَ السَّفَرِ فَدَعَا بِطَعَامٍ فَأَكَلَ فَقُلْتُ لَهُ: سُنَّةٌ؟ فَقَالَ: سُنَّةٌ، ثُمَّ رَكِبَ.

[799] محمد بن کعب بیان کرتے ہیں کہ میں رمضان میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ سفر پر روانہ ہونا چاہتے تھے۔ ان کی سواری پر پالان کسا جا چکا تھا اور انھوں نے سفر کا لباس پہن لیا تھا، انھوں نے کھانا منگوایا اور کھالیا۔ میں نے ان سے پوچھا: (کیا یہ) سنت ہے؟ انھوں نے کہا: سنت ہے، پھر وہ سوار ہو گئے۔

٨٠٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: أَتَيْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فِي رَمَضَانَ. فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

[800] محمد بن اسمٰعیل کی سند سے بھی، محمد بن کعب کی مذکورہ بالا روایت مروی ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ هُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ [هُوَ] مَدِينِيٌّ ثِقَةٌ وَهُوَ أَخُو إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ هُوَ ابْنُ نَجِيحٍ وَالِدُ عَلِيِّ بْنِ الْمَدِينِيِّ، وَكَانَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ يُضَعِّفُهُ، وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَى هٰذَا

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ اور محمد بن جعفر سے مراد، ابوکثیر کا بیٹا ہے جو مدینی ہے اور ثقہ ہے اور اسماعیل بن جعفر کا بھائی ہے اور عبداللہ بن جعفر، نجیح کا بیٹا، علی بن مدینی کا باپ ہے اور یحییٰ بن معین اِسے ضعیف قرار دیا کرتے تھے۔ بعض اہل علم کی رائے اس

٧٩٩- [حسن بالشواهد والمتابعات] عبدالله بن جعفر المدني تابعه محمد بن جعفر، انظر الحديث الآتي.
٨٠٠- أخرجه البيهقي: ٤/ ٢٤٧ من حديث سعيد بن أبي مريم به.

الْحَدِيثِ وَقَالُوا لِلْمُسَافِرِ أَنْ يُفْطِرَ فِي بَيْتِهِ قَبْلَ أَنْ يَخْرُجَ وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَقْصُرَ الصَّلَاةَ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ جِدَارِ الْمَدِينَةِ أَوِ الْقَرْيَةِ، وَهُوَ قَوْلُ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ [الْحَنْظَلِيِّ].

حدیث کے مطابق ہے۔ ان کے نزدیک مسافر، سفر پر روانہ ہونے سے پہلے اپنے گھر پر روزہ چھوڑ سکتا ہے لیکن شہر یا بستی کی حد سے نکلنے سے پہلے نماز قصر نہیں کر سکتا۔ اسحاق بن ابراہیم حنظلی کا یہی قول ہے۔

فائدہ: اس مسئلے کے بارے میں اختلاف ہے کہ مسافر گھر پر روزہ چھوڑ سکتا ہے یا نہیں: امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور اوزاعی ؒ اور جمہور کا یہ موقف ہے کہ جس دن سفر پر روانہ ہونا ہو اس دن روزہ رکھ کر روانہ ہو، روانہ ہوتے وقت گھر پر کھانا نہیں کھا سکتا۔ امام احمد اور اسحاق ؒ کے نزدیک اس حدیث کی رو سے گھر پر کھانا کھا کر روانہ ہو سکتا ہے اور یہی موقف راجح ہے۔ امام احمد ؒ کا دوسرا قول جمہور کے مطابق ہے کہ [لَا يُبَاحُ لَهُ فِطْرُ ذَالِكَ الْيَوْمِ] ''اس دن کا روزہ چھوڑنا جائز نہیں۔'' اگر روزہ چھوڑ دے گا تو جمہور کے نزدیک اس پر کفارہ نہیں ہے، قضا تو بالاتفاق ہے۔

(المعجم ٧٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي تُحْفَةِ الصَّائِمِ (التحفة ٧٧)

باب: 77۔ روزے دار کے لیے تحفہ

٨٠١۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ طَرِيفٍ، عَنْ عُمَيْرِ بْنِ مَأْمُونٍ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «تُحْفَةُ الصَّائِمِ الدُّهْنُ وَالْمِجْمَرُ».

[801] سیدنا حسن بن علی ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''روزہ رکھنے والے کے لیے تحفہ، تیل اور خوشبو جلانے کی انگیٹھی ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِذَاكَ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ سَعْدِ بْنِ طَرِيفٍ. وَسَعْدُ [بْنُ طَرِيفٍ] يُضَعَّفُ وَيُقَالُ عُمَيْرُ بْنُ مَأْمُومٍ أَيْضًا.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ اس کی سند کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ہم اسے صرف سعد بن طریف سے جانتے ہیں اور سعد کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ عمیر بن مامون کو عمیر بن ماموم بھی کہتے ہیں۔

(المعجم ٧٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى مَتٰى يَكُونُ (التحفة ٧٨)

باب: 78۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کب ہوتی ہے؟

٨٠٢۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ

[802] سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

٨٠١۔ [ضعيف جدًا] أخرجه الطبراني في الكبير: ٣/ ٨٩، ح: ٢٧٥١ من حديث أبي معاوية به، سعد بن طريف متروك، وعمير ابن مأمون: مجهول الحال.

٨٠٢۔ [حسن بالشواهد] أخرجه البغوي في شرح السنة: ٦/ ٢٤٧، ح: ١٧٢٥ من طريق الترمذي به وللحديث شواهد كثيرة انظر، ح: ٦٩٧.

الْيَمَانِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْفِطْرُ يَوْمَ يُفْطِرُ النَّاسُ وَالْأَضْحٰى يَوْمَ يُضَحِّي النَّاسُ».

نے فرمایا: ''فطر کا دن وہی ہوگا جس دن لوگ افطار کریں اور قربانی اسی دن ہوگی جس دن لوگ قربانی کریں۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: سَأَلْتُ مُحَمَّدًا قُلْتُ لَهُ: مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ مِنْ عَائِشَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ يَقُولُ فِي حَدِيثِهِ سَمِعْتُ عَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) سے پوچھا: محمد بن منکدر نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں، وہ اپنی حدیث میں کہتا ہے: [سَمِعْتُ عَائِشَةَ] میں نے عائشہ سے سنا۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے حسن غریب صحیح ہے۔

فائدہ: حدیث کا مقصد یہ ہے کہ عیدین میں اجتماعیت کو برقرار رکھنا چاہیے۔ اپنی شخصی اور انفرادی رائے پر اڑنا نہیں چاہیے۔ سب کے ساتھ روزہ رکھا جائے اور سب کے ساتھ عید کی جائے۔

(المعجم ٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْاِعْتِكَافِ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ (التحفة ٩)

باب: 79۔ اعتکاف سے نکلنے (توڑنے) کا بیان

٨٠٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ قَالَ: أَنْبَأَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، فَلَمْ يَعْتَكِفْ عَامًا، فَلَمَّا كَانَ فِي الْعَامِ الْمُقْبِلِ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ.

[803] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: نبی ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف بیٹھتے تھے۔ ایک سال اعتکاف نہ بیٹھ سکے، جب اگلا سال آیا تو آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ مِّنْ حَدِيثِ أَنَسٍ [بْنِ مَالِكٍ]، وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْمُعْتَكِفِ إِذَا قَطَعَ اعْتِكَافَهُ قَبْلَ أَنْ يُتِمَّهُ عَلٰى مَا نَوٰى، فَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِذَا نَقَضَ اعْتِكَافَهُ وَجَبَ عَلَيْهِ الْقَضَاءُ، وَاحْتَجُّوا بِالْحَدِيثِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ مِنِ اعْتِكَافِهِ فَاعْتَكَفَ عَشْرًا مِّنْ شَوَّالٍ، وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنْ لَّمْ يَكُنْ عَلَيْهِ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث، حسن غریب صحیح ہے۔ اہل علم کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ اعتکاف بیٹھنے والا اگر اپنی نیت کے مطابق اعتکاف پورا کرنے سے پہلے اسے توڑ دے تو بعض اہل علم کے نزدیک جب اعتکاف توڑ دے تو اس پر قضا لازم ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی ﷺ اپنے اعتکاف سے نکل گئے تو آپ نے شوال کے دس دن اعتکاف کیا۔ امام مالک کا یہی

٨٠٣ـ أخرجه ابن خزيمة، ح: ٢٢٢٦ عن محمد بن بشار، وأحمد: ٣/ ١٠٤ من حديث محمد بن أبي عدي به، وللحديث شواهد كثيرة عند البخاري، ح: ٢٠٤٤ وغيره * وفي الباب عن أبي هريرة [البخاري، ح: ٢٠٤٤].

نَذْرُ اعْتِكَافٍ أَوْ شَيْءٌ أَوْجَبَهُ عَلَى نَفْسِهِ وَكَانَ مُتَطَوِّعًا فَخَرَجَ فَلَيْسَ عَلَيْهِ أَنْ يَقْضِيَ، إِلَّا أَنْ يُحِبَّ ذَلِكَ اخْتِيَارًا مِّنْهُ وَلَا يَجِبُ ذَلِكَ عَلَيْهِ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ. قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَكُلُّ عَمَلٍ لَّكَ أَنْ لَا تَدْخُلَ فِيهِ، فَإِذَا دَخَلْتَ فِيهِ فَخَرَجْتَ مِنْهُ فَلَيْسَ عَلَيْكَ أَنْ تَقْضِيَ إِلَّا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

قول ہے۔ بعض کہتے ہیں: اگر اس نے اعتکاف کی نذر نہیں مانی تھی یا اس نے اسے اپنے اوپر لازم نہیں ٹھہرایا تھا اور نفلی اعتکاف تھا تو اس صورت میں اگر نکل گیا تو اس پر قضا لازم نہیں، ہاں اپنی مرضی اور اختیار سے چاہے تو قضا دے لے، اس پر لازم نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں: ہر وہ عمل جس کا کرنا انسان پر لازم نہ ہو اگر وہ اسے شروع کر لے اور پھر اس سے نکل جائے تو حج اور عمرے کے علاوہ اس عمل کی قضا لازم نہیں ہے۔ مذکورہ بالا مسئلے کے بارے میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث آئی ہے۔

فائدہ: واجب اعتکاف، یعنی نذر وغیرہ کا توڑنے کی صورت میں بالاتفاق قضا لازم ہے اور نفلی اعتکاف توڑنے میں بالاتفاق قضا لازم نہیں اور مسنون اعتکاف کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام احمد اور شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک قضا لازم نہیں، امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک مسنون اعتکاف کی قضا لازم ہے لیکن احناف کے نزدیک اگر صرف ایک دن کا اعتکاف توڑا تو قضا لازم ہے پورے عشرے کی قضا لازم نہیں لیکن نبیٔ اکرم ﷺ نے تو پورے عشرے کی قضا دی ہے۔ آپ نے دو مرتبہ رمضان میں اعتکاف چھوڑا ہے: ایک دفعہ بیٹھ نہیں سکے تو اس کی جگہ اگلے سال بیس دن کا اعتکاف کیا، دوسری دفعہ اعتکاف کے لیے تیاری اور اہتمام کیا لیکن جب دیکھا کہ ازواج مطہرات ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی خیمے لگا رہی ہیں تو آپ ﷺ نے اعتکاف چھوڑ دیا، پھر اس کی جگہ شوال میں دس دن اعتکاف کیا۔

(المعجم ٨٠) بَابٌ: الْمُعْتَكِفُ يَخْرُجُ لِحَاجَتِهِ أَمْ لَا؟ (التحفة ٨٠)

باب: 80۔ اعتکاف کرنے والا ضرورت کے لیے نکل سکتا ہے یا نہیں؟

٨٠٤- حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ الْمَدَنِيُّ قِرَاءَةً عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا اعْتَكَفَ أَدْنَى إِلَيَّ رَأْسَهُ فَأُرَجِّلُهُ، وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ.

[804] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف بیٹھتے تو اپنا سر مبارک میرے قریب کر دیتے اور میں اس میں کنگھی کر دیتی اور آپ گھر میں انسانی ضرورت کے علاوہ نہیں آتے تھے۔

٨٠٤- أخرجه البغوي في شرح السنة: ٦/ ٣٩٧، ح: ١٨٣٦ من طريق أبي مصعب به، وهو في الموطأ (رواية أبي مصعب: ١/ ٣٣١، ح: ٨٦٠، رواية يحيى: ١/ ٣١٢) وصحيح مسلم، ح: ٢٩٧ بالاختصار، من حديث عروة بن الزبير عن عمرة بنت عبدالرحمن عن عائشة به، وحديث الليث يأتي بعده.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، هٰكَذَا رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ [عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ]، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ وَالصَّحِيحُ عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ. هٰكَذَا رَوَى اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ کئی راویوں نے اسی طرح یہ روایت امام مالک بن انس کی سند سے عروہ اور عمرہ دونوں کے واسطے سے بیان کی ہے اور بعض نے مالک ہی کے واسطے سے عروہ عن عمرہ عن عائشہ بیان کی ہے جب کہ صحیح یہ ہے کہ عروہ اور عمرہ دونوں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں۔ لیث بن سعد نے بھی ابن شہاب سے عروہ اور عمرہ دونوں سے یہ روایت بیان کی ہے۔

٨٠٥- حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ قُتَيْبَةُ عَنِ اللَّيْثِ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ إِذَا اعْتَكَفَ الرَّجُلُ أَنْ لَّا يَخْرُجَ مِنِ اعْتِكَافِهِ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ وَأَجْمَعُوا عَلٰى هٰذَا أَنَّهُ يَخْرُجُ لِقَضَاءِ حَاجَتِهِ لِلْغَائِطِ وَالْبَوْلِ، ثُمَّ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي عِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَشُهُودِ الْجُمُعَةِ وَالْجَنَازَةِ لِلْمُعْتَكِفِ، فَرَأٰى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ أَنْ يَّعُودَ الْمَرِيضَ وَيُشَيِّعَ الْجَنَازَةَ وَيَشْهَدَ الْجُمُعَةَ إِذَا اشْتَرَطَ ذٰلِكَ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَيْسَ لَهُ أَنْ يَّفْعَلَ شَيْئًا مِّنْ هٰذَا وَرَأَوْا لِلْمُعْتَكِفِ إِذَا كَانَ فِي مِصْرٍ يُّجَمَّعُ فِيهِ أَنْ لَّا يَعْتَكِفَ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ لِأَنَّهُمْ كَرِهُوا الْخُرُوجَ لَهُ مِنْ مُّعْتَكَفِهِ إِلَى الْجُمُعَةِ، وَلَمْ يَرَوْا لَهُ أَنْ يَّتْرُكَ الْجُمُعَةَ فَقَالُوا: لَا يَعْتَكِفُ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ حَتّٰى لَا يَحْتَاجَ أَنْ يَّخْرُجَ مِنْ مُّعْتَكَفِهِ لِغَيْرِ قَضَاءِ حَاجَةِ الْإِنْسَانِ لِأَنَّ خُرُوجَهُ لِغَيْرِ حَاجَةِ الْإِنْسَانِ، قَطْعٌ عِنْدَهُمْ لِلْاِعْتِكَافِ، هُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَقَالَ أَحْمَدُ: لَا يَعُودُ الْمَرِيضَ وَلَا يَتْبَعُ

[805] امام صاحب نے مذکورہ بالا روایت قتیبہ کے واسطے سے لیث بن سعد کی سند سے بیان کی ہے۔ اہل علم کا عمل اسی پر ہے کہ انسان اعتکاف کی حالت میں اپنے اعتکاف سے صرف انسانی ضرورت کے تحت نکل سکتا ہے۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ وہ قضائے حاجت کے لیے نکل سکتا ہے۔ پھر اہل علم کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ اعتکاف کرنے والا بیمار کی عیادت، جمعہ اور جنازہ میں شرکت کے لیے نکل سکتا ہے یا نہیں؟ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے اہل علم کا قول ہے کہ اگر وہ ان کاموں کی شرط رکھ لے تو پھر وہ بیمار کی عیادت، جنازہ اور جمعہ میں شرکت کے لیے نکل سکتا ہے۔ سفیان ثوری اور ابن مبارک کا یہی قول ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ ان میں سے کوئی کام نہیں کر سکتا۔ ان کا موقف یہ ہے کہ اگر وہ ایسے شہر میں ہو جہاں جمعہ ہوتا ہے تو وہ صرف مسجد جامع میں اعتکاف بیٹھے کیونکہ ان کے نزدیک جمعہ کے لیے اپنی اعتکاف گاہ سے نکلنا ناپسندیدہ ہے اور اعتکاف کرنے والے کو جمعہ چھوڑنے کی بھی اجازت نہیں، لہٰذا وہ جامع مسجد ہی میں اعتکاف بیٹھے تاکہ انسانی حاجت کے علاوہ اسے اپنی اعتکاف گاہ سے نہ نکلنا پڑے

٨٠٥ـ أخرجه البخاري، الاعتكاف، باب: لا يدخل البيت إلا لحاجة، ح: ٢٠٢٩ ومسلم، الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها . . . إلخ، ح: ٧/٢٩٧ عن قتيبة به وانظر الحديث السابق.

الْجَنَازَةَ عَلَى حَدِيثِ عَائِشَةَ. وَقَالَ إِسْحَاقُ: إِنِ اشْتَرَطَ ذٰلِكَ فَلَهُ أَنْ يَتْبَعَ الْجَنَازَةَ وَيَعُودَ الْمَرِيضَ.

کیونکہ ان کے نزدیک انسانی ضرورت کے علاوہ نکلنا، اعتکاف کو توڑنا ہے۔ امام مالک اور شافعی ﷭ کا یہی قول ہے۔ امام احمد ﷫ کہتے ہیں: بیمار کی عیادت نہ کرے اور نہ جنازے کے ساتھ نکلے۔ سیدہ عائشہ ﷞ کی حدیث کا تقاضا یہی ہے۔ امام اسحاق ﷫ کہتے ہیں: اگر وہ ان کی شرط رکھ لے تو وہ جنازے کے ساتھ جا سکتا ہے اور بیمار کی عیادت بھی کر سکتا ہے۔

فائدہ: اگر مسجد میں انسانی ضروریات، مثلاً: قضائے حاجت، وضو، استنجے اور غسل جنابت وغیرہ کا انتظام نہ ہو تو بالاتفاق اعتکاف بیٹھنے والا ان کاموں کے لیے مسجد سے نکل سکتا ہے۔ اگر ان چیزوں کا مسجد میں انتظام ہو تو پھر مسجد سے نہیں نکل سکتا۔ بیمار کی عیادت، جنازے میں شرکت اور غسل جمعہ یا جمعہ پڑھنے کے لیے نکلنے کے بارے میں اختلاف ہے: سفیان ثوری، ابن مبارک اور اسحاق ﷭ کے نزدیک اگر اعتکاف بیٹھتے وقت یہ شرط کر لے کہ میں ان کاموں کے لیے مسجد سے نکل سکوں گا تو پھر جائز ہے ورنہ نہیں، لیکن دوسرے ائمہ کے نزدیک مریض کی عیادت یا جنازے میں شرکت کی شرط رکھنا درست نہیں۔ سیدہ عائشہ ﷞ کی حدیث اور ان کے طرز عمل کا تقاضا یہی ہے۔ جمہور کے نزدیک اعتکاف کے لیے جامع مسجد ہونا شرط نہیں۔ امام مالک اور امام شافعی ﷭ سے دونوں قول منقول ہیں۔ تفصیل پہلی حدیث کے تحت گزر چکی ہے۔

(المعجم ٨١) بَابُ مَا جَاءَ فِي قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ (التحفة ٨١)

باب: 81۔ ماہِ رمضان کا قیام

٨٠٦- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفُضَيْلِ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجُرَشِيِّ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: صُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَمْ يُصَلِّ بِنَا حَتّٰى بَقِيَ سَبْعٌ مِّنَ الشَّهْرِ فَقَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا فِي السَّادِسَةِ وَقَامَ بِنَا فِي الْخَامِسَةِ حَتّٰى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ، فَقُلْنَا [لَهُ]: يَا رَسُولَ اللهِ لَوْ نَفَّلْتَنَا بَقِيَّةَ لَيْلَتِنَا هٰذِهِ؟ فَقَالَ: «إِنَّهُ مَنْ قَامَ مَعَ الْإِمَامِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ كُتِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ». ثُمَّ لَمْ يُصَلِّ بِنَا حَتّٰى بَقِيَ

[806] سیدنا ابوذر ﷜ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روزے رکھے تو آپ نے ہمیں (تراویح کی) نماز نہ پڑھائی حتیٰ کہ مہینے میں سے سات دن رہ گئے تو آپ نے ہمارے ساتھ تہائی رات تک قیام کیا۔ پھر چوبیس کو (چھٹے دن) ہمارے ساتھ قیام نہ کیا اور پچیس کو (پانچویں دن) آدھی رات تک قیام کیا تو ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کاش! آپ اس رات کا باقی حصہ بھی ہمیں نفل پڑھاتے، تو آپ نے فرمایا: ''جو امام کے پلٹنے تک اس کے ساتھ قیام کرتا ہے، اس کے لیے رات بھر کا

٨٠٦ـ أخرجه أبو داود، شهر رمضان، باب: في قيام شهر رمضان، ح: ١٣٧٥ وابن ماجه، ح: ١٣٢٧ والنسائي: ٣/ ٨٣، ٨٤، ح: ١٣٦٥ من حديث داود بن أبي هند به، وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٢٠٦ وابن حبان، ح: ٩١٩ وابن الجارود، ح: ٤٠٣
* وفي الباب عن عائشة [البخاري، ح: ٧٢٩]، والنعمان بن بشير [أحمد: ١/ ٢٥٥]، وابن عباس [النسائي، ح: ١٦٠٢].

ثَلَاثٌ مِّنَ الشَّهْرِ وَصَلّٰى بِنَا فِي الثَّالِثَةِ وَدَعَا أَهْلَهُ وَنِسَاءَهُ فَقَامَ بِنَا حَتّٰى تَخَوَّفْنَا الْفَلَاحَ، قُلْتُ لَهُ: وَمَا الْفَلَاحُ؟ قَالَ: السُّحُورُ.

قیام لکھ دیا جاتا ہے۔'' پھر آپ نے ہمیں نماز نہ پڑھائی حتی کہ مہینے کے تین دن باقی رہ گئے تو آپ نے تیسرے دن (ستائیس کو) ہمیں نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ نے اپنے گھر والوں اور اپنی عورتوں کو بھی بلالیا اور ہمارے ساتھ اس حد تک قیام کیا کہ ہمیں ''فلاح'' کے بارے میں خطرہ پیدا ہو گیا۔ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کے شاگرد کہتے ہیں: میں نے ان سے پوچھا: فلاح کیا ہے؟ انھوں نے کہا: سحری کھانا۔

قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ، فَرَأٰى بَعْضُهُمْ أَنْ يُصَلِّيَ إِحْدٰى وَأَرْبَعِينَ رَكْعَةً مَّعَ الْوِتْرِ، وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَهُمْ بِالْمَدِينَةِ. وَأَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى مَا رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ وَّعُمَرَ وَغَيْرِهِمَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ عِشْرِينَ رَكْعَةً، وَّهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: وَهٰكَذَا أَدْرَكْتُ بِبَلَدِنَا بِمَكَّةَ، يُصَلُّونَ عِشْرِينَ رَكْعَةً. وَّقَالَ أَحْمَدُ: رُوِيَ فِي هٰذَا أَلْوَانٌ. وَّلَمْ يَقْضِ فِيهِ بِشَيْءٍ، وَّقَالَ إِسْحَاقُ: بَلْ نَخْتَارُ إِحْدٰى وَأَرْبَعِينَ رَكْعَةً عَلٰى مَا رُوِيَ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَّاخْتَارَ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ الصَّلَاةَ مَعَ الْإِمَامِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ، وَاخْتَارَ الشَّافِعِيُّ أَنْ يُّصَلِّيَ الرَّجُلُ وَحْدَهُ إِذَا كَانَ قَارِئًا. [وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا قیامِ رمضان کے بارے میں اختلاف ہے: بعض کے نزدیک وتر سمیت اکتالیس رکعات پڑھی جائیں۔ اہل مدینہ کا یہی قول ہے اور مدینے میں ان کے ہاں اسی پر عمل ہے۔ اور اکثر اہل علم کے نزدیک جیسا کہ سیدنا علی، عمر رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ سے مروی ہے، بیس رکعات ہیں۔ سفیان ثوری، ابن مبارک اور شافعی رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم نے اپنے شہر مکہ میں لوگوں کو بیس رکعات پڑھتے پایا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس کے بارے میں مختلف صورتیں منقول ہیں اور کوئی حتمی بات نہیں کی۔ امام اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہم اکتالیس رکعات پسند کرتے ہیں جیسا کہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ امام ابن مبارک، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ نے ماہ رمضان میں امام کے ساتھ (باجماعت) نماز (تراویح) کو ترجیح دی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: حافظ کو قیام رمضان اکیلے کرنا چاہیے۔ اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، سیدنا نعمان بن بشیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔

فائدہ: علامہ بنوری نے لکھا ہے: یہ تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے تراویح آٹھ رکعات پڑھی ہیں اور یہ بات کسی روایت سے ثابت نہیں کہ آپ نے رمضان میں تراویح اور تہجد الگ الگ پڑھی ہیں، ہاں جب آپ نے تراویح کے لیے جماعت کرائی ہے تو رکعات میں تو اضافہ نہیں کیا لیکن ان کو لمبا کیا۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی صحیح روایت میں ہے کہ ''آپ نے

رمضان میں لوگوں کو آٹھ رکعات اور وتر پڑھائے۔'' (معارف السنن: 543/5، 544) جب صحیح روایات سے آپ کا عمل آٹھ رکعات اور وتر ثابت ہے تو اس کی سنیت کا انکار اگر ہٹ دھرمی اور سینہ زوری نہیں تو اور کیا ہے؟ نیز اس سے تقی عثمانی صاحب کے اس قول کی بھی تردید ہو جاتی ہے کہ تہجد اور تراویح کو ایک قرار دینا بالکل غلط ہے۔ (درس ترمذی: 662/4) اور آگے عجیب بے تکی بات یہ لکھی ہے ''یہ بعید ہے کہ ساری رات میں آپ کل آٹھ رکعتیں ہی پڑھتے ہوں۔'' (ص: 664) حالانکہ صحیح احادیث کی رو سے آپ نے تراویح آٹھ رکعات ہی پڑھائی ہیں اور آپ سے اس سے زائد رکعات ثابت ہی نہیں ہیں، ہاں بعض صحابۂ کرام اور بعد کے اہل علم کا عمل اس سے زائد رکعات پر بھی رہا ہے اور اس کے بارے میں مختلف اقوال موجود ہیں جن کی تفصیل فتح الباری اور عمدۃ القاری میں دیکھی جا سکتی ہے لیکن ان حضرات کے عمل یا قول سے آٹھ رکعات تراویح کے مسنون ہونے کی نفی نہیں کی جا سکتی اور بیس یا اس سے زائد رکعات کو سنت نبوی قرار نہیں دیا جا سکتا اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر بیس رکعات نبی ﷺ سے ثابت نہ ہوتیں تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس کا حکم کیوں دیتے؟ کیونکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو گیارہ رکعات پڑھانے کا حکم دیا تھا اور سائب بن یزید کی صحیح روایت میں بھی یہی ہے کہ ہم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔ (تحفة الأحوذي: 75/2)

(المعجم ٨٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا (التحفة ٨٢)

باب: 82۔ روزہ افطار کرانے کی فضیلت

٨٠٧۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا».

[807] سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے روزے دار کا روزہ افطار کرایا اس کو بھی اسی کی طرح اجر ملے گا اور روزے دار کے اجر میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: افطاری کے وقت روزہ افطار کرانے کی فضیلت میں بہت سی احادیث آئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ افطاری کے لیے سیراب یا سیر کرنا لازمی نہیں۔ اپنی توفیق کے مطابق حسن نیت سے معمولی چیز کھلانا یا پلانا بھی اجر و ثواب کا باعث ہوگا اور یہ ثواب اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دے گا، روزے دار کا ثواب متاثر نہیں ہوگا۔

(المعجم ٨٣) بَابُ التَّرْغِيبِ فِي قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ وَمَا جَاءَ فِيهِ مِنَ الْفَضْلِ (التحفة ٨٣)

باب: 83۔ ماہِ رمضان کے قیام کی ترغیب اور اس کی فضیلت

٨٠٧۔ أخرجه ابن ماجه، الصيام، باب: في ثواب من فطر صائمًا، ح: ١٧٤٦ من حديث عبدالملك به، وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٠٦٤ وابن حبان، ح: ٨٩٥ وله طريق آخر عند ابن حبان، ح: ١٦١٩ وفيه: "من جهز غازيًا في سبيل الله أو خلفه في أهله كتب له مثل أجره"، وسنده صحيح.

٨٠٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُرَغِّبُ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَأْمُرَهُمْ بِعَزِيمَةٍ وَيَقُولُ: «مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ» فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالْأَمْرُ عَلَى ذٰلِكَ ثُمَّ كَانَ الْأَمْرُ كَذٰلِكَ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَلَى ذٰلِكَ.

[808] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ماہِ رمضان کے قیام کی رغبت وشوق دلاتے تھے مگر اس کو فرض یا لازم نہیں ٹھہراتے تھے۔ آپ فرماتے: ''جس نے ایمان اور حصولِ ثواب کی نیت سے رمضان کا قیام کیا، اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' رسول اللہ ﷺ کی وفات تک معاملہ اسی طرح چلتا رہا، پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آغاز تک معاملہ اسی طرح رہا۔ (قیام کی ترغیب دلائی جاتی تھی۔ اس کے لیے اجتماعی اہتمام نہیں ہوتا تھا۔)

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ أَيْضًا عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ].

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت بھی ہے۔ اور یہ حدیث زہری، عروہ کے واسطے سے بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فوائد ومسائل: ① [إِيمَانًا] کا مقصد ہے کہ اس کا محرک اور عمل کا سبب بس اللہ اور اس کے رسول پر ایمان اور ان کے وعدوں پر یقین ہو اور [اِحْتِسَابًا] کا مقصد ہے کہ اس کا محرک اجروثواب کی طمع اور امید ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے حصول کے سوا کوئی دوسرا جذبہ اور مقصد اس کا محرک نہ ہو کیونکہ ایمان اور احتساب ہی سے عمل کا تعلق اللہ تعالیٰ سے جڑتا ہے اور ایمان واحتساب ہی کے سبب عمل میں روح اور جان پیدا ہوتی ہے۔ اس کے بغیر بڑے سے بڑا عمل بھی بے جان اور کھوکھلا ہے اور اللہ کے ہاں درجۂ قبول سے گرا ہوا ہے۔ ② گزشتہ گناہوں سے مراد ہر قسم کے گناہ ہیں، چھوٹے ہوں یا بڑے کیونکہ روزے دار توبہ اور استغفار کرتا ہے جس سے ہر قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ توبہ اور استغفار کے بغیر صرف چھوٹے گناہ معاف ہوتے ہیں اور بعض روایات میں بعد کے گناہوں کی معافی کا ذکر بھی موجود ہے جس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے آئندہ دور میں بڑے گناہوں سے بچنے کی یا توبہ واستغفار کی توفیق دیتا ہے۔ ③ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آغاز تک نماز تراویح کے لیے جماعت کا اہتمام نہیں ہوا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا اہتمام فرمایا، تاہم اس کی اصل موجود تھی۔ جب وحی بند ہو گئی اور تراویح کی فرضیت کا خدشہ جاتا رہا تو آپ نے اس کا باجماعت اہتمام فرمایا۔

٨٠٨- أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب الترغيب في قيام رمضان وهو التراويح، ح: ٧٥٩ عن عبد بن حميد به ٭ وفي الباب عن عائشة [النسائي، ح: ٢١٩٤].